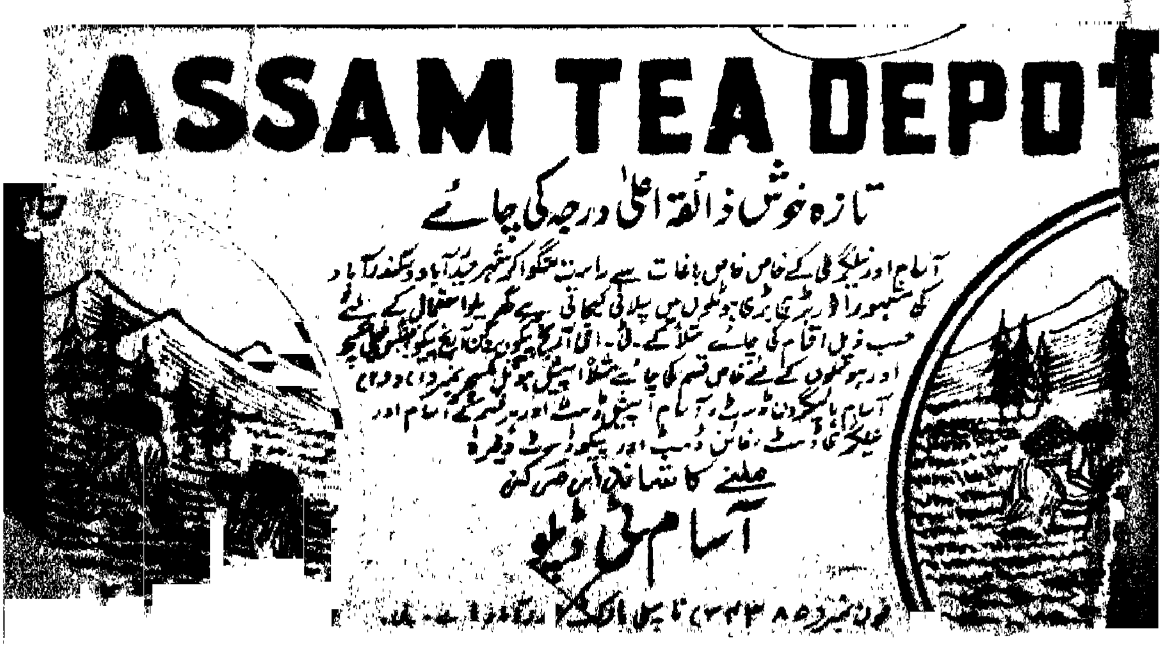

ALPHA HOTEL
BOARDING and LODGING
OPP. SECUNDERABAD RLY. STATION
Secunderabad
PROVISION STORES


ASSAM TEA DEPOT
تازہ خوش ذائقہ اعلیٰ درجہ کی چائے
آسام اور نیلگری کے خاص خاص باغات سے راست منگوا کر شہر حیدرآباد و سکندرآباد
ملنے کا پتہ
آسام ٹی ڈپو

علیؑ کی معنوی پیغمبری سمجھا تو میں سمجھا
دفورِ عشق کی وارفتگی سمجھا تو میں سمجھا
سنا کر آپ عثماں بھی کہتا ہے ہر اک سے
کوئی باب نجف کی بندگی سمجھا تو میں سمجھا

شیراز

سید مقام شیرازی ایڈیٹر پرنٹر پبلشر
مقام اشاعت: ... (۲) (انڈیا)

جلد ۱۵
روز جمعہ ۶ جنوری ۱۹۶۱ء
۲ ۱۸ رجب المرجب ۱۳۸۰ھ
شمارہ

غزل

(مطلع) صحن میں گلزار کے کیا زمزمہ خوانی رہی
شکلِ دُنیا کی بھی دیکھو کیسی یہ فانی رہی

کہتے ہیں زائر بھی ہو کر قبلہ رُو اور باوضو
پیشِ درگاہِ نجفؑ بھی یہ ثنا خوانی رہی

خامۂ بہزاد نے کھینچا تھا جسکو رنگ سے
شکلِ خاک میں بھی دیکھو صورتِ مانی رہی

آمدِ فصلِ بہاری کہتی ہے مئےخوار سے
آج مے بھی میکدے میں دیکھ لے پانی رہی

کربلا کے نقش نے بھی محوِ حیرت کر دیا
آج اس تعمیر میں بھی عظمتِ بانی رہی

کہتا ہے آنسو بہا کر ماتمِ ابنِ علیؑ
گو غم کے بھی واسطے یہ صورتِ ثانی رہی

از طفیلِ احمدِ مرسل علیؑ مرتضےٰ
خاکِ اسلام میں بھی شکلِ ایمانی رہی

پائداری بھی عقائد کی یہی کہتی ہے حُسن
یاد رکھنے کیلئے بھی شکلِ ایقانی رہی

جب ہوئے مسند نشین یہ کہتی ہے عیدِ غدیر
واسطے صہرِ نبیؐ کے شانِ حقانی رہی

(مقطع) مرگ کے دُکھ پر یہی کہتا ہے عثماں بار بار
سانحے سے قلب میں بھی کلفتِ جانی رہی

میرا کم و بیش نصف صدی کا ذاتی تجربہ معصوموں کی پرورش یا علاج معالجہ کا

(در زمانہ گذشتہ در نذری باغ)

جتنے میرے بچے ہیں چاہے ذکور ہوں یا اناث۔ اور بہت سے ان میں کے ایسے ہیں کہ سن رشد کو پہنچ کر اپنے کاروبار کی ذمہ داری سے لگ گئے ہیں یہ میری آنکھوں کے سامنے تھے۔ جس کا جو کچھ بہتر نتیجہ ہے وہ سامنے ہے۔ بر خلاف اس کے اگر میرا نواسہ مرحوم اپنے بڑے بھائی ممتاز علیخاں (پہلا نواسہ) کی طرح عدن باغ کے (یعنی فاصلہ پر) نذری باغ میں ہوتا تو کبھی ایسی غفلت یا کماحقہٗ عدم توجہ سے ایسا سانحہ پیش نہ آتا۔ لہذا اس زبردست ٹھوکر کے بعد جو بیداری پیدا ہوئی ہے وہ قابل دید ہے انشاءاللہ بہت قریب زمانہ میں میرا موجودہ نواسہ عدن باغ سے نذری باغ منتقل ہو رہا ہے جب کہ میری بچی مشہدی بیگم اور اس کا شوہر محمود پاشاہ عدن باغ ہی میں رہیں گے۔ اور روزانہ ایک وقت نذری باغ آکر بچہ کو دیکھ کر جائیں گے یا جب ضرورت ہو یہاں آمد و رفت رکھیں گے کیونکہ ان کا سن و سال (بوجہ کم عمری) ایسا نہیں ہے اور نہ تجربہ ہے کہ اپنی اولاد کی خود دیکھ بھال کر سکیں۔ لہذا جو کچھ کرنا ہے مجھے بہ حیثیت بزرگ خاندان کرنا ہے اس سے میں غافل نہیں رہ سکتا۔

دوم میرا ذاتی تجربہ ہے کہ کوئی نوزائیدہ معصوم جو چند روز کا ہو وہ انجکشن کا متحمل نہیں ہو سکتا جب تک کہ عمر ایک، دو سال کی نہ ہو۔ اس لئے اس تجربہ کو سامنے رکھکر آئندہ سے کام کیا جائے گا۔

سوم میں ایک زمانۂ دراز سے ادویہ یونانی کا دلدادہ ہوں کہ یہی نہ صرف میرے مزاج کے موافق ہے بلکہ میری اولاد کے بھی۔ بوجہ میرا خون پانی ہونے کے۔ اس کے علاوہ اطبائے یونانی کا بنیادی اصول بعد تشخیص مرض علاج بالضد ہے جس کو وہ کسی حالت میں ہاتھ سے نہیں دے سکتے اور ان کے تیار کردہ ادویہ قیمتی اجزاء یا جواہرات سے مرکب ہوتے ہیں (البتہ طبیکہ میں یہ طلق دان تیار کر رہے جیسا کہ حکیم انوار احمد مرحوم تھے جو دوا سازی میں ہندوستان میں مشہور تھے کہ یہ حکیم اجمل خان صاحب مرحوم کے زمانہ سے ان کے دہلی کے دواخانہ میں کام کرتے تھے)

خلاصہ یہ کہ آئندہ کیلئے جو پروگرام مرتب کیا ہے وہ بھی آزمودہ نتائج کا ہے جس کے مطابق عمل پیرا ہو کر میں کسی ڈاکٹر کے ہو یا یونانی حکیم کی ذاتی رائے یا تجویز پر کاربند نہیں ہو سکتا تاآنکہ پہلے اس تجویز یا خیال کو میرا دیرینہ تجربہ قبول کرے کہ ایسے امور میں دماغ کی نازک خیالی کہ دیکھ بھال مرض سے متعلق کیسی ہوگی۔ اس کا تصفیہ نہ ہو لے۔

اب رہا معاملہ غذائی سو اس کی نوعیت دوسری ہے جو علاج معالجہ سے بالکل علیحدہ ہے۔ لہذا اس حد تک یہ (Supervision) بہت اچھی چیز ہے جس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔

مرقومہ ۴ر جنوری [illegible]

(از نذری باغ)

فرق مابین میرے دو نواسے بطنی صاحبزادی مشہدی بیگم (زوجہ محمود پاشاہ)

اول ممتاز علیخاں دوم فیروز علیخاں جنت نصیب

فرمایا نمبر ۱ کا بچہ جب تولد ہوا تو وزن میں ساڑھے سات پونڈ تھا۔ اور نمبر ۲ کا بچہ جب تولد ہوا تو وزن میں آٹھ پونڈ تھا۔ یعنے نصف پونڈ زائد۔ اس کے علاوہ سر بھی نمبر ۲ کا نمبر ۱ سے کسی قدر بڑا تھا۔ اور شکل و صورت میں گو دونو بھائی قریب قریب مشابہ تھے ایک دوسرے سے۔ تاہم میرا خیال ہے کہ اگر نمبر ۲ زندہ رہتا تو نمبر ۱ سے دکھاؤ میں بہتر نظر آتا۔ انہیں وجوہ سے میرا حزن و ملال بہت زائد ہے کہ عدم کی حفظ نگرانی یا دیکھ ریکھ سے اس معصوم کی قیمتی جان گئی۔ اور جو اس کے ذمہ دار تھے (یعنے غفلت سے کام کئے اور اپنا فرض انجام نہیں دیئے) خدا ان کو ایک نہ ایک دن پاداشاً روسیاہ کرکے رکھیگا اور قیامت کے دن اس کا مواخذہ الگ لیگا۔

دوم اس سانحہ کی وجہ سے میرا تعلق خاطر نمبر ۲ کے ساتھ بہت زیادہ ہے۔ اور محض پھر غفلت نہ ہو نمبر ۱ کی طرف میری توجہ ہے کہ یہ بھی قیمتی جان ہے۔ جسکی حفاظت ضروری ہے ورنہ میرا جو تاسف ہے وہ اپنی جگہ قائم ہے۔ اور خیال ہے کہ اگر پردۂ غیب سے میری بچی کو دوسری اولاد نرینہ یعنے بچہ ہوگا تو اوس وقت اسکو تاریخ پیدائش سے اپنے قبضہ میں لونگا۔ اور وہ بچہ نذری باغ میں نانا کے آنکھوں کے سامنے پرورش پائے گا۔ یہ میرا مصمم ارادہ ہے جو بروقت انشاءاللہ وقوع میں آکر رہے گا۔ زیادہ خدا خاطیوں کو غارت کرے اور دین دنیا انکی برباد ہو۔

مرقوم ۱۴ر جنوری [illegible]

(آمدہ از نذری باغ)

فرق مابین نزدیک اور دُور

فرمایا اگرچہ یہ میری اولاد کی اولاد ہے - چاہے بیٹوں کی ہو یا بیٹیوں کی جو کہ اس مد تک دونوں درست ہیں۔ مگر فرق جو خنوان میں ہے وہ اپنی جگہ قائم ہے - یعنے یہ دُو مساوی نہیں ہو سکتے۔ لہذا نانا کا تعلق جسقدر ان معصوموں سے قریب میں ہوگا اوسکی توجہ بھی ان کے طرف زیادہ ہونا لازمی ہوگا - مثلاً اب تک میری بچی کے دو کم سن بچے یہ بھی نذری باغ میں نہیں تھے۔ بلکہ عدن باغ میں تھے - جہاں میں روزانہ نہیں بلکہ گاہ گاہ جاتا تھا جس کی وجہ سے یہ قربت میں نہ ہونے سے ایک معصوم کی قیمتی جان غفلتوں یا عدم کما حقہٗ توجہ سے جاتی رہی - (یعنے فیروز علیخاں کی)۔ جسکی وجہ سے بیداری پیدا ہوکر جو انتظام ہوا ہے وہ قابل دید ہے۔ اور اسی سانحہ کی وجہ سے میری توجہ موجودہ ایک معصوم کے طرف بہت بڑھ گئی ہے۔ اور اس معصوم کو (یعنے ممتاز علیخاں کو بطن شہدی بیگم صاحبزادی لیلے بیگم) اپنی بیٹی کی اولاد نہیں بلکہ اپنی اولاد سمجھتا ہوں۔

بہرحال یہ معصوم اپنی طرف میری سالم توجہ کو کھینچا ہوا ہے جسکی سلامتی کی دُعا نانا صبح اور شام درگاہ رب العزت سے خواہاں ہے کہ سر دست یہی میری بچی کا زمانہ آئندہ میں وارث جائز بننے والا ہے۔

زیادہ اسکو عمر طبعی پردۂ غیب سے عطا ہو اور یہ پروان چڑھے۔ تاکہ نانا کو قلب مطمئنہ نصیب ہو۔ انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا بہ تصدق امامؑ دو جہان۔

مرقوم ۴ر جنوری ۱۹۶۱ء

(آمدہ از نذری باغ)

ڈاکٹر ہریش چندر اسپیشل ڈاکٹر برائے علاج کم سن بچے

فرمایا پہلے ارادہ تھا کہ ان کا مستقل تقرر عدن باغ کے معصوم صاحبزادہ شہیدی بیگم پر ہو (جس کا نام ممتاز علی خان ہے جو کہ میرا نواسہ ہے) مگر بعد غور مکرر اس کو بے ضرورت سمجھا۔ لہٰذا انتظام یہ ہوا ہے کہ جب کبھی ضرورت ہوگی تو ان کو مثل دیگر ڈاکٹر عندالضرورت طلب کر لیا جائے گا اور جو کچھ مقررہ فیس ہے وہ دلا دی جائے گی کیونکہ ان کو میں پیشتر سے نہیں جانتا۔ اور نہ یہ کبھی زمانۂ گذشتہ میں نذری باغ میں علاج معالجہ کئے ہیں۔ ایسی حالت میں جب تک کسی جدید ڈاکٹر کا مجھے تجربہ نہ ہو کہ اس کے علاج کا کیا نتیجہ نکلا۔ اس پر میں بھروسہ نہیں کر سکتا۔ لہٰذا قبل از قبل کوئی رائے قائم کر لینا یا تقرر مناسب نہیں ہے تا آنکہ اس کا امتحان نہ ہو لے۔ لہٰذا آئندہ حسبہٗ عمل ہوگا۔

دیگر۔ آئندہ سے اس معصوم کا علاج ایک کمیٹی ۳ رکن ڈاکٹروں کی متفقہ طور پر اپنی رائے سے کرے گی یعنی ذمہ داری کے ساتھ۔ یعنی بہ الفاظ دیگر ایک ڈاکٹر کی رائے پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا جو سہو وخطا سے خالی نہیں ہے۔ اور اگر یونانی علاج ہے تو اسی طرح سے ۳ رکن کمیٹی قابل حکماء کی کرے گی کہ میں ہر طرح سے بیدار ہو چکا ہوں اور انشاء اللہ اب آئندہ کوئی انسانی غفلت نہ ہوگی جس کا سد باب ہو چکا ہے۔

مرقوم ۴ جنوری ۱۹۶۱ء ————————

(آمدہ از نذری باغ)

صورت و سیرت زوجہ محمود علیؑ پسر آغا ناصر یار جنگ مرحوم

(و دختر سید علیؑ جس کا نام بی بیگم ہے)

فرمایا اس دیوانی کا دماغ خراب ہونے سے اس کے نازیبا جو حرکات ہیں ان کو شیراز میں بیان کر دیا ہے۔ مگر اس کے حسن و جمال سے متعلق بھی مجھے دو چار جملے کہنا ضروری ہے۔ یعنے اسکی عمر اس وقت کم و بیش ۲۴ یا ۲۵ سال ہے۔ اور چہرہ بالکل معمولی ہے جیسا کہ کسی ملازم کی اولاد ہے (یعنے جاذب نظر نہیں ہے) اور وقت گفتگو کسی قدر ناک میں بات کرتی ہے۔ جو بڑا نقص ہے۔ اس پر یہ تین اہم چیزیں ہیں۔ سمجھکر یہ دیوانی جو حرکات نازیبا کرتی ہے اوس کا سد باب کرنا مجھے از حد ضروری ہے زود یا بہ دیر۔

دوسرے طرف یہ بھی دیکھ لیا جائے کہ اس بے وقوف یا پاگل چھوکرا منہ مرا اوسکی کیسی بد قسمتی تھی کہ اس قسم کی زوجہ اوس کو ملی۔ جس سے اس کی زندگی وبال جان بن گئی ہے اور مجھ سے (میرے پاؤں پر گر کر) کہتا تھا کہ اوسکی زندگی کس رنگ میں بسر ہو رہی ہے وہ مجھ پر ظاہر ہے۔ یہ سنکر میں نے اوس سے کہا کہ سب چیزوں کا مجھکو علم ہے۔ لہذا قریب زمانہ میں اس کا عقد دوم ہو جائے گا (جبکہ اس کی زوجہ نذری باغ سے رخصت ہو جائے گی) لہذا وہ صبر سے کام لے۔

دوم دوسرا رخ بھی تصویر کا مجھے بتانا ضروری ہے کہ اس چھوکرے کی جو بہن ہے یعنے شہربانو بیگم وہ سید علیؑ کے بڑے بیٹے غلام عسکری کی زوجہ ہے معمرہ (۲۵ یا ۲۶ سالہ) اور جو اس وقت دو تین بچوں کی ماں بھی ہے۔ اس پر بھی اس کا چہرہ نجم کا ہے جو جاذب نظر ہے اور ذی کردار ہے۔ لہذا اس لڑکے کو خوش قسمت سمجھتا ہوں کہ ایسی زوجہ اس کو ملی۔ پس اب ان دو امور مذکورہ میں کیا فرق ہے دیکھ لیا جائے۔ بقول

"بہ بین تفاوت رہ۔ از کجاست تا بکجا۔"

مرقوم ۴ جنوری ۱۹۶۱ء

(آمدہ از نذری باغ)

غلط بیانی یا رنگ آمیزی

فرمایا جناب تراب علیؔ صاحب دام لطفہ نے اپنی علحدگی از خدمت کے سلسلہ میں آپ کا عنایت نامہ نذری باغ میں وصول ہوا تھا۔ جس میں جناب نے کیا کیا قابلقدر خدمت پرائیویٹ اسٹیٹ نظام میں بہ حیثیت وائس چیرمن کمیٹی انتظامی انجام دی تھی اوس کا ذکر تھا۔ مگر میں نے جب کمیٹی میں اسس کو بھیجا کر دریافت کیا کہ اصل معاملہ کیا تھا (جبکہ دین یار جنگ صحت پاکر رخصت سے واپس آگئے تھے) تو معلوم ہوا کہ معاملات کوئی نئے نہیں تھے بلکہ پُرانے جو کہ دوران کارروائی میں تھے۔ یعنے کوئی خاص خدمت آپ نے انجام نہیں دی تھی جس پر آپ کو فخر و ناز ہوتا۔

الحاصل بروقت میں نے جو پیچیدگیوں کا خاتمہ کیا یا آیندہ کی دردسری سے اسٹیٹ کو بچایا اوس کی سخت ضرورت تھی تاکہ خرابیوں کا سدباب ہو۔ اور مزید فتنے نہ اوٹھیں ورنہ خدا کو علم تھا کہ اگر میں اس طرف فوراً متوجہ نہ ہوتا تو اور کیا مشکلات کا سامنا کرنا ہوتا۔ مگر خیر گذری کہ یہ فتنہ زیر زمین دفن ہوگیا۔ اور سب متعلقہ عہدہ داروں نے اطمینان کا سانس لیا کہ اون کو آئے دن کے جھگڑے سے نجات ملی۔ بقول الخیرُ فیما وقع۔

مرقوم ۴ر جنوری ۱۹۶۷ء

(آمدہ از نذری باغ)

حصولِ قرضہ کا نامناسب طریقہ

(۷ صاحبزادگان مقیم بنگلہ گاف کا)

فرمایا یہ ساتوں بھائی کے نام کافی و وافی اُذوقے ٹرسٹ متعلقہ سے جاری رہنے کے باوجود فینانشیل اڈوائزر کے توسط سے مجھے اطلاع ملی ہے کہ یہ بھی سیٹھ ساہوکاروں سے قرضہ لے رہے ہیں یا دکانداروں سے اشیاء اُدھار خرید رہے ہیں۔ ان سب بھائیوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ حال میں سب کا قرضہ میرے حکم پر ان کی مجتمعہ رقم ٹرسٹ سے ادا کرکے بے باق کر دیا گیا تھا۔ اگر بارِ دیگر ایسا ہوگا تو اس کی ادائی ممکن نہیں ہو سکے گی کہ یہ کوئی کھیل نہیں ہے۔ ایسے نازیبا حرکات صاحبزادوں کو نہ کرنا چاہیئے جو کہ ان کے پوزیشن پر اثر انداز ہوں اور جس خاندان نظام کے یہ افراد ہیں اسکی توہین نہ ہو۔

۲۔ دوسری طرف یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ سیٹھ ساہوکاران کو روپیہ بڑھے چڑھے ناواجبی سود پر دیگر صاحبزادوں سے ایسے پرامیسری نوٹ لکھا لیتے ہیں جو دی ہوئی رقم سے دو چند یا سہ چند ہوتی ہے یہ جان کر کہ تھوڑے ہی عرصہ میں کافی نفع ان کو حاصل ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ دکاندار بھی انھیں حقیقی قیمت سے زیادہ قیمت پر اُدھار سامان دیتے ہیں۔ مذکورہ امور پر نظر کرتے جملہ ساہوکاروں اور دکانداروں کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ وہ صاحبزادگان مقیم بنگلہ گاف سے بلا علم و اطلاع بزرگ خاندان ایسے کاروبار نہ کریں ورنہ ان کو بجائے فائدہ کے نقصان اٹھانا ہوگا۔ کیونکہ ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ ساتوں بھائی جو یہاں (درمدو دکنگ کوٹھی) رہتے ہیں یہ مکانات ان کے ذاتی مِلک نہیں ہیں بلکہ پرائیویٹ اسٹیٹ نظام کے ہیں۔ اسیطرح اس میں جو فرنیچر ہے وہ بھی ان کا خانگی نہیں ہے بلکہ جزو مکان ہے۔ ان جملہ اُمور کی صراحت کے بعد بھی مذکورہ اشخاص اگر برادران مقیم بنگلہ گاف کو قرض وام دیں یا اُدھار سامان بڑھی چڑھی قیمت پر فروخت کریں تو یہ عمل ان کا ذاتی تصور ہوگا جس کی ساری ذمہ داری ایسا کرنے والوں کے سر رہے گی۔

دیگر صاحبزادوں کا بھی فرض ہوگا کہ وہ ایسے نازیبا حرکات سے باز رہیں ورنہ ان کے مقررہ اذوقے مسدود ہو کر سارا انتظام خانہ داری میرے ہاتھ میں لیکر انتظام کرنا ہوگا۔ لہذا یہ ایک طرح کی (Warning) ہے جو قرضہ دہندوں اور دکانداروں کو بھی دی جا رہی ہے تاکہ آیندہ کوئی غلط فہمی باقی نہ رہے اور ایسے غیر ذمہ دارانہ حرکات سے وہ باز رہیں وبس۔

مرقوم ۵ رجنوری ۱۹۹۱ء

(آمدہ از نذری باغ)

خوبیٔ عقل جناب تراب علی صاحب دام لطفہٗ

فرمایا عالیہ: واقعہ عہدہ داران پرائیویٹ اسٹیٹ نظام کا جو پیش آیا تھا جناب کے نازیبا برتاؤ برماتحتین کے تحت تو آپنے یہہ غور نہیں فرمایا کہ آپ کیکے یہہ تجویز پیش کرینگے کہ میموریل پیش شدہ کے سلسلہ میں پرائیویٹ اسٹیٹ نظام کے عہدہ داروں کو جنکی حیثیت مثل کم درجہ ملازمین کی نہیں تھی۔ بلکہ اپنی جگہ کچھ نہ کچھ حیثیت رکھتے تھے انکو یاداشاً برطرف کردیا جائے بلا ثبوت جرم یا اخذ جواب۔ مگر اس کا اثر الٹا پڑا کہ خود جناب کی اس حرکت نازیبا کا کیا نتیجہ نکلا کہ آپ ہی ازخود رُو پوش ہوگئے۔ کسلئے کہ یہہ عہدہ داران آپکے بالمقابل تھوڑا بہت وزن رکھتے تھے وہ بھی شمار میں ایک بالمقابل ۸ یا ۱۰ اسم۔ جس کا لازمی نتیجہ یہہ نکلا کہ آپ کا پلّہ ترازو نیچے دب گیا اور وزن سے دوسرا پلّہ اوپر آگیا۔ مگر بے ادبی معاف کر ان نکات کو سمجھنے کی قابلیت یا اہلیت بھی درکار ہے نہ کہ بلا سوچے قدم اوٹھانا جو نتیجۂ خوب کا حامل نہیں ہوسکتا بلکہ اس کے برعکس؟ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آپنے ملاحظہ فرمایا؟ افسوس آپنے اپنے ہاتھوں اِس حرکت بیجا سے اپنی سُبکی کرلی۔ میرے خیال میں یہہ سب پیرانہ سالی کا نتیجہ تھا کہ غور و خوض کا مادہ مفقود تھا۔ بقول

"ایک پیری و صد عیب"

مرقوم ۱۴ر جنوری ۱۹۶۱ء

(آمدہ ازنذری کا باغ)

قطعہ

گلزار ہمہ سبز نگر از سر نو شد || از بطن چراغے بہ سوئے بزم کہ ضو شد
گفتا ست بتاباں چہ فسانہ شنو کاہے || در خرمن گندم تو نگر این چہ کہ جو شد

(آمدہ ازنذری کا باغ)

اجرائی اذوقہ دو صد از ٹرسٹ متعلقہ برائے یوسف بیگم زوجۂ علمبردار مع تین کم سن بچے (بطنی زوجۂ مذکور) (از یکم جنوری ۱۹۶۱ء)

فرمایا میں اپنی ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے کہ اسکا نکاح چند سال قبل خود نذری باغ میں کرایا تھا۔ یہ انتظام کیا۔ یہ لڑکی انور بیگم سنکوحہ جونیر پرنس (مقیم فرن ویلا) کی ہمشیرۂ خورد ہے۔ اور ذی کردار ہے علاوہ ذی وجاہت خاندان سے تعلق رکھنے کے جیسا کہ اس کا شوہر ہے حکیم سید علیؑ صاحب ایڈوکیٹ مرحوم کا بیٹا ہے۔ بہرحال یہ جوڑا زن و شوہر کا موزوں تھا۔

زیادہ خدا اس کی معصوم اولاد کو عمر طبعی دے۔

مکرر۔ قریب میں اس لڑکی کا سامان ذاتی جو کہ مکان مدرسۂ عالیہ میں مقفل ہے (زیر نگرانی نذری باغ) یہ اس کو فہرست مرتب کرکے واپس دیدیا جائے گا (مع اشیاء طلائی جو میرے دیئے ہوئے تھے لڑکی کو)۔

مرقوم ۴ر جنوری ۱۹۶۱ء

(آمدہ از نذری باغ)

قطعہ

چہار اندر جہان لاریب کتاب ایزدی آمد
(توریت۔ زبور۔ انجیل۔ قرآن)
بہ دورِ آصفِ سابع ہمہ این خاندان گفتہ

ثنا خوانِ علیؑ بنگر امامِ شافعیؒ آمد
فدائے اہلبیتِ مصطفےٰ او واقعی آمد
(مبنی بر حقائق)

(آمدہ از نذری باغ)

قطعہ یادگار در توصیف کتاب مشاہدات

(نوشتہ ہوش بلگرامی مرحوم المخاطب ہوش یار جنگ)

کس طرز کی کتاب ہے دیکھو مشاہدات
ڈھوکا دیا ہے خامہ و قصّہ نے کسقدر

بہہ کر چلی ہے آب کہ مگدر میں یہ فرات
آخر ہوئی ہے نذرِ فنا عمرِ بے ثبات

(آمدہ از نذری باغ)

باسمه سبحانه

بملاحظۂ حضور اقدس و اعلیٰ دام اقبالہم

عالم پناہ! مودبانہ معروض میدارد کہ فرمودات ہمایونی کہ "فی الحقیقت ارشاد و رہنمونی بود برائے ہمہ وابستگان و خدامان کہ بمصداق ہل جزاء الاحسان الا الاحسان جبین نیاز بدرگاہ الٰہی نہادہ از صمیم قلب دعا گویند" در دلِ بندہ ہم تاثرات پیدا کرد

پس مناجاتی از درونِ قلب برآوردم و وظیفہ می دارم

سجدہ ہا میکنم از عجز و نیاز | چو تو محمود و ہمچون من ایاز
بودم اندریں جہان ہیچ میسر نہ | توئی آوردی ز پستی بہ فراز
بذل و الطاف تراہست لزوم | کہ بگویم دعا ہا بہ نماز
ناسپاسیم دعا گر نہ کنیم | بہر قربانئ شہ بندہ نواز
بہر ممتاز و شہامت عظمت جاہ | کن دعا با دلِ پر سوز و گداز

مناجات

یا الٰہی پئے سبطین و علی | پئے زہرا و شہنشاہ حجاز
ہم پئے تسعۂ معصوم و امام | یا بدہ ہر غنچہ و گل عمر دراز
(صاحبزادگان و صاحبزادیان)
عظمت جاہ را تو نگہدار ز فضل | نیک در سایۂ شہ رب مجاز
ہمی گوئیم بہ دل با شام و پگاہ | بہ شہامت تو بدہ عمر دراز
این دعا ہست ز من صبح و مسا | در جہان شاد بماند ممتاز جاہ

دعاگو

۱۲ رجب المرجب ۱۳۶۰ھ
(م ۱۲ فروری ۱۹۴۱ء)

سید کاظم حسین قمر ... (نقل آمدہ از ... باغ)

۳۰ر دسمبر ۱۹۶۰ء

برائے اطلاع صمصام شیرازی

میرے جتنے بہی خواہ ہیں وہ تو میرے لئے دعائے خیر کرتے رہتے ہیں جو کہ نئی چیز نہیں ہے۔ لھذا ہر وقت ہر پرچہ رسید پہ دعا لکھنا یہ بے ضرورت ہے بلکہ دعا حصول مقصد کی ہونا ہے جو کہ پیش نظر ہے جسکی صراحت اوس مضمون میں ہے جو کہ امیر نمبر میں شائع ہو رہا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس معصوم کی جان جو تلف ہوئی ہے اسکا افسوس و ملال جو مجھکو ہے اسکا کوئی اندازہ نہیں کرسکتا کہ رات دن یہی چیز میرے دماغ میں پھرتی رہتی ہے۔ اسلئے اسوقت غیب سے فضل و کرم کی ضرورت ہے کیلئے کہ اگر کوئی چیز قضا و قدر سے ہوتی تو اسکی نوعیت دوسری تھی۔ مگر جبکہ انسان کی غفلت سے ایسا حادثہ ہو تو یہ بات جداگانہ ہے یہ خیال کرتے کہ اگر غفلت نہ ہوتی تو قیمتی جان ضائع نہ ہوتی اس سے بڑھکر اور کیا صراحت کروں

(نقل آمدہ از نذری باغ)

سرکارِ حق آگاہ

نہایت ادب اور احترام کیساتھ عرض ہے کہ ہر ہی خواہوں اور خصوصاً اذوقہ یابوں کا دعا کرنا انکا اولین فرض ہے اگر وہ دعا نہ کریں تو یہ انکی بدبختی اور نمکحرامی ہے۔ دعا کی تکرار رغبت کی علامت ہے "سلامت با کرامت رکھے" میں جملہ مقاصد موجود ہیں۔ خدائے تعالیٰ ہمارے مافی الضمیر سے واقف ہے۔ ہم جو پنجوقتہ نماز پڑھتے ہیں اسمیں بھی تو دعائیں ہوتی ہیں وہی دعائیں ہم برابر دہرائے جاتے ہیں۔ تعقیبات نماز بھی دعاوں کا مجموعہ ہے

سورۂ حمد میں ہم اپنے پالنے والے کی حمد و ثنا کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں پالنے والے ہمیں راہِ راست پر قائم رکھیو وہ راستہ جس پر خداوند تعالیٰ نے اپنی تمام نعمتیں نازل کی ہیں۔ اس راستہ سے متعلق ارشادِ نبوی ہے "تم اسطرح چلو جدھر علیؑ چلیں" یعنے اسوۂ علیؑ پر عمل کرو

حضور کی ذات ستودہ صفات میرے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے اس نعمت کی بقا کیلئے اس نعمت کی فلاح کے لئے اس نعمت کی بہبودی کیلئے اس نعمت کے مقاصد دلی بر آنے کیلئے میرا دست بدعا رہنا میرا وظیفہ ہے

"حافظ وظیفہ تو دعا گفتن است و بس۔"

حضور جو دیتا ہے وہ لیتا ہے خدا نے دیا تھا خدا اگر لے لیتا تو اور ہی بات تھی۔ دست قضا و قدر سے جو کچھ ہوتا ہے بیشک اسکی نوعیت دوسری ہوتی ہے مگر انسان کی غفلت سے جو کچھ ہوتا ہے وہ ناقابلِ برداشت ہوتا ہے احتیاط کی ضرورت ہے کہ آئندہ ایسی غفلت نہ ہو۔

معصوم فیروز جاہ کے گذر جانے میں خدا کی کوئی خاص مصلحت ضرور ہے خدا جو کچھ کرتا ہے وہ بھلائی کیلئے کرتا ہے اسکے کام رحمانی ہوتے ہیں وہ بخشندہ بھی ہے اور مہربان بھی۔ خدا معصوم فیروز جاہ کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور بطفیل معصوم کربلا شہزادہ علی اصغر علیہ السلام ہمارے سرکار کو صبرِ جمیل عطا فرمائے اور سرکار کے جملہ مقاصد دلی بر لائے بجاہ محمدؐ و آلہ الطاہرینؑ آمین ثم آمین یا رب العالمین۔ این دعا از من و از جملہ جہان آمین باد

تیرہ رجب المرجب مشکل کشاؑ کی آمد کا روز ہے حاجت روائے خلق کی آمد کا روز ہے

مژدہ اے دل کہ مسیحا نفسی می آید
کہ ز انفاسِ خوشش بوئے کسی می آید

بعض وقت بے اختیار حافظ کا یہ شعر میری زبان پر آتا ہے

یوسفِ گم گشتہ باز آید بکنعان غم مخور ❊ کلبۂ احزان شود روزی گلستان غم مخور

خدا تعالیٰ معصوم فیروز جاہ کا نعم البدل ہمارے سرکار کو عطا فرمائے آمین

سید مقام شیرازی
۳۰-۱۲-۱۹۹۰ء

دُعائے خیر برائے ازدیاد عمر نواسہ مُربّی و سرپرست

(یعنی ممتاز علی خاں لطفی (دماد) صاحبزادی مشہدی بیگم دختر لیلیٰ بیگم)

زمانہ یوں تو قضا و قدر کے احکام جو اٹل ہوتے ہیں وہ وقوع میں آ کر رہتے ہیں چاہے نتیجتاً اچھے ہوں یا بُرے اس سے بحث نہیں۔ مگر اسمیں اگر انسانی لغزش یا سہو و خطا یا عدم نگرانی شامل ہو جس سے جان جائے (جیسا کہ میرے دوسرے نواسہ فیروز علی خان نوزائیدہ کا سانحہ تھا۔ چندروز قبل کا جو صرف دنیا میں ہفتہ عشرہ زندہ رہا تھا یعنی پیدائش و غیر پیدائش معناً و مطلب میں یکساں تھی) تو اس کا صدمہ ناقابل برداشت ہو جاتا ہے۔ لہذا جتنے اصحاب کو نذری باغ سے آذوقے یا مدد ملتی ہے (بشمول خانہ زادان) یا ساکنین نذری باغ جن کا سود و بہبود اس گھر سے وابستہ ہے ان کا فرض اولین ہے کہ ہر مجلس کے بعد یا ہر نماز کے بعد موجودہ نواسے کے لئے دُعا کریں تاکہ حق نمک ادا ہو ورنہ میں سمجھوں گا کہ یہ سب خود غرض ہیں اسلئے انکی وفاداری کو مشتبہ نظر سے دیکھوں گا اور اگر احیاناً ایسا ہوا تو یہ بُرا داغ ان کے دامن پر نظر آئے گا۔ کیونکہ آئندہ معصوم کی پرورش یا دیکھ ریکھ کا جو جدید انتظام ہوا ہے وہ قابل دید ہے جو ہر ہفتہ شیراز میں شائع ہو رہا ہے۔ وبس۔

دیگر۔ مناقب علیؑ میں ۱۳ رجب المرجب کی مجلس کے بعد دوران دُعا حلمی افندی نے میرے نواسہ مذکور کی ازدیاد عمر کی جو دعا کی تھی اوس کو میں نے اچھی نظر سے دیکھا۔ کیونکہ یہ اور صمصام شیرازی قدیم خیر سگالوں میں شریک ہیں اور حلمی افندی ہر ہفتہ شیراز کے مضامین دیکھتا رہتا ہے اس لئے ہر چیز سے باخبر ہے۔ اور میرے مضامین سے یہ ہر دو متاثر تھے۔ چنانچہ یہی خیال صمصام شیرازی مدیر شیراز کا ہے چنانچہ اس کا خیال تھا کہ حالیہ سانحہ کے بعد میرے موجودہ نواسے کی دیکھ بھال میں سخت نگرانی کی ضرورت ہے۔ چنانچہ اس رائے سے مجھے اتفاق تھا۔ اور آجکل اس طرف میری توجہ ہے۔

زیادہ اَلسّعی مِنّی وَالاِتمام مِنَ اللہ

مرقوم ۲ر جنوری ۱۹۶۱ء

(منقول از نظام گزٹ)



طریقہ پرورش یا علاج معالجہ میر اکرم حسن نواسہ بطنی صاحبزادی مشہدی بیگم دختر لیلیٰ بیگم

(بنام ممتاز علی خان مقیم عدن باغ)

فرمایا پرورش کا جو انتظام ہے وہ علحدہ چیز ہے۔ مگر سب سے مشکل دُکھ درد کا علاج ہے جس میں (حالیہ سانحہ فیروز علی خان کو سامنے رکھتے ہوئے) سخت توجہ اور خبرگیری با حزم و احتیاط کی ضرورت ہے لہذا آیندہ سے اس معصوم کا علاج ایک شخص نہیں بلکہ تین قابل تجربہ کار و آزمودہ قدیم ڈاکٹروں کی کمیٹی بلکہ متفقہ طور پر ذمہ داری سے کریگی کہ یہ قیمتی جان ہے اور اگر یہ معصوم پروان چڑھکر زندہ و سلامت رہا تو میری بچی ماں کا وارث شرعی ہوگا (بہ شمول باپ محمود پاشاہ) لہذا بیداری جو پیدا ہے وہ انتہائی درجہ کی ہے۔ اور نانا نے اپنی بقیہ عمر کو ان امور کی تکمیل میں وقف کردیا ہے کہ خدا کے فضل و کرم سے ایک دن یہ معصوم سن رشد کو پہنچکر یہ خیال کرے گا کہ اس کی نشو و نما نانا کی توجہ خاص۔ جانفشانی اور محنت شاقہ کی رہین منت ہے۔ اگر واقعی ایسا ہوا تو میں سمجھونگا کہ میری محنت بار آور ہوئی اور اس کا صلہ پردۂ غیب سے مجھے ملا۔ جس سے بڑھکر اور کوئی تمنا یا آرزو نہیں ہوسکتی۔

زیادہ۔ خدا اس معصوم کو عمر طبعی دے اور میرے خاندان کی یادگار رہنائے

(بہ حد اولاد دختران)

بہ شکل شمس تابان بر اُفق خاندان نظام بہ تصدق امامؑ ہر دو جہان

مرقوم ۳ر جنوری سنہ ۱۹۶۱ء

(منقول از نظام گزٹ)

کم و بیش ایک سال تک سب مختلف اُمور ملتوی رہیں گے

(متعلق خانہ زادان نذری باغ)

فرمایا حالیہ سانحہ کی وجہ سے میں دوسرے انتظام کے طرف متوجہ ہوں۔ لہٰذا ایسی حالت میں دوسرے کاموں کی تکمیل نہیں ہوسکتی جو نہ کسی قسم کی اہمیت رکھتے ہیں اور نہ استحقاق۔ اور نہ میرے خاندان سے ان کو کوئی تعلق ہے جو محض لطف و کرم کی نوعیت لئے ہوئے ہیں۔ ایسی حالت میں مناسب سمجھا کہ ساکنینِ نذری باغ کو ان اُمور سے آگاہ کر دوں تاکہ غفلت میں نہ رہیں کیونکہ دُنیا کی مثل ہے کہ "پہلے گھر کو چراغ تو بعد مسجد کو چراغ" کیلئے کہ خاندان سے متعلق جو فرائض میرے ہیں بہ حیثیت بزرگ خاندان ان کو انجام دینا میرا سب سے اوّل فرض ہے اسکے بعد دوسرے امور ہیں جو چنداں ضروری نہیں ہیں

مرقوم ۴ر جنوری سنہ ۱۹۶۱ء

(منقول از نظام گزٹ)

زبانِ اُردو کو ترقی دینے سے متعلق

(درخواست امداد از نذری باغ)

فرمایا ایک عرضی بجانب کمیٹی مقرر کردہ میرے ہاں پیش ہوا تھا تو اس کا جواب بھی دے دیا گیا کہ جبکہ سابق ریاستِ حیدرآباد باقی نہیں رہی تو اُردو کو لے کر کیا کیا جائے گا کہ یہ بھی مثل دوسری مروجہ زبانوں کے اپنی حد تک حیثیت رکھتی ہے نہ زائد نہ کم۔ اس کے سوا ایسے عام مسائل گورنمنٹ سے متعلق ہیں نہ کہ نظام سے جو کہ اپنے منصب سے سبکدوش ہوگیا ہے۔ لہٰذا ایسے معاملات میں اُس کو کسی قسم کی دلچسپی نہیں بجز اپنے خاندانی اُمور کے۔ نظر بر آں اس وضاحت کے بعد کام کرنے والوں کو سوچ سمجھ کر قدم بڑھانا چاہیئے نہ کہ اندھا دُھند۔ جس سے کوئی فائدہ نہیں ہے بجز تضیع اوقات کے۔ دوسری طرف دنیا کی مثل ہے "کل کو ہاتھ سے دے کر جز کی فکر کرنا شیوۂ عقلمندی نہیں ہے"۔

مرقوم ۴ر جنوری سنہ ۱۹۶۱ء

(منقول از نظام گزٹ)

انعقاد کمیٹی سہ رکنی دو ممبر منجانب پرائیویٹ اسٹیٹ نظام

(وایک ممبر منجانب دفتر ٹرسٹ)

فرمایا حال میں جو اعلان ہوا تھا نظام گزٹ میں متعلق ممکنہ امداد جاگیرداران جنکا معاوضہ جاگیر گذشتہ اپریل سنہ ۱۹۶۰ء سے مسدود ہو گیا تھا اسکی چھان بین کرنے کے لئے کہ اصل میں یہ کتنے افراد ہیں (شکمیداروں کو چھوڑکر) جو یہ پانے کے مستحق ہیں۔

دوم ان افراد میں کس کس کو اپنی خانگی جائیداد سے آمدنی ہے یا نہیں۔ اور دوسرے متعلقہ امور کی تحقیقات کا حکم دیا گیا ہے کہ ۳ ماہ میں (یعنے از جنوری سنہ ۱۹۶۱ء تا اواخر مارچ سنہ ۱۹۶۱ء) کمیٹی مذکورہ اپنی رائے کیسا تھ رپورٹ نذری باغ میں پیش کردے تاکہ جو کچھ تصفیہ ہونا ہے وہ ہو رہے یکم جنوری سال نو سنہ ۱۹۶۱ء سے۔ کیونکہ امداد کا وعدہ اس گروہ سے کیا گیا ہے۔

(آمدہ از نذری باغ) مرقوم ۱۲ جنوری سنہ ۱۹۶۱ء

روزانہ درخواستوں کا سلسلہ نذری باغ میں جاری ہے

(امداد کے لئے)

فرمایا میں نے چند روز قبل ممکنہ امداد چیارٹی ٹرسٹ سے دینے سے متعلق جو مضمون شیرازیا نظام گزٹ میں طبع کیا تھا تو وہ محدود تھا اون جاگیرداروں کی حد تک جنکا معاوضہ جاگیر گذشتہ اپریل سنہ ۱۹۶۰ء سے مسدود ہو گیا تھا نہ کہ یہ اعلان دوسروں سے متعلق تھا۔ نظر بر آن مناسب سمجھا کہ چند سطور لکھکر اخبار نظام گزٹ میں طبع کرادوں تاکہ سب پر ظاہر ہو جائے کہ اصل میں معاملہ کیا ہے۔ اس کے سوا، طبقہ جاگیرداروں کے حالات دوسرے قسم کے ہیں کہ یہ ذی وجاہت خاندانوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ جن کے بڑے زمانہ گذشتہ میں خاندان نظام کے وفادار رہے تھے نہ کہ وہ جو نہ کوئی حیثیت رکھتے ہوں اور نہ گنتی یا شمار میں آسکتے ہوں۔

زیادہ **العاقل تکفیہ الاشارہ**

مکرر یہ کہ صدارت یا کسی داران جاگیرداروں کو اعلان جاری کردہ سے تعلق نہیں کہ اسکی نوعیت وغیرہ لکھے شامل کئے کوشے کی جائی۔ الوصل ایں متعینہ ڈیوڑھی نذری باغ کو حکم دیدیا ہے کہ عرائض داخل نہ ہوں بلکہ لانے والوں کو واپس کر دیئے جائیں یہ نا قابل توجہ ہیں۔

مرقوم ۱۲ جنوری سنہ ۱۹۶۱ء (منقول از نظام گزٹ)

ترجمان اہل حق ہے قوم کی آواز ہے — خیر خواہ شاہ حق آگاہ یہ شیراز ہے

شیراز

ایڈیٹر: سید صمصام شیرازی

لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

اُردو صحافت اور محکمہ اطلاعات

آزادی ہند کی جدوجہد میں اردو صحافت نے جو کامیاب حصہ لیا ہے اسکو ثابت کرنے کے لئے کسی دلیل اور پیمان کی ضرورت نہیں کیونکہ جنگ آزادی کو کامیاب اختتام تک پہنچانے میں اُردو صحافت کے مساعی جمیلہ ایک مسلمہ امر ہے لیکن یہ ایک تکلیف دہ حقیقت ہے کہ ہندوستان آزاد ہوتے ہی اردو صحافت کے ساتھ ایک سوچے سمجھے منصوبہ کے تحت نہایت ہی ناروا سلوک کیا گیا۔ اس کے وقار کو متاثر کرنے اور اسکی آواز کو بے اثر ثابت کرنے کی ہر ممکنہ کوشش کی گئی اور آئے دن برابر کیجا رہی ہے۔ لیکن سخت جان اردو صحافت اِن مشکلات اور آزمائشوں میں بھی ثابت قدم رہی۔ ابھی امتحان کی یہ منزل ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ لسانی بنیادوں پر ریاستوں کے قیام کا ہنگامہ بپا ہوا اور دستور کی مندرجہ چودہ[۱۴] زبانوں میں سے ہر ایک زبان کی ایک علحدہ ریاست قائم ہوگئی لیکن باوجود مسلمہ زبان ہونے کے اُردو کی کوئی ریاست قائم ہوئی نہ کسی علاقہ کو اُردو کا علاقہ قرار دیا گیا اسطرح اُردو صحافت کے تابوت میں آخری کیل جڑنے کی سعئی نامحمود کی گئی۔ لیکن داد دی اُردو صحافت کہ بادِ صرصر کے طاق میں پر ابرا اپنا چراغ جلائے چلی جا رہی ہے۔

سابق میں محکمۂ اطلاعات وتعلقات عامہ آندھرا پردیش کی جانب سے انگریزی اور علاقائی زبانوں کے اخبارات و رسائل کیساتھ ساتھ کچھ اردو اخباروں اور ہفتہ وار رسائل کو سرکاری اشتہارات دیئے جاتے تھے جو اگرچیکہ برائے نام تھے لیکن ایک ٹنک تو ضرور ہوجاتی تھی۔

مسٹر وینود راؤ جب تک محکمۂ اطلاعات کے ناظم رہے موصوف کے زمانہ نظامت میں اُردو صحافت

خطیب منبر سلونی

کا ارشاد مبارک ہے کہ اپنی حکومت میں انصاف پسند ہو کر تو با عزت رہے لوگوں پر انعام کر کہ وہ تیری تعریف کریں لوگوں پر مال و دولت خرچ کر کہ وہ تیرے بندگا دہ ہیں

قطعہ

یہ بلندی سے ہے پستی کیسی || پچھلی صہبا سے ہے مستی کیسی
رحمتِ حق ہے برستی کیسی || آیا مژدہ ہے نجف سے عماں

(نجف عماں)

(آمد ۱۲ مئی ۱۹۶۰ء)

کو بہت کم شکایت کا موقع ملا لیکن موصوف کے بعد بالخصوص محکمۂ اطلاعات کی تنظیم جدید کے بعد اس محکمہ نے اپنی یہ پالیسی بنالی کہ اردو اخباروں اور رسائل کو سرکاری اشتہارات دیئے ہی نہ جائیں اور اگر دیئے جائیں تو غیر جانبداری کی بجائے ناقابلِ بیان مصالح کی بناء پر امتیاز برتا جائے۔ چنانچہ محکمۂ اطلاعات کی اس غلط پالیسی اور امتیازی سلوک کے بارے میں احتجاج کرنے کیلئے مدیرانِ ہفتہ وار اخبارات و رسائل کی ایک کمیٹی مدیرانِ جرائد و رسائل میثاقی حال میں تشکیل پائی ہے جسکی اطلاع شیراز مورخہ ۲۳ر ڈسمبر ۱۹۶۰ء کے صفحہ ۔ پر درج ہے۔ یہ کمیٹی حکومت سے مطالبہ کرنے والی ہے کہ جسطرح انگریزی، تلگو اور دوسری زبانوں کے اخبارات اس بات کے مستحق ہیں کہ وہ سرکاری اشتہارات شائع کریں اسی طرح اردو اخبارات کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ محکمۂ اطلاعات کے جانبدارانہ اور ناانصافانہ سلوک پر احتجاج کرتے ہوئے حکومت سے اشتہارات کے بارے میں مساوی سلوک کا مطالبہ کریں۔

ہمیں توقع ہے کہ محکمۂ اطلاعات کے اربابِ مقتدر اشتہارات کے سلسلہ میں اپنی واضح پالیسی کا اظہار فرمائیں گے اور اردو صحافت کے ساتھ سوتیلی ماں جیسے سلوک سے احتراز کریں گے۔

شریمتی معصومہ بیگم منسٹر مسلم وقف بورڈ کی اطلاع کے لئے

ہمیں معلوم ہوا ہے کہ صدر مسلم وقف بورڈ نے اپنے میکل کو کوہ مولا علی کا متولی قرار دینے میں کامیابی حاصل کرلی ہے۔ ایک قرن سے جو شخص خدمت تولیت بجالا رہا ہو اسکو ہٹا کر ایک غیر معروف شخص کو متولی قرار دینا مسلم وقف بورڈ کے حدود اختیارات سے باہر ہے مسلم وقف بورڈ کا قیام صیانت اوقاف کے لئے عمل میں آیا ہے۔ تصفیہ وراثت، دریافت تولیت اور سند تولیت کا عطا کرنا معزز عدالت کے اختیار میں ہے

داگذاشت درگاہ جہانگیر پیران کے سلسلہ میں سپریم کورٹ نے قطعی یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ اعلیٰحضرت حضورِ نظام کے فرامین قانون کا درجہ رکھتے ہیں تو کوہ مولا علی کے متولی کے لئے جب اعلیٰحضرت حضورِ نظام کا فرمان موجود ہے تو اسکے خلاف صدر مسلم وقف بورڈ کا یہ عمل قانون کی خلاف ورزی نہیں تو کیا ہے؟

ہمیں امید ہے کہ صدر مسلم وقف بورڈ کے اس غیر آئینی اقدام کی جانب شریمتی معصومہ بیگم وزیر مسلم وقف بورڈ فوری اپنی توجہ مبذول فرمائیں گی کیونکہ صدر مسلم وقف بورڈ کی اس کھلی جانبداری سے بڑی تشویش اور بے چینی پیدا ہوگئی ہے (تفصیلات متعاقب)

قطعہ

کیسی چہرہ پہ مردنی چھائی ||| پست ہو کر فروتنی چھائی
قید کی یہ مصیبتیں دیکھو ||| جسم پہ آکے جاں کنی چھائی

(آمدہ افندی باغی)

برطانیہ کی خبریں

نوآبادیات کی آزادی سے متعلق اقوام متحدہ کا ریزولیوشن!

اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے ۴ار ڈسمبر کو نیو یارک میں سوویٹ روس کی اس تجویز کو پورے زور سے مسترد کر دیا کہ نوآبادیات کی آزادی کا اعلان کر دیا جائے۔"

اس کے بعد اُس نے وہ ریزولیوشن غالب اکثریت سے پاس کر دیا جو افریقہ اور ایشیا کی ۴۳ اقوام نے پیش کیا تھا۔ اس میں کہا گیا تھا کہ تمام غیر خود مختار اور ٹرسٹ علاقوں کی آزادی سے متعلق فوری اقدامات کئے جائیں"!

اس ریزولیوشن کے خلاف کسی ملک نے ووٹ نہیں دیا اگرچہ نو اقوام (بشمول برطانیہ اور دیگر ممالک جن کی نوآبادیاتی ذمہ داریاں ہیں) نے ووٹ دینے سے احتراز کیا کیونکہ اُن کو ریزولیوشن کے بعض حصوں کے الفاظ کی بندش پر اعتراض تھا۔ لیکن جہاں تک ریزولیوشن کے بنیادی مقاصد کا تعلق ہے اُن سے متعلق کوئی اختلاف نہیں تھا۔ یہ مقاصد اقوام متحدہ کے منشور اور برطانیہ کی نوآبادیاتی پالیسی کے عین مطابق ہیں۔ ووٹ نہ دینے کی وضاحت کرتے ہوئے برطانوی وزیر مملکت برائے امور خارجہ مسٹر ڈیوڈ آرمزبی گور نے کہا کہ برطانوی وفد اس اہم معاملہ میں ریزولیوشن کی ضرور حمایت کرتا۔ لیکن اس کے بعض حصوں میں الفاظ کی بندش ایسی تھی جس کی حمایت نہ کرنے پر ہم مجبور تھے۔ موصوف نے ریزولیوشن پیش کرنے والوں کو مبارکباد دی کہ انہوں نے

اس موضوع کو سوویٹ روس کی غیر تعمیری تجویز کی پیچیدگیوں سے بچا لیا ہے۔

روس نے یہ ترمیم پیش کی تھی کہ نوآبادیوں کو ۱۹۶۱ء تک آزادی دے دی جائے لیکن اس ترمیم کو ۹۹ ممبران پر مشتمل اسمبلی نے صرف ۱ ووٹ دئے۔

افریقی ایشیائی ریزولیوشن میں کہا گیا ہے کہ نوآبادیاتی عوام کو محکوم رکھنا، ان پر غلبہ پانا یا ان سے ناجائز فائدہ اٹھانا اقوام متحدہ کے منشور کے منافی ہے اور عالمی امن کے راستہ میں رکاوٹ ہے۔ ہر ملک کے عوام کو حق خود ارادیت ملنا چاہیئے۔ اور تمام غیر خود مختار اور ٹرسٹ علاقوں کو آزادی دینے کے بارے میں فوری اقدامات کئے جائیں۔ اختیارات [illegible] کے اور متعلقہ عوام کی مرضی کے مطابق منتقل کئے جائیں۔

سمندر پار کے طلبا کے اعزاز میں استقبالیہ

لندن سے آمدہ ایک اطلاع کے مطابق ۱۳ر دسمبر کی شب کو سٹی آف لندن کی کارپوریشن نے تاریخی گلڈ ہال میں سمندر پار کے ۸۵۰ طلبا کے اعزاز میں ایک استقبالی تقریب منعقد کی جس میں ۴۳ ہندوستانی طلبا نے بھی حصہ لیا۔ یہ سب طلبا لندن یا پڑوس کی کاؤنٹیوں کے تعلیمی اداروں میں زیر تعلیم ہیں۔ بہت سے برطانوی وزراء بھی اس تقریب میں موجود تھے۔ یہ استقبالیہ اس حقیقت کے پیش نظر دیا گیا تھا کہ لندن کے علاقہ میں کامن ویلتھ ملکوں کے طلبا کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ اور ۱۹۵۹ء کی کامن ویلتھ تعلیمی کانفرنس منعقدہ آکسفورڈ کے بعد برطانیہ میں سمندر پار کے طلبا کو زیادہ تعلیمی سہولتیں مہیا کی جا رہی ہیں۔ آکسفورڈ کانفرنس میں جو اسکیمیں زیر بحث لائی گئی تھیں ان کو اب عملی جامہ پہنایا جا رہا ہے۔ مذکورہ تقریب میں تمام کامن ویلتھ ملکوں اور برطانوی نوآبادیوں کے طلبا موجود تھے۔

قطعہ

بہ قلم صدمۂ سنگیں رسیدہ — جگر گفتہ چہا غمگیں رسیدہ
بگوشم آمد طفلِ دگر گفت — عجب این مژدۂ رنگیں رسیدہ

[illegible]

لارڈ چیمبرلین ملکہ کے ہمراہ ہندوستان آئینگے

بکنگھم محل سے ایک اعلان میں بتایا گیا ہے کہ ملکۂ الزبتھ جب ہندوستان کے دورہ پر آئیں گی تو لارڈ چیمبرلین (ملکہ کے امور خانہ داری کا انتظام کرنے والا افسر اعلیٰ) اُن کے ہمراہ ہوں گے۔ اس وقت لارڈ چیمبرلین ارل آف اسکاربرو (سر راجر لملی جو ۱۹۳۷ء تا ۱۹۴۳ء بمبئی کے گورنر تھے) ہیں۔ جنگ کے بعد یہ پہلا موقع ہے کہ لارڈ چیمبرلین سمندر پار کے دورہ کے دوران میں شاہی حکمران کے ساتھ ہونگے۔ اعلان میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ لیڈی روز بیرنگ بھی جو برطانیہ میں ملکہ کی مصاحبہ کے فرائض انجام دیتی ہیں، شاہی پارٹی میں شامل ہونگی۔ وہ ۱۰ر جنوری تا ۲ر فروری یہ فرائض انجام دیں گی۔ اور ۱۲ر فروری تا ۲ر مارچ یہ فرائض کاؤنٹس یوسٹن سنبھالیں گی۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ملکہ فروری اور مارچ میں جب نیپال اور ایران کا دورہ کریں گی تو برطانوی وزیر خارجہ لارڈ ہیوم اُن کے ہمراہ ہوں گے۔

کامن ویلتھ کے بہروں کے لئے امداد

۵۰ ہزار پونڈ جمع کرنے کی اپیل

باشندگان برطانیہ سے اپیل کی گئی ہے کہ وہ بہروں کی فلاح و بہبود سے دلچسپی لینے والی کامن ویلتھ سوسائٹی کے لئے کم از کم ۵۰ ہزار پونڈ چندہ جمع کریں۔ کامن ویلتھ سوسائٹی کامن ویلتھ ملکوں کے بہروں کے لئے ٹیچرز اسکول، تربیتی مراکز اور دیگر امداد مہیا کرتی ہے ــــ سوسائٹی یہ چاہتی ہے کہ کامن ویلتھ ملکوں بالخصوص ایشیا اور افریقہ کے باشندوں کو برطانیہ میں بہروں کے ٹیچروں کے طور پر تربیت دی جائے تاکہ وہ واپس جا کر اپنے اپنے ملک میں اسکول قائم کریں۔ ملکہ معظمہ نے اپنے ایک پیغام میں سوسائٹی اور اس کے کام کے لئے اپنی نیک خواہشات کا اظہار کیا ہے۔ برطانیہ میں اس وقت ... ۵ بچے ایسے ہیں جو سننے کی قوت سے محروم ہیں اسی طرح کامن ویلتھ کے دیگر ملکوں میں ہزارہا بچے اور سن رسیدہ لوگ بہرے ہیں اور اگر مذکورہ سوسائٹی ان کی مدد نہیں کرتی تو وہ ساری عمر نہ تو سن سکیں گے اور نہ بول سکیں گے۔

فضائی ریسرچ میں دس اقوام کے اشتراک عمل کا امکان

ایک اطلاع میں بتایا گیا ہے کہ جنیوا میں حالیہ بات چیت کے نتیجہ کے طور پر دس اقوام (بشمول برطانیہ) نے ایک معاہدہ پر دستخط کر دیئے ہیں جس کے تحت ایک کمیشن فضائی ریسرچ میں اشتراک عمل کے مقصد سے ایک یورپی تنظیم کے قیام کے امکان کا جائزہ لے گا۔

برطانیہ کے نوآبادیاتی دفتر اور کامن ویلتھ تعلقاتی دفتر کو ملانے کی تجویز!

ہاؤس آف کامنز میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے برطانوی وزیر اعظم مسٹر ہیرلڈ میکملین نے کہا ہے کہ مصارف کی مخصوص کمیٹی نے نوآبادیاتی دفتر اور کامن ویلتھ تعلقاتی دفتر کو ملانے سے متعلق جو سفارشات پیش کی ہیں۔ ان پر غور کیا جا رہا ہے۔ لیکن اس تجویز کی راہ میں جو مشکلیں حائل ہیں اُن کا کم اندازہ لگانا صحیح نہیں ہوگا۔ کامن ویلتھ تعلقاتی دفتر کا تعلق کامن ویلتھ کے آزاد ممبران سے ہے اور نوآبادیاتی دفتر کا واسطہ اُن ملکوں سے ہے جو ابھی تک آزاد نہیں ہوئے۔ اور اُن کو یکجا کرنا اتنا آسان نہیں۔ مسٹر میکملین نے مزید بتایا کہ ماہ مارچ میں ہونے والی وزرائے اعظم کی کانفرنس میں یہ تجویز زیر بحث لائی جائے گی۔

{ لالاسیلوانی اصل حق کا ترجمان اور صاحبانِ ذوق کا اخبار ہے }

قطعہ

سُوئے چمن بیں کہ بہاراں رسید — غنچہ و گُلہا بہ گُلستاں رسید

آمد ایں کودکِ دیگر بگفت — فالِ نکو بیں تو زِ فرقاں رسید

(قابل غور۔ تیلم رست لگا ہوگی)

(آمدہ از ندر کی باغ)

گھر محمدؐ کا ہے

از جناب مولوی سید حامد بن شبیر صاحب چیف جج اسمال کاز س کورٹ

یہ سلام جشن ولادت باسعادت مولی الکونین ابوالحسن علی ابن ابی طالب علیہ السلام در عاشور خانہ قطبی کوڑہ جو منجانب انجمن پنجتنیؑ ۱۶ ر رجب المرجب کو منعقد ہوا تھا موصوف نے پڑھا حضار محفل میلاد نے صلوات کی گونج میں یہ سلام سنا اور بے حد پسند کیا (سید صمصام شیرازی)

ہے وہ اُلفت تری سینہ میں چھپائے نہ بنے
یا علیؑ نام ترا لب پہ نہ لائے نہ بنے

یا علیؑ کہتے ہیں جبریلؑ، نبیؐ نادِ علیؑ
لب قدرت کو جز آواز ملائے نہ بنے

سب کے مولا ہیں علیؑ، جن کے محمدؐ مولا
عیسیٰؑ و موسیٰؑ کو اقرار نہ لائے نہ بنے

فاطمہؑ ٹھہریں جو سردار نسائے عالم
مریمؑ و سارا کو جز سر کے جھکائے نہ بنے

بن کے جبریلؑ یہاں آنا گدا و مسکین
چکّی پیسے ہی بنے صمد تھمائے نہ بنے

ملک الموت نہیں قنبر سلیماںؑ سنبھلو
گھر محمدؐ کا ہے بے اذن تو آئے نہ بنے

یا حسینؑ آپ نے کنبہ کو لیے کرب و بلا
ایسی اسلام کی بگڑی ہے بنائے نہ بنے

علم و ایماں کی طلب ہے تو چلو باب نجف
در یہ وہ در ہے کہ جس در پہ بن آئے نہ بنے

پی بھی لو کھول کے دل جام ولائے حیدرؑ
دل تو کہتا ہے مگر منھ سے لگائے نہ بنے

رب کی اور آلِ محمدؐ کی محبت ہے ایک
پڑھ کے قرآں یہ سبق دل سے بھلائے نہ بنے

وجہ وید نفسِ خدا خود جو نہ سمجھا حامدؔ
آنکھ پھر کیسے نصیری سے چرائے نہ بنے



گلشن اطفال

صلوات

از سیدہ طاہرہ بیگم

بچو! صلوات، صلوٰۃ کی جمع ہے۔ صلواۃ کے معنے رحمت کے ہیں وہ رحمت جو محمدؐ و آل محمدؐ کے حق میں ہو۔ صلوات سے مراد خدا کی جانب سے رحمت اور مومنین کی جانب سے دعا۔ قرآن شریف میں صلوٰت کا لفظ رحمت بر محمدؐ و آلِ محمدؐ کے معنوں میں آیا ہے

بچو! محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود بھیجنا ہمارا اولین فرض ہے۔ صلوات روحِ نماز اور جانِ عبادت ہے ہماری اس عبادت میں خدا اور اسکے ملائکہ بھی شریک ہیں قرآن مجید میں خدا ارشاد فرماتا ہے ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین آمنو صلوا علیہ وسلمو تسلیما

زرین اقوال

حاجی افندی اور صمصام شیرازی قدیم خیر سگالوں میں شریک ہیں

(سرکار حق آگاہ)

" خدا اور اسکے ملائکہ درود بھیجتے ہیں محمدؐ و آلِ محمدؐ پر پس اے ایمان لانے والو تم بھی درود اور سلام بھیجو حق سلام بھیجنے کا ہے "

بچو! نماز میں صلوات واجب اور جب تک مصلی محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود نہ بھیجے نماز قبول نہیں۔ امام شافعی کہتے ہیں

" اے اہلبیت رسولؐ! آپکی محبت کو خدا نے اپنی نازل کردہ کتاب میں فرض گردانا ہے آپ کے علو نے مرتبت کیلئے یہی کافی ہے کہ اگر نماز میں کوئی آپ پر درود نہ بھیجے اسکی نماز ہی قبول نہیں "

سرورِ کائناتؐ نے بارہا فرمایا کہ لوگو! ناقص صلوات نہ بھیجا کرو۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ پر صلوات کیونکر بھیجیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہو

اَللّٰہُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ

بچو! ہم نے سنا ہے اور تم نے تو دیکھا ہوگا کہ اعلحضرت مجالس میں بڑے خلوص سے شرکت فرماتے ہیں اور جب ذکرِ علیؑ ہوتا ہے تو آپکی زبان مبارک پر بے ساختہ نعرۂ صلوات آتا ہے اور آپکے نعرۂ صلوات

قطعۂ رحلت معصوم نواسہ

بہر ماتم نگر کہ این روز است ۔۔۔ آنکہ رفتہ بہ خلد فیروز است

۲۱۳

آہ افسوس آمدہ بہ لبم ۔۔۔ بہر کودک نگر کہ این نو داست

در آمدہ از ندری باغ ۱۳۸۰ ہجری

پر مشتمل خانہ زادانِ نذری باغ بہ آواز بلند بہ جوش تمام محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود بھیجتے ہیں

بچو! ہمارے چھٹے امام مصحفِ ناطق امام جعفر صادقؑ کا ارشاد مبارک ہے کہ خدا سے اپنی حاجت طلب کرنے سے پہلے محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود بھیجو اسکے بعد دعا مانگو ختم دعا پر پھر محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود بھیجو۔ خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں صلوات بہرحال قبول ہے ان کے طفیل میں تمہاری دعا بھی قبول ہو جائیگی خدا ہمارا کریم ہے کریم کی ذات سے یہ بعید ہے کہ اوّل و آخر کی دعا کو تو قبول کرے اور درمیانی دعا کو چھوڑے

بچو! ہمارے اعلیٰحضرت حضورِ نظام کے نومولود نواسے صاحبزادہ فیروز جاہ کے انتقال کی وجہ سے اعلیٰحضرت کے دل پر جو اثر ہوا ہے اس کا اندازہ کوئی دوسرا نہیں کرسکتا مگر یاد رکھو دل را بدل رہیست کے پیش نظر بہی خواہوں کا بھی دل ملول ہو جانا بدیہی تھا قطعۂ ذیل متعلقِ شیرازی کے قلبی تاثرات کا ایک ہلکا سا پرتو ہے

دو روزہ پورِ دخترِ سلطانِ حق شناس
چون در حضورِ اصغرِ عالی ہم شدہ
آمد صدائے ہاتفِ غیبی بگوشِ من
فیروز جاہ داخلِ باغ ارم شدہ

بچو! بقول اعلیٰحضرت حضورِ نظام "قضا و قدر کے احکامات اٹل ہیں" چونکہ یہ سانحہ جگر پاش خلافت کی وجہ سے ہوا ہے اسلئے اسپر جسقدر افسوس کیا جائے کم ہے لیکن ایسے مواقع پر بھی "مقدرات را چہ علاج" کہنے کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے؟

بچو! ہمارا [illegible] کرتا ہے [illegible]

ہمارے خالق ہی کے لئے کرتا ہے وہ اپنا مصلحت کو خوب جانتا ہے اسکی مصلحت میں کسیکو دخل نہیں مگر یہ یاد رہے کہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے

بچو! آیندہ را احتیاط کے پیش نظر (جیسا کہ اخبار نظام گزٹ اور شیراز ہفتہ وار سے ظاہر ہے) اعلیٰحضرت حضورِ نظام کی پوری پوری توجہ اپنے بڑے نواسے میر ممتاز علی خاں کی دیکھ بھال پر منعطف ہے اعلیٰحضرت حضورِ نظام بہ نفسِ نفیس اپنے اس نواسے کی داشت پرداخت کی نگرانی فرمارہے ہیں۔ بچو! اعلیٰحضرت حضورِ نظام نے اپنے نواسے سے محبت کرنے کا سبق پیغمبر اسلام رسول انام خاتم الانبیاء جناب محمد مصطفیٰؐ سے لیا ہے

بچو! ہمارے پیارے رسولؐ جن کا ہم مسلمان کلمہ پڑھتے ہیں اپنے پیارے نواسے "حسینؑ" سے بڑی محبت کرتے تھے ان کو اپنے کاندھے پر چڑھاتے تھے ان کے لئے اونٹ بنتے تھے، اپنی مشک بو زلفیں جنکی خدا قسم کھاتا ہے ان کے ہاتھوں میں تھماتے تھے جب تک یہ نواسہ پشت پر سے نہ اٹھتا سجدہ کو طول دیتے اور سجدہ سے سر نہ اٹھاتے تھے۔ بچو! تم نے کئی بار سنا ہے کہ جب رسول اللہؐ وعظ فرماتے تھے اور اپنے اس نواسے کو آتا دیکھتے تو منبر سے اتر کر گود میں اٹھا لیتے تھے

بچو! آؤ ہم سب ملکر پہلے درود بھیجیں محمدؐ و آلِ محمدؐ پر اور پھر اپنے پیارے رسولؐ کے اس پیارے نواسہ کا واسطہ دیکر یہ دعا کریں

سلامت رکھ الٰہی میر ممتاز علی خاں کو
کہ یہ نورِ نظر ہے، شاہ کی گود کا پالا ہے
دکھا یارب ہمیں سہرا تو اس نازوں کے پالے کا
کہ تو ہی ایسے [illegible] کی دعا کا سننے والا ہے

کوہِ مولا علیؑ پر جشنِ امیری

۱۳ رجب کی صبح کو کوہ مولاؑ پر سرکار حق آگاہ کی جانب سے بارگاہ مبارک میں جشن ولادت با سعادت مولی الکونینؑ منعقد تھا۔ سید الواعظین آقای سید شاد عباس مفوری آل یسین نے خطبہ پڑھا اور مولاؑ کی ولادت کے واقعات بزبان فارسی دلکش انداز میں بیان فرمائے شاعر قوم حسکی آفندی نے سرکار حق آگاہ کی سلامتی کی دعا بواسطہ مولود کعبہ مانگی۔ آمین کے فلک شگاف نعروں سے دعا کا حاضرین نے استقبال فرمایا۔ حضار محفل کے لئے سرکار حق آگاہ کی جانب سے دستر خوان چنے گئے تھے۔ کھانے والوں نے ہر ہر لقمہ پر کھلانے والے کے لئے دعائیں کیں۔

(۱۱) بجے سرۃ الزہرا کمیٹی کی جانب سے جشن ولادت منعقد ہوا۔ جشن کا آغاز راقم الحروف کے فارسی قصیدہ سے ہوا۔ شعرائے کرام خاص کر آقای رحمت اللہ دانش اور آقای رستم کیانی نے راقم الحروف کے ان دو شعروں کی بڑی داد دی

چوں فنا در دشوی یکبارہ گردی زانِ او
مثالِ اہل البیتؑ شانِ حضرت سلمانؑ ماست
روزِ محشر از زبانِ مرتضےؑ خواہی شنید
خسروِ صمصام شیرازی زسر بازانِ ماست

جناب بشیر، جناب خاکی حیدر آبادی جناب ساجد رضوی، جناب فرزند نواب سید مصطفےٰ صاحب موسوی جاگیردار، جناب قاسم جعفری، جناب شبیر لکھنوی، جناب طہیر جعفری، جناب کیپٹن عباس عابدی، جناب زاہد رضوی، جناب باقر رضوی، جناب نایاب عابدی، جناب باقر امانت خوانی، ڈاکٹر سید طاہر حسن شمسی، علامہ ناصر زید پوری اور سب کے آخر میں شاعر اہلبیتؑ علامہ نجم آفندی نے بارگاہ علویؑ میں نذر عقیدت پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ محبانِ حیدر کرارؑ نے نعرہ صلوات کی گونج میں اپنے مولاؑ کی مدح سنی اور بعد پسند کیا

جشن مبارک کے بعد مومنین کے لئے ایرانیان مقیم حیدر آباد و سکندر آباد کی جانب سے دستر خوان چنے گئے تھے ایک محدود اندازہ کے بموجب تقریباً پانچ ہزار مومنین نے کھانا کھایا۔ آقای حسین ضابطہ، آقای سید حسن علوی، آقای قاسم پارسائیان، آقای حسن ہمتی، آقای رستم کیانی، جناب مولوی سید حامد صاحب زیدی، جناب مولوی مرزا ابوالحسن صاحب تبریزی اور کیپٹن عباس عابدی مصروف انتظام تھے۔

ایرانیان مقیم حیدر آباد و سکندر آباد قابل مبارکباد ہیں کہ موجودہ ہولناک گرانی اشیا و مایحتاج کے باوجود انہوں نے بصرف زرکثیر در قم خطیر اور بہ زحمت تمام ہزارہا مومنین کے کھانے کا انتظام کر کے علی دوستی کا ثبوت دیا۔ خداوند تعالیٰ ان کی ہمتوں میں بلندی اور ارادوں میں تکمیل کی قوت عطا فرمائے تا کہ وہ آئندہ سال خدا کے شیر اور ہمارے مشکل کشاؑ کے نام پر اس سے زیادہ عقیدت مندانہ پیمانہ پر امام ہمامؑ کی مہمان داری کر سکیں، سچ ہے کہ

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

کیا یہ صحیح ہے؟

کہ کمیٹی کوہ مولا علیؑ جس کے صدر مولوی سید محمد علی صاحب موسوی رکن مسلم وقف بورڈ مہاراشٹرا ہیں، کی بلا علم و اطلاع انسپکٹر صاحب مسلم وقف بورڈ، کوہ مولا علیؑ کے سالانہ تقاریب کو اپنی کسی تقریب میں شنکا ریڈی لے گئے تھے۔ اگر یہ امر واقعہ ہے تو عقیدت مندانِ بارگاہِ کوہ مولا علیؑ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ آیا انسپکٹر صاحب کے اس ناجائز عمل پر کمیٹی مذکور نے کوئی نوٹس بھی لی کہ نہیں — !؟

قطعہ

ولادت حیدرِ صفدرؑ بہ شب بود | بہ کعبہ نیز ایں از فضلِ رب بود
بہ ماہِ ایں رجب عثمان نگر تو | بگفتہ سیزدہ ۱۳ شاہِ عرب بود

(آمدہ از نذری یا عثمان)

رابرٹ سٹیونز

جب انسان آگ سے جھلس جاتا ہے۔ دلچسپ تحقیق

بعض ڈاکٹر اس غیر معمولی خیال... کے عملی تجربے کر رہے ہیں کہ جو لوگ آگ سے جھلسے جانے اور جلنے کے بعد شفایاب ہونے اور زندہ رہتے ہیں اُن کا خون اگر ایسے مریضوں میں داخل کیا جائے جو تازہ تازہ جلے یا جھلسے ہوئے ہوں تو ان کی جانیں بچ سکتی ہیں۔ دوسرے محققوں کا کہنا ہے کہ بہت سے جلے ہوئے مریضوں کو بچایا جا سکتا ہے اگر علاج کرتے وقت اُن کے دل کو گزند پہنچنے سے محفوظ رکھنے کی طرف خاص توجہ دی جائے۔ ایک اور محقق نے واضح کیا ہے کہ بیس برس پہلے کے مقابلے میں آج اگرچہ جھلسے ہوئے مریض زیادہ مدت تک زندہ رہتے ہیں۔ تاہم ان کی اموات کی تعداد اتنی ہی رہتی ہے جتنی ہوتی تھی۔ اُن کی موت کی وجہ شدید صدمہ پھیپھڑوں میں گزند اور زہریلے مادہ کی سرایت ہے۔ جلنے کی واردانوں اور حادثوں سے چونکہ ساری دنیا خاص کر صنعتی طور پر ترقی یافتہ ملکوں کو اکثر نقصان اٹھانا پڑتا ہے اور بیش قیمت زندگیاں تلف ہوتی ہیں۔ اس لئے کچھ عرصہ گزرا کہ تحقیق اور مطالعہ کے لئے واشنگٹن میں ڈاکٹروں کی ایک بین الاقوامی کانفرنس منعقد ہوئی جو اپنی نوعیت کی اوّلین کانفرنس تھی۔ اس میں ۱۶ ملکوں کے بڑے بڑے سرجنوں، ماہرین حیاتیات اور ڈاکٹروں نے شرکت کی۔ انہوں نے اپنی اپنی تحقیقی رپورٹوں کا تبادلہ کیا۔ مقالے پڑھے اور پچھلے پانچ برسوں کی تحقیق پر روشنی ڈالی۔ اس کانفرنس کی زیادہ اہمیت اس وجہ سے بھی تھی کہ صرف امریکہ میں ہر سال جلنے کے ۲۰ لاکھ سے زیادہ غیر مہلک اور دس ہزار کے قریب مہلک حادثے ہوتے ہیں۔ ۱۹۵۸ء میں شکاگو (امریکہ) میں ایک اسکول میں آگ لگی تو تقریباً ایک سو طلبا نوزائیدہ ہوئے اور اتنی ہی تعداد مجھلس گئی۔ الی ناؤ کالج کے ایک ڈاکٹر سول رائے روز تھل نے خون داخل کرنے کا تجربہ بچوں پر تجربہ کیا۔ اس مقصد کے لئے اس نے ایسے شخص کا خون حاصل کیا جو جلنے کے بعد شفایاب ہو چکا تھا۔ اس خون سے بچے صحتیاب ہونے لگے۔ لیکن مزید خون دستیاب نہ ہو سکا اور آزردہ بچے موت کی آغوش میں چلے گئے۔ مگر اس تجربے سے آگے کے لئے راہ کھل گئی۔ یہ تھیوری دراصل ۱۸۷۰ء میں پیش کی گئی تھی۔ لیکن ناکافی سائنسی تجربوں کے باعث اسے جاری نہیں رکھا جا سکا تھا۔ اب امریکہ، سوویٹ یونین، چیکوسلواکیہ اور بلجیم کے بعض ماہر ڈاکٹروں نے اس کی حمایت کی ہے اور انہوں نے انسانوں اور حیوانوں پر تجربے کئے ہیں۔ کانفرنس میں بعض تحقیق کرنے والے ڈاکٹروں نے تجویز کی کہ اس قسم کے خون کے بینک قائم کرنے کے بدلے ہمیں دافع زہر کیمیاوی ادویات تیار کرنی چاہئیں۔ خرگوشوں اور گھوڑوں کے جسموں میں یہ دافع زہر مادہ پیدا کرنے کے بعد انہیں محفوظ رکھا جا سکتا ہے اور حسب ضرورت جلے ہوئے مریضوں کے علاج کے لئے استعمال میں لایا جا سکتا ہے۔ ایک اور تجویز پیش کی گئی کہ حیوانوں میں جلنے کے زہریلے مادے پیدا کئے جائیں۔ اور پھر ان کا ویکسین (ٹیکہ) بنایا جائے۔ اور ایسے ایسے لوگوں کو جو فائر بریگیڈ یا پولیس یا کارخانوں کی بھٹیوں اور دوسرے ایسے ہی پیشوں میں کام کرتے رہتے اس ویکسین کے انجکشن لگائے جایا کریں تاکہ ان میں مدافعتی قوت پیدا ہو۔ ڈاکٹر سینٹ نے بتایا کہ جلنے کے حادثوں میں مریض اکثر دل بیٹھنے سے مر جاتے ہیں۔ واشنگٹن یونیورسٹی میڈیکل اسکول کے ڈاکٹر فوزارڈ نے کہا کہ جلنے کے فوراً بعد خون اور

قطعہ

طعنۂ ہر عدو کہ سمِ خنداست　　رشتۂ خونِ نگر تو در بنداست

(داستجا، اصل) ملکے　(دکن)　(پیوستہ)

این نداکردہ بانئ ملکے　　این وطن بہرِ ما سمرقنداست

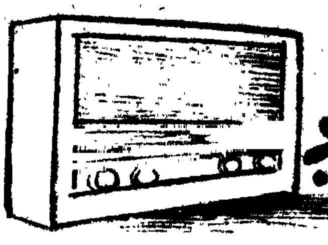
(آمدہ از زندگی باغ)

دوسری جسمانی رطوبتیں گھٹ جاتی ہیں۔ دل تک خون کافی مقدار میں نہیں پہنچتا اور مریض کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ دل پر شعلوں سے تو اثر نہیں ہوتا لیکن کسی غیر معلوم اندرونی کیمیاوی عمل سے اس پر مہلک اثر پڑتا ہے۔ ٹیکساس میں فوجی ہسپتال کے ڈاکٹر ٹمکنش نے انکشاف کیا کہ جلے ہوئے مریض جینس سوڈوموناس genuo Pdeu domonas بیکٹیریا کا شکار ہونے سے بھی ہلاک ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ اینٹی بایوٹک دواؤں سے بھی ان کا علاج کیا گیا لیکن بعض ایسے مریض تھے جن میں ایک اور قسم کے بیکٹیریا تھے اور وہ بچ گئے۔ ہارورڈ یونیورسٹی کے ڈاکٹر اولیور کوپ کا بیان ہے کہ تحقیق سے انہوں نے پایا ہے کہ سنہ ۱۹۴۰ء کے مقابلے میں سنہ ۱۹۵۰ء میں جلے ہوئے اشخاص زیادہ عرصے تک زندہ رہے۔ لیکن موت کی شرح بدستور تقریباً وہی رہی اور اس میں نہایت قلیل سی تبدیلی ہوئی۔ موت کی وجہ عموماً جھلسنے کا شدید صدمہ تھا۔ جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے مریضوں میں خون اور رطوبت کی کمی ہو جاتی ہے اور خون کا دباؤ گھٹ جاتا ہے۔ جس سے موت واقع ہو جاتی ہے۔ تاہم بعض صورتوں میں رطوبتی مشروبات دینے سے اموات میں ایک فیصد کمی ہوتی ہے۔ کوپ کا یقین ہے کہ جلنے والے اشخاص میں سے ۳۰ فیصد محض زہریلے مادے پھیلنے سے دم توڑ دیتے ہیں۔ اسی طرح پھیپھڑوں کو گزند پہنچنے سے بھی موتیں ہو جاتی ہیں۔ ڈاکٹر کوپ اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ جسم کے جلے ہوئے حصوں سے جو گیس پیدا ہوتی ہے اس کا مضر اثر پھیپھڑوں پر پڑتا ہے۔ جس سے پھیپھڑے ناکارہ ہو جاتے ہیں۔ اور مریض موت کی آغوش میں چلا جاتا ہے۔ خاص کر ایسے مریض جن کے چہرے جھلسے ہوئے ہوں۔ ان کی موت پھیپھڑوں میں گیس کا زہر بھرنے سے زیادہ جلدی ہو جاتی ہے۔ الغرض سائنسدان اس کھوج میں لگے ہوئے ہیں کہ جلنے سے جو اموات ہوتی ہیں ان پر قابو پایا جا سکے۔

قطعہ

گفت میخانہ کہ مستی ما ہمی دانیم چیست | احترام و دست بوسی ما ہمی دانیم چیست
خوردہ غفلت در جہان مانیم روز و شب نگر | بہر ما بنگر کہ ہستی ما ہمی دانیم چیست

(آمدہ از نذری باغ)



روحانی ریڈیو

ناشر :- مجذوب حیدرآبادی

> یہ عنوان حضرت مجذوب حیدرآبادی کی ملکیت ہے ان کے روحانی مکاشفات کے متعلق ہم کوئی رائے ظاہر کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے ناظرین جانیں یا وہ خود۔ روحانی نشریات میں نام مقامات اور واقعات فرضی ہوا کرتے ہیں اگر اتفاقاً مطابقت ہو جائے تو کسی اسم خاص کا قیاس نہ فرمایا جائے (ایڈیٹر)

ایکزار فوری بیٹر پیر ہم روحانی نشرگاہ سے بول رہے ہیں ابھی آپ ہمارے شوقین فنکار سے غزل سن رہے تھے جسکا ایک شعر تھا ؂

کٹی عمر بس نیم بیداریوں میں
تڑپتے رہے ہم، نہ جاگے نہ سوئے

اب جناب تلخ گو صاحب ایک عدد تقریر فرمائیں گے آپ کی تقریر کا عنوان ہے :-

"فلمی تجاویز کا نفسیاتی اثر"

جناب تلخ گو صاحب :-

روحانی دنیا کے دوستو!

ابھی کل ہی کی بات ہے کہ رائچور پیلوانشیب کی یہ خبر عبرت اثر اخبارات میں شائع ہوئی تھی کہ رائچور جیسے چھوٹے مقام پر ایک نہ دو، سات کنواری لڑکیاں اپنے اپنے گھروں سے اپنے اپنے پیاروں کے ساتھ فرار ہو گئیں۔ ان فرار ہونے والی لڑکیوں میں سے ایک لڑکی نے اپنے گھر پر ایک چٹھی چھوڑی تھی جس پر لکھا ہوا تھا ؂

"جب پیار کیا تو ڈرنا کیا ؟"

اس خبر میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ رائچور میں گزشتہ دو تین مہینوں سے فلم "مغل اعظم" چل رہا ہے۔ رائچور ایک چھوٹا سا ضلع ہے جہاں شہروں کی رنگین زندگی کے جراثیم ابھی تک نہیں پہنچے ہیں جہاں نعش، لڑکوں اور لڑکیوں کو آزادانہ میل جول، کلچرل پروگراموں، ڈانس پارٹی اور میوزک پارٹی کی ابھی ہوا نہیں لگی ہے اس کے باوجود صرف ایک فلم کے گانوں کا یہ اثر ہے کہ ایک قلیل مدت میں سات بن بیاہی لڑکیاں ماں باپ یا سرپرستوں کی رضا مندی یا علم و اطلاع کے بغیر اپنے اپنے گھروں سے بھاگ گئیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

صائب تبریزی نے کیا اچھی بات کہی ہے ؂

عبرت روزگار بسیار است
چشم عبرت بزار بایستی

ہمارے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو فلموں کے ذریعہ اور فلمی گانوں کے ذریعہ تاکید و ترغیب اور کثرت و تواتر کے ساتھ یہی تعلیم تو دی جاتی ہے ؂

جب پیار کیا تو ڈرنا کیا ؟

چاہے خاندان کی عزت و ناموس خاک میں مل جائے، چاہے ماں باپ کو کلنک کا ٹیکہ لگ جائے، چاہے ایمان اور دھرم باقی نہ رہے، چاہے بیٹے بیٹی پلید ہو جائے اور زندگی برباد ہو جائے مگر ؎

جب پیار کیا تو ڈرنا کیا؟

ہمارے فلموں میں یہی تو تعلیم دی جاتی ہے، یہی جذبات تو ابھارے جاتے ہیں، یہ انگیخت کئے جاتے ہیں کہ جنسی بے راہ روی، بے لاگ محبت، جنسی میل جول میں جانوروں جیسی آزادی۔ یہی تو سب کچھ ہے ـــ ننگ و نام، عزت و ناموس، شرافت و عزت یہ سب ذیلی باتیں ہیں۔ پیار کے آگے یہ سب قدریں بے قدر ہیں ؎

جب پیار کیا تو ڈرنا کیا؟

ہمارے فلموں میں جو بو الہوسانہ مکالمے، جنسی جذبات کو ابھارنے والے گانے، عریاں مناظر، ہیجان انگیز رقص، چھیڑ چھاڑ، بوس و کنار اور جرأت رندانہ کے مناظر پیش کئے جاتے ہیں۔ کیا ان کو دیکھ کر نوجوان طلبا اور طالبات اپنے ابلتے ہوئے جذبات اور ناتجربہ کار احساسات پر قابو پا سکتے ہیں!؟

ہمارے فلموں کے ذریعہ لڑکوں کو یہ تعلیم اور ترغیب دی جاتی ہے کہ لڑکیوں کو کس طرح چھیڑنا چاہیئے؟ ان کا اغوا کس طرح کرنا چاہیئے؟ اور لڑکیوں کو یہ تعلیم دی جاتی ہے کہ عزت و ناموس پر لات مار کر اور خاندان کی ناک کٹوا کر کس طرح گھر سے بھاگنا چاہیے؟

آج سے (۲۵)، (۳۰) سال ادھر کی بات ہے جب سینما صرف بڑے بڑے شہروں میں دکھائے جاتے تھے اور سینما کا صرف ایک شو ہوا کرتا تھا لیکن آج ہر چھوٹے سے چھوٹے قصبہ میں دو دو تین تین ٹاکیز موجود ہیں جہاں فرسٹ شو، سیکنڈ شو، میٹنی شو، مارننگ شو، اسپیشل میٹنی اور ریلیف شو، غرض کئی کئی شو دکھائے جاتے ہیں۔ مدرسہ جانے والے ہونہار لڑکے، وہ لڑکے جن کے کندھوں پر آئندہ ہندوستان کی آزادی کی بقا اور تحفظ اور ہندوستان کی تہذیب و ثقافت کا بوجھ رکھا جانے والا ہے مدرسہ ناغہ کر کے ہر سینما کے سامنے قطار در قطار "کیو" میں کھڑے رہتے ہیں۔ کمسن مجرموں کے وہ بیانات جو عدالتوں میں ریکارڈ کئے گئے ہیں۔ اس بات کی شہادت دے رہے ہیں کہ کمسن بچے، چوری، قتل، مئے نوشی اور اغوا غرض ہر برائی سینما بینی سے حاصل کر رہے ہیں یہ سب کچھ ہے لیکن ہمارے ہمدرد قوم نیتا خاموش اور ہماری آرٹ اور کلچر نواز حکومت پنبہ در گوش ہے جو لڑکے مدرسہ ناغہ کر کے سینما دیکھتے رہیں وہ تعلیم کیا حاصل کر رہیں گے؟ ملک کا معیار تعلیم کیسے اونچا ہو سکے گا؟ ہمارے ماہرین تعلیم، بہی خواہان قوم اور حکومت نے کبھی اس پر بھی غور کیا ہے؟ نوجوان طلبا تباہ ہو رہے ہیں، تباہ ہونے دیجئے۔ حکومت کو تو سینماؤں کی کثرت اور دن میں تین تین چار چار شو کی وجہ سے محصول تفریحات وصول ہو رہا ہے۔

حکومت کا خزانہ تو برابر بھر رہا ہے۔ اگرچہ کہ قوم کا اخلاقی خزانہ لٹ جا رہا ہے۔ یہ ناچ، یہ گانے، یہ سینما، یہ کلچرل پروگرام — یہ سب نوجوانوں کو کدھر لے جا رہے ہیں؟ جب ہمارے لیڈر اور وزرا و تھرکنے والیوں، گوٹھے مٹکانے والیوں، عریانیت کا مظاہرہ کرنے والیوں، ڈوم اور ڈھولوں کی سرپرستی کرنے لگیں تو پھر طلباء کا کیا قصور!؟ وہ تو یہی سمجھ رہے ہیں کہ ہماری قومی تہذیب، ہماری شرافت، یہی ناچ، گانے، کلچرل پروگرام اور یہی سینما ہیں۔

*حکومت اگر نائٹ شو اور میٹنی شو برخاست کر دے تعلیمی میقات کے دوران میں طلباء کا داخلہ سینما ہال میں ممنوع قرار دے تو پھر محصول تعیشات کہاں سے وصول ہو؟ آج ہمارے ملک میں عالم کی عزت نہیں، سائنسدان کی عزت نہیں، مذہبی پنڈت، برہمن اور پیشوا کا کوئی مقام نہیں۔ لیکن ناچنے والی کی عزت ہے، اپنے جسم کے عریاں حصوں کا مظاہرہ کرنے والی کی عزت ہے، ڈوم کی عزت ہے، ایکٹر کی عزت ہے، مسخرے کی عزت ہے۔

آج سے پچیس (۲۵)، تیس (۳۰) سال پہلے کسی کامیابی کے موقع پر دلی مراد پوری ہونے پر نذر و نیاز کی جاتی تھی، پوجا پاٹ کیا جاتا تھا، شکرانہ کی نماز ادا کی جاتی تھی، لیکن آج کوئی لڑکا امتحان میں کامیاب ہو تو اس کے ساتھی کہتے ہیں "کیوں میاں اکامیابی کی خوشی میں پکچر کب دکھا رہے ہو؟ یا میوزک پارٹی کب دے رہے ہو؟" پہلے طلباء مناجات پڑھتے اور بھجن گاتے تھے لیکن آج سے

یا اللہ یا اللہ دل لے گئی۔

گنگنا رہے ہیں

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک صاحب نے خواب میں شیطان کو دیکھا کہ وہ گڑگڑا گڑگڑا کر خدا سے دعا کر رہا ہے کہ یا اللہ! مجھے دنیا سے اٹھا لے! جب دعا ختم ہوئی تو ان صاحب نے شیطان سے استفسار کیا کہ کیوں جناب دنیا سے کیوں بیزار ہو گئے؟ کیوں اتنا جلد اٹھ جانا چاہتے ہو؟ یہ سن کر شیطان نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ دنیا میں میرا جو مشن تھا وہ نہایت کامیابی سے چل رہا ہے، پہلے میں انسانوں کو بہکایا کرتا تھا لیکن اب قلم زن، فلمی شاعر، ایکٹر، ڈائرکٹر، فلمی افسانہ نویس اور ناچنے گانے والے میرے فرائض مجھ سے زیادہ بہتر طریقہ سے انجام دے رہے ہیں۔ اسی لئے اب، میری دنیا میں کیا ضرورت باقی رہ گئی ہے؟

اینجز ار نوری میرٹھ سے ہم روحانی لیڈر گاہ سے بول رہے ہیں ابھی آپ جناب شیخ گو صاحب کی تقریر سن رہے تھے۔ اب ہمارے نشریات کا وقت ختم ہو چکا ہے ہمیں آئندہ ہفتہ تک کے لئے اجازت دیجئے۔ جئے ہند

تخفیفِ اسلحہ ـ ایک سال کی بات چیت کا جائزہ!

سنہ ۱۹۶۰ء کے دوران میں تخفیف اسلحہ کے سوال پر دُنیا کی امیدیں جنیوا کی دو کانفرنسوں سے وابستہ تھیں۔ ایک کانفرنس وہ تھی جس میں دس ملکوں کے نمایندے شامل تھے۔ اور جو تخفیف اسلحہ کانفرنس کے نام سے مشہور رہی۔ گذشتہ جون میں سوویٹ یونین نے کانفرنس سے اچانک واک اوٹ کرکے اسے ختم کر دیا۔ دوسری کانفرنس وہ تھی جس میں برطانیہ ریاستہائے متحدہ امریکہ اور سوویٹ یونین شامل تھے۔ جن کے ذمے ایٹمی ہتھیاروں کے تجربے ختم کرنے کی غرض سے تحفظات کے معاہدہ کا مسودہ تیار کرنا تھا۔ تینوں ممالک دو سال تک اس سوال پر آپس میں بات چیت کرتے رہے۔ لیکن اس کے باوجود وہ کسی فیصلہ پر نہ پہنچ سکے۔ سنہ ۱۹۶۰ء کے شروع میں دونوں کانفرنسوں سے یہ امید پیدا ہوئی تھی کہ اسلحہ کی دوڑ کو کم کرنے اور عالمی کھچاؤ اور تناتنی کو گھٹانے کے اولین اقدام کی سمت میں پیش قدمی ہو سکے گی۔ لیکن دسمبر تک دونوں کانفرنسوں کے نتیجے کے طور پر دنیا کے لوگوں کو امید کی بجائے زیادہ مایوسی ہوئی جس کے لئے بہت حد تک سوویٹ یونین کے وہ ہتھکنڈے ذمہ دار ہیں۔ جن میں وہ کسی قسم کی لچک کو تیار نہیں۔ دونوں کانفرنسوں کی ناکامی کی پشت پر بظاہر سوویٹ یونین کا وہ وہم نظر آتا ہے جس کے تحت وہ رازداری سے کام لیتی آئی ہے۔ یوں تو سوویٹ یونین قریبًا ہر اجلاس میں کنٹرول کے اصول کے تئیں اپنی ہمدردی کا اظہار کرتی آئی ہے لیکن یہ ہمدردی محض دکھاوا ثابت ہوئی ہے مثال کے طور پر ایٹمی تجربے بند کرنے کی بات چیت جب تحقیق اور معائنے کے مرحلہ تک جا پہنچی تو سوویٹ یونین کے نمایندے اپنی زبان سے منحرف ہو گئے یا انہوں نے نئے اعتراضات اٹھائے۔ اسی طرح تخفیف اسلحہ کانفرنس میں وہ اس بات پر بضد رہے کہ مغربی ممالک یا تو ان کی تمام تجاویز کو منظور کریں یا مسترد کریں۔ روسی اتحادی سبھا کے اندر اور باہر عام اور مکمل ترک اسلحہ کی ضرورت پر بڑی بڑی باتیں کرتے آئے ہیں۔ مگر تخفیف اسلحہ کانفرنس یا ایٹمی تجربے ختم کرنے کی بات چیت میں انہوں نے اس حصول کیلئے کوئی قدم نہیں اٹھایا۔ اور تو اور انہوں نے اس سمت میں پہلا قدم بھی نہیں اٹھایا۔ دس ملکوں کی تخفیف اسلحہ کانفرنس جو یکم مارچ کو شروع ہوئی تھی، ۲۷ر جون کو اچانک ختم ہو گئی جب روسیوں نے کانفرنس سے واک اوٹ کیا اور پولینڈ رومانیہ، چیکوسلواکیہ اور بلغاریہ کے نمایندوں نے بطور فرض روسی نمایندوں کی تقلید کی۔ روسی بلاک کے واک آوٹ کے بعد اجلاس نے صدر مسٹر نوسنر کو دسکی نے مغربی ممالک کے ان نمایندوں کو بولنے کی اجازت دینے سے انکار کیا۔ جن کے نام اس اجلاس کے مقررین کی فہرست میں شامل تھے۔ واک آوٹ سے پہلے کمیونسٹوں کو اطلاع دی گئی تھی کہ امریکی ڈیلی گیٹ فریڈرک ایم ایٹن تدریجی تخفیف اسلحہ کا نیا پلان لیکر واشنگٹن سے لوٹ آئے ہیں۔ اس پلان میں روسیوں کے اس پلان کی بہت سی باتوں کو ملحوظ خاطر رکھا گیا تھا جو انہوں نے ۲ر جون کو پیش کیا تھا۔ تخفیف اسلحہ کے متعلق فرانس، برطانیہ، کنیڈا، اٹلی اور ریاستہائے متحدہ امریکہ کے پلان میں کنٹرول، ایٹمی ہتھیاروں کی ڈیلیوری کے ذرائع، ایٹمی جنگ میں کام آنے والے ایندھن میں کوئی ناکافی ڈھانچے کے اندر اندر بین الاقوامی تخفیف اسلحہ تنظیم کا قیام، بیرونی خلاء کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جنگی ہتھیاروں سے آزاد رکھنے، اچانک حملوں کو روکنے کی تدابیر اور تمام فوجوں کی زیادہ سے زیادہ تعداد طے کرنے کی تجاویز شامل تھیں چار مہینے تک عام اور مکمل ترک اسلحہ کی باتیں کرنے کے بعد جب روسیوں نے دیکھا کہ اب ان کے لئے واقعی بات چیت کے بغیر کوئی دوسرا چارہ نہیں تو انہوں نے واک اوٹ کرنے کا فیصلہ کیا۔ وہ تمام روسی تجاویز کو منظور کرنے یا مسترد کرنے پر بضد رہے۔ اگر سوویٹ یونین کا پلان مکمل طور پر

قطعہ

این چہ ترتیب خلافت باشد
بہر اسلام قیامت باشد
نیست آسان کہ نویسد ہر کس
حرفِ قلم آنکہ صداقت باشد

(آمد از [illegible])

منظور کیا جاتا تو موثر بین الاقوامی کنٹرول کا سوال کسی بعد کی تاریخ پر ملتوی کرنا پڑتا۔ اس کے مقابلہ میں پانچ اتحادی طاقتوں نے اس بات پر زور دیا تھا کہ تخفیف اسلحہ کی تکمیل متوازی مراحل ہی کے ذریعہ ہونی چاہیئے۔ اس کام کی تکمیل ایسے ٹائم ٹیبل کے تحت نہیں ہونی چاہیے جس میں لچک نہ ہو۔ تخفیف اسلحہ کے ذریعہ کسی ملک یا ممالک کو فوجی فائدہ نہیں دیا جانا چاہیئے اور کہ ایٹمی اور مروجہ ہتھیاروں کی تخفیف متوازن ہونی چاہیئے۔ جہاں تک توثیق کا تعلق ہے تخفیف کے پہلے اقدام ہی سے یہ لازمی [illegible] ہو گیا تھا۔ [illegible] کمیشنوں نے صاف طور پر بتایا تھا کہ ایک ایسی دنیا میں جب آپسی اعتماد کا فقدان ہو صرف بین الاقوامی معائنے کے ذریعہ اس بات کی قابل اعتبار تصدیق ممکن ہے کہ ہر ملک نے تخفیف اسلحہ سے متعلق اپنی ذمہ داریاں انجام دیں۔ مگر روس اس بات پر بضد رہا ہے کہ اس سے پہلے کہ کنٹرول کے کسی اقدام کا فیصلہ کیا جائے ان کی تجاویز مکمل طور پر منظور کی جانی چاہئیں۔ اگر سوویت یونین کی پہلے [illegible] تجاویز پر ہی عمل کیا جاتا تو نتیجہ غیر متوازن تخفیف اسلحہ کی صورت میں نکلتا۔ اور اس سے عالمی امن [illegible] خطرہ پیدا ہو [illegible] کہ تخفیف اسلحہ کے اقدامات کی توثیق [illegible] مکمل پلان منظور کرنے کے لئے [illegible] ہو سکتا ہے۔ ایسی صورت [illegible] میں ڈیڈ لاک [illegible]۔ جہاں تک ایٹمی تجربوں کی [illegible] کا تعلق ہے [illegible] ستمبر آئندہ [illegible] اس وقت تک امریکہ میں نئی حکومت [illegible] سوال بھی ہوگا۔ اور اسے اس [illegible] کرنے کی مہلت [illegible] جائے گی کہ اس کانفرنس میں [illegible] روس [illegible] کی وجہ سے تقریباً ایک سال سے ڈیڈ لاک پیدا ہو رہا ہے۔ ایٹمی تجربوں کے سلسلے میں بھی سوویت یونین موثر کنٹرول [illegible] تجویز قبول کرنے میں

ہچکچاہٹ ظاہر کرتی آتی ہے جس کے ذریعہ زیر زمین اور زیر آب تجربوں کے خاتمہ کا پتہ لگایا جا سکے۔ [illegible] انہوں نے (روسیوں نے) زیر زمین چھوٹے چھوٹے تجربوں کا پتہ لگانے اور انجام کار انہیں روکنے کے ذرائع کو بہتر بنانے کی کوشش کو منظور کیا۔ سنہ ۱۹۶۰ء میں ۲۴۰ اجلاسوں کے دوران میں کانفرنس نے کچھ مدوں پر کامیابی حاصل کی جن میں آئندہ صلحنامہ کی کئی دفعات کی زبان بھی شامل ہے لیکن بڑی بڑی دفعات پر ڈیڈ لاک بدستور قائم ہے۔ جب کانفرنس تیسرے سال میں داخل ہوئی تو امریکی نمائندے چارلس سٹیل نے قابل طلب امور پر روشنی ڈالی اور بتایا کہ امریکی لیڈروں کی تشویش بڑھتی جا رہی ہے۔ کیونکہ ایٹمی تجربوں کو بلا کنٹرول بند کرنے کا سلسلہ دو سال سے بھی زیادہ عرصہ سے جاری ہے۔ وقت آ رہا ہے جب تجربوں کو ختم کرنے کے صلحنامہ پر سنجیدگی سے بات چیت ہونی چاہیئے۔ کنٹرول کے بغیر طویل عرصہ تک تجربے بند کرنے سے آزاد دنیا کے ڈیفنس کے لئے سنگین مسائل پیدا ہوتے ہیں۔

قطعہ

صحن گلزار چہ نگریز مبارک باشد || نیز این سبزۂ نوخیز مبارک باشد
گفت این تخم عزیزے بہ درون گم شد || بہر میخوار مئے تیز مبارک باشد

([illegible])

لنگرِ فیضِ اثر موسوم بہ گنبدانِ قطب شاہی

از نواب میر ریاست علی خاں صاحب نبیرہ نواب نصیب الدولہ مرحوم

مغولوں کے بے شمار صحرا نشین قبائل زمانہ نامعلوم سے ایشیاء کے ان دشت و جبل میں آباد تھے جو جیحوں و سیحون سے مشرق کے انتہائی حدود اور قپچاق کے دامن سے چین اور رعنا کے ولایات تک پھیلے ہوئے ہیں۔ جناب مسیح کی ولادت سے تھوڑی مدت پہلے اسی قوم کے بعض قبیلے وطن چھوڑ کر ماوراء النہر میں آئے۔ جہاں فرغانہ کے قرب و جوار میں سکونت اختیار کی چنگیز خاں کی تاخت و تاراج سے تنگ آکر ان میں کے دو قبیلوں نے بھی فرغانہ کی سکونت چھوڑ دی۔ ایران سے گزرتے ہوئے ارض روم میں آئے یہاں سے آرمینیہ میں وارد ہوکر جھیل وان تک پہنچے اور اسکی جنوبی وادیوں کو اپنا مسکن بنا لیا۔

ان نو وارد قبیلوں کے تنزل پر ... اور ... کو منگول کی تشکیل ہو گئی تھیں اسلئے تاریخ میں ان کا لقب قرا قویونلو اور آق قویونلو مشہور ہو گیا جسکے معنے ہیں صاحبان گوسفند سیاہ و سفید۔ ان دونوں قبیلوں نے اپنی حکومتیں الگ الگ قائم کرلی تھیں، قبیلہ قرا قویونلو کے آخری حکمران جہان اویس قلی نے قبیلہ آق قویونلو کے بڑھتے ہوئے غلبہ و اقتدار ... پر اس قبیلہ کے حکمران سلطان یعقوب بیگ کے سخت مظالم اور خوں ریزی سے خائف ہو کر اپنے اکلوتے فرزند سلطان قلی کو اسکی جان کی حفاظت کی خاطر اپنے بھائی اللہ قلی کو ساتھ دے کر بحر فارس سے ہوتا ہوا دابل کی راہ سے دکن میں آیا اور شہر بیدر میں وارد ہوا۔

بحیب پرور مہمان نواز وزیر سلطنت محمود گاواں کی وساطت سے دربار بہمنی میں داخل ہو کر مورد الطاف شاہی ہوا۔ اس طرح سلطان قلی بھی اپنے چچا کے ساتھ دربار سے کچھ عرصہ کے بعد اللہ قلی نے ایران کی واپسی کا ارادہ کیا تو محمود شاہ بہمنی نے سلطان قلی کو چچا کے ساتھ جانے کی اجازت نہیں دی اور اپنے دربار کے امراء خاص میں شامل کر لیا اور بعد میں جس وقت تلنگانہ کا علاقہ شامل اقتدار سلطنت بہمنی ہوا تو سلطان محمود شاہ بہمنی نے سنہ ۹۰۱ھ میں قطب الملک کے خطاب کے ساتھ طرفداری تلنگانہ کی سند سلطان قلی کو عطا کی۔ اس طرح سلطان قلی بیدر سے گولکنڈہ روانہ ہو کر اپنے اس مفوضہ صوبہ کا انتظام سنبھالا اور مسلسل چوبیس سال تک دکن کے اس وسیع علاقہ پر بحیثیت صوبہ دار حکومت کرتا رہا

سب سے پہلے اس نے قلعہ گولکنڈہ کو مستحکم کیا جو راجگان ملک تلنگ کے زمانہ کا بنایا ہوا خام اور ناقص حالت میں تھا۔ یہاں اس نے حصار قلعہ کے ساتھ ایک شہر بھی بسایا جو اسکے بعد کے تین بادشاہوں جمشید قلی قطب شاہ ابراہیم قلی قطب شاہ اور محمد قلی قطب شاہ کے زمانہ تک دکن کا دارالسلطنت رہا سنہ ۹۲۴ھ میں جب محمود شاہ بہمنی نے وفات پائی اور سارے ملک میں طوائف الملوکی کا دور شروع ہوا تو سلطان قلی نے بھی دیگر صوبہ داروں کی طرح اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا اور اپنی بادشاہت کے آغاز پر سنہ ۹۲۴ھ میں ایک شاندار مسجد بنوائی جو مسجد صفا کے نام سے اندرون حصار

قلعہ موجود ہے اور آخر کار اسی مسجد میں بتاریخ ۲ جمادی الثانی بحالت نماز وقت عصر میر محمود نامی محمود کے بے رحم ہاتھوں ۹۹ سال کی عمر میں مقتول ہوا۔ سلطان قلی قطب شاہ نہایت ہی عالم و فاضل عبادت گزار بادشاہ تھا۔ اس نے اپنی عمر کے آخری زمانہ میں اپنے لئے ایک مقبرہ تعمیر کیا جو گولکنڈہ کے باہر بجانب شمال مغرب ایک خوشنما باغ میں ابھی تک اچھی حالت میں موجود ہے۔ سب سے پہلے اس باغ کے درمیان ایک بہت ہی وسیع اور ایرانی طرز کا غسل خانہ بنایا گیا جس کے اندر چاروں طرف رواقوں اور کمانوں کے درمیان چھوٹے چھوٹے بارہ حوض بنے ہوئے ہیں جن کے اوپر کی دیواروں کے پتھروں میں پانی آنے کے لئے سوراخ بنائے گئے ہیں کہا جاتا ہے کہ ان حوضوں کے پانی میں خوشبوئیں اور اسی قسم کے مفرحات ملائے جاتے تھے یہ قطعاً صحیح نہیں ہے کیونکہ سلطان قلی ایرانی النسل اور مذہباً امامیہ اثنا عشری کا پابند تھا اور اسکے بعد کے سب بادشاہ بھی اپنے آبائی مذہب کے پابند رہے۔

اصولاً مذہب شیعہ میں غسل میت کے پانی کو کسی قسم کی آمیزش سے مصفا نہیں کیا جاتا۔ ان حوضوں کی تیاری کا مقصد صرف یہ تھا کہ غسل کے بعد یہ حوضیات ایک ایک لوٹا پانی میت پر ڈالا جائے۔ اس طرح بارہ لوٹے نذر کا بارہ امام کے نام سے میت پر ڈالیں۔ حمام کے درمیان ایک میت کا پہلو کشادہ اور پست چبوترہ سنگ موسیٰ و سنگ سادہ کی تراشی ہوئی [illegible] دار پٹیوں والے فرش سے تیار کیا گیا ہے جسکے درزوں میں سے میت کے غسل کا پانی جذب ہو کر باغ کی کیاریوں میں پہونچ جاتا تھا۔ اس چبوترہ کے عقبی حجرہ میں پانی کا خزانہ مدور شکل میں بنایا گیا تھا جو اب بالکل خراب اور ویران حالت میں ہے۔ پانی کی مقدار کا پتھر کے ان نلوں کی سطح تک پہونچنے کا اندازہ کرنے اوپر چڑھ کر دیکھنے کے لئے اس چبوترہ کے بالائی حصہ میں دیوار کے اوپر ایک جھروکہ بنایا گیا ہے جس کے دونوں بازؤوں میں سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں حمام کا تمام فرش پتھر کی بڑی بڑی ٹکڑیوں سے بنا ہوا ہے جسکے درمیان کی درزیں مکمل رکھی گئی ہیں تاکہ پانی جمع نہ ہونے پائے۔

اس حمام کا دوسرا حصہ ایسا ہے جسکے چاروں طرف چھوٹے چھوٹے رواق قطار چبوترے ہیں۔ درمیان میں ایک خوش وضع چھوٹا سا مدور لب گردان حوض ہے۔ حفاظ اور دیگر لوگ ان رواقوں میں اپنی جوتیاں رکھ کر پہلے اس حوض کے پانی سے اپنے پاؤں دھوتے اور غسل ہونے تک ان چبوتروں پر بیٹھ جاتے۔ غسل کے بعد مشاہدہ میت کے لئے پا برہنہ حمام میں داخل ہوتے اور واپسی پر دوبارہ پاؤں دھوتے جاتے۔ سلطان قلی کا گنبد ان سب مقبروں میں پہلا گنبد ہے جو قدیم دکھنی طرز تعمیر کا اعلیٰ نمونہ ہے اور خوش وضع سنگی چبوترہ پر بنا ہوا ہے۔ قبر کا تعویذ سنگ موسیٰ ایک خاص دکھنی وضع کا تراشیدہ ہے اہل تلنگانہ کے زیورات شاہی میں سے ایک ہار کا نمونہ بطور زینت قبر شاہی اوپر ترشا ہوا ہے

آیات کلام الٰہی کے ساتھ نادعلی اور اسمائے ائمہ معصومین متوسط خوشنما سڈول حروف میں خط نسخ میں تراشے ہوئے ہیں۔ سرہانے کی جانب بادشاہ کا مشہور لقب "بڑا ملک" تحریر ہے۔ دکن کے ملوک الطوائف کو اہل دکن ملک کہا کرتے تھے۔ سلطان قلی کی حیثیت ان میں سب سے بلند تھی اسلئے اسکا لقب "بڑا ملک" مشہور ہو گیا تھا۔ اس گنبد کے

چبوترہ کے عقبی حصہ پر ایک کرتی کی وضع کا خوشنما گنبد سلطان قلی کے دوسرے فرزند ملک قطب الدین کا ہے جس کا لقب "چھوٹا ملک" مشہور ہوگیا تھا۔ ان دونوں گنبدوں سے تھوڑے فاصلہ پر بجانب جنوب مغرب خاندان قطب شاہی کا دوسرا حکمران یار قلی جمشید اور اس کا خورد سال فرزند سبحان قلی کا ہشت پہلو دو منزلہ بہت ہی خوش وضع گنبد ہے۔ دونوں مزاروں کے تعویذ سنگ خارا میں خاص دکنی اور ہندی طرز کے قبر اور چراغدانوں کیا تھ ترشے ہوئے ہیں

اس گنبد کے عقب میں ایک باؤلی ہے جو اس باغ کی پہلی چاہ تھی یہ جو اب افتادہ حالت میں ہے جمشید قلی کے گنبد کے روبرو کچھ فاصلہ پر سلطان ابراہیم قلی کا گنبد ہے جس کے دروازوں کی چوکھٹیں مخروطی وضع میں دو پارہ سنگ موسیٰ میں تراشی گئی ہیں۔ قبر پر ایرانی وضع کے ترشے ہوئے سنگ سیاہ کے تعویذ پر آیات قرآنی اور اسمائے ائمہ اطہار تحریر ہیں۔ اس گنبد کے جنوبی بالائی حصہ پر کاشی کا کچھ کام ابھی تک عمدہ گلکاری کے ساتھ باقی ہے اسطرح کے رنگین نقش و نگار کا کام تمام گنبدوں پر کیا ہوا تھا جو بہت نایاب اور قیمتی کام تھا۔ جب بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر نے گولکنڈہ پر چڑھائی کی تو فوج کا صدر مقام اسی باغ کو قرار دیا گیا۔ فوجی، چاندماری کی مشق کیا کرتے تھے اور انہوں نے گنبدوں کے اس قیمتی کام کو اپنی مشق کا نشانہ بنایا، افسوس کہ اس طرح یہ نایاب اور بے مثال لاجوردی کام تباہ و برباد کر دیا گیا۔

سلطان ابراہیم قلی کے گنبد کے بازو اسکے سب سے چھوٹے فرزند شہزادہ مرزا محمد امین کا صراحی دار اور خوبصورت گنبد ہے۔ سنگ موسیٰ کے ایرانی طرز پر تراشے ہوئے تعویذ قبر پر ایک نایاب کتبہ بخط کوفی تحریر ہے جو اس قسم کا کتبہ اپنی طرز کا واحد کتبہ ہے جو اور کہیں نہیں پایا جاتا اسکے ساتھ آیات قرآنی اور اسمائے ائمہ طاہرین علیہ السلام بھی کندہ ہیں۔ ان دونوں گنبدوں سے بجانب شمال چیکہ آباد کے بانی سلطان محمد قلی کا عظیم الشان گنبد بلند و بالا کمرہ نما کی شکل بستہ وسیع چاندنی پر بنایا گیا ہے۔ اس گنبد میں دو تعویذ ہیں۔ ایک سادہ سیاہ تعویذ پہلی منزل میں کمانوں کے اندر نصب ہے جسکے اطراف چوبی چوکھٹا بطور کٹہرہ لگا ہوا دوسرا سیاہ پتھر کا تعویذ پہلی منزل کی چھت پر گنبد کے اندر آیات قرآنی اور اسمائے ائمہ معصومین سے مزین ہے دونوں تعویذ ایرانی وضع کے ترشے ہوئے ہیں گنبد کے چاروں طرف دروازوں کے اوپر لبادستون اور چھت خاص ہندی طرز تعمیر کا نمونہ ہے

اس گنبد سے تھوڑے فاصلہ پر بجانب شمال سلطان محمد قطب شاہ بانی مکہ مسجد کا عالیشان گنبد ہے یہ گنبد بھی دو منزلہ ہے۔ سنگ موسیٰ کی ایرانی ساخت میں ترشے ہوئے تعویذ قبر پر آیات قرآنی کے ساتھ اسمائے ائمہ اثنا عشر تحریر ہیں۔ باب الداخلہ سے متصل شمالی جانب ملکہ گولکنڈہ حیات بخشی بیگم دختر سلطان محمد قلی قطب شاہ کا بہت ہی بلند و بالا گنبد ہے جو سلطان محمد قطب شاہ کے گنبد کے نمونے پر بنایا گیا ہے۔ سنگ موسیٰ میں ایرانی وضع کے تعویذ، قبر پر آیات کلام مجید اور اسمائے ائمہ معصومین دوبارہ مندرج ہیں۔

اس گنبد کے شمال مغرب میں تقریباً گولکنڈہ کی وہ مشہور مسجد ہے جو مسجد کلاں کے نام سے موسوم ہے اس مسجد کی چھت میں عمدہ رنگ آمیزی کی گئی تھی جو اب بھی

تازہ ہے۔ اسکے دروازہ پر خوبصورت اور نفیس نقش و نگار ہیں
دروازے کے نصب ہیں جس پر اعجلوا بالصلوٰۃ قبل الفوت۔
و عجلوا بالتوبۃ قبل الموت۔ تحریر ہے۔ اسی گلکاری میں
معماروں نے انگور کے خوشوں اور گلہریوں کو اس خوش اسلوبی
سے بنایا ہے کہ دیکھنے میں بہت ہی خوشنما معلوم ہوتا ہے
محراب مسجد پر بڑے بڑے سنگ سیاہ پر آیات قرآنی اور
کندہ ہیں۔ اسی مسجد کے مغرب میں دو گنبد
ہیں۔ پہلا گنبد سلطان عبداللہ قطب شاہ کی بیگم پیم متی کا
ہے جیات بخشی بیگم کی اجازت اور عبداللہ قطب شاہ
کے حکم سے اس بیگم کو بھی اس شاہی قبرستان میں دفن
کیا گیا۔ چنانچہ شاہان قطبیہ کی رواداری اور قدر شناسی کی
ایک اور مثال اس طرح ملتی ہے کہ جب سلطان عبداللہ قطب شاہ
کے نامور ایرانی سپہ سالار اور دربار کے نامور امیر نیکنام خاں
(جن کا اصلی نام مرزا رضا قلی بیگ تھا) نے انتقال کیا تو
بادشاہ نے اپنے حکم سے ان کو سلطان ابراہیم قلی کے
گنبد کے شاندار سنگی چبوترہ پر دفن کرنے کی اجازت دیدی
ظاہر ہے کہ اس شاہی قبرستان میں سوائے افراد خاندان
کے کوئی دوسرا شخص دفن نہیں ہو سکتا تھا چنانچہ سلطان ابوالحسن
قطب شاہ نے اپنے ایک فرمان کے ذریعہ موضع منگلوارم کو
دوا داروغہ نیک نام خاں کے لئے وقف کیا ہے۔ یہ
فرمان نیکنام خاں کی قبر کے سرہانے سنگ موسیٰ کے لوح پر
لکھا ہوا موجود ہے
قبر کے چاروں طرف حصار اور باب الداخلہ کتبہ
نصب ہے۔ پیم متی کی تاریخ وفات "بود از ازل محل جنتی
پیم متی" سنہ ۱۰۷۳ھ لوح مزار پر کندہ ہے اس گنبد کے
متصل میں دوسرا گنبد سلطان ابوالحسن کی بیگم تارا متی کا ہے

اس طرح کے چھوٹے بڑے متعدد گنبد دور و نزدیک موجود
ہیں جن میں قطب شاہی شہزادے اور شہزادیاں مدفون ہیں
کلثوم بیگم دختر سلطان قلی اور فاطمہ سلطان بیگم کے نام
زیادہ مشہور ہیں اور بیشمار قبور کھلے چبوتروں اور چبوتروں
سے نیچے صاف و شفاف سنگ موسیٰ کے تراشے ہوئے
موجود ہیں۔ یہاں شہزادوں اور دیگر افراد خاندان
کی قبریں ہیں جو کسی زمانہ میں حکومت کی نظروں میں
محبوب تھے۔ حیرت ہے کہ ان سب میں شہرہ آفاق ہوا کہ متی
کا نام و نشان تک آشکار نہیں ہے۔ جگہ کی تنگی کیوجہ
سے عبداللہ قطب شاہ نے اپنا سب سے اونچا اور شاندار
گنبد احاطہ فیض اثر کے باہر بنوایا۔ قبر کا تعویذ ایرانی
طرز پر سنگ موسیٰ میں تراشا ہوا، آیات قرآن مجید اور
ائمہ اثنا عشر کے اسماء سے مزین ہے جسکے چاروں طرف
چوبی کٹہرہ بنا ہوا ہے۔ افسوس کہ آخری تاجدار قطب شاہی
نے اپنے لئے مقبرہ بنانا پسند نہ کیا بلکہ اپنے محسن و مشفق
حضرت شاہ راجو علیہ الرحمہ کے گنبد کو اتنا قیمتی اور شاندار
بنایا کہ اسکا جواب گنبدان قطب شاہی میں بھی نہیں ہے
جو حضرت شاہ راجو کے انتقال کے بعد سنہ ۱۰۹۲ء سے
سنہ ۱۰۹۷ء تک بنتا رہا۔ ہنوز ابھی کام تکمیل نہ ہوا تھا کہ
قطب شاہی دولت پر سلطنت مغلیہ کا قبضہ ہو گیا باب الداخلہ
پر ایک گنبد ناتمام جو موجود ہے اسکے متعلق عوام میں غلط
فہمی ہے کہ وہ گنبد ابوالحسن تاناشاہ اپنے لئے بنوا رہا تھا
یہ صریحاً غلط ہے۔ اول تو یہ کہ قطب شاہوں کا خاندانی
دستور یہ تھا کہ وہ اپنی تخت نشینی کے بعد ہی اپنے لئے
مقبرہ بنوانا شروع کرتے تھے وہ چاہتے تھے کہ اپنی زندگی
میں ہی گنبد تیار ہو جائے۔ اس قاعدہ کے پیش نظر ابوالحسن

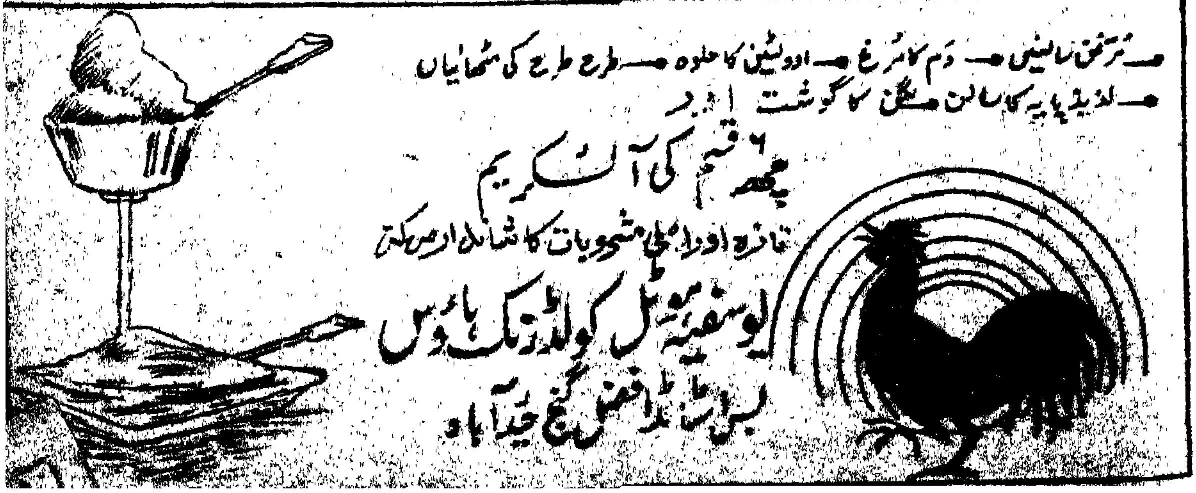
قطب شاہ اپنے چودہ سالہ دورِ حکومت میں گنبد کی تکمیل نہ کر سکا جب کہ اتنا عظیم الشان چار مینار ایک سو سال پہلے صرف دو سال میں بن گیا تھا۔ درحقیقت یہ گنبد سلطان عبداللہ قطب شاہ کے تیسرے داماد حضرت نظام الدین سید احمد صفوی کا ہے جسکو انہوں نے عبداللہ قطب شاہ کے انتقال کے بعد بنانا شروع کیا تھا جو دو سال میں مکمل نہ ہوسکا۔ ۲۶ ربیع ۱۰۸۳ھ میں سلطان عبداللہ کے انتقال کے دو سال بعد ان کا انتقال ہوگیا۔

ابوالحسن قطب شاہ کے نا تمام گنبد میں تیغیر گولکنڈہ سے بارہ سال قبل انتقال کرنے والے سید احمد دفن ہو گئے۔ ان نا تمام گنبدوں کے چبوتروں کے نیچے تہ خانے بنے ہوئے ہیں جن کے اندر پہونچنے کے راستے ان چبوتروں کی سیڑھیوں کے نیچے سے بنائے گئے ہیں۔ اصل مزار بھی ان ہی تہ خانوں میں ہیں۔ سلطان ابراہیم علی کی گنبد میں یہ تہ خانہ اندرون گنبد موجود ہے جس میں اندر اترنے کی سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں اور عبداللہ قطب شاہ کی گنبد کا تہ خانہ بھی کھلا رکھا گیا ہے جس سے اصل مزار تک پہونچنے کا راستہ موجود ہے۔ باقی گنبدوں کے زیر زمین راستے مسدود ہیں۔

اس احاطہ میں متعدد مسجدیں ہیں جو ہر ایک گنبد کے ساتھ بنائی گئی تھیں جن کے متعلق مشہور ہے کہ وہ اس جگہ کی نشاندہی کرتے ہیں جہاں جہاں ان لوگوں کی نماز جنازہ ادا ہوئی تھی۔ باغ کے مندرمقام پر ایک عاشور خانہ موجود ہے جو لداؤ چھت دستون پر حیدرآباد کے شاہی عاشور خانہ کے نمونہ پر بنا ہوا ہے۔ اکثر گنبدوں میں اوپر چڑھنے کے راستے اندرونی دالانوں میں سے بنے ہوئے ہیں جن میں ہوا اور روشنی کا لحاظ رکھا گیا ہے جو بہت ہی صاف اور سنگ بستہ ہیں۔ ہر گنبد کے آخری حصہ تک قبت کے چاروں طرف چھجے بنے ہوئے ہیں جہاں سے دوسری گنبدوں کا اور اس باغ کے چمن کا دلکش نظارہ ہوتا ہے۔ اور نظروں کے سامنے دکن کا تین سالہ تاریخی قلعہ گولکنڈہ ماضی کا یہ شکوہ اور عبرت انگیز مرقع پیش کرتا ہے دنیا کے کسی حصہ میں اتنی تعداد میں تاریخی مقابر ایک ہی احاطہ میں بنی ہوئی نہیں ملتیں۔

محمد قلی قطب شاہ کے گنبد کے بدیہہ شمال مشرقی گوشہ میں باغ کی وہ شاندار باؤلی اور خوش وضع محل تھا باؤلی سے جھکے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک عالیشان محل ہے جو زیر زمین بنا ہوا ہے باؤلی کے اندر محراب دار کمانیں قطار در قطار نہایت خوبصورت بنی ہوئی ہیں جس میں آدمی گھوم پھر سکتے اور بود و باش کر سکتے ہیں۔ دونوں طرف سے باؤلی میں آخر تک اندر اترنے کی سیڑھیاں سنگ بستہ ہیں کم استعمال کی وجہ سے پانی پر سبزہ جم گئی ہے لیکن اس باغ کی سبزہ و تازگی اور شادابی اسی باؤلی سے باقی ہے جس کے اوپر موٹ بنے ہوئے ہیں موٹ پر پتھر کے ستونوں کے سہارے منڈوے پر انگور کی ایک بیل اپنی بہار دکھاتی ہے۔ باغ کی کیاریاں، روشیں اور چمن بندی قابل تعریف ہے۔ حیات بخشی بیگم کے گنبد کے سامنے صحن میں ایک بہت چھوٹی سی خوشنما مسجد کے روبرو ایک لانبا اور خوبصورت حوض بنا ہوا ہے جس میں اب بارش کا پانی جمع رہتا ہے۔ دوسرا بڑا حوض حمام سے ملحق ہے ان قیمتی حوضوں کی سیڑھیاں اور فوارے نہایت عمدہ بنے ہوئے ہیں

یہ ساری خوبصورتی، چمن آرائی اور بہار آفرینی خاقانِ دکن مخفرالمنزل نواب ناصرالدولہ آصف جاہ رابع کی قدرشناس



بیادگار جشن ولادت با سعادت امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام

بین المدارس تقریری مقابلہ
منجانب انجمن طلبا مدرسہ جعفریہ
مدرسہ جعفریہ اندرون عمارت دارالشفاء حیدرآباد

زیر صدارت
نواب سید حسن پاشاہ صاحب

۲۰ رجب المرجب ۱۳۸۰ھ م ۸ جنوری ۱۹۶۱ء روز یکشنبہ ۹ ساعت صبح

عنوانات
۱۔ علوی کردار کے خصوصیات ۲۔ علوی شخصیت اسلامی علوم کا سرچشمہ ہے

حکم صاحبان
پروفیسر ڈاکٹر میر محمدی علی — پروفیسر عالم خوندمیری
مولوی سید مجتبیٰ احمد صاحب ایم اے

نظام العمل

۱۔ قرات کلام پاک (۵) منٹ۔ ابوالحسن سید محمد محمود طالب العلم مدرسہ جعفریہ
۲۔ تحریک صدارت (۲) منٹ۔ رضا عباس صدر انجمن
۳۔ تائید صدارت (۳) منٹ۔ سید انیس صادق نائب صدر انجمن
۴۔ افتتاح (۱۰) منٹ۔ سید الشعراء نواب تہنیت یار جنگ بہادر
۵۔ رپورٹ (۱۰) منٹ۔ صادق حسین معتمد انجمن
۶۔ منقبت (۵) منٹ۔ شاعر ملت جناب باقر امانت خانی
۷۔ تقریریں ہر مقرر (۵) منٹ۔ طلبا بین المدارس و مدرسہ جعفریہ
۸۔ منقبت (۵) منٹ۔ شاعر اہلبیت علامہ نجم آفندی
۹۔ خطبۂ صدارت و اعلان نتائج (۱۰) منٹ۔ نواب سید حسن پاشاہ صاحب
۱۰۔ تقسیم انعامات۔ فخر قوم نواب عنایت جنگ بہادر
۱۱۔ شکریہ۔ صادق حسین معتمد انجمن۔

تیک نفسی کی رہین منت ہیں کیونکہ انقراض دولت قطب شاہی کے بعد سے اس باغ اور مقبروں کا کوئی پرسان حال نہیں تھا گنبد خراب اور ویران حالت میں تھے جن میں اطراف و جوانب کے کلال سکونت اختیار کرلئے تھے جب شاہ دکن اس حال سے واقف ہوئے تو خود بدولت فاتحہ خوانی کے لئے رونق افروز ہوکر بیحد افسوس کے ساتھ ان گنبدوں کی مرمت و درستگی کا حکم فرمایا، یہاں صفائی اور روشنی کا انتظام کیا گیا۔ حفاظ، خادم و فراشی اور خاکروب مقرر کئے گئے اور ہر ایک گنبد میں مزاروں پر قیمتی غلاف تاش کمخواب مخمل اور اطلس کے اڑھائے جانے کا حکم ہوا کہ شاہان سلف کے مزارات کو برہنہ نہیں رکھنا چاہیے، اور ان گنبدوں کے سالانہ عرس کے لئے بھی رقم کی منظوری عطا ہوئی۔ روزانہ تلاوت کلام مجید کا انتظام کیا گیا، غرباء و مساکین کو ہر روز عمدہ کھانے کھلانے کا انتظام بصورت لنگر جاری ہوا

لیکن یہ سب بھی اب ایک داستان ماضی ہے اس وقت نہ فرش نہ غلاف، نہ گل نہ چراغ شکستہ مزار یاد رفتگان اور خاک بوس گنبد حسرت و یاس کی تصویر بنے ہیں

کل جو رکھتے تھے اپنے فرق پہ تاج
آج ہیں فاتحہ کو وہ محتاج

حشمت نیّر

ہمیں مکتب ہمیں مُلّا

"مانیٹر کس کا پیریڈ (Period) ہے؟"

"سر جغرافیہ" ایک ساتھ کئی آوازیں بلند ہوئیں

"خاموش! جس سے پوچھا جائے اُسے بولنے دیا کرو ہاں مانیٹر میں تم سے پوچھ رہا ہوں"

"سر جغرافیہ کا پیریڈ ہے"

"جغرافیہ! اوہ! یہ بھی کوئی سبجیکٹ (Subject) ہے۔ زمین گول ہے، زمین، سورج کے اردگرد گھومتی ہے چاند زمین کے گرد گھومتا ہے۔ زمین کی دو بڑی حرکات روٹیشن (Routation) اور ریولیشن (Revolation) ہوتی ہیں۔ روٹیشن سے دن رات اور ریولیشن سے موسموں میں تغیر و تبدل رونما ہوتا ہے۔ ان کے جاننے سے بھلا ہمیں کیا مل جائے گا؟ محورِ زمین اگر عمودا" ہوتا تو کیا ہوتا؟ زمین کے حرکات کے کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟ چاند کی بشریات، بکواس۔ زمین کو کشش ثقل ہے! ضرور ہوگی، آج روس نے اپنا صنم رہ چھوڑ دیا تو پھر ہمیں کیا؟ کس بلندی پر ہے؟ امریکہ کو کیا ہو گیا ہے؟ سنا ہے کہ امریکہ نے اعلان کیا ہے کہ وہ فوجی طاقت میں روس سے بہت پیچھے رہ گیا ہے۔ سب جھک ہیں بکنے دو۔ اپنے گھر سے کیا جاتا ہے۔ اپنے منہ میاں مٹھو نہ سہی اپنے منہ میاں [illegible]

بھی ہے، یہ سب کچھ جغرافیہ ہی تو ہے ڈیئر دردِ سر۔ دو سال ہونے کو آئے ہیں، میرا سبجیکٹ نہ ہونے کے باوجود ہیڈ ماسٹر نے یہ سب جکڑ دے رکھا ہے کتنا کہا، سنتے ہی نہیں۔ کئی بار کہا، حضور! میرا سبجیکٹ انگلش پوئٹری (English Poetry) ہے، وہ دیجئے، لیکن وہی مرغے کی ایک ٹانگ! اس بار تو یہی پڑھا دیجئے، آئندہ دیکھا جائے گا! ایک میں ہی فالتو رہ گیا ہوں سر کھپانے کے لئے! یہ بھی کوئی لائف (Life) ہے ہر وقت ہاؤ اینڈ وائی (How and why)۔ انگلش پوئٹری کا کیا کہنا! لو لائف (Love Life) کے موضوع پر ایک سے ایک عمدہ خیال موجود ہے، ادھر کوئی لو اور لائف کی صحیح تعریف تک نہ کر پایا، شیکسپیر نے تو کمال ہی کر دیا۔ لائف از واکنگ شیڈو۔ اِز اے ونڈرفل آئیڈیا (Life is a walking Shadow, is a wonderful idea)

یہاں کوئی اس خیال کی کاپی تک نہ کر پایا، زندگی کیا ہے عناصر کا ظہورِ ترتیب! کہاں یہ کہاں وہ؟ زمین آسمان کا فرق ہے۔ کہتے ہیں چکبست کاپی کرنے میں ماہر تھا لیکن یہ چیز تو وہ بھی کاپی نہ کر پایا۔ نقل کے لئے بھی عقل چاہیے بیدی کی طرح! روسی افسانے اردو میں منتقل کیے اور پڑھنے والوں نے روسی افسانے سے اثر کا دم چھلا لگا دیا۔ شوکت تھانوی تمہیں مزاح کا شہنشاہ کہا جا رہا ہے۔ کبھی کسی نے یہ بھی سوچا ہے۔ اس شہنشاہ نے کون نیا موضوع پیش کیا ہے، ہمیشہ ایک ہی موضوع وہی پٹا پٹایا فرسودہ خیال! نئی کتابیں شائع ہو رہی ہیں لیکن نیا خیال ندارد! ہر نئی کتاب پرانی کتاب کا عکس جمیل! بھلا انہیں اس بیچارے کا کیا قصور!؟

نامکمل علم نامکمل خیال

نامکمل نامکمل ، نامکمل !

وہی معاملہ ـ لِٹل لرننگ اِز اے ڈینجرس تِھنگ

"Little learning is a dangerous thing"

کم ایچ کم اس انڈر گریجویٹ نے بہت کو ہی ٹھیر یاد کہہ دیا ہوتا نقل تو ایک فن ٹھرا پھر آج کے اس ترقی یافتہ دور میں اس فن عظمت سے کس کو انکار ہو سکتا ہے ؟ سالانہ امتحان میں نسرین جغرافیہ کے پرچے میں فیل ہو گئی تھی اور جب ایک گھنٹہ میں نسرین نے حامد کی کاپی ہو بہو نقل کر لی تو ہیڈ ماسٹر نے مسکراتے ہوئے جج صاحب سے کہا تھا

"دیکھا آپ نے صاحبزادی نے کس قدر جلد پیپر کیا ہے اور لطف کی بات تو یہ ہے کہ ایک غلطی تک نہ ہو سکی ۔"

یہ سن کر جج صاحب ہنس دیئے تھے ۔

"سر ! عریاں کاری کے کیا اسباب ہیں ؟" پچھلی بنچ سے کوئی بڑبڑایا ۔

"جب عریاں کاری کا باب پڑھو گے تو تمہیں خود علم ہو جائیگا"

کمبخت عریاں کاری کے اسباب میری بلا جانے !

عریاں کاری ـ عریاں نگاری کیا سنتے ہو ہیں ، عصمت ، منٹو اور عزیز احمد پر قدامت پرست طبقے عریاں نگاری کے الزامات کی کمندیں پھینک رہے ہیں ـ میں بھی تو عریاں ہوں ، اس حمام میں تو سب ہی عریاں ہیں ـ البتہ باہر ایک شخصیت بن جاتا ہے ۔ مکمل انسان تو حمام کے اندر ہی ملتا ہے ـ جب کبھی کو نکلے یہ ہیڈ ماسٹر کی بیگم اپنے گالوں اور ہونٹوں کی اڑی ہوئی سرخی درست کر رہی تھی اور ہیڈ ماسٹر اپنے ماتھے کا پسینہ پونچھتا ہوا باہر نکلا تو پیچھے کھڑے طلباء کی آنکھوں میں سرخ ڈورے دکھائی دینے لگے تھے ۔ اصل عریاں کاری تو یہی ہے ، اسی عریاں کاری کو جاننے کے لئے طلباء بے چین ہیں ۔ جغرافیہ والوں اور سائنس والوں نے پوست زمین کی عریاں کاری کے اسباب تو بتا دیئے ہیں مگر کبھی کسی نے اس طرف بھی توجہ دی ہے ؟ کبھی کسی نے اس عریاں کاری کے جراثیم کے لئے بھی کوئی دوا ایجاد کی ہے ؟

کہتے ہیں کہ زندگی ایک عریاں ناچ ہے ۔ ننگا اور مادر زاد ننگا ناچ ـ رات کو بھی ناچ دیکھا تھا واقعی زندگی کی مانند عریاں تھا ـ خیال تھا کہ گویا کرشن نے کوئی کلاسیکل شاہکار پیش کیا ہوگا ـ اپنے اسکول کے ڈرامے سے بھی زیادہ بکواس تھا ـ سخت بور ہوا ـ ابکائی آ گئی ، تف ہے ایسی عریانیت پر ـ ایک صاحب تبصرہ کرنے لگے ـ بھارت نے کیا خوب فلم بنایا ہے ـ پاکستان بھلا کیا فلم بنائے گا ؟ ابھی مجھ جیسے آؤٹ ڈور ہوئے ہیں اس فلم انڈسٹری کو لوٹنے ، ایک اور صاحب کہنے لگے یا پھر بالی وڈ کے فلم دیکھنے کے قابل ہوتے ہیں کیوں نہیں ! زندگی کے نغموں سے ہم آہنگ ، عریانیت کا نمایاں ! ہیڈ ماسٹر کی نظر جو طلباء کے للچائے ہوئے چہروں پہ پڑی تو مسکرا دیئے ـ لاحول ولا قوة ـ یہی تہذیب ہے ؟ کیا اسی کا نام جدید تہذیب ہے ؟ کیا اسی کو تعلیم کہتے ہیں ؟

"مے آئی کم ان ؟" May I come in ?

"یس ! کم ان" Yes come in.

"جناب سرکلر آیا ہے" چپراسی نے (Circular) میز پر رکھتے ہوئے کہا

"اٹھا دو !" دستخط کرنے کے بعد بڑبڑانا شروع کیا

"ناک میں دم کر رکھا ہے ان سرکلروں نے ـ ایک گیا

دوسروں کا مگر اس سے بڑھ کر بھی نصیب نہیں ہوتا۔ حکم پہ حکم چلے آتے ہیں۔ آج یہ کام کیجئے، کل فلاں کام کیجئے۔ چھٹی کے بعد گھر سے بلائے، آج آپ لاسٹ پیریڈ میں میٹرک کلاس لیں گے، کل جو لڑکے گیم پر نہیں آئے ہیں انہیں مناسب سزا دیجئے، کل آپ بغیر اطلاع دیئے لاسٹ پیریڈ میں گھر چلے گئے تھے، کیوں؟ ریزن دیجئے، Weekly Examination میں جغرافیہ کا رزلٹ صرف ۳۰ فیصد رہا، وجہ بیان کیجئے، ورنہ میں کوئی سخت قدم اٹھانے پر مجبور ہو جاؤں گا۔ فلاں روز آئی اے صاحب معائنے تشریف لا رہے ہیں۔ آپ اپنے مضمون کا ایک ایک باب تمام شاگردوں کو اچھی طرح نوک بر زبان کرا دیجئے، مجھے شکایت پہونچی ہے کہ لڑکے آپکی موجودگی میں لڑکیوں کو چھیڑتے اور پریشان کرتے ہیں، آخر کیوں؟ آپ کس درد کی دوا ہے؟

میں خیر کیا کر سکتا ہوں۔ یہ لڑکے تو شیطان سے کم نہیں، پتہ ہی نہیں لگنے دیتے کہ کب کس نے چھیڑا، اب میں کروں بھی تو کیا؟ اب یہ نیا سرکلر آیا ہے کہ اساتذہ کو چاہئیے کہ طلبا پر کڑی نگرانی رکھیں اور وقت کو فضول باتوں میں ضائع نہ کریں۔

او ہو! بیڑا غرق کیا کہیں کا، خود تو سارا وقت سگریٹ پھونکتا رہتا ہے اور ہم پہ دھونس جماتا ہے کہ اگر رزلٹ اچھا نہ نکلا تو اوپر شکایت کر دوں گا۔ مہینے میں چار پیریڈ لے رکھے ہیں وہ بھی صرف میٹرک کلاس کے۔ کئی بار کہا کہ حضور کم از کم دو پیریڈ بڑی میٹرک ہی کے لے لیجئے، لیکن طوطی کی آواز نقار خانہ میں کون سنتا ہے۔ لاکھ کہا لیکن وہی مرغ کی ایک ٹانگ! مجھے کام بہت ہوتا ہے۔ کام! کام! کیا خاک کام ہوتا ہے؟ رسالے اور ناول پڑھنے کے علاوہ

اور کام ہی کیا ہوتا ہے؟ جب دیکھو آفس میں بیٹھے سگریٹ پیئے جا رہے ہوتے ہیں یا کوئی رومانی ناول پڑھا جا رہا ہوتا ہے۔ ناول پڑھتے پڑھتے اکتا گئے تو ریسٹ روم میں جا کر ریڈیو یا شطرنج شروع کر دی۔ کھیلنے کے لئے اور کوئی نہ ملا تو مجھے ہی کلاس سے اٹھا کر لے گئے۔ صاف انکار بھی تو نہیں کر سکتا، حکم حاکم مرگ مفاجات۔ کیا ہیں تنخواہ زیادہ ملتی ہے جو بیل کی طرح پسٹے رہیں! اور اوپر سے یہ دھونس کہ اگر رزلٹ اچھا نہ نکلا تو ترقی بند کر دوں گا، رزلٹ اچھا نکل بھی کیسے سکتا ہے؟ یہاں پڑھاتا ہی کون ہے؟ حاکم صاحب ہیں کہ انہیں اپنے مشاغل سے فرصت ہی نہیں ملتی، لیکن مسٹر اسلم بری طرح اپنے لئے دو سال سے ترقی بند ہے، بیچارہ کلاس میں چھپا ایک لڑکے سے گانا سن رہا تھا، ملک الموت کی طرح وارد ہوئے اور ترقی بند کرا دی، خود تو جیسے کبھی گانا سنتے ہی نہیں، ابھی چند روز ہی ہوئے ہیں، اسی لڑکے سے ریسٹ روم میں گانا سننے جا رہے تھے، مسٹر اسلم کی ترقی بند ہوئی تو کہنے لگا

"لڑکوں سے گانے وغیرہ سننے سے انکے اخلاق کردار پر برا اثر پڑتا ہے اور پھر وہ امتحان خاک دے سکیں گے۔"

جب خود گانے سن رہے تھے تو وہ "بداثر" گدھے کے سر سے سینگ کی طرح کہاں گم ہو گیا؟

مسٹر اسلم کے مجبور کرنے پر کل تمام انکی سفارش کرنے گیا لیکن وہاں تو مجھ سے پہلے ہی ایک میٹرک اسٹوڈنٹ سے رجی ہو رہی تھی۔ یہ اخبار اور ریڈیو والے تو فضول ہی چلاتے رہتے ہیں۔ طلبا قوم کا سرمایہ ہیں۔ گانے سننے جلد

دی کھیلی جاتی ہے۔ قرآن کی آیتیں نہیں گانے ہی سن لیجئے،
کیا فرق پڑ جاتا ہے، ایک روحانی دوسرا لغویکا۔ لیلو بخدا کچھ
نہ کچھ تو کرنا ہی پڑتا ہے۔ مجھے دیکھ کر کہنے لگے، آیئے!
صبحی صاحب وہ دو باقاعدہ ہو جائیں، مجبوراً مجھے بھی کھیلنا پڑا
ہونا پڑا۔ دو یار آل اکا ونشٹ دیئے۔ یہ دیکھ کر میں نے کہا کہ
سیٹھ خدا بخش تو بہت اچھی کھیلتی ہیں۔ کہنے لگے کر رہی تو
واقعی اچھی کھیلتے ہیں لیکن آرٹیفیشل (Artificial) ہیں
لڑکوں کا خانہ خراب کر رہے ہیں۔ یہ بھی کوئی تک ہے کہ مجالی
میں ایکٹینگ کرائی جائے، اس طرح انھیں اداکاری آئیگی اور نہ ہی
ایکٹینگ۔ میں نے کہا، لیکن اسمیں خدا بخش کا بھی کیا قصور
ہے۔ پندرہ سال ہو گئے ہیں انھیں پنجابی میں ایکٹنگ کراتے
اب آخر وقت میں کیا خاک مسلمان ہوں گے۔ خود بھی تو کئی بار
انگریزی بولتے بولتے اردو لفظ استعمال کر جاتے ہیں، میں
نے ایک بار ٹوکا تو فرمایا .... ! سیٹھ خدا بخش کے
ذکر سے ان کا موڈ بگڑ گیا تھا اسلئے میں نے سیٹھ اسلم کا ذکر
کرنا مناسب نہ سمجھا اور راستہ کئے وہاں سے اٹھ کر لاسٹ شو
انڈین پکچر کا دیکھنے چلا گیا
"سر آج پڑھانے کے موڈ میں نہیں ہیں" تھن تھن ہوئی،
"تم نے نئی والی پکچر دیکھا ہے" ایک قدم آگے بڑھا
"یار آج پکچر کی ہتب آف" یاد ستانے لگی
"بکواس ہے"
"ارے کون! بلقیس؟ یور ہے سالی، تم لوگوں نے
سر چڑھا رکھا ہے"
"مجھے تو بہت پسند آئی"
"نیلو کا ڈانس اچھا ہے"
"ایکدم بکواس ہے" ملک کے ایک معمار قوم نے سنجیدگی
سے کلاس میں کمنٹ کیا
"پسند اپنی اپنی خیال اپنا اپنا"
"سر پڑھانے کے موڈ میں نہیں، گانا ہو جائے کیا خیال ہے؟"
"ایں خیال نیک است"
"ویری گڈ"
"ضرور! ضرور" اور تائید میں کلاس گونج اٹھی۔
"سر! یہ ویز سے کہیے گانا سنائے" ایک ہیرو ٹائپ
چلا اٹھا
میرا گھر سے کیا جاتا ہے، جب لڑکے خود ہی پڑھنے سے
کنی کتراتے ہیں، گانا سننا تو محض ایک بہانہ ہے، اصل
مطلب تو یہ ہے کہ پڑھائی نہ ہو کیونکہ اگر پڑھائی شروع ہوگی
تو معلوم ہو جائیگا کہ کون کتنے پانی میں ہے۔ خاک پڑھاؤں
رات کو گھر پر تیار رہا بھی تو نہیں کر سکا۔ لاسٹ شو جو انڈین
پکچر کا دیکھنے چلا گیا تھا، واپسی پر ایک لفظ نہ پڑھا گیا۔ یہ لڑکے
بھی تو بال کی کھال نکالتے ہیں، عجیب عجیب سوال کرتے ہیں
اگر تیار ہو کر نہ آیا جائے تو انہیں ٹالنا مشکل ہو جاتا ہے ویسے
مجھے جغرافیہ پہلے ہی کہاں آتا ہے جو بغیر تیاری کے پڑھا سکوں
خیر! آج گانا ہی ہو جانا چاہیئے۔ یہ ویز اچھا گاتا ہے
"کیا خیال ہے پرویز؟"
"سر! جیسے آپکی مرضی"
"تو پھر ہو جائے وہی ـــ
محبت میں ایسے قدم ڈگمگائے
زمانہ یہ سمجھا کہ ہم پی کے آئے"
"سر! ذرا ایکٹنگ کے ساتھ (with acting)
زندہ دل طلباء نے بنچوں کو طبلہ سمجھ کر بجانا شروع کیا
اور ادھر چپراسی بل لگانے جا رہا تھا (ماخوذ)

تعصب

از جناب تمکین کاظمی صاحب

تعصب کی ہوا ایسی چلی ہے کہ لوگ اپنے فرقے کی حمایت میں برائی کو برائی نہیں سمجھتے اور اپنے ہم قوم کی بری سے بری بات کی نہ صرف اچھی تاویل و توجیہہ کرتے بلکہ اس پر فخر و انبساط کا اظہار بھی کرتے ہیں۔

یہ تعصب و تنگ نظری صرف ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ دنیا جہان میں جاری و ساری ہے اخلاقاً اور انصافاً دونوں طریقوں سے یہ بات نہایت بری ہے کہ برائی کو سراہا جائے اور برائی کرنے والوں کی پشت پناہی کی جائے اور اس کی پیروی اور حمایت کی جائے

اسلام نے خصوصاً اس برائی کو بہت زیادہ محسوس کیا ہے واثلہ بن اسقع سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! جس عصبیت سے آپ منع فرماتے ہیں (وہ) عصبیت ہے کیا چیز؟ تو فرمایا:۔

"تیرا اپنی قوم کی ناحق بات پر مدد کرنا" (ابوداؤد)

جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا:۔

"جو شخص قوم کی (بیجا) حمایت کی طرف لوگوں کو بلائے یا جاہلیت کی عصبیت کی تحریک پیدا کرے کہ لوگ جاہلانہ تعصب برتیں) وہ ہم میں سے نہیں (ابوداؤد)

حضور اکرم سے ایک فلسطینی نے سوال کیا:۔

"اپنی قوم کو دوست رکھنا کیا عصبیت ہے؟"

تو حضور نے فرمایا:۔

"نہیں! مگر آدمی کا اپنی قوم کی ناحق بات پر مدد کرنا عصبیت ہے (ابن ماجہ)

ان صاف اور صریح احادیث کے باوجود افسوس ہے کہ مسلمان عصبیت میں مبتلا ہیں اور تعصب کا نام انہوں نے مسلم پرستی، قوم پرستی اور اتحاد و اتفاق رکھا ہے۔ یہ بلا نہ صرف مسلمانوں ہی پر بلکہ ساری دنیا پر مسلط ہے، ہر قوم دوسری قوم کے مقابلہ میں نہ صرف اپنی قوم کو ترجیح دیتی اور اس کا تفوق جتاتی ہے بلکہ اسکی ہر حماقت کو انگیز کرتی، اسکے ہر ظلم کو انصاف ٹھیراتی اور اسکی ہر بیجا بات اور زیادتی کو اچھی نظر سے دیکھتی ہے اور پھر لطف خاص یہ ہے کہ اسکی پیروی بھی کرتی ہے

اس عصبیت نے دنیا میں نفرت اور حقارت کے جذبات ایک دوسرے کے خلاف پیدا کئے اور وہ بڑھتے بڑھتے اتنے بڑھ گئے کہ تعصب گویا ان کی فطرت ثانیہ بن گیا ہے۔ ان متعصبین میں کوئی وسیع القلب اور وسیع المشرب پیدا ہو جائے تو اسے برداشت نہیں کر سکتے چنانچہ اس کی مثال مہاتما گاندھی تھے جو تعصب سے سخت متنفر اور قومی تفوق و برتری کے بے انتہا خلاف تھے

ابتداً انہوں نے گوری چمڑی والوں کے تعصب کو دیکھ کر ان کے خلاف جہاد شروع کیا اور پھر انکو راہ راست پر لانے کی کوشش کر کے تھکنے کے بعد انکے خلاف ایک محاذ بنایا

اور بیا پیران کی نہ صرف کی فکر کرتے رہے مگر اس میں بھی انسانیت اور نیک کرداری کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا اور عدم تشدد کی حمایت کرتے رہے۔ ان ہی کی رواداری اور جہد عظیم نے ہندوستان کو آزادی دلائی مگر خدا بھلا کرے تعصب و تنگ نظری کا کہ ان کی رواداری حامیان تشدد کو ایک آنکھ نہیں بھائی اور اس مجسمہ رواداری کا آخر خون بہا کر دم لیا

آج ساری دنیا تعصب و تنگ نظری میں مبتلا ہے انگریز روسیوں پہ ظلم کرتے ہیں تو ساری قوم خوش، روسی جرمنوں پہ ستم توڑتے ہیں تو ساری قوم فخر کرتی ہے۔ امریکن کوریا والوں پہ آفت ڈھاتے ہیں تو اتحادی خوشی مناتے ہیں

جاپان پہ جو ظلم ڈھائے گئے، کوریا میں جو انسانیت سوز حرکات کی گئیں وہ ان حامیان حریت کے لئے عزت اور خوشی کا سبب بن گئیں اور ان ظالموں کو دنیا نے نہ صرف سراہا بلکہ ان کے نت نئے مظالم کی بھی داد دی۔

ہندوستان ایک ملک تھا اور ہندوستانی ایک قوم، مگر خدا بھلا کرے لڑانے والوں کا کہ انہوں نے اس قوم کو ہندو مسلمان بنا کر دو قومیں قرار دیں اور دونوں کو اس مزے سے لڑا دیا کہ برابر لڑے جا رہے ہیں۔ ہندوستانی قوم کی یہ خصوصیت بھی دنیا سے نرالی ہے کہ یہاں برہمن غیر برہمن جھگڑتے ہیں تو شیعہ اور سنی ایکدوسرے کا خون بہاتے ہیں

ایس میکنزی نے مینول آف اتھکس میں سیرت کا بیان کرتے ہوئے متعصب کی تعریف کی ہے۔

"متعصب آدمی وہ کہلاتا ہے جس پہ کوئی ایک خاص عالم اس طرح حاوی ہو جاتا ہے کہ وہ دوسرے نقطہ ہائے نظر سے بالکل اندھا ہو جاتا ہے"

ایسے تعصب کے اندھے یوں تو ساری دنیا میں ملیں گے مگر ہندوستان اور پاکستان ان سے بھرے پڑے ہیں۔ تعصب کی یہ وبا دکن میں متعلق نہ تھی۔ یہاں ہندو مسلم شیر و شکر تھے۔ ایک زمانہ میں وہابی، مہدوی اور شیعہ سنی اختلافات بھی دونوں تک رہے مگر بعد میں بالکل بھلا دیئے گئے تھے۔ مسلمان اپنے فرقہ واری اختلافات کو مٹا چکے تھے اور ہندو مسلم اتحاد عدیم النظیر تھا۔ ریاست کی پیشکاری کا عہدہ ہندو خاندان کے لئے مخصوص تھا۔ خزانہ اور حساب بھی ہندوؤں ہی کے تفویض تھا

مدار المہام مدت تک ہندو ہی رہے۔ کوتوال بلدہ جیسے اہم عہدہ پہ ہندو عہدہ دار مقرر تھے۔ صدارت عظمیٰ کے عہدہ پہ مدتوں مہاراجہ سرکشن پرشاد فائز رہے، مرکزی دفتر کے آدھے سے زیادہ ملازمین ہندو تھے، فوج کی سررشتہ داریاں اور ہر منصب کے پورے سررشتے ہندوؤں ہی کے ہاتھوں میں تھے۔ یہاں تک کہ رئیس دکن کا مطبخ (باورچی خانہ) تک ہندوؤں ہی کی نگرانی میں تھا۔ اس طرح شاہان آصفیہ نے اپنی جان و مال ہندوؤں کو سونپ دی تھی۔ اور یہ ہندو بھی بکمال فدویت و جاں نثاری نمک خواری کا حق ادا کر رہے تھے ۔

جو چلی شمال سے اک ہوا، چمن اتفاق کا جل گیا

فقط ایک شاخ نفاق تھی، جو ہری رہی سو ہری رہا

پھر نفاق کی ہوا نہایت تیزی اور شدت سے آندھی بن گئی اور طوفان کی طرح چھا گئی۔ چار مینار سے اس فطرت نے خیر اگر جو جھوٹے کی صورت اختیار کی تو نفاق تنکے کی طرح اُڑ گیا۔ شطرنج نفاق جو پہلے مردہ پڑی تھی وہ تر و تازہ ہو گئی اور سارا یا دین بر جمع نفت و فتن بن گیا کیا گیا ہوا یہ سب جانتے ہیں اور کیا ہو رہا ہے یہ بھی سبھوں کو معلوم ہے مگر جو کچھ ہو رہا ہے، کچھ اچھا ہو رہا ہے۔ خداوند عالم فضا کو پاک کرے اور پھر وہی اتحاد و اتفاق پیدا ہو جائے جو پہلے تھا۔

جناب امیر علیہ السلام کی ولادت باسعادت کی مناسبت سے

ادارہ شیراز ایک خصوصی اشاعت

امیرؑ نمبر

کے نام سے پیش کر رہا ہے۔ اس نمبر کے سرورق پر سرکار حق آگاہ کی بالکل نئی تصویر ہوگی اور یہ نمبر سرکار حق آگاہ کے نام نامی سے معنون ہوگا۔ اس نمبر میں سرکار حق آگاہ کا کلام بلاغت نظام، ملک کے نامور ادبا و شعرا کے بلند پایہ مضامین نظم و نثر اور مجاہدانِ آل اطہار اور عاشقانِ حیدر کرار کے یادگار تصاویر درج رہیں گے

تفصیلات کیلئے مخاطب فرمایئے

ادارہ شیراز اردو ہفتہ وار

چادر گھاٹ گیٹ حیدرآباد ۲

آندھرا پردیش (انڈیا)

کل من علیہا فان

مجلس فاتحہ چہلم

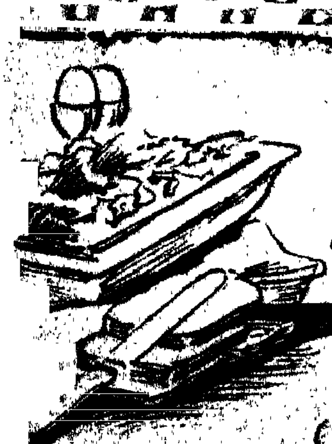
۲۴ رجب المرجب ۱۳۸۰ھ م ۱۲ جنوری ۱۹۶۱ء روز چہارشنبہ شام کے ۶½ بجے بمقام "خضرا" چام باغ دارالشفاء بہ برو الد حضرت میرزا جعفر علی اعلی اللہ مقامہ کی مجلس فاتحہ چہلم مقرر ہے

امید کہ

آپ شرکت مجلس سے مرحوم کی روح کو شاد اور احقر کو ممنون فرمائیں گے

خاکسار

سید محمد مہدی



اگر خواہی غذا ہائی مرغن یا بیا درمنٹ کیجئے بہر خورد و نوش

خوش ذائقہ کی ہو بہترین اعلیٰ ایرانی زعفران کی بریانی کے لئے تشریف لایئے

روبرو ٹنک بنڈ پولیس سیف آباد حیدرآباد فون نمبر (۳۱۵۷)



کہ ملازمین جنگلات ظہیر آباد کی تنخواہیں بروقت
تقسیم نہیں ہوتیں
لیکن بر وقت تنخواہ نہ ملنے سے ملازمین
جنگلات پر کیا اثر پڑ سکتا ہے ؟
ایں ہا ہمہ رازاست کہ معلوم عوام است

کہ یونانی دواخانوں میں آج کل ادویات کا کال ہے
قحط حکما تو تھا ہی۔ اب "قحط الادویہ"
بھی پیدا ہوگیا ہے

کہ ایک امتحان میں امیدواروں نے سوالات کے
جواب دیتے ہوئے بتایا ہے کہ آچاریہ
دینوبا بھاوے بلند نظریات رکھنے والی
ایک عورت ہے اور ہیر اللہ میکلن، ہندوستان اور چین
کے درمیان سرحدی لائن کا نام ہے
کون کہتا ہے کہ ہمارا تعلیمی معیار نہیں
بڑھ رہا ہے

کہ ڈیرہ ڈون کے کنواروں نے حکومت سے مطالبہ
کیا ہے کہ وہ انکم ٹیکس وغیرہ کے سلسلہ
میں کنواروں سے جو امتیازی سلوک کرتی ہے
اسکو ختم کر دیا جائے ورنہ وہ شادی کر کے اضافۂ آبادی
کے مسئلہ کو اور پیچیدہ بنا دیں گے !

کہ سیلون کی خاتون وزیر اعظم مسز بندرانائکے نے
کہا کہ انھیں توقع ہے کہ سیلون کی طرح ہندوستان
میں بھی مسٹر نہرو کے بعد کسی خاتون کو وزیر اعظم
مقرر کیا جائے گا۔
اگر عورت ہی کا وزیر اعظم ہونا ٹھہرا تو بس
سمجھ لیجئے کہ جو آہر کی جانشین اندرا ہونگیں۔

کہ امریکہ میں کرسمس کے (۳) دن (۳) گھنٹوں میں
(۵۳۲) افراد ہلاک ہوئے
بڑے دن کی موت بھی بڑے مرتبہ کا باعث۔

کہ صنعتی نمائش میں جاگیردار بھی اپنا ایک اسٹال
قائم کر رہے ہیں
ہم سمجھتے ہیں کہ اس اسٹال میں جاگیرات
کے وثائق اور جاگیرداروں کی تاریخ کے نقشے رکھے جائیں گے

کہ پنڈت نہرو نے فرمایا کہ سارا ملک میرا حلقہ
انتخاب ہے
نہیں! نہیں!! سارا عالم آپ کا حلقہ
انتخاب ہے

کہ بھوپال میں ایک بدنام ڈاکو کے پوتے کو ایک
ذمہ دارانہ عہدہ دیا گیا ہے
المنۃ للّٰہ کہ نیازم بہ نسب نیست

کہ وزیر زراعت نے فرمایا کہ چھوت چھات کے خاتمہ
کیلئے عورتیں بہت کچھ خدمات انجام دیسکتی ہیں،
لیکن واقعہ یہ ہے کہ چھوت چھات کی عورتیں ہی زیادہ قائل ہیں

کہ ناگا دہشت پسندوں نے ایک عورت کو ہلاک کر دیا ہے
این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

قطعہ

بگفت کیسہ کہ بذل و نوال ما معلوم || چمن بگفت کہ بادِ شمال ما معلوم
بگفت سعدیٔ ما این چہ نکتہ بشنو ما || اگر خجستہ نفس نخواہد بہ سال ما معلوم

(آمدہ از نذری باغ)

عقل کی معنوی پہیلی کو سمجھا نہیں سمجھا — دورِ عشق کی وارفتگی سمجھا تو نہیں سمجھا

سنا کہ آپ کو قرآن ہی کہتا ہے مبارک — کوئی بابِ نجف کی بندگی سمجھا تو نہیں سمجھا

شیراز

سید صمصام شیرازی ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر — مقام اشاعت:۔ چادر گھاٹ کیٹ حیدرآباد (۲) انڈیا

جلد ۱۵
روز جمعہ
۱۳ جنوری ۱۹۶۱ء
۲
۲۵ رجب المرجب ۱۳۸۰ھ
شمارہ (۱۱)

غزل

(مطلع)

دل میں آ عدا آئے دلی کے یہ عداوت کیا تھی
دلِ احباب میں دیکھو یہ محبت کیا تھی

جب خدا ایک کا تھا واحد تو نتیجہ ظاہر
دیر و کعبہ و کلیسا کی ضرورت کیا تھی

رُوزہ جاتا رہا کہتا ہے وضو کا پانی
مے کے پینے کے سبب سے یہ طہارت کیا تھی

ہر کوئی حق کہہ جتا تا تھا بڑی شدت سے
ایک ہنگامہ تھا برپا یہ خلافت کیا تھی

پوچھ لے آج قلم سے کہ لکھا تھا کس نے
چار جملوں سے بنی تھی یہ کتابت کیا تھی

مٹ گئے ہیر و جہاں سے بھی محبت کے سبب
لیلیٰ مجنوں کی بھی دیکھو تو حکایت کیا تھی

بے محل تھی یہ کوئی منہ سے نکالے کیونکر
آکے جو رک گئی لب پہ یہ شکایت کیا تھی

پائیداری تھی فنا جب ہی تو نقشہ بدلا
بنکے بگڑی تھی جو دیکھو وہ شرافت کیا تھی

کون پوچھے گا اسے دیکھ لے ہمت کرکے
اپنے اغراض کی دیکھو یہ قرابت کیا تھی

آتے ہی فصلِ بہاری کے چمن تھا شاداب
آج پھولوں کی ذرا دیکھ نزاکت کیا تھی

کس سے پوچھوں میں سبب اس کا بتادے کوئی
نہیں معلوم کہ دراصل قیامت کیا تھی

غور سے دیکھ لیا ذرہ کو کل کی صورت
چشمِ بینا میں ذرا دیکھ بصارت کیا تھی

جنگ ہوتی ہی رہی روپ بدلتا ہی رہا
اپنے مذہب سے بھی دیکھو یہ بغاوت کیا تھی

مرتے دم تک نہیں چھوٹی ہے ذلول سے ہرگز
آخری وقت بھی دیکھو یہ صداقت کیا تھی

کہتے جاتے ہیں یہ بیمار بھی اچھے ہو کر
دیکھ لے بو علی سینا کی حذاقت کیا تھی

دھوم ہے چار طرف دیکھ کے اس کا جلوہ
کام کر کے بھی رہی ہے یہ مروت کیا تھی

(مقطع)

بے وقوفی کی یہ تشخیص مرض تھی غنال
حیدہ دانستہ جو آئی ہے ہلاکت کیا تھی

مستعلق

خوبی علاج یونانی جو مفید ہے اور خطرات سے خالی ہے

فرمایا سب سے اول ضروری تشخیص مرض ہے حکماء کے ہاں یہ معلوم کرنے کیلئے کہ مرض حار ہے یا بارد اپنی نوعیت میں۔ اس کے بعد طریق علاج ان کے ہاں جو ہے وہ علاج بالضد ہے جس کو عقل سلیم تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتی اور ساتھ ہی یہ زرین اصول الساہے جسکو اطباء اپنے ہاتھ سے نہیں دیسکتے۔ اسکے علاوہ وہ افراد جنکی پرورش درست طریقہ پر ہوئی ہے پاک صاف غذا سے یا موزوں آب وہوا میں رہتے ہے اور جنکا خون دوسرے بد امراض یا کسی اور وجوہ سے پاک صاف ہو۔ ان کو یونانی علاج زیادہ مفید ہوگا بہ نسبت کسی اور علاج کے بشرطیکہ معالج قابل وتجربہ کار اطباء ہوں (بہ حیثیت کمیٹی کام کریں اپنی متفقہ رائے سے) اور ادویہ قیمتی اجزاء سے تیار کئے گئے ہوں مثلاً جواہر وغیرہ یا مروارید یا مشک و عنبر و ورق طلاء جنکو مجربات کہا جاتا ہے تو پھر یہ مریض کے طبیعت کے موافق آنا یا اس سے شفا ہونا (احکام قضا و قدر کو مانتے ہوئے) کوئی بڑی بات نہیں ہے بلکہ یہ مفید نتیجہ نکلکر ظاہر ہونا ضروری ہے۔

الحاصل جن افراد کو اس علاج سے فائدہ ہوا ہو یا ان ادویہ کے دلدادہ ہوں۔ وہی اس کی خوبی کو سمجھ سکتے ہیں نہ کہ کوئی دوسرا۔ خلاصہ یہ کہ کم و بیش نصف صدی سے اس کا مجھے تجربہ ہے اور یہ ادویہ یونانی نہ صرف میری طبیعت کے موافق آتے ہیں بلکہ میری اولاد کے بھی۔ بایں وجہ کہ وہ میرے خون پانی سے ہیں۔

آخر میں یہ کہدینا بھی ضروری ہے کہ مرحوم سرکار بھی اسی علاج کے دلدادہ تھے۔ اور ان کو بھی ایسی ادویہ سے فائدہ پہنچا تھا۔ اور اکثر اس کی خوبی کو بیان فرماتے تھے۔

آخر میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اس فن کی قدر دانی نہ ہونے سے یہ ازمنہ گزشتہ میں نہیں چمکا۔ بلکہ اپنی جگہ باقی رہا۔ ورنہ اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ آج آسمان طب پر اپنا جلوہ بتاتا اور اس وجہ سے لوگ اس کے گرویدہ ہوتے۔ مگر افسوس اس کا! اس کو موقع نہیں ملا۔

نوٹ۔ فرمایا پیٹنٹ (Patent) ادویہ کی خوبی نذری باغ میں ظاہر نہیں ہے۔ اور نہ یہ میری نظر میں کوئی وقعت رکھتی ہے۔ بایں وجہ کہ یہ میری آزمودہ ادویہ نہیں ہیں۔ اور نہ استعمال میں آئی ہیں تو پھر ظاہر ہے کہ اس کا حسن و قبح کیا معلوم ہوگا یہ ناممکن ہے۔

مرقوم ۱۱/ جنوری ۱۹۶۱ء

(آمدہ از نذری باغ)

تصویر کشی معصوم میر نواسہ ممتاز علیخاں (جاہ) لطفی مشہدی بیگم دختر لیلےٰ بیگم

(در آغوش مولوی علی نقی صاحب مجتہد در عدن باغ)

تاریخ ۱۶ رجب المرجب ۱۳۸۰ھ ہجری

(م ۴ جنوری ۱۹۶۱ء)

فرمایا میں نے مناسب خیال کیا بطور شگون نیک کہ مولوی صاحب کی گود میں پہلے دفعہ معصوم کو دیکر تصویر اُتاری جائے۔ اور ایسا ہی ہوا کہ گوہ موگا سے پھول آگئے تھے اسلئے معصوم کو مولوی صاحب نے اپنے ہاتھ سے پہنا دیا۔ بعدہٗ معصوم نے نذر بھی یکصد دیدی۔ اور مولوی صاحب نے بچہ کے پُشت پر ہاتھ رکھکر دعا پڑھی برائے ازدیاد عمر و خوشحالی در زمانۂ آیندہ۔ اس کے بعد مختصر سی مجلس نیاز خانہ مسجد جودی میں ہوئی تبرکاً و تیمناً۔ بعدہٗ مولوی صاحب اسی دن شب کی گاڑی سے راہی علیگڈھ یونیورسٹی ہوئے اور مجھ سے کہتے ہوئے گئے کہ آیندہ رمضان میں مجلس پڑھنے کے خیال سے ان کا آنا یقین نہیں ہے کہ رخصت ملے گی یا نہیں۔ مگر آیندہ ذیحجہ میں عید غدیر کے موقع پر ضرور آئیں گے۔ یہہ سنکر میں نے کہا مناسب ہے۔ زیادہ تمت بالخیر۔

مرقوم ۱۱ر جنوری ۱۹۶۱ء

(آمدہ از عدن باغ)

خوبیٔ دماغ کاظم جنگ پسر کلاں شوکت جنگ مرحوم

فرمایا چند سال قبل منصب راج پرمکھی کے زمانہ میں گورنمنٹ نے انکو اپنے طرف سے بہ حیثیت معتمد نذری باغ میں مقرر کیا تھا جس کو انہوں نے اپنی حد تک بخوبی انجام دیا۔ مگر جب یہ منصب برخاست ہوکر تقرر گورنری معرض وجود میں آیا تو جناب معتمد صاحب کا خیال تھا کہ میں بھی مثل چند رؤساء بہ شیکل تنزل پوزیشن (بالمقابل راج پرمکھی) اس کو قبول کرلوں مگر میں نے ان سے کہدیا کہ میری حد تک گورنر کی خدمت قبول کرنا ناممکن تھا اسلئے قبول نہیں کرسکتا بلکہ اس جھگڑے سے خود کو نجات دلایا یعنے بہ ہمہ وجوہ مناسب یہی سمجھا اور ایسا ہی ہوا۔ مگر جناب کی خواہش مذکورہ کے تحت کیا چیز پوشیدہ تھی وہ آخر کار ظاہر ہوکر رہی یعنے اس کے بعد ہی گورنمنٹ نے جناب کو جس جگہ سے آئے تھے اوسی میں عود کرایا اور یہ دراصل ان کو منظور نہ تھا اسلئے میری گورنری کی خدمت کے تحت اپنا کام نکالنا چاہا تھا۔

خیر یہ معاملہ تو رفت وگزشت تھا اسلئے اس کو تازہ کرنے کی یہاں ضرورت نہ تھی۔ مگر مجھے حیرت اسکی تھی کہ یہ ذی وجاہت خاندان سے تعلق رکھتے ہوئے (یعنے نامیوا سینیر امراء سے ہونے کے باوجود) ایسا خیال انکے دل میں کیسا گزرا؟ حالانکہ اس کی اُمید نہ تھی۔ مگر غالباً اس کا خیال ان کو نہیں رہا۔ اور رہا تو صرف اپنی ذاتی غرض کی تکمیل تک تھا نہ کہ اس کے آگے۔

خیر یہ ضرور کہو نگا کہ یہ زمرۂ وفاداروں میں تھے جیسا کہ ان کے بڑے زمانۂ گزشتہ میں تھے جو کہ علٰحدہ چیز تھی جسکو معاملۂ زیر بحث سے تعلق نہ تھا۔

الحاصل مناسب سمجھا کہ چند سطور اس مسئلہ سے متعلق لکھکر شیراز میں ریکارڈ کرادوں تاکہ بقول۔ نوشتہ بماند سیاہ بر سفید۔ رہے۔

سُنا ہے کہ وہ خدمت سے سبکدوش ہوکر پونہ میں مُقیم ہیں۔ معلوم نہیں کس وجہ سے قیام وطن حیدرآباد کو ترک کیا۔

مرقوم ۱۱رجنوری ۱۹۶۱ء

(آمدہ از نذری باغ)

اِدّعا حاضر و غائب سرکار کا بھی خواہ بننے کا ثبوت مگر نفی میں خود اپنے قلم سے دیا۔

فرمایا جناب تراب علی صاحب دام لطفہٗ بیر وقت اپنے عنایت نامہ میں یہ جملے مذکور تحریر فرماتے تھے۔ دوسری طرف جناب کا خیال تھا کہ خاص مواقع پر مثلاً میری سالگرہ ہو یا عیدین وغیرہ بقول قدیم زمانہ سے جو دستور یا قاعدہ عہدہ داروں کے نذور پیش کرنے کا تھا آپ کے ذہن مبارک میں اچھا نہیں بلکہ غیر ضروری تھا اس لئے خیال مبارک تھا کہ یہ آئندہ کے لئے مسدود ہونا چاہیئے یا بہ حالت مجبوری اس کو برقرار رکھنا ہے تو اس کے عوض عہدہ داروں کے نذور خزانۂ متعلقہ میں جمع کرا دیئے جائیں بعوض پیش کرنے کے سبحان اللہ۔ اس کا کیا کہنا۔ بقول۔ ایجاد بندہ اگرچہ گندہ۔

دوسری طرف اس کے برعکس خیر سگالی کا دعویٰ تھا جس کی داد عقلاء نہیں بلکہ [illegible] دے سکتے ہیں۔ چنانچہ اسد اللہ مہتمم صیغۂ امور مذہبی پرائیویٹ اسٹیٹ نظام نے۔ حالیہ واقعہ کے سلسلے میں جناب کی تحریر کا جو جواب دیا تھا وہ ترکی بہ ترکی تھا جس سے انکار ناممکن تھا کہ یہ حقائق تھے۔ کہ منجملہ اور امور کے جو آپ کے کردار سے متعلق تھے اس واقعہ پر بھی اُنہوں نے روشنی ڈالی تھی۔ خلاصہ یہ کہ یہ سب پیرانہ سالی کے کرشمے تھے جو مختلف رنگ یا لباس میں ظاہر ہو رہے تھے۔ اس پر مزید برآں جناب کی طرز زندگی یا مزاج کی برہمی۔ یا طبیعت کی ہٹ دھرمی یا بُرا برتاؤ ماتحتین کے ساتھ سونے پر سہاگا کا کام کر رہا تھا اور چو طرف ان امور کی دھوم تھی۔ الحاصل اگرچہ یہ واقعہ رفت و گذشت تھا۔ تاہم چند سطور لکھکر شیرازہ میں اس کو محفوظ کرا دینا ضروری خیال کیا تاکہ آپ کی یاد زمانہ آئندہ میں باقی رہے اور مرور زمانہ سے محو نہ ہو۔ سچ ہے۔ شیخ سعدیؒ نے جو کچھ کہا تھا انسان کے کردار سے متعلق وہ مقولہ زبان زد خاص و عام ہے اور جو معنےً و مفہوم میں ہر طرح درست ہے۔ یعنے

نیش عقرب نہ از پئے کین است ؎ مقتضائے طبیعتش این است۔

آخر میں یہ کہدینا بھی ضروری خیال کرتا ہوں کہ انسان رطب و یابس صفات سے مرکب ہے۔ مگر معاملہ زیر بحث میں اگر جناب کے بعض خصائل اچھے بھی تھے تو چند نقائص اس میں شریک ہوکر اچھیوں پر بھی پانی پھیر دیا تھا۔ بقول

مصرعہ: چہ در کان نمک رفت۔ نمک شد

زیادہ آپ کی عمر دراز ہو تاکہ بد نصیب آپ کے ان عنایتِ بے پایاں سے مستفیض ہوتے رہیں اور آپ کا نام گرامی بر صفحۂ روزگار چمکتا رہے جیسا کہ شب دیجور میں بدر کامل درخشاں رہتا ہے۔

مرقوم ۱۱ جنوری ۱۹۶۱ء

(آمنہ انڈوری باغ)

سعید علیؑ پسر لائق علیؑ و پوتہ سعید الدولہ صوبہ مرحوم

فرمایا یہ لونڈا جسکی عمر ۲۰ یا ۲۱ سال ہے آوارہ طبیعت کا ہونے سے (یعنے بُرے کاموں کا عادی ہونے یعنے شراب اور آوارہ عورتوں کا) اسکی ماں کی درخواست پر کہ شاید نذری باغ کی سرپرستی میں آنے سے اسکے اعمال سُدھر جائیں گے میں نے اس کو نذری باغ میں لیا۔ مگر چندہی روز نہ گذرے تھے کہ یہ اپنے سابقہ حرکات شروع کیا جسکی بناء پر اسکی خاطر خواہ سرزنش ہوئی تا کہ یہ اسکو یاد رہے۔ اور پھر ایسے حرکات نہ کرے۔ دوسرے طرف جو اسکی نگرانی پر محمد ابراہیم مقرر تھا وہ اس کے حرکات کی روک تھام کرتا یا پیشی میں عرض کرتا وہ بھی اسکے ساتھ ملگیا تھا۔ اور رپورٹ نہیں دیتا تھا بلکہ اس نے خواہشات بد کی تکمیل میں شریک تھا۔ لہذا یا داشتاً اس کو خدمت سے برطرف کر دیا گیا جس کا نام خواجہ معین الدین تھا وظیفہ یاب سابقہ فوج یا پولیس کا۔ مگر افسوس اس کا ہے کہ کم و بیش (۵۰) سال کی عمر میں اس سے ایسی خطا ہوئی جو کبھی قابل معافی نہیں سمجھی جا سکتی۔ پس اس واقعہ سے مماثل حیثیت کے لڑکوں میں بیداری پیدا ہو گئی ہے (گو ابھی تک وہ کسی قسم کے خالی نہیں ہیں)۔ بقول اگلا گرا تو پچھلا ہوشیار۔

آخر میں فرمایا کہ اس لونڈے کے بڑے شروع سے اسکو درست تعلیم و تربیت کرتے تو آج یہ واقعہ پیدا ہو کر خاندان کے نام پر دھبہ نہ آتا۔ مگر شدنی امور کو کون روک سکتا کہ یہ وقوع میں آ کر رہتے ہیں۔

بہرحال امید ہے کہ اس کا کردار آئندہ سُدھر یگا۔ ورنہ اسکو نذری باغ سے خارج کر کے اس کے والدین کے گھر بھجوا دیا جائیگا۔ یہ سمجھا کہ یہ نذری باغ میں رہنے کے قابل نہیں ہے۔ اور اسکو رکھنا دوسرے لڑکوں کو بگاڑنا ہے۔

مگر برادر اس کی تین کمسن بہنیں زیر پرورش نذری باغ ہیں اور نیک کردار لڑکیاں ہیں۔ جس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ مگر پدر بزرگوار لائق علیؑ کے اعمال بھی سُننے کے قابل ہیں۔ اس کو دو زوجہ ہیں مع اولاد۔ اس لئے ایک مکان میں قیام کر کے گھر کی دیکھ ریکھ نہیں کر سکتا کہ یہ بھی اوباش طبیعت کا ہے کہ ہمیشہ ادھر سے اودھر مثل چکر گھومتا رہتا ہے۔ اور سعید علیؑ کی ماں قمرو بیگم کے گھر جو آتا ہے گاہ گاہ تو محض بچہ کشی کے خیال سے کہ اپنا کام نکالکر بے شرم چلا جاتا ہے۔ اس کے بعد اس کی اپنی اولاد یا زوجہ کا اس کو خیال نہیں یعنے اگر اس کی لڑکیاں نذری باغ میں نہ ہوتیں تو خدا کو معلوم ہے کہ گھر کا کیا حشر ہوتا۔ اور یہ گردیدہ ہے تو دوسری لونڈوری زوجہ کا ہے جو کہ زوجہ قمرو بیگم سے مماثل کوئی حیثیت نہیں رکھتی ہے کہ یہ ایک معمولی پٹھان کی بیٹی ہے۔

خلاصہ یہ کہ اگر لائق علیؑ کو عقل و سمجھ ہوتی تو یہ نازیبا حرکات کا مرتکب ہو کر بدنام نہ ہوتا۔ خیر جو کچھ ہونا تھا وہ ہو چکا۔ اس لئے اب دست تاسف ملنے سے کوئی فائدہ نہیں کہ خاندان صوبہ سعید الدولہ کی عزت پر آج دھبہ آ گیا ہے جو ... تک تر سے بھی نہ مٹ نہیں سکتا۔ !

مرقوم ۱۱ / جنوری ۱۹۶۱ء

(آمدہ از نذری باغ)

آیندہ سے جدید ڈاکٹروں کو نذری باغ نہیں طلب کیا جائیگا

بجز وہ جو کہ برسوں سے خدمت کر رہے ہیں آزمودہ کار اصحاب جن پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے

فرمایا یہ اس وجہ سے کہ جدید لوگ یہاں کے حالات سے واقف نہیں ہیں اور نہ میری اولاد کے امزجہ کیسے ہیں اس سے باخبر ہیں۔ کیونکہ ان کو سابق میں علاج معالجہ کا موقع نہیں ملا تھا اور نہ ان کے علاج معالجہ پر میں بھروسہ کر سکتا تا آنکہ اس کا امتحان ہو جائے گو وہ اپنے فن میں اگر اچھے ہیں تو اس سے مجھ کو تعلق نہیں بجز اپنے معاملات کے۔ لہذا مناسب سمجھا کہ چند سطور لکھ کر اس معاملہ کی وضاحت کر دوں تاکہ آیندہ کسی قسم کی غلط فہمی باقی نہ رہے۔

دیگر جدید ڈاکٹروں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ سب مقامات یکساں نہیں ہیں۔ اور نہ مریض مساوی حیثیت کے سمجھے جا سکتے کیونکہ نذری باغ کا معاملہ نہایت اہم ہے ہر پہلو سے لہذا یہاں جو کچھ ہوگا وہ ذمہ داری کے تحت ہوگا کہ یہ قیمتی جانیں ہیں نہ کہ ادھر ادھر کے جنکی نہ گنتی ہے نہ شمار کہ دوا دارو سے فائدہ ہو یا نقصان کوئی پوچھنے والا نہیں دیکھتا کہ کیا ہوا۔ برخلاف اس کے جس مقام کی اہمیت بڑی ہوگی اسیقدر کام کرنے والوں کی ذمہ داری بھی بڑی ہوگی۔ بہرحال آیندہ کیلئے جو انتظام کیا ہے اعلیٰ سانحہ معصوم نیروز علی خاں میرا دوسرا نواسہ بطن مشہدی بیگم دختر لیلیٰ بیگم ہے وہ اپنی جگہ بے نظیر ہے کہ ایک قیمتی جان جا کر دوسری قیمتی جانوں کی حفاظت کر گئی۔ اور بیداری ہر طرف ایسی پیدا ہوئی جو پائدار ہے۔ دوسری طرف سب امکانی خطرات کا سدباب کیا گیا تاکہ پھر کوئی سانحہ نہ پیدا ہو۔ بقول۔

علاج واقعہ پیش از وقوع باید کرد

زیادہ۔ خدا ان معصوموں کی جان کی حفاظت کرے اور شدائی امور سے ان کو محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین۔

مرقوم ۱۱ جنوری ۱۹۶۱ء (آمدہ از نذری باغ)

رائے حکیم مقصود جنگ در زمانہ گذشتہ متعلق بیر دلدادہ ہونے ادویہ یونانی کے۔

فرمایا زمانہ گذشتہ میں محکمۂ طبابت حیدرآباد گورنمنٹ میں مشہور اور قابل حکمائے یونانی میں ان کا شمار تھا۔ اور ایک زمانہ تک یہ میر معالج رہے اور اسٹاف میں بھی شریک تھے ان کا کہنا تھا کہ گدھے برابر وزن کے کتب طب پڑھ لینا ایک چیز ہے اور علاج معالجہ کا ذاتی تجربہ حاصل کرنا۔ یا نازک حالت بیماری میں دماغ کی نزاکت سے اُلٹ پلٹ کرنا نسخہ میں یہ خداداد چیز ہے جو ہر ایک کو حاصل نہیں ہو سکتی تا آنکہ اس کی قسمت میں یہ ہو۔ اس کے بعد کہا کہ مریض کو علاج پر یا ادویہ پر جو کہ دیتے جا رہے ہیں کامل بھروسہ رکھنا کہ اس سے خدا چاہا تو اس کو شفا ہوگی چاہے زود یا بدیر۔ اس کی بھی سخت ضرورت ہے کہ ایسا بھروسہ یا یقین رفتار علاج میں بڑی مدد دیتا ہے۔ آخر میں کہا کہ سرکار کو ادویہ یونانی پر جو بھروسہ ہے (کیونکہ یہ سب سرکار کے آزمودہ ہیں) جس سے سرکار کو فائدہ ہوا ہے۔ خصوصاً مرکبات سے نہ کہ مفردات سے۔ اور اس کا مشاہدہ برسوں ہو کر سرکار کا تیقن طب یونانی پر جو ہو گیا ہے اصل سبب اس کا دراصل یہی چیز ہے۔

آخر میں کہا کہ طب یونانی کے نکات کو ہر کس و ناکس نہیں سمجھ سکتا **الا ما شاء اللہ**۔ بلکہ اس معاملہ میں سرکار کا جو شغف ہے وہ بالکل غیر معمولی ہے۔

یہ سُن کر میں نے اُن سے کہا (جبکہ دوسرے اراکین اسٹاف روزانہ صبح نذری باغ میں جبکہ میری صحبت میں رہتے تھے اُن کے سامنے) مقصود جنگ کو مخاطب کر کے کہ اُنہوں نے جو کچھ کہا تھا (گو یہ میری مدح خوانی میں تھا) تاہم میں سمجھتا ہوں کہ خاص اس فن میں جو چیزیں مجھ میں موجود تھیں اس کو بیان کر کے انہوں نے اس کی مجھ کو داد دی تھی جس کو قدر کی نظر سے دیکھتا ہوں۔

الحاصل چونکہ آجکل یہی مسئلہ معرض بحث میں ہے (بوجہ سانحہ معصوم یعنے میرا دوسرا نواسہ فیروز علیخان) اور اسی معاملہ کی وضاحت میں نے اپنے کئی مضامین میں کی ہے جو کہ نظام گزٹ ہو یا شیراز میں طبع ہو کر منظر عام پر آگئے ہیں۔ اس لئے مناسب سمجھا کہ چند سطور لکھکر حکیم مقصود جنگ کی رائے ہو یا خیال کو بھی ریکارڈ کرا دوں تاکہ ممکن ہے کہ زمانۂ آئندہ میں شائقین یا قدردان طب کو اس سے فائدہ پہنچے۔ بقول۔ نوشتہ بماند سیاہ بر سفید۔

آخر میں مجھے افسوس ہے کہ حکیم مقصود جنگ سنا ہے ایک عرصہ سے علیل ہیں اور مجھے امید ہے کہ ان کو افاقہ ہوگا۔ اس کے سوا ایک طویل عرصہ سے ان کو دیکھا ہی نہیں ورنہ خاص مواقع پر یہ نذری باغ میں آمد و رفت رکھتے تھے جو کہ فی زمانہ اپنے ہم پیشہ اطباء میں یادگار رہ گئے ہیں۔

مرقوم ۱۱ر جنوری ۱۹۶۱ء

(آمدہ از نذری باغ)

معروضہ حکیم خسرو شاہ نظامی

(فرزند حکیم عبدالوہاب صاحب نابینا مرحوم)

فرمایا اس کی نقل شیراز میں بھی طبع ہو رہی ہے جس میں انہوں نے اپنے والد مرحوم کی مرتب کی ہوئی ایک کتاب جس کا نام شائد طبی قرابادین ہے اس کا ذکر کیا ہے یہ غالباً طبع نہیں ہوئی ہے اور اس کا مسودہ ان کے فرزند کے ہاں موجود ہے۔ جس سے مطلب یہ نکلتا ہے کہ اگر اس کو شائع کر دیا جائے گا تو علمِ طب میں ایک بیش بہا اضافہ ہو گا۔ مگر مجھے افسوس ہے کہ یہ چیز میرے علم میں قبل پولیس ایکشن نہیں لائی گئی ورنہ اسوقت کی گورنمنٹ کو اسٹیٹ کے مصارف سے طبع کرانے کے طرف میں اس کو متوجہ کرتا جبکہ عالیشان یونانی دواخانہ (روبروئے مکہ مسجد) میرے زمانہ کا تعمیر کردہ بہ شکل یادگار موجود ہے۔ دوسری طرف حالات حیدرآباد دگرگوں ہیں یعنے مثل سابق نہیں ہیں اور عمارتِ دواخانہ مع ساز و سامان میری خانگی ملک نہیں ہے بلکہ گورنمنٹ کا ہے۔ ایسی حالت میں مجھے افسوس ہے کہ اشاعت کتاب مذکور کی طرف میں توجہ نہیں کر سکتا گو ادویۂ یونانی کا میں جدِامجد ہوں وہ رازِ سربستہ نہیں ہے بلکہ آشکارا ہے۔ ایسی حالت میں مجبوری کا کوئی علاج نہیں۔ لہذا مجھے امید ہے کہ میں نے اس مسئلہ کی جو وضاحت کر دی ہے وہ ہر پہلو پر اس کے روشنی ڈالتی ہے کہ دراصل کیا حالاتِ حاضرہ ہیں اور کام کرنے کے لئے کیا دشواریاں ہیں جو اس راستہ میں حائل ہیں۔

بہرحال حکیم نابینا صاحب مرحوم جو کہ اپنے زمانہ کے مشہور آفاق نباض اور حاذق حکیم تھے۔ انہوں نے جو کچھ اپنے عینِ حیات علمِ طب کی خدمت کی ہے وہ مرحوم کی غیر فانی یادگار کی شکل میں دنیائے علمِ طب میں باقی رہے گی اور یہ میرا قطعی خیال ہے جس سے دوسرے زمانہ شناس اور قدردانِ علمِ طب کو اتفاق ہو گا۔ بشرطیکہ وہ میرے ہمرنگ ہوں۔

بقول۔ ہمرنگ ضرر ندارد!

مرقوم ۷ر جنوری سنہ ۱۹۶۱ء

(منقول از نظام گزٹ)

۷۸۶
۲۹۲

بلمس انامل فیض شمائل خداؔمان بارگاہِ عالی جہاں پناہ اعلیٰحضرت قدر قدرت بندگانعالی مدظلہٗ العالی

اے جامع مکارم اخلاقِ عالیہ انت بنیتِ کبریٰ۔ اے وہ ہستی اعلیٰ جسکی حکومت کا سکہ آج بھی قلوب پاسبانِ مومنین پر چل رہا۔ اور جاری وساری ہے اور جس کی درازی عمر و اقبال کیلئے ہزاروں نفوس متبرک مقاماتِ مقدسہ و عتباتِ عالیہ میں مصروف دعا گوئی ہیں۔

ظل الٰہی کو طبِ اسلامی کے مرکبات اور انکی تاثیرات پر اسقدر عبور کامل ہے کہ اقلیم ہند کے دہلی اور لکھنؤ کے مشاہیر اطباء مثل شفاء الملک عبد الحمید خاں وغیرہ سرکار کی دقیق فنی مہارت۔ اور بارگاہِ علوم کی بے پایاں سر بلندیوں پر حیرت زدہ اور معترف ہو چکے ہیں۔

ف۲۔ والد ماجد حکیم عبد الوہاب صاحب انصاری عرف حکیم نابینا صاحب کا ایک تجربہ شدہ مجرب کیمیاوی تاثیر کا نسخہ جو کتاب "تجرباتِ انصاریہ" کے صفحہ ۱۹ پر شائع بھی ہو چکا ہے، خدامانِ بارگاہ سلطان العلوم والحکمت کی پیشگاہ عالی میں پیش کرنے کا شرف حاصل کیا جا رہا ہے۔

ف۳۔ والد مرحوم نے تقریباً سو سال کی عمر پائی تھی اور ستر سال سے زیادہ عرصے تک مطب کرتے رہے۔ اپنی طویل زندگی میں انہوں نے طبِ یونانی کی ایک ایسی عظیم خدمت سرانجام دی جو آیندہ نسلوں کیلئے انتہائی کارآمد ہوگی۔ انہوں نے ایک طبی قرابادین مرکبات کی مرتب کی جو بیس ہزار فل اسکیپ سائز کے صفحات پر مشتمل ہے۔ متقدمین و متاخرین میں سے کسی طبیب نے بجز شیخ الرئیس بو علی سینا کے اتنی ضخیم و حجیم تالیف نہیں کی تھی۔ والد ماجد چونکہ حکیم اجمل خاں صاحب مرحوم کے بڑے بھائی حکیم واصل خاں صاحب کے استاد تھے۔ حکیم اجمل خاں صاحب ان کی بہت بزرگداشت کرتے تھے۔ انہوں نے اس قرابادین کو دیکھ کر انتہائی ستائش کی اور تمنا کی تھی کہ اگر یہ شائع ہو سکی تو طبِ یونانی میں بیش بہا اضافے کا باعث ہوگی۔

ف۴۔ وابستہ دامان دولت پشتینی و دعا گوئے خاندانی کے پاس یہ قرابادین موجود ہے۔ اس قرابادین کی ابواب جلد سر سے پیر تک کے تمام امراض کا علاج قلیل المقدار عرقیات سے کر سکنے پر مشتمل ہے۔ اگر یہ شعبہ طب بروئے کار آسکا تو ڈاکٹری انجکشن اور مکسچروں کے مقابلے میں طبِ یونانی کے تفوق کو ثابت کر سکتا ہے۔

۱۴ر رجب ۱۳۷۰ھ
م ۲ر جنوری ۱۹۵۱ء

نمک خوار خاندانی وابستہ دامان دولت پشتینی
حکیم محمد عبد الغنی انصاری خسرو شاہ نظامی

(معروضہ از نظام گزٹ)

تقرر نواب صاحب چھتاری المخاطب سعید الملک

(بہ حیثیت ٹرسٹی چند ٹرسٹس (Trusts) پر بہ مشاہرہ اعزازی)

فرمایا چونکہ مہدی نواز جنگ کی جگہ خالی تھی جو کہ اس وقت گورنر گجرات ہیں۔ اس لئے صاحب موصوف کا تقرر جنوری سال نو عیسوی ۱۹۶۱ء سے ہوا ہے۔ بہ این وجہ کہ قبل پولیس اکشن ۷ سال تک آپ زمانہ گذشتہ میں پرزیڈنٹ کونسل تھے اور برٹش گورنمنٹ کے زمانہ میں گورنر یوپی تھے۔ اس کے علاوہ آپ معزز خاندان سے ہیں۔ جن کو میں ایک زمانہ دراز سے جانتا ہوں۔ اور آپ کے خدمات کو حیدرآباد میں قدر کی نظر سے دیکھا ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی رفتار۔ گفتار اور کردار کی کما حقہٗ تعریف نہیں ہوسکتی۔ جن سے بہت سے معزز طبقہ کے اصحاب اندرون و بیرون ملک واقف ہیں۔ الحاصل مجھے امید ہے کہ آپ کا تقرر بہ حیثیت ٹرسٹی مختلف ٹرسٹ پر مفید ثابت ہوگا۔

دیگر آپ چونکہ چھتاری ٹرسٹ کے ٹرسٹی تھے۔ اس لئے میٹنگ میں شریک ہونے کے خیال سے ابھی حال میں یہاں آئے ہوئے تھے تو آپ سے ملا تھا۔ اور گذشتہ زمانہ کے حالات پر گفتگو بھی کیا تھا۔ جو ریکارڈ پر محفوظ ہیں۔

مرقوم ۹ر جنوری ۱۹۶۱ء

(منقول از نظام گزٹ)

اعلان جاری کردہ از نذری باغ

(برائے خواستگاران مضامین نذری باغ)

فرمایا جن اصحاب کو یہ دیکھنے کا شوق ہو تو ہفتہ واری پرچہ شیراز کو دیکھیں یا مستقل اس کے خریدار بنکر یا خوشی خریدی کے ذریعہ جیسا کہ مناسب ہو کہ یہ مضامین مختلف سبجکٹ پر لائق دید ہیں خصوص ذی علم طبقہ کیلئے کہ گو زبان مادری اردو ہے تاہم علمی اد ادبی رنگ لی ہوئی ہے او ثقہ ہے جسکو ہر کس و ناکس پڑھ کر نہ اس کے معنے و مفہوم کو اچھی طرح سمجھہ سکتا ہے اور نہ اس سے حظ اٹھا سکتا ہے الا ماشاء اللہ۔ اسی وجہ سے تمام رسائل میں شیراز کی نہ صرف مانگ بڑھی ہوئی ہے بلکہ اس کو نمایاں حیثیت بھی حاصل ہے۔ مزید برآن اس کا مدیر پڑھا لکھا ہے اپنی حد تک اور اہل قلم سے ہے اسلئے اس کے اخبار کو جو بہ شکل ہفتہ واری رسالہ ہے نذری باغ کے کلام کے لئے مختص کیا گیا ہے وہ بھی وجوہ کے ساتھ۔ بقول۔ عیاں راچہ بیان۔

مرقوم ۱۰ر جنوری ۱۹۶۱ء

(منقول از نظام گزٹ)

نظم (مطابق احوال جہاں)

(مطلع) پھنسے ہیں آدمی کیسے یہ تدبیروں کے چکر میں
ذرا تو غور کرکے دیکھ لے آخر میں کیا نکلا
بلند آواز سے کہتا ہے یہ کشکول خالی بھی
ٹوٹ جاتے ہیں زخمی بچ نہیں سکتے کبھی زد سے
ضرورت ہی نہیں ایسی کہ اسکے واسطے چال دیا
نہیں ہے کوئی ایسا جو سمجھ لے فائدہ کیا ہے

قدم اقبال ہم کے ہیں دیکھ تحریروں کے چکر میں
پھنسے ہیں آج قیدی بھی تو زنجیروں کے چکر میں
پھنسے رہتے ہیں مفلس بھی تو تقدیروں کے چکر میں
پھنسے نخچیر بھی افسوس ان تیروں کے چکر میں
پھنسے ہیں آج مفتی بھی تو تفسیروں کے چکر میں
پھنسے ہیں خواب بھی دیکھو یہ تعبیروں کے چکر میں

(مقطع) اگرچہ عقل رکھتے ہیں مگر عثمان ذرا دیکھو
خردمند آج ہیں مشغول تدبیروں کے چکر میں

(منقول از نظام گرشتہ)

مرقوم ۱۱ر جنوری ۱۹۶۱ء

قطعہ

جہاں ہیں آفرش دیکھو سزا بھی مل کے رہتی ہے
لعینوں سے ذرا دیکھو قضا بھی مل رہتی ہے
بدل بھی مل ہی جائیگا کسی دن کہتا ہے عثمان
مدد بھی دیکھ تائید خدا سے مل کے رہتی ہے

(لاٹنگ فیہ)

(آمدہ از ندی باغ)

آجکل مشاعروں کی بھرمار مثل طوفان بے تمیزی

فرمایا زمانہ گذشتہ میں اگرچہ ہوتے تھے بگہ گاہ اور مختلف مقامات پر اور ان کے قواعد و ضوابط (یعنے نوعیت) دوسرے تھے نہ کہ اس قسم کے جیسے کہ دکھائی دیتے ہیں اور سنا ہے کہ پڑھنے والے ترنم سے اسکو پڑھتے ہیں جیسا کہ گانا ہوتا ہے بغیر مزامیر۔ اسکے علاوہ جتنے اصحاب کا مذاق لقب سے اسکو وہ ہاتھ سے دیکھ دوسرا طریقہ اختیار نہیں کرسکتے اسکے علاوہ معلوم ہوا کہ جدید شاعری کا رنگ ڈھنگ قدیم شاعری سے بالکل علحدہ ہے

بہرحال نذری باغ اس قسم کی شاعری کا جو کہ بیان ہوئی ہے نہ مداح ہے اور نہ اپنی حد تک اسکو اچھا سمجھتا ہے کہ ہر شخص کا مذاق سخن جدا ہے جبکہ یہ ایک فطری چیز ہے بدلنے والی نہیں۔ اسکے علاوہ اس قسم کی چیزوں کیلئے کئی صفات اور لوازمات کی ضرورت ہے جیسا کہ مشہور ہے۔

" نہ ہر کہ سر بہ تراشد قلندری داند"

مرقوم ۱۱ر جنوری سنہ ۱۹۶۱ء (منقول از نظام گزٹ)

قطعہ

اعمال بد یہ کہتے ہیں کیسے تباہ ہوئے
دونوں جہاں میں ڈھلے یہ روسیہ ہوئے

کتنا ہی یہ نتیجہ بے عقل و فہم بھی
پاداش میں وہ دیکھ کہ دور از نگہ ہوئے

(آمدہ از نذری باغ)



نواب شاہ یار جنگ مرحوم کا سامان

عظیم الشان ھرّاج

نواب شاہ یار جنگ مرحوم کا سامان ۔ بہترین بلوری جھاڑ ، شین یا کٹس فرنچ گھڑیالیں ۔ قالین ۔ تصاویر کٹ گلاس کا سامان ۔ آئیل پینٹنگس ۔ ماربل اور برونز کے اسٹاچیوز ۔ بیدری سامان ۔ بہترین ڈرائنگ روم ۔ بڈروم ۔ ڈائننگ روم اور آفس روم فرنیچر کے علاوہ دیگر کثیر سامان کا ھرّاج ہوگا !

علی برادرس فون نمبر (۵۰۵۰)

کرم جاہی روڈ ۔ حیدرآباد

آل انڈیا نمائش مصنوعاتِ ملکی

میں

روبروئے گوشہ محل گیٹ

آسام ٹی ڈپو

کا اسٹال اپنی نوعیت کا خاص اسٹال ہے

آسام اور دارجلنگ کے خاص الخاص باغات سے جو تازہ، خوش ذائقہ،
اعلیٰ درجہ کی چائے راست منگا کر شہر حیدرآباد اور سکندرآباد کی
مشہور و معروف اور بڑی بڑی ہوٹلوں اور رسٹورانٹوں میں سپلائی کی جاتی رہی ہے

ماہرینِ فن کے ہاتھ کی تیار کردہ لیبل نمبر، لیبل دو نمبر اور لیبل سو نمبر آسام ٹی ڈپو کی

چائے

آپ اس اسٹال پر نوش فرما کر چائے کا حقیقی لطف اٹھائیے

ایک پونڈ چائے خریدیئے اور ایک خوشنما کیلنڈر مفت حاصل کیجیے

از

ایڈیٹر سید صمصام شیرازی

لا فتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار

کوہِ مولا علیؑ اور مسلم وقف بورڈ

ڈاکٹر اقبال نے لندن کے کتب خانہ میں مسلمان علماء کی قلمی کتابوں کو دیکھکر غنی کاشمیری کا یہ شعر پڑھا تھا ؎

غنی روز سیاہ پیر کنعان را تماشا کن
کہ نور دیدہ اش روشن کند چشم زلیخا را

یہی کچھ حال کوہِ مولا علیؑ کا ہے کہ یہ بارگاہ تو شیعوں کی ہے لیکن صدر مسلم وقف بورڈ کی مہربانی کیوجہ سے اس بارگاہ کا انتظام ایک غیر شیعہ مسلم کے سپرد کیا گیا ہے۔ مسلم وقف بورڈ کا یہ غلط فیصلہ اور یہ فتنہ زا پالیسی، جسکو "احمد کی پگڑی محمود کے سر" والی پالیسی کہا جاتا ہے اس امر کی غمازی کر رہی ہے کہ مسلم وقف بورڈ کا منشاء یہ ہے کہ انتظام کوہِ مولاؑ کے تعلق سے دو مسلم فرقوں کے درمیان سر پھٹول ہو جائے

اس امر کو واضح کرنے کیلئے کسی ثبوت اور دلیل کی ضرورت نہیں ہے کہ صدیوں سے کوہِ مولا علیؑ کے منتظم متولی صرف شیعہ حضرات ہی رہے ہیں شیعوں کے سوا دوسرے مسلم فرقوں کا کبھی بھی اس بارگاہ میں کوئی عمل دخل نہیں رہا ہے یہ کوئی منطقی نہیں بلکہ تواتری استدلال ہے

خطیب منبر سلونی

کا ارشاد مبارک ہے کہ ظالم عذاب کا منتظر اور مظلوم ثواب کا امیدوار ہے

کہ جسطرح دیول ستیارام باغ کا انتظام کسی مسلمان کو نہیں دیا جاسکتا، جسطرح چھلہ محبوب سبحانیؒ کا انتظام کسی اثنا عشری کو نہیں دیا جاسکتا اسیطرح کوہِ مولا علیؑ کا انتظام بھی کسی غیر شیعہ کو نہیں دیا جاسکتا۔ کوہِ مولا علیؑ کا انتظام کسی غیر شیعہ کو عطا کرنا نہ صرف قانوناً غلط ہے بلکہ یہ عمل شیعہ طبقہ کی دل آزاری کا بھی موجب ہے۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہیکہ کوہِ مولا علیؑ کے متولی خود شاہان وقت ہوا کرتے تھے جو اپنی جانب سے خدمات انجام دینے کیلئے کسی ایک شخص کو مامور کیا کرتے تھے تمام شاہان آصفیہ کا یہی عمل رہا ہے چنانچہ اعلیحضرت حضور نظام آصفجاہ سابع بھی خود کوہِ مولا علیؑ کے متولی ہیں اور آپ نے اپنے فرمان کے ذریعہ مولوی میر عباس علی صاحب کو بحیثیت منتظم کوہِ مولاؑ کے خدمات انجام دینے کیلئے مامور فرمایا تھا چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اعلیحضرت حضور نظام آج بھی اپنی ذات سے اس بارگاہ کے اخراجات کیلئے ہر سال ایک معقول رقم خرچ فرماتے ہیں اور پرائیویٹ اسٹیٹ کیجانب سے بارگاہ کی نگرانی کے لئے محافظ دستے مقرر ہیں۔ فرمان مبارک کے علاوہ اعلیحضرت حضور نظام کا قدیم سے یہ عمل رہا ہے کہ وہ شیعہ منتظم متولی کے ہاتھ سے ہر سال ۱۴ رجب کو مولاؑ کی ولادت کے موقع پر کلام شریف اور تلوار لیا کرتے تھے۔ شیعہ عقائد کی رو سے ایک شیعہ متولی بھی یہاں کے خدمات انجام دیکر غیر شیعہ شخص کو یہاں کے خدمات کی بجا آوری کیلئے مامور کرنا مذہب میں داخل ہے

متراوف ہے جو آئین اور دستور ہند کے منافی ہے

اہل خدمات شرعیہ کی وراثت کا تصفیہ، تولیت کی

بموافقت تحقیقات العام و معاش مشروط اور سند تولیت

عطا کرنے کا اختیار سابق میں صدارت العالیہ کو تھا اور

دور حاضرہ میں صرف عدالت ہی کو حاصل ہے۔ اندراج وقف،

نگہبانی اوقاف اور انتظامات کی نگرانی کے سوا وراثت

وغیرہ کے امور میں دخل دینا مسلم وقف بورڈ کے حدود اختیار

سے بالا ہے

شیراز کی گزشتہ اشاعت میں ہم نے بتایا تھا

کہ واگزاشت درگاہ جہانگیر پیراں کے سلسلہ میں سپریم

کورٹ نے یہ قطعی فیصلہ صادر فرمایا ہے کہ اعلیٰحضرت حضور نظام

کے فرامین قانون کا درجہ رکھتے ہیں۔ سپریم کورٹ کے

فیصلہ کی اس روشنی میں جب کہ مولا علیؑ کے منتظم متولی

کے لئے اعلیٰحضرت حضور نظام کا فرمان مبارک موجود ہے

اس کے خلاف مسلم وقف بورڈ کا فیصلہ قانون کی خلاف

ورزی سمجھا جائے گا

جیسا کہ ہم نے واضح کیا ہے کہ وراثت اور

تولیت کا تصفیہ تو صرف معزز عدالت ہی کرے گی لیکن

عدالت سے تصفیہ کرانے کی بجائے، جانبدارانہ فیصلہ کر کے

کسی غیر شیعی کو منتظم متولی بنانا شیعوں کی دل آزاری

اور شیعہ طبقہ میں بے چینی پیدا کرنے کا موجب ہے

ہمیں توقع ہے کہ شریمتی معصومہ بیگم وزیر سماجی خدمات

مسلم وقف بورڈ اس جانب فوری توجہ فرما کر

سابقہ انتظام کو بحال کر کے دعویدار کو عدالت مجاز میں

رجوع ہونے کی ہدایت دیں گی اور اس غلط فیصلہ کے

متعلق صدر مسلم وقف بورڈ کا جواب طلب فرمائیں گی۔

مجلسِ چہلم

حیدرآباد ۔ ۱۳ جنوری ۔ کل شام کے ۴ بجے "مغفرا"

جامع مسجد دار الشفاء میں امین قوم مولوی میر صادق علی صاحب



موظف نائب ناظم

طبابت کی مجلس چہلم

مرحوم کے خلف اکبر

مولوی سید محمد مہدی

صاحب ... آبکاری

ضلع محبوب نگر کی

جانب سے منعقد

تھی طلبائے دار الشفاء

اور مرحوم کے خویش

و اقارب کے علاوہ

حیدرآباد کے معززین

کی ایک کثیر تعداد

بلا تفریق مذہب

و ملت شریک مجلس

تھی۔ قرآن خوانی

کے بعد مولوی میر حمایت علی اور مولوی وزیر علی صاحبان نے سوز خوانی

کی۔ مرثیہ خوانی کے بعد ہندوستان کے مایہ ناز ذاکر سید العلماء مولوی

سید علی نقی صاحب قبلہ مجتہد لکھنؤ صدر شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علیگڈھ

کے چھوٹے بھائی مولوی سید محمد نقی حسین صاحب نقوی مجتہد لکھنؤ

(جو حال ہی دار العلم نجف سے ہندوستان آئے ہیں) نے عالمانہ اور

فاضلانہ انداز میں تو نوبع الصادقین کی تفسیر سناتے ہوئے مرحوم

مولوی میر صادق علی صاحب کے صفات حسنہ پر روشنی ڈالتے ہوئے مرحوم

کی موت کو قوم کیلئے ایک نقصان عظیم بتایا۔ مصائب سید الشہداء پر

آپ نے سلسلۂ بیان کو ختم فرمایا۔ ختم بیان پر نقیب المومنین مولوی

شہسوار علی صاحب نے زیارت پڑھائی۔ حاضرین نے فاتحہ

مرحوم کی روح کو ثواب دیا۔ بعد مجلس حاضرین کے لئے دسترخوان بچھ

گئے۔ ایک محدود اندازہ کے مطابق تقریباً (۵۰۰) اشخاص

نے کھانا کھایا۔ مرحوم کے چاروں فرزند اور جملہ واماں مصروف

انتظام تھے

راقم الحروف کی طرف سے ذیل کا قطعہ تاریخ تقسیم

ہوا جس کو سید الشعراء نواب سید یار جنگ بہادر نے ... فرمایا

امین قوم صادق علی رفت ... سوئے دار البقا ... عالی

بگو ... مقام ... شدہ ...

کہانی

کیتھرین این پورٹر

۲۴ گز لمبی رسّی

گاؤں میں منتقل ہونے کے بعد تیسرے دن وہ دکان سے سودا سلف سے بھری ہوئی ٹوکری اور ۲۴ گز لمبی ایک رسّی لے کر پیدل ہی واپس آیا۔ اس کی بیوی اپنے سرے لون سے ہاتھ پونچھتی ہوئی اُس کے استقبال کے لئے باہر آئی۔ اُس کے بال ایک گچھے کی طرح اُلجھے ہوئے تھے۔ دھوپ کی تیزی سے اُس کی ناک لال انگارہ ہو گئی تھی۔ شوہر نے اسے دیکھتے ہی کہا "تم تو آج پوری دھاتن دکھائی دے رہی ہو"۔ پسینے کے باعث سرمئی فلالین کی قمیض اُس کے جسم سے چپک گئی تھی اور اُس کے بھاری جوتے گرد سے اَٹے ہوئے تھے بیوی نے بھی فقرہ کستے ہوئے کہا "تم بھی تو کسی ناٹک کا دیہی کردار معلوم ہوتے ہو"۔

"کیا تم کافی (Coffee) لائے ہو" وہ کافی کے لئے سارا دن انتظار کرتی رہی تھی۔ پہلے دن جب وہ سودا سلف لینے گئے تھے تو کافی کے لئے آرڈر دیا تھا لیکن چلتے وقت اسے بھول آئے تھے۔

"نہیں میں تو کافی نہیں لایا۔ اف رے۔ اب تو مجھے پھر واپس جانا پڑے گا" وہ اور تو سب چیزیں لایا تھا لیکن کافی پھر وہیں بھول آیا تھا۔

بیوی نے کسی قدر سنجیدہ لہجہ میں اُسے یاد دلایا "تم کافی اس لئے بھول گئے کہ خود نہیں پیتے۔ میری چیز کیوں یاد رہتی۔ فرض کرو سگریٹ ختم ہو جاتے تو۔۔۔؟"

اسی اثنا میں بیوی کی نظر ٹوکری میں رکھی ہوئی رسّی پر پڑی "کس لئے لائے ہو؟ اچھا تم نے سوچا ہوگا کہ کپڑے وغیرہ لٹکانے کے کام آئے گی۔ تو کیا لانڈری کھولنے کا ارادہ ہے؟ گھر میں تو پہلے ہی ۵ فٹ لمبی رسّی تمہاری آنکھوں کے بالکل سامنے ہی بندھی پڑی ہے"۔ اس نے سوچا کہ بیسیوں باتیں ایسی ہیں جن میں یہ رسّی کام آ سکتی ہے اسی لئے خرید لایا تھا۔ "ایسی بیتابی بھی کیا ہے۔ گھر میں چیز ہونی چاہئے۔ گاؤں میں رہنا ہوا۔ سو باتیں ایسی ہو جاتی ہیں جن کا شان و گمان بھی نہیں ہوتا۔ پھر آؤں کی رسّی ہے کوئی سو پچاس کی تو نہیں" وہ فوراً بولا۔

بیوی نے کہا "ہاں یہ بات تو ہے لیکن میں سمجھتی ہوں کہ ایسے وقت پر جب پیسے پیسے کی سخت ضرورت ہے مزید رسّی خریدنا فضول اور مضحکہ خیز سا معلوم ہوتا ہے"۔

"ہاں جو جی چاہے کہو۔ چونکہ میں اسے خریدنا چاہتا تھا اسی لئے خرید لایا بس"۔

لیکن وہ کافی نہ ملنے کی وجہ سے مایوس سی ہو گئی تھی۔ "اوہ ہو۔ وہ دیکھو۔ یہ دیکھو انڈے تو سب بہہ رہے ہیں۔ یہ تو سب ٹوٹ گئے ہیں۔ تم نے ان کے اوپر کیا چیز رکھی تھی۔ کیا تم نہیں جانتے کہ انڈوں پر دباؤ نہیں پڑنا چاہئے۔۔۔؟"



...بات تو ٹھیک ہے۔ لیکن میں بھی جاننا چاہتا
... انڈوں پر کس نے دباؤ ڈالا ہے۔ انہیں کس نے توڑا
... میں تو انہیں دوسری چیزوں کے ساتھ ٹوکری
استعمال کر رہا تھا۔ اگر یہ ٹوٹ گئے ہیں تو یہ دکاندار
... ہے۔"

لیکن بیوی کو یقین تھا کہ صرف اسی رسّی کے دباؤ
سے انڈے ٹوٹ گئے ہیں۔ ان چیزوں میں رسّی ہی
سب سے بھاری چیز تھی۔ جب وہ سڑک پر سے اندر گھر
میں داخل ہو رہا تھا تو اس نے صاف طور پر دیکھا تھا کہ
رسّی ٹوکری میں سب چیزوں کے اوپر رکھی ہوئی تھی
لیکن اب وہ جھوٹ بول رہا تھا۔ اس نے رسّی ایک ہاتھ میں پکڑی
ہوئی تھی اور ٹوکری دوسرے ہاتھ میں۔
"لیکن اگر تم میری آنکھوں دیکھی بات کو جھٹلانا
چاہتے ہو تو میری آنکھیں ہونا نہ ہونا ایک برابر ہے۔
میری نظر دھوکا نہیں کھا سکتی۔ رسّی ٹوکری میں سب
چیزوں کے اوپر تھی۔ اسی کے بوجھ سے انڈوں کا ستیاناس
ہوا ہے۔ اب جو کچھ انڈوں میں باقی ہے ابھی پکانا پڑے گا
کل صبح کے ناشتے کے لئے تو ایک انڈہ بھی باقی نہیں رہ سکتا۔
رات کے لئے گوشت بنانا چاہتی تھی وہ تو صبح تک سڑ جائے گا
آخر اب کیا کروں؟" "تم ٹوٹے ہوئے کسی پیالے میں رکھ کر
ٹھنڈا اور بند رکھ دو صبح تیار کر لینا۔" "تم تو ہوائی باتیں کرتے
ہو۔ بتاؤ یہاں ٹھنڈی جگہ کونسی ہے اور کہاں ہے؟"
"وہ تو پھر انڈے اور گوشت دونوں چیزیں ابھی نکالو۔
گوشت کچھ گرم کر دیا جائے گا۔ آخر اس میں کیا مضائقہ ہے"
اس نے پیار بھرے لفظوں میں کہا۔ لیکن بیوی کا غصہ بڑھتا
ہی گیا۔ اور وہ کڑک کر بولی۔ "اگر تم نے کچھ اور کہا تو
منہ پر چپت جڑ دوں گی۔" میاں نے رسّی اٹھا کر
اسے الماری کے اوپر رکھنے لگا لیکن بیوی نے ٹوکا اور کہہ
دیا اور بولی۔ "یہ جگہ مرتبانوں اور سوجی کے ڈبوں وغیرہ
کے لئے ہے۔ میں الماری کے اوپر کی جگہ اتنی ڈھیر ساری
رسّی سے بھرنے نہیں دوں گی۔ دوسری چیزیں کہاں رکھوں
رسّی کے لئے یہاں کوئی جگہ نہیں۔" "اگر رسّی کے لئے یہاں
جگہ نہیں تو آخر یہ ہتھوڑا اور کیلیں اسپرنگ کیوں رکھی ہیں؟ تم
اچھی طرح جانتی ہو کہ ان چیزوں کی ضرورت اوپر کی منزل
میں ہے جہاں میں کھڑکیوں سے چوکھٹے لگانا اور ان کی مرمت
کرنا چاہتا ہوں۔ تم ہر بات میں میرے لئے الجھنیں پیدا کرتی
ہو۔" شوہر کی کھری کھری سن کر اس نے معذرت کا اظہار
کیا لیکن وہ تھا تو بھی سوچنے لگی۔ "اگر مجھے یقین ہوتا کہ وہ
اپنی گرمیوں میں یہ کھڑکیاں لگا دے گا تو میں ہتھوڑا اور
کیلیں وغیرہ بھرنے کمرے کے عین بیچ میں رکھ دیتی جہاں
اس نے انہیں رکھا ہوا تھا۔ اچھا میں ہتھوڑا اور کیلیں وغیرہ
چھوٹے کمرے میں رکھ دیتی ہوں۔ اور اگر تم نے یہ سب چیزیں
کمرے میں سے نہیں اٹھائیں اور کھڑکیاں ٹھیک نہیں کیں تو
میں انہیں کنوئیں میں پھینک دوں گی۔"
"اچھا اچھا سن لیا۔ تو کیا میں رسّی طاقچے کی الماری پہ
رکھ دوں؟" "نہیں اس میں جھاڑو۔ کوڑا اٹھانے کا میں اور
جھاڑیں وغیرہ ہیں۔ آخر تم باورچی خانے کے باہر رسّی
کے لئے جگہ کیوں نہیں ڈھونڈتے؟" "سارے مکان میں سب
کمرے بیکار پڑے ہوئے ہیں۔ اور باورچی خانہ تو ایک ہے
اسی میں سب کچھ ٹھونسنے کی کیا ضرورت ہے؟" وہ
چاہتا تھا کہ کمرے بیکار پڑے ہوئے ہیں تو کیا ہوا
وہ محسوس کرتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو بالکل بے وقوف ...

اور پھر۔ وہ اسے سمجھتی کیا ہے۔ ؟ کیا وہ تین چار برس
کا نادان بچہ ہے ؟ وہ سوچنے لگا کاش خدا نے انہیں
ایک دو بچے ہی دیئے ہوتے تو شاید ایسے جھگڑے نہ ہوتے
وہ بچوں میں مصروف رہتی اور ان کی دیکھ بھال میں لگی رہتی
گھر میں کچھ سکون رہتا اور ہر وقت کی ہیچ پیچ اور فضول
تکرار اور پریشانیوں سے نجات ملتی۔ میاں کی باتیں
سنکر بیوی کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ اس نے میاں کو پھر
یاد دلایا کہ وہ کافی لانا تو بھول گیا اور اس کے بدلے ایک گز
رسی اٹھا لایا۔ اور جب وہ اُن تمام چیزوں اور سامان کا
خیال کرتی جو اس گھر کو رہنے کے قابل بنانے کے لئے ضروری ہے
اور جسے لانیکی اس کے شوہر کو کوئی فکر ہی نہیں رہتی تو وہ
بے بس ہو کر رونے دھونے اور چیخنے چلانے کے سوا کر ہی
کیا سکتی تھی۔ وہ اس قدر افسردہ، کھوئی کھوئی اور مایوس
نظر آ رہی تھی کہ شوہر یہ باور نہ کر سکا کہ یہ ساری لڑائی محض
چند فٹ رسی کے لئے تھی۔ اس نے کسی قدر غصے میں پوچھا
"خدا کے لئے یہ تو بتاؤ کہ آخر ماجرا کیا ہے؟"

"اوہ میں کہتی ہوں چپ رہو۔ یہاں سے چلے جاؤ۔ چند
منٹ تو سامنے سے ہٹ جاؤ!"

"اچھی بات ہے۔ میں جاتا ہوں۔ اگر تم چاہتی ہو تو
میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے چلا جاؤں گا۔ اور تمہیں کبھی اپنی
صورت تک نہیں دکھاؤں گا"

"تو پھر تم جاتے کیوں نہیں۔ میں نہیں سمجھتی کہ تمہیں کونسی
بات روک رہی ہے؟ یہی تو مناسب وقت ہے جانے کا!"

"خیر! تم جو چاہو سمجھ سکتی ہو۔ میں تمہیں سمجھانے
سمجھاتے تھک گیا ہوں!"

وہ بے بس تھا اور دل ہی دل میں سوچ رہا تھا۔"
۔ آخر چند فٹ رسی ہی تو خریدی تھی اور کافی لانا بھول گیا
تھا۔ اتنی سی بات پر اتنا اودھم مچا دیا اس نے۔
اتنا بھی نہیں سمجھ سکتی کہ ان باتوں سے آدمی پر کیا گزرتی ہے
اگر مرد کو لمحہ بھر بھی تنہا چھوڑ دیا جائے تو کوئی دوسری عورت
اسے اڑا لے جائے گی۔ اور پھر تنگ آیا ہوا مرد بھی تو اس عورت
کی دل شکنی نہیں کرے گا۔ وہ بھی اس کے ساتھ چل دے گا۔
یہ نادان اتنا بھی نہیں سمجھتی۔ آخر وہ کس بات کے لئے اتنا
واویلا کر رہی ہے؟"

"وہ چاہتی ہے کہ رسی کو دفع کر دیا جائے اور میں واپس
جا کر اس کے لئے کافی لے آؤں اور اگر مجھے یاد رہے تو جالی
کے ڈھکن، پردوں کے لئے دو اور دستانے اور اگر گاؤں
میں دستیاب ہوں تو ربڑ کے دستانے (تاکہ اس کے ملائم
ہاتھ خراب نہ ہوں) اور دوا فروش سے ملک آف میگنیشیا
کی ایک بوتل بھی لیتا آؤں"۔

اس نے گہری نیلگوں فضا اور ڈھلتی دوپہر میں ڈھلوان
سڑک پر ایک نظر دوڑائی۔ پیشانی کا پسینہ پونچھا۔ ٹھنڈی
سانس بھری اور سوچنے لگا "یہ تو خدا بھی میرے کام
لینی۔ میں کافی لانے کے لئے واپس جا ہی رہا تھا۔ کیا یہ بات
میں نے کہی نہیں تھی؟ خیر! اب مجھے جلد وہاں جانا چاہیے۔
وہ کھڑکیاں دھونے میں لگ جائے گی۔

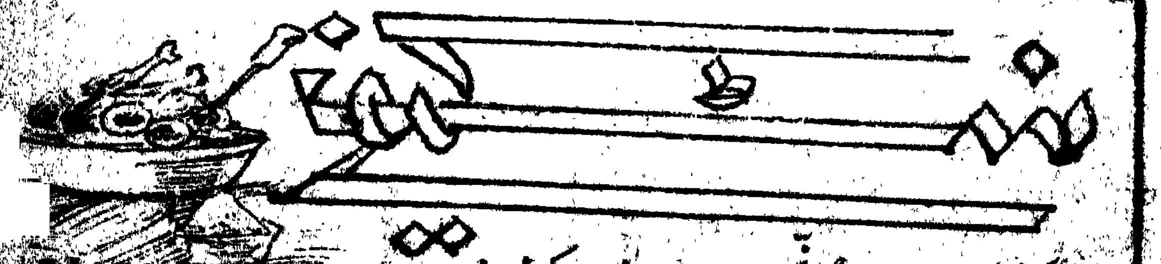
گاؤں کا منظر بہت دلکش اور سہانا تھا لیکن اسے یقین
تھا کہ وہ لمحہ بھر بھی اس کا لطف نہیں اٹھا سکیں گے۔ وہ تو صرف
ابھی کافی لانے جا رہا تھا۔ اور اگر وہ یاس و ناامیدی کی تلخی
نہ ہوتی تو سمجھ سکتی تھی کہ یہ بے ہودہ تکلیف چند روزہ ہے۔ جب
گھر اچھی طرح ختم جانے گا تو یہ پریشانی نہیں رہے گی۔ کیا اسے
مطلقاً یاد نہیں کہ مارچ میں گرمی کے موسم میں وہ کس قدر پریشان

وقت گزارتے آئے ہیں؟ آخر کیا انہوں نے کبھی کوئی سیر و تفریح اور عیش و عشرت کا وقت نہیں گزارا تھا؟ لیکن اس کے پاس ان باتوں کا ذکر کرنے کے لئے وقت ہی نہیں تھا اب تو وہ صرف اس بات سے خوش ہوئی کہ وہ رسّی کہیں اس پاس نظر آ گئی۔ اس نے رسّی اٹھائی جو میز سے گر گئی تھی۔ اور اسے بغل میں دبا کر باہر نکل پڑا۔ بیوی اسے دیکھ کر بڑبڑائی۔ اوہو! دیکھا یہ کہیں لئے جا رہا ہے ہاں یقیناً یہ تو جانے لگا ہے۔ بعض اوقات وہ مجھے عین اس وقت چھوڑ کر چلا جاتا ہے جب۔۔۔ جب میں کسی کام میں پھنسی ہوئی ہوں۔ میں آج تکیے وغیرہ دھوپ میں ڈالنا چاہتی تھی۔ اور اگر ہم انہیں اسی وقت باہر رکھ دیتے تو کم سے کم تین گھنٹے تک دھوپ نکلی رہتی۔ اس نے آج صبح مجھے یہ کہتے سنا ہوگا کہ میں انہیں دھوپ میں رکھنا چاہتی ہوں۔ بے شک اسی لئے وہ جانے لگا ہے تاکہ میں اکیلی ہی یہ کام کروں۔ وہ سمجھتا ہوگا کہ اس طرح کام کاج اور محنت مشقت سے میری صحت اچھی رہے گی!! وہ تو صرف اس کے لئے کافی پینے جا رہا تھا۔ اس گرمی میں وہ بوند کافی کے لئے اس کا چار میل آنا جانا مضحکہ خیز ضرور تھا۔ لیکن وہ یہ مصیبت جھیلنے پر رضامند تھا۔ کافی کی عادت اس کی بیوی کو تباہ کر رہی تھی؟ لیکن اگر وہ اپنے آپ کو تباہ کرنا چاہتی ہے تو وہ اس میں کچھ نہیں کر سکتا۔ بیوی کے ماتھے پر تیور چڑھے ہوئے تھے۔ وہ سوچ رہی تھی "سوال تو یہ ہے کہ جب دونوں اپنے اپنے وقت کے مطابق کام کر رہے ہیں۔ تو کیا گھر کے کام کاج کی تقسیم ہونی چاہئے یا نہیں۔ وہ یہ ٹھیک سمجھتی ہے کہ یہ سب باتیں طے ہو چکی ہیں۔ یہ بات تو ظاہر ہی ہے کہ اس نے بگاڑا تھا بتاتا ہے۔ کیا وہ گرمیوں میں چھٹی

مدد نہیں دیتا تھا؟ آج تو میرا تمسخر اڑایا جا رہا ہے۔ یہ ایک ہیجان انگیز مذاق ہے! یہ سوچتے سوچتے اس کا چہرہ لال انگارہ ہو گیا۔ اور وہ دیوانہ وار اتنے زور زور سے قہقہے لگانے لگی کہ اس کے پیٹ میں بل پڑ گئے اور وہ زمین پر بیٹھ گئی اور پھر دفعتاً یکایک ہی اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔ وہ زار زار رونے لگی۔ شوہر اس کی طرف لپکا اور اسے سہارا دیکر پاؤں پر استادہ کیا اور نل سے نیچے لے جاکر اس کے سر پر ٹھنڈا پانی ڈالا۔ دلاسہ دیا۔ "میں تو چھوڑا لیکن اس کا غصہ کم نہ ہوا۔ وہ اپنے آپ کو چھڑا کر الگ کھڑی ہو گئی۔ اور چلا چلا کر کہنے لگی "دور ہو تم اپنی رسّی سمیت جہنم میں جاؤ۔ میں نے تمہیں آج سے چھوڑ دیا ہے" اور یہ کہتے ہوئے وہ دھڑ دھڑ سیڑھیوں پر چڑھتے ہوئے اس کے سلیپروں کی کھٹ کھٹ کی آواز آ رہی تھی۔ بیچارہ شوہر حیران ششدر یہ سب کچھ عجیب بے بسی سے دیکھتا رہا۔ آخر وہ ایک آہ بھر کر گھر سے نکلا۔ گلی میں جا پہنچا۔ اچانک ہی اس نے دیکھا کہ اس کے پاؤں میں چھالا پڑا ہوا ہے۔ اس نے محسوس کیا کہ جسم کی تپش سے گویا اس کی قمیص جل رہی ہے۔ وہ سوچنے لگا کہ معاملہ اچانک ہی اس قدر بگڑ گیا اور کچھ پتہ نہیں چلا کہ آخر یہ سب کچھ کیوں ہوا؟ یہ تو کسی بات اور وجہ کے بغیر اس قدر شدید غصے میں آ جاتی ہے۔ یہ تو بہت ہی خطرناک عورت ہے۔ لعنت ہے اس پر۔ اس میں لاری بھر بھی عقل نہیں۔ جب غصہ میں آتی ہے تو اس سے بات کرنا گویا چھلنی میں پانی بھرنا ہے۔ مجھ پر بھی لعنت! کیا میں ساری عمر اس کی خوشنودی حاصل کرنے میں ہی گنوا دوں۔

خیر اب کرنا کیا چاہیئے۔۔۔؟ اب اس رسّی کو واپس لے جاؤں گا۔ لیکن۔ لیکن۔ واپس کیوں لے جاؤں؟ مجھے

اس کی ضرورت ہے۔ آخر یہ رسّی کا ایک ٹکڑا ہی تو ہے۔
سوچو تو ذرا۔ کوئی شخص انسان کے احساس اور جذبے کے مقابلے میں رسّی کی زیادہ پروا کرتا ہے۔ اس نے بھی تو اپنے لئے کتنی بے سوڈ بے مطلب چیزیں خریدی ہوئی ہیں۔ اور اس ذرا سی رسّی پر کیوں اتنا شور مچایا۔ محض اس لئے کہ مجھے اس کی ضرورت تھی۔ چلتے چلتے وہ ایک جگہ ٹھہرا۔ ایک بڑے پتھر کے نیچے سڑک کے پاس اس نے رسّی رکھ دی۔ "وہ واپسی پر اسے لے جا کر اوزاروں کے بکس میں رکھ دوں گا۔" اسے اس رسّی کی وجہ سے اتنا کچھ سننا پڑا تھا کہ ساری زندگی یاد رہے گا۔
جب وہ بازار سے لوٹا تو بیوی کو سڑک کے کنارے پوسٹ بکس کا سہارا لئے اس کے انتظار میں کھڑی تھی۔ وقت کافی ہو چکا تھا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا میں پھولوں کی مہک پھیل رہی تھی۔ اس کا چہرہ اس وقت ترشا ہوا، ملائم اور تازہ معلوم ہو رہا تھا۔ اس کے الجھے ہوئے بال بالکل ویسے ہی کھوئے کھوئے نظر آ رہے تھے۔ اس نے دور سے ہاتھ ہلاتے ہوئے شوہر کا خیر مقدم کیا۔ وہ بھی تیز تیز قدم اٹھا کر آگے بڑھا۔ بیوی نے بلند آواز میں کہا "کھانا تیار ہے۔ تمہارا انتظار ہو رہا ہے۔ تمہیں بہت بھوک لگ رہی ہوگی۔"
"کیا تم شرط باندھ سکتی ہو کہ مجھے بھوک لگی ہوئی ہے۔" اس نے ہاتھ لہراتے ہوئے کہا۔ "تو یہ ہے تمہاری کافی۔" بیوی نے اس کے دوسرے ہاتھ کی طرف دیکھا۔ "یہ تمہارے ہاتھ میں کیا چیز ہے؟ او ہو! پھر وہی رسّی" وہ محسوس کیا۔ اور بولا "میں اس کے بدلے کوئی اور چیز لانا چاہتا تھا۔ لیکن بھول گیا۔" بیوی بڑے نرم لہجے میں بولی "یہ رسّی کے بدلے کوئی اور چیز لانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ جب تمہیں اس کی ضرورت ہے تو پھر اسے رہنے دو۔"
میاں نے طنزیہ تبسم کے ساتھ پوچھا۔ "کیا آج کی رات ہوا ٹھنڈی ٹھنڈی اور خوشگوار نہیں؟ کیا یہاں گاؤں میں قیام واقعی پُر لطف نہیں؟ دیکھو کیسا سہانا سماں ہے۔ فضا کتنی شفاف اور منظر کتنا دلکش ہے۔"
وہ شوہر کے شانہ بشانہ اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر گھر میں داخل ہونے لگی۔ اس نے اس کے جسم پر اپنا جسم جھکائے ہوئے شوہر کا سہارا لیا ہوا تھا۔ شوہر نے بھی اس کی کمر کے گرد ہاتھ ڈال کر اسے تھپکی دی۔ دونوں نے ایک دوسرے کو شرارت آلود مسکراہٹ سے دیکھا۔
کافی بیگ اب بیوی کے ہاتھ میں تھا۔ وہ اسے الٹ پلٹ کر اس طرح دیکھ رہی تھی گویا وہ اس کے لئے کوئی بیش قیمت تحفہ لایا تھا۔





گلشن اطفال

طاقت

سیدہ طاہرہ بیگم

بچو! طاقت کے معنے یہ نہیں ہیں کہ ہم ہاتھی کو پچھاڑ دیں یا شیر سے تنہا مقابلہ کریں بلکہ طاقت کا مفہوم کچھ اور ہی ہے۔ باب العلم حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"طاقتور اور بہادر وہ نہیں جو میدانِ جنگ میں پہلوانوں کو پچھاڑ دے بلکہ حقیقی طاقتور اور بہادر وہ ہے جو اپنے نفس کو پچھاڑ دے اور اپنے غصہ پر قابو حاصل کرے"

اسی مطلب کو ہندوستان کے شاعر نے ادا کیا ہے ؎

بڑے موذی کو مارا نفسِ امّارہ کو گر مارا
نہنگ و اژدہا و شیرِ نر مارا تو کیا مارا

حکماء کے نزدیک نفسِ طاقت سے ... بہتر ہے چنانچہ سعدی شیرازی فرماتے ہیں ...

...

زرّین اقوال

تمام رسائل میں نہ صرف تیر انداز کی مانگ بڑھی ہوئی ہے بلکہ اسکو نمایاں حیثیت بھی حاصل ہے (سرکار عالی آگاہ)

فلاسفر کے نزدیک حقیقی طاقت وہ ہے جو کمزوروں کی مدد میں کام آئے

بچو! تم کو بیشک طاقتور بننا چاہیئے تم کو دنیا میں ضرور طاقت حاصل کرنا چاہیئے لیکن تمھاری طاقت کا صحیح مصرف یہ ہے کہ تم اپنی طاقت سے کمزوروں کی مدد کرو۔ ضعیفوں اور بے سہارا انسانوں کی دستگیری کرو اور اپنے نفس کو پچھاڑ دو

بچو! طاقت دو قسم کی ہوتی ہے، ایک جسمانی طاقت، دوسری روحانی طاقت، روحانی طاقت کو جسمانی طاقت پر فضیلت حاصل ہے۔ روحانی طاقت خدا ترسی اور نیکی سے پیدا ہوتی ہے

بچو! ہمارے سرکار اعلیٰحضرت حضورِ نظام کی روحانی طاقت بہت بڑھی ہوئی ہے، کیونکہ وہ خدا ترس اور نیک ہیں۔ وہ نیکی اور انسانیت کو فائدہ پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے

بچو! تم بھی اعلیٰحضرت حضورِ نظام کی نیک زندگی سے سبق حاصل کر کے خدا ترس اور نیک بنجاؤ اور اپنی روحانی طاقت میں اضافہ کرو جسکی روحانی طاقت بڑھی ہوئی ہوتی ہے وہ شخص ہمیشہ کامران اور کامیاب ہوتا ہے۔ دنیا کی کوئی طاقت اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی!

بچو!

گلشن اطفال کے لئے تم بھی کوئی مضمون بھیجو۔

رچرڈ مونیٹگ

جسمانی لحاظ سے ناکارہ اور معذور لوگوں کی آبادکاری

دنیا میں ایسے کتنے ہی لوگ ہیں جو پیدائشی طور پر یا کسی بیماری یا حادثے کے نتیجہ کے طور پر جسمانی لحاظ سے ناکارہ ہیں۔ ایسے لوگوں کا مستقبل کتنا مخدوش اور مایوس دکھائی دیتا ہے۔ اس کا اندازہ کسی بھی حساس آدمی کو ہو سکتا ہے۔ حق تو یہ ہے کہ ایسے لوگوں کا مستقبل ایک بہت بڑا مسئلہ ہے۔ ہندوستان میں بھی ایسے لوگوں کے مستقبل کو روشن بنانے کے لئے کام ہو رہا ہے۔ ذیل کا مضمون اس سلسلے میں ہمارے لئے باعث تحریک ہو سکتا ہے۔

لانگ آئی لینڈ (نیو یارک) میں روزانہ شام کے ۴ بجے تین سو سے زیادہ مرد اور عورتیں ایک چھوٹے سے کارخانے سے باہر نکل آتی ہیں اور انتظار میں کھڑی موٹر کاروں کی لمبی قطاروں کا رخ کرتی ہیں۔ ان میں سے بعض تو بیساکھیوں پر اور کچھ مصنوعی ٹانگوں پر احتیاط سے چلتے ہیں جبکہ بعض لوگ پہیئے والی کرسیوں پر آگے بڑھتے ہیں۔ بعض کی رہنمائی ان کے ساتھی کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ نابینا ہوتے ہیں۔ ان لوگوں میں سے کچھ تو اپنے گھروں کو جانے والے دوستوں اور رشتہ داروں کی موٹر گاڑیوں میں سوار ہو جاتے ہیں۔ باقی لوگ (بس) کی طرف آہستگی کے ساتھ قدم بہ قدم جاتے ہیں۔ کچھ آدمی پہیئے والی کرسیوں میں سے نکل کر دلچسپی کے ساتھ گاڑیوں میں جا بیٹھتے ہیں۔ اور جب وہ سب بیٹھ جاتے ہیں تو بڑے اطمینان کے ساتھ گاڑی چلا دیتے ہیں۔ کارخانے کے یہ کارکن لوگ یا تو کسی بیماری کے، جنگ یا کسی حادثے وغیرہ کا شکار ہونے کے باعث پیدائشی طور پر جسمانی لحاظ سے معذور اور ناکارہ ہیں۔ یہ سب لوگ امریکہ کے ایک کارخانے ابیلیٹیز انکارپوریٹڈ (Abilities Incorporated) میں کام کرتے ہیں جو بہت سی چھوٹی چھوٹی چیزیں تیار کرتا ہے۔ اس کارخانے میں بجلی سے چلنے والی موٹروں (انجنوں) کے ٹرانسفارمروں کے لئے تار، آواز کو بلند کرنے والے آلات کے پرزے، ریڈیو اور ٹیلی ویژن سیٹ اور دوسری چیزیں تیار ہوتی ہیں۔ کارخانے کی تمام پیداوار خود اس کے ہی کارکن اور محنت کش مرد اور عورتیں ہیں جو مختلف قسم کا سامان اور مال بناتے ہوئے خود اپنی شکستہ زندگیوں کو بھی از سر نو تعمیر کرتے ہیں۔ اس غیر معمولی کارپوریشن کے صدر ہنری وسکارڈی جونیئر ہیں جنہیں ہر شخص ہنک کے نام سے پکارتا ہے۔ آپ اس وقت چالیس سال کے ہیں۔ سر کا کوئی بال سفید ہو گیا ہے۔ آپ کے چہرے سے گرمجوشی اور ذہانت ٹپکتی ہے۔ آپ نے بڑی مصیبتیں جھیلنے اور شدید جدوجہد کے بعد یہ کامیابی حاصل کی ہے۔ ہنک ایک اطالوی نائی کے بیٹے ہیں۔ پیدائش ہی سے آپ کی ٹانگیں پوری نہیں تھیں۔ کوئی [illegible]

برس تک آپ ٹانگوں کے ٹنڈوں سے نیچے لکڑیاں باندھ کر چلتے پھرتے رہے۔ اس وجہ سے پورے سن بلوغ پر بھی آپ کا قد صرف ۱۱۲ سنٹی میٹر تھا۔ لیکن اس کے باوجود آپ کالج کی تعلیم پوری کرنے میں لگے رہے قانون کی ڈگری حاصل کرنے ہی والے تھے کہ ٹانگوں کے ٹنڈوں میں شدید تکلیف پیدا ہو گئی اور ایسا معلوم ہونے لگا کہ وہ دھڑ سے الگ ہو جائیں گے۔ اس لئے یہ تعلیم کا سلسلہ ترک کرنا پڑا۔ لیکن کچھ وقت کے بعد آپ کے خاندانی ڈاکٹر رابرٹ پالو ور نے آپ کا علاج شروع کیا اور آپ کو اس قابل بنایا کہ عام لوگوں کی طرح چل پھر سکیں۔ ڈاکٹر پالو ور نے جرمنی کے ایک ماہر سے آپ کے لئے مصنوعی ٹانگیں بنوائیں جن کے لگانے سے آپ کا قد ۱۶۲ سنٹی میٹر ہو گیا اور جب پہلی بار یہ ٹانگیں لگا کر آپ نے ایک بڑے آئینے میں اپنے آپ کو دیکھا تو رقت سے بے ساختہ آنسو بہنے لگے اور کہا "ڈاکٹر میں تمہارا احسان کبھی نہیں اتار سکتا"۔ ڈاکٹر نے کہا میں نہیں چاہتا کہ آپ میرا شکریہ ادا کریں۔ ہاں میں اتنا کہوں گا کہ آپ بھی اسی طرح کسی دوسرے اپاہج کی مدد کریں اور اپنی مثال سے اسے نئی زندگی دے کر قابل کار بنائیں۔ بس میں اتنا ہی چاہتا ہوں۔ یہی میرے احسان کا معاوضہ ہوگا"۔

ہینک نے نئی ٹانگوں پر چلنے کی مہارت حاصل کرنے کے بعد موٹر چلانا بھی سیکھا۔ آپ دوسری عالمی جنگ کے دوران میں جسمانی طور پر ناکارہ ہو جانے والے فوجیوں کی آبادکاری میں اپنے تجربے کی روشنی میں مدد دینے لگے اور امریکی ریڈ کراس کے کارکن کی حیثیت سے اکثر بے دست و بازو فوجیوں کی حوصلہ افزائی کرتے رہے اور ان کی دکھی زندگیوں کو سکھی اور قابل کار بنانے میں نمایاں کام کیا۔ آپ ان زخمی سپاہیوں اور افسروں کے گروہوں کو خطاب کرتے اور ان کا حوصلہ بڑھاتے۔

ان کامیاب سرگرمیوں کے باعث آپ کو کپڑے کے ایک بڑے کارخانے میں ۱۵ ہزار ڈالر سالانہ پر ملازم بھرتی کرنے کے شعبے کا ڈائرکٹر بنایا گیا۔ یہ ایک بڑی رقم تھی جو آپ کی بیوی اور چار لڑکیوں پر مشتمل کنبے کے اخراجات کے لئے کافی سے زیادہ تھی۔ آپ کئی برس تک اس عہدے پر کام کرتے رہے اور جسمانی طور پر معذور لوگوں کو اس کارخانے میں مناسب کاموں پر لگاتے رہے۔ اس کے بعد نیویارک یونیورسٹی کے بیلی ویو انسٹی ٹیوٹ آف فزیکل میڈیسن اینڈ ری ہیبلی ٹیشن (جسمانی طور پر ناکارہ لوگوں کی آبادکاری کا ادارہ) کے افسر اعلیٰ ڈاکٹر ہارورڈ رسک نے آپ کو ایک ایسی تنظیم کے افسر اعلیٰ کا عہدہ سنبھالنے کی استدعا کی جو جسمانی طور پر اپاہج اور معذور لوگوں کی آبادکاری کے لئے مخصوص تھی۔

آپنے مالی نقصان برداشت کرتے ہوئے کم تنخواہ پر اس عہدہ پر کام کرنا قبول کیا اور اپنے جیسے معذور لوگوں کی فلاح و بہبود کے لئے مالی ایثار کا ثبوت دیا۔ اس تنظیم کے قیام میں نیویارک کے بہت سے سرکردہ تاجروں نے مالی امداد دی تھی۔ یہ عہدہ سنبھالنے کے بعد مسٹر ہینک نے سارے ملک کا دورہ کیا اور ہر جگہ کے کارخانہ داروں سے اپیل کی کہ وہ معذور لوگوں کو مناسب اور موزوں کام پر لگا کر ان کی روزی کا مسئلہ حل کرنے میں مدد دیں۔ نتیجہ خاطر خواہ نکلا اور ہزارہا اپاہج لوگوں کو روزگار کے قابل بنا دیا گیا۔ لیکن ان نمایاں سرگرمیوں سے بھی

مسٹر ہنک کو دلی تسکین نہیں ملی۔ اپنے محسن اعظم ڈاکٹر بالو ور کے الفاظ آپ کے کانوں میں گونجتے رہتے تھے۔ بالآخر آپ نے اپنی چھوٹی سی فیکٹری قائم کی جس کا نام ایبلی ٹیز انکارپوریٹیڈ (Abilities Incorporated) رکھا۔ شروع میں یہ فیکٹری ایک گیراج میں چھوٹے سے پیمانے پر کھولی گئی لیکن جلد ہی خود مسٹر ہنک اور آپ کے دوسرے اپاہج اور معذور کارکنوں اور ساتھیوں کی اسے اتنی ترقی دی کہ یہ فیکٹری ایک بڑے کارخانے کی صورت اختیار کر گئی۔ چنانچہ آج یہ کارخانہ ۳۶۰۰ مربع میٹر پر پھیلا ہوا ہے اور نیویارک شہر سے صرف ۳۰ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ جب سے یہ کارخانہ قائم ہوا ہے امریکہ اور دوسرے ملکوں کے ہزاروں ڈاکٹروں، سماجی ورکروں، کارخانہ داروں اور دوسرے لوگوں نے اس کے معائنے، مشاہدے اور مطالعہ سے دیکھا ہے کہ جسمانی لحاظ سے ناکارہ لوگوں کو کس طرح اور کس کس قسم کے کاموں پر لگایا جاتا ہے اور کہ اگر انہیں مناسب مواقع میسر آئیں تو وہ کیا کیا کچھ کر سکتے ہیں۔ ان معلومات کی روشنی میں دوسرے علاقوں میں بھی ایسے معذور لوگوں کو روزگار مہیا کرنے اور اقتصادی حالت سدھارنے کے اقدامات کئے گئے ہیں اب تک یہ سلسلہ بدستور جاری ہے اور جاری رہے گا۔ اس کارخانے کے قیام کے دن ہی سے کارکنوں کو دوسرے صنعتی کارخانوں کی اجرتوں کی شرح سے اجرتیں ملتی ہیں جو منافع حاصل ہوتا ہے وہ بھی کارکنوں کی زندگیوں، علاج معالجے کے بیموں، سال میں دو ہفتے کی با تنخواہ چھٹیوں اور دوسری سہولتوں اور کارخانے کی توسیع پر خرچ کیا جاتا ہے۔ مسٹر ہنک اب اس کارخانے کو چھوڑ کر کسی بھی دوسری جگہ کام کرنے کو تیار نہیں خواہ یہاں آپ کو کتنا ہی مالی نقصان کیوں نہ ہو۔ آپ اپنی تھوڑی آمدنی پر ہی قانع ہیں اور معذور لوگوں کو آباد کاری ہی کو اپنی سب سے بڑی کمائی سمجھتے ہیں۔

ہندوستان کی تمباکو کی برآمدات!

ایک اطلاع مظہر ہے کہ برطانیہ نے ۱۹۶۰ء کے پہلے دس ماہ میں کل ۱۰۰،۰۰۰، ۲۸۷ پونڈ وزن (خام) درآمد کیا جس میں سے ۸۰۰،۰۰۰، ۴۰ پونڈ ہندوستان نے بھیجا تھا۔ زیر نظر عرصہ کے دوران برطانیہ نے ۱۹۵۹ء کے اسی عرصہ کے مقابلہ میں ۴۰۰،۰۰۰، ۵ پونڈ زیادہ تمباکو درآمد کیا۔ برطانیہ کے ہاتھوں ۳۰۰،۰۰۰، ۴ پونڈ زیادہ فروخت کیا۔ امریکہ نے سب سے زیادہ تمباکو (۱۲۷،۰۰۰،۰۰۰ پونڈ) برطانیہ کو سپلائی کیا۔ بعد روڈیشیا و نیاسالینڈ (۴۰۰،۰۰۰، ۴۴ پونڈ) نمبر آتا ہے۔ ہندوستان کا نمبر تیسرا تھا۔

بہار آئی

محترمہ بانو طاہرہ سعید صاحبہ بی اے

ہوا پیدا دل طرف اتمام عالم میں بکا آئی
بہار آئی بہار آئی بہار آئی بہار آئی

بہار آئی خدا کے گھر میں ولیوں کا ولی آیا
مبارک ہو نبی کو جسکی حاجت تھی وہی آیا

نبوت لوریاں دیتی ہے رحمت مسکراتی ہے
نسیم خلد اس مولود کا جھولا جھلاتی ہے

جمال ہاشمی دیکھو جبینِ سروری دیکھو
جگر کو خون کر دے وہ ادائے دلبری دیکھو

عجب صورت عجب سیرت عجب انداز پایا ہے
خدا نے خاص اپنے ہاتھ سے اسکو بنایا ہے

رسول ہاشمی کی آنکھ کا تارا ہے یہ بھائی
ہوا پیدا تو آغوش محمدؐ میں جگہ پائی

چڑھا پروان پیغمبرؐ کے دل کا راز داں ہو کر
بنا داماد پیغمبر بھی یہ بچہ جواں ہو کر

جوانی اف جوانی کیا قیامت خیز ہے اسکی
ہزاروں طور جل جائیں نگاہ تیز ہے جسکی

جلال ایسا کہ سورج خود بخود قدموں میں کھنچ آئے
جمال ایسا کہ جس سے چودھویں کا چاند شرمائے

کبھی ساقی کبھی زاہد کبھی بانکا سپاہی ہے
سمجھ میں کچھ نہیں آتا علیؑ رازِ الٰہی ہے

علیؑ کی ذات قدرت کا انوکھا اک کرشمہ ہے
علی کی ذات دنیا کیلئے اب تک معمہ ہے

مجھے اتنا فقط معلوم ہے اے طاہرہ لیکن
علیؑ اول علیؑ آخر علیؑ ظاہر علیؑ باطن

روحانی ریڈیو



ناشر :- مجذوب حیدرآبادی

یہ عنوان حضرت مجذوب حیدرآبادی کی ملکیت ہے انکے روحانی مکاشفات کے متعلق ہم کوئی رائے ظاہر کرنے کی جرات نہیں کر سکتے ناظرین جانیں یا وہ خود۔ روحانی نشریات میں نام، مقامات اور واقعات فرضی ہوا کرتے ہیں اگر اتفاقاً مطابقت ہو جائے تو کسی اسم خاص کا قیاس نہ فرمایا جائے (ایڈیٹر)

ایکسٹرا ٹوریل پیٹر پر ہم روحانی نشرگاہ سے بول رہے ہیں ابھی ابھی آپ شبلی قوال سے اکبر الہ آبادی کی غزل سن رہے تھے جس کا ایک شعر تھا ؎

ہم نے چاہا تھا کہ حاکم سے کریں گے فریاد
وہ بھی کم بخت ترا چاہنے والا نکلا !!

چلئے ! اب ہم آپ کو شہر اقربا نگر کے اسمبلی ہال میں لے چلتے ہیں ——

اس وقت ہم شہر اقربا نگر کے اسمبلی ہال سے بول رہے ہیں اس وقت کورم پورا ہے۔ تمام ہال بھرا ہوا ہے لیکن بعض اراکین اپنی اپنی نشستوں پر اونگھ رہے

[illegible] شاید یہ رات کو سجدۂ شکر ادا کرنے کے لیئے صبح تک بیٹھے رہے ہیں

—— اوں ہوں ! دیکھو چیف سکریٹری دے کر آپ لوگ مجھے بہلانا چاہ رہے ہیں۔ کیا چیف سکریٹری میرے قومی خدمات کا بدل ہو سکتا ہے ؟ اوں ہوں ! غیر منظور ، رول ہو گیا !

مجھے واہ یا ! ابھی ایک ڈرکن آف بھئی او تجھے نیا چیف سکریٹری کا خواب دیکھ کر بڑبڑا رہے تھے ——

آرڈر ! آرڈر ! آرڈر !! او جگانے والے ڈرکن کے منہ پر پانی مار رہے ہیں !

—— کیسا پانی ! ابھی پانی نہیں سوڈا لاؤ سوڈا !!

—— ارے معاف کیجئے ! فوراً شکریہ ادا کر دیا تھا جھپکی لگ گئی۔

لیجئے ! اب کارروائی کا آغاز ہو رہا تھا۔ ڈپٹی منسٹر فینانس پر چاروں طرف سے سوالات کی بارش ہو رہی ہے لیکن اس بارش کے باوجود موصوف پر پانی کا ایک بوند بھی نہیں ٹھہر رہا ہے بالکل اسی طرح جس طرح چکنے گھڑے پر پانی نہیں ٹھہرتا

—— آپ نے سیلز ٹیکس کے اخراجات کا آئندہ سال کا بجٹ تو پیش کر دیا لیکن یہ بتلایئے آپ کے محکمہ کی آمدنی کیا ہے !؟

—— جی ! آمدنی برابر بڑھ رہی ہے

میں آمدنی کے بڑھنے یا گھٹنے کی نسبت سوال نہیں کر رہا ہوں، میں یہ پوچھ رہا ہوں کہ اس سال کیا آمدنی ہوئی !؟

—— جی ! متوقع آمدنی ، خدا جھوٹ نہ بلوائے

کوئی آٹھ دس کروڑ کے لگ بھگ ہوگی!

— پھر آپ سوال سے ہٹ کر جواب دے رہے ہیں، میں متوقع آمدنی نہیں پوچھ رہا ہوں، میں پوچھ رہا ہوں کہ اس سال سرکاری خزانہ میں سیلز ٹکس کے عنوان سے کسقدر رقم جمع ہوئی؟

— جی! میں بھی یہی چاہتا تھا کہ ناظم سیلز ٹکس سے پوچھ کر آپ کو قطعی اعداد بتاؤں لیکن معلوم ہوا ہے کہ وہ دورہ پہ گئے ہوئے ہیں!

— جناب! یہ معمہ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ جس وقت اسمبلی کی میقات شروع ہوئی ہے اور سیلز ٹکس کے موازنہ پر بحث کا آغاز ہوتا ہے اسی وقت آپکے ناظم کو دورہ اٹھتا ہے!

— جی! آج کل کلکشن کا زمانہ ہے اس زمانہ میں دورہ کرنا ضروری ہے! اس اتفاق کو کیا کیا جائے کہ کلکشن کے زمانہ ہی میں اسمبلی کی میقات شروع ہوتی ہے اس میں۔ بیچارے ناظم کا کیا قصور ہے!؟

— اچھا جناب! کمشنر اگر مستقر پر نہیں ہیں تو ڈپٹی کمشنر سے پوچھ کر قطعی آمدنی کے اعداد بتلایئے!

— جی! ڈپٹی کمشنر آج کل نمائش کی دکان آ نار رہے ہیں!

— ہاں! ہاں! سمجھنا چاہتا ہے کہ آج کل ان کو ہر چیز پیلی نظر آرہی ہے!

— کیا فرمایا آپنے؟ پیلی! نہیں تو، ان کے چشمہ کا رنگ کالا ہے۔ ہر چیز پیلی کس طرح نظر آنے لگی!؟

— آرڈر! آرڈر!! اس قسم کے غیر متعلق سوالات کی اجازت نہیں دی جاسکتی!

— جناب ڈپٹی منسٹر صاحب! اگر نائب ناظم بھی نہیں ہیں تو کیا سیلز ٹکس کا کوئی کلرک بھی نہیں؟ کسی کلرک ہی سے پوچھ کر بتا دیجئے کیونکہ عام طور پر یہ مشہور ہے کہ اس محکمہ کے نائب ناظم اور ناظم سے زیادہ کلرک ہی واقف کار ہیں!

— جی! میں معزز رکن کے منشاء کے بموجب کسی کلرک ہی سے پوچھ کر آیندہ اجلاس میں آمدنی کے قطعی اعداد بتاؤں گا لیکن اس وقت میں اتنا یقین دلا سکتا ہوں کہ اس محکمہ کی آمدنی مستحکم بنیادوں پر قائم ہے اور تمام عہدہ دار فرض شناس اور مستعد ہیں جو ازدیاد آمدنی کے لئے پیہم کوشاں ہیں!

— معاف فرمایئے جناب! عہدہ داروں کے تقرر کی تفصیلات سننے کے لئے اسمبلی ہال نہیں بلکہ دیوانخانہ زیادہ موزوں ہوسکتا ہے۔ اچھا یہ بتلایئے اس محکمہ میں گزیٹڈ عہدہ دار کتنے ہیں؟

— جی! فی الوقت (۴۰) چالیس گزیٹڈ عہدہ دار ہیں!

— اچھا چالیس اور وہ بھی فی الوقت!؟ گویا آیندہ انکی تعداد اور بڑھنے کی توقع ہے!؟

— جی ہاں! کیوں نہیں؟ توقع تو ہے پر تو......

— خوب توقعات ہیں آپ کے! اچھا یہ تو بتلایئے پیوستہ سال کی آمدنی کیا رہی؟

— جی! اسی کروڑ!! معاف فرمایئے، میں نے غلط کہہ دیا، اسی لاکھ ہوئی اسی لاکھ!!

اسّی لاکھ! قدا جو خرچ کرتا ہے اگر تیس لاکھ

کا لاکھ، ایران کے لاکھ کیطرح دس ہزار کا تو نہیں ہوتا؟

— جی نہیں جناب! پورے سو ہزار کا ایک لاکھ!

— اچھا! اسّی لاکھ آمدنی، ۲۰ ہزار گزیٹڈ عہدہ دار، اور سالانہ خرچ؟

— جی سالانہ خرچ صرف ڈیڑھ کروڑ روپیہ!

— خوب خوب! اسّی لاکھ آمدنی اور ڈیڑھ کروڑ کا خرچ! گویا "دمڑی کی گڑیا ٹکے سرمنڈائی" سولہ سو کے ہزار اسی کو کہتے ہیں!

— لیکن معزز رکن! آج اگر آمدنی سے خرچ زیادہ ہے تو کیا ہوا؟ ایک دن ایسا آنے والا ہے کہ ہمارے محکمہ کی آمدنی خرچ سے بڑھ جائیگی!

— لیکن میں پوچھتا ہوں وہ دن کب آنیوالا ہے؟

Comming shortly

— جی بس!

— یعنی جسطرح قیامت کا آنا یقینی اسیطرح اس محکمہ کی آمدنی بڑھنے کا "یوم سعید" آنا یقینی!! لیکن آپ کسی مدت کا تعین بھی تو کریں!

— معزز رکن! مجھے معاف فرمائیں، مجھے علم نجوم میں دخل نہیں ہے ورنہ میں زائچہ کھینچ کر بتا دیتا کہ فلاں تاریخ سے آمدنی میں اضافہ ہی اضافہ ہوتا چلا جائے گا، تاہم جیسا کہ میں نے اس سے پہلے کہا ہے میں متوقع آمدنی کے بارے میں کچھ کہہ سکتا ہوں، مثلاً ہم نے سگریٹ پر سیلس ٹیکس لگانے کا تصفیہ کیا ہے اس سے ہم کو سالانہ تقریباً ایک کروڑ کی آمدنی ہوگی!

— خوب! خوب!! تجویز تو معقول ہے لیکن اس سلسلہ میں مزید اضافہ کیا جانا مناسب ہے مثلاً یہ کہ سگریٹ پینے سے سرطان ہوتا ہے، لہذا کیوں نہ سرطان کے مریضوں پر بھی جناب ٹیکس فی کس فی ہفتہ دو چار سو روپیہ سیلس ٹیکس لگا دیا جائے! کیوں جناب وزیر طبابت! اس ضمن میں آپ کی کیا رائے ہے؟

— نہیں جناب! میں اسکی تائید میں رائے نہیں دے سکتا کیونکہ سگریٹ پر سیلس ٹیکس عائد ہونے اور اسکے ساتھ ساتھ سرطان کے مریضوں پر بھی سیلس ٹیکس لگا دیا جانے کی وجہ سے لوگ سگریٹ پینا ترک کر دیں گے جسکی وجہ سے وہ سرطان میں مبتلا نہ ہوسکیں گے اور جب لوگ سرطان میں مبتلا ہی نہ ہوسکیں گے تو رائفل ٹکٹ کون خریدے گا!؟ اور دواخانہ سرطان کا عدم و وجود دونوں برابر ہوگا!

— یہ بھی خوب رہی! رائفل ٹکٹ کی فروخت کے لئے آپ چاہتے ہیں کہ لوگ سرطان میں مبتلا ہونے جائیں

— نہیں جناب! صرف رائفل ٹکٹ کی فروخت ہی واحد مقصد نہیں ہے، بلکہ اور بھی مصالح ہیں مثلاً یہ کہ لوگ اگر سرطان میں مبتلا نہ ہوں گے تو ملک کی شرح اموات گھٹ جائیگی، ملک کی آبادی میں خطرناک اضافہ ہو جائیگا۔ لہذا بڑھتی ہوئی آبادی پر کنٹرول کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ سرطان وغیرہ جیسے امراض ملک میں پھیلتے ہی رہیں!

یعنی آنریبل وزیر طبابت کی اس توضیح کا مفہوم

ہے کہ سرطان پھیلتا ہی رہے، دوا نما ڈسپرطان
بھی علاج ہوتا ہی رہے اور انفل ٹکٹ بھی
فروخت ہوتے رہیں!

ہاں ہاں! یہی مفہوم ہے!

لیکن ہم کہاں سے کہاں پہونچ گئے؟ بحث یہ
ہو رہی تھی کہ سیلز ٹکس کی آمدنی کیا ہے؟

ہاں! جناب معزز رکن درست ہے۔ میں ابھی متوقع
آمدنی گنائے دیتا ہوں۔ بسکٹ سیلز ٹکس
کی متوقع آمدنی کے علاوہ ہمیں توقع ہے کہ اس
سال شہر اور بازار میں کم از کم ایک لاکھ ٹکٹ دوکانیں
کھلیں گی۔ اگر ہر دوکان سے ہمیں اقل ترین ٹکس
ایک ہزار سالانہ بھی وصول ہو تو اسطرح سالانہ دس
کروڑ کی آمدنی ہو جائیگی! یہ تو میں ایک سرسری
اندازہ بتا رہا ہوں ورنہ اس سے کہیں زیادہ آمدنی
کی توقع ہے!

خوب توقعات ہیں آپ کے! شاید ڈپٹی وزیر اعلیٰ
نے "لونقد نہ تیرہ ادھار" اور
"A bird in hand is worthy than two in bush!"
نہیں پڑھا ہے!؟

ابھی جناب! میں نے کیوں نہیں پڑھا ہے۔ پڑھ
کر ہی تو بول رہا ہوں۔ نہ صرف بول رہا ہوں
بلکہ عمل بھی کر رہا ہوں۔ دیکھئے نا! میں نے
گھونسلیں کی وزارت کو چھوڑ کر ترقی میں کی
ڈپٹی وزارت اعلیٰ حاصل کر لی ہے!

خوب! خوب!! خوب!!! دعا ہے کہ آپ کو
گھونسلیں کی وزارت بھی مل جائے! آپ کی
آپ کے توقعات پہ اعتراض نہیں بلکہ ہمدردی
ہے

شکریہ! شکریہ!! شکریہ!!!

ایجزار نوری بیٹر یہ ہم روحانی نشرگاہ
سے بول رہے ہیں۔ ابھی آپ شہر اقربا نگر کا اسمبلی
کی کارروائی سن رہے تھے۔ اب آپ ہمارے اسٹوڈیو
واپس آچکے ہیں۔ ہمارے نشریات کا وقت ختم ہو چکا ہے
اسلئے ہمیں آئندہ ہفتہ تک کیلئے اجازت دیجئے۔ مجھے بولنے

بزم سعدی

توانا بود ہر کہ دانا بود
مجرماً خاطر عالی را مستحضر می سازد

(۱۴)

روز پنجشنبہ ۸ ارژانویہ سنہ ۱۹۶۱ میلادی ساعت
ہشت شب جلسہ بزم سعدی بصدارت دانشمند
محترم بینیر روشن شاعر کشمیری پنڈت تلوک چند محروم
منعقد است۔ دانشمند محترم آقای اختر حسن
(ام۔ اے) مقالہ ای لبت "بہ شعرا مہد قطب
شاہی" بہ سمع حاضرین خواہند رسانید علاوہ
ازین مشاعرہ ہائی بہ مصرع ذیل شروع خواہد شد
لعاضد و انتظار دارد کہ جناب عالی با تشریف آوری
خود رونق این بزم را بیفزائید

مصرع:۔ تا آزمودہ مشکل اہل نظر مشو۔ قافیہ نظر

آدرس
"مدینہ منش"
نارائن گوڑہ

مخاطب
علامہ دکتر طاہر مسلم

معتمد بزم سعدی
قمر ساحری

بمناسبت مولود مسعود نوزاد اعلیحضرت همایونی شاهنشاه ایران

سرائنده: آقای س. م. ابراهیم "ناصح رضوی"

زمن که مژده می برد به کشورِ کبارِ ما
به شهرِ ما، دیارِ ما، به مجد و افتخارِ ما
به خسروِ قلوبِ ما، به قیصرِ تبارِ ما
به رشکِ کیقبادِ ما، به شاهِ شهریارِ ما
گذشت انتظار و شد بهار در بهارِ ما
دمیده است نو گلی بباغِ تاجدارِ ما

بباغِ تاجدارِ ما ز نو بهار چیده است
هزار رنگ و بوی خوش کزان بهار دیده است
"فرح" در انبساطِ ما، سرور از آن دمیده است
به عیشِ بر دوامِ ما "گلِ فرح" وزیده است
خوشی به خرمیِ ما، نقوش نو کشیده است
طلسمِ انتظار را شکست نوبهارِ ما

شکستِ نوبهارِ ما پیالۀ خیال را
به سخره سنگ کوفته، زجاجِ انفعال را
گرفت جامِ جم بدست، گو مئی زلال را
که از سبو برون بیا، بزن رهِ ملال را
دهن به خنده باز کن، بگیر دستِ زال را
که لا زوال باشد این بهارِ ما، هزارِ ما

بهارِ ما، هزارِ ما، به فصلِ سال دیده‌ایم
کنارِ جویبارها، شگفتِ حال دیده‌ایم
ز قمری و تذروها، شگونِ فال دیده‌ایم
ز سنبلِ درازمو، شبِ وصال دیده‌ایم
ولی چنین بهارِ ما، نه در خیال دیده‌ایم
که در آبان مه رسد، بهار در کنارِ ما

بهار در کنارِ ما، از آن بهار بگذرم
چو زلفِ شب دراز شد، از آن کنار بگذرم
به صحن مرغزارها، ز کبک و سار بگذرم
ز لاله و بنفشه و، گلِ هزار بگذرم
بتارِ زلفِ عنبرین، چو مشکبار بگذرم
که گلستان و مهوشان، به جشنِ گلعذارِ ما

به جشنِ گلعذارِ ما، رباب و چنگ میزنیم
بدورِ جامِ نابِ ما، پیاله زنگ میزنیم
بپای سازِ زندگی، بلا درنگ میزنیم
به ضربِ تار و عود ما، دفِ قشنگ میزنیم
ز رودِ سند این نوا، نه از جفنگ میزنیم
که این نیازِ بندگی، ز ارغنونِ کنارِ ما

ز ارغنون، کنارِ ما، دو صد نگار پرورد
چو طائرانِ نغمه خوان، که لاله زار پرورد
بسانِ آبشارها، که جویبار پرورد
و یا چو سبزه زارها، که چشمه سار پرورد
بیک نوای زیر و بم، جهان هزار پرورد
که این شعارِ زندگی، ز چشمِ اعتبارِ ما

ز چشمِ اعتبارِ ما، فتاده است غلغله
به گلستان و بوستان، به چار سو چو زلزله
ز [illegible] ها، ز [illegible] ها، ز صلصلان جلجله
چه دشت و کوه و شهر و در، گرفته است هلهله
که قلبِ ناصحِ حزین، ازان گرفت ولوله
به تهنیت نمود رو و رفت از دیارِ ما

۱۹۶۰ء میں ایٹمی توانائی کا پُرامن استعمال

۱۹۶۰ء کے دوران میں امریکہ میں ایٹمی توانائی کے پرامن استعمال میں وسیع پیمانے پر پیش قدمی ہوئی۔ پیش قدمی ہائیڈروجنی توانائی کے بند دھماکوں سے لے کر سمندروں کے نیچے ایٹمی آبدوزوں کے عالمی سفر تک کے مختلف کارناموں پر مشتمل ہے۔ سب سے اہم پیش قدمی غالباً وہ تحقیق تھی جو کیلی فورنیا یونیورسٹی میں دو تجرباتی مشینوں میں ہائیڈروجنی توانائی کا ردِعمل جانچنے کی غرض سے کی گئی۔ یہ ان پروگراموں کے سلسلے کا ایک حصہ ہے جو امریکہ، برطانیہ اور روس میں ہائیڈروجنی توانائی کو قابو میں لانے کے لئے زیرِ عمل ہیں۔ یاد رہے کہ ہائیڈروجنی توانائی ہی سے سورج میں توانائی پائی جاتی ہے۔ اس ردِعمل کے دوران میں بھاری ہائیڈروجن ایٹموں سے عظیم توانائی پیدا ہوتی ہے۔ ایٹمی بھٹیاں یورینیم کے ایٹموں کو توڑتی ہیں اور ان سے گھٹیا درجے کی بجلی نکلتی ہے۔ لیکن اگر ہائیڈروجن کے تصادم کے طریقوں کو کامیابی سے ترقی دی جائے تو دنیا کو مستقبل میں جتنی بھی برقی قوت کی ضرورت ہوگی وہ لاکھوں برس تک سمندری پانی میں پائے جانے والے بھاری ہائیڈروجن مادے سے مہیا کی جا سکے گی۔ یونیورسٹی کی لارنس ریڈی ایشن لیبارٹری میں ماہرینِ طبیعات کی ایک جماعت نے ڈاکٹر فریڈرک کوئنس کی سرکردگی میں بھاری ہائیڈروجن پلازما کو ایک ایسی مقناطیسی مشین میں ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصے کے وقفے تک بند رکھا جس میں شیشے لگے تھے۔ یہ ماضی کے اس قسم کے تجربوں سے زیادہ طویل اور زیادہ پرحرارت تھا۔ اس سے پہلے پاس آف لی کی ایٹمی توانائی کمیشن کی لیبارٹری میں سائنسدانوں کی ایک جماعت نے ڈاکٹر جیمز ایل ٹک کی نگرانی میں جو تجربے کئے ان سے پتہ چلا کہ بار بار ہائیڈروجن کا بندردِعمل دیکھا گیا۔ یہ مختلف قسم کی مشین تھی۔ اس میں ایک سیکنڈ کے دس لاکھویں حصے میں ہائیڈروجن گیس کو لاکھ کے درجۂ حرارت پر پہنچا پایا گیا۔ یہ اس سلسلے کی پہلی کامیابی تھی۔

دُنیا کا اوّلین ایٹمی بجلی گھر

۱۹۶۰ء میں شکاگو کے علاقے میں ایٹمی توانائی سے بجلی حاصل کرنے کے سب سے پہلے پرائیویٹ کارخانے سے لوگوں کے گھروں اور صنعتی کارخانوں اور فیکٹریوں کو بجلی مہیا کی گئی۔ اس ایٹمی بجلی گھر سے ایک لاکھ ۸۰ ہزار کلوواٹ بجلی پیدا ہوتی ہے۔ یہ دُنیا کا اوّلین اور امریکہ میں اس وقت تک کا سب سے بڑا ایٹمی بجلی گھر ہے۔ گرین لینڈ میں برف کے نیچے ایک دستی ایٹمی بھٹی لگائی گئی ہے جس کے ذریعہ کیمپ میں تحقیق کرنے والے تقریباً ایک سو اشخاص کو بجلی اور حرارت مہیا ہوتی ہے۔ اس طرح ان کے لئے بحرِ منجمد شمالی میں سال بھر تحقیق کا کام جاری رکھنا ممکن ہوا ہے۔ اس سے ۱۵ سو کلوواٹ بجلی اور حرارت پیدا ہوتی ہے اور یہ مروجہ ایٹمی بھٹیوں کے مقابلے میں زیادہ کفایت شعارانہ اور کم خرچ ہے۔ اس کے لئے سال بھر میں صرف پچاس پونڈ یورینیم کی ضرورت ہوتی ہے۔ جتنی بجلی اس ایٹمی بھٹی سے مہیا ہوتی ہے اتنی ہی بجلی کے لئے ڈیزل تیل سے بجلی تیار کرنے کی مشین کے لئے دس لاکھ گیلن تیل کی ضرورت ہوتی اور پھر وہ بھاری بھرکم مشینری ہوائی جہازوں کے ذریعہ وہاں پہنچانے پر بھی بہت بھاری خرچ بیٹھتا۔ اس طرح پچاس پونڈ یعنی صرف ۲۵ سیر یورینیم سے ۱۵ سو سے بھی زیادہ کلوواٹ بجلی مل رہی ہے

لٹل پیداوار کا مطالعہ آنکو دو کر برانڈ کے مطالعت سے بیدار کر

قطعہ

روحِ مرغانِ چمن زمزمہ خوانی میں رہی	خوبیٔ رنگِ گُلِ نقش خامۂ مانی میں رہی
پوچھ فرقان سے کبھی راز کو [illegible]	غلطِ ذاتِ علی شرحِ معانی میں رہی

([illegible])

ایٹمی آبدوز

امریکہ کی ایٹمی آبدوز ٹرٹی ٹون نے دنیا کے گرد پہلی بار پانی کے نیچے سفر کیا۔ سفر کے دوران میں عام طور پر یہ اسی راستے پر چلتی رہی جو آج سے ساڑھے چار سو برس پہلے فرڈی نینڈ میگلن نے اختیار کیا تھا اگرچہ یہ سفر صرف ۶۱ برس میں طے ہوا۔ تاہم اس کا اور یہ آبدوز مزید ۲۳ دن تک پانی کے نیچے رہی۔ اس سفر کے دوران میں یہ دو دفعہ سطح سمندر پر بھی ابھری۔ ایک دفعہ تو اپنے عملے کے ایک بیمار جرمن کو دوسرے جہاز میں منتقل کرنے کے لئے اور دوسری دفعہ فرڈی نینڈ میگلن کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے کادیز سپین میں۔ ایٹمی توانائی سے چلنے والی ایک اور امریکی آبدوز "سی ڈریگن" نے کینیڈا کے جزیرہ نما کے برفانی سمندروں کے نیچے بحر اٹلانٹک سے بحر الکاہل تک ۸۵۰۰ میل کا سفر صرف ۶ دن میں پورا کیا۔

ہوائی جہاز بردار ایٹمی جہاز

امریکہ کا سب سے پہلا ہوائی جہاز بردار ایٹمی جہاز سمندر میں اتار دیا گیا۔ یہ ۱۱۰۰ فٹ لمبا اور ۸۵۳۵۰ ٹن وزنی ہے۔ اس کا نام انٹرپرائز (Enterprise) رکھا گیا ہے۔ اس میں آٹھ ایٹمی ری ایکٹر لگے ہوئے ہیں۔ جو اس جہاز کو دوبارہ ایندھن لینے کے بغیر دنیا کے گرد بیس بار گھما سکتی ہیں۔

کیمیاوی اشیاء تیار کرنے کیلئے ایٹمی بھٹی

ولمنگٹن ڈلاویر میں ہرکولیس پاؤڈر کمپنی (بجلی کمپنی) نے ایک ایسی ایٹمی بھٹی تیار کی ہے جس کے ذریعہ کیمیاوی اشیاء تیار کی جا سکتی ہیں۔ اور یہ کیمیا سازی کے مروجہ تکنیک سے زیادہ کفایتی ہے۔ شعاع ریزی سے امریکی ایٹمی توانائی کمیشن نے ایٹمی توانائی سے چیزیں تیار کرنے کا ایک نیا طریقہ دریافت کیا ہے۔ جس میں تابکار کوبالٹ ۶۰ کے ایک تودے سے شعاع ریزی کی جاتی ہے۔ تحقیق کرنے والوں نے اس طریقے سے نئی قسم کا فلورو کاربن پلاسٹک تیار کیا ہے جو مروجہ کیمیاوی عمل سے تیار نہیں ہو سکتا۔ یہ نئی قسم کا پلاسٹک زیادہ لچکدار ہے اور چپکانے میں زیادہ اچھا اور مضبوط ہے۔ پلاسٹک پر ایسی کیمیاوی اشیاء کا اثر نہیں ہوتا جو اسے خراب کر سکتی ہیں۔ کیوی (Kiwi) قسم کی تجرباتی ایٹمی بھٹیوں کی آزمائش کے سلسلے میں اس بات کی تصدیق ہوئی کہ ایٹمی راکٹ تیار کئے جا سکتے ہیں۔ کیوی قسم کی یہ ایٹمی بھٹیاں خلائی سفر کے لئے مقصود نہیں بلکہ بعض خاص پیمائشی اور تحقیقی اغراض کے لئے بنائی گئی ہیں۔ انہیں کیوی کا نام نیوزی لینڈ کے ان پرندوں کے نام پر دیا گیا ہے جو اڑ نہیں سکتے۔ امریکی ایٹمی توانائی کمیشن اور امریکی خلائی اور فضائی ایڈمنسٹریشن اپنے مشترکہ منصوبے کو جاری رکھتے ہوئے زیادہ بہتر ڈیزائن کی ایٹمی بھٹیوں کا نیا سلسلہ تیار کر رہی ہیں۔ ان تجربوں میں راکٹ کو چلانے کے لئے سیال ہائیڈروجن کا استعمال بھی شامل ہے۔

سرطان کے علاج میں ایٹم کا استعمال

ارگون میں ایٹمی توانائی کمیشن کے تحقیقی ہسپتال میں کینسر کے مریضوں کا علاج ۶ کروڑ الیکٹران وولٹ قوت والی مشین سے کیا جا رہا ہے اس مشین کے ذریعے کینسر والے مقام پر بے مثل صحت، قوت، اور صحیح انداز کے ساتھ شعاعیں پڑتی ہیں۔ یہ مشین شکاگو یونیورسٹی میں استعمال کی جا رہی ہے اور کینسر کے علاج کے علاوہ دوسرے تحقیقی منصوبوں میں بھی اس سے کام لیا جا رہا ہے۔ ویسٹنگ ہاؤس الیکٹرک کارپوریشن نے ہائیڈروجن بھٹی میں توانائی کو براہ راست بجلی میں تبدیل کیا ہے اس عمل میں یورینیم کی سلاخ میں پنسل کے برابر کا ایک آلہ لگایا گیا جسے ایٹمی بھٹی کی تہہ میں داخل کیا گیا۔ عام طور پر بھٹی کی حرارت کو جنریٹر یا ٹربائن برقی میں منتقل کیا جاتا ہے جس سے بجلی پیدا ہوتی ہے۔

قطعہ

[illegible] ہوئے ہیں ‖ فدائی سب بلا گرداں ہوئے ہیں
[illegible] نو عثمان ‖ نجف میں جا کے پھر شاداں ہوئے ہیں

(آمدہ از زندگی باغی)

مقناطیسی کرہ۔ جو ساٹھ ہزار میل تک پھیلا ہوا ہے!

امریکہ نے سنہ ۱۹۶۰ء کے دوران میں ۲ ار دسمبر تک ۱۶ مصنوعی سیارے مدار میں پہنچائے۔ ان میں سورج کے گرد گردش کرنے والا "پایونیر پنجم" بھی تھا۔ امریکہ اور روس نے جتنے مصنوعی سیارے خلاء میں پہنچائے ہیں یہ تعداد اُن کے نصف سے کچھ کم ہے۔ روس نے تین برسوں میں خلا میں کل ۹ مصنوعی سیارے پہنچائے ہیں۔ گذشتہ برس امریکہ کو خلائی سائنس میں جو نمایاں کامیابیاں حاصل ہوئی ہیں۔ وہ راکٹوں کے ایندھن، مصنوعی سیاروں کی بہتر طور پر کھوج لگانے کے طریقوں، چھوٹے برقیاتی آلوں اور زندگی برقرار رکھنے والی ادویات کے شعبوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ لیکن شاندار تمام کامیابیوں کے باوجود اس خلائی برس کی واحد اہم ترین بات یہ تھی کہ امریکہ نے ایسے مصنوعی سیاروں کی طرف خاص طور سے توجہ دی جن کا مقصد انسان کی روزمرہ کی زندگی میں فائدہ پہنچانا ہے۔ امریکہ نے متعدد ایسے مصنوعی سیارے داغے۔ ان میں سے پہلا "ٹائرس اوّل" تھا۔ جس سے موسموں کی زیادہ درست پیشگوئی کرنے کے متعلق بڑی امید پیدا ہوئی۔ سال کے اواخر میں پیغام رسانی اور جہاز رانی کے متعلق مصنوعی سیارے داغے گئے۔ جو ٹیلیفون اور ٹیلی ویژن کے عالمگیر ملے سسٹم اور ایسے نظام کار کے پیشرو ہیں۔ جس سے خراب ترین موسم میں بھی بتایا جا سکتا ہے کہ جہاز سمندر میں ٹھیک کس جگہ پر ہے۔ ملکی فضائی و خلائی نظامت کی طرف سے گذشتہ برس مصنوعی سیاروں کے جس پروگرام کو عمل میں لایا گیا اس میں سائنس کو ترجیح دینے کی پالیسی پر سختی سے عمل کیا گیا۔ اگر ان مصنوعی سیاروں کے داغنے کے بعد شاندار نتائج برآمد ہوئے تو اُن کی حیثیت ثانوی تھی۔ اس پروگرام کا مقصد زمین کے خلائی گردو پیش کے متعلق نئی معلومات فراہم کرنا تھا۔ تا کہ آخر میں ان معلومات سے نوع انسانی کو فائدہ پہنچے۔ مثال کے طور پر جب ٹائرس اول نے اپریل میں زمین کے گردبادلوں کی تصویریں بھیجیں تو اخباروں نے بڑی بڑی سرخیوں کے ساتھ اس کے متعلق خبریں شائع کیں۔ اس نے اپنے بنیادی سائنسی مقصد کو بھی پورا کیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ زمین کی سطح پر جو بادل پائے جاتے ہیں ان کی ساخت خلاف توقع اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے۔ اگرچہ بادلوں کی تصویروں سے طوفانوں کا پتہ چلانے میں مدد ملی۔ تاہم نئی سائنسی معلومات موسم کی تشکیل کو بہتر طور پر سمجھنے میں معاون ثابت ہوئیں۔ اور اس طرح انسان نے موسم پر قطعی کنٹرول کے قریب پیشقدمی کی۔ سال کے دوران میں امریکی پروگرام کا اعلیٰ درجے کا تعاون اس امر سے ظاہر ہوتا تھا کہ اس کے چند مصنوعی سیاروں کے تجربوں سے ابتدائی تجربوں کی توثیق نہیں ہو سکی۔ سورج کے گرد مستقل طور پر گھومنے والے پایونیر پنجم نے سورج اور زمین کے تعلقات کے متعلق نئے تصورات کی تصدیق کی جن کا اشارہ ایکسپلورر ششم سے ملا تھا۔ پایونیر پنجم نے نئے حقائق کا بھی انکشاف کیا تھا۔ مثال کے طور پر یہ مقناطیسی کرہ تقریباً ۶۰ ہزار میل کے فاصلے تک پھیلا ہوا ہے۔ جبکہ پہلے خیال کیا جاتا تھا کہ وہ تقریباً ۳۰ ہزار میل تک پھیلا ہوا ہے۔

واشنگٹن میں دسمبر میں منعقدہ امریکن راکٹ سائنس کانفرنس سے امریکہ کی خلائی سائنس کی موجودہ حالت جاننے کا موقعہ ملا۔ کانفرنس کے رسمی اجلاس میں بات چیت "خلاء میں اڈہ بنانے" کے مسئلہ پر مرکوز رہی۔ ہوائی و خلائی صنعت کے سائنسدانوں اور انجینئروں نے اس امر پر تبادلہ خیالات کیا کہ الگ الگ تیار شدہ

قطعہ

بہر بیاں کہ صداقت کی ضرورت کیا تھی | آشکارا کہ حکایت کی ضرورت کیا تھی
جبکہ موجود علیؑ تھے نبیؐ کے وارث | بعد ازاں دیکھ خلافت کی ضرورت کیا تھی

خول کو کیونکر خلاء میں بھیجا جائے اور وہاں انہیں جوڑ کر ایک واحد عظیم خلائی سٹیشن بنایا جائے۔ اس امر پر غور ہوا کہ اگر ایسا نہ ہو سکے تو ایک اسٹیشن کو ایک واحد بنڈل کے طور پر بھیجا جائے۔ اور اس مقصد کے لئے لاکھوں پونڈ کا دھکا لگانے والے ایک عظیم راکٹ کی مدد لی جائے۔ زمین سے آنے والے خلائی جہاز سے خلائی اسٹیشن پر انسانوں کو اتارنے اور وہاں سے واپس لانے کی تکنیکوں پر بھی غور کیا گیا۔ سال کے دوران میں امریکہ نے یہ مصنوعی ستارے خلاء میں بھیجے۔ بین السیارگان خلاء کی جانچ کرنے کے لئے ۱۱ مارچ کو پاینیر پنجم، زمین کی سطح پر بادلوں کی تصویریں لینے اور بادلوں کا درجہ حرارت ریکارڈ کرنے کے لئے یکم اپریل کو ٹائرس اول اور ۲۳ نومبر کو ٹائرس دوم تمام موسموں میں جہازرانی کے امکان کے مطالعہ کیلئے ۱۳ اپریل کو ٹرانزٹ اول بی اور ۲۲ جون کو ٹرانزٹ ۲۔ اے، دشمن کے میزائلوں کا سراغ لگانے کے سلسلے میں سرخ شعاعوں کا معائنہ کرنے کے لئے ۲۴ مئی کو میڈاس دوم، شمسی توانائی کی جانچ کرنے کے لئے ۲۲ جون کو ٹرانزٹ ۲۔ اے کے ساتھ "گریب" نام کا مصنوعی ستارہ، پیغام رسانی کے سلسلے میں زمین پر ریڈیو سگنل بھیجنے کے لئے ۱۲ اگست کو ایکو اول، ریڈیائی پیغام رسانی کے لئے ۴ اکتوبر کو کوریئر اول بی اور برقی کرے کے مطالعہ کے لئے ۳ نومبر کو ایکسپلورر ہشتم۔ سال میں چھ مصنوعی ستارے بھی حسب ذیل تاریخوں کو داغے گئے۔ ۱۵ اپریل، ۱۰ اگست، ۱۸ اگست، ۱۳ ستمبر، ۱۲ نومبر اور ۷ دسمبر۔ ڈسکورر ۱۴ کا خول انسان کی بنائی ہوئی پہلی چیز تھی۔ جسے خلاء سے برآمد کیا گیا۔ یہ ۳۰۰ پونڈ وزنی خول جس میں آلات بھی تھے۔ ۱۱ اگست کو ہوائی کے نزدیک بحرالکاہل کے ایک علاقے میں برآمد کیا گیا۔ ۱۹ اگست کو ہوا کے درمیان ہی ایک خول برآمد کر کے امریکہ نے پھر ایک تاریخی کارنامہ سرانجام دیا۔ ایک ہوائی جہاز نے جو ورزشی جھولے جیسے جال کو کھینچ رہا تھا۔ ہوائی کے نزدیک آسمان میں سے ڈسکورر ۱۴ کے خول کو پکڑ لیا۔ ۱۲ نومبر کو بھی ڈسکورر ۱۷ کا سونے کے ملنے والا خول اور ۱۰ دسمبر کو ڈسکورر ۱۸ کا اگلا سرا برآمد کیا گیا۔ دو سال پہلے بلکہ ایک سال پہلے بھی ہوا میں مصنوعی ستارے کے خول کی برآمدگی میں بہت دشواریاں تھیں لیکن گذشتہ برس امریکہ نے تین خول برآمد کئے۔

۱۹۶۰ء کے دوسرے خلائی سنگ میل اور دریافتیں حسب ذیل ہیں:-

(۱) پاینیر پنجم (ریڈیل وصیل) مصنوعی ستارے نے ۲۲،۴۶۲،۰۰۰ میل کی بلندی تک پرواز کر کے ایک خلائی ریکارڈ قائم کیا۔ پچھلا ریکارڈ پاینیر چہارم نے قائم کیا تھا جو ۴۰۷،۰۰۰ میل کی بلندی تک اڑا تھا۔

(۲) سورج کے مدار کی طرف جاتے ہوئے پاینیر چہارم نے بین السیارگان مقناطیسی کرے کی دریافت کی جس کے ماخذ کا ابھی تک پتہ نہیں چل سکا۔ اس سے اس امر کی بھی تصدیق ہوئی کہ زمین سے تقریباً ۴۰ ہزار میل کی بلندی پر خط استوا پر الیکٹرانوں کا ایک حلقہ گردش کرتا رہتا ہے۔

(۳) موسم کے متعلق جانچ کرنے والے پہلے مصنوعی ستارے ٹائرس اول نے زمینی اسٹیشن کو بادلوں کی ۲۳ ہزار تصویریں بھیجیں۔

(۴) امریکہ نے ۲۳ جون کو ایک راکٹ کے ساتھ پہلی بار دو مصنوعی ستارے داغے۔

(۵) وینگارڈ اول مصنوعی سیارہ کی معلومات سے پتہ چلتا ہے کہ زمین قدرے ناشپاتی کی صورت کی ہے اور کہ خط استوا پر ناہموار ابھار جتنا پہلے خیال کیا جاتا تھا اس سے کم ہے۔ وینگارڈ اول نے اپنے مدار سے متعلق جو معلومات بھیجی تھیں۔ اُن سے ظاہر ہوتا ہے کہ سورج کی روشنی مصنوعی ستارے کو اس کے راستے سے کسی قدر ہٹانے کے لئے کافی طاقت خرچ

قطعہ

نہ جبتک اصل ہو تو قصہ حکایت چل نہیں سکتی
نہ ہو مضبوط یہ خامہ کتابت چل نہیں سکتی
کہاں تک پائیداری ہو مصنوعی بھی اے عثماں
نہ پایہ رکن سے ہرگز خلافت چل نہیں سکتی

(مصنف ...)

برطانوی پارلیمنٹ کے افتتاح کی رنگین فلم

ہندوستان میں دکھائی جائیگی!

یکم نومبر کو ملکہ معظمہ نے برطانوی پارلیمنٹ کا جو افتتاح کیا تھا اس موقع پر ایک رنگین فلم تیار کی گئی ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ یہ فلم ۱۰۴ ملکوں میں دکھائی جائے گی جن میں ہندوستان بھی شامل ہے۔ فلم جو ۲۱ منٹ کی ہے ۲۲ زبانوں (بشمول ہندی، بنگالی اور ٹامل) میں تیار کی گئی ہے۔ اس میں افتتاح کی پوری کارروائی دکھائی گئی ہے۔ برطانوی پارلیمنٹ کے ممبران نے حال ہی میں یہ فلم ہاؤس آف کامنز میں دیکھی تھی۔ اب یہ فلم ملکہ معظمہ کو دکھائی جائے گی۔

ملکہ الزبتھ دوم کا دورۂ ہند

بی۔ بی۔ سی کا پروگرام

معلوم ہوا ہے کہ ملکہ معظمہ اور ڈیوک آف ایڈنبرا ۲۰ جنوری کو جب لندن کے ہوائی اڈہ سے ہندوستان، پاکستان، نیپال اور ایران کے دورہ کے لئے روانہ ہونگے بی۔ بی۔ سی روانگی کی رپورٹ اپنی جنرل اور اوورسیز سروس میں نشر کرے گی۔ بی۔ بی۔ سی، ہندوستان کے مقاصد اور تکمیلات سے متعلق ایک خاص پروگرام ۱۸ جنوری کو نشر کرے گی جسے برطانوی مصنف میلکم مگریج جو ہندوستان میں رہ چکے ہیں۔ مرتب کر رہے ہیں۔ اس پروگرام میں جو ہندوستانی وقت کے مطابق ۹ بجے شام ۸۶ء۱۶، ۱۹ء۹۱ اور ۹۰ء۹ میٹر پر سنا جا سکے گا۔ مسز وجے لکشمی پنڈت، ہندوستان میں سابق برطانوی ہائی کمشنر مسٹر میلکم میکڈانلڈ، صنعت کار سر آر، ماہر معاشیات ڈاکٹر وی۔ کے۔ آر۔ وی راؤ اور دیگر ماہرین شرکت کریں گے۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ بی۔ بی۔ سی ملکہ معظمہ کے دورۂ ہند کے ہر مرحلہ کی رپورٹ باقاعدہ طور پر نشر کرے گی۔

کرتی ہے۔ ایکو اوّل نے سورج کی روشنی کے دباؤ کی تھیوری کی تصدیق کر دی ہے۔

(۶) ایکو اوّل دنیا کا پہلا پیغام رساں اور عظیم ترین مصنوعی سیارہ ہے۔ اس غبارہ کا قطر ۱۰۰ فٹ ہے۔ اور وہ خلاء میں جاکر پھول گیا تھا۔ اسے امریکہ کے مختلف علاقوں اور امریکہ اور یورپ کے درمیان آواز، سگنل، اور تصویروں کے متعلق ریڈیو سگنل بھیجنے کے لئے متعدد بار استعمال کیا گیا ہے۔

(۷) ملکی فضائی و خلائی نظامت کے ایکس۔ ۱۵۔ راکٹ کی طاقت سے چلنے والے تحقیقی ہوائی جہاز نے اکتوبر میں عالمی پرواز کا ریکارڈ قائم کیا۔ اس میں ۱۶ ہزار پونڈ کے دھکیلے والا انجن لگایا گیا تھا۔ بعد کے مہینوں میں ۶۰ ہزار پونڈ کے دھکیلے والا نیا انجن لگا کر ہوائی جہاز اڑایا گیا۔ اسی طرح زیادہ دھکیلے والے چند مزید راکٹ تیار کئے گئے ہیں۔

قطعہ

کتنی ہی آج دیکھ لے یہ بٹ کے رہ گئی
عمر خضر کی مجھ کو ہنساتے گئے ۔ ۔ ۔
سالم جو شئے تھی آپ وہ بہت گھٹ کے رہ گئی
دیکھو کہ تیغ ۔ ۔ ۔ رہ گئی

برطانیہ کی خبریں

ہندوستانی باشندوں کو گرانٹس

نفیلڈ فاؤنڈیشن کی سالانہ رپورٹ

نفیلڈ فاؤنڈیشن کی ۱۵ ویں سالانہ رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ پچھلے سال اس ادارہ نے ہندوستان کے دو سول ملازمین کو برطانیہ میں تعلیم تربیت حاصل کرنے کے لئے سفری گرانٹس دیں۔ اُن میں ایک تو مسٹر [illegible] ہیں۔ جو اسٹیٹ ٹریڈنگ کارپوریشن کے ملازم ہیں۔ اور ان دنوں برطانیہ میں تو سیاٹے گئے [illegible] کے نظم و نسق کی تربیت حاصل کر رہے ہیں۔ دوسرے تربیت یاب ہندوستان کی وزارت صحت کے ڈپٹی سیکریٹری مسٹر ڈی۔ جے بلراج ہیں۔ جو برطانیہ کے قومی اور پرائیویٹ صنعتی اداروں میں [illegible] ملازمین کے تعلقات کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ نفیلڈ فاؤنڈیشن ہندوستان اور پاکستان میں ایک [illegible] اسکیم کے لئے بھی امداد دے رہی ہے جس کے تحت [illegible] کے باشندے زراعت کا مطالعہ کرنے کی [illegible] برطانیہ کا دورہ کرتے ہیں۔ زیر نظر سال [illegible] نفیلڈ فاؤنڈیشن نے روڈیشیا و نیاسا لینڈ میں میڈیکل اسکول کے قیام کے لئے ۲۵۰،۰۰۰ پونڈ کی گرانٹ دی۔ علاوہ ازیں کامن ویلتھ کے [illegible] ملکوں [illegible] خوراک اور زراعت کے مسائل سے [illegible] کئی گرانٹس دی گئیں۔ برطانیہ [illegible] یونیورسٹی [illegible] نسلی تعلقات کو ۵۰،۰۰۰ پونڈ گرانٹ دی گئی۔

"کامن ویلتھ خاندان" کی ترقی

برطانوی وزیر نو آبادیات کی تقریر

سال نو کے پیغام میں برطانوی وزیر نو آبادیات مسٹر آئین میکلوڈ نے کہا ہے کہ ہمیں اس عظیم اور ترقی پذیر خاندان (یعنی کامن ویلتھ خاندان) کے ممبران کے طور پر حقیقی بھائی چارہ کے جذبات سے لبریز ہو کر آگے بڑھنا چاہئے۔ اگر ہم ایسا کر سکے تو ہم ہر کام انجام دے سکیں گے۔ وزیر موصوف نے مزید کہا کہ نائیجیریا۔ سائپرس اور سمالی لینڈ کی آزادی سنہ ۱۹۶۰ء کا ایک نہایت اہم واقعہ ہے اور اب ہم اس دن کا انتظار کر رہے ہیں۔ جب سیرالیون آزادی سے ہمکنار ہوگا۔ یہ سب ایسی تکمیلات میں جن پر ہم اپنے فخر کا اظہار کر سکتے ہیں۔ ہمارے طرز فکر میں ایسے لوگوں کے لئے کوئی جگہ نہیں جو ترقی کو پسند نہیں کرتے اور جو تبدیلی کی ہواؤں سے بچنا چاہتے ہیں۔ ہر ملک کے عوام آزادی حاصل کرنے کے متمنی ہیں اور یہ ایک قدرتی بات ہے۔ حکومت برطانیہ کو اُن کی اس خواہش کا پورا احساس ہے اور ہمارے اقدامات اس بات کے شاہد ہیں کہ ہم اُن کی اس خواہش کو پورا کرنے کے لئے بھرپور کوشش کر رہے ہیں۔

مویشیوں کی بیماریوں سے متعلق ہندوستانی باشندہ کی برطانیہ میں ریسرچ

ایک اطلاع کے مطابق آندھرا پردیش ڈیری کالج ترویتی کے سابق لیکچرار مسٹر اے۔ وینکٹ رتنم ان دنوں لیورپول اسکول آف ٹراپیکل میڈیسن میں کولمبو منصوبہ کے تحت مویشیوں کی ایک خاص بیماری سے متعلق ریسرچ کر رہے ہیں۔ یہ ریسرچ انہوں نے ایم۔ ایس سی اور پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگریوں کے لئے شروع کی ہے۔ موصوف مذکورہ اسکول کے طالب علم رہ چکے ہیں۔ یہ اسکول دنیا میں اپنی قسم کا سب سے پرانا اسکول ہے۔

ہوائی جہازوں میں بکنگ کیلئے آٹومیٹک مشین کا استعمال

ہوائی جہازوں میں سفر کرنے والوں کی تعداد اب اتنی بڑھ گئی ہے کہ برٹش یورپین ایرویز نے ۰۰۰،۰۰۰،۲ پونڈ مالیت کی ایک آٹومیٹک مشین خریدنے کا فیصلہ کیا ہے جو مسافروں کی نشستیں محفوظ کرنے کا کام انجام دے گی۔ یہ مشین مغربی لندن [illegible]

روس
سوویٹ میں اسلام کیخلاف مہم!

اگرست ۱۹۶۰ء کے دوران میں سوویٹ ازبکستان یا سوویٹ یونین کے کسی سابق مسلم علاقے میں رہنے والے مسلمانوں کو یہ معلوم ہو سکتا کہ روسی نوآبادیاتی نظام، قوم پرستی اور ایشیائی عوام کی ثقافتی کامیابیوں کے احترام سے متعلق کیا کچھ کہہ رہا ہے تو اس کا دماغ چکرا جاتا یا وہ حیران و ششدر رہ جاتا کیونکہ سنہ ۱۹۶۰ء میں اگرچہ روسی وزیراعظم کھروشچوف نے اتحادی سبھا کے روبرو نوآبادیاتی نظام کی مذمت کی تاہم حکومت روس نے روسیوں، یوکرائینیوں اور دوسرے نوآبادکاروں کو سوویٹ یونین کے ان علاقوں میں بھیجنے کی پالیسی جاری رکھی جہاں کسی وقت مسلمانوں کی اکثریت تھی۔ سنہ ۱۹۶۰ء میں اگرچہ روس نے ایسی کانفرنس کا انعقاد کیا جس میں اس نے اپنے ایشیائی مہمانوں کی ثقافتی کامیابیوں کی تعریف کی تاہم سوویٹ یونین نے اندر اسلام اور اس کی ثقافتی میراث کی باقیات پر نکتہ چینی جاری رہی۔ جنوری سنہ ۱۹۶۰ء میں سوویٹ کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی کی میٹنگ میں ایک فرمان جاری کیا گیا جس میں "بورژوا قوام پرستی کی نشانیوں"، "عوام کے شعور میں ماضی کی باقیات"، "اجنبی نظریہ" اور "مذہبی تعصبات" وغیرہ کے خلاف ملک میں پراپیگنڈا تیز کرنے کو کہا گیا۔ اس کانفرنس کے بعد جنوری کے آواخر میں کریملن تھیٹر میں سیاسی اور سائنسی علوم کی اشاعت کے متعلق کل یونین مجلس کی ایک بڑی کانفرنس ہوئی۔ یہ مجلس سوویٹ یونین میں منصوبہ بندی اور مذہب دشمن سرگرمیوں کو عمل میں لانے کی ذمہ دار ہے۔ فروری کے آغاز میں تاشقند ریڈیو نے اطلاع دی کہ پچھلے مہینے کے دوران میں اجتماعی فارم کے آبادکاروں کا ایک نیا گروپ قزاخستان میں مستقل طور پر بھیجا گیا ہے۔ فارکوف ریڈیو نے نشر کیا کہ ۱۲ جنوری کو فارکوف علاقے کے آبادکاروں کی ایک کھیپ قزاخستان روانہ ہوئی ہے۔ قزاخستان میں کسی وقت غیر سلاو لوگوں کی بھاری اکثریت تھی۔ وہاں جانے والے نئے گروپوں کے بارے میں فارکوف ریڈیو نے بتایا کہ ان میں مختلف پیشوں اور عمروں کے لوگ۔ اور پورے کنبے شامل ہیں۔ وہ لوگ اپنے بچوں کو بھی اپنے ساتھ لے گئے ہیں۔ ان آبادکاروں کو حکومت کی طرف سے نقدی اور تحفے بھی دیئے گئے ہیں۔ مارچ کے مہینے میں سوویٹ یونین کے ان علاقوں میں جہاں کبھی مسلمانوں کی اکثریت تھی اسلام پر شدید حملے کئے گئے۔ سوویٹ آذربائیجان میں دہریت کی نئی تحریک شروع کرنے کا اعلان کیا گیا۔ جبکہ باکو ریڈیو اسٹیشن سے بتایا گیا کہ ۷ ہزار سے زیادہ لیکچروں اور پرچارکوں کے باوجود پراپیگنڈا کے کام میں خامیاں پائی جاتی ہیں۔ پروادا نے اس امر پر خاص طور سے نکتہ چینی کی کہ قزاخستان اور ترکمانستان میں ریڈیو سے پراپیگنڈا کرنے کا کام تسلی بخش نہیں ہے۔ عالما عطا ریڈیو سے ایک نشریہ میں قزاخستان کے مصنفوں کو صورت حالات بہتر بنانے کے لئے ہدایت دی گئی اور کہا گیا کہ نوآبادکاری کے پروگرام کے سلسلے میں زراعت میں جو عظیم تبدیلیاں ہوئی ہیں انہوں نے ان کے بارے میں کچھ نہیں کیا۔ اس سلسلے میں عالما عطا ریڈیو کے مارچ کے ایک دوسرے براڈکاسٹ کا ذکر کرنا دلچسپی کا موجب ہوگا جس میں انکشاف کیا گیا تھا کہ ۱۰ مارچ کو سوویٹ قزاخ کمیونسٹ پارٹی کی جس کانفرنس کا افتتاح ہوا۔ اس میں غیر قزاخوں کی تعداد قزاخوں سے زیادہ تھی۔ عالما عطا ریڈیو کے مطابق نمائندوں میں ۵۰۰ غیر قزاخ اور ۲۰۷ قزاخ شامل تھے۔ ان اعداد سے قزاخستان کی نسلی کایا پلٹ کی مزید توثیق ہوگئی ہے۔

قطعہ

عیسیٰ موسیٰ کی حکایت کی ہے
واقعہ کی بھی حمایت کی ہے
مگر کیا ان علیؓ نے عثمانؓ
کف ساقی پہ بھی بیعت کی ہے

جہاں سنہ ۱۹۲۶ء میں سوویٹ اعداد کے مطابق ترادف کی تعداد ۹۳،۴ فیصد تھی۔ عاشق آباد سے خبروں کے ایک بلیٹن میں بتایا گیا کہ سوویٹ ترکمنستان کے کمیونسٹ پارٹی نے ایک جدید ارغسن نامی کو پارٹی سے اس لئے نکال دیا گیا کیونکہ وہ مذہبی رسوم کی پابندی کرتے تھے۔ سنہ ۱۹۶۱ء کے موسم بہار میں حکومت روس کی طرف سے اسلام کے خلاف جو تحریک چلائی گئی اس کے سلسلے میں قزاقستان براڈکاسٹ سے چند حوالے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں: اخلاقیات نے کہا "وہ (مسلمان) سمجھتے ہیں کہ خدا خالق کل قادر مطلق اور ازلی ہے۔ اگر وہ قادر مطلق ہے تو ہم اسے اپنی نمازوں سے کیوں ہدایات نہ کریں؟ اگر وہ قادر مطلق ہے تو ہم اس کیلئے مسجدیں کیوں بنائیں؟ اگر وہ ہم سب کا مالک ہے تو ہم اس کے نام پر قربانی کیوں دیں؟ اگر وہ ناقابل فہم ہے تو ہم اس کے بارے میں فکر ہی کیوں کریں! اخلاقیات نے سامعین کو جو نیکی اور بدی کے بارے میں جاننا چاہتے ہیں مشورہ دیا کہ وہ "بائبل یا قرآن" کے بجائے مارکس اور لینن کی تعلیمات کا مطالعہ کریں۔ مذہب کے خلاف اس تحریک نے داغستان میں بہت زور پکڑا جہاں لوگوں کو بتایا گیا کہ روسی حکام اسلامی شادیوں کو یعنی شادیاں تسلیم نہیں کرتے۔ واضح رہے کہ داغستان میں بھی کسی وقت مسلمانوں کی اکثریت تھی۔ سنہ ۱۹۶۰ء میں رمضان کی آمد پر مکھا چکلا ریڈیو سے ان پہاڑی لوگوں کو بتایا گیا کہ رمضان "خوفناک اذیتوں" اور "شدید بیماریوں" سے خاص طور سے تعلق رکھتا ہے۔ نشریہ میں کہا گیا کہ رمضان اور اسلام کی دیگر رسوم نقصان دہ ہیں۔ کیونکہ وہ فریب پر مبنی ہیں۔ موسم گرما اور پت جھڑ کے دوران میں ماسکو ریڈیو نے سوویٹ یونین اور ایشیا کے مسلمانوں کے متعلق ڈبل رول ادا کیا۔ ایشیا کے مسلمانوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کئی کانفرنسوں کا انعقاد کیا گیا۔

سرخ چین کے مسلمان

آغاز میں سرخ چین کے مبصروں نے بتایا کہ مسلم سنکیانگ ایک بہت بڑا فوجی کیمپ بن گیا ہے۔ وہاں کمیونسٹ چین کی فوج کسی بھی بغاوت کو کچلنے اور اس امر کی یقین دہانی کے لئے ہمیشہ موجود رہتی ہے کہ حکومت کمیونسٹ چین کے احکام پر عمل ہو رہا ہے۔ سنکیانگ کے بارے میں کمیونسٹ چین کے احکام کا کیا مطلب ہے۔ اس کی ایک جھلک ارومچی ریڈیو کے ایک نشریہ سے ملی تھی جس میں بتایا گیا تھا کہ سنکیانگ کی راہنما جماعت میں ایک کانفرنس ہوئی جس میں اس علاقے کو نئے نظریاتی سانچے میں ڈھالنے کے بارے میں سوچ بچار ہوا۔ اس نشریہ کے مطابق میٹنگ میں تسلیم کیا گیا کہ نئے نظریاتی سانچے میں ڈھالنے کا کام مقابلتاً طویل اور مشکل ہے۔ اس لئے اپنے نظریاتی معیاروں کو بلند کرنے کے لئے ہمیں مارکس، لینن اور چیرمین ماؤسی تنگ کی تعلیمات اور پارٹی کے رہنما اصولوں کے مطالعہ کے متعلق اپنی کوششوں کو نرم نہیں کرنا چاہیئے۔ فروری میں کمیونسٹ چین کی خبر رساں ایجنسی این۔ سی۔ این۔ اے نے اطلاع دی کہ سنکیانگ کے اویغر اور قزاق مسلمان جو عربی رسم الخط استعمال کرتے ہیں اسے ایک ایسے رسم الخط سے بدلا جا رہا ہے۔ جس میں لاطینی حروف کا استعمال ہوتا ہے۔ ایسا ہی عمل سوویٹ یونین میں اختیار کیا گیا تھا۔ جب حکومت کے حکم سے سوویٹ وسط ایشیائی مسلمانوں کی طرف سے استعمال ہونے والا عربی رسم الخط لاطینی رسم الخط سے بدلا گیا تھا۔ بعد میں روس نے حکم جاری کیا تھا کہ لاطینی حروف تہجی کو روسی رسم الخط سے بدلا جائے۔ یہ تسلیم کیا گیا کہ ان اقدامات کا مقصد سوویٹ یونین کے باہر کے مسلمانوں کے ساتھ سوویٹ حکومت سے پہلے کے چلے آنے والے ثقافتی و مذہبی تعلقات اور روایات

قطعہ

سحر ممکن نہیں ہے شب کو بدلے || نہ نکہت عنبر اشہب کو بدلے
یہ آساں ہے نہیں کہتا ہے خناس || نہیں ممکن کوئی مذہب کو بدلے

(آمدہ از ندرِ عا ...)

ہوتا ہے۔ لیکن سنکیانگ کے قومی کیمپ سے نادیل اور حکومت کمیونسٹ چین کی ہدایات کے باوجود مقامی قوم پرستی ظاہر آ وہاں فتنہ و فساد کی جڑ بنی ہوئی ہے اس کا انکشاف سنکیانگ کمیونسٹ پارٹی کے لیڈر سیف الدین کی طرف سے ۱۹۶۰ء کے وسط میں کی گئی ایک تقریر سے ہوتا ہے۔ جیسا کہ سرخ چین کی خبر رساں ایجنسی کی طرف سے بتایا گیا تھا۔ سیف الدین کی تقریر میں کمیونسٹ حکومت کے تحت سنکیانگ میں ہونے والی کامیابیوں کا زیادہ تر اعادہ کیا گیا تھا اور ترقی یافتہ ہان (چینی) لوگوں نے غیر ہان مسلم باشندوں کی جو پرجوش امداد کی ہے۔ اس کی تعریف کی گئی تھی۔ لیکن سیف الدین نے مقامی قوم پرستی کا بھی ذکر کیا تھا۔ جسے سوشلسٹ (کمیونسٹ) انقلاب کے راستے سے ہٹا دینا ضروری ہے۔ سیف الدین نے کمیونسٹ پارٹی کے عہدیداروں کو یقین دلایا کہ بہت برسوں سے عمل کے بعد سنکیانگ کے لوگوں کو احساس ہو گیا ہے کہ مقامی قوم پرستی سوشلزم (کمیونزم) کی عظیم دشمن ہے۔

ایٹمی لٹریچر کا ترجمہ!

برسلز میں مرکز کا قیام

ایک اطلاع کے مطابق مختلف زبانوں سے ایٹمی لٹریچر کا ترجمہ کرنے کے لئے یورپین اٹامک انرجی کمیونٹی کے ہیڈ کوارٹرز برسلز (بلجیم) میں ایک مرکز قائم کیا گیا ہے۔ یہ مرکز برطانیہ کی اٹامک انرجی اتھارٹی امریکہ کے اٹامک انرجی کمیشن اور اٹامک انرجی کمیونٹی (جس میں فرانس، مغربی جرمنی، اٹلی، بلجیم، نیدرلینڈز اور لکسمبرگ شامل ہیں) نے مل کر قائم کیا ہے۔ اس میں خاص طور سے ایسی زبانوں سے ایٹمی لٹریچر کا ترجمہ کیا جائے گا جن سے مغربی باشندے پوری طرح روشناس نہیں ہیں مثلاً جاپانی اور روسی زبانیں۔

قطعہ

حراک سے عدہ یا ... گیند بیٹھا || کہ رشتہ سے بھی تو پیچ بند بیٹھا
... ذرا ... || ذرا تو دیکھ کیا بیت بیٹھا

کامن ویلتھ ملکوں کا اشتراکِ عمل طب کے میدان میں

از قلم:۔ ڈان ٹیلر
ایڈیٹر "نیو کامن ویلتھ" لندن

کچھ عرصہ ہوا میں لندن کے قریب ایک ہسپتال میں اپنے ایک دوست سے ملنے گیا تھا۔ وہاں ایک ہندوستانی فزیشن، ایک آسٹریلوی سرجن اور ایک نائیجیریائی نرس کو دیکھ کر مجھے اس بات کا احساس ہوا کہ طب کے میدان میں کامن ویلتھ ملکوں کے باشندے کس طرح ایک ہو کر کام کرتے ہیں۔

کئی دیگر میدانوں کی طرح طب کی مشترکہ روایات کا سرچشمہ بھی برطانیہ ہی ہے۔ کامن ویلتھ کے بہت سے ڈاکٹروں نے کم از کم جزوی طور پر اپنی تعلیم و تربیت برطانیہ میں حاصل کی ہے۔ کامن ویلتھ ملکوں میں متعدد ہسپتال اور دیگر طبی ادارے برطانوی طور طریقوں کے مطابق قائم کئے گئے ہیں۔

طب اور صحت کامن ویلتھ اشتراکِ عمل کا ایک دلکش میدان ہے۔ ہمیں ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ملکوں کے فرق کو مٹا کر ان کو ایک سطح پر لانا ہے اور اس مقصد کے حصول کا اس سے بہتر طریقہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ سب سے پہلے بیماریوں کو شکست دی جائے اور عوام کے معیارِ صحت کو بلند کیا جائے۔

کولمبو منصوبہ، کانفرنسوں اور سرکاری و غیر سرکاری تنظیموں کے ذریعہ کامن ویلتھ ممالک طبی تعاون جاری رکھتے ہیں۔ برطانیہ میں طبی ریسرچ کی سب سے بڑی تنظیم میڈیکل ریسرچ کونسل ہے۔ وہ اپنے تحقیقی کام کے نتائج شائع کر کے کامن ویلتھ ملکوں کو مہیا کرتی ہے۔

علاوہ ازیں وہ ہسپتالوں اور یونیورسٹیوں کو ریسرچ کے لئے گرانٹیں اور مستحق امیدواروں کو وظائف دیتی ہے۔ کامن ویلتھ ممالک عالمی صحت تنظیم جیسی بین الاقوامی تنظیموں کے کام میں بھی اہم پارٹ ادا کر رہے ہیں۔ لندن اسکول آف ہائی جین اینڈ ٹراپیکل میڈیسن، برٹش ایمپائر [illegible] تنظیم، ایمپائر کینسر [illegible]

کونسل، نابیناؤں کی فلاح کی رائل کامن ویلتھ سوسائٹی، ریڈ کراس سوسائٹی جیسی غیر سرکاری تنظیمیں بھی کامن ویلتھ ملکوں میں دکھیوں کی امداد کے لئے بہت کچھ کر رہی ہیں۔ یہ تنظیمیں زیادہ تر پرائیویٹ چندہ کے سہارا چلتی ہیں۔

کامن ویلتھ ملکوں میں طبی عملہ کی تربیت کی متعدد اسکیموں پر عمل ہو رہا ہے۔ وظائف اور تبادلوں کا کئی طرح سے انتظام کیا جاتا ہے۔ ۱۹۵۹ء میں کامن ویلتھ کے ۱۰۶۰ میڈیکل طلبا برطانیہ میں زیرِ تربیت تھے۔

کولمبو منصوبہ کے تحت نہ صرف برطانیہ بلکہ آسٹریلیا، نیوزی لینڈ اور کینیڈا میں تربیت حاصل کرنے کے لئے کامن ویلتھ طلباء کو وظائف دیئے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ نفیلڈ فاؤنڈیشن اور کئی دیگر پرائیویٹ ادارے وظائف اور گرانٹیں دیتے ہیں۔

کولمبو منصوبہ کے تحت مارچ ۱۹۶۰ء تک ۱۴۹۷ ماہرین کی خدمات کامن ویلتھ کے ترقی پذیر ملکوں کو مستعار دی گئی تھیں۔ ان میں ۳۰۷ ماہرین کا تعلق صحت اور طب سے تھا۔ برطانیہ نے ۵۰۰ سے زائد ماہرین مہیا کئے۔ علاوہ ازیں ۱۳۹۰ لوگوں کو ترقی یافتہ ملکوں میں تربیت کی سہولتیں فراہم کی گئیں۔ میں نے ان تربیت پانے والوں کو برطانیہ، کینیڈا، آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کے ہسپتالوں، کلینکوں اور تجربہ گاہوں میں کام کرتے دیکھا ہے۔

ان تبادلوں کے نتیجہ کے طور پر پرائیویٹ افراد کے درمیان بھی ایسے تعلقات پیدا ہو جاتے ہیں جو اپنے طور سے اتنے ہی اہم ہیں جتنی کہ اعلیٰ سطح کی کانفرنسیں۔

ہندوستانی ڈاکٹر کی کینسر سے متعلق ریسرچ

معلوم ہوا ہے کہ کلکتہ کے ڈاکٹر کالی پدسین گپتا ان دنوں لیڈز یونیورسٹی کے شعبۂ مرضیات و کینسر ریسرچ میں زیرِ تربیت ہیں۔ موصوف کولمبو منصوبہ کے تحت مذکورہ شعبہ کے سربراہ پروفیسر ایچ۔ این۔ گرین کے ہمراہ کینسر کے بارے میں ریسرچ کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر سین گپتا کلکتہ کے پوسٹ گریجویٹ میڈیکل ایجوکیشن اینڈ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ میں اسسٹنٹ پروفیسر ہیں۔ ایک انٹرویو میں انہوں نے بتایا ہے کہ لیڈز یونیورسٹی میں ریسرچ کرنے کے ساتھ ساتھ میں نئے آلات اور سائنسی سامان کا استعمال بھی سیکھ رہا ہوں۔ ہم یہ آلات کلکتہ میں [illegible]
ڈاکٹر سین [illegible] تربیت ایک سال [illegible]

مشتری اور زھرہ سے رابطہ

سنہ ۱۹۶۰ء کے دوران میں امریکی سائنسدانوں نے ریڈیو ٹیلی سکوپ کے ذریعہ مشتری اور زہرہ سے رابطہ پیدا کیا۔ مشتری کے اردگرد سے جو طاقتور ریڈیائی لہریں خلا میں سے آئیں۔ ان سے ظاہر ہوا ہے کہ وہ کرہ بھی تابکار حلقوں سے گھرا ہوا ہے۔ مشتری سے رابطہ قائم کرنا اپنی نوعیت کا اولین کارنامہ ہے۔

سنہ ۱۹۶۰ء کے دوران میں امریکی طبیعاتی سائنس دانوں نے کائنات کی دور دور گہرائیوں اور بلندیوں تک کھوج کی۔ بعض پیچیدہ کیمیاوی مرکبات اور دواؤں کی تیاری میں قدرت کی اجارہ داری بھی توڑ دی اور اس سلسلے میں اہم دریافتوں اور کارناموں کے لئے دو نوبل انعام بھی حاصل کئے۔ اسی طرح امریکہ نے طبیعاتی سائنس بھی دوسرے سائنسوں کی طرح قابل تعریف پیش قدمی کی۔ امریکہ کے ڈاکٹر ولارڈ ایف لبی اور ڈاکٹر ڈونلڈ اے گلیزر کو کیمسٹری (کیمیا دانی) اور فزکس (طبیعات) کے لئے سویڈن کی سائنس اکاڈمی کی طرف سے نوبل انعاموں سے نوازا گیا۔ دونوں سائنسدان کیلی فورنیا یونیورسٹی سے وابستہ ہیں۔ پچھلے ۲۵ برسوں میں کیمسٹری میں نوبل انعام پانے والوں میں ڈاکٹر لبی آٹھویں اور فزکس میں انعام پانے والوں میں ڈاکٹر گلیزر چودھویں امریکی سائنسدان ہیں۔ ڈاکٹر لبی نے جو ۵۱ برس کے ہیں۔ ایٹمی کیلنڈر ایجاد کیا ہے جس سے تابکار کاربن ۱۴ کے ذریعہ کسی بھی چیز کی عمر کا پتہ لگایا جا سکتا ہے۔ اس کے ذریعہ تیس ہزار برس تک قدامت جانچی جا سکتی ہے۔ ارضیات، جغرافیائی اور آثار قدیمہ کے ماہرین کے لئے یہ تکنیک خاص طور پر بیش قیمت ہے۔ ڈاکٹر گلیزر نے ببل چیمبر (Bubble chamber) ایجاد کیا جو ایٹم کے مطالعہ و تحقیق میں بہت ہی کارآمد ہے۔ اس آلے میں سیال ہائیڈروجن گیس اس طرح بھرا جاتا ہے کہ ایٹمی ذرات جب اس میں سے گزرتے ہیں تو وہ اپنے پیچھے بلبلوں کی قطار سی بناتے ہیں۔ ان کی تصویریں لی جاتی ہیں۔ جن سے سائنسدان ان ذرّوں کے باہمی عمل کا مطالعہ کرتے ہیں۔ یہ ببل چیمبر آلہ اب زیادہ طاقتور ایٹم شکن مشینوں کا ایک ضروری حصّہ ہے۔

● امریکی ہیئت دان ایلن آر سینج نے ایک ایسی دریافت کی ہے جس سے ہیئت دانوں کے حلقوں پر ایک "ایٹمی بم" سا گرا۔ انہوں نے کیلی فورنیا میں پالومر پہاڑی پر دوسو انچ قطر والی دوربین کے ذریعہ ستاروں کا ایک ایسا جھرمٹ دریافت کیا ہے جو ستاروں کی عمر جانچنے کے موجودہ طریقوں کے مطابق ۲۴ ارب سال پرانا ہے۔ واضح رہے کہ ہماری اس دنیا کے متعلق فرض کیا جاتا ہے کہ اس کی عمر ان ستاروں کی عمر کے نصف سے بھی کم ہے۔ اگر یہ مشاہدات دوسرے ہیئت دانوں کی مزید تحقیق سے بھی درست ثابت ہوئے تو کائنات اور اس کی قدامت اور متوقع عمر کے متعلق گذشتہ تمام نظریوں اور تصوریوں پر نظرثانی کرنی پڑے گی۔

● اسی دوربین کی مدد سے ایک اور ہیئت دان روڈلف منکووسکی نے روشنی کی مسافت کے پیمانے کے مطابق ۶۔ ارب سال کی مسافت پر ایک جھرمٹ کی تصویر کھینچی۔ اس سے پہلے صرف دو ارب روشنی کے سالوں کے فاصلے سے ستاروں کی تصویر اتاری گئی تھی۔ اس جھرمٹ کا پتہ پہلے پہل کیمبرج (انگلستان) اور کیلی فورنیا ٹیکنیکل انسٹیٹیوٹ میں ریڈیو دوربین کے ذریعہ لگا تھا۔ لیکن پالومر پہاڑی پر رکھی ہوئی دوربین کے

قطعہ

یہ کس طرح سے دیکھ خلافت کا رنگ تھا
جب ہو گئے شریک علیؑ وارثِ نبیؐ

بے جوڑ دیکھ لے کہ حکایت کا رنگ تھا
کیسا نمایاں دیکھ خلافت کا رنگ تھا

(مبنی بر حقیقت)

ذریعہ اُسے نہیں دیکھا جا سکتا تھا۔ آخر ہیئت دان ٹیلسکوپ اس کی تصویر اتارنے میں کامیاب ہو گیا۔

● امریکی نیشنل ریڈیو ایسٹرونامی لیبارٹری نے زمین سے نسبتاً قریبی شمسی نظام کے ایک ستارے مشتری (برہسپت) اور زہرہ (شکر) سے ریڈیو ٹیلی سکوپ (دوربین) کے ذریعہ رابطہ پیدا کیا۔ مشتری کے اردگرد سے جو طاقتور ریڈیائی لہریں خارج ہوتی ہیں ان سے ظاہر ہوا کہ وہ کرہ بھی تابکار حلقوں سے گھرا ہوا ہے اور زمین کے گرد جو مقناطیسی گھیرے پائے جاتے ہیں، مشتری کے گرد اُن سے دس گنا زیادہ وسیع مقناطیسی حلقہ پایا جاتا ہے۔ یہ ریڈیائی گھیرے زمین کے ریڈیائی حلقوں کی نسبت مستقبل کے خلائی سفر کرنے والوں کے لئے سو گنا زیادہ خطرناک ہوں گے۔

● مشتری کی سطح سے رابطے کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ اپنی نوعیت کا اوّلین کارنامہ ہے۔ اندازہ ہے کہ یہ بہت ہی گرم ہے۔ اور اس کا درجۂ حرارت ۵۸۲ ہے۔ (یعنی ۳۰۰ ڈگری سینٹی گریڈ) اس میں پانی کی موجودگی کا امکان نہیں۔ اس کے گھنے دھند لے کرۂ ہوائی میں پانی کے بخارات پائے گئے ہیں۔

● مشی گن یونیورسٹی کے ہیئت دانوں نے ریڈیو دوربین کے ذریعہ دائرے دار سنیچر ستارہ کا مشاہدہ کیا اور سرکاری طور پر اس کے کرۂ ہوائی کے منفی ۲۸۳ درجۂ حرارت کی جو دریافت ہوئی تھی اس کی تصدیق کی۔ سٹینفورڈ یونیورسٹی کے سائنسدانوں نے سورج کی سطح (Corona) سے راڈر کے ذریعہ رابطہ پیدا کیا۔ راڈر کی شعاع روشنی کی تیز رفتار کے ساتھ ۷ منٹ میں اپنے آلے سے نکلنے کے بعد سورج کی سطح سے ٹکراتی ہوئی واپس آئی۔ ہارورڈ یونیورسٹی کے ڈاکٹر آر بی ووڈ ورڈ نے مکمل طور پر انسانی ہاتھوں سے بنا ہوا کلوروفل تیار کیا ہے۔ یہ وہ سبز کیمیاوی چیز ہے جس سے پودے سورج کی دھوپ پانی اور ہوا کو شکر کی تیاری میں استعمال کرتے ہیں۔ انہوں نے یہ کلوروفل ایٹموں کی مدد سے تیار کیا (واضح رہے کہ میونخ میں ٹکنیکل انسٹی ٹیوٹ کے پروفیسر مارٹن سٹرل نے بھی مصنوعی کلوروفل تیار کیا ہے۔ ان کا طریق کار مختلف ہے انہوں نے قدرتی کلوروفل کو بادہ ترسالموں میں تقسیم کیا اور بعد میں دوبارہ کلوروفل تیار کیا۔ پٹسبرگ یونیورسٹی کے ڈاکٹر کلاز ہاف مین نے ایک ایسی کیمیاوی چیز تیار کی ہے جو طاقتور قدرتی اے سی۔ ٹی ہارمون کے مشابہ ہے۔ قدرتی ہارمون مغز کے نچلے حصے میں پچوٹری گلینڈ میں پایا جاتا ہے۔ ڈاکٹر ہاف مین کی پارٹی نے اسے ۲۳ قدرتی امینو ایسڈوں کے مرکب سے تیار کیا ہے۔ پٹسبرگ یونیورسٹی کے ایک اور کیمیا دان ڈاکٹر پینیا ٹو کاٹسویانی زن اور ایک جاپانی ساتھی ڈاکٹر کے۔ ٹی۔ سوزوکی نے انسولین کا دو تہائی سالمہ مصنوعی طور پر تیار کیا ہے (واضح رہے کہ انسولین کی کمی کی وجہ سے ذیابیطس یعنی پیشاب میں شکر خارج ہونے کا مرض پیدا ہوتا ہے) اب سائنسدان انسولین کے سالمے کا آخری تیسرا حصہ تیار کرنے کی فکر میں ہیں اور کامیابی کی سو فیصد امید ہے۔ ای۔ آئی ڈیونٹ کمپنی کے سائنسدانوں نے پہلی بار تجربے کے دوران میں ٹیسٹ ٹیوب میں وہ طریقہ دریافت کیا ہے جس سے بیکٹیریا ہوا میں پائے جانے والے نائٹروجن کو پودوں کے استعمال کے قابل بناتے ہیں۔ ان کے بغیر پودے زندہ نہیں رہ سکتے۔ انہوں نے بیکٹیریا سے کشید کئے ہوئے کیمیاوی عرق کو پائی رووِک تیزاب (Pyruvic Acid) کے ساتھ قوت کے لئے ملایا اور اس میں پھر نائٹروجن کا اضافہ کیا۔ کولمبیا یونیورسٹی کے ماہرین ارضیات نے سمندر کی تہہ میں ایک بھاری شگاف دریافت کیا ہے جو ساری دنیا کے گرد پھیلا ہوا ہے۔ اور بحر اٹلانٹک۔ بحر الکاہل اور بحرۂ ہند میں سے گذرتا ہوا افریقہ کے جنوبی سرے کے پاس آپس میں ملتا ہے۔ یہ ۴۵ ہزار میل لمبا ہے۔ اسی طرح ماہرین

قطعہ

اُڑ کر نظر کو دیکھ کہاں تک چلی گئی ‖ شب چھوڑ کر سحر بھی کہاں تک چلی گئی

ملکِ دکن سے بابِ نجف روز و شب سنو ‖ اور اس خبر کو دیکھ کہاں تک چلی گئی

(آمدہ از نذری باغ)

ارضیات و بحریات کے سمندر کے نیچے ایک بھاری کھینچ (وادی) دریافت کی ہے جو امریکہ کے مشہور عالم گرینڈ کینین سے بھی کئی گنا بڑی کشادہ ہے۔ ان سائنسدانوں نے بحر ہند میں بھی ایک انتہائی اونچے پہاڑ کا پتہ لگایا ہے۔ جس کا پہلے کسی کو علم نہیں تھا۔ سکریپس انسٹی ٹیوٹ آف اوشنوگرافی (بحری تحقیقی ادارہ) نے پتہ لگایا ہے کہ کیلی فورنیا سے دور سمندر میں غالباً لاکھوں برس پہلے زمین ۶ سو میل دور زلزلے کے شگاف کی طرف سرک گئی۔ اسی شگاف کے شمال کی طرف کی زمین مغرب اور جنوبی حصہ مشرق کی طرف کھسک گیا۔ کولمبیا یونیورسٹی کے سائنسدانوں نے ڈاکٹر موریس کی نگرانی میں آسٹریلیا کے جنوب میں سمندر کی تہہ کے نیچے کئی دھماکے کئے۔ ان کی آواز قدرتی سمندری راستے سے گزرتی ہوئی صرف ۲۲۳ منٹ میں ۱۲ ہزار میل دور برمودا میں سنی گئی۔

برطانیہ میں سائنسی ریسرچ

اخراجات میں اضافہ!

ایک اطلاع کے مطابق برطانیہ نے [illegible] سائنسی ریسرچ پر [illegible] پونڈ [illegible] یہ اخراجات گذشتہ تین برسوں کے اخراجات سے [illegible] زیادہ تھے۔ اطلاع میں مزید یہ بتایا گیا ہے کہ پرائیویٹ صنعتوں نے سائنسی ریسرچ پر پہلے سے زیادہ روپیہ خرچ کیا تھا لیکن اس میدان میں حکومت کے اخراجات زیادہ تیزی سے بڑھے ہیں۔

جوتے جو پاؤں کی مالش کرتے ہیں

ڈنلپ ربر کمپنی لمیٹڈ "ٹیشری لون" نام کے نئے قسم کے جوتے بنا رہی ہے جن کے متعلق یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ ان پر پانی، تیزاب، پٹرول، تیل اور چکنائی کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ جوتوں کے اندر اسفنج کی ایک گدی لگائی گئی ہے جو تھکاوٹ کو کم کرنے میں مدد دیتی ہے۔ اندر کا [illegible] ایسی چیز سے بنایا گیا ہے جو دوران خون میں مدد دیتا ہے۔ پسینہ کو کم کرتی ہے اور ایک طرح سے پاؤں کی مالش بھی کر دیتی ہے۔ یہ جوتے پلاسٹک کے بنے ہوئے ہیں [illegible] ان کو اندر اور باہر سے پانی سے دھویا جا سکتا ہے۔

قطعہ

گلوں کے ہاتھ سے گلشن بھی چھٹ نہیں سکتا
جو تھا آج ہے اب بخت کو لے [illegible]

ہر ایک دانہ سے خرمن بھی چھٹ نہیں سکتا
ہمارے ہاتھ سے دامن بھی چھٹ نہیں سکتا
([illegible])

([illegible])



سنا جاتا ہے

کہ کانگریس پردھان شری سنجیوا ریڈی نے اپنے خطبۂ صدارت میں فرمایا کہ "دس سال تک برسراقتدار رہنے والے کانگریسی اپنے عہدے چھوڑ دیں"

لیکن پیر تسمہ پا ایکبار جب گردن پر سوار ہونے کے بعد کہیں اپنی گرفت ڈھیلی کرتے ہیں !؟

کہ پنڈت نہرو نے فرمایا کہ "پلان کی کامیابی تیل پیدائی سے دیس دن دوگنی رات چوگنی ترقی کرے گا"

لیکن بد دیانت عہدہ دار پلان کو کامیاب بھی تو ہونے دیں۔

کہ جو لوگ انگریزی ہٹاؤ تحریک چلا رہے ہیں انہوں نے اپنی کانفرنس کے فارم انگریزی میں طبع کروائے ہیں

اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا

کہ نائب صدر مسلم لیگ آندھرا پردیش نے فرمایا کہ "ایک نئے مسلم وقف بورڈ کی تشکیل ضروری ہے"

لیکن نیا مسلم وقف بورڈ ایسا ہونا چاہیے کہ لوگ "رحمت بر نباش اوّل" نہ کہیں۔

کہ حیدرآباد کے گرامیہ سازوں کو شراب کے تاجائز کاروبار سے توبہ کرنے پر پولیس میں ملازمت کا پیشکش کیا گیا ہے

اگر آج حکیم عمر خیام زندہ ہوتے تو کہتے ؎

یا رب بہ سبیہ کمینہ من رحمت کن
بہ پایہ و دستم عمیرین من رحمت کن
بہ پائے خوالات بروئے من بخشائے
بہ دست گریبہ گیرِ من رحمت کن

کہ بیسہ رام کے عوام کی فلاح و بہبود کے منے منڈل کانگریس کے اجلاس میں غور کیا گیا۔

کیا عام انتخابات قریب آرہے ہیں !؟

کہ صنعتی نمائش میں "سماجی امراض" کا ایک اسٹال قائم کیا گیا ہے

ہماری رائے میں "صنعت رشوت" اور "صنعت تغلب و تصرف" کا بھی ایک اسٹال قائم کیا جانا مناسب ہے

کہ ایک بیوی کی موجودگی میں دوسری شادی کرنے پر ایک شخص کو اپنی ملازمت سے ہاتھ دھونا پڑا

دوسری بیوی "سبز قدم" ثابت ہوئی

کہ جوابی پرچے انگریزی کی بجائے دیوناگری یا فارسی رسم الخط میں لکھنے کی ارباب جامعہ نے اجازت دیدی ہے

لیکن صرف بی۔ اے اور ایم۔ اے کی حد تک

یعنی آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا۔

ثنائے آزاد اہلِ فن کا ترجمان اور صاحبانِ ذوق کا اخبار ہے

قطعہ

نظر رخ سے جو یہ دیکھو لڑی ہے	ہماری جان کلفت میں پڑی ہے
سوئے بابِ نجف کہتا ہے عثمانؔ	ہماری روح بھی کیسی اڑی ہے

(آمدہ از نذری باغ)

علی کی معنیٔ بوترابی سمجھا نہیں سمجھا — جو فخرِ عشق کی دستارِ کل سمجھا تو میں سمجھا
جتنا کر آپ کے عثماں کو کہتا ہے ہر اک — کوئی بابِ نجف کی بندگی سمجھا تو میں سمجھا

شیراز

سید صمصام شیرازی ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر — مقام اشاعت:۔ چادر گھاٹ بیٹ حیدرآباد (۲) (انڈیا)

جلد ۱۵
روز جمعہ
۲۰ جنوری سنہ ۱۹۶۱ء
م
۳ شعبان المعظم سنہ ۱۳۸۰ھ
شمارہ (۱۲۰)

نظم مبارک

(مطلع) رمزِ پوشیدہ خردِ فہمیدہ است — گوہرِ غلطان دگر سنجیدہ است
از زورِ دکودکِ دیگر شنو — خانہ گُفتہ شادمانی دیدہ است
در رہِ کج باش تو ہشیار ہم — ہر قدم گُفتہ نگر لغزیدہ است
گفت این رنگِ چمن پیشِ بہار — غنچۂ نورس نگر خندیدہ است

(مقطع) از لباطِ آرزو عثمان بگفت
گوہرِ مقصد نگر توچیدہ است

مرقومہ ۱۰ جنوری سنہ ۱۹۶۱ء
(آمدہ از زندری باغ)

خدا نے بڑا فضل کیا کہ میری بچی مشہدی بیگم کو دو بچے تھے۔

فرمایا اگر دو کی جگہ ایک بچہ ہوتا اور غفلت سے اس کی جان جاتی (یعنی میرے دوسرے نواسے کی) تو کیا مصائب کا سامنا ہوتا۔ (حزن و ملال کی وجہ سے) یہ بیان سے باہر ہوتا بایں وجہ کہ میری بچی کو اس کے بعد دوسری اولاد نرینہ ہوتی یا نہیں غیب کا علم کس کو تھا۔ تاہم جو قیمتی جان معصوم کی گئی ہے اور اس کے ذمہ دار جو تھے کہ درست طریقہ پر اپنا کام نہیں کئے یا غفلت کئے انشاء اللہ یہ اپنے مقاصد میں خائب و خاسر ہوں گے اور جب تک دنیا میں ہیں ان کو اطمینان قلب نصیب نہ ہوگا بلکہ ہر قسم کے آفات ارضی و سماوی میں مبتلا رہیں گے کہ ان کو مکافات عمل ملنا ضروری ہے تاکہ دوسرے عبرت کا سبق پڑھیں۔

دیگر۔ آئندہ سے موجودہ نواسے کا جو علاج معالجہ ہوگا تو کرنے والوں کی ایک کمیٹی سے ترکیبی رہے گی جو متفقہ طور پر اور ذمہ داری سے بعد تشخیص مرض کرے گی نہ کہ ایک ڈاکٹر چاہے وہ کتنا اچھا ہو اور اس کی رسائی نذری باغ میں نا ممکن ہوگی۔ اس کے علاوہ میرا خیال ہے کہ آئندہ سے اسی طرح سے قابل اطبائے یونانی کی کمیٹی کرے گی وہ بھی وہ اشخاص جو ایک زمانہ دراز سے یہ علاج معالجہ کرتے آئے ہیں یا ان کے دیرینہ خدمات کو میں اچھی نظر سے دیکھتا ہوں۔ بہرحال جو کچھ آئندہ ہوگا وہ ایک مقررہ پروگرام کے تحت ہوگا نہایت حزم و احتیاط کے ساتھ کہ پھر امکانی غلطی سے کوئی سانحہ پیش نہ آئے۔ اور نہ حزن و ملال پیدا ہو مجھے امید ہے کہ اس جدید انتظام کا نتیجہ خاطر خواہ بہتر ظہور پذیر رہے گا اور معصوموں کو شافی مطلق شفا دے گا۔

مرقومہ ۱۹ جنوری ۱۹۶۱ء

(آمدہ از نذری باغ)

قطعہ

بہر ما این شادمانی آمدہ | رمز را شرح بیانی آمدہ
انبساط قلب گفتہ این شنو | دور پیری را جوانی آمدہ

(آمدہ از نذری باغ)

وجوہ ہلاکت معصوم نواسہ فیروز علی خان

(بطن صاحبزادی مشہدی بیگم دختر لیلےٰ بیگم)

فرمایا بچہ کو انّا کا دودھ چند یوم پینے سے اجابتیں آتی تھیں جس سے معلوم ہوا کہ دودھ موافق نہیں ہے۔ لہٰذا اگر فوراً یہ موقوف کرکے دوسری انّا کا دودھ دیا جاتا تو یہ شکایت دفع ہو جاتی۔ مگر ہوا یہ کہ پرانی جونرسیں عدن باغ میں ڈیوٹی پر تھیں یہ رپورٹ ایک قدیم ڈاکٹر صاحب (M) کو جو وہاں آتے تھے دیں۔ مگر آپ اسکی اطلاع مجھے دینا فراموش کرگئے۔ حالانکہ روزانہ یہ نذری باغ آتے تھے (غالباً پیرانہ سالی کی وجہ سے بھول چوک کا مادہ بڑھ گیا تھا) اور نہ نرسیں اس کی اطلاع لیلےٰ بیگم کو دیں جو روزانہ صبح اور شام عدن باغ نواسوں کے ہاں جایا کرتی تھیں ورنہ اس ذریعہ سے مجھے یہ معلوم ہو جاتا تو بروقت تدارک ہونے سے معصوم کی شکایت لاحقہ بڑھکر (محض غفلت سے) قابو سے باہر نہ ہوتی۔

دوم۔ یہی ڈاکٹر صاحب ایک ڈاکٹر (H) کو بغرض مشورہ نیلوفر ہاسپٹل سے طلب کئے۔ مگر یہ جدید ہونے سے اور نذری باغ کے حالات سے ناواقف ہونے سے ایک دوا کا انجکشن ایسا تجویز کئے انکا دینا جو دیئے بعد دو گھنٹے کے معصوم گذر گیا۔

الحاصل یہ تھے اصل حالات جس کو سپرد زمین محفوظ کرانا ضروری سمجھا۔ تاکہ اس واقعہ سے عبرت لیکر نذری باغ آیندہ اپنے دیرینہ تجربہ یا صوابدید پر معصوموں کا علاج کرے۔

خلاصہ یہ کہ قدیم ڈاکٹر صاحب (M) کو موجودہ معصوم ممتاز علی خان (یعنے میرا دوسرا نواسہ مقیم عدن باغ) کے علاج معالجہ سے علٰحدہ رکھا گیا ہے۔ اور جدید ڈاکٹر (H) کو ہمیشہ کے لئے نذری باغ رخصت کر دیا گیا کہ ان پر کسی قسم کا بھروسہ نہیں ہو سکتا۔

آخر میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اس سانحہ میں میری حد تک بھی غفلت تھی کہ روزانہ عدن باغ نہ جاتا تھا الّا گاہ گاہ اور نہ نگرانی کا معقول انتظام رکھا تھا۔ خیر جو کچھ ہونا تھا وہ ہو چکا۔ مگر ساتھ ہی آیندہ کے لئے یہ سانحہ بڑی بیداری پیدا کرگیا جبکہ حزم و احتیاط سے علاج معالجہ میں قدم اٹھایا جائیگا۔ اور صرف قابل بھروسہ ڈاکٹروں یا اطبائے یونانی کسی دوسرے کو اس میں دخل نہ ہوگا کہ فروگذاشت کا تلخ تجربہ ہو چکا ہے۔ اسلئے اب بار دیگر ایسی غلطی کا ہونا ناممکنات سے ہے۔ بجز امور قضا و قدر جو کہ دوسری نوعیت کے ہیں اور انسان کے قابو سے باہر ہیں۔

مرقوم ۱۹ فروری ۱۹۶۷ء

میرا قطعی فیصلہ متعلق علاج معالجہ کمسن معصوم بچے لطفی میری اولاد

فرمایا کم و بیش نصف صدی سے میرا ڈاکٹری علاج پر نہ بھروسہ ہے اور نہ فائدہ کی امید بجز ادویہ یونانی جسکو قابل اطباء کی رائے و مشورہ سے دیا جائے اور اجزائے ادویہ قیمتی اشیاء سے باضابطہ طور پر فن دان تیار کئے ہوئے ہوں۔

دوم پیٹنٹ ادویہ کو میں ازاں قبیل سمجھتا ہوں بلکہ قیمتی جانوں کیلئے مضر۔ ایسی حالت میں میرا نواسہ ممتاز علیخان (لطفی مشہدی بیگم دختر لیلے بیگم) کا علاج معالجہ انشاء اللہ آیندہ سے اسی طریقہ پر ہوگا جسکا ذکر اوپر آیا ہے۔ یعنے کسی ایک ڈاکٹر یا یونانی حکیم اسکی رائے کے مطابق کام نہ ہوگا بجز ایک کمیٹی سے اراکین کی جو یہ کام انجام دے گی۔ مگر یہاں بھی انگریزی ادویہ استعمال میں نہ آئیں گے۔ رہا انجکشن تو یہ قطعاً مسدود ہوگا۔

خلاصہ یہ کہ چند سطور لکھکر اس اہم مسئلہ پر روشنی ڈالنا ضروری سمجھا تاکہ آیندہ پھر غفلت سے قیمتی جانوں کی ہلاکت نہ ہو۔ جیساکہ حالیہ سانحہ معصوم فیروز علیخان کا تھا۔ جس میں منجملہ اوروں کی غفلت کے۔ میری بھی غفلت شامل تھی۔

جس کا نتیجہ جو کچھ نکلنا تھا وہ نکلا۔ مگر آیندہ کیلئے سخت بیداری و خبرگیری کا انتظام کرتا گیا۔

الحاصل اس بچہ کے علاوہ عدن باغ میں میرا ایک نواسہ (لطفی نذیر النساء بیگم) و دو نواسیاں (لطفی رمضانی بیگم و علیم النساء بیگم) بھی ہیں۔ ایسی حالت میں ان بچوں کے والدین کو چاہیئے کہ میرے مشورہ کے ساتھ اپنی اولاد کے معاملہ میں کام کریں۔ ورنہ اندیشہ ہے کہ خدا نخواستہ ان معصوموں کی جان کو نقصان نہ پہنچے۔ اس کا انکو خیال رہے کہ حالیہ سانحہ ان کے سامنے ہے۔ جس سے انکو بیدار ہونا چاہیئے نہ کہ غفلت میں پڑے رہیں۔

آیندہ سے بجز قدیم آزمودہ ڈاکٹروں کے۔ کوئی نیا ڈاکٹر حدود نذری باغ میں بغرض علاج یا مشورہ نہیں آسکتا۔ البتہ عمل جراحی دوسری چیز ہے جسکو علاج معالجہ سے تعلق نہیں۔

آخر میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ڈاکٹری علاج کبھی یونانی علاج کا مقابلہ نہیں کرسکتا اور نہ قیمتی جانوں کیلئے موزوں ہے۔ اسلئے کہ ادویہ یونانی کے اجزا معلوم ہیں کہ یہ تیار کردہ ہیں۔ برخلاف اس کے ڈاکٹری ادویہ کے اجزا معلوم نہیں کہ کن اشیاء سے تیار کئے گئے ہیں اور پیٹنٹ ادویہ تو اس سے بدتر ہیں۔

(Patent)

مرقوم ۱۹ جنوری ۱۹۶۱ء

(آمدہ از نذری باغ)

مزید تشریح مضمون شائع شدہ در نظام گزٹ مورخہ ۱۷ فروری ۱۹۶۱

(متعلق فیملی (۷) برائے مقیم مکان گاف)

فرمایا اصل واقعہ یہ تھا کہ عابد جاہ کی تینوں عاقل و بالغ لڑکیاں مع اپنی ماں گذشتہ دوشنبہ نمائش دیکھنے گئی تھیں شب کے وقت جو کہ زنانہ کا دن تھا۔ مگر ماں بچیوں کے ساتھ رہنے کے عوض انکو نرس کے حوالہ کرکے واپس آ گئی اور یہ لڑکیاں آدھی رات کے بعد جب واپس ہوئیں تو عابد جاہ کی دوسری لڑکی جس کا نام زاہدہ بیگم تھا کم و بیش ۱۹ سالہ مقام نمائش سے غائب تھی۔ اگرچہ صبح ہونے پر بہت کچھ تلاش کی گئی مگر پتہ نہیں چلا کہ کہاں چلی گئی۔ اور کس کے ساتھ گئی۔ قیاس ہوتا ہے کہ ماں بچے اکثر ایک کارچوب والے کی دکان پر جاتے تھے۔ جو دو بھائیوں کی مشترکہ دکان تھی پتھر گٹی پر مدینہ بلڈنگ کے پاس۔ لہذا ممکن ہے کہ انہیں کے ایک بھائی کے ساتھ فرار ہو گئی۔ جس کا انتظام غالباً پیشتر سے خفیہ طور پر ہو گیا تھا۔

الحاصل یہ واقعہ اپنی نوعیت کا پہلا جو نظام کے خاندان میں پیش آیا تھا جو شرمناک ہونے سے قابل بیان نہیں۔

دوم۔ اگر والدین اپنی اولاد کو بے جا نقل و حرکت کی آزادی نہ دیتے تو یہ وقوع میں نہ آتا۔

خیر مضی ما مضی اب میں مکان گاف پر کافی پہرہ چوکی کا انتظام کر رہا ہوں کہ آیندہ سے کسی بھائی کا کنبہ بغیر میری اجازت اپنے مقام سے باہر نہیں آ سکتا۔ تاکہ پھر ایسے مذموم واقعات پیش نہ آئیں۔ کیونکہ آزادی دیکر دیکھ لیا کہ اس کا کیا نتیجہ نکلا۔ بقول۔ آزمودہ را آزمودن جہل است۔

سوم۔ چونکہ لڑکی نے ایسی سنگین غلطی کی ہے لہذا پاداشاً یہ لڑکی خاندان نظام کے جملہ اُن حقوق سے محروم ہو گئی ہے جو کہ بہ حیثیت ایک رکن خاندان نظام اس کو حاصل تھے اور ایسا ہونا اس وجہ سے بھی ضروری ہے کہ اس سے درس عبرت دوسرے بھائیوں کی اولاد اُناث کو ملے۔ اور وہ ایسی نازیبا حرکتیں نہ کریں۔

چہارم۔ آیندہ سے یہ فرار شدہ لڑکی پھر مکان گاف میں قدم نہیں رکھ سکتی اور نہ اس کی صورت ہے کہ ایسا کام کرے۔

نوٹ۔ لڑکی کے والدین کو بھی جو کہ اولاد کی نگرانی سے غافل رہے تھے ان کو بھی مکافات عمل ملنا چاہیے۔ پس وہ کیا ہوگا اس مسئلہ پر متعاقب غور ہوگا۔ الحاصل میں نے مناسب سمجھا کہ اصل میں واقعہ کیا تھا بہ حیثیت بزرگ خاندان لکھکر طبع کرا دوں شیرازہ میں تاکہ ادھر ادھر سے اس قصہ کو مبالغہ کے ساتھ نہ بنا کر کچھ نہ کچھ مشہور ہے یا ازبان یا بیان۔ اور دوسرے طرف اصل حقیقت کیا تھا وہ سب پر ظاہر ہو جائے۔

نتیجہ تحقیقات فراری دختر دوم عابد جاہ معمر ۱۹ سال بنام زاہدہ بیگم

در وقت شب از نمایش گاہ گزشتہ دوشنبہ

فرمایا بعد تحقیقات و ثبوت واقعہ معلوم ہوا کہ جو دکاندار کارچوبی کام کرنیوالا جو تھا یہ ایک سال سی مکان محاف پر عابد جاہ کے مقام پر آمد و رفت رکھتا تھا خرید و فروخت کے سلسلہ میں۔ اور سلسلہ اسکا جب سے شروع تھا جسکا حال لڑکی کی ماں کو بخوبی تھا کہ پس پردہ کیا چیز ہے۔ مگر باپ بہ این سن و سال دیکھئے ۴۵ سال کی عمر) مجذوب کی طرح زندگی بسر کرتا ہے اور چہرے سے احمق معلوم ہوتا ہے اور اپنے اہل و عیال کے حالات سے محض ناواقف ہے جسکا افسوس ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اسکی زوجہ کے ہاتھ میں کٹ پتلی بنا ہوا ہے جسکا نام خدیجہ بیگم ہے اور اسکی حیثیت کیا تھی حویلی قدیم میں آنے کیوقت (زمانہ گزشتہ میں) شیرازیں کسی دن اسپر بھی روشنی ڈالونگا جسکی سردست جلدی نہیں ہے۔

دوم یہ بھی معلوم ہوا یا ہا دیکھنے سے کہ ۱۶ رجنوری سنہ ۱۹۶۱ء کو پہلے لڑکی اور اسکے ہونیوالا شوہر جسکا نام شاید اقبال علیخان ہے عمر ۲۵ سالہ باضابطہ ہر دو کی سول میرج ہوئی۔ اسکے بعد ہی عقد ہوا اسی دن۔ اور عقد کے وقت چھوکرے کے قرابتدار موجود تھے اور سنا گیا کہ چھوکرے کے بہنوئی نے اپنی ذمہ داری پر یہ کام کرایا ہے اور عابد جاہ خطاب کی جگہ اصلی نام لیا ہا ہیں جو درج ہے وہ عابد علیخاں ہے حالانکہ سب اہل حیدرآباد کو معلوم تھا کہ کس نام سے یہ پکارا جاتا ہے۔ مگر اصل معاملہ ظاہر نہ ہو کہ یہ لڑکی کسکی ہے ہر چیز کو پردہ میں رکھکر کیا گیا ہے اور نید پر صنت وہ باندھا گیا۔ مگر لڑکی کے طرف سے کوئی اہل قرابت وقت عقد موجود نہیں تھا اور اسی شب میں ہر دو موٹر کے ذریعہ بیرون حیدرآباد چلے گئے

مجھے افسوس ہیکہ قبل ہی قبل مجھے ان حالات کا علم نہ تھا کہ مکان گاف پہ پہرہ چوکی کا انتظام نہ تھا تا آنکہ نمایش کا واقعہ پیش آیا ورنہ اسکی روکتھام ہوتی تا کہ خاندانِ نظام کی رسوائی نہ ہوتی کہ اوسکی پوتی کا عقد ایک معمولی حیثیت دکاندار کیسا تھ ہو رہا ہے۔ دوسرطرف ماں سب چیزوں کا علم رکھتے ہوئے انجان بنکر اس واقعہ کے اپنی بے گناہی بتاتی ہے جو کسی طرح سے قابل قبول نہیں ہے۔ افسوس ہیکہ نیچ حیثیت کی یہ عورت ہے اوسی موافق کام کی کیونکہ دنیا کا مقولہ ہے کہ بلبل ہزار داستان کی نغمہ سرائی زاغ و زغن نہیں سیکھ سکتے کیونکہ جنسیت علحدہ علحدہ ہے۔ یہ بہرحال اسکا بد نتیجہ ہر دو باپ و ماں کو بھگتنا ہے جس سے وہ بچ نہیں سکتے کہ ان کی حرکت ہی ایسی مذموم تھی جو قابل اعتراض تھی

مرقوم ۱۹ رجنوری سنہ ۱۹۶۱ء

(آمدہ از مذری یا نوٹ)

اِنتظام سخت پہرہ چوکی بمقام مکان کاف

(جہاں ساتٹ برادر مقیم ہیں)

فرمایا انتظام یہ ہوا ہے کہ علاوہ میسرم اور گولکنڈہ کے گارڈ کے جوکہ عام نگرانی پر مقرر تھا مگر کسی قسم کی روک ٹوک نہ کرنے کا حکم دیا تھا (جس کی وجہ سے عابد جاہ کی دفتر دُوم زادہ بیگم سے فرار کا موقع جو پیش آیا اور ہمہ قسم کے لوگ وہاں جو آمد و رفت رکھتے تھے انکو من مانے کام کرنے کا موقع ملا) اب اس کے برعکس گارڈ متعینہ کو حکم دیا گیا ہے بہ شمول سکھ سپاہی جو جدید طور پر مقرر ہو رہے ہیں (جیسا کہ نذری باغ کے حدود میں یہی لوگ دو تین سال سے کام کر رہے ہیں) کہ صرف مستورات کی حد تک اپنے مکان سے باہر نہ جا سکیں اور نہ ہمہ قسم کے لوگ وہاں آمد و رفت رکھ سکیں کیونکہ انہیں چیزوں سے فتنے اُٹھ رہے ہیں۔ اور ساتٹ بھائیوں کو آگاہ کیا گیا ہے کہ اگر وہ گارڈ کی ڈیوٹی میں مزاحم ہوں تو فوراً مجھے اطلاع ملنے پر اوسوقت ٹرسٹ کی جو موٹریں ان کے استعمال میں ہیں انکو واپس موٹر خانہ نذری باغ میں منگا لیا جائے گا اور اوس وقت ان کو مثل سابق یا تو ٹکسی میں باہر جانا ہوگا یا رکشا میں جیسا وہ چاہیں یا اس سے بڑھکر انکے طرف سے مزاحمت ہوگی تو اوسوقت ان کے اذوقے بند کر دیئے جائیں گے اور مثل سابق ان کے خورد و نوش کا انتظام میز خانہ نذری باغ سے ہوگا۔ نظر برآن مناسب سمجھا کہ چند سطور لکھکر قبل از قبل ان کو آگاہ کر دوں تاکہ یہ غفلت میں نہ رہیں کہ حالات مکان مکاف ایسے گرے ہوئے ہیں جو ناقابل بیان ہیں۔ اور باپ نے مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ اب اسکو جو کچھ کرنا ہے وہ بغیر توقف کریگا۔ جبکہ ان ساتٹ بھائیوں کو روپیہ اور آزادی دیکر دیکھ لیا کہ اس کا کیا نتیجہ نکلا۔ لہٰذا آئندہ وہ اب ایسے چیزوں کو جائز نہیں رکھ سکتا اور نہ اپنے خاندان کی رسوائی یا بدنامی ہونے دے سکتا۔ کہ بہ حیثیت بزرگ خاندان وہ بھی اپنی حد تک کچھ نہ کچھ ذمہ داری رکھتا ہے جسکو پورا کرنا اوسکا فرض اولین ہے وبس۔

مرقوم ۱۹؍ جنوری ۱۹۶۱ء

(آمدہ از نذری باغ)

قطعہ

این عدن باغ گفت بین عید است || روئے کودک کہ لائق دید است
ہر کسے مست گشت از صہبا || دور گفت کہ جام جمشید است

(نواب دیگ)

(آمدہ از نذری باغ)

ذات شریف حکیم خسرو شاہ نظامی فرزند ارجمند نابینا صاحب کا
(ادّعا جو کہ سراسر مضحکہ خیز تھا)

فرمایا چند سال کا عرصہ ہوتا ہے جبکہ ان کے والد مرحوم زندہ تھے اور حیدرآباد میں کچھ مدت کیلئے یونانی دواخانہ (روبروئے مکہ مسجد) میں نسخہ نویسی کا کام انجام دیتے تھے کیونکہ محرومی بصارت بازیادہ عمر کے لحاظ سے اتنے بڑے بھاری محکمہ کے نظم و نسق کو نفس چلا سکتے تھے اسی لئے حکیم مقصود جنگ مہتممی دواخانہ مذکور پر تقرر ہوا تھا جو اس کام کے لئے ہر طرح موزوں تھے اور تجربہ رکھتے تھے تو پسر صاحب کا کہنا تھا کہ بعض ادویہ یونانی ایسے ہیں جبکہ حاملہ عورت کو اوائل میں استعمال کرانے سے بعوض اناث ذکور جنین شکم مادر میں متشکل ہوتا ہے جبکہ اس کی خواہش ہو یہ سنکر مجھے ہنسی آئی کہ قدرت کے منشار کے خلاف یہ کیسے ممکن ہے ورنہ اگر ایسا ہوتا تو پھر دنیا کے کاروبار نہ چلتے کہ انسان مخلوق ہوکر قدرت کے کارخانہ میں دخل دیتا ہے جو کہ ناممکن ہے۔ غالباً میرا خیال ہے کہ ایسا کہنے سے اون کا خیال یونانی ادویہ کی خوبی کو بتانا تھا مگر دوسری طرف اس کا خیال نہیں رہا کہ دوسری ادویہ کی خوبیوں کی حد تک یہ ممکن تھا نہ کہ اس سے آگے قدرت کے منشاء میں دخل دینا؟ خیر یہ معاملہ رفتہ و گذشت تھا جس کے اعادہ کی یہاں ضرورت نہ تھی مگر چونکہ حال میں میرے دوسرے نواسے کے ساتھ کے سلسلہ میں علاج معالجہ پر میں نے چند مضامین لکھا تھا جو کہ نظام گزٹ و شیراز میں طبع ہو چکے ہیں۔ لہذا مناسب سمجھا کہ مرحوم حکیم نابینا صاحب کے تذکرے کے ساتھ ان کے فرزند ارجمند کی دماغی ذکاوت پر بھی روشنی ڈالوں کہ وہ کیسی تھی۔ لہذا یہ چند سطور لکھکر شیراز میں ریکارڈ کر دینا مناسب سمجھا۔ زمانہ آئندہ میں یہ ادعا محو نہ ہو بلکہ بشکل یادگار باقی رہے چاہے قابل تذکرہ تھا یا نہیں وہ دوسری چیز تھی۔

خلاصہ یہ کہ مرحوم حکیم صاحب کی ذات کی حد تک میرا جو کچھ خیال تھا وہ بیان کردیا۔ رہا ان کے پسر کی حد تک میں ان کو حاذق اطباء میں شمار نہیں کرسکتا جب تک کہ خصوصیات نہ ہوں۔

مرقوم ۱۹ر جنوری ۱۹۶۱ء

(آمدہ از زندگی باغ)

عجیب و غریب قصہ بیان کردہ چھبر در حسب اصل اولاد مقیم مکان لندن گاف

فرمایا پیشتر یہ عابد جاہ کی لڑکی زاہدہ بیگم جو کہ ایک دکاندار کیا تھ تعلقات پیدا کرکے یہاں سے فرار ہوگئی ہے جسکے کیا وجوہ تھے اخبار نظام گزٹ میں بیان ہوئے ہیں (جسکا ریکارڈ شیراز میں بھی ہوا ہے) بعض وجوہ سے یہ لڑکی تقی جاہ کے بڑے لڑکے سے منسوب ہوئی تھی جسکا نام نقی علی خاں تھا اور یہ نسبت خود فریقین کے والدین کی قرارداد تھی جسکو میں نے بھی منظور کیا تھا۔ مگر اب کہا گیا کہ حال میں بعض وجوہ سے فریقین میں ناچاقی ہوکر اسکو برقرار رکھنا نہیں چاہتے تھے مگر اسکا علم مجھ کو بروقت نہیں کیا گیا ورنہ یہ نسبت کو فسخ کر دیا جاتا جیسا کہ بعض وجوہ سے ہاشم جاہ کی لڑکی جسکا نام سکینہ بیگم تھا وہ ہمایون علی بیگ مرحوم کے بڑے بیٹے سے منسوب ہوئی تھی جسکا نام عباس علی بیگ ہے اور جو لندن میں زیر تعلیم ہے یہاں بھی بعض وجوہ سے یہ نسبت نہیں قرار پا سکی اسلئے جیسا اخبار نظام گزٹ و شیراز میں ہے اسکو فسخ کر دیا۔ ایسی حالت میں یہ کہنا کہ فرار شدہ لڑکی یہ سمجھ کر کہ اوس کا عقد جبراً و قہراً کرایا جائیگا اسلئے یہاں سے فرار ہوگئی اور اپنے پسند کے ایک دکاندار کیا تھ خفیہ طور پر عقد کرلی۔ میرے خیال میں یہ وجہ جو بیان ہوئی ہے صحیح نہیں ہے کہ کچھ نہ کچھ معاملہ مذکورہ کو سنبھالنے کے خیال سے پیچھے سے یہ عذر و حیلہ نکالا گیا ہے۔ خیر مضی ما مضی کہ رفت و گزشت قصہ کو اب دھرانے سے فائدہ نہیں ہے۔ البتہ تقی جاہ کو اب اپنے پسر مذکور کیلئے کوئی لڑکی تلاش کرنا ہوگا۔ اور یہ تھے برادرانہ تعلقات اسکے جسکی جتنی تعریف کیجائے کم ہی کم ہے کہ سب عادات و اطوار اور طرز زندگی میں ہمرنگ تھے۔ نکمہ شخص۔ جو عقل و فہم یا دور اندیشی سے کوسوں دور تھے جسکے نتائج سامنے ہیں۔

مرقوم ۲۰ر جنوری ۱۹۶۱ء

(آمدہ از نذری باغ)

قطعہ

شفا ر ابین تو از دست طبیب است || مبارکباد از کلک ادیب است
کہ دادہ مژدۂ جاوید عثمان || ورود کودک دیگر (ان شاء اللہ) قریب است

(نادر الشعراء)

میرا قطعی فیصلہ متعلق اولاد کاظم جاہ مرحوم

فرمایا اِس بچہ کے انتقال کے بعد سے دادانے باپ کی جگہ لیکر اُنکے سُود و بہبُود کا خُود ذمہ لیا اور اپنے قبضہ میں رکھا کہ ان کو میرے بیٹے کی اولاد نہیں بلکہ اپنی اولاد سمجھتا ہوں اور اُنکی زندگی شادی خانہ نمبر ۲ میں بعینہ اسی قاعدہ یا ضابطہ کے تحت بسر ہو رہی ہے جیسے کہ میری لڑکیوں کی تھی (زمانہ گزشتہ میں) جو کہ اسوقت متاہل زندگی رکھتی ہیں یعنے بہ الفاظ دیگر ان کو شکر ہے کہ آزادی کی ہوا نہیں لگی جیسے کہ مکان گاف کے بھائیوں کی لڑکیوں کا مُعاملہ ہے جو کہ عالم آشکارا ہے اور جسکا نتیجہ ظاہر ہو کر رہا کہ اُسکی نوعیت کیا تھی۔ لہذا یہ اپنی جگہ فیصلہ کر لیا ہے کہ مرحوم بچہ کی لڑکیوں کو میں مکان گاف کے بھائیوں کے لڑکوں کو نہیں دے سکتا۔ البتہ اُن کو دُونگا تو ذی وجاہت خاندان کے لڑکوں کو جن کا کیرکٹر درست ہوگا تا کہ اسکے بہتر نتائج سے مجھے اطمینان قلب حاصل ہو۔ بہ ایں وجہ کہ دُنیا کی مثل ہے کوئی ایک دفعہ انسان ٹھوکر کھاکے دوبارہ دیگر بار ٹھوکر نہیں کھا سکتا نہ غفلت میں پڑے رہ کر بُرے نتائج کا سامنا کرتا ہے کیونکہ ایسا عقلاء کا شیوہ نہیں ہے بجز حمقاء کے دُنیا میں آخر حزم و احتیاط بھی کوئی شئے ہے جسپر دُنیا کے کاروبار چلتے ہیں۔ اور ہر جگہ امورِ نیک و بد یا رطب و یابس موجود ہیں جنکو پیش نظر رکھکر کام کرنا ہوتا ہے

الحاصل آزادی کو اپنی حد تک (نہ کہ اس سے باہر) بُری شئے نہیں ہے جبکہ اسکا غلط استعمال ہو کر اسکو بدنام نہ کیا جائے ورنہ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر مقابلتاً قید و بند بدرجہا بہتر ہے جو ہر آفات سے محفوظ ہے اور ساتھ ہی مثمر فوائد ہے۔ چنانچہ یہی فیصلہ عقلائے زمانہ کا ہے جو زرّیں حروف میں لکھنے کے قابل ہے

خلاصہ یہ کہ یہ لڑکیاں مذکورہ کسیطرح سے آزادی کی ہوا کھائے ہوئے افراد کے گھر میں نہیں رہ سکتیں کہ مثل ہے۔ " خربوزہ کو دیکھکر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے "۔

مرقوم ۲۰ جنوری ۱۹۶۱ء

(آمدہ از نذری باغ)

قطعہ

رفت شب ہنگام گردوں سحر پیدا شدہ
در خم و جام و سبو صہبائے تر پیدا شدہ

گشت این مطلع منور گفت عثمان آسمان
در شبِ تاریک ہنگام تو قمر پیدا شدہ

(آمدہ از نذری باغ)

فسخ نسبت بہادر علی نواسہ مہاراجہ چیت سنگھ آنجہانی بہ دخترِ کلاں عابد جاہ بنام عابدہ بیگم (بطنی زوجہ خدیجہ بیگم)

و دیگر فسخ نسبت فرزند آغا حیدر بہ دختر رجب جاہ بنام رقیہ بیگم (بطنی زوجہ کلثوم بیگم)

فرمایا چونکہ نسبت اوّل و دوم خود میری لگائی ہوئی تھی والدین کی رضامندی سے۔ لہذا بہ سلسلۂ حالیہ واقعہ دختر دوم عابد جاہ جو کہ طشت از بام ہے میں نے مناسب سمجھا کہ ان کو فسخ کر دوں تاکہ آئندہ والدین کسی قسم کی ذمہ داری تربیتی و سرپرست خاندان پر نہ رکھیں کہ حالات دنیا دگرگوں ہیں۔ لھذا ان لڑکیوں کے والدین ہر طرح سے آزاد ہیں کہ جہاں چاہیں اپنی لڑکیوں کی نسبت قرار دیں

اب رہا معاملہ ان ہر دو لڑکوں کا۔ ان کیلئے میں کوئی دوسری لڑکیاں تجویز کرونگا جسکی جلدی نہیں ہے

مرقوم ۲۰ر جنوری سنہ ۱۹۶۱ء

(آمدہ از نذری باغ)

قطعہ

شمیمِ گُل وزیدہ در گلستان | چہ رنگ کودکے لعلِ بدخشان
طلوعِ صبح گفتہ مہرِ رخشان | بگفتہ شب (دو مہر) نگر شمعِ شبستان

(آمدہ از نذری باغ)

قطعہ

پئے ما رحمتِ ربِّ قدیر است | رخِ کودک نگر تو بے نظیر است
علی مرتضیٰ آں جا نشینے | برائے مصطفیٰ الحق وزیر است

(آمدہ از نذری باغ)

جواب معروضہ دوم حکیم خسرو شاہ نظامی فرزند حکیم نابینا صاحب مرحوم

فرمایا ان کے پہلے معروضہ کا جواب جو کچھ تھا دے دیا ہے جو کہ نظام گزٹ میں طبع ہو کر شیراز ہفتہ وار میں ریکارڈ ہو چکا ہے جو اپنی حد تک قطعی ہے ایسی حالت میں اس بارہ میں مجھے کچھ اور کہنا نہیں ہے رہا جس عرق کے استعمال کی طرف انہوں نے اشارہ کیا ہے اسکی مجھے ضرورت نہیں ہے کیونکہ دیرینہ آزمودہ مرکبات کا ہر موسم سرما میں تین ماہ تک قدیم عادت کے مطابق استعمال کر رہا ہوں اور یہ ہر طرح کافی ہے (تیار کردہ اشرف علی دواساز جو کہ حکیم انوار احمد مرحوم کے تحت کام کرتا تھا) یا بعض وقت مرحوم کے بیٹے کے تیار کردہ جو اپنی جگہ کچھ برے نہیں بلکہ اچھے ہیں اور فی زمانہ غنیمت ہیں ساتھ ہی ایسے گراں قیمت ادویہ جو کہ قیمتی اجزاء سے تیار کئے گئے ہوں ان کو وہی شخص استعمال کر سکتا ہے جو یا تو اسکی قدرت رکھے یا اس کا گرویدہ اور قدردان ہو۔ ورنہ دوسری طرف جیسی یہ بات پیدا نہیں ہے وہ ہر طرح مجبور ہے

مکرر۔ معروضہ دوم کی نقل طبع کردی گئی ہے اور اس کا سلسلہ اب بند ہونا چاہیئے کہ اس سے کچھ حاصل نہیں۔

مرقوم ۱۳ رجنوری ۱۹۶۱ء

(منقول از نظام گزٹ)



بشرف ملاحظہ خداوندانِ حضرت ظل اللہ جہاں پناہ اعلیٰحضرت قدر قدرت بندگانِ عالی متعالی مدظلہ العالی

سلطان العلوم والحکمت نے از راہِ معارف پروری و ذرہ نوازی قدیم والبتہ دامانِ دولت ظل الٰہی کے معروضہ ادب کو معہ ارشادات عالیہ کے نظام گزٹ دشیر آزیں شائع فرما کر ایک خادمِ قدیم کی جو عزت افزائی فرمائی ہے اسکے لئے ہر بن مو اپنے آقائے ولی نعمت کے لئے وقف دعا گوئی ہے

جہاں پناہ کا والد مرحوم کی قرابادین علیؔ کی اشاعت کے متعلق جو ارشاد شرفِ صدور لایا ہے وہ حقیقت نفس الامری پر مبنی اور موجودہ حالاتِ زمانہ سے کامل تطابق رکھتا ہے فی الحال اس ضخیم قرابادین کی طباعت کے لئے واقعی حالات ناسازگار ہیں۔ طب یونانی کے متعلق صدیوں تک عہد زرین عثمانی کی لافانی یادگار رہیں زمانہ کو سبق دیتی رہیں گی کہ علوم وفنون وطنی کی اسطرح نہ صرف سرپرستی کی جاتی ہے بلکہ ان کا از سر نو احیا کر کے حیاتِ نو بخشی جاتی ہے حقیقی معنوں میں سرکار نے طب یونانی کو اپنی مسیحائی سے آب حیات پلوا دیا ہے۔ آقائے ولی نعمت یہ خادم قدیم جسکو تیس سال کے عرصہ طویل تک محلاتِ مبارک کے معالج ہونے کا سرکار نے افتخار عطا فرمایا تھا جسے اس بات پر ناز ہے کہ کو نولت سے اپنے آقا کی خدمت میں میرے بال سفید ہو چکے ظل الٰہی سے بعد ادب عرض رسا ہے کہ فدوی نے مجربات اکفاریہ مطبوعہ کتاب توجہات شاہانہ کو محض ایک نسخہ خاص عرق کیا تاثیر مندرجہ صفحات کی طرف مبذول کرانے کیلئے پیش کرنے کی جسارت کی ہے والد ماجد مرحوم نے بیشمار ضعیف العمر لوگوں کو یہ عرق استعمال کرا کے اس کا تجربہ کیا تھا اس سے نہ صرف قوائے منویہ بحال ہو جاتے ہیں بلکہ تمام اعضائے رئیسہ کو کمال تقویت پہنچ کر حرارت غریزیہ جو اصل شعلہ حیاتِ جسمانی ہے بڑھکر فروزاں اور تاباں ہو جاتی ہے۔ اس فدوی کا جان نثار نے بھی اس عرق کا کامیاب تجربہ کیا ہے۔ محمد علی خاں نواب صاحب ملیح آباد کو جن کی عمر (۸۰) سالہ تھی استعمال کرانے سے تمام اعضائے رئیسہ میں نئی قوت پیدا ہو گئی۔ خداوندانِ بندگانِ عالی کے مزاج مبارک کیلئے جو معتدل موسم ہے یہ عرق کمال مفید ہوگا۔ اللہ تعالے ظل اللہ کے سایہ رحمت باری کو جو آج بھی ہزارہا نفوس کے لئے [illegible] آسرا اور سہارا ہے دیر گاہ با صحت وعافیت کاملہ قائم و دائم رکھے آمین بحق طٰہٰ ویٰسین و آلہ الطیبین الطاہرین

معروضہ ادب
قدیم جبہ بوس آستانہ عالیہ سلطانی
حکیم خسرو شاہ لطافی
۵ رجب المرجب ۱۳۵۰ھ [illegible]

(منقول از نظام گزٹ)

فرق مابین دو حاذق اور مشہور طبیب یونانی

فرمایا میرا آزاد خیال یہ ہیکہ گویہ دونوں یعنے حکیم نابینا صاحب مرحوم اور حکیم اجمل خاں صاحب مرحوم اپنے علم وفضل میں یا ذاتی تجربہ میں (عمر کے تناسب سے) اپنی اپنی جگہ مشہور آفاق تھے جسمیں کوئی شک و شبہ نہیں بلکہ بے نظیر تھے۔ تاہم جو شہرت مؤخر الذکر کی نہ صرف ہندوستان تک بلکہ بیرون ملک تک بھی جو پھیلی ہوئی تھی وہ اول الذکر کی نہ تھی کہ ان میں ایک نقص جو تھا وہ فقدان بصارت کا تھا یعنے بینائی کا جسکی وجہ سے مریض کی حالت کو بچشم خود نہیں دیکھ سکتے تھے جسکا دیکھنا یعنے مشاہدہ کرنا قبل نسخہ نویسی ضروری تھا اسکے علاوہ اول الذکر ابتداء سے ہی مرض میں مرکبات کا استعمال شروع کردیتے تھے۔ برخلاف اسکے مؤخر الذکر بتعاقب اسکو استعمال میں لاتے تھے ضرورت سمجھکر یعنے پہلے مفردات کو استعمال میں لاتے تھے یہ دیکھنے کیلئے کہ کیا اس سے کام چلے گا یا نہیں۔

دیگر حکیم انوار احمد مشہور دواساز کا کہنا تھا میرے استفسار پر (جن کی عمر کا بڑا حصہ حکیم اجمل خاں صاحب مرحوم کی صحبت میں گزرا تھا) کہ صرف چند ان کے آزمودہ مفردات تھے جن کو حکیم اجمل خاں صاحب الٹ پھیر کر کے نسخہ جو تجویز کرتے تھے وہ تیر بہدف ہوتا تھا چنانچہ یہی بات میں نے دوسروں کی زبانی بھی سنی تھی جن کو اسکا علم تھا۔ اسکے سوا حکیم نابینا صاحب مرحوم کی زبان کو جو کہ علمی تھی یعنے اردو اسکا سمجھنا ہر کس و ناکس کیلئے مشکل تھا کہ عربی کے الفاظ زیادہ بے ضرورت استعمال کرتے تھے چنانچہ کتاب اسرار شریانیہ کا جو دیباچہ ہے وہ اسی نوع کا ہے کیونکہ اسقدر عربی کے الفاظ استعمال کرنے سے زبانِ اردو کی خوبی میں فرق آتا ہے الا حتی الامکان ادق الفاظ کو چھوڑتے ہوئے جن سے کان آشنا نہ ہوں۔ بہرحال علم وفضل حکیم نابینا صاحب مرحوم کا مسلمہ تھا۔ مگر دوسری طرف جو شہرت فن طب کے یا تجربہ کے لحاظ سے حکیم اجمل خانصاحب مرحوم کو جو حاصل تھی اسمیں کوئی دوسرا حریف دار نہ تھا اور یہ چیز مسلمہ تھی ہر ایک کے نزدیک۔

خلاصہ یہ کہ ہر دو علم طب اور تجربہ میں یکتا تھے گو بعض امور میں جو کہ بیان ہوئے ہیں اسمیں مساوی نہیں تھے مگر فرق کے ساتھ جو کہ نئی چیز نہیں بلکہ ہر جگہ موجود ہے یعنے بہ فرق مراتب زیادہ۔ خدا ہر دو کو جنت نصیب کرے

مرقوم ۱۴ار جنوری سنہ ۱۹۶۱ء

(منقول از نظام گزٹ)

آگاہی برائے داماداں سرکار جو کہ صاحب اولاد ہیں

فرمایا انکی معصوم اولاد کے علاج معالجے سے متعلق چند سطور لکھ کر ان کو آگاہ کرنا ضروری خیال کیا کہ اگر آئندہ ایسا موقع پیش آئے تو بجز قدیم آزمودہ ڈاکٹر ہوں یا یونانی اطباء (یعنے جس قسم کی دوا دی جا رہی ہے اسی کے مطابق عمل ہوگا) کوئی جدید ڈاکٹر ہوں یا اطباء یہاں بغرض علاج نہیں آسکتے۔ کہ حالیہ سانحہ میرا نواسہ دوم فیروز علی خاں بطن متعدی بیگم کے پیش نظر اس مسئلہ کے طرف میری توجہ زیادہ ہے اور بہ حیثیت بزرگ خاندان شدنی غلطیوں یا غفلتوں کا انسداد کرنا میرے لئے ضروری ہے۔ نظر بر آں معصوموں کے والدین کو چاہیے کہ ان امور مذکورہ کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں اور اپنی معصوم اولاد کے حالات سے مجھے ہر وقت باخبر رکھیں ورنہ غفلت ہوگی تو اسکی ذمہ واری ان پر عائد ہوگی اسکا ان کو خیال رہے۔

دیگر۔ یہ امر بھی انکے پیش نظر رہے کہ سر دست ہر ایک کو صرف ایک ہی اولاد ہے چاہے ذکور سے ہو یا اناث سے لہذا انکی جانوں کی قدر و قیمت کو اچھی طرح سے جاننا انکے لئے ازحد ضروری ہے کہ خدا ان معصوموں کو پروان چڑھائے کہ زمانہ آئندہ میں والدین کے یہی شرعی وارث جائز ہونگے۔ ایسی حالت میں جتنا خبر گیری اولاد کی ہو وہ کم ہی کم ہے۔ دوسری طرف غیب کا حال بجز خدا کسی کو نہیں کہ اولاد ان کو پھر ہوگی یا نہیں یعنے بار دوم۔ اس وجہ سے حزم و احتیاط کی سخت ضرورت ہے خصوص انکے علاج معالجہ کا مسئلہ بہت اہم ہو جاتا ہے۔ دوسری طرف والدین عاقل و بالغ ہیں اور متاہل زندگی رکھتے ہیں یعنے کم سن بچے نہیں ہیں کہ ان امور کا ان کو درس دیا جائے۔ بلکہ ہونا تو یہ چاہیے کہ امور مذکورہ میں یہ دلچسپی لیں اور احتیاط کو کام میں لائیں اور ہر چیز پر نظر رکھتے ہوئے کام کریں۔ زیادہ نانا کی دعا ہے کہ ان معصوموں کا خدا حافظ اور نگہبان رہے اور ہر بلا سے ان کو محفوظ رکھے

مرقومہ ۱۶ر جنوری ۱۹۶۱ء

(منقول از نظام گزٹ)

قطعہ

بدوش گل صبا ہم در چمن بود | دگر نسرین و لالہ ہم سمن بود
ہمہ گفتہ کہ در دور گزشتہ | عجب شان و حشم ہم در دکن بود

آگاہی برائے صاحبزادگان مقیم مکان گاف

ناجائز آزادی کے یہ نتائج ہیں

فرمایا میں نے معتبر ذریعہ سے سنا ہے کہ یہ اپنی منکوحوں کو اور جوان عاقل و بالغ لڑکیوں کو دکانات پر پارچہ خرید کرنے یا زنانہ نمائش دیکھنے بھجواتے ہیں یا ہوٹلوں میں یا کلب میں۔ یا پارٹیز میں یا مجلس عزا میں لیکر پھرتے ہیں۔ حالانکہ حالاتِ زمانہ کیسے دگرگون ہیں اس کا خیال رکھتے ہوئے (Position) ان کو ایسے کام نہ کرنا چاہیئے کہ معلوم نہیں کہ کل کیا واقعات پیش آئیں۔ جس سے خاندان کی بدنامی ہو۔ یا پیچیدگیاں پیدا ہوں۔ دوسری طرف ان کو خیال رکھنا چاہیئے کہ ایسے امور ان کیلئے مناسب و موزوں نہیں جو انکی پوزیشن کے منافی ہوں۔ ورنہ کل کوئی بات پیدا ہوگی تو والدین پر اس کی ذمہ داری عائد ہوگی اور ان کے متعلق ٹرسٹ پر اس کا اثر پڑے گا۔ لہذا یہ ان کے خیال میں رہے۔ اور ان امور پر بزرگ خاندان کی بھی نظر رہے گی۔ کہ روزانہ ان کی زندگی کس رنگ میں بسر ہو رہی ہے۔ تاکہ اس کی روک تھام ہو۔ اور جس صورت میں کوئی غیر معمولی یا سنگین واقعہ پیش آئے گا تو پھر بزرگ خاندان مجبور ہوگا کہ ان کے گھروں پر سخت پہرہ چوکی قائم کرے یہ سمجھکر کہ والدین ان معاملات کو سنبھال نہیں سکتے اور نہ اس کی قابلیت رکھتے ہیں۔ اس لئے ایسا کرنا وہ اپنا فرض سمجھے گا۔ کہ وہ کسی حالت میں ان کو کھلے بندوں چھوڑکر تماشہ نہیں دیکھ سکتا کہ وہ بھی اپنے فرائض رکھتا ہے جس سے وہ غافل نہیں رہ سکتا۔

دوم۔ سنا ہے کہ ان حرکات نازیبا سے انکی وقعت پبلک میں گھٹ رہی ہے اور ان کے ایسے اعمال زبون کو اچھی نظر سے نہیں دیکھ رہی ہے بلکہ چو طرف چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں۔ نظر برآں اب وقت آگیا ہے کہ یہ اپنے موجودہ کردار کی اصلاح کریں۔ ورنہ نتیجہ کیا ہوگا وہی کردنی خویش آمدنی پیش۔

آخر میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ مجھ سے غلطی ہوئی کہ اس قدر آزادی۔ ان کو دی یعنے اگر یہ نہ دیتا تو پھر ایسے مذموم حرکات ان سے نہ سرزد ہوتے اور نہ منظر عام پر گرفت میں آتے۔ خیر آئیندہ جیسے واقعات پیش آئینگے۔ (عنقریب میں اس مسئلہ پر روشنی ڈالونگا کہ وہ کس نوعیت کا ہے) حسبہٗ عمل ہوگا زود یا بہ دیر۔

زیادہ۔ العاقل تکفیہ الاشارہ

مرقوم ۱۷ رجنوری ۱۹۶۱ء — (منقول از نظام گزٹ)

ایڈیٹر: سید صمصام شیرازی

کُل ہند صنعتی نمائش

کون کہہ سکتا تھا کہ باغِ عام کے ایک محدود حصہ میں مقامی طور پر منعقد ہونیوالی صنعتی نمائش بڑھتے بڑھتے ایک دن کُل ہند صنعتی نمائش بن جائیگی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس نوع کی صنعتی نمائش کے انعقاد کا خیال سب سے پہلے مولوی شرف الدین صاحب مرحوم معتمد انجمن طیلسانین کے ذہن میں پیدا ہوا اور موصوف ہی کی مساعیٔ جمیلہ کی بدولت مختصر پیمانہ پر اس نمائش کی ابتدا ہوئی جو بڑھتے بڑھتے موجودہ شکل اختیار کر چکی ہے

بیشک بانیانِ نمائش نے نیک ارادوں اور خلوصِ دل کیساتھ صنعتی نمائش کی بناء ڈالی تھی۔ ان کے پیشِ نظر ملک کی صنعتی ترقی کے بلند عزائم تھے لیکن آج افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہماری صنعتی نمائش آل حیدرآباد سے آل انڈیا تو ہو گئی، نمائش کے رقبہ

خطیب منبر سلونی

کا ارشاد مبارک ہے کہ حرام چیزیں نا جائز ہیں موت سے سب کام چھوٹ جاتے ہیں

اور اسٹالوں میں اضافہ ہوگیا۔ ظاہری خوبصورتی اور شان و شوکت پہلے کی بہ نسبت دو چند بلکہ چہار چند ہو گئی لیکن صنعتی نمائش کی اصل روح غائب ہو گئی اور ہماری صنعتی نمائش ایک بے روح ڈھانچہ بن کر رہ گئی۔ سعی و عمل، عزم و حرکت کی شراب جو نمائش کے خم سے چھلکا کرتی ہے۔ مرورِ ایام گیا تھوڑا سا تھا غائب ہو گئی اب صرف تلچھٹ باقی رہ گئی ہے

گھٹتے گھٹتے اثرِ صدق و صفا کچھ نہ رہا
آخری دور میں تلچھٹ کے سوا کچھ نہ رہا

اب صنعتی نمائش، صنعتی نمائش نہ رہی بلکہ مینا بازار، چاندنی چوک، چوپاٹی، عیش و نشاط کا میلہ، آوارہ گردوں کا پارک، نیلے نظروں کا اڈہ، اور دیدہ بازی کا مقام بن کر رہ گئی۔ یہ کوئی افترا یا مبالغہ نہیں بلکہ حقیقت ہے۔ نمائش کے یوم خواتین میں بھیس بدل کر مردوں کا داخلہ، نمائش گاہ سے لڑکیوں کی فراری، احاطۂ نمائش میں دیدہ بازی، چھیڑ چھاڑ اور مار پیٹ کے کتنے ہی واقعات منظرِ عام پر آ چکے ہیں۔ نمائش میں وہ وہ حیا سوز واقعات ہوتے

قطعہ

نگو آبروئے عزت بر آب است | دگر شہرت نگر زیر ترابست
زباں با قدر افزا دگفتہ | سرور انگیز این جام شراب است

[illegible] حیدرآباد کے دامن تہذیب و شرافت پر ایک [illegible] کی حیثیت رکھتے ہیں۔ پنڈت جواہر لال نہرو نے "آرام حرام ہے" کا نعرہ قوم کو عطا کیا ہے لیکن آج پنڈت نہرو، نام نہاد نمائش کلب میں آکر دیکھیں تو معلوم ہو کہ اُن کا نعرہ کتنا بے اثر ہو کر رہ گیا ہے۔ یہاں کی گزیٹیڈ عہدہ دار نمائش کلب میں [illegible] ہاتھ کر، اپنے عہدہ کے وقار کو [illegible] قوم کے وقت کو برباد اور "آرام حرام ہے" کے نعرہ کی توہین کر رہے ہیں۔

صنعتی نمائش کے انعقاد کا مقصد تاش کھیلنا، فسق و فجور، ناچ گانا، تھیٹر، کلچرل پروگرام، آوارہ گردی، فضول خرچی، دیدہ بازی اور جنسی بھوک کا مظاہرہ نہیں — اور یقیناً نہیں۔

ہماری صنعتی نمائش میں مذکورہ بالا خرابیوں کے علاوہ چند انتظامی خامیاں اور بے قاعدگیاں بھی ہیں صنعتی نمائش کے اُمور میں مستقل طور پر ایک ہی گروپ کا عمل دخل اور موروثی قسم کا قبضہ ہونے کی وجہ سے صنعتی نمائش ایک ہی خاندان کے افراد کا "جزیرہ" بن گئی ہے جس کا لازمی نتیجہ انتظامی خرابیاں اور بے ضابطگیاں ہیں۔ ان خرابیوں کے انسداد کیلئے مناسب یہ ہے کہ نمائش کے منتظمین اور دیگر عہدہ داروں کو ہر سال یا تین سال کی مدت کے بعد تبدیل کیا جائے اور سب سے بہتر یہ ہے کہ حکومت انعقاد نمائش کے انتظامات کو بالکلیہ اپنے ہاتھ میں لے تاکہ صنعتی نمائش کے انعقاد کا مقصد بحسن الوجوہ پورا ہو اور جہاں تک ممکن ہو نمائش کو مینا بازار یا عیش و نشاط کا میلہ ہونے سے بچایا جائے۔

ہمیں توقع ہے کہ ہمارے چیف منسٹر اس خصوص میں توجہ فرمائیں گے اور نمائش کو حقیقی معنوں میں صنعتی نمائش بنائیں گے۔

امام محمد باقر علیہ السلام

از جناب صاحبزادہ مولوی محمد امداد حسین صاحب انصاری

امام محمد باقر علیہ السلام غرہ رجب روز جمعہ ۵۷ھ مدینہ طیبہ میں پیدا ہوئے آپکے والد بزرگوار علی ابن حسین بن علی علیہ السلام اور والدہ گرامی فاطمہ بنت حسن ابن علی تھیں۔ اول علوی جو دو علویوں سے اور اول ہاشمی جو دو ہاشمیوں سے پیدا ہوئے وہ آپ ہی تھے۔ اسم مبارک آپکا محمد کنیت ابوجعفر اور مشہور لقب باقر ہے۔ حکمت و لطافت کے سربستہ خزانے ظاہر فرماتے اور علم کو مشہور کرتے تھے چاہئیت علمی کیوجہ سے آپکا لقب باقر ہوا۔

واقعہ کربلا کے بعد امام زین العابدین علیہ السلام نے تمام امور سے دست بردار ہو کر گوشہ نشینی اختیار فرمائی اسی میں آپ کے حیات طیبہ کا زمانہ ختم ہو گیا۔ فرائض کی ادائی کے بعد جتنا وقت ملتا تھا اپنے نور نظر کی تعلیم و تربیت میں صرف فرماتے تھے۔ ان ذوات مقدسہ کو ظاہری تعلیم کی ضرورت نہ تھی کیونکہ ان کا علم وہبی تھا نہ کسبی۔ مگر امام کو اپنے نائب و قائم مقام کو اسرار ربانی اور وہ امور جو منصب امامت سے تعلق رکھتے تھے سمجھانا ضروری تھا یہ قاعدہ خاصان خدا کے دائرہ میں ہمیشہ جاری رہا۔ انبیا علیہم السلام میں بھی کوئی ایسا نہیں گزرا جنے اپنے نائب اور قائم مقام کو ان امور کی تعلیم نہ دی ہو۔ یہ امر ان کے ذاتی ارادہ سے نہیں ہوتا تھا بلکہ حسب الحکم خدا ہوتا تھا

حضرت جابر ابن عبداللہ انصاری سے منقول ہے کہ جب آیہ یا ایہا الذین آمنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم نازل ہوا تو میں نے آنحضرت سے عرض کی کہ ہم تو خدا و رسول کو پہچانتے ہیں اولی الامر کون بزرگوار ہیں جن کی اطاعت خدا اور رسول کی اطاعت سے قریب کر دی گئی ہے؟ آپ نے فرمایا وہ بارہ خلفاء ہیں جن میں اول علی ابن ابیطالب، دوسرے حسن ابن علی، تیسرے حسین ابن علی، چوتھے علی ابن حسین پانچویں محمد بن علی جن کا لقب باقر ہوگا۔ اے جابر جب تم ان کی زیارت سے مشرف ہوں تو میرا سلام پہونچا دینا ان کے بعد چھٹے جعفر بن محمد، ساتویں موسیٰ بن جعفر، آٹھویں علی ابن موسیٰ، نویں محمد ابن علی، دسویں علی ابن محمد، گیارہویں حسن ابن علی اور بارہویں محمد ابن حسن علیہم السلام ہیں

امام محمد باقر علیہ السلام کی صغیر سنی کے زمانہ میں ایک دن جابر ابن عبداللہ انصاری نے امام زین العابدین کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ مکہ معظمہ میں ایک روز میں سرور کائنات کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا اس وقت آپ امام حسین علیہ السلام کو گود میں لے کر ان کے رخسار کا بوسہ دیا اور مجھ سے فرمانے لگے کہ اے جابر! میرے حسین کا ایک فرزند جس کا نام علی ہوگا روز قیامت ایک منادی ندا کرے گا کہ زین العابدین کہاں ہیں، تمام اہل محشر میں یہ فرزند کھڑا ہو جائے گا ان کا فرزند محمد ساتھ بیٹھے

جس کا نام محمد باقر ہوگا

ایک روز امام محمد باقر علیہ السلام سے جابر ابن عبداللہ انصاری نے دریافت فرمایا کہ آپ کس کے صاحبزادے ہیں؟ ارشاد فرمایا کہ میں علی ابن حسین علیہ السلام کا فرزند ہوں۔ جابر نے کہا میرے ماں باپ فدا ہوں آپ پر کیا آپ ہی باقر ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ ہاں میں ہی باقر ہوں۔ یہ سن کر جابر ابن عبداللہ انصاری نے آپ کے سر کا بوسہ دیا اور کہا کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو سلام کہا ہے۔ اسکے بعد امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے پدر بزرگوار سید العابدین امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوکر جابر ابن عبداللہ نے جو کہا تھا بیان کیا۔ آپ نے تاکید کردی کہ گھر سے باہر نہ نکلا کرو کیونکہ تمہارے فضائل و مراتب مشہور ہو جائیں گے تو لوگوں کو تم سے حسد پیدا ہوگا اور ایذا رسانی کے باعث ہوں گے۔ جابر ابن عبداللہ انصاری ہر روز محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوکر زیارت سے مشرف ہوتے اور علوم ربانی رموز یزدانی کی تعلیم حاصل کرتے بعض لوگ ان کا خلوص و عقیدت ظاہر ہونے سے مخالف ہوگئے اور امام کی خدمت میں جانے سے روکنے لگے۔ مگر جابر ابن عبداللہ نے مخالفین کے کہنے کی کچھ پروا نہ کی

زمانہ امامت میں بھی آپ کے وہی مشاغل تھے عبادات الٰہی اور وظائف سے فارغ ہوکر علوم دینیہ و احکام شرعیہ کی تعلیم و تدریس میں مشغول ہو جاتے جن سعادتمندوں کو فیوضات الٰہی کے حاصل کرنے کی توفیق ہوتی تھی وہ حاضر خدمت ہوکر فیض حاصل کرتے تھے۔ جو امور کہ ذات قدسی صفات سے تعلق رکھتے تھے نہایت اطمینان و استقلال سے ان کی تعلیم فرماتے رہتے۔ یہ زمانہ سلاطین امویہ کے عروج کا تھا۔ ان کے سطوت جانداری، خوف و دہشت کا ذرا بھی اثر نہ ہوا۔ سلطنت کے کاروبار سے بھی آپ کو کوئی تعلق نہ تھا

عبدالملک کے زمانہ میں قیصر روم نے مخالف اسلام کے باعث یہ لکھا تھا کہ آئندہ جو سکے بنائے جائیں گے ان پر مخالف اسلام کلمات منقوش ہونگے۔ عبدالملک نے اس اعلان کو پڑھ کر شوریٰ کی مجلس قائم کی جس میں سب لوگ جمع ہوئے۔ ضرب دینار کی تجویز منظور ہوکر یہ امر تصفیہ طلب رہا کہ اسلامی دینار کی کیا صورت ہونی چاہیئے حاضرین میں امامؑ بھی تھے، ارشاد فرمایا کہ ایک طرف لا الہ الا اللہ دوسری جانب محمد رسول اللہ تحریر ہونا چاہیئے۔ سب نے اس مشورہ کو بہت پسند کیا۔ ایک اور واقعہ پیش آیا جس میں فرمانروائے عصر کو امام زمانہ کی فوقیت لاحق ہوئی۔ اسکی تفصیل یہ ہے کہ ہشام کے زمانہ میں شام و عراق کے آنے والے حجاج کو مکہ کے راستہ میں ایک منزل پر پانی نہ ملنے کی وجہ سے ناقابل برداشت تکلیف اٹھانی پڑتی تھی۔ ہشام نے کنویں کی تعمیر کے لئے مزدوروں اور نگرانی کرنے والوں کو وہاں بھجوایا۔ زمین سنگلاخ ہونے سے کندیگی چاہ میں بڑی زحمت و دشواری پیش آئی جب مزدور سطح آب کے قریب پہونچے تو ایسی گرم و زہریلی ہوا پیدا ہوئی کہ جس سے مزدور بے حس ہونے سانس رکنے لگی اس تکلیف سے باہر بھی نہ آسکے وہیں ختم ہوگئے۔ مجبوراً کام ملتوی کرنا پڑا۔ واپس ہوکر ہشام سے واقعہ بیان کیا۔ دربار میں ایک سناٹا ہوگیا لوگ اپنے معلومات کے لحاظ سے رائے قائم کرنے لگے اور اس اسرار کی حقیقت دریافت کرنے کی کوشش میں [illegible]

کو اسی مقام پر بھیجا گیا ان کا بھی وہی انجام ہوا۔ مسافروں کی سہولت کے مدِنظر ہشام کی یہ خواہش تھی کہ کسی طرح کنواں تیار ہو جائے زمانہ حج قریب تھا۔ ہشام نے تمام مجمع کو ... وہ وقت وہی جس میں امام محمد باقر علیہ السلام بھی تشریف رکھتے تھے۔ ہشام نے پورا واقعہ بیان کیا مگر کوئی اسکے جواب نہ دے سکا۔ سب لوگ خاموش بیٹھے رہے۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ یہ امر سزائے الٰہی سے تعلق رکھتا ہے۔ ہشام نے اصرار کیا کہ آپ اسکی حقیقت سے آگاہ فرمائیے۔ امامؑ نے اس مقام کو دیکھ کر فرمایا کہ یہاں اہل احقاف عذاب الٰہی میں گرفتار ہو کر تباہ و برباد ہو گئے تھے اس واقعہ کو ایک مدت گزر چکی مگر اس عذاب کے آثار و اثرات اب تک باقی ہیں مناسب ہوگا کہ کسی اور مقام پر کنواں کھودا جائے۔ امام عالی مقامؑ کی رائے سے دوسری جگہ کنویں کی کھدائی کا کام آغاز کیا گیا چند روز میں کنواں تیار ہو گیا مسافرین کی تکلیف دور ہو گئی۔

جب کبھی ایسے مشکلات پیش آتے تو بجز امامؑ زمانہ کے استمداد کے کسی طرح مقصد حاصل نہیں ہوتا تھا باوجود اسکے عداوت، مخالفت، ایذا رسانی کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا گیا

جابر ابن عبداللہ انصاری سے مروی ہے کہ فرمایا امام محمد باقر علیہ السلام نے کہ کوئی شخص ایسا نہیں ہے جسکو دنیا کی خواہش اور غیر خواہش نہ ہو۔ خواہش تو سب کو معلوم ہے مگر غیر خواہش اکثر قرابتداروں کی موت کے وقت خاص طور پر محسوس ہوتی ہے۔ حصول دنیا سے بے پروائی ان احکام کے مطابق جو حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بتائی ہے تو ایسا شخص ضرور نجات پائے گا۔ جو شخص خلاف حکم خدا و رسولؐ دنیا کو ترک کرے [illegible] موافقت کرے تو وہ گمراہ ہوگا۔ [illegible] مخالفت فرمائی ہے۔ اول زیا[illegible] [illegible] صرف کرنا ہو [illegible] ان امور کا دریافت کرنا جن پر عمل کرنے کی [illegible] نہ ہو [illegible] فرمایا خدائے تعالیٰ نے [illegible] عقل ان کو دی گئی تھی اسی قدر حساب ان سے لیا جائے گا خدا رحم کرے ان بندوں پر جو اپنے علم کے [illegible] اپنے خوف خدا اور فکر آخرت۔ جس عالم سے لوگوں کو فائدہ پہنچے میرے نزدیک وہ (۷۰) عابدوں سے بہتر ہے

ایک روز جابر ابن عبداللہ انصاری کی موجودگی میں ایک شاعر حاضر ہوا عرض کی کہ اگر اجازت ہو تو ایک قصیدہ سناؤں۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے اجازت دی۔ جب وہ پڑھ چکا تو آپ نے غلام سے ارشاد فرمایا کہ [illegible] لاؤ۔ شاعر نے دوسرا قصیدہ سنانے کا خیال ظاہر کیا۔ ارشاد فرمایا کہ اچھا پڑھو۔ دوسرا قصیدہ ختم ہونے کے بعد ایک اور کیسہ عطا فرمایا۔ اس نے عرض کی کہ اگر اذن ہو تو تیسرا قصیدہ بھی عرض کروں، امامؑ نے فرمایا کہ سناؤ۔ شاعر نے تیسرا قصیدہ بھی پڑھا اور ایک کیسہ عنایت ہوا یہ کیفیت دیکھ کر وہ حیران ہو گیا اور کہنے لگا کہ خدا [illegible] والوں کی طرح [illegible] جو [illegible] کی ہے وہ دنیا کے لالچ سے نہیں بلکہ قربت خدا اور نجات اخروی کے حصول کی غرض سے تھی۔ مال کی مجھے حاجت نہیں۔ یہ سن کر آپ نے اسکے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ جابر ابن عبداللہ انصاری نے دریافت کیا کہ آپ کے پاس تو کچھ بھی نہیں تھا اتنی زیادہ رقم کہاں سے آ گئی؟

امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اسرار باطن جو ہم پر بحکم خدا مکشوف ہیں وہ ہمیشہ پوشیدہ رہتے ہیں، سب سے ظاہر نہیں کئے جاتے!

ایک شخص امام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرا باپ تاجر تھا۔ اس کا انتقال ہو گیا، اپنا مال کہیں پوشیدہ کر دیا ہے۔ امام نے فرمایا کہ کیا تم دریافت کرنا چاہتے ہو؟ اس نے کہا کہ میں محتاج ہوں چاہتا ہوں کہ مجھے مل جائے۔ امام نے ایک کاغذ پر لکھ کر دیا کہ اس نوشتہ کو رات کے وقت بقیع میں لے جاؤ۔ اس شخص نے جب درمیان بقیع کے پہنچ کر آواز دی تو ایک شخص ظاہر ہوا اور امام علیہ السلام کا نوشتہ دیکھ کر کہنے لگا کہ تم جنکے بیٹے ہو تمہارے باپ کو لے آتا ہوں۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ شخص اسکے باپ کو لے کر آیا، دیکھا کہ رنگ اسکا سیاہ ہو گیا ہے۔ لباس بھی سیاہ اور گلے میں سیاہ رنگ کا پھندا ہے، زبان باہر نکلی ہوئی ہے۔ اس نے سبب پوچھا تو کہنے لگا کہ جہنم کی آگ اور گرم پانی پینے کی وجہ سے میری یہ حالت ہو گئی۔ ایسے فرزند ایسی زندگی میں اہلبیت کو دوست رکھتا تھا، مجھکو اہلبیت علیہم السلام سے محبت تھی جسکی وجہ سے بیٹے کے دل میں مجھ سے نفرت پیدا ہو کر دشمنی کے حد کو پہنچ گئی تھی اسلئے میں نے اپنا مال مدفون کر دیا۔ بیٹے اس عمل سے مجھ کو رنج پہنچا اب مجھے بھی سزا بھگتنی پڑی ہے بہت نادم ہوں میرے دالان میں جا کر ریحان کے درخت کے نیچے کھودنا۔ ایک لاکھ پچاس ہزار دینار نکلیں گے۔ امام علیہ السلام کی خدمت میں پچاس ہزار دینار پہنچا دینا اور باقی ایک لاکھ اپنے تصرف میں لانا۔ یہ کہکر وہ نظروں سے غائب ہو گیا

بیٹا امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا واقعہ بیان کیا۔ امام نے ارشاد فرمایا کہ اس شخص نے ہماری محبت میں کمی کی اور حق ضائع کیا وہ مرنے کے بعد ضرور نادم ہوگا۔



شانِ حیدرؑ

ازقلم :- نواب کاظم جنگ بہادر کاظم

نواب کاظم جنگ بہادر کو ہمارے سرکار حق آگاہ کی ذات سے والہانہ عقیدت ہے سرکار حق آگاہ کی دعا کو ہی آپ کا وظیفہ ہے حکومت کی اعلیٰ کرسی پر فائز تھے آجکل وظیفہ حسن خدمت پا رہے ہیں۔ اطبا کے مشورہ پر تبدیل آب و ہوا کی غرض سے پونہ گئے تھے وہاں چند ماہ رہ کر واپس بلدہ آگئے ہیں۔ آپ ہی وقتاً فوقتاً شعر کہتے ہیں آپ کا قیام ... ہے۔ (سید محمد قاسم شیرازی)

کون ہمسر ہے جہاں میں احمدِ ذی جاہ کا
عرش پر تنہا ہی مہمان ہوا اللہ کا

کیا فرشتوں سے کہوں گا قبر میں کہہ دوں گا صاف
نام لیوا ہوں علیؑ کا عبد ہوں اللہ کا

کیوں نہ کرتے مصطفیٰؐ اعلانِ حق یومِ غدیر
خود کی خواہش تھی وہی منشا وہی اللہ کا

شانِ حیدر دیکھئے بت توڑنے کے واسطے
گھر بنا اللہ کا شانہ رسولؐ اللہ کا

تا ابد قائم رہے کاظم شہ عثمان مرا
ان پہ سایہ ہو خدا کا ہم پہ ظل اللہ کا



محبت

سیدہ طاہرہ بیگم

بچو! انسانی جذبات میں سب سے اعلیٰ اور پاک جذبہ محبت ہے۔ محبت کی کئی قسمیں ہیں اور اقسام کے لحاظ سے اُنکے مدارج مقرر ہیں۔ ماں کو اپنے بچے سے محبت ہوتی ہے جسکو "مامتا" کہا جاتا ہے۔ یہ مامتا ہی کا کرشمہ ہے کہ ماں اپنے بچہ کو اپنا خونِ جگر یعنے دودھ پلاتی ہے خود ساری ساری رات آنکھوں میں کاٹ دیتی ہے لیکن بچہ کو لوریاں دے کر اور تھپک کر سُلاتی ہے۔ باپ کو اپنی اولاد سے محبت ہوتی ہے اور بچوں کو والدین سے۔ بھائی کو اپنے بھائی سے محبت ہوتی ہے۔ بہن کو بھائی سے اور بھائی کو بہن سے محبت ہوتی ہے۔ بیوی کو اپنے شوہر سے اور شوہر کو بیوی سے محبت ہوتی ہے۔ نانا کو نواسے سے اور نواسے کو نانا سے محبت ہوتی ہے۔ بے غرض اور بے لاگ محبت کے سب فطری مظاہر ہیں۔ انسان کو اپنے وطن سے بھی محبت ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ وطن کی محبت میں اپنا سب کچھ لٹا دیتا ہے شاعر کہتا ہے ؎

حبِ وطن از ملکِ سلیمانؑ خوشتر
خارِ وطن از سنبل و ریحان خوشتر

جب جذبۂ محبت اور آگے بڑھتا ہے تو ایک انسان کو بلالحاظ مذہب و ملت، رنگ و نسل ہر انسان سے محبت ہوتی ہے۔ وہ ہر انسان سے محبت کرتا ہے اور ہر انسان کی بھلائی اور بہتری چاہتا ہے اسکے بعد ایک اور مقام آتا ہے جہاں پہنچکر انسان خدا کے خاص بندوں سے محبت کرنے لگتا ہے اور اس طرح بالواسطہ خود خدا سے محبت کرنے لگتا ہے یہ محبت کی انتہائی منزل ہے جو انسانی زندگی کا اصل مقصد اور تخلیقِ انسانی کی غایت ہے۔ خدائے تعالیٰ نے انسان کو محبت ہی کیلئے پیدا کیا ہے۔ ذوق کہتے ہیں ؎

دردِ دل کیواسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کیلئے کچھ کم نہ تھے کرّوبیاں

بچو! ہمارے پیغمبر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے رسالت کا اجر خدا کے حکم سے کیا مانگا تھا؟ یہی اپنے اقرباء یعنے آل محمدؐ کی محبت اور اسی لئے حضرت علی علیہ السلام کی محبت فرض کیگئی ہے چنانچہ امام شافعی کہتے ہیں ؎

علیٌ حبّہٗ جنّۃ ۔ قسیم النار والجنّۃ
وصیّ المصطفیٰ حقّا ۔ امام الانس والجنّۃ

زرین اقوال

ستیر آز ہفتہ واری رسالہ نذری باغ کے کلام کیلئے منتق کیا گیا ہے وہ بھی وجوہ کے ساتھ (مرکار حق آگاہ)

بچو! جب ہم کائنات پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ محبت ہی کی وجہ سے یہ نظام عالم قائم ہے اگر محبت نہ ہو تو یہ تمام دنیا ختم ہو جائے جس دل میں جذبۂ محبت نہ ہو وہ دل نہیں اور جسکو محبت ہوتی ہے وہ جا نہیں سکتی۔ صائب تبریزی کہتے ہیں ؎

محبت کے دو گر استخوانم تو تیا گردد
کہ از سائیدن صندل کجا نقصان رسد بو را

ہمارے سرکار اعلیٰحضرت حضور نظام حضرت علی علیہ السلام سے والہانہ محبت رکھتے ہیں۔ آپ ہمیشہ عشق علیؑ میں ڈوبے رہتے ہیں یہ محبت کا سب سے اونچا مقام اور محبت کی انتہائی منزل ہے۔ حضرت علی علیہ السلام سے اعلیٰحضرت حضور نظام کی اسی محبت کو دیکھکر شاعر کہتا ہے ؎

این والہ جمال حق و صادق الولا
این عاشق محمدؐ و آل محمدؐ است

بچو! تم بھی اعلیٰحضرت حضور نظام کی تقلید میں والدین کی محبت، وطن کی محبت اور نوع انسان کی محبت کے راستے سے گزرتے ہوئے محمدؐ و آل محمدؐ کی اعلیٰ و ارفع محبت کی منزل تک پہنچو کیونکہ محبت کی یہی منزل زندگی کا مقصد ہے

ایک شیدائے علیؑ کی وفات

حیدرآباد۔ ۲۰ جنوری یہ خبر نہایت حزن و ملال کے ساتھ سنی جائیگی کہ آقای سید اسد اللہ شیدا شیرازی نے ایک طویل علالت کے بعد کل شام کے ساڑھے سات بجے بعارضۂ قلب دواخانہ عثمانیہ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون میت دواخانہ عثمانیہ سے حاصل کر کے مرحوم کی قیام گاہ واقع کوچۂ برن اندرون دبیر پورہ لائی گئی۔ جوں ہی آپکے انتقال کی خبر عام ہوئی عزیز و اقارب اور دوست احباب آپکے گھر پر جمع ہونا شروع ہوئے۔ تجہیز و تکفین دائرہ میر مومن میں عمل میں آئی جلوس جنازہ میں مومنین کی ایک کثیر تعداد شریک تھی نماز جنازہ آقای سید اسد اللہ مجتہد رشتی ممتاز الاعلام نے پڑھائی۔ آپ قطب الواصلین آقای سید احمد شیرازی اعلی اللہ مقامہ کے بڑے فرزند اور آقای حاجی عبدالکریم شیرازی کے نواسے تھے آپکا ابتدائی دور یعنی جوانی کا زمانہ نہایت شاندار گزرا۔ آپ ایک کامیاب صاحب خیر تاجر اور رکتہ دار تھے آخری دور میں یعنے ضعیفی میں پولیس ایکشن کے بعد آپ کی تجارت کمزور اور رکتہ داری ختم ہوگئی۔ آپ نے بڑی عسرت مگر عزت کیساتھ اپنے آخری دن بسر کئے آپ علیؑ کے شیدائی تھے۔ مرنجان و مرنج آپ کا مسلک اور صوم و صلوٰۃ کے سختی کے ساتھ پابند تھے آپکے پسماندگان میں آقای سید محمد علی، آقای سید محمد رضا، آقای سید محمد خلیل، آقای سید محمد مقبل، آقای سید محمد مظہر، آقای سید احمد اور آقای سید ہادی ہیں۔ موخرالذکر دو فرزند زیر تعلیم ہیں۔ باپ کا سایہ سر سے اٹھ جانے سے یوں تو مرحوم کے سارے بچے جاں گزار پریشان اور [illegible] تھے مگر موخرالذکر دونوں بچے اپنے مستقبل سے مایوس نظر آ رہے تھے۔ یہ دہانتدے کے ملک [illegible] نوجوان اپنے [illegible]

قطعہ

بر سپہر سدرہ نگر این چہ کہ شاہین آمد
کودکے نیز کہ با عزت و تمکین آمد
گفت تو زو چہ قصہ یہ بہار جاوید
این چہ گلہائے طرب بین تو کہ رنگین آمد

قصیدہ جنابِ امیر علیہ السلام

از

محترمہ سعید النساء صاحبہ اثیمہ

عبادت خدا کی ہے رؤیت علیؑ کی — ثنائے محمدؐ ہے مدحت علیؑ کی
نبیؐ اور علیؑ ایک ہی نور سے ہیں — محمدؐ کی خصلت ہے خصلت علیؑ کی
بزرگی علیؑ کی اسی سے ہے ظاہر — خدا کا ہے گھر اور ولادت علیؑ کی
ہوئی پرورش دامنِ مصطفےٰؐ میں — یہ کیا کم فضیلت ہے حضرت علیؑ کی
سنا لحمک لحمی قولِ پیمبرؐ — عیاں اس سے ہوتی ہے عظمت علیؑ کی
ابھی مہد میں تھا کہ اژدر کو چیرا — یہ تھی ابتدا سے شجاعت علیؑ کی
چڑھے دوشِ احمدؐ پہ کعبہ میں حضرت — یہ ہے شانِ عالی یہ رفعت علیؑ کی
جو حق آشنا ہیں سمجھتے ہیں اسکو — ہے ایمانِ کامل محبت علیؑ کی
یہ ہیں منبعِ علم و حلم و مروت — ہے عالم پہ روشن فضیلت علیؑ کی
کھنچا پاؤں سے تیر اور بے خبر ہیں — یہ تھی محویت یہ عبادت علیؑ کی
نبیؐ کی نگاہِ کرم اس پہ ہوگی — ہو مبذول جس پر عنایت علیؑ کی
ہے جس دل میں محبوبِ حق کی محبت — نہ کیوں جلوہ گر ہو محبت علیؑ کی
ہیں سردار و سرتاج سب اولیاء کے — ابد تک ہے جاری ولایت علیؑ کی
نہ سائل پھرا کوئی محروم در سے — یہ تھی عام طرزِ سخاوت علیؑ کی
ہیں جو عارفِ حسن جو اہلِ دل ہیں — دلوں پہ ہے انکے حکومت علیؑ کی
ہے مومن وہی حکم جو انکا مانے — اطاعت نبیؐ کی ہے طاعت علیؑ کی
ہوا اقرارِ توحید کے ساتھ اس کا — رسالت نبیؐ کی امامت علیؑ کی
جو مداحِ حیدرؑ ہے مقبولِ رب ہے — خدا سے ملاتی ہے الفت علیؑ کی
مجھے ایسی توفیق یا رب عطا کر — کہ دیکھوں ان آنکھوں سے صورت علیؑ کی

ثنا خوانِ خدا و نبیؐ ہیں اثیمہ
کسی سے بیاں کیا ہو مدحت علیؑ کی

بہ سلسلہ مضمون شائع شدہ امروزہ در نظام گزٹ

(متعلق طرز زندگی (۷) برادر مکان گاف)

فرمایا مضمون مذکورہ کی تشریح یا وضاحت آیندہ شیراز ہفتہ وار میں کیگئی ہے جو حقائق پر مبنی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ انہیں گھر چلانے کی لیاقت ہے اور نہ جس گھر سے یہ تعلق رکھتے ہیں اوس کی اہمیت سمجھنے کا دماغ ہے بجز اینکہ آزادی کا غلط استعمال کیا جائے یا کوچہ گردی کرتے ہوئے تفنن یا جھوٹی شیخی بگھارتے ہوئے پھریں یہ خیال کرتے ہوئے کہ ما ہم چیزے ہستیم۔ یا مثل بہائم اپنی زندگی گذارتے ہوئے کوچہ گردی میں مشغول رہیں۔ خلاصہ یہ کہ یہ سب کرشمے ہیں ناقص تعلیم و تربیت کے یا آمیزش بری صحبتوں کے جس کے نتائج منظر عام پر ہیں۔ نظر برآں اس مسئلہ کے طرف میرا متوجہ ہونا اور سب خرابیوں کا سد باب کرنا بہ حیثیت بزرگ خاندان از حد ضروری ہے۔ دوسری طرف اب ان حالات اور مشاہدہ کے بعد ان کا دور تک شکایتی میمو ریل بھیجنا یا آزادی ملنے کی درخواست کرنا۔ یا تنگ دستی کا رونا یہ سب امور ناواجبی اور محض مہمل رہگئے ہیں کہ نذری باغ کے ہاتھ میں ان شکایات کی تکذیب کرنا۔ اور اپنے قول و فعل کا ثبوت قطعی دینا موجود ہے۔ جس سے انکار نا ممکن ہے۔ بقول عیاں را چہ بیاں۔

بہر حال اب حالیہ واقعہ دختر دوم عابد جاہ کی فراری کا گذشتہ دوشنبہ بوقت شب ایک بجے سے مہر تصدیق ثبت کر دیا ہے کہ کیوں باپ نے ان بیٹوں کو اپنے قبضہ میں رکھا تھا (آزادی ملنے کے قبل) اور اس کے کیا قوی وجوہ تھے وہ سب صاحبان عقل و خرد پر اور مقام دور تک روشن ہو جائیں گے کہ اوس کا ایسا کرنا کہاں تک واجبی اور ضروری تھا۔ اور جب یہ گرفت نذری باغ کی ڈھیلی ہو گئی تھی تو اسکا کیا نتیجہ مذموم برآمد ہوا جو اسقدر شرمناک ہے کہ اس کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔

خیر مضیٰ ما مضیٰ مگر اب اس تلخ تجربہ کے بعد دوسرا انتظام ہونا از حد ضروری ہے تاکہ نظام کے خاندان کی مزید رسوائی یا بدنامی نہ ہو کہ حالات زمانہ دگرگوں ہیں۔ اور آیندہ کے خطرات سے انکو بچانا ضروری اور لازمی ہو گیا ہے ورنہ ان کو سخت مصائب کا سامنا کرنا ہوگا۔ جبکہ کف افسوس ملتے ہوئے انکو اپنے کرتوتوں پر پشیمان ہونا پڑے گا درآں حالیکہ سنبھلنے کا موقع ان کے ہاتھ سے جاتا رہے گا اور شب غفلت کا فور ہو کر صبح قیامت ان کے سامنے رہے گی کہ ہائے کیا ہوا! مگر یہ بے وقت ہوگا اس کا ان کو خیال رہے۔

مرقوم ۱۸ر جنوری سنہ ۱۹۶۱ء

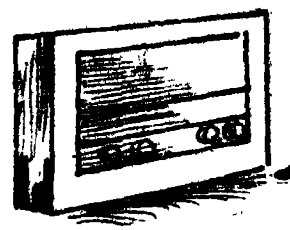
(منقول از نظام گزٹ)

ڈاکٹر محمد علی الحاج سالمین کے اعزاز میں عشائیہ

حیدرآباد۔ ۱۹ر جنوری آج دن کے ایک بجے نواب میر کاظم حسین صاحب واثق کی جانب سے سٹی کے مشہور ادیب اور گرانڈ مسلم مشن کے بانی ڈاکٹر محمد علی الحاج سالمین لی.لٹ (امریکہ) کے اعزاز میں ایک پر تکلف ظہرانہ ترتیب دیا گیا تھا۔ اس میں صاحب کے خویش و اقارب کے علاوہ دوست احباب بھی مدعو تھے۔ نواب میر کاظم حسین صاحب واثق کی مہمان نوازی اور علم دوستی اب محتاج تعارف کی محتاج نہیں رہی۔

ڈاکٹر محمد علی الحاج سالمین کا اسلامی لٹریچر کی اشاعت میں بہت بڑا حصہ رہا ہے۔ آپ نے بعنوان شباب سے مسلم مشن کو آگے بڑھانے میں مصروف ہیں۔ آپ نے نہج البلاغہ جو اقوال اور خطبات جناب امیرؑ پر مشتمل ہے کا انگریزی میں ترجمہ شائع کیا ہے اس کے علاوہ کئی ایک اسلامی کتابوں کے آپ مترجم ہیں۔ آپ کا گرانڈ مسلم مشن بھی دور حاضرہ کا واحد اسلامی ادارہ ہے جو اسلامی کتابوں کو انگریزی میں شائع کرتا ہے ان ہی کتابوں کی اشاعت کے سلسلہ میں آجکل موصوف حیدرآباد آئے ہوئے ہیں۔ سعیدیہ قیام گاہ نامپلی میں آپ مقیم ہیں۔





روحانی ریڈیو

ناشر :- مجذوب حیدر آبادی

یہ عنوان حضرت مجذوب حیدر آبادی کی ملکیت ہے انکے روحانی مکاشفات کے متعلق ہم کوئی رائے ظاہر کرنے کی جرات نہیں کرسکتے ناظرین جانیں یا وہ خود۔ روحانی نشریات میں نام، مقامات اور واقعات فرضی ہوا کرتے ہیں اگر اتفاقاً مطابقت ہوجائے تو کسی اسم خاص کا قیاس نہ فرمایا جائے (ایڈیٹر)

ایک جنوری میٹر پہ ہم روحانی نشرگاہ سے بول رہے ہیں ابھی آپ آزاد قوال برادر بندشاد قوال سے غالب کی غزل سن رہے تھے جسکا ایک شعر تھا ؎

دیکھئے پاتے ہیں عشاق بتوں سے کیا فیض
اک برہمن نے کہا ہے کہ یہ سال اچھا ہے

اب جناب متبحر صاحب ایک بصیرت افروز تقریر فرمائیں گے آپکی تقریر کا عنوان ہے :-

"نیا سال"

جناب متبحر صاحب!

سامعین! یہ خبر ملک کے طول و عرض اور رنج و غم میں دفعتاً حزن و ملال کے ساتھ سنی جائیگی کہ اس ۳۱ر دسمبر کو رات کے ٹھیک بارہ بجے مسٹر ۱۹۶۰ کا اچانک حرکت قلب بند ہوجانے سے انتقال ہوگیا نہ صرف انتقال بلکہ پر ملال بھی ہوگیا۔ آنجہانی ۳۱ر دسمبر ۵۹ء کو رات کے ٹھیک بارہ بجے کڑاکے کی سردی میں کتم عدم سے عالم وجود میں آئے تھے۔ تاریخ پیدائش ہی سے آنجہانی نحیف و نزار اور علیل و بیمار رہتے تھے۔ اگرچہ ملک کے ممتاز معالجوں نے آپ کا علاج کیا۔ وید جی راج جی نے کتنے ہی ماترے پھنس پھنس کر پلائے، حکیم شفاء الملک نے بار الہم طیوری دوا شربت نسخہ کلاں کی کتنی ہی بوتلیں پلادیں اور ڈاکٹر عزرائیل ایف۔ آر۔ سی۔ ایس نے گنڈے پیٹ کے حکیم کے کتنے ہی ڈوز پلادیے اور "مرگ سیلین" کے کتنے ہی انجکشن دے ڈالے لیکن بقول میر ؎

الٹی ہوگئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا
دیکھا اس بیماری دل نے آخر کام تمام کیا

ہمارے ملک کی برسر اقتدار جماعت کانگریس کو آنجہانی انیس سو ساٹھ سے بہت ساری توقعات وابستہ تھیں لیکن افسوس بلکہ صد افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آنجہانی کی زندگی میں ایک بھی توقع پوری نہ ہوسکی اور آنجہانی ناشاد و نامراد، ناکام و بے نیل و مرام اس عالم فانی سے سوئے عالم جاودانی سدھارے آنجہانی کی مشایعت جنازہ میں کانگریس کے تمام چوٹی کے

[illegible] کے لیڈر، وزرائے بے تدبیر، عہدہ داران حکومت [illegible] غرض سب شریک تھے۔ جلوس جنازہ کے [illegible] بیانڈ [illegible] شروع کیا ؎

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

[illegible] وقت۔ جب آنجہانی کے [illegible] کو بھسم کرنے کے لئے شمشان بھومی لے جایا گیا تو اس وقت ایک [illegible] پیدا ہوا۔ وہ یہ کہ ایک صاحب نے [illegible] سے کسی منڈل کانگریس کمیٹی کے صدر معلوم ہوتے تھے اپنے جیب سے ایک کاغذ نکالتے ہوئے [illegible] پیش کیا کہ آنجہانی [illegible] نے اپنے کریا کرم سے متعلق یہ وصیت نامہ تحریر کیا ہے کہ:-

"گاڑو مت جلاؤ"

لہذا گاڑو۔ مت جلاؤ۔ منڈل کانگریس کمیٹی کے صدر کی زبانی یہ سن کر ایک اور صاحب نے جو شکل و شباہت سے ناراض کانگریسیوں کی ذات سے معلوم ہوتے تھے یہ کہا کہ نہیں جناب! آپ نے اس جملہ کا مطلب، میرا مطلب ہے، مطلب غلط سمجھا۔ وصیت کے الفاظ یہ ہیں:-

"گاڑو مت، جلاؤ"

یہ جھگڑا جب طول کھینچا تو اس کے تصفیہ کے لئے "غیر معمولی اسمبلی" کا ایک ہنگامی اجلاس طلب کیا گیا، جس میں خفیہ رائے دہی کے ذریعہ یہ طے پایا کہ آنجہانی کو نہ گاڑا جائے اور نہ ہی جلایا جائے بلکہ فی الوقت پانچسالہ منصوبہ بندی کی فائیل ([illegible]) میں "شریک مثل" کردیا جائے۔ چنانچہ اسمبلی کے اس فیصلہ کے بموجب آنجہانی کو شریک مثل کردیا گیا

[illegible] یعنی کہ میں [illegible] آنجہانی کے غم میں [illegible] کے متروکہ اور بنک بیالنس میرا نہیں) آنجہانی کے پسماندوں کا برابر کا شریک ہے۔ بھگوان سے پرارتھنا ہے کہ خدا آنجہانی کو بیکنٹھ میں "A" کلاس الاٹ نہ ہو تو In alternative بیکنٹھ دھام کی طرح "B" کلاس میں جگہ دے اور پسماندوں کو صبر جمیل کے ساتھ ساتھ آنجہانی کا متروکہ اور بنک بیالنس Bank Balance بعد وضعات "موت ٹیکس" جلد از جلد عطا فرمائے ؎

این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

آنجہانی کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ آپ بہت ہی خوبیوں کے [illegible] تھے۔ چنانچہ آپ کے انتقال پر ملک کا کوئی اخبار ایسا نہ تھا جس نے اداریہ سپرد قلم نہ کیا ہو۔ آنجہانی ہی کے عہد زریں عہد میں لاؤس اور کانگو میں [illegible] شروع ہوا۔ الجیریا میں ہولی کھیلی جاتی رہی، ہندوستان میں پنجابی صوبہ کی تحریک شروع ہوئی اور تیسرا پنجسالہ منصوبہ شروع ہوا اور بچے کم پیدا کرو، بھوک زیادہ اگاؤ اور بے روزگاری بڑھاؤ کے مفید تحریکات پروان چڑھائے گئے۔ بہر حال آنجہانی کا دور ہر حیثیت سے با برکت رہا

آنجہانی نے یوں تو اپنی کئی یادگاریں چھوڑی ہیں لیکن آپ کی نطقی اور صلبی یادگار آپ کے اکلوتے فرزند [illegible] ۱۹۶۱ ہیں جو عجب اتفاق کہ آنجہانی کے انتقال کے معاً بعد تولد ہوئے ہیں یعنی

ادھر آنجہانی کا دم نکلا اور ادھر برخوردار نیک اطوار شکم مادر سے دایہ کے ہاتھ پر تشریف فرما ہوئے۔ آنجہانی انیس سو ساٹھ کے اکلوتے برخوردار مسٹری انیس سو اکسٹھ "الولد سر لابیہ" کی مصداق ہیں ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات۔ فرزند ارجمند کے اگرچہ ابھی آنکھیں کھولی نہیں۔ آپ کو کتم عدم سے عالم وجود میں آئے ہوئے جمعہ جمعہ آٹھ دن ہوئے ہیں، لیکن ابھی سے آپکی سبز قدمی نمایاں ہے ہونہار بروا کے اس بھولپن کو دیکھتے ہوئے بھگوان سے دعا ہے کہ وہ اس ہونہار سپوت کو آفت ارضی و سماوی، خاص طور پر آفت سیاسی سے بچائے

ایکزاملوری ٹیبل پہ ہم روحانی نشرگاہ سے بول رہے ہیں۔ ابھی آپ جناب مبقر کی تقریر "نیا سال" سن رہے تھے اب ہمارے نشریات کا وقت ختم ہو چکا ہے، ہمیں آئندہ ہفتہ تک کے لئے اجازت دیجئے۔ جے ہند

باب الحوائج حضرت ابوالفضل العباس علمدار علیہ السلام

جشن ولادت باسعادت

۵ شعبان المعظم سنہ ۱۳۸۰ھ م ۲۳ جنوری سنہ ۱۹۶۱ء

روز دوشنبہ بعد مغرب بالائے کوہ امام ضامن علیہ السلام واقع ممو گوڑہ

جشن ولادت باسعادت مقرر ہے

آل محمدؐ کی خوشی میں جشن منانا اور ان کے غم میں صف ماتم بچھانا مومن کا شعار ہے حضرت ابوالفضل العباس علیہ السلام کی وہ مقدس ہستی ہے کہ مخدومہ کونین مادر حسنین علیہم السلام آپکو اپنا فرزند فرماتی ہیں پس التماس ہے کہ اپنے دوست احباب اور خویش و اقارب کیساتھ شریک جشن ہوکر صدیقہ طاہرہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو شاد اور کیلئے بارگاہ اخلاص کو مفتخر و معزز فرمائیے

ملتمس سید محمد علی زیدی متولی

نوٹ: صبح (۶) بجے سے رات کے ۱۲ بجے تک افضل گنج سے سکندرآباد اسٹیشن اور سکندرآباد اسٹیشن سے الوال تک بس سرویس کا انتظام ہے لوکل ٹرین دبیرپورہ سے ممو گوڑہ کیلئے صبح ۶ سے رات کے (۱۱) بجے تک اور ممو گوڑہ سے دبیرپورہ کیلئے صبح ۵ بجے سے رات کے ۱۰ بجے تک مل سکتی ہے

از من با من

از آقای سید علی رضا وزیری

دوستدارم و دانم که تو از من بامن | باش از مہر و وفا بیشتر از من بامن
عجب این است که از ہجر تو نالم شب و روز | وین عجب تر که تو نزدیک تر از من بامن
ہیچ غم نیست ز بیحاصلی خویش که او | ہست غمخوار تر و خوبتر از من بامن
ذرۂ خواہم شدنی از مہر جہان پیمائی | نیست بیہودہ تر و ہیچ تر از من بامن

آصفا ہیچ بمقصود تو با من نرسی
بنود خار رہی تیز تر از من بامن

بمناسبت ولادت با سعادت شهزاده والاگهر ولیعهد سریر سلطنت ایران والاحضرت شاهپور رضا پهلوی

از آقای محمد رضا دهقان (شاعر ملی) دهقان

عنایات الهی لطف حق شامل بایران شد   بملک ملت دارا نظر از سوی یزدان شد
فرح بخش و فرحناک و فرح انگیز شد ایران   بشد خاکش فرح زا و نسیمش مشک باران شد
بسال یکهزار و سیصد و سی و نه شمسی (۱۳۳۹)   دوشنبه روز و تاریخ نهم از ماه آبان شد
دهم از جیم اول سیزده و هشتاد از هجرت (۱۳۸۰)   ز اکتوبر سی (۳۱) و یک نوزده و شصت (۱۹۶۰) مسیحان شد
بوقت ظهر تا هر گشت نوزاد و فرح زائی   که از خبر قدومش عالمی مسرور و شادان شد
ز شاهنشاه ایران و ز فرح شهبانوی ایران   معین شهزاده ایران بعالم جلوه افشان شد
بگلزار فرح زای فرح شد نوگلی پیدا   بباغ پهلوی سروی بپا در طرف بستان شد
ولیعهد سریر سلطنت فرزند شاهنشه   بفر و شوکت شاهنشهی پیدا بدوران شد
نه هی تخت جم و تاج کیان را وارث صاحب   زهی ملک کیان را زیب بخش پور سلطان شد
ز سیمای بلند و خسروین روی همایونش   تو گفتی باز کسری و جم و دارا نمایان شد
بیمن مقدم فرخنده شهزاده ایران   غبار خاک ملک جم فراز بام کیوان شد
تعالی بالله که ایران را بالله این موهبت حاصل   بحمد الله که ایرانی سعادتمند دوران شد
بود فرزند شه محمد رضا نامش رضا باشد   بلی همنام با جدش رضا آن شاه شاهان شد
رضا نام و رضا باب و رضا جد و رضا آیین   خدا را منتی محمد هم رضا از این رضایان شد
بشاهنشاه و شهبانو، بایران و بایرانی   مبارکباد این مولود کز الطاف سبحان شد
بآنکه منکر تاج و نگین سلطنت باشد   بگو بر خوان وهبنا ملک کز بهر سلیمان شد
بجمع شادی ایرانیان بمبئی امشب   خوشا سرکنسول شاهنشهی شمع شبستان شد

خداوندا شه و شهبانو و شهزاده ما را
ز چشم بد نگهدار این دعا از سوی دهقان شد

بمبئی هندوستان ۱۰ آبانماه ۱۳۳۹

محمد قلی قطب شاہ کی زبانی

از محترمہ بانو طاہرہ سعید صاحبہ بی۔ اے

دکن کے ذرہ ذرہ میں "قطب" کا دل دھڑکتا ہے | یہ دل وہ دل ہے جس میں پیار کا اک دیپ جلتا ہے
دکن والو خدا رکھے تمھیں اپنی حفاظت میں | تڑپ جاتی ہے میری روح گر تم ہو مصیبت میں
یہ میرا حیدرآباد حسین فردوسِ اہلِ دل | یہیں پر تھی کبھی لیلیٰ بھی میری رونقِ محمل
زمانہ کروٹیں لیتا ہے عمریں بیت جاتی ہیں! | مگر یادیں نہیں مٹتیں ہمیشہ یاد آتی ہیں!
لڑکپن، نوجوانی، بادشاہی سب یہیں گزری | اسی آب و ہوا میں عشق سیکھا شاعری نکھری
وہ ہائے گولکنڈے کی روپہلی چاندنی راتیں | کسی کا ہاتھ میرے ہاتھ میں اور پیار کی باتیں
مجھے بھاگیہ متی پیاری تھی بیشک جان سے بڑھکر | رعایا سے بھی الفت تھی نہ کچھ محبوب سے کمتر
مرے ہندو مسلماں میری دو آنکھیں تھیں سچ مانو | حقیقت ہے یہ تاریخی اسے قصہ نہ تم جانو
محبت میرا مذہب تھا محبت میرا افسانہ | محبت میں نے سب کی وہ کعبہ ہو کہ بتخانہ
خوشی ہوتی ہے جب اہلِ وطن برسی مناتے ہیں | غزل اور مرثیہ میرا مجھے آکر سناتے ہیں
خدا کا شکر ہے میں آج بھی خاکِ وطن میں ہوں | فنا کے بعد بھی خوابیدہ آغوشِ دکن میں ہوں

کرسمس کا تہوار!

کرسمس کا تہوار سال میں ایک بار آتا ہے اور جب یہ آتا ہے تو ہم خوشی سے جھوم اٹھتے ہیں"۔ جیسے ہی کوئی برطانوی بچہ بولنا سیکھ لیتا ہے تو یہ الفاظ فوراً اس کی زبان پر ہوتے ہیں۔ اس سمجھتی ہیں کہ برطانوی باشندے اپنی خوشیاں بھی افسردگی کے ساتھ مناتے ہیں۔ چاہے جو بھی صداقت ہو۔ کرسمس سے متعلق یہ طعنہ زنی یقیناً درست نہیں۔

بڑا دن زمانۂ قدیم سے دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔ اس مشکل دور میں بھی جب غریبوں کو کوئی پوچھتا نہیں تھا۔ بڑے دن کے موقع پر امیر غریب سب مل کر خوشیاں مناتے تھے۔ کرسمس کے متعدد رواج جو دیکھتے ہیں جدید یا نئے نظر آتے ہیں، دراصل پرانے رواجوں ہی کی بدلی ہوئی شکل ہیں۔ ۱۱ویں صدی سے لے کر ۱۷ویں صدی تک بڑے بڑے جاگیردار اور امرا اپنے محلات اور حویلیوں کے وسیع کمروں کو "امربیل" سے سجایا کرتے تھے اور ہر امیر و غریب کو کھانے پینے، گانے اور ناچنے کی دعوت دیتے تھے۔ ناٹک کھیلے جاتے تھے۔ رقص و سرود کی محفلیں منعقد کی جاتی تھیں۔ جاگیردار کے جنگل میں درخت کا ایک بڑا تنا کاٹا جاتا تھا۔ اور سب ہنسی خوشی اسے گھسیٹ کر جاگیردار کے محل میں لاتے تھے اور اسے جلاتے تھے۔ مہمانوں کو کئی قسم کے کھانے مہیا کئے جاتے تھے۔

"امربیل" سے کمروں کو سجانا، ضیافتیں کرنا۔ گانا بجانا۔ یہ سب باتیں آج بھی بڑے دن کی خوشیوں کا ضروری حصہ ہیں۔ لیکن تاریخی اثرات نے اس تہوار کی حقیقی اور مذہبی اہمیت کو زیادہ نمایاں کر دیا ہے۔

پیورٹن کے دور اقتدار میں بڑے دن کی جشن منانا قانوناً ممنوع قرار دے دیا گیا تھا۔ برطانیہ کے پیورٹن باشندوں کے نزدیک کرسمس کے موقع پر پلم پڈنگ بنا کر کھانا، امربیل سے مکانوں کو سجانا اور درخت کے کسی بڑے تنے کو جلانا صد درجہ کی توہم پرستی تھی۔ لہٰذا یہ حکم جاری کر دیا گیا کہ بڑے دن کے موقع پر اس قسم کے رواج ترک کر دیئے جائیں۔ لیکن اس پابندی کا سخت ردعمل ہوا۔ انگریز باشندوں نے کرسمس کا تہوار افسردگی کے ساتھ منانے سے انکار کر دیا۔ چارلس اول اور دوم کے عہد میں پیورٹن نظام کی جو مخالفت ہوئی اس کی ایک وجہ وہ پابندیاں تھیں جو کرسمس کے تہوار پر لگائی گئی تھیں۔

کرسمس برطانوی گھرانوں کا سب سے بڑا تہوار ہے۔ کرسمس کے ایام میں ہر شخص چاہے وہ کتنے ہی فاصلے پر کیوں نہ ہو۔ گھر پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔ گھر جانے سے پہلے وہ اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کے لئے تحائف ضرور خریدتا ہے۔

بڑے دن پر برطانیہ میں کوئی دکان کھلی نہیں جاتی۔ ٹرانسپورٹ سروس بہت کم کر دی جاتی ہے اور لنچ کے وقت لندن میں بسیں چلنا بالکل بند ہو جاتی ہیں۔ خاندان کے بزرگ افراد بچوں کے ساتھ پرانی طرز کی کھیلوں میں حصہ لیتے ہیں۔ بچوں کے سونے کے اوقات مقرر ہوتے ہیں۔ لیکن کرسمس کے روز ان کو بھی دیر تک جاگنے کی اجازت ہوتی ہے۔

یوم کرسمس تحفے تحائف پیش کرنے کا دن ہے۔ بہت چھوٹے بچے تو آج بھی یہ سمجھتے ہیں کہ "فادر کرسمس" یا "سانتا کلاز" رات کے وقت ان کے موزوں میں بڑے دن کے تحفے ڈال جائے گا۔

حالیہ برسوں میں بڑے دن پر دوپہر کے بعد شاہی حکمران کی نشری تقریر تمام دولتِ مشترکہ کی کرسمس روایات کا ضروری حصہ بن گئی ہے اس کی ابتدا شاہ جارج پنجم نے کی تھی۔

قطعہ

درجہان ہر عدو نگر ناشاد	گشت از دست خویش او برباد
آمدہ مقصدے بکف آخر	گفت عثمان بشنو مبارک باد

(دو ولادت کودک دیگر)

(آمدہ [illegible])

برطانیہ کی خبریں

برطانیہ میں ہندوستانی باشندوں کی تربیت!

ایک اطلاع کے مطابق سرکاری چھاپہ خانہ بنگلور کے نائب ڈائرکٹر مسٹر بی۔ پی۔ ملارا جو آج کل ان دنوں برطانیہ میں پرنٹنگ کی جدید ترین تکنیکوں کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ موصوف کو ممبو منصوبہ کے تحت سوتو ٹائپ کارپوریشن کے اسکول واقع لندن میں ایک سال کی عملی تربیت پہلے ہی سے حاصل کر چکے ہیں اب وہ لائنو ٹائپ اینڈ مشنری لمیٹڈ لندن اور انٹرٹائپ کمپنی لمیٹڈ (ہیرٹ فورڈشائر) کی نگرانی میں مزید تربیت حاصل کریں گے۔ ان کو اگلے سال ماہ ستمبر میں واپس ہندوستان آنا ہے۔ بمبئی کے مسٹر بی۔ پی۔ این کا مدار اور مسٹر جی پاریکھ نارتھ اسٹیفورڈشائر کالج آف ٹیکنالوجی میں مٹی کے برتن بنانے کی تعلیم و تربیت حاصل کر رہے ہیں۔ یہ کورس تین سال کا ہے مسٹر کا مدار ۱۲ مہینے اور مسٹر پاریکھ ۱۵ مہینے گذار چکے ہیں۔ مذکورہ کالج اپنی قسم کے بہترین کالجوں میں شمار ہوتا ہے۔

برطانوی کارخانہ دار کا ہندوستان کو خراج تحسین

بجلی کا سامان تیار کرنے والی ممتاز برطانوی فرم اولڈہیم اینڈ سنز لمیٹڈ کے چیرمین مسٹر جون اولڈہیم ہندوستان کا دورہ کرنے کے بعد ابھی ابھی واپس برطانیہ پہنچے ہیں۔ اپنے ایک بیان میں موصوف نے کہا ہے کہ ہندوستان اپنے ۳۸ کروڑ عوام کے معیار زیست کو بلند کرنے کے لئے جو کوشش کر رہا ہے اور جس سوجھ بوجھ سے یہ کام ہو رہا ہے وہ قابل تعریف ہے۔ انہوں نے مزید یہ کہا ہے کہ برطانوی سرمایہ ہندوستان میں بالکل محفوظ ہے۔ اور کہ وہاں مصنوعات کی مانگ میں اضافہ کے ان گنت امکانات پائے جاتے ہیں۔ مسٹر جون اولڈہیم نے اپنی اس امید کا اظہار کیا ہے کہ ہندوستان یہ ثابت کرنے میں ایک اہم پارٹ انجام دے گا کہ ایک آزاد جمہوریت عوام کے معیار زیست کو بلند کر سکتی ہے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ ان کی آزادی کو بھی برقرار رکھ سکتی ہے۔

سندھ طاس بل پر شاہی منظوری کی مہر ثبت ہوگئی

لندن سے آمدہ ایک اطلاع کے مطابق ۲۰ ڈسمبر کو برطانوی پارلیمنٹ کے پاس کئے ہوئے سندھ طاس ترقیاتی فنڈ بل پر شاہی منظوری کی مہر ثبت کردی گئی تھی اس بل کے تحت برطانیہ اب ہندوستان اور پاکستان کے درمیان دریائی پانیوں کی تقسیم کی اسکیم کے لئے ۰۰۰،۰۰۰،۲۰ پونڈ دے سکے گا۔ وزیر مملکت برائے کامن ویلتھ مسٹر سی۔ جے۔ ایم۔ ایلورتھ نے پارلیمنٹ میں بیان دیتے ہوئے کہا ہے کہ یہ اسکیم دونوں ملکوں کے لئے بہت زیادہ اہمیت کی حامل ہے۔

قطعہ

آفتابے چہ درخشان گردید ‖ بر فلک ہم مہ تابان گردید
بہر دختر کہ بگفتہ عثمان ‖ کودکِ دیگرے شایان گردید

(رشیدی بیگم)

(آمدہ از نذری باغ)

یہ سائنس کی دُنیا

کائنات کے راز معلوم کرنیکے تجربے

امریکہ کے سائنسدانوں نے ایک ایسی الیکٹرانک ٹیوب (برقی نلی) تیار کی ہے جس کے ذریعہ ستاروں کی بالکل نئی قسم کی تصویریں کھینچی جاسکیں گی۔ سائنسدان پورے وثوق سے پیش گوئی کرتے ہیں کہ اس قسم کی تصویروں سے اب تک کے نامعلوم کائناتی راز بھی معلوم ہوسکیں گے۔ اس ٹیوب کا نام یو وی کون ٹیوب (unicon tube) رکھا گیا ہے۔ جو امریکہ کی ویسٹنگ ہاؤس الیکٹرک کارپوریشن (بجلی کا سامان بنانے والی کمپنی) نے ایجاد کی ہے۔ ستاروں سے بنفشی شعاعیں خارج ہوتی ہیں۔ اس ٹیوب میں اُن کے متعلق حساسیت پائی جاتی ہے یعنی یہ ایک ایسی حساس برقی ٹیوب ہے جس پر ستاروں سے خارج ہونے والی بنفشی شعاعوں کا اثر ہوتا ہے۔ پلان کے مطابق یو وی کون ٹیوب کو ایسے مصنوعی سیارو کی دوربین میں جوڑا جائے گا جو کرۂ ہوائی سے اوپر ایسے مدار پر گھومیں گے جہاں ستاروں سے خارج ہوکر زمین کی طرف آنے والی بنفشی شعاعیں اس میں جذب ہوسکیں گی۔ توقع ہے کہ امریکی ہوائی اور خلائی نظامت الاؤنس یہ خلائی دوربین ۱۹۶۸ء تک مکمل کرالیگی۔ یو وی کون ٹیوب اسی میں لگائی جائے گی۔ جو ستاروں کی بنفشی شعاعوں کو اپنے اندر جذب کرے گی۔ اس کے ساتھ ہی لگا ہوا ٹیلی ویژن کیمرا ان شعاعوں کے نشانات تصویروں میں منتقل کرے گا اور انہیں متعلقہ زمینی سٹیشنوں تک پہنچائیگا جب یہ تصویریں موصول ہوں گی تو سائنسدان ان کے تجزیے سے ستاروں کی ساخت، جسامت، شدت، رفتار اور اصلیت معلوم کرنے کی سعی کریں گے۔ یہ ٹیوب سمتھ سونین انسٹی ٹیوٹ کے لئے بنائی گئی ہے جسے خلائی نظامت نے متذکرہ خلائی دُوربین تیار کرنے کا کام سونپا ہے۔ چنانچہ اس ادارے کے ڈاکٹر ڈیوس نے بتایا کہ امریکی خلائی و فضائی نظامت پہلے اسے راکٹوں کے ایک سلسلے میں جوڑ کر آزمائیگی۔ مقصد یہ ہے کہ بنفشی شعاعوں کی قوت اور تابکاری کی جانچ کی جائے تاکہ ٹیلسکوپ (برقی خلائی دُوربین) کی تیاری اور ساخت میں مناسب احتیاط اور معقولیت برتی جاسکے۔ اس خلائی دوربین کے تین حصے ہوں گے۔

(۱) ایک حصہ بصری آلے والا ہوگا جو بنفشی شعاعوں کو دیکھ سکے گا۔

(۲) دوسرے میں یو وی کون ٹیوب کے ذریعہ ان کی تصویریں اتریں گی جو ساتھ ہی لگے ہوئے ٹیلی ویژن کیمرے کے ذریعہ زمینی سٹیشنوں کو منتقل ہوں گی۔

(۳) ایک ٹرانسمیٹر بھی ہوگا جو معلومات نشر کریگا۔

ابتدائی آزمائش میں یہ دوربین ایروبی۔ایچ آئی راکٹ کے اگلے سرے میں خول کے اندر رکھی جائے گی۔ یہ راکٹ تقریباً ۱۵۰ میل کی بلندی پر پہنچے گا۔ اس اڑان کے دوران میں ۵ منٹ کا وہ قلیل سا عرصہ نہایت کارآمد ہوگا جب یہ راکٹ ۶۰ میل کی بلندی سے قدرے اوپر گذرے گا عین اسی وقت دُوربین کا منہ آسمان کی طرف ہو جائے گا۔ اور اس میں ستاروں کی بنفشی شعاعیں داخل ہوں گی۔ اور ان کی تصویریں یو وی کون ٹیوب کے ذریعہ اتریں گی۔ جس کے بعد دوربین اور خول راکٹ سے الگ ہوکر ہوائی چھتری کے ذریعہ واپس زمین پر اتار اور برآمد کرلئے جائیں گے۔

کینسر کے علاج کا نیا طریقہ!

امریکہ کے ویٹرنز ایڈمنسٹریشن ہسپتال، کے

قطعہ

زظرفِ کیست این مژدہ شنیدم	بہ شکلِ گل نگر جامہ دریدم
بمثالِ مرغِ پران در گلستان	صبا گفتہ نگر تو من پریدم

([illegible])

ڈاکٹر ینتھنیل کرنک کا بیان ہے کہ اگر کینسر (سرطان) کے مریضوں کے کینسر والے حصے پر ایکس شعاع زنی کرنے سے پہلے اس کی ہڈی کے گودے کی تھوڑی سی مقدار نکال کر منجمد کیا جائے اور شعاع زنی کا عمل ختم ہونے پر وہ گودا پھر مریض میں داخل کیا جائے تو اس طرح اس بیماری پر زیادہ جلدی قابو پایا جا سکتا ہے ڈاکٹر ینتھنیل کرنک نے ۲۱ مریضوں میں سے چند ایک پر یہ تجربہ کیا ہے جو کامیاب رہا اور وہ مہینہ بھر میں ٹھیک ہو گئے۔

● پیوندی جراحی کیلئے برقی خوردبین

ہارورڈ یونیورسٹی کے سائنسدان ایک ایسی برقی خوردبین استعمال کریں گے جو پہلی خوردبینوں کے مقابلے پر چیزوں کو دس ہزار گنا بڑھا کر دکھا سکے گی۔ اسے ایسے مریضوں کے متعلقہ جسمانی اعضا کا معائنہ کرنے میں استعمال کیا جائے گا جن پر جراحی سے پیوند لگایا گیا ہو۔ اور پیوندی حصے کے درست طور پر جوڑ نہ کھانے کے اسباب دریافت کئے جائیں گے۔ اب تک ایسی ناکام پیوندی جراحی کی وجوہ معلوم نہیں ہو سکی تھیں۔

● بچوں کی شرح اموات کو گھٹانے کے تجربے

کیلی فورنیا یونیورسٹی کے سائنسدان اس نظریہ کی تحقیق کر رہے ہیں کہ نئے پیدا ہونے والے بچوں کو اگر گرم جگہ کے بدلے ٹھنڈی جگہ پر رکھا جائے تو ان کی شرح اموات میں کمی ہوتی ہے۔ سکنڈے نیویا میں یہ تجربے کئے گئے ہیں۔ جہاں بعض ڈاکٹر ایسے بچوں کی جسمانی حرارت ۵ سے ۱۰ ڈگری تک گھٹا دیتے ہیں۔ جنہیں پیدائش کے بعد سانس لینے میں دقت ہوتی ہے۔ کیونکہ انہیں آکسیجن کی تھوڑی مقدار کی ضرورت رہتی ہے۔ یونیورسٹی کے سائنسدان حیوانوں پر یہ تجربے کر رہے ہیں۔ اگر یہ کامیاب رہے تو ہسپتالوں کے زچہ خانوں میں بھی یہ تجربے کئے جائیں گے

● امریکہ کی پنسلوینیا یونیورسٹی کے سائنسدان نقصان پہنچانے والے جانوروں اور پرندوں (ٹڈیوں اور ایسے ہی دوسرے جانوروں) کی نسل گھٹانے کے لئے تجربے کر رہے ہیں۔ انہوں نے پرندوں پر ایک دوا (tilethglenemelamine) آزمائی ہے جس سے اُن کے منی کے اجزا میں کمی واقع ہوئی ہے اگرچہ انہوں نے انڈے تو پوری مقدار میں دیئے لیکن انڈوں سے بچے پوری مقدار میں نہیں نکلے اور ان میں ۱۹ فیصد کمی ہو گئی۔

قطعہ

آمدہ این چہ ساعتِ محمودؔ | گفت ایامِ مدت ہم مسعود
آمدہ در وجودِ اے مُغّان | کودکِ دیگرے (انشاء اللہ) نگر بہبود

(احمد اللہ کا باغی)

ڈین رسک۔ امریکہ کے نئے وزیر خارجہ

اپریل سنہ ۱۹۶۰ء میں امریکہ کے ایک عالمانہ سہ ماہی رسالے "فارن افیئرس" (خارجی امور) میں پالیسی کی تشکیل اور خارجہ تعلقات کو عمل میں لانے کے بارے میں ایک مضمون شائع ہوا تھا۔ جس سے غور و فکر کی دعوت ملتی تھی۔ اس مضمون کے مصنف تھے راک فیلر فاونڈیشن کے صدر ڈین رسک (۵۱ سال)، جو ٹرومین حکومت میں مشرق بعید کے امور کے متعلق نائب وزیر خارجہ رہ چکے ہیں۔ مضمون میں مسٹر رسک نے خارجی امور کے متعلق لکھا تھا: "وہ دائرہ نہایت وسیع ہے جس کے اندر ملک سوچ سمجھکر اپنے پسندیدہ فیصلے کر سکتا ہے اگر ہم ایسا نہیں کریں گے تو ہمیں بے توجہی سے فیصلے کرنے ہوں گے یا دوسروں کے فیصلوں کے سامنے جھکنا ہوگا۔ جنہیں ہمارے مفادات کا قطعًا خیال نہیں ہوگا۔" مسٹر رسک نے اس مضمون میں لکھا تھا۔ "یہ ممکن نہیں ہے کہ ہم محض نئے نئے خیالات سوچ کر اپنے خارجی امور کے طور طریقوں میں کوئی اہم بہتری پیدا کر سکیں اس کے لئے ہمیں ان طریقوں پر سنجیدگی سے توجہ دینی ہوگی۔ جن سے ہم پالیسی کی تشکیل کرتے ہیں اور اسے عمل میں لاتے ہیں۔ جیسا کہ دیکھا جاتا ہے نئے وزیر خارجہ مضبوط عقائد کے آدمی ہیں۔

وزارت خارجہ کے ایک سابق بڑے افسر نے دراز قد (چھ فٹ لمبے) بھاری بھرکم (۲۰۰ پونڈ وزنی) اور مسکرانے والے رسک کے بارے میں کہا ہے کہ وہ ایک ایسے شخص ہیں جو تمام معاملوں کے بارے میں ہمیشہ دانشورانہ انداز سے اخلاقی موقف اختیار کرتے ہیں۔ قدامت پسند اور آزاد خیال دونوں ہی اس امر پر متفق ہیں کہ اگرچہ وہ پرجوش اور [illegible] ہیں تاہم فولادی سپرنگ کی طرح سخت بھی ہیں۔ اگرچہ مسٹر رسک پالٹکس کے پروفیسر کے طور پر اپنی عالمانہ زندگی سے مطمئن تھے تاہم دوسری عالمی جنگ میں وہ ایک افسر بن گئے اور زمانۂ امن کے عالمی [illegible] نے انہیں ایک پیشہ ور ڈپلومیٹ بنا دیا۔ سنہ ۱۹۵۲ء کے بعد سے وہ راک فیلر فاونڈیشن کے صدر چلے آرہے ہیں۔ تاہم ان کے دوستوں کا بیان ہے کہ ان کی ہمیشہ یہ خواہش رہی ہے کہ وہ پھر معلمی کا پیشہ اختیار کریں۔ مسٹر رسک کی جرأت اور سخت طبیعت کا [illegible] متعدد تاریخ ساز موقعوں پر ہوا ہے۔ وہ جب مشرق بعید کے امور کے نائب وزیر خارجہ تھے تو [illegible] میں جون کی ایک رات کو وزارت خارجہ کا فوری بلاوا آیا۔ اس وقت وہ ایک ڈنر پارٹی میں تھے۔ اسی وقت شمالی کوریا کے کمیونسٹوں نے جنوبی کوریا پر حملہ کر دیا تھا۔ جنوبی کوریا میں واقعات کے متعلق جلدی سے فیصلہ کرنا نہایت ضروری تھا۔ اور ان کے وزارت خارجہ کے رفیقوں کی ایک فوری میٹنگ ہوئی اور ۹۰ منٹ کے اندر اندر وزیر خارجہ ڈین ایچی سن ایک فیصلے پر پہنچ گئے۔ اس کے بعد ایچی سن نے صدر ٹرومین کو جو اس وقت انڈیپنڈنس (مسوری) میں تھے اطلاع دی کہ واشنگٹن میں وزارت خارجہ کے بڑے بڑے افسروں کی میٹنگ نے اقوام متحدہ [illegible] سبھا کی کارروائی کی حمایت کی ہے۔ اس لئے حکومت کی کارروائی متحدہ طور پر تیزی سے عمل میں آئی۔ دوسرا موقعہ وہ تھا جب جنرل میکارتھر [illegible] کوریا کی لڑائی کو دریائے یالو کے پار لے جانے کی حمایت کی۔ مسٹر رسک نے فوجی کارروائی کو محدود کرنے کی زور شور سے حمایت کی۔ رسک خواہ فوجی ملازمت میں رہے ہوں یا وزارت خارجہ میں [illegible] انہوں نے راک فیلر فاونڈیشن کے صدر کے طور پر کام [illegible]

قطعہ

دلم ہر روز ایامے شمرد است
دگر میخانہ ہم جامے شمرد است
ورود خردہ کودک نگفت
بہاران روئے گلفامے شمرد است

گیا ہو۔ فیصلوں پر سختی سے عمل کرنا ان کی خصوصیت رہی ہے۔ مسٹر رسک ۹ر فروری ۱۹۰۹ء کو چیروکی کاؤنٹی (جارجیا) کے ایک چھوٹے فارم میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے اٹلانٹا کے پبلک اسکولوں اور شمالی کیرولینا کے ڈیوڈسن کالج میں بھی تعلیم حاصل کی اور ۱۹۳۰ء میں فی بیٹا کاپا اعزاز کے ساتھ بی۔اے ڈگری حاصل کی تھی۔ ۳۳-۱۹۳۱ء میں وہ رہوڈز سینٹ جان کالج آکسفورڈ انگلینڈ میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے گئے تھے اس کے بعد انہوں نے برلن یونیورسٹی میں مزید مطالعہ کیا تھا۔ ۱۹۳۴ء سے ۱۹۴۰ء تک وہ ملز کالج اوک لینڈ (کیلی فورنیا) میں حکومتی امور کے معاون پروفیسر تھے۔ اس عرصہ کے آخر میں وہ اس شعبہ کے معلموں کے ڈین بن گئے۔ انہوں نے ۱۹۳۷ء سے ۱۹۴۰ء تک کیلی فورنیا یونیورسٹی میں تعلیم بھی حاصل کی۔ جب دوسری عالمی جنگ شروع ہوئی تو وہ دسمبر ۱۹۴۰ء میں ریزرو فیلڈ فوج میں ایک کپتان کے طور پر بھرتی ہو گئے۔ جنگ کے دوران میں ان کی توانائی، لگن اور پیچیدہ مسائل کو تیزی سے سمجھنے کی صلاحیت کا مظاہرہ ہوا۔ جس سے وہ چین۔ برما۔ ہند مورچے پر امریکی فوج کے ڈپٹی چیف آف اسٹاف بن گئے۔ جب جنگ ختم ہوئی تو مسٹر رسک کے پاس کرنل کا عہدہ تھا۔ محکمہ جنگ نے مسٹر رسک کو ترغیب دی کہ وہ وزیر جنگ کے سکریٹری کے خصوصی نائب کے طور پر کام کریں لیکن ۱۹۴۶ء میں وزیر خارجہ ڈین ایچی سن نے انہیں اتحادی سبھا کے امور کا دفتر چلانے کا بار سونپ دیا۔ مسٹر رسک ۱۹۴۹ء میں معاون نائب وزیر خارجہ مقرر کئے گئے اور تعلیمی کارروائیوں کے انچارج رہے ۱۹۵۰ء میں وہ مشرق بعید کے امور کے نائب وزیر خارجہ مقرر ہوئے۔ اس عہدے کے دوران میں ہی انہوں نے کوریائی جنگ، چینی کمیونسٹوں کے خلاف تائیوان کے دفاع، جنرل میکارتھر کی واپسی اور صلحنامہ جاپان کے متعلق فیصلوں میں حصہ لیا۔ اس کے بعد سنہ ۱۹۵۲ء میں وہ مستعفی ہو کر راک فیلر فاونڈیشن کے صدر بن گئے۔ صدر ٹرومین نے ان کا استعفیٰ قبول کرتے ہوئے کہا تھا "چند آدمی ہی اپنے ملک کی اتنی قابلیت، اتنی مہارت، اتنی دانائی اور صبر و تحمل سے خدمت کر سکتے ہیں"۔ جب مسٹر رسک سکارسڈیل (نیو یارک) سے واشنگٹن جائیں گے تو ان کے ہمراہ ان کی بیوی اور تین بچے ہوں گے۔ جو لوگ مسٹر رسک کے قریب رہے ہیں اور جنہوں نے انکی سرگرمیوں کا بغور مشاہدہ کیا ہے وہ صدر منتخب کینیڈی سے اس امر پر اتفاق کریں گے کہ "وزیر خارجہ کے عہدے کے لئے مسٹر رسک بہترین شخص ہیں۔"

قطعہ

نگر تو باغ گلہا را بہ داند ‖ نگر میخوار صہبا را بہ داند
دل مہر نبی گفت بہ فرقان ‖ نگر تو خوبیٔ طٰہٰ بہ داند

(لائق فید)

(آمدہ از نذر کا باغ)

سمندر کی گہرائیوں میں کھدائی

آیندہ مارچ میں سمندر کی تہہ پر قشرِ زمین کی کھدائی کے "مو ہول" منصوبے کے تحت متعلقہ کھدائی کے سامان اور طریق کار کی آزمایش شروع ہوگی۔ جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے موہول منصوبے کے تحت سمندر کے نیچے کی زمین میں کھدائی سے اس کی اندرونی چٹانوں (جنہیں مینٹل کہا جاتا ہے) سے نئی اعداد کے نمونے باہر نکالے جائیں گے اور ان کے اجزاء کی طبیعیاتی ترکیب اور خاصیت کا جائزہ لیا جائیگا۔ سمندر کے نیچے اس کھدائی کی وجہ یہ ہے کہ اس زمین کی تہہ صرف تین میل موٹی بتائی جاتی ہے جو براعظموں کے نیچے بیس میل کے قریب واقع ہے۔ اس تجربے کے لئے نئی وڈالیوپ جزیرے کے پاس میکسیکو کے مغربی ساحل سے دور کوئی ۱۲ ہزار فٹ پانی کے نیچے جگہ چن لی گئی ہے۔ اب سے پہلے صرف چند سو فٹ کی گہرائی تک کھدائی کی گئی تھی۔ اس آزمایشی کھدائی کا ٹھیکہ کیلی فورنیا کی ایک کمپنی کو دیا گیا ہے جو اس مقصد کے لئے خاص قسم کا سمندری جہاز بنا رہی ہے اور جس میں تمام متعلقہ سامان لگا ہوا ہوگا۔ کھدائی کا کام اندازاً مہینہ بھر جاری رہے گا۔ قشرِ زمین کی کھدائی میں وہی معیاری طریق کار استعمال کیا جائے گا جو پیٹرول اور مٹی کا تیل نکالنے کی کمپنیوں میں مروج ہے۔ گلوبل میرین ایک کارپوریشن کمپنی (سمندری کھدائی کا کام کرنے والی کمپنی) کے آر۔ ایف باؤرشنہ بتایا ہے کہ جو جہاز قشرِ زمین کی کھدائی میں استعمال کیا جائے گا اس سے بحر الکاہل (شانت ساگر) میں سمندر کے نیچے ۳۶۰ فٹ کی گہرائی پر پیٹرول کی

تلاش کے سلسلے میں پہلے بھی کھدائی کا کام لیا گیا ہے۔ امریکی نیشنل سائنس فاؤنڈیشن کے ڈائریکٹر ڈاکٹر ایلن ٹی واٹرمین اور سائنس اکاڈمی کی ریسرچ کونسل کے صدر ڈاکٹر ڈیٹلو ڈبلیو برونک نے مشترکہ بیان میں اس آزمایشی کھدائی کا پروگرام واضح کیا ہے۔ ڈاکٹر واٹرمین نے بتایا ہے کہ ابتدائی طور پر سمندر کے گہرے پانی والے حصے میں کھدائی کے اس تجربے سے ان انجینری صلاحیتوں کی جانچ کی جائے گی جو کئی برسوں کے شدید مطالعہ اور تحقیق کے بعد حاصل کی گئی ہیں۔ اس کام میں جتنی کچھ بھی کامیابی ہوگی اس سے اس عظیم اور مہیب مسئلے کی مفاہمت میں بڑی مدد ملے گی۔ آپ نے مزید کہا کہ سمندر کی تہہ اور قشرِ زمین کے اندر سے نکالے ہوئے مادے کے معائنے اور تجزیے سے بھی سمندروں کی تاریخ، آب و ہوا کی تبدیلیوں اور جانداروں کی تخلیق اور ارتقائی صورتوں کے متعلق بہت کچھ علم حاصل ہو سکے گا۔

نئی ایٹم شکن مشین!

ایک نئی قسم کی زیادہ طاقتور لیکن حجم میں چھوٹی ایٹم شکن مشین ایجاد کی گئی ہے جس سے ییلی (؟) یونیورسٹی میں کام لیا جانے لگا ہے۔ یہ تیسری قسم کی ایٹم شکن سائیکلوٹرون مشین ہے۔ اس کی تینوں قسمیں اسی یونیورسٹی کے سائنسدانوں نے ایجاد کی ہیں۔ یونیورسٹی کے ڈاکٹر فرینکلن مرفے کے بیان کے مطابق ایٹمی توانائی کی تحقیق کے میدان میں یہ ایک اہم پیش قدمی ہے۔ اس میں جو چرخی لگی ہوئی ہے اس سے پانچ کروڑ الیکٹران وولٹ کی قوت سے ایک سیکنڈ میں ۶۲ ہزار میل کی اوسط سے ایٹمی ذرات کو متواتر حرکت اور گردش دی جا سکتی ہے اس طرح

قطعہ

صدف پیدا کند دُرِ ثمین را	بکردہ شاد این قلبِ حزین را
دعا کردم ہمیشہ این شب و روز	خدا غارت کند اعدائے دین را

([illegible])

پہلے کی نسبت سو گنا زیادہ تیزی سے تجربے عمل میں لائے جا سکتے ہیں۔ اس نئی مشین کی مدد سے سائنس دانوں کے لئے اپنی تحقیق کا بہت وسیع میدان کھل گیا۔

ستاروں کی واضح تصویریں

آلات سے لیس خلائی غباروں میں سائنسداں ایک ایسی دوربین لگا رہے ہیں جو آسمانی کرّوں اور ستاروں وغیرہ کی زیادہ صاف تصویر کھینچ سکے گی۔ یہ دوربین بردار غبارہ ۸۰ ہزار فٹ سے بھی زیادہ بلندی پر پہنچا یا جائے گا جہاں کرۂ ہوائی کی کوئی گڑبڑ یا گرد و غبار موجود نہیں ہوگا۔ اس کا نام سٹراٹسکوپ۔۲ رکھا گیا ہے۔ پرنسٹن یونیورسٹی امریکی نیشنل سائنس فاؤنڈیشن اور بحری تحقیق محکمہ کے مشترکہ منصوبے کے تحت یہ دوربین تیار ہوئی ہے دوربین کی مدد سے خلائی بلندیوں میں حسب ذیل امور کی کھوج کی جائے گی۔

(۱) مشتری (جوپیٹر) زہرہ (شکر) ستاروں میں آب و ہوا کی اچانک تبدیلیوں مشتری میں سرخ دھبوں اور سورج اور ان ستاروں میں دھماکوں کے اسباب کا مطالعہ کیا جائے گا۔

(۲) زہرہ ستارے کی سطح پر جو بادل سے چھائے رہتے ہیں اگر وہ کسی قدر چھٹ پھٹ جائیں تو اس کے اندر کی کیفیت دیکھی جا سکے گی۔

(۳) سنیچر (زحل) ستارے کے ارد گرد ذرّات کے جو دائرے بنے ہوئے ہیں ان کی گردش کے مدار کا پتہ لگ سکے گا۔

(۴) کہکشاں میں پائے جانے والے ستاروں کے درمیان جو گیس ہوتی ہے اس کا بھی معائنہ کیا جائے گا۔ چونکہ ان گیسوں سے ہی ستارے بنتے ہیں اس لئے ان کی حقیقت معلوم ہونے سے سورج کی ساخت کا بھی پتہ لگ سکے گا۔

قطعہ

آمد فصل بہاران گلفشانی می کند | نیز تحسین بہر خاکہ کلک مانی می کند
این تفاول آمدہ از بہر کودک دیگرے | جلوہ ارزانی نگر سبع ستانی می کند

(نواسہ) (لالئ فیہ)

(آمدہ از زندگی بالغ)

وادیٔ بوڈ کا دیو

از۔ ایچ۔ جے۔ ہارٹنگ

قدیم لوک گیتوں کے مطابق ہارز کی پہاڑی سرزمین پر مسلط دیو مالائی کرداروں کے جمع غفیر میں ایک اور دیو کا اضافہ ہو گیا ہے۔ سنہ ۱۹۵۹ء میں وادی ریف بوڈ میں جرمنی کا سب سے بڑا باندھ چالو ہوا۔ یہ شریر بوڈ اور اس کے مرتبیو ٹہیر جو صدیوں سیلاب اور خشک سالی کا سبب بنتے رہے تھے۔ آخر کار مغلوب کر لئے گئے ہیں اور ہارز پہاڑوں کے نشیب میں بسنے والے لوگوں کے مال و زر کو جو خطرہ لاحق رہتا تھا۔ اسے ہمیشہ کیلئے ختم کر دیا گیا ہے۔ برف پگھلنے کے زمانہ میں یہ خطرہ سب سے زیادہ تھا۔ وادی بوڈ کے سیب ہے دہلا دینے والی تیز باڑھ آتی تھی جو کہ راستہ میں حائل ہر چیز کو اکھاڑ ڈالتی تھی۔ نشیب کے میدان میں باندھ اور پشتے اتنے مضبوط نہیں تھے کہ موجوں کے مد و جزر کا سامنا کر سکیں۔ وہ طغیانی کو راستہ دیتے ہوئے پھٹ گئے جس سے چاروں طرف کئی میل کی زمین تہہ آب ہو گئی۔ مشرقی ہارز میدانوں کو ایک خطرہ خشک سالی کا بھی لاحق تھا موسم گرما کے مہینوں میں دریائے بوڈ گھٹ کر محض ایک معمولی سے چشمے کی طرح رہ جاتا تھا۔ جس کے پانی نہ تو کھیتوں کی سینچائی ہی کے لئے کافی تھے اور نہ اطراف سے قصبوں دیہاتوں کی آبادی اور لگاتار بڑھتی ہوئی صنعت کو فراہمی کے لئے۔ میدانی پانی کی سطح اکثر اتنی گر جاتی تھی کہ میدان سوکھ سکتے اور آباد علاقوں کو پانی کی فراہمی خطرہ میں پڑ گئی۔ سرزمین ہارز کے دریاؤں کو کنٹرول کرنے باندھ بنانے اور ان کے پانیوں سے فائدہ اٹھانے کے لئے سابقہ سالوں میں کئی منصوبے ایک جرمنی میں فسطائی دور حکومت میں نئے پراجیکٹ تیار کئے گئے تھے۔ تاہم تعمیر شروع ہونا باقی تھی۔ یہ کام پہلے سرزمین میں پہلی کھدائی شروع ہوئی ساری صلاحیتیں دولت اور ملٹری جنگ کے لئے تعمیرات و اسلحہ بندی کی طرف موڑ دی گئیں۔ صرف جرمن جمہوری ریپبلک کے دور میں ان منصوبوں کو عملی جامہ پہنایا گیا۔ اور جرمنی کا سب سے بڑا باندھ تعمیر کیا گیا۔

بہرحال ریف بوڈ ڈیم اس عظیم پراجیکٹ کا صرف ایک حصہ ہے یہ سیلاب سے تحفظ کرنے والے تالابوں کے پورے نظام سے وابستہ ہے۔ جسے بوڈ ورکس کے نام سے جانا جاتا ہے ہارز کی اوپری وادی میں کئی باندھ ہیں۔ وارم بوڈ مغرب سے نیچے میدان میں بہتا ہے اور اسی طرح کولڈ بوڈ۔ یہ دونوں دریا ایک ساتھ آتے ہیں۔ اور مل کر ایک دریا کی طرح آگے بڑھتے ہیں جسے گہرا سے بوڈ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ دراصل یہ وہ مقام ہے جہاں بڑا باندھ ہونا چاہئے۔ جبکہ گہرا سے بوڈ پانی کی فراہمی کا خاص ذریعہ تصور کیا جاتا ہے۔ لیکن یہاں ہر دا دیکھنے کو ملتا ہے اور نہ کافی چوڑی اور پانی کے ذخیرے کی آبادی پر پھیل جائیں گے جنہیں مصنوعی جھیل کے لئے قربان کرنا پڑے گا اس لئے ماہرین نے ڈیڑھ میل کی سب ...

سرنگ کے ذریعہ اصلی ڈیم سے جڑے ہوئے ایک
تالاب کے ساتھ ایک ٹرانسفر ڈیم تعمیر کرنے کا فیصلہ
کیا گیا۔ یہ اصلی باندھ لبری اور لمبی پھیلی ہوئی زیب
وادی کے نکلتا ہے۔ جو کہ سطح سمندر سے ۱۰۶
(تقریباً ۳۱۰ فٹ) بلند اور ۴۲۰ میٹر لمبی (تقریباً
ہزار فٹ) ہے۔ یہ جدید ڈیم جو کہ آئندہ سے بوڈ
اگس دریاؤں کو مغلوب کرنے اور دیگر لیٹ
کے کام آئے گا۔ اس میں ۶۰،۰۰۰ ۸ کیوبک میٹر
سیمنٹ صرف ہوئی ہے، باندھ اور اونچی دیواروں کے
پہلو کے درمیان ۱۱۰ ملین مکعب پانی سے بھری
ایک مصنوعی فصیل ۸ کلومیٹر (۵ میل سے زیادہ)
تک پر پھیلی ہوئی ہے۔ تالاب کے ٹربیو ٹریز دوا
باندھ زیر تعمیر ہیں۔ یہ تلچھٹ اور بہتی ہوئی چیزوں
پانی کو پاک کرنے کا مقصد پورا کریں گے۔ تاکہ اسے
پینے کے آخری مقصد میں استعمال کیا جا سکے۔
بوڈ ڈیم کے پانی کی سطح میں کمی کی حالت میں یہ دونوں
تالاب اپنے کناروں کو سوکھنے سے محفوظ رکھیں گے
اس سے تبخیر اور مچھروں کو دور رکھنے میں بھی مدد ملے گی۔
وادی بوڈ کا ڈیم مناسب مقدار میں پینے کا پانی
فراہم کرے گا۔ جو کہ دو مکعب میٹر فی سیکنڈ ہوگا
تقریباً دو میل سب ٹربین سرنگ سے ہوتا ہوا اور
میں کو جائے گا۔ آئندہ کے لئے ۴۰ کلومیٹر (۲۵
سے زائد) لمبے فاصلے کے میں کی تعمیر زیر نظر ہے۔ یہ
ہال میلڈ بیرش اور ہالے مرسبرگ کے اطراف
صنعتی علاقوں کو ۶۰ ملین مکعب میٹر پانی فراہم کریگا۔
بوڈ واٹر کی مغلوب شدہ طاقت کو برقی قوت

میں تبدیل کرنے کے امکانات بھی ڈیم سسٹم کی منصوبہ بندی
کے وقت پیش نظر رکھے گئے ہیں۔ چنانچہ پینے کے مقصد
سے ہٹائے ہوئے پانی کے ساتھ ایک خود کار مسلسل
کام کرنے والا پلانٹ چالو کرنا بھی زیر نظر ہے۔ یہ پاور
پلانٹ ضرورت بھر بجلی فراہم کرے گا۔ انفرادی باندھوں
کے اردگرد مزید ہائی ڈرائیک پلانٹ قائم ہونا ہیں۔ اس کے
علاوہ ایک منصوبہ بنایا گیا ہے کہ ایک سب ٹربین سرنگ
نیچے شہر نکالے پانی لیجائے وہاں پر ایک پاور اسٹیشن
ساری مقامی صنعتوں کو بجلی فراہم کرے گا۔ اس طرح
سے ایک پراجیکٹ عملی جامہ پہن رہا ہے۔ جسے ۱۸۹۰ء
سے ساری جرمن حکومتیں شروع کرنے میں ناکام رہیں تھیں
مزدور اور انجنیر جرمن جمہوری ریپبلک کے عظیم پراجیکٹوں
میں سے ایک کی تکمیل کر رہے ہیں۔

کچھ ادھیڑ عمر والوں سے

از جناب تمکین کاظمی صاحب

جب آپ عمر کے (۴۰) سال پورے کریں اور پاپخویں دہے میں قدم رکھیں تو سمجھ لیجئے کہ وسط عمر کا زمانہ شروع ہوگیا یہ زمانہ اولاد کی پرورش، پرداخت اور دولت سمیٹنے کا ہے اس زمانہ میں جو کچھ آپ پس انداز کریں گے وہی آپکے بڑھاپے کا سہارا ہوگا۔ بچپن کمانے کا زمانہ نہیں، جوانی گنوانے کا زمانہ تھا اور ادھیڑ عمر جمانے کا زمانہ ہے

آپ کا شباب جا چکا ایک سنجیدہ دل و دماغ آپ میں آگیا ہے، آپ جوانی کی حدوں سے گزر چکے ہیں، (۴۰) سال کافی عمر ہے، اس نے آپ میں بڑے تجربے پیدا کردئے ہیں، دنیا کو دیکھا ہے، سرد و گرم زمانہ سے واقف ہوچکے، اب آپ کو بدل جانا چاہیے کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کو دیکھ کر کسی کو کہنے کا موقع ملے

چہل سال عمر عزیزت گزشت
مزاج تو از حال طفلی نہ گشت

اب آپ اپنے تو ے میں ایک ہلکا سا اضمحلال پائیں گے۔ جوانی کی ترنگ ہرن ہوچکی ہوگی۔ بال سفید ہورہے ہونگے، دانت گرنے شروع ہوچکے ہونگے۔ اگر اب تک آپکی صحت اچھی تھی اور کوئی بیماری مستقل نہ تھی تو اب آپ تیار ہوجائیں آپ کو بیماریوں کا خیر مقدم کرنا پڑے گا اگر مسلسل محنت کریں تو زیادہ تھک جائینگے، موسم کا اثر آپ پر ہونے لگے گا، سردی میں زیادہ حفاظت کرنا پڑے گی بارش میں زیادہ محتاط رہنا پڑے گا۔ ہر ایک موسم کا آپ پر موسم تداخل سے آپ کچھ نہ کچھ ضرور متاثر ہوجائینگے اس لئے صحت کا زیادہ خیال رکھئے۔

اب تک آپ میں غیر معمولی قوت اور طاقت تھی آپ اچھے صحت مند اور تندرست و توانا تھے تو بے فکر بھی رہتے ہونگے مگر اب آپ کو احتیاط کرنا پڑیگا اب تک جتنی سخت محنت آپ کرسکتے تھے اب اس سے کم جو کام آپ مسلسل دو گھنٹے تک کرتے تھے اب ایک گھنٹہ سے زیادہ نہ کیجئے، ہر ایک گھنٹہ کی محنت کے بعد دس منٹ سے بیس منٹ تک آرام لیجئے۔ پھر آپ چاہیں تو کام کریں ــ!

یاد رکھئے! اب آپ (۴۰) سال کے ہوچکے اب اپنے آپ کو جوان نہ سمجھئے اور وہ محنت و مشقت کیجئے جو (۲۵)، (۳۰) سال کی عمر تک کرتے تھے۔ عمر کا یہ تقاضا انسان کے جسمانی اور ذہنی ذخیرہ میں کمی لگتی ہے اسکو محسوس کیجئے اور اپنی کاروبار زندگی میں بھی تبدیلی پیدا کرتے چلیے ورنہ نقصان ہوگا!

نوجوانی میں فاضل قوت کا ایک ذخیرہ قدرتاً محفوظ ہوتا ہے اور اچانک یا ناگہانی ضرورت پیش آنے پر کام دیتا ہے اور ہر نوجوان اچانک یا ناگہانی ضرورت پر اپنی معمولی قوت سے ڈھائی گنا زیادہ کام لے سکتا ہے یعنی جو نوجوان معمولی طور پر ایک من وزن اٹھا سکتا تھا اچانک اور ناگہانی ضرورت پر ڈھائی من وزن کو ...



پاسکتا بلکہ الٹا بھی سکتا ہے مگر ایسا اپنے ارادہ سے نہیں ہوسکتا اسکے لئے غیر معمولی حالات کی ضرورت ہے مثلاً زندگی اور موت کا سوال یا دہشت ناکی یا عظیم نقصان کا خوف۔ مگر ادھیڑ عمر میں ایسے مواقع تباہ کن ثابت ہوتے ہیں اسلئے ایسی کوئی صورت پیش نہ آنے دیجئے۔

یہ محفوظ قوت کا ذخیرہ (۱۵) سال کی عمر سے شروع ہوتا ہے اور اسمیں ہر سال کچھ نہ کچھ کمی ہوتی جاتی ہے۔ اس طرح دھیرے دھیرے کم ہوجاتا ہے مگر یہ دھیرا پن (۴۰) سال کی عمر کے بعد تیزی سے بدل جاتا اور جلد جلد ختم ہونے لگتا ہے اور (۵۰) سال کے بعد قریب قریب ختم ہوجاتا ہے۔ اسلئے اس عمر میں اچانک طور پر حد سے زیادہ قوت کا کام انسان کے کسی خاص حصۂ جسم خصوصاً دل کو بڑا نقصان پہنچاتا ہے، اس کا خیال رکھئے۔

جیسے جیسے آدمی بوڑھا ہوتا جاتا ہے اسکی زندگی اپنی ذات میں سمٹتی جاتی ہے اور دلچسپی کا دائرہ تنگ ہوتا جاتا ہے اور وہ زیادہ خود غرض بننے لگتا ہے اور اسے اپنے اور اپنی اولاد کے علاوہ بہت کم دوسروں کا خیال رہتا ہے

یہی زمانہ اپنے آپ کو بڑھاپے کے لئے تیار کرنے کا ہے اسلئے سمجھ بوجھ کر قدم اٹھائیے بعض لوگ غلطی سے چالیس سالہ عمر میں بھی اپنے آپ کو جوان ہی سمجھتے ہیں اور وہی محنت، مشقت اور کام کرتے ہیں جو جوانی میں کرتے رہے ہیں اور اپنے معمولات میں فرق پیدا کرنا نہیں چاہتے، یہ سخت حماقت ہے، خود مجھے اس کا تلخ تجربہ ہوا ہے اور میں اس کا خمیازہ بھگت رہا ہوں اسلئے

من نہ کردم شما حذر بکنید!

راتوں کو زیادہ دیر تک جاگنا، تیز سائیکل چلانا، مسلسل گھنٹوں محنت کرنا، وزن زیادہ اٹھانا، وقت بے وقت کھانا، کم کھانا، ناقص غذا کھانا، چائے اور سگریٹ زیادہ پینا، سرد و گرم چیزوں کا استعمال کرنا یعنی بے اعتدالیاں کرنا یہ سب چھوڑ دیجئے اور ہر چیز نپی تلی رکھئے تو آپ بڑھاپے میں صحت مند رہیں گے اور ادھیڑ پن خیر خوبی سے گذر جائیگا۔

چالیس اور اسکے گرد و پیش کی عمر ذرا مخدوش ہوتی ہے اسکی وجہ یہی بے اعتدالیاں ہیں، اگر آپ نے ہمت کرکے ادھیڑپن پر قابو پالیا اور (۵۵) سال تک خیر خوبی کے ساتھ گزار لئے تو پھر آپکے آئندہ دس پندرہ سال بھی اچھے گزر سکیں گے، ورنہ مشکل ہوگی!

آل انڈیا نمایش مصنوعات ملکی

(میں)

روبروئے گوشہ محل گیٹ

آسام ٹی ڈپو

(کا)

اسٹال اپنی نوعیت کا خاص اسٹال ہے

آسام اور دارجلنگ کے خاص الخاص باغات سے جو تازہ، خوش ذائقہ
اور اعلےٰ درجہ کی چائے راست منگوا کر شہر حیدرآباد اور سکندرآباد کی
مشہور و معروف اور بڑی بڑی ہوٹلوں اور رستوران میں پلائی جاتی ہے یہاں ملتی ہے

ماہرین فن کے ہاتھ کی تیار کردہ لپ ٹن، لپ ٹن اور لپ ٹن آسام ٹی ڈپو کی

چائے

آپ اس اسٹال پر نوش فرما کر چائے کا حقیقی لطف اٹھائیے

ایک پونڈ چائے خریدئیے اور ایک خوشنما کیلنڈر مفت حاصل کیجئے



کہ نئے منصوبہ کے لئے اسی ارب روپے کے اخراجات کا تخمینہ کیا گیا ہے
اور اس اسی ارب کی فراہمی کے لئے نئے ٹیکس ۔۔۔! اس کا اعلان بعد میں ہوگا

کہ سکندر آباد کے ایک خطوط رساں نے خطوط کا ایک بنڈل بعدم ... کی ایک باؤلی میں پھینک دیا ۔۔۔!
غالباً خطوط رساں کی نظر سے حافظ کا یہ شعر گزرا ہے ؎
این دفتر بے معنی غرق مئے ناب اولیٰ

کہ بھاؤ نگر میں ایک لڑکی نے ایک دل پھینک عاشق کی چپل سے مرمت فرمائی۔ عاشق کا سر پھٹ گیا اور لڑکی کی چپل ٹوٹ گئی ؎
عوض معاوضہ گلہ ندارد

کہ مدھیہ پردیش ریوا ڈویژن میں ایک ایسا علاقہ ہے جہاں بانجھوں اور نابالغوں کی شادیاں رچائی جاتی ہیں جس پر ہزاروں روپے خرچ کئے جاتے ہیں۔
یہ ہندوستان ہے جہاں لاکھوں لڑکیاں ڈوری کی رقم نہ ہونے سے عمر بھر کنواری رہ جاتی ہیں اور بانجھوں اور نابالغوں کے بیاہ رچتے ہیں۔

کہ جاپانی ماہرین طبقات الارض کے ایک وفد نے کہا کہ جامعہ عثمانیہ کی عمارت ایک چٹان پر ہے، چٹان نیچے سرک رہی ہے اس لئے اندیشہ ہے کہ یہ عمارت زیر زمین ہو جائیگی!
لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ عمارت اسی دن زیر زمین ہو گئی جب کہ یہاں سے اردو ذریعہ تعلیم کو ختم کر دیا گیا اور "انا مدینۃ العلم و علیؓ بابہا" کے طغرے کو ختم کر دیا گیا

کہ کڈم تا سنہ بالی روڈ پر ڈوائبر اندازی کے لئے چھ لاکھ روپے منظور کئے گئے
لیکن اس ڈوائبر اندازی کا ٹھیکہ اسی ٹھیکہ دار کو دیا جانا مناسب ہے جس نے سابق میں کڈم بندھ کی تعمیر کی تھی ۔۔۔!

کہ حکومت آندھرا پردیش، حکومت نائیجیریا کی تقلید میں اشیائے مایحتاج کے نرخوں کا ایک بلیٹن جاری کیا کریگی!
لیکن ہوگا یہ کہ نرخنامہ بھی جاری ہوگا اور اشیائے خوردنی، نرخنامہ کے خلاف فروخت بھی ہوا کریں گے۔

کہ پنڈت نہرو نے فرمایا کہ اسکول کے بچوں کے لئے یونیفارم ضروری ہے
غالباً پنڈت جی نے وہ مثل نہیں سنی ؎
جامہ ندارم دامن از کجا آرم

کہ ایک شکایتی مراسلہ میں لکھا گیا ہے کہ نمائش میں پردہ کا خاطر خواہ انتظام نہیں ہے!
لیکن نمائش میں اگر پردہ کا خاطر خواہ انتظام ہو جائے تو پھر خواتین مد اپنی نمائش کس طرح کریں گی!؟

قطعہ

به دورِ انقلابے ایں نظر کن | به شغلے در عبادت ہم سحر کن
به گوشِ ہر کسے آید مسرت | ورودِ مژدہ یارب خبر کن

(آمدہ از نذری باغ) (ولادت کودک دیگر)

علی کی معنوی پیغمبری کو جب سمجھا تو میں سمجھا
ملا کر آپ کو عثمان یہی کہتا ہے ہر اک سے
وفورِ عشق کی وارفتگی سمجھا تو میں سمجھا
کوئی بابِ نجف کی بندگی سمجھا تو میں سمجھا

شیراز

سید صمصام شیرازی ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر — مقام اشاعت :- چادر گھاٹ گیٹ حیدرآباد (۲) آندھرا

جلد ۱۵
روز جمعہ ۲۷ جنوری سنہ ۱۹۶۱ء
م ۹ شعبان المعظم سنہ ۱۳۸۰ھ
شمارہ ۱۳

غزل

(مطلع) راحت و آرام پیہم در وطن خواہد شدن ❊ نام آصفجاہ اول در دکن خواہد شدن
مژدہ آمد ز طرف کیست گفتہ عندلیب ❊ رنگ این فصل بہاران (لاریب فیہ) در یمن خواہد شدن
گلبدن آمد بہ جامہ نسترن آمد برنگ ❊ بوئے عنبر نیز در مشکِ ختن خواہد شدن
بہر زاہد بہر مفتی بہر رندان جام گفت ❊ لذتِ صہبا کہ در شہد و لبن خواہد شدن
آمد بادِ بہاری دادہ مژدہ با صبا ❊ جلوۂ نوروز بنگر در چمن خواہد شدن
مرگِ پروانہ نگفتہ پیش گلگیرے شنو ❊ این ضیائے بزم در شمع لگن خواہد شدن
گفت این بازار سنجیدہ درِ غلطان نگر ❊ شہرتِ قیمت کہ در لعلِ یمن خواہد شدن
آمد عیدِ غدیرے گفت این پیشِ جہان ❊ کیف و مستی ہم بہ صہبائے کہن خواہد شدن
موسمِ گل آمدہ گفتہ بہاران در چمن ❊ بوئے گلہا ہم بہ نسرین نسترن خواہد شدن

گفت این عثمان شنو با گوشِ دل ہم نکتہ
(مقطع)
خوبیٔ طرزِ حکومت بعدِ من خواہد شدن

(آمدہ از تحریر بلاغ)

میرا ذاتی خیال جو بحد یقین ہے وہ بھی معقول وجوہ کیساتھ

قدیم ڈاکٹر صاحب باوجود علم رکھتے ہوئے کہ معصوم (یعنی میرا نواسہ مرحوم) کو روزانہ فرمایا وہ یہ تھا کہ بعض دفعہ تھے (غالباً دو دفعہ موافق نہ آنے سے آنا کا) اگر اسکو نہ روکا جائیگا تو یہ بڑھکر کیا تین چار اضافہ دست ہو رہے ہیں اسلئے اسکو روکنا چاہیے اسطرف آپکا خیال نہیں گیا بلکہ سمجھے کہ اکثر ایسا معصوموں کو ہوتا ہی خرابی پیدا ہوگی ہے کہ دو دن میں خود بخود دست موقوف ہو جائینگے مگر آپ کا یہ خیال سراسر غلط ثابت ہوا اور اسطرف لہذا ایک دو دن میں خود بخود دست موقوف ہو جائینگے آپکی نظر نہیں گئی۔ یا تو پیرانہ سالی کیوجہ سے یا دوسرے مصروفیات کیوجہ سے کہ بظاہر آپکی دو چار سال قبل جو حالت تھی وہ اب باقی نہیں رہی ہے۔ آخر پیرانہ سالی ہے جسکا یہ لوازمہ ہے

دوم۔ آپ کا طلب کردہ جدید ڈاکٹر (دہلی) اس نے گو معصوم کو آکر دیکھا تھا جسکی نبض کمزور تھی (بایں وجہ کہ شکایت لاحقہ کا ازالہ نہیں ہوا تھا اور یہ سلسلہ چار یا پانچ یوم سے جاری تھا) تو بیچارہ نے سمجھا کہ نبض کی رفتار کو تیز کرنے کی دوا دیجائے جسکا نتیجہ معصوم کی ہلاکت کا نکلا۔ حالانکہ سمجھنا تھا کہ عوارض لاحقہ سے نبض کمزور ہے۔ لہذا قلب کو تقویت دینے کی دوا دیجائے نہ کہ وہ دوا جسم میں گرمی پھونک کر مضر ثابت ہو۔ مگر وہ بے سمجھ ان چیزوں کو کیا سمجھتا جو نہ یہاں کے حالات سے واقف تھا۔ لہذا قدیم ڈاکٹر صاحب نے جو ان کو طلب کیا یہ بھی بڑی سہو گزاشت تھی۔ لہذا آیندہ ان امور میں غفلت نہیں برتے جائیگی۔

خلاصہ یہ کہ یہی غفلت یا ناقص تشخیص مرض تھی جو معصوم کی موت کا باعث ہی مگر ساتھ ہی یہ تلخ تجربہ آیندہ کیلئے بڑی بیداری پیدا کر دیا تاکہ بار دیگر ایسا سانحہ پیش نہ آئے۔ درآنحالیکہ غفلت کرنے والے صاحب کو معصوم کے علاج معالجہ سے آیندہ کیلئے علحدہ رکھا گیا ہے کہ بچوں کے علاج سے آپ ناواقف ہیں بلکہ دوسرے تین اراکین کی کمیٹی متفقہ طور پر بعد تشخیص مرض دوا تجویز کریگی اور جدید ڈاکٹر تو ہمیشہ کے لئے عدن باغ یا نذری باغ سے رخصت کر دیا گیا جبکہ انکی صورت دوبارہ یہاں نظر نہ آئیگی۔ بہرحال بعض امور آیندہ را احتیاط پر نذری باغ کی نظر رہے گی جبکہ نانا خود معصوم کی ذات سے نگرانی کر رہا ہے کہ روزانہ عدن باغ جاتا ہے اور دو وقت صبح و شام ٹیلیفون سے خبر ملتے رہتی ہے۔ کاش اگر پہلے ایسا ہی انتظام ہوتا تو سانحہ معصوم وقوع میں نہ آتا۔ مگر غیب کی خبر کس کو تھی کہ ایسا ہوگا۔ لہذا ٹھوکر کے بعد ہی بیداری پیدا ہوتی ہے

نوٹ:۔ مجھے معلوم ہوا ہیکہ بعض ذی فہم اصحاب نے سانحہ معصوم کے مضامین شیرازہ میں پڑھکر افسوس کیا اور کام کرنے کی محنت کو اچھی نظر سے دیکھا۔ انکی ہمدردی کا رہین منت ہوں۔ مرقوم ۲۵ جنوری ۱۹۶۱ء

(آمدہ از نذری باغ)

انگریزی ادویہ جسمیں پیٹنٹ بھی شامل ہیں معصوموں کے لئے سراسر مضر ہیں جسکا تجربہ ہو چکا ہے

(بجز ادویہ یونانی جو خطرہ سے بری ہیں)

فرمایا آیندہ سے اس تلخ تجربہ کے بعد بوجہ سانحہ میرا نواسہ دوم فیروز علی خان بطنی شہدی بیگم (مقیم عدن باغ) قرار دیا ہے کہ اس پروگرام کے مطابق کام ہوگا اور انجکشن کی صورت نظر نہیں آتی جو نہایت خطرناک ہے اور جو کمیٹی سرکاری مقرر ہوگی بغرض علاج ان امور پر نظر رکھکر کام کریگی دیگر۔ اگر آیندہ اس بچی کی تیسری زچگی ہوگی تو اس کا انتظام میرے مقرر کردہ قابل بھروسہ جدید ڈاکٹر کے توسط ہوگا اور وہی وقت پر موجود رہ کر سب کام انجام دینگے کہ آیندہ ہر چیز میں حزم و احتیاط کو کام میں لایا جائے گا کہ نذری باغ کے معصوموں کی جانیں قیمتی ہیں جو غفلت سے یا نا اہلی سے تلف کرنے کی نہیں ہیں بلکہ لا قیمت ہیں خصوصاً نانا کی نظر میں اور اس کا فرض اولین ہوگا کہ اسکی روک تھام کرے یعنے حفاظت تاکہ پھر ایسی غفلت نہ ہو

مرقوم ۲۵ جنوری ۱۹۶۱ء

(آمدہ از نذری باغ)

انسان کو دورِ انحطاط یا پیری میں جوان بننے کی ہوا و ہوس مختلف ترکیبوں یا ذرائع سے جو سراسر مہمل و مضحکہ خیز ہے

فرمایا فرزند ارجمند حکیم نابینا صاحب مرحوم یعنے حکیم خسرو شاہ نظامی نے اپنے معروضہ میں جو کہ نظام گزٹ شیراز میں طبع ہو چکا ہے۔ اسمیں لکھا تھا کہ ان کے والد نے ایک عرق تیار کیا تھا جس کو کسی نواب صاحب کو بلایا تھا (یہ ہندوستانی کے تھے) جنکی عمر اسی سال کی تھی تو اس کو بہت فائدہ مند ثابت ہوا تھا۔ یعنے بالفاظ دیگر باوجود پیرانہ سالی ان کی جوانی عود کر آئی تھی (غالباً اس سے مراد قوت باہ کی دوا تھی) لہٰذا اگر یہی نسخہ تیار کر کے میں بھی اس دورِ انحطاط میں استعمال کروں تو مجھے بھی فائدہ دیگا۔ مگر دوسرے طرف اون کو اس پیرانہ سالی میں اس کا خیال نہیں رہا کہ انسان کے مختلف طبائع ہوتے ہیں۔ لہٰذا اسی کے تناسب سے اس کے خیالات یا خواہشاتِ نفسانی بھی یکساں نہیں بلکہ مختلف ہوتی رہتی ہے۔ ایسی حالت میں اس عرق کی تیاری میں آیا میں توجہ بھی کروں گا یا نہیں۔ یا مجھے درحقیقت اس کی ضرورت بھی ہے یا نہیں۔ مگر افسوس ہے کہ اس طرز اولیٰ کا خیال نہیں گیا۔ ورنہ وہ بے محل و موقع ایسا نہ لکھتے۔ کیونکہ ان کو معلوم رہنا چاہئے کہ طفلی جوانی پیری۔ یہ تین دور ایسے ہیں جو اپنے وقت پر آکر رہتے ہیں اور ہر دور کی حالت جدا جدا ہے۔ لہٰذا اسی کے مدنظر انسان کی طبیعت میں ردوبدل کا ہونا بھی ناگزیر ہے۔ ایسی حالت میں عالم پیری میں جوان بننے کی خواہش کرنا عقلاً نہیں بلکہ حمقاً۔ یا جہلا کا کام ہے جو ایسے ناداں معند کام کرتے ہیں جس سے ان کی ہنسی اڑتی رہے۔ اور عقلمند جو کام کرتے ہیں تو ہر دورِ عمر کے مناسبت سے ہوتا ہے۔ اور جب پیری آجائے تو یہ ناممکن ہے کہ دورِ جوانی کی خواہش کرے کہ دل ہر چیز سے سیر اور مطمئن رہتا ہے۔ ورنہ ایسا کرنیوالوں کو بے عقل و خرد کہا جائے گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ دنیا کا مسلمہ مقولہ ہے۔

نشاطِ عمر باشد تا بہ سی سال ؏ چو چہل آمد فرو ریزد پر و بال

بہرحال معروضہ لکھنے والے کو خیال رہے کہ (۷۷) سال کی عمر میں اب مجھے کسی چیز کی نہ ضرورت ہے اور نہ تمنا۔ بلکہ اعضائے رئیسہ میں جو گھاٹہ ہے اس کو سنبھال کر اسکی حفاظت کرنا ہے تاکہ بقیہ عمر اسی ڈھنگ میں ختم ہو یعنے صحت و عافیت کے ساتھ تو یہ ہر طرح سے غنیمت ہے جس کو اپنا مقصد حیات اس عالم فانی میں سمجھتا ہوں۔ اس سے زائد کچھ نہیں۔

مرقوم ۲۵ جنوری سنہ ۱۹۶۱ء

(آمدہ از نذری باغ)

انتظام قرارداد نسبتیں صاحبزادیاں کاظم جاہ مرحوم

(مقیم شادی خانہ نمبر ۲)

فرمایا میری خواہش ہے یہ کام علیؑ پاشاہ انجام دے رہے ہیں اُن ذی وجاہت و کردار گھرانوں کے لڑکوں سے جن کے بڑوں کو میں اچھی طرح سے جانتا ہوں اور یہ لوگ علیؑ پاشاہ کے خاندان سے تعلق رکھنے میں رشتہ ہیں۔ جو امامیہ مذہب رکھتے ہیں۔ چنانچہ یہی کام علیؑ پاشاہ نے گزشتہ وقت انجام دیئے تھے کہ اس وقت تین میرے داماد شدہ نذری باغ میں متاہل زندگی رکھتے ہیں جنکے ساتھ میری لڑکیوں کا عقد ہوا تھا جسکو کچھ عرصہ گزرا ہے

الحاصل اُمید ہے کہ کاظم جاہ مرحوم کی لڑکیوں کا بھی ٹھکانہ حتی الامکان یکے بعد دیگرے ہو کر قبل آغاز محرم الحرام ختم ہو جائیگا اور یہ لڑکیاں عارضی طور پر ان جدید تیارکردہ مکانوں میں مقیم ہو جائینگی جو کہ میدان رویہ ولنگ کوٹھی سے اُسی طرح سے جیسے کہ میری شادی شدہ لڑکیاں مقیم ہیں جس کی تیاری سُرعت سے ہو رہی ہے۔

مرقومہ ۲۵ر جنوری ۱۹۶۱ء

(آمدہ از نذری باغ)

بہ سلسلہ مضمون شائع شدہ امروزہ بابتہ فسخ نسبت

دختر عابد جاہ بنام عابدہ بیگم بہ نواسہ مہاراجہ پیشکار آنجہانی

بطنی مظفر النساء بیگم بنام بہادر علی

فرمایا مجھے اطلاع ملی ہیکہ فریقین اپنی ذمہ داری پہ نسبتوں کو قائم رکھنا چاہتے ہیں ۔ بہ الفاظ دیگر اگر کوئی بات آئندہ وقوع میں آئے تو اسکی ذمہ داری میری سرپرست خاندان پر نہ ہوگی بلکہ کرنے والوں کی ذات پہ ہوگی (جسمیں بہادر علی کی ماں نے اپنی ذمہ داری سے بری ہوگئی ہے کہ بیٹا عاقل و بالغ ہے ۔ لہذا وہ جو کچھ کریگا اپنی ذمہ داری پہ ہوگا کیونکہ فسخ نسبت سے اوسکو بھی اتفاق تھا) ایسی حالت میں اسکا تصفیہ میں نے یہ کیا ہیکہ عقد کنگ کوٹھی میں نہیں ہوسکتا کیونکہ میری ذمہ داری نہیں ہے بلکہ لڑکی کے باپ کے گھر ہوگا اور داماد بھی وہیں خسر کے پاس بعد عقد قیام کریگا تاآنکہ لڑکی کے قیام کیلئے مکان کا تصفیہ ہو ۔

دیگر ۔ مقررہ مصارف عقد دفتر ٹرسٹ سے ادا ہوجائینگے البتہ ادائے زرِ مہر کا معاملہ اسکا تصفیہ عابد جاہ کو خود کرنا ہوگا بہادر علی کیساتھ کہ وہ کسطرح سے ادا کریگا کیلئے کہ اسکی ماں مفلس ہے کوئی جائیداد نہیں رکھتی ہے جو مکفول ہو کیونکہ وہ اس وقت میری سرپرستی میں شادی خانہ میں مقیم ہے اور اسکا کہنا ہیکہ وہ اسکو چھوڑنا نہیں چاہتی ہے ۔

خلاصہ یہ کہ فسخ نکاح اسوجہ سے تجویز ہوا تھا کہ مکان کنگ کوٹھی کی لڑکیاں آزادی کی ہوا کھائی ہوئی ہیں لہذا کہیں ایسا نہ ہو کہ اسکی وجہ سے آئندہ کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آئے جیسا کہ زاہدہ بیگم کا تھا (بطنی خدیجہ بیگم) ورنہ اگر یہ بات نہ ہوتی تو پھر فسخ نسبت ہونے کیفر درست نہ تھی ۔

خلاصہ یہ کہ زمانہ دگرگوں ہے لہذا معلوم نہیں کہ کل کیا گل کھلائے اسکا خیال رہے ۔ مرقوم ۲۱ جنوری ۱۹۶۱ء

(منقول از نظام گزٹ)

قطعہ

فصلِ رب بنگر برائے ما رسید
نیز شب بنگر برائے ما رسید

بہرِ اظہارِ تمنائے دلی
صوتِ لب بنگر برائے ما رسید

(آمد از نذیر [illegible])

تناسب اعضائے لڑکی عابدہ بیگم دختر عابد جاہ (بطنی زوجہ خدیجہ بیگم)

یہ نواسہ مہاراجہ پیشکار آنجہانی بنام بہادر علی (بطنی مظفر النساء بیگم)

فرمایا گو یہ نسبت میری لگائی ہوئی تھی کچھ عرصہ قبل لڑکی کے والدین کی رضامندی سے مگر متعاقب یعنے دو تین سال کے عرصہ میں تن و توش یا جسم لڑکی کا بھاری ہوگیا ہے جسکے مقابل فریق دیگر نظر میں پوست و استخوان یعنے کمزور دکھائی دیتا ہے اور چہرہ سے بھی مثل خسرا احمق معلوم ہوتا ہے یعنے نتیجہ بغیر کسی لیاقت کے۔ خیر جب ایک دوسرے پہ فدا تھے تو سنا ہیکہ باپ نے لڑکی کا اپنے مکان میں (مکان گاف) اپنی اور بھائیوں کی موجودگی میں اسکا عقد پڑھوا دیا ۲۱ر جنوری سنہ ۱۹۶۱ء کو اپنی ذمہ داری پر اور داماد بھی خسر صاحب کے محل میں مقیم ہے۔ درآنحالیکہ اسکی ماں مظفر النساء بیگم اپنے موجودہ مکان میں (در شادی خانہ نمبر ۲) مقیم ہے اور اسکو میری تجویز سے اتفاق تھا یعنے فسخ نسبت سے۔ اور یہ چھوکرا اب شادی خانہ نمبر ۱ میں نہیں رہ سکتا کہ میری بچی منکوحہ اقبال جنگ مرحوم وہاں مقیم ہے

مگر دوسری طرف خدا کو علم ہے کہ زوجین کی زندگی آیندہ کس رنگ میں بسر ہوگی جبکہ لڑکی کی چھوٹی بہن زاہدہ بیگم کا افسانہ سامنے ہے

زیادہ۔ خدا فضل کرے

مرقوم ۲۱ر جنوری سنہ ۱۹۶۱ء

(منقول از نظام گزٹ)



مضحکہ خیز خیالات حکیم خسرو شاہ نظامی (فرزند حکیم نابینا صاحب مرحوم)

فرمایا ایک زمانۂ گزشتہ کا واقعہ مجھے یاد آیا جبکہ دورانِ تیاری ادویہ یونانی آپ کا ارشاد تھا کہ بعض ادویہ کو وقت و ساعت دیکھ کر تیار کیا جاتا ہے۔ یعنے سیارگان کی چال در بروج مطابق نجوم و رمل۔ یہ سنکر مجھے ہنسی آئی کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ اور اسکو ساعت و گھڑیوں سے کیا تعلق ہے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ سعد و نحس کی گھڑیاں ہیں جن کو دیکھ کر شادی بیاہ یا دوسرے تقاریب کی تاریخ مقرر کیجاتی ہے نہ کہ ذرا ذرا سے باتوں میں جنم پتری کھولی جائے! ۔ خلاصہ یہ کہ پیرانہ سالی کی وجہ سے اِن امور پر اِن کا خیال نہیں رہا بلکہ شیخی بگھارنے یا ضرورت سے زائد ادویۂ یونانی کے اثرات بتانے کے خاطر ایسے جملے منھ سے نکالتے ہیں جو سراسر مہمل ہیں اور گرفت میں آتے ہیں۔

زیادہ۔ آپ کو خلافت عطا کردہ خواجہ حسن نظامی مبارک تاکہ مرحوم کا نام خلیفہ کے عادات و سکنات سے دُنیا میں چمکے یا یادگار زمانہ رہے چاہیے اسکی نوعیت کچھ ہی ہو اِس سے یہاں بحث نہیں۔

بقول۔ "طعام برائے خوردن است نہ کہ برائے نکتہ چینی کردن"۔

مرقومہ ۲۳ جنوری ۱۹۶۱ء

(منقول از نظام گزٹ)

رفع غلط فہمی متعلق رویہ دختر رجب جاہ بنام رقیہ بیگم بطنی زوجہ کلثوم بیگم

(مقیم مکان گاف)

فرمایا چونکہ یوم شنبہ گزشتہ جو مضمون فسخ نسبت دو لڑکیاں نظام گزٹ میں طبع ہوا تھا تو یہ کس وجہ سے تھا میں نے آغا حیدر کو نذری باغ طلب کرکے یہ بیان کیا کہ کیوں میں نے اپنی ذمہ داری دو نسبتوں سے سبکدوش ہوا تا کہ دو غلطی میں نہ ہیں اور واقف ہو جائیں تو یہ سنکر آغا حیدر نے دست بستہ عرض کیا کہ شاید سرکار کو معلوم نہ ہوگا کہ صاحبزادی مذکورہ کی زندگی آزادی کی ہوا میں نہیں ہے بلکہ بالکلیہ باپ کے قبضہ میں ہے اور نہ گھر سے باہر کہیں جاتی ہی بلکہ والدین کی فرمانبردار ہے اور باپ کی خدمت کرتی ہے وغیرہ اسکے بعد کہا کہ اگر میں چاہوں تو دوسرے ذرائع سے اون کے بیان کی تصدیق کرسکتا ہوں کہ وہ کہا تک صحیح ہے اسکے بعد اون سے کہا کہ میری دریافت میں اگر یہ صحیح ہے تو پھر رجب جاہ کی لڑکی کو علٰحدہ کرونگا اور مجھے اگر معلوم ہوتا کہ وہ مثل دیگر لڑکیاں مکان گاف اس قسم کا رویہ نہیں رکھتی ہے بلکہ اسکا رویہ ٹھیک ہے تو عابد جاہ کی لڑکی عابدہ بیگم کیساتھ رجب جاہ کی لڑکی رقیہ بیگم کا نام ہرگز شریک نہ کرتا اسکے بعد وہ چلا گئے۔ دوسری طرف اس بچی کے باپ سے دریافت کیا کہ آغا حیدر کا بیان کہا تک صحیح ہے تو باپ نے اپنی دستخطی تحریر سے اسکی صحت کی اور جب اس بچے کا معروضہ دیکھا تو مجھے افسوس ہوا کہ غلط فہمی کیوجہ سے ناحق ونا روا اس بچی کو بھی چچا کی بیٹی کیساتھ شریک کردیا اور رجب جاہ کو اطلاع دی کہ اب مجھے ہر طرح سے اطمینان ہے اور اسکی نسبت کی ذمہ داری جیسے کہ میں نے لی تھی وہ حسب حال قائم رہیگی اور انشاء اللہ بعد عید رمضان کوئی دن مقرر کرکے اسکی لڑکی کا عقد شرعی کنگ کوٹھی میں ہو جائیگا جیسا کہ میری لڑکیوں کا ہوا تھا یا آیندہ کاظم جاہ مرحوم کی لڑکیوں کا۔ اسی طرح سے ہوگا جو باپ کے بعد دادا کی نگرانی اور سرپرستی میں ہیں اور مجھے اُمید ہیکہ ان لڑکیوں کا بھی عقد شرعی بہت جلد یکے بعد دیگرے کنگ کوٹھی میں ہو جائیگا اور یہ قصہ ختم ہوگا۔ آخر میں فرمایا کہ رجب جاہ باوجود سب بھائیوں میں عمر میں چھوٹا ہونے کے اپنی لڑکی کو جو تعلیم دی یا نگرانی میں رکھا یہ ضرور قابل تحسین و آفرین ہے کہ اس بچی کے رویہ سے متعلق کسی کی زبان نہیں کھل سکتی۔ کاش ایسا ہی دوسرے بھائیوں کی اولاد کا معاملہ ہوتا تو کیا۔

قطعہ

رنگ گل بہر بہاران منتظر
ہم صدف از بہر نیسان منتظر

آسمان گفتہ کو اکب این شنو
از پئے مہر درخشان منتظر

اچھا ہوتا کہ سب لڑکیاں ایک ہی کشتی کے سوار بن کر کوئی غیر معمولی واقعہ پیش نہ آتا جیسا کہ زاہدہ بیگم کا تھا جو باعث رسوائی یا بدنامی خاندان تھا۔

۲ ۔ قابلِ داد شریفانہ فعل! فرمایا میرے مضمون کو نظام گزٹ گزشتہ شنبہ میں دیکھکر بابتہ فسخ نکاح (متعلق لڑکی عابد جاہ و لڑکی رجب جاہ) باپ نے بطور خود بہادر علی کو اپنے مکان طلب کر کے اسکا عندیہ معلوم کیا جبکہ یہ لونڈا کہدیا کہ بجز عابدہ بیگم کسی دوسری لڑکی کیساتھ عقد کرنے پر تیار نہیں ہے یا لڑکی نے اپنا حال بد تر بنا کر (نمائشی طور پر) کہدی کہ اگر یہی شوہر نہ ہوگا تو اوسکی زندگی خطرہ میں ہوگی اور یار دخمہ صاحب جنکے عقل و دماغ کی جتنی تعریف کیجائے کم ہی کم ہے کہ آناً فاناً قاضی کو بلا کر اپنے گھر میں اپنی ذمہ داری پر دو سرے بھائیوں کی موجودگی میں ۲۰؍ جنوری سنہ ۱۹۶۱ء کو عقد پڑھا دیا گویا ان دونوں میں پہلے سے عاشقی و معشوقی کے تعلقات خفیہ قائم تھے مگر دوسری طرف رجب جاہ نے اپنی بیٹی کی حد تک نہ اضطراب بتایا اور نہ لڑکی رقیہ بیگم یا اسکی ماں کلثوم بیگم نے بے چینی ظاہر کی کہ آغا حیدر کے بیٹے کو طلب کر کے ایسا کام اپنے مکان میں انجام دیا۔

الحاصل ان دو واقعات میں کیا بین فرق ہے وہ صاحبانِ عقل و خرد یا کردار ہی سمجھ سکتے ہیں جنمیں کوئی نسبت ایک دوسرے سے نہیں ہے حالانکہ یہ سب بھائی ایک ہی درخت کے پھول پھل ہیں مگر رنگ و بو و شکل و صورت میں کس قدر علحدہ ہیں ظاہر ہے

بقول ۔ ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است

بہرحال رجب جاہ کی اس دور اندیشانہ فعل کو میں نے بنظرِ استحسان دیکھا اور سمجھا کہ یہاں صبر و تحمل سے کام لیا گیا اور دوسری طرف بے چینی سے جو حرکت کی گئی یہ سراسر مذموم تھی بلکہ قابلِ ضحکہ خیز۔

زیادہ رجب جاہ کی لڑکی کی مناہل زندگی انشاءاللہ مثمر ثابت ہوگی جبکہ یہ دادا کی ذمہ داری پر ہو رہی ہے کنگ کوٹھی میں بعد عید شوال ۔

نوٹ ۔ آیندہ سے مکان گاف کے لڑکیوں کا نکاح مکان گاف میں ہوگا بائیوں کی ذمہ داری پر جبکہ یہ امادوں کا خود انتخاب کرینگے ۔ اور ادائے زرِ مہر کا تصفیہ خود این کو کرلینا ہوگا جس سے دفتر ٹرسٹ کو تعلق نہ ہوگا ۔ مرقوم ۲۳؍ جنوری سنہ ۱۹۶۱ء

(منقول از نظام گزٹ)

قطعہ

ضیائے این چہ در دینِ مبین بود	صدف گفتہ چہ این درِ ثمین بود
خدا غارت کند بدخواہِ ما را	نگر تو صدمہ جانِ حزین بود
(آمدہ از نذری بلی)	(حالیہ سانحہ تواسر)

میرا ذاتی خیال جو غالباً حد یقین تک پہونچتا ہے متعلق دختر عابد جاہ

جس کا نام زاہدہ بیگم تھا بطنی زوجہ خدیجہ بیگم

(مقیم مکان گاف)

فرمایا تقی جاہ کا لڑکا جس کا نام تقی علی خان ہے اس کی نسبت جو لڑکی مذکورہ سے تھی (خود لگائی ہوئی دونوں بھائیوں کی) وہ طویل مدت تک قائم رکھ کر اب دفعتاً ٹوٹ جانا جیسے معلنے وارد وہ بھی کوئی معقول وجوہ سے نہیں بلکہ بنے بنائے عذر وحیلہ کے ساتھ۔ تو قیاس یہ کہتا ہے کہ وقت تقرر نسبت کارچوب والے دکان کے ایک شخص کی آمد و رفت عابد جاہ کے مکان گاف پر نہیں تھی اور نہ یہ لڑکی ماں کے ساتھ اس کی دکان پر خرید و فروخت کے سلسلہ میں جاتی تھی شہر میں یہ محلہ مدینہ بلڈنگ۔ ایسی حالت میں جیسا یہ قصہ اٹھا تو لڑکی کا ذہن ادھر سے ادھر منتقل ہوا۔ غالباً بظاہر صورت و شکل کے خیال سے ہوگا کہ چچا کے بیٹے کے معاملہ کو ترجیح نہیں دی گئی۔ بلکہ دیگئی تو ایک معمولی حیثیت کے دکاندار کے ساتھ — کیا خوب قصہ ہے۔ نہ دید نہ شنید مگر کیا کیا جائے کہ یہاں معاملہ پسند و ناپسند کا تھا اور عاشقی پس پردہ تھی جو رنگ لاکر رہی۔

دوسری طرف تو فرضاً ایسا ہی تھا تو کیا تقرر نسبت کے وقت ان امور پر فریقین کے والدین کی نظر نہیں تھی۔ اور کیا وہ غفلت میں تھے خصوص جبکہ ہر دو کی باہمی رضامندی سے نسبت قرار پائی تھی؟

خلاصہ یہ ہے کہ یہ سب بھائیوں کی زندگی اگر درست طریقہ پر ہوتی اور تعلیم یافتہ بن کر قابلیت پیدا کرتے تو ان کی زندگیاں گری ہوئی نہ ہوتیں اور نہ دنیا میں باعث انگشت نمائی بنتیں۔ مگر افسوس ہے کہ یہ جوہر ان میں نہیں تھا۔ گو بڑے بھاری بھر کم خاندان سے ان کا تعلق تھا تو وہ دوسری چیز تھی کہ انسان کا کردار یا خودداری بھی ایک چیز ہے جو ہر ایک کو حاصل نہیں ہوتی۔ الا ماشاء اللہ۔ (Self-Respect)

بہر حال یہ افسانے قابل بیان نہیں ہیں۔ بلکہ ان کو شرمناک کہا جائے تو کچھ بیجا نہ ہوگا کہ ان کی نوعیت ہی ایسی مذموم ہے جو زبان پر آنے کے قابل نہیں ہے اور اصل میں یہ حالات زندگی ہیں۔ ساکنین مکان گاف کے۔

بقول۔ شامت اعمال ما صورت نادر گرفت

(منقول از نظام گوٹ) مرقومہ ۲۷ جنوری ۱۹۷۱ء

ترجمان ایمانِ حق و مقوم کی آواز ہے — جو خود نما ہو حق آگاہ یہ شیراز ہے

شیراز

ایڈیٹر۔ سید صمصام شیرازی

لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

خطیب سلونی

کا ارشاد مبارک ہے کہ حریص ہمیشہ مصیبت میں مبتلا رہتا ہے اور اسکے اندوختہ کو آخر کوئی دوسرا سمیٹتا ہے۔

آبکاری

"اونٹ رے اونٹ تیری کونسی کل سیدھی ہے"

یہ مثل ہمارے محکمۂ آبکاری پر حرف بحرف صادق آتی ہے اس محکمہ کی قانونی بے ضابطگیوں، بدعنوانیوں اور رشوت ستانیوں کے چرچے تو اب کوئی نئی بات نہیں رہے۔ ان خامیوں کے علاوہ اس محکمہ کی انتظامی خوبیاں بھی اب منظرِ عام پر آتی جا رہی ہیں۔ چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ کئی ملازمین کو بلاتکمیلِ تحقیقات زائد از شش ماہ مدت سے معطل رکھا گیا ہے حالانکہ از روئے قانون کوئی ملازم بلاتکمیلِ تحقیقات چھ مہینے سے زائد معطل نہیں رکھا جاسکتا بلاتکمیلِ تحقیقات اگر چھ مہینے گزر جائیں تو ایسا ملازم خود بخود بحال سمجھا جاتا ہے۔ چھ ماہ سے زیادہ کسی کو معطل رکھنے کے لئے معقول وجوہ کے اظہار کیساتھ حکومت سے منظوری حاصل کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ بعض معطل شدہ ملازمین کو الاؤنس گزارہ بھی نہیں دیا جا رہا ہے حالانکہ معطل شدہ ملازم کو دورانِ تحقیقات گزارہ ابھال نہ کرنا ضابطہ اور دستور کے خلاف ہے

محکمۂ آبکاری کا یہ بھی عجیب طریقہ ہے کہ معطل کنندہ عہدہ دار ہی خود معطل شدہ ملازمین پر لگائے گئے الزامات کی تحقیق کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ طریقہ انصاف کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتا کیونکہ اسکا امکان ہے کہ اگر کسی وجہ سے معطل کنندہ عہدہ دار معطل شدہ ملازم کا مخالف ہو اور مخالفانہ رجحان رکھتے ہوئے الزامات کی تحقیقات کرے تو وہ بے قصور ملازم کو بہرحال نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گا۔ چاہیئے تو یہ کہ کوئی غیر جانبدار عہدہ دار الزامات کی تحقیق کرے یا کسی دوسرے محکمہ کے ذریعہ تحقیقات کرائی جائے تاکہ بے قصور ملازمین محض اعلیٰ عہدہ دار کی مخالفانہ اور ضرر رساں روش کا شکار نہ ہونے پائیں۔

یہ امر بھی باعثِ تعجب ہے کہ ان معطل شدہ ملازمین

ہے، جو چھ ماہ سے زیادہ مدت سے پلاکمیں تحقیقات مکمل ہیں، اب تک عدالت مجاز کا دروازہ نہیں کھٹکھٹایا۔ ایک اعلیٰ عہدہ دار آبکاری کے بارے میں سنا جاتا ہے کہ وہ مستاجرین آبکاری کے ذریعہ اپنا خانگی سامان خریدتے ہیں اور تعمیر مکان کے سلسلہ میں تعمیری اشیاء کی خریدی مستاجرین کے ذریعہ عمل میں لائی جاتی ہے۔ یہ مستاجرین آبکاری ارزاں قیمتوں پر خود نقصان برداشت کرکے تعمیری اشیاء فراہم کرتے ہیں لیکن اسکی تلافی آبکاری کے دوسرے معاملات میں کر لیتے ہیں۔ زبانِ خلق کو نقارۂ خدا کہا جاتا ہے اسلئے یہ باور کرنے کے معقول وجوہات ہیں مذکورہ بالا شکایتیں صحیح ہیں۔

مذکورہ بالا قانونی اور انتظامی خرابیوں کے علاوہ اس محکمہ کی ایک فنی بے ضابطگی بھی اب منظر عام پر آئی ہے۔ چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ درختوں کی نشو و نما کے اعتبار سے "بن" مختص کئے جاتے ہیں تاکہ مستاجر بھی نقصان میں نہ رہے اور سرکاری آمدنی کا بھی تحفظ ہو۔ اسی مسلمہ اصول کے تحت باری باری سے بن مختص کئے جاتے ہیں اور انکی مدتِ تراشش مقرر کی جاتی ہے لیکن اب اس محکمہ کے عہدہ دار مجاز اس دیرینہ اصول اور عملدرآمد کے برخلاف ناقابل بیان وجوہات کی بناء پر درختوں کی تبدیلی کر رہے ہیں جسکی وجہ سے سرکاری آمدنی میں کمی کے امکانات پیدا ہو چکے ہیں

ہماری حکومت نے دفاتر کی اصلاح کے لئے ایک مقتدر کمیٹی قائم فرمائی ہے جہانتک ہمارے معلومات کا تعلق ہے اس کمیٹی کے صدرنشین ہر دلعزیز چیف سکریٹری مسٹر ایم۔ پی۔ پائی ہیں۔ اس تعلق سے جناب چیف سکریٹری صاحب کو ہمارا پُر خلوص مشورہ ہے کہ وہ سب سے پہلے محکمۂ آبکاری کی اصلاح کی جانب توجہ فرمائیں تاکہ اس محکمہ میں پیدا شدہ خرابیوں کی فوری اصلاح ہو سکے اور یہ محکمہ جو آمدنی کے لحاظ سے حکومت کی ریڑھ کی حیثیت رکھتا ہے مزید خرابیوں سے بچ سکے۔

کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ

فاتحہ سالانہ

حضرت قبلہ گاہی مولوی آقا مرزا محسن صاحب قبلہ تستری مرحوم و مغفور ۱۱ر شعبان المعظم سنہ ۱۳۸۰ھ م ۲۹ر جنوری سنہ ۱۹۶۱ء روز یکشنبہ بوقت دس ساعت روز بمقام عبادت خانہ دار الشفاء مجلس ایصال ثواب (مقرر ہے)

امیدوار سرفرازی:۔ مرزا محمد

بمناسبت ولادت امام حسینؑ

از محترمہ بانو طاہرہ سعید بی۔ اے

علیؑ کے رخ پہ ہنسی ہے کہ آگیا کوئی
علیؑ کے گھر میں خوشی ہے کہ آگیا کوئی

چمن میں دھوم ہے پھولوں کی بزم زینت میں
صبا یہ کہہ کے چلی ہے کہ آگیا کوئی

نگاہِ شوق میں آنسو ہیں فرطِ شادی سے
شگفتہ دل کی کلی ہے کہ آگیا کوئی

نجات امتِ عاصی کا اب نہیں کچھ غم
خبر نبیؐ کو ملی ہے کہ آگیا کوئی

فلک پہ رقص ہے زہرہ کا بزمِ انجم میں
جہاں میں دھوم مچی ہے کہ آگیا کوئی

کریں گے سجدہ ملک ارضِ کربلا پہ مدام
زمیں پہ عرش بنی ہے کہ آگیا کوئی

سنا ہے طاہرہ حوروں میں جشنِ عشرت ہے
لبوں پہ سب کے یہی ہے کہ آگیا کوئی

"خدا ہے ساتھ مظلوموں کے"

امریکہ کے مشہور شاعر رابرٹ فراسٹ نے ۲۰ جنوری ۱۹۶۱ء کو نئے صدر جان ایف کینیڈی کے حلف لینے کے موقع پر جو نظم سنائی ذیل میں اسکا منظوم ترجمہ پیش کیا جاتا ہے

وطن والے تو تھے لیکن نہ تھا پھر بھی وطن اپنا
مرے اسلاف آبا تھے یہاں صدیوں سے وہ ساکن
ہم اہل ملک تو تھے پر نہ تھی یہ ملکیت اپنی
خود اپنی محنت و ہمت سے قائم کی تھی آزادی
مساچوسٹس اور ورجینیا میں ہم ہی بستے تھے
نہ ہم میں خود شناسی تھی نہ ہی خود اعتمادی تھی
بھروسہ تھا نہ اپنے دست و بازو پر نہ طاقت پر
کسی شئے کی کمی تھی ہم میں کمزوری نہ ماری تھی

چمن میں آشیاں تو تھا نہ تھا لیکن چمن اپنا
مگر آزاد لوگوں کی طرح جینا نہ تھا ممکن
کہ ہم مالک تھے اس شئے کے نہ تھی جو ملکیت اپنی
مگر محکوم انگلستاں تھے ہم محروم آزادی
ہماری حریت کے ہم پہ لیکن بند رستے تھے
نہ قائد تھا کوئی اپنا عجب بے اعتقادی تھی
شجاعت کے دھنی ہو کر یقیں کب تھا شجاعت پر
نہ غیرت تھی نہ خودداری عجب بے اختیاری تھی

ہوا احساس آخر ہم کو بھی اپنی غلامی کا
بھڑک اٹھا یکایک شعلہ جذبات عوامی کا

بغاوت کے بڑھے آثار میداں میں اتر آئے
پڑا گھمسان کا وہ رن محارب نے اماں مانگی
یہ مانا خام تھے اب تک لیاقت میں قیادت میں
الوالعزمی شعار و خوش امیدی تھی چلن لیکن
"نئی دنیا" کی آئی صبح نو "ظلمت کے دن بیتے

دبے بیٹھے تھے جو مظلوم پستی سے ابھر آئے
ہمارے سورماؤں سے پناہِ جسم و جاں مانگی
ادھورے فکر و فن تھے اپنے کچے تھے سیاست میں
ہمارا راہبر تھا جذبۂ حب وطن لیکن
خدا تھا ساتھ مظلوموں کے آخر کو وہی جیتے

مٹا دورِ غلامی ہر طرف اک انقلاب آیا
"ستاروں" والے پرچم کو سلام آفتاب آیا

(دینا ناتھ مست)

شاہی خاندان کے سفر

از قلم
ہیرالڈ چیمپن

فوٹوگرافی کا شوق

فوٹوگرافی ملکہ الزبتھ دوئم کا ایک محبوب شغل ہے ان کی اپنی ایک ذاتی لائبریری ہے جو ان کے سمندر پار کے دوروں کی رنگین فلموں پر مشتمل ہے وہ جب سفر کرتی ہیں تو وہ اپنے ساتھ نہایت پیچیدہ قسم کے فلمی کیمرے اور دیگر سازو سامان بھی لیجاتی ہیں۔

ملکہ الزبتھ دوئم نے جتنا سفر کیا ہے اتنا سفر دنیا کے کسی اور ملک کے سربراہ نے نہیں کیا۔ ملکہ بننے سے قبل وہ دنیا کے بہت سے ملکوں کا دورہ کر چکی ہیں بہت سے لوگوں کو یہ یاد ہوگا کہ ان کو اپنے والد کے انتقال پرملال کی خبر اس وقت وصول ہوئی تھی جب وہ اپنے شریک حیات ڈیوک آف ایڈنبرا کے ہمراہ مشرقی افریقہ کے دورہ پر تھیں

قدرتی رجحان اور احساس فرائض کی وجہ سے ملکہ معظمہ اپنے کسی پیش رو کی بہ نسبت زیادہ وقت کامن ویلتھ ملکوں میں گذارتی ہیں لیکن ان کے آئینی فرائض اتنے زیادہ ہیں کہ ان کے لئے ہر وقت کامن ویلتھ ملکوں کا دورہ کرنا ناممکن ہیں۔ چنانچہ سمندر پار کے ملکوں میں ان کی نمائندگی کے فرائض اکثر شاہی خاندان کے دیگر ممبران انجام دیتے ہیں

تخت نشینی کے تقریباً ایک سال بعد ملکہ اور ڈیوک آف ایڈنبرا برمودا، جمیکا، فجی، ٹانگا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، سیلون، عدن، یوگنڈا، مالٹا اور جبرالٹر گئے تھے ۱۹۵۶ء میں ملکہ اپنے شریک حیات کے ہمراہ نائیجیریا کے دورہ پر گئی تھیں اور ایک سال بعد امریکہ جانے سے قبل وہ کینیڈا میں بھی کچھ عرصہ ٹھہری تھیں ۱۹۵۹ء میں سینٹ لارنس کھاڑی کا افتتاح کرنے کے لئے وہ دوبارہ تشریف لے گئی تھیں اس موقع پر انہوں نے کینیڈا کے بڑے بڑے شہروں اور کئی دیگر مقامات کا بھی دورہ کیا تھا

ڈیوک آف ایڈنبرا تنہا بھی کئی بار کامن ویلتھ ملکوں کا دورہ کر چکے ہیں ۱۹۵۶-۵۷ء میں وہ عالمی دورے پر گئے تھے ۱۹۵۹ء کے اوائل میں وہ ایک مرتبہ پھر تین ماہ کے لئے اپنی شریک حیات اور بچوں سے دور عالمی سیاحت پر گئے تھے۔ اس دورہ کے دوران میں موصوف ہندوستان بھی تشریف لائے تھے

نومبر ۱۹۶۱ء میں ڈیوک آف ایڈنبرا نے گھانا کا دورہ کیا تھا۔ اپریل ۱۹۶۲ء میں وہ مالٹا اور ماہ جون میں کینیڈا گئے تھے۔ انہوں نے وہاں سے بولیویا جا کر برطانوی نمائش کی رسم افتتاح انجام دی تھی

کئی مرتبہ ملکہ معظمہ کی والدہ ان کی نمائندہ بن کر کامن ویلتھ ملکوں میں جاتی ہیں مثال کے طور پر ۱۹۵۳ء میں روڈیشیا تشریف لے گئی تھیں شہزادی مارگریٹ

تھیں ان کے ہمراہ تھیں۔ ۱۹۵۲ء میں وہ کینیڈا، ۱۹۵۸ء میں
آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ اور ۱۹۵۹ء میں عالمی دورہ پر
گئیں تھیں۔

شہزادی مارگریٹ کو تقریباً ہر ملک کے لوگ اخباری
تصویروں کے ذریعہ اچھی طرح جانتے ہیں کامن ویلتھ
ملکوں کے بہت کم باشندے تو ان کو خود دیکھ چکے ہیں
۱۹۵۵ء میں شہزادی نے کریبین کا دورہ کیا تھا جس کے
دوران میں وہ جمیکا، ترینیداد، بہاماز، گرینیڈا،
سینٹ کٹس، سینٹ وینسنٹ اور اینٹیگوا تشریف لے گئی تھیں

اپریل ۱۹۵۸ء میں شہزادی مارگریٹ دوسری مرتبہ
ترینیداد گئی تھیں جہاں انہوں نے ویسٹ انڈیز فیڈریشن کی
مجلس قانون ساز کا افتتاح کیا تھا۔ اس موقع پر انھوں
نے [illegible] کی آمد اور برٹش ہنڈوراس کا دورہ بھی کیا تھا۔
مئی ۱۹۶۰ء میں اپنی شادی کے بعد شہزادی نے اپنے
شریک حیات کے ہمراہ پرائیویٹ طور پر ویسٹ انڈیز کی
سیر کی تھی۔

ڈچس آف کینٹ بھی ملکہ کی جانب سے سمندر پار
کے ملکوں کا دورہ کر چکی ہیں۔ ان کی بیٹی شہزادی الگزینڈرا ۱۹۵۹ء
میں ملکہ کی نمائندہ بن کر آسٹریلیا گئی تھیں جہاں کوئینز لینڈ
کی صد سالہ سالگرہ منائی گئی تھی۔ راستہ میں شہزادی الگزینڈرا
نے تھائی لینڈ اور کمبوڈیا کا بھی دورہ کیا تھا۔ وہ کچھ
وقت کے لئے دہلی، تہران اور استنبول میں بھی ٹھہری
تھیں۔ گزشتہ ماہ اکتوبر میں شہزادی الگزینڈرا ملکہ معظمہ
کی مخصوص نمائندہ بن کر نائیجیریا کی فیڈریشن گئی تھیں جہاں
آزادی کا جشن منایا گیا تھا۔ ۱۹۵۷ء میں ملکہ کے چچا ڈیوک آف
گلوسٹر آزادی کی تقاریب میں حصہ لینے کے لئے ملایا گئے تھے۔

پرنس آف ویلز۔ ایک تاریخی لقب

پرنس آف ویلز ایک تاریخی لقب ہے جو کہ ولی عہد
کو عطا کیا جاتا ہے ۱۲ سالہ شہزادہ چارلس ۲۱ویں پرنس
آف ویلز ہیں۔ اس سلسلہ کے (۱۳) شہزادے بعد میں
برطانیہ کے تخت پر بیٹھے تھے۔

ایک رواج کے مطابق یہ شاہی حکمران کے
سب سے بڑے بیٹے کو حکمران کی اپنی مرضی سے دیا جاتا ہے
یہ کوئی موروثی خطاب نہیں ہے

ملکہ ایلزبتھ نے ۱۹۵۸ء میں برٹش ایمپائر اور
کامن ویلتھ کھیلوں کے اختتام پر جو کارڈف (ویلز) کے
مقام پر منعقد کی گئی تھیں یہ خطاب شہزادہ چارلس کو عطا کیا
تھا ملکہ اس وقت بیمار تھیں۔ ان کے فیصلہ کا ریکارڈ
۲۶ر جولائی ۱۹۵۸ء کو سنایا گیا تھا جس میں کہا گیا تھا کہ
"میں اپنے بیٹے چارلس کو پرنس آف ویلز بنانے کا
ارادہ رکھتی ہوں" حالیہ صدیوں میں یہ پہلا موقع
تھا کہ اس قسم کا اعلان شاہی حکمران کے اپنے الفاظ
میں ویلز کے باشندوں کے روبرو کیا گیا تھا

یہ خطاب پہلی بار شاہ ایڈورڈ اوّل نے اپنے
بیٹے (ایڈورڈ دوئم) کو دیا تھا۔

شاہی محلات اور قیام گاہیں

برطانیہ میں ملکہ ایلزبتھ دوئم کی پانچ قیام گاہیں ہیں

۱۔ بکنگھم محل (لندن)
۲۔ ونڈسر کاسل (لندن سے ۲۱ میل دور)
۳۔ سینڈرنگھم ہاؤس (لندن سے تقریباً ۱۰۰ میل دور)
۴۔ بلمورل کیسل (شمال مشرقی اسکاٹ لینڈ)
۵۔ ہولی روڈ ہاؤس (ایڈنبرا)

بکنگھم محل، ونڈسر کیسل اور ہولی روڈ ہاؤس شاہی حکمران کی سرکاری رہائش گاہیں ہیں چنانچہ انکی دیکھ بھال کی ذمہ داری حکومت پر ہے۔ سینڈرنگھم ہاؤس اور بلمورل کیسل ملکہ کی ذاتی ملکیت ہے۔ کئی دیگر محلات بھی ہیں جن کو ملکہ اب استعمال نہیں کرتی ہیں۔ وہاں ملکہ کے رشتہ داروں اور دیگر مصاحبین کے رہائش اختیار کرلی ہے۔ مثال کے طور پر لندن کے کینگسٹن محل کے مختلف حصوں میں شہزادی مارگریٹ، ڈچس آف کینٹ اور شہزادی ایلس کی رہائش گاہیں ہیں۔ سب سے زیادہ شاہی رہائش گاہیں سینٹ جیمز کے قدیم محل میں واقع ہیں۔ ملکہ ایلزبتھ کی والدہ کلیرنس ہاؤس میں رہتی ہیں جہاں ملکہ نے اپنی ازدواجی زندگی کی ابتدا کی تھی۔ مارک ہاؤس ڈیوک و ڈچس آف گلوسٹر کی قیام گاہ ہے۔ یہ سب سینٹ جیمز محل ہی کے حصے ہیں دیگر شاہی محلات میں ٹاور آف لندن (جو تلعہ، رہائش گاہ اور جیل خانہ کے طور پر استعمال ہوتا رہا ہے) اور ہیمپٹن کورٹ (ٹیوڈر بادشاہوں کا محل جسے کارڈینل ولزے نے تعمیر کرایا تھا اور جس میں بعد میں شاہ ہنری ہشتم نے رہائش اختیار کرلی تھی) شامل ہیں
ملکہ ایلزبتھ دوئم زیادہ تر بکنگھم محل میں رہتی ہیں

اسے سنہ ۱۸۱۹ء میں تعمیر کیا گیا تھا ملکہ وکٹوریہ نے جب وہ اٹھارہ برس کی تھیں اسے پہلی بار رہائش گاہ کے طور پر استعمال کیا تھا۔ یہ محل تقریباً (۶۰۰) کمروں پر مشتمل ہے اس کا سب سے بڑا کمرہ ۱۲۳ فٹ لمبا، ۶۰ فٹ چوڑا اور ۴۵ فٹ اونچا ہے سنہ ۱۹۱۱ء میں ہندوستان میں منعقد کیے گئے شاہی دربار کا ریشمی شامیانہ اسی کمرہ میں شاہی تخت کے اوپر لگا ہوا ہے
ملکہ معظمہ کے نسبتاً چھوٹے اور پرائیویٹ کمرے محل کے شمالی حصہ میں واقع ہیں اور ان کے نیچے کامن ویلتھ سربراہ (یعنی ملکہ) کے دفاتر ہیں۔

رومانی محل

ونڈسر کیسل جسے ممتاز روزنامچہ نویس سیموئیل پیپس نے دنیا کے سب سے رومانی محل کا نام دیا تھا، دریائے ٹیمز کے کنارے پر واقع ہے اس کی تعمیر ولیم فاتح نے شروع کی تھی ... ملکہ ایلزبتھ نے اپنا بیشتر وقت ونڈسر کیسل میں گزارا تھا۔ آجکل وہ عموماً ختم ہفتہ (سنیچر اور اتوار) گزارنے کے لئے وہاں جاتی ہیں۔

دیہی رہائش گاہ

سینڈرنگھم ملکہ کی دیہی رہائش گاہ ہے ... شاہ ایڈورڈ ہفتم جو ... پرنس آف ویلز تھے) کے لئے خریدا گیا تھا شاہی خاندان کرسمس کی تعطیلات سینڈرنگھم ہاؤس میں گزارتا ہے اور ملکہ اپنا کرسمس پیغام اسی رہائش گاہ سے نشر کرتی ہیں
موسم گرما کی تعطیلات ملکہ بلمورل کیسل میں گزارتی ہیں یہ محل شمال مشرقی اسکاٹ لینڈ میں ڈی سائڈ نامی ایک بلند وادی میں واقع ہے۔ موسم گرما میں متعدد سیاح اس علاقہ میں جاتے ہیں اور جب ملکہ ہر اتوار کو کرتھی چرچ جاتی ہیں تو وہ گرجا گھر کے باہر جمع ہو جاتے ہیں
ڈی سائڈ ملکہ وکٹوریہ کی دریافت تھی اور اس کیسل کی تعمیر انہی کی خواہش کے مطابق ہوئی تھی ملکہ اور انکے خاندان کو یہ جگہ بہت پسند ہے۔

قطعہ

بہر لغت مرد شایق آمدہ
گفت این بادبہاری یاسمن

درس دادہ نیز خالق آمدہ
درگلستان ہم شقایق آمدہ

مجلس فاتحہ چہلم

ڈاکٹر مرزا احسن علی بیگ فرزند مولوی مرزا عباس علی بیگ صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ ان کے جد بزرگوار مولوی میرزا محمد علی بیگ صاحب مؤلف ناظم جنگلات کی مجلس فاتحہ چہلم ۱۱ شعبان ۱۴۱۱ھ بروز پنجشنبہ ۱۱ بجے صبح بمقام عباس باغ گڈی انارم سرور نگر میں مقرر ہے۔ مولوی میرزا محمد علی بیگ صاحب مرحوم کا تعلق حیدرآباد کے مشہور و معروف و قدیم خاندان سے تھا۔ آپ نواب نصیر الملک جاگیردار نصر اللہ آباد اور میر فتح علی خاں جاگیردار لندن پلی کے قائم مقام تھے آپ کے والد مولوی میرزا حیدر علی بیگ صاحب سنفداران شاہی میں شامل تھے۔ آپ نے آکسفورڈ یونیورسٹی میں جنگلات کی تعلیم حاصل فرمائی تھی اور عملی تجربہ کے لئے جرمن، فرانس، سوئٹزرلینڈ اور ہو بجات متوسط کا دورہ فرمایا تھا۔ بدد کار ناظم جنگلات کی حیثیت سے سلک ملازمت سرکار عالی میں منسلک ہو کر ناظم جنگلات کی حیثیت سے وظیفہ حسن خدمت پیکمیل ہوتے آپ نے اپنی اعلیٰ قابلیت سے سررشتہ جنگلات میں باقاعدہ کام رائج فرمایا۔ چراگاہوں کے لئے خاص رقبے مختص فرمائے ملک کے اکثر جنگلاتی مقامات پر آرد کشی کے ملز قائم فرمائے، صحراؤں میں سڑکیں تعمیر کروائیں، باولیاں کھدوائیں، مبرا ہیں اور ڈاک بنگلے بنوائے۔ مخصوص علاقوں کے جنگلی قبائل کو ایک جگہ لینے اور کاشت کرنے کی تعلیم و ترغیب دی جنگلات کے اصول بکار کو جز آیکم، دوربینی و فراست اور انتظامی قابلیت پر مبنی تھے ممالک محروسہ سرکار عالی میں رائج فرمایا۔ آپ نہایت خوش خلق، ملنسار اور ملک و مالک کے خیر خواہ حاکم تھے۔ مرحوم کے اکلوتے فرزند مرزا عباس علی بیگ صاحب بیرسٹر تھے جو عین عنفوان شباب میں مرحوم کے عین حیات دو فرزند چھوڑ کر راہی ملک جاودانی ہوئے۔ مرحوم نے ان فرزندوں کی تعلیم و تربیت فرمائی۔ فرزند کلاں مرزا محسن علی بیگ ایم۔ بی۔ بی۔ ایس کی اور فرزند دوم مرزا احسن علی بیگ بی۔ ای کی تکمیل کر رہے ہیں مرحوم کے دونوں لائق پوترے اعلیٰ تعلیم کیلئے انگلستان کا ارادہ رکھتے ہیں۔ مرحوم کے نبیرہ کلاں کی ولادت لندن میں ہوئی ہے راقم الحروف کو مرحوم سے نیاز حاصل تھا اخبار شیراز کا مرحوم دلچسپی سے مطالعہ کیا کرتے تھے۔ خدا مرحوم کو غریق رحمت کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے ذیل کا تاریخی قطعہ راقم الحروف حسبِ تاثرات قلبی کو نشان نذر کرتا ہے

عاشق مولا علی ناظم جنگلات ملک — راہی ملک بقا زینت خلد شدہ
سال وفاتش بگو ہم عصر کا مقام این — میرزا محمد علی داخل جنت شدہ

(۸۰ سر ۱۴)

ہربرٹ سٹرز!

نوع انسانی کی امداد کیلئے رضاکارانہ ٹیکس

ٹیکس! مثل ہے کہ موت اور ٹیکس سے زیادہ یقینی شے کوئی نہیں۔ اور یہ بھی یقینی ہے کہ جب ہم سے بن پڑتا ہے تو ہم اُن سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جہاں تک میرا تعلق ہے میں نے کبھی نہیں سوچا کہ کبھی ایسا دن بھی آئے گا جب میں رضاکارانہ طور پر ایسے ٹیکس ادا کروں گا جن کا مجھ سے مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔ لیکن میں کچھ ایسا ہی کر رہا ہوں اور یہ نہ صرف بے تکلیف کام ہے بلکہ یہ ایک ایسا اعلیٰ ترین احساس بھی ہے جو مجھے اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا۔ یہ احساس بالکل خاموشی سے میرے دل میں پیدا ہوا۔ "نیویارک ٹائمز" کے ایک چھوٹے سے مضمون سے مجھے پتہ چلا کہ میرے وطن مالوف پرسٹن (نیوجرسی) میں چند ایسے لوگ ہیں جنہوں نے رضاکارانہ طور پر اپنے آپ پر اپنی سالانہ آمدنی کا ایک فیصد ٹیکس لگا رکھا ہے۔ اور وہ یہ رقم اتحادی سبھا کو بھیج رہے ہیں —

"اتحادی سبھا نوع انسانی کی واحد امید ہے اور میں اس پر یقین کرتا ہوں"۔ چنانچہ جونہی میں نے اتحادی سبھا کے لئے اپنے آپ پر ٹیکس لگانے کے بارے میں پڑھا تو میں نے محسوس کیا کہ یہ تجویز بہت اچھی ہے۔ میں بھی اپنے آپ پر ٹیکس لگاؤں گا۔ مجھے جلد معلوم ہو گیا کہ دوسرے شہروں میں بھی مرد اور عورتیں اسی مقصد کے لئے اپنے آپ پر ٹیکس لگا رہی ہیں۔ ان شہروں کے نام ہیں۔ اربنا کیمپین (الی نوائس) پالو آلٹو (کیلی فورنیا)۔ سیئٹل (واشنگٹن) کیل گاری (کینیڈا) چند ہفتے پہلے کی بات ہے، میں نیویارک شہر میں اپنے ایک دوست کے ساتھ چائے پی رہا تھا۔ لوئیس شوئیٹزر ایک ایسے شخص ہیں جو عالمی قانون کے اصولوں میں گہرا یقین رکھتے ہیں۔ وہ اپنے عقیدوں پر بھی عمل کرتے ہیں۔ میں نے انہیں ان مرد اور عورتوں کے متعلق بتایا جنہوں نے اپنے آپ پر ٹیکس لگا رکھا ہے۔ اور جو اتحادی سبھا کے متعلق ٹیکس کے عالمی سسٹم کا ایک ذہنی تصور کرتے ہیں۔ شوئیٹزر کو یہ سن کر انتہائی خوشی ہوئی۔ انہوں نے بتایا کہ "یہ ایک بہت اچھی تجویز ہے ہمیں مغرور نہیں ہونا چاہیئے۔ ہر ایک کو اس کے بارے میں اطلاع ملنی چاہیئے"۔ انہوں نے "نیویارک ٹائمز" میں پورے صفحے کا ایک اشتہار دیا جس میں انہوں نے لوگوں کو کوئی ترغیب نہیں دی۔ اور نہ ہی کوئی بامعنی دعویٰ کیا۔ اس مقصد کے لئے کوئی تنظیم بھی نہیں جس میں کوئی شمولیت کر سکے اور نہ ہی کوئی واجب الادا ٹیکس تھے۔ جنہیں ادا کرنا ضروری تھا۔ شوئیٹزر کے اشتہار میں لوگوں کو محض یہ بتایا گیا کہ لوگ کیا کر رہے ہیں۔ اشتہار میں جزوی طور پر کہا گیا تھا کہ

"اگر آپ میری طرح یقین کریں کہ دنیا کے مستقبل کا انحصار اتحادی سبھا کی سرگرمیوں پر ہے اور کہ اتحادی سبھا کو تقویت دینا امن کے مواقع کو تقویت دینا ہے تو شاید آپ اور آپ کے دوست اور پڑوسی اپنے آپ پر ٹیکس لگانے کے لئے ایسے ہی گروپ بنائیں۔ جس طرح ان لوگوں نے بنائے ہیں"۔ یہاں تو ان لوگوں نے اپنے آپ پر جو ٹیکس لگایا ہوا ہے اسے وہ اتحادی سبھا کے سیکرٹری جنرل کے پاس بھیج دیتے ہیں۔ جنہیں اس رقم کو ان تین پروگراموں میں خرچ کرنے کا اختیار ہے۔ (۱) ٹیکنیکل امداد کا پروگرام جس کے تحت تربیت یافتہ اشخاص ترقی پذیر ملکوں میں بھیجے جاتے ہیں۔ (۲) خصوصی فنڈ جو بڑے منصوبوں پر زور دیتا ہے تاکہ قدرتی اور انسانی وسائل کی دریافت و ترقی کے لئے کم آمدنی والے ملکوں کی امداد کی جا سکے۔ (۳) بچوں کی بہبودی کا فنڈ جس کا مقصد بچوں اور ماؤں کے لئے صحت، تعلیم اور بہبودی سے متعلق منصوبوں کی تکمیل میں حکومتوں کی امداد کرنا ہے۔ یہ بات اہم ہے کہ مسٹر شوئیٹزر نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ اشتہار کی قیمت کو ٹیکس میں سے وضع کیا جائے۔ اگر وہ ایسا کرتے تو دراصل حکومت امریکہ کو اس کا کچھ خرچہ ادا کرنا پڑتا۔ شوئیٹزر کی نگاہ میں ایسا کرنا ٹھیک نہیں ہوگا۔ "ہم میں سے جو لوگ اپنے آپ پر لگائے ہوئے ٹیکس کے روپیہ کو اسی روشنی میں دیکھتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ اتحادی سبھا کے متعلق یہ ٹیکس اختیاری رضاکارانہ ٹیکس ہو۔ اور ہمارے ملک کو کوئی بوجھ برداشت نہ کرنا پڑے"۔ شوئیٹزر کے اشتہار سے خاصی دلچسپی پیدا ہوئی جو [illegible] ۱۹۶۱ء کو شائع ہوا تھا۔ اس کے بعد [illegible]

کے بیشتر حصوں کے افراد نے اپنی آمدنی کا ایک فیصد اتحادی سبھا کو بھیجنا شروع کر دیا ہے۔ مقامی کالجوں کے طلباء نے اپنے چندے بھیجنے کے لئے اپنے گروپ بنائے ہیں۔ حتیٰ کہ الی نوئس کے کم عمر طلباء نے بھی اپنے جیبوں اور لنچ وقت کی حقیر کمائی کا ایک فیصد بھیجنا شروع کیا ہے۔ وہ دن آ سکتا ہے جب ہم سب اتحادی سبھا کو ٹیکس دیں گے۔ ہم میں سے جو لوگ اپنے آپ ٹیکس دے رہے ہیں وہ محسوس کرتے ہیں کہ ہمارے پاس انتظار کرنے کی گنجائش نہیں۔ اپنے آپ پر ٹیکس لگا کر ہم اپنی آمادگی کا اظہار کرتے ہیں کہ اتحادی سبھا ہم پر ٹیکس لگائے۔ اس سے ہمارا یہ عقیدہ ظاہر ہوتا ہے کہ نوع انسانی کی بہترین — اور شاید آخری امید اتحادی سبھا ہی ہے۔

وثائق منظوری

منرل کنسیشن رولس بابت ۱۹۴۹ء کے مطابق وثائق منظوری (سرٹیفکٹس آف اپروول) کے درخواست گزاروں سے جدید وثائق منظوری کے لئے (۱۰) روپے کی فیس درخواست اور وثائق کی منظوری کی تجویز کے لئے (۵۰) روپے وصول کئے جا رہے تھے۔ لیکن یہ صورت حال ۲۶ نومبر ۱۹۶۰ء سے منرل کنسیشن رولس بابت ۱۹۶۰ء کے نفاذ کے نتیجے میں بدل گئی ہے۔ ان قواعد کے نافذ ہونے کے نتیجے میں منرل کنسیشن رولس بابت ۱۹۴۹ء منسوخ ہو گئے ہیں۔ منرل کنسیشن رولس بابت ۱۹۶۰ء کے مطابق جنہیں حکومت ہند مائنز اینڈ منرلس (ریگولیشن اینڈ ڈیولپمنٹ) ایکٹ بابت ۱۹۵۷ء کے تحت مرتب کیا ہے۔ جدید وثائق منظوری کی فیس درخواست کی بابت (۵۰۰) روپے اور وثیقہ منظوری کی تجدید کی درخواست کے لئے (۲۵۰) روپے کی فیس اکٹھی کی جائے گی۔ اگر کسی شخص نے منرل کنسیشن رولس بابت ۱۹۶۰ء کے آغاز سے قبل یعنی ۲۶ نومبر ۱۹۶۰ء سے قبل ریاستی حکومت کے پاس جدید وثیقہ منظوری کے لئے درخواست دی تھی تو وہ اس آغاز کی تاریخ سے (۶۰) یوم کے اندر یا تو اپنی ادا شدہ فیس کی رقم واپس طلب کر سکتا ہے یا مدت مذکورہ کے اندر وہ منرل کنسیشن رولس بابت ۱۹۶۰ء کے تحت واجب الادا کی رقم اور اس نے جو فیس ادا کی ہے اس کے درمیان اختلافی رقم ادا کر کے ریاستی حکومت سے وثیقہ منظوری حاصل کر سکتا ہے۔ اسی طرح وثیقہ منظوری کی تجدید کی صورت میں وثیقہ منظوری کی تجدید اس وقت تک عمل میں نہ آئے گی جب تک کہ منرل کنسیشن رولس بابت ۱۹۶۰ء کے تحت واجب الادا فیس کی رقم اور اس نے جو فیس ادا کی ہے اس کے درمیان کی اختلافی رقم ایسے آغاز کی تاریخ سے (۳۰) یوم کے اندر ادا نہ کر دی جائے۔ اگر منرل کنسیشن رولس بابت ۱۹۶۰ء کے تحت تجویز کی درخواست منظور نہ کی گئی تو درخواست گزار نے منرل کنسیشن رولس بابت ۱۹۴۹ء کے مطابق جو فیس ادا کی ہو وہ اسے واپس کر دی جائے گی۔ منرل کنسیشن رولس بابت ۱۹۴۹ء کے مطابق وثیقہ منظوری کی تجدید کی جا سکتی ہے اگر تجدید کی درخواست وثیقہ کی مدت گزر جانے کی تاریخ سے (۳) مہینے کے اندر وصول ہو۔ لیکن منرل کنسیشن رولس بابت ۱۹۶۰ء کے تحت وثائق منظوری کی تجدید کی درخواستیں داخل کرنے کے لئے ایسی کوئی مدت مہلت نہیں دی جائے گی۔ اب ایسی درخواستیں وثیقے کی تاریخ گزر جانے کی تاریخ سے پہلے ہی پیش کی جائیں۔

"منرل کنسیشن رولس بابت ۱۹۶۰ء کے تحت پراسپکٹنگ لائسنسوں اور مائننگ لیز کی درخواست کی فیس"۔

منرل کنسیشن رولس بابت ۱۹۴۹ء کے مطابق پراسپکٹنگ لائسنس کے لئے درخواست کی فیس پہلے مربع میل کے لئے (۵۰) روپے اور ہر زائد مربع میل یا اس کے جزو کے لئے (۱۰) روپیہ تھی لیکن ۲۶ نومبر ۱۹۶۰ء سے منرل کنسیشن رولس بابت ۱۹۶۰ء کے نافذ ہونے کے نتیجے میں اس میں بھی تبدیلی عمل میں آئی ہے۔ منرل کنسیشن رولس بابت ۱۹۶۰ء کے تحت پراسپکٹنگ لائسنس کے لئے درخواست کی فیس پہلے مربع کیلو میٹر یا جزو کے لئے (۲۰) روپے اور ہر زائد مربع کیلو میٹر جزو کے لئے (۴) روپے ہے۔ البتہ مائننگ لیز کے لئے درخواست کی فیس میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی ہے۔ جو منرل کنسیشن رولس بابت ۱۹۶۰ء کے تحت بھی (۲۰۰) روپے ہی ہو گی۔ یہ صورت حال تمام متعلقہ افراد کے علم و اطلاع میں لائی جاتی ہے۔ (اطلاعات)

دُنیائے سیاست کی سب سے بڑی شخصیت

برطانیۂ عظمیٰ کی ملکہ ہر مجسٹی ملکہ الزبیتھ دوم اور کامن
ویلتھ ممالک کی سربراہ ہندوستان کے خیر سگالی
دورہ پر تشریف لائی ہیں۔ شمالی ہند کے کروڑوں
عوام ہر مجسٹی ملکہ الزبیتھ کو خوش آمدید کہنے کی مسرت
حاصل کر رہے ہیں مگر اہلِ حیدرآباد اس مسرت سے
محروم ہیں۔ ہمارے خیال میں ہر مجسٹی کا یہ خیر سگالی دورہ
اس وقت تک مکمل نہ سمجھا جائے گا تا وقتیکہ وہ
عروس البلاد ہند حیدرآباد کا دورہ نہ فرمائیں گی

گلشن اطفال



حکومت

از سیدہ طاہرہ بیگم

بچو! حکومت کے معنے انسانوں پر اپنا حکم چلانا، جبر و تشدد کیا تو اپنی بات منوانا یا اپنا اقتدار جتانا نہیں بلکہ حکومت کے معنے بلا لحاظ مذہب و ملت نوع انسان کی مخلص خدمت اور نوعِ انسانی کی بہتری و بہبودی کیلئے کام کرنا ہے چنانچہ شاعر کہتا ہے

کمزوروں کے کام آؤ یہ ہے طاقت
خدمت کرو انساں کی، حکومت ہے یہی

اور حقیقت یہ ہیکہ خدمت کرنے ہی سے انسان مخدوم بنتا ہے۔ ملائے رومؒ کہتے ہیں

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد

وہی حاکم اچھا اور سچا حاکم ہے جو انسانوں پر نہیں بلکہ دلوں پر حکومت کرتا ہے وہی حکومت اچھی اور سچی حکومت ہے جسکا سکہ حدود مملکت میں نہیں بلکہ دلوں پر جاری رہتا ہے۔ بچو! حکومت کے بارے میں حضرت علی علیہ السلام کے کئی زرین اقوال ہیں جنکے نجملہ چند یہ ہیں

زرین اقوال

ڈاکٹری علاج کبھی یونانی علاج کا مقابلہ نہیں کرسکتا
(مسرسکار حق آگاہ)

۱۔ سب سے اچھا حاکم سب سے اچھا بادشاہ وہ ہے جو اپنی زندگانی میں لوگوں کو خوش رکھے اور تمام رعیت میں عدل و انصاف جاری رکھے

۲۔ سب سے اچھا بادشاہ اور حاکم وہ ہے جسکے کام نیک اور جسکی نیت بخیر ہو۔

۳۔ سب سے بڑا عقلمند بادشاہ اور حاکم وہ ہے جو اپنی ذات پر رعیت کے حقوق ادا کرنے میں حکومت کرے

حضرت علیؓ کے آخری قول سے یہ واضح ہے کہ حکومت کے معنے رعیت پر حکم چلانا نہیں بلکہ انکے حقوق ادا کرنا ہے

بچو! دنیا میں ہزاروں ہی جابر بادشاہ، قہار حاکم اور اپنا حکم چلانیوالے آمر گزرے ہیں لیکن آج دنیا ان حاکموں کو اچھے نام سے یاد نہیں کرتی دنیا صرف انہی حاکموں اور بادشاہوں کو اچھے نام سے یاد کرتی ہے جنھوں نے انسانی خدمت انجام دی ہے اور انسان کی بھلائی اور بہتری کیلئے کام انجام دیے ہیں

بچو! ہمارے سرکار اعلیحضرت حضور نظام بھی ایک اچھے بادشاہ اور سچے حکمران رہے ہیں آپ نے انسانوں پر نہیں بلکہ ان کے دلوں پر حکومت کی ہے آپکا دور خوشحالی اور فارغ البالی کا دور تھا آپنے اپنے دور حکمرانی میں اپنی عزیز رعایا پر حکومت نہیں بلکہ انکی خدمت کی ہے بلا لحاظ مذہب و ملت آپنے نوع انسانی کی بھلائی اور بہبودی کیلئے ہزاروں کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں

بچو! تم بھی بڑے ہوکر نوع انسانی کی خدمت کرنا اپنا شعار بناؤ تاکہ تم خدمت سے مخدوم بنسکو ملائے رومؒ کا یہ مصرعہ ہمیشہ یاد رکھو

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد

یہ سائنس کی دُنیا

صنعت و زراعت کی ترقی میں آئی سو ٹوپوں کا حصہ

امریکی ایٹمی توانائی کمیشن کے آئی سوٹوپوں کے شعبے کے ڈائرکٹر پال۔ سی ایمبرسولڈ نے میکانکی انجینئروں کی امریکی سوسائٹی کی سالانہ کانفرنس میں بتایا کہ ریڈیو آئی سوٹوپ درحقیقت ہر لحاظ سے ایٹمی توانائی کی کامیاب داستان بیان کرتے ہیں۔ وسیع پیمانے پر آئی سوٹوپوں کے استعمال، انہیں استعمال کرنے والوں اور ان سے مستفید ہونے والوں کی تعداد اور منافع بخش نتائج اس کی تصدیق کرتے ہیں انہوں نے بتایا کہ آج آئی سوٹوپ انسانی ہڈیوں کو جوڑنے سے لیکر پائپ لائن میں پٹرول کا پتہ لگانے تک مختلف مقاصد کے لئے استعمال ہو رہے ہیں۔ ان کے وسیع استعمالات کے باعث کارخانہ داروں اور صارفین کے روپیہ کی بڑی بچت ہوئی ہے۔ تابکاری آئی سوٹوپوں کے ذریعہ انجنوں یا دوسری چیزوں کے گھس گھساؤ کے متعلق چند گھنٹوں میں ہی ایسی معلومات حاصل ہو جاتی ہیں جو کسی دوسرے ذریعہ سے مہینوں میں بھی نہیں مل سکتیں۔ انہوں نے ایک ریل کمپنی کی مثال دی جس نے تابکار آئی سوٹوپوں کے تجربوں کے ذریعہ یہ ثابت کر کے کہ ارزان ایندھن کفایتی طور پر ریلوے انجنوں میں استعمال کیا جا سکتا ہے گذشتہ برسوں کے مقابلے میں (۱) کروڑ (۰۴) لاکھ ڈالر کی بچت کی۔ انہوں نے مشینری میں نقائص کا پتہ لگانے، گھڑی کے ڈائلوں کو منور کرنے اور دوسرے بہت سے کاموں میں آئی سوٹوپوں کے بڑھتے ہوئے استعمال کا بھی ذکر کیا۔

شمسی توانائی اور اسکا استعمال

بیلوٹ انجینئرنگ ایسوسی ایشن فونیکس، ایریزونا کے صدر جان آئی بیلوٹ جو امریکہ کے شمسی توانائی کے صف اول کے ماہرین نے بھی مذکورہ کانفرنس میں تقریر کی اور بتایا کہ خلائی تحقیق میں انسان کو جو کامیابی ہوئی ہے۔ اس سے اس کی توجہ شمسی توانائی پر قابو پانے کی جانب مبذول ہو گئی ہے تاکہ روزمرہ کے زیادہ عملی مقاصد کے لئے استعمال کیا جا سکے۔ امریکہ کے مصنوعی سیارہ ٹائروس اوّل میں ونیز ار سیلی کون سیل کی جو بیٹری کامیابی سے استعمال کی گئی تھی انہوں نے اسے شمسی توانائی کے استعمال میں ۱۹۶۰ء کا اہم ترین حصہ قرار دیا۔ انہوں نے بتایا کہ امریکی مصنوعی سیارہ وینگارڈ اوّل جو مارچ ۱۹۵۸ء میں مدار میں داخل کیا گیا تھا ابھی تک اپنی چار سیل کی بیٹری سے پیغامات نشر کر رہا ہے۔ سورج کی طاقت سے کام کرنے والی بیٹریوں کے اس کامیاب استعمال سے شمسی توانائی پر قابو پانے میں سائنسدانوں کی دلچسپی بڑھ گئی ہے تاکہ اسے عام گھریلو کاموں کے لئے استعمال کیا جا سکے۔ ان مصنوعی سیاروں سے پہلے شمسی توانائی کے بارے میں صرف چند یونیورسٹیاں ہی تحقیق کرتی تھیں۔ لیکن آج سینکڑوں سائنسی لیبارٹریاں اور حکومت امریکہ یہ کام انجام دے رہی ہے۔ اب تک جو نتائج بر آمد ہوئے ہیں وہ نہایت پر امید ہیں۔ گو اس مرحلے پر شمسی توانائی مروجہ بجلی کے مقابلے میں بہت مہنگی ہے۔

زمین کا واضح محل وقوع اور مصنوعی سیارے

امریکی انجینئروں کی کور کے صدر لیفٹیننٹ جنرل ایمرسن سی ایشنر نے حال میں امریکہ کی نیشنل راکٹ سوسائٹی کی ایک میٹنگ میں بتایا کہ سائنسی مصنوعی سیارے زمین کی صورت اور زیادہ واضح محل وقوع کے متعلق زیادہ صحیح معلومات فراہم کر رہے ہیں۔ مسٹر ایشنر نے بتایا کہ انجینئروں نے بحری فوج کے مصنوعی سیارہ وینگارڈ اوّل کو بحر اٹلانٹک کے متعدد دور افتادہ جزیروں کی ترتیب کا پتہ لگانے کے لئے استعمال کیا ہے۔ اس سے بہت سی غلطیوں کا پتہ چلا جنہیں ٹھیک کر دیا گیا۔ مسٹر ایشنر نے مزید کہا کہ زمین کی پیمائش کے متعلق سروے کے لئے مصنوعی سیاروں کی بڑی اہمیت ہے۔ خصوصاً منزلوں کی رہنمائی کرنے والے صحیح سسٹموں کی تیاری کے لئے وہ بھاری اہمیت رکھتے ہیں۔ ان سسٹموں کی بدولت منزل کو سینکڑوں میل کی دوری پر صحت سے پہنچایا جا سکتا ہے ذرا سا بھی فرق لمبے فاصلے پر ایک بڑی غلطی ثابت ہو سکتا ہے۔

سمندری تحقیق کے لئے تیرتی ہوئی لیباریٹریاں

امریکی بحری فوج نے ۴۵۰۹۴۱۱ ڈالر کی لاگت سے وسیع سمندری تحقیق و مطالعہ کے لئے دو تیرتی ہوئی لیباریٹریاں بنانے کا حکم دیا ہے۔ سامان سمیت ہر جہاز کا وزن ۳۰۰ ٹن اور لمبائی ۲۰۸ فٹ ہوگی تیرتی ہوئی لیباریٹریاں آواز کی سرایت اور سائنسی اور بحری آلات پر سمندر کے اثرات کا مطالعہ کریں گی اور سمندر کے نیچے نگرانی کے سسٹم میں بہتری پیدا کرنے کے لئے معلومات فراہم کریں گی۔

مصنوعی سیاروں کے ذریعہ پیغام رسانی اور اخبارات

حاذ ایلکٹرانکس انکارپوریٹڈ کے ایک افسر نے پیش گوئی کی ہے کہ سنہ ۱۹۶۲ء تک ایک مصنوعی سیارے کے پیغام رسانی سسٹم کی بدولت امریکہ میں چھپے ہوئے سبھی اخبار کو منٹوں کے اندر ہی دنیا کے کسی بھی حصے میں دوبارہ چھاپا جاسکے گا۔ افسر مذکور نے بتایا کہ ایک نئے سسٹم سے جس پر اب کام ہو رہا ہے۔ ۹۰ صفحوں کا اخبار ۴ منٹ کے اندر اپنی منزل مقصود پر تیار ہو کر پہنچ جائے گا۔

سرطان کی تحقیق!

امریکہ میں ایک ایسا طریقہ دریافت ہوا ہے جس سے سرطان کش تابکار مادے کو جسم کے ایسے حصوں میں داخل کرنا ممکن ہوگیا ہے جہاں مروجہ ذرائع سے اس کا پہنچنا ممکن نہیں ہوتا۔ سنسناٹی (اوہائیو) میں شمالی امریکہ کی ریڈیالوجیکل سوسائٹی کی میٹنگ میں اس طریقے پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس طریقے کو عمل میں لاکر ڈاکٹر زبان کے عقب میں پھیپھڑوں کی جڑوں میں اور جسم کے دوسرے عضلوں میں تابکار مادے کی بڑی بڑی ڈوزیں (خوراکیں) پہنچاتے ہیں۔ وہ تابکار مادہ (ریڈیم) پلاسٹک کی نلی اور کچھ کھلی سوئیوں میں بھر کر جسم میں داخل کرتے ہیں جس سے تابکار مادہ جسم کے متاثرہ حصے تک پہنچ جاتا ہے۔

ماہِ شعبان کی فضیلت

از محترمہ سعید النساء صاحبہ اثیمہ بنت مولوی محمد امداد علی صاحب انصاری مرحوم

کتب احادیث میں ماہ شعبان کے بیشمار فضائل و حسنات مرقوم ہیں۔ یہ ایسا مقدس مہینہ ہے کہ جس کی خیر و برکت اور سعادت سے ہم روح ایمان و عمل حاصل کر سکتے ہیں۔ سب سے بڑی فضیلت اس مہینہ کی یہ ہے کہ اس کو سرکار دو عالم نے اپنا مہینہ فرمایا ہے۔ اس کی فضیلت و برتری کا وہی لوگ اندازہ لگا سکتے ہیں جو حب رسول و اتباع رسول کا سچا جذبہ رکھتے ہیں۔

سرور کائنات نے ارشاد فرمایا کہ رجب اور رمضان کے درمیان شعبان ایسا مبارک مہینہ ہے کہ جس کی فضیلت سے اکثر لوگ غافل ہیں اس ماہ میں خاص طور سے بندوں کے اعمال بارگاہ کبریا میں پیش کئے جاتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ایسی حالت میں پیش کئے جائیں جبکہ وہ روزہ دار ہوں ماہ شعبان کے روزوں کو رمضان سے ملانا فضیلت ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ پندرھویں شب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اس طرح خطاب فرماتا ہے۔ کوئی مغفرت مانگنے والا بندہ ہے، کہ اس کے گناہ بخشے جائیں۔ اور ہے کوئی مصیبت زدہ بندہ کہ اس کو صحت و عافیت مرحمت ہو۔ اس شب میں کثرت سے توبہ و استغفار کرنا چاہئے۔ رات عبادت میں گزاریں اور دن میں روزہ رکھیں، کلام مجید کی تلاوت نماز و درود شریف کے پڑھنے کی بیحد فضیلت آئی ہے۔

الغرض یہ مبارک شب گنہگاروں کے لئے مژدہ مغفرت ہے۔ یہ شب، شب برات اس لئے کہلاتی ہے کہ اس میں گناہ معاف ہوتے ہیں۔ مرنے والوں کے نام لکھے جاتے ہیں۔ رزق اور صحت و عافیت کی تقسیم ہوتی ہے دریائے کرم جوش پر رہتا ہے۔ دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ سب سے بڑھ کر فائز المرامی یہ ہے کہ سابقہ گناہوں کی مغفرت کے علاوہ بہت کچھ حاصل ہو جاتا ہے یہ ملنے والوں کو اتنا مل جاتا ہے جو انسانی حوصلوں کی وسعت سے کہیں زیادہ ہوتا جو نیک مرد اور نیک بی بیاں ہیں وہ اس مقدس رات یاد الٰہی میں مشغول رہنے کو مایۂ سعادت باعث خیر و برکت سمجھتے ہیں۔ اور اپنے اقرباء کے ارواح کو ایصال ثواب سے محروم نہیں رکھتے۔ بدبخت ہیں وہ لوگ جو اس رحمت و مغفرت سے دور رہتے ہیں۔ اور بدقسمت ہیں وہ مسلمان جو اپنی گراں مایہ ہستی کی فرحتوں کو نیک اعمال میں صرف کرنے کے بجائے منہیات میں ضائع کرتے ہیں۔ جتنی دلچسپی اور دولت کا جس قدر اسراف آتش بازی میں ہوتا ہے اتنا اگر اعمال میں کیا جائے تو مسلمانوں کی راتیں دن اور دن عیدیں بن جائیں

آتش بازی سے بغیر نقصان کے کسی قسم کا فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ آتش بازی کا شوق ہماری قوم کو اقتصادی طور پر ہر سال تباہ کرتا ہے۔ بظاہر یہ خیال ہوتا ہے کہ چند آنے پٹاخوں پر صرف ہوں تو کیا قباحت ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ چند آنے جمع ہو کر ہزاروں روپیہ مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل جاتے ہیں اور بیجا اسراف بجالے مرتکب ہو کر شیطان کے بھائی بن جاتے ہیں۔ ایسے نقصان مایہ دیگر شماتت ہمسایہ کوئی مفاد نظر نہیں آتا۔

آتش بازی کی رقم کو قومی کاروبار میں صرف کریں تو تھوڑے عرصہ میں قوم کی حالت سدھر جائے گی۔ دولت اس لئے نہیں دی گئی ہے کہ اس کو بیجا مصرف میں خرچ کی جائے۔

شیراز اہل حق کا ترجمان اور صاحبان ذوق کا اخبار ہے

بزم سعدی کا چودھواں اجلاس

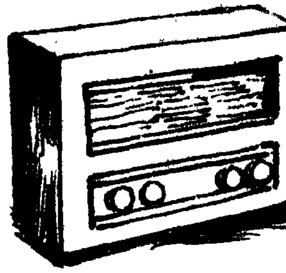
ہندوستان کے مشہور شاعر پنڈت تلوک چند محروم نے صدارت کی

حیدرآباد ۔۔۔ ۱۸ جنوری ۔ رات کے ۹ بجے بزم سعدی کا چودھواں اجلاس ہندوستان کے مشہور شاعر پنڈت تلوک چند محروم کی صدارت میں منجانب ڈاکٹر نواب میر طاہر علیخاں صاحب سلمہ منعقد ہوا ۔ مس زیب النسا رحیدر متعلم کلیہ نات جامعہ عثمانیہ نے عمر خیام نیشاپوری کی رباعیات پر اپنا مقالہ سنایا ۔ فارسی طرحی مشاعرہ کیلئے پاکستان کے ممتاز شعرا جناب رئیس امروہوی جناب حسنین کاظمی شاد ۔ آقای ناصح رضوی اور ڈاکٹر گل محمد بلوچ نے طرحی غزلیں روانہ کی تھیں جو بیحد پسند کی گئیں ۔ حیدرآباد کے شعراء میں علامہ ڈاکٹر مسلم علامہ حیرت بدایونی ۔ جناب قدر عریضی ۔ جناب سید حامد بن شبیر ۔ جناب برق موسوی جناب خسرو قادری ، پروفیسر حمید الدین شاہد ۔ محترمہ بانو طاہرہ سعید ۔ جناب حیدر شمسی جناب ذکائی صاحب ۔ نواب یسین علیخاں ۔ جناب شفیق سنجر ۔ جناب قمر ساحری اور صدر اجلاس پنڈت تلوک چند محروم نے اپنا کلام سنایا جو بیحد پسند کیا گیا ۔ جناب قدر عریضی کا کلام حاصل مشاعرہ رہا ۔ دوسرے دور میں ڈاکٹر کمال اور سید صمصام شیرازی نے اپنا کلام سنایا جناب ابن احمد تاب نے اپنا اور ڈاکٹر مسلم کا اردو کلام ترنم کے ساتھ سنایا ۔ سامعین میں قابل ذکر مولوی میر بانر علی صاحب بی ۔ اے ایل ایل بی ایڈوکیٹ ، شری گوپال راؤ مدگانا رحمتہ فیناں ، جناب اخر حسن ایم ۔ اے سابق مدیر پیام ۔ جناب دادا بھائی کاوس جی ۔ محترمہ منیرہ سکاوس جی ۔ جناب عاتق شاہ ۔ جناب سالم احمد اعجاز جی ۔ جناب مقبول احمد بیگ کے علاوہ دوسرے فارسی کا ذوق رکھنے والے صاحب شریک تھے ۔ صدر محترم نے اپنی مختصر صدارتی تقریر میں فارسی زبان کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے ہند اور ایران کی دوستی کا ذکر فرمایا اور بزم سعدی کی ضرورت اور کارکردگی کو سراہا ۔ جناب قمر ساحری معتمد بزم سعدی کے شکریہ پر یہ خوشگوار ادبی محفل رات کے ایک بجے اختتام کو پہنچی شعراء اور حاضرین کی تواضع خوش ذائقہ چائے ۔ کیک بسکٹ اور میوہ جات سے کی گئی

پنڈت تلوک چند محروم کے اعزاز میں عشائیہ

حیدرآباد ۔ ۱۸ جنوری کو ہندوستان کے ممتاز شاعر پنڈت تلوک چند محروم کے اعزاز میں بزم سعدی کی جانب سے برنداون کیفے میں عشائیہ ترتیب دیا گیا تھا جس میں حیدرآباد کے وہ فارسی گو شعراء شریک تھے جو بزم سعدی کے مشاعروں میں دلچسپی لیتے ہیں ۔ پنڈت جی نے شعراء سے ملکر اپنی غیر معمولی خوشی کا اظہار کیا اور حیدرآباد کی مہمان نوازی کو بیحد سراہا ۔

روحانی ریڈیو



ناشر :- مجذوب حیدرآبادی

یہ عنوان حضرت مجذوب حیدرآبادی کی ملکیت ہے انکے روحانی مکاشفات کے متعلق ہم کوئی رائے ظاہر کرنے کی جراءت نہیں کرسکتے ناظرین جانیں یا وہ خود۔ روحانی نشریات میں نام، مقامات اور واقعات فرضی ہوا کرتے ہیں اگر اتفاقاً مطابقت ہو جائے تو کسی اسم خاص کا قیاس نہ فرمایا جائے (ایڈیٹر)

ابکے ار نوری بیڑ بیرم روحانی نشرگاہ سے بول رہے ہیں ابھی آپ تشکیلہ بانو بھوپالی کی بنت آسمان بانو بھوپالی سے غزل سن رہے تھے جسکا ایک شعر تھا
ہم سا رسوائے خلق ہو نہ کوئی
انگلیاں اٹھ گئیں جدھر گزرے
اب جناب ستیلانی صاحب ایک مدد تقریر فرمائیں گے آپکی تقریر کا عنوان ہے :-
"صنعتی نمائش"

جناب ستیلانی صاحب :-
سامعین با تمکین !
ہماری صنعتی نمائش جو آل حیدرآباد صنعتی نمائش سے گزر کر آل انڈیا ہوچکی ہے اور جو اب چشم بد دور "آل ورلڈ" بلکہ "یونیورسل" صنعتی نمائش ہوا چاہتی ہے یعنے کہ تو انسانی مصنوعات کی نمائش ہے لیکن اس نمائش میں انسانی مصنوعات سے زیادہ قدرتی مصنوعات کی نمائش ہوا کرتی ہے ہمارے وطن عزیز کی ایسی فیشن زدہ خواتین جنکے مس انڈیا یا مس یونیورسل بننے میں صرف ایک "دم کی" یا ایک آنچ کی کسر باقی رہ گئی ہے اپنے میک اپ کی نمائش کرنے یا بالفاظ دیگر غازہ کے رنگین سنتو رخساروں اور لپ اسٹک کے احسان پذیر ہونٹوں کی بالفعل نمائش کرنے کے لئے بالالتزام نمائش میں جلوہ افروزی فرماتی ہیں جن کو دیکھکر حضرت امیر خسرو کا یہ شعر کسی قدر تبدیلی کے ساتھ زبان پر آجاتا ہے
اے نمائش گاہ عالم روئے تو
تو کجا بہر تماشا می روی
صنعتی نمائش کی ان مصنوعی پریوں کو دیکھکر ہمارے وطن فردوس چمن کے دل پھینک عاشق "آک لی کے نکڑے ہزار ہوئے کوئی یہاں گرا کوئی وہاں گرا" کے اصول پر نمائش گاہ کے اسٹال کے سامنے اپنے دل زار کے ٹکڑے بکھیرتے پھرتے ہیں۔ ہمارے ملک کے بین الاقوامی شہرت یافتہ، ہردلعزیز جناب فریاد صاحب کا

آج کل سڑکوں پر بالخصوص زنانی مدارس کے سامنے [illegible] پڑے رہتے ہیں صنعتی نمائش میں بغیر شکل اور بغیر [illegible] پڑے رہتے ہیں۔ نہیں اگر مسئلہ تناسخ کا قائل ہوتا تو [illegible] سید صاحب کے بزرگ جنم بدل کر سڑک چھاپ [illegible] کی صورت میں پیدا ہوئے ہیں کیونکہ ان کی نسل [illegible] فرہادوں اور سید صاحب کے بزرگوں میں [illegible] اور کئی دوسری باتیں مشترک ہیں

نمائش میں یوم خواتین کے دن علیحدہ مقرر کئے جانے پر لیکن اسکو کیا کیا جائے کہ "نمائش خواہ" خواتین یوم خواتین کے موقع پر نمائش دیکھنے کی بجائے عموماً اسی دن نمائش دیکھنے یا نمائش دکھانے کی کوشش کرتی ہیں جس دن یوم خواتین نہ ہو۔ اس کے برخلاف سڑک چھاپ فرہادوں کے طبقہ کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ خاص اسی دن نمائش میں داخل ہوں جس دن مردوں کا داخلہ ممنوع ہو۔ اس اعلیٰ ترین مقصد کے حصول کے لئے وہ زنانہ بھیس بدلتے ہیں، چوڑیاں پہنتے ہیں، چلہ لگا لیتے ہیں، ساڑی باندھتے ہیں اور جنس کی چال چلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن اصل، اصل ہے اور نقل، نقل۔ بالآخر پہچان لئے جاتے ہیں اور احاطہ نمائش سے اسی طرح نکالے جاتے ہیں جیسے شہد سے مکھی۔ کوئی منہ نوچتی ہے، کوئی منہ پر [illegible] چوٹی کھینچ کر جھٹک دیتی ہے، کوئی سینڈل سے سلامی اتارتی ہے اور کوئی بیگ سے منہ کو گلنار کر دیتی ہے اور ہے

یا بہ دستے دگرے دست بہ دستے دگرے

ایسے کئی واقعات اخباروں میں آ چکے ہیں کہ فلاں نام کا دل پھینک عاشق زنانہ بھیس بدل کر نمائش کے یوم خواتین میں گھس آیا اور چپلوں سے مزاج پرسی کے بعد نکال باہر کیا گیا

ہماری صنعتی نمائش میں ایک نمائش کلب بھی ہے جب مغربی ممالک میں برج کلب ہوتے ہیں تو ہمارے ملک میں نمائش کلب کے ہونے میں کیا قباحت ہے؟ ہمارے اس صنعتی نمائش کلب میں حکومت آندھرا پردیش کے عہدہ دار صنعت "بے فکری"، "لاابالی"، "صنعت [illegible]" اور "صنعت فنش" کی نمائش کرتے ہیں۔ نمائش کلب کے یہ سب ممبر نہایت عہدہ دار اور اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں جن کی علمی و ادبی مصروفیات کو دیکھ کر بے ساختہ یہ رباعی یاد آتی ہے

عبرت کی جلا قلب پہ اب تک نہ چڑھی
یاروں نے کتاب دہر اب تک نہ پڑھی
شطرنج و شراب و رنگ ہر روز شعار
تعلیم "بڑی ستین" سے آگے نہ بڑھی

ہماری آل انڈیا صنعتی نمائش میں کلب کے مستقل اسٹال کے علاوہ محکمہ جاتی اور خانگی اسٹال بھی ہیں۔ دیکھئے! یہ محکمہ اطلاعات و تعلقات عامہ کا اسٹال ہے۔ یہاں رسالہ آندھرا پردیش کی کاپیاں خودکار مشین کے ذریعہ فروخت ہوتی ہیں "دھڑ کی گڑیا لکھے سر منڈائی"۔ چار آنے کا رسالہ فروخت کرنے کے لئے ہزار ہا روپے کی مشین نصب کی گئی ہے اور طرفہ یہ کہ رسالہ کوئی خریدتا نہیں اور یہ اسٹال غالب کی زبان میں پکار کر کہہ رہا ہے

رہا آباد عالم اہل ہمت کے نہ ہونے سے

پھرتے ہیں جسقدر جام و سبو میخانہ خالی ہے

اور ہزاروں کی تعداد میں چھپے ہوئے بھی رسالے کہہ رہے ہیں سہ

این ہمہ از خط خریداران کہن خوابیدہ

دیکھئے! یہ صنعت پان کا اسٹال ہے سہ

دنیا کے پان کو یہ آپ نے بڑا کمال کیا

دنیا جو کھیں نے زمرد تو اس کو لعل کیا

صنعت پان کے ایک اور اسٹال پر لکھا ہوا ہے سہ

آتے جاتے جانتے آپ اس دوکان کا

یہ تمنا ہے کہ کھا لیں ایک بیڑہ پان کا

لوگ جوق در جوق آرہے ہیں، پان کھا رہے ہیں اور نمایش کے سارے احاطہ کو گلنار کرتے پھرتے ہیں

آہا ہا! یہ دیکھئے!! یہ "صنعت بھٹیا" کا اسٹال ہے۔ یہ ہمارے ملک کی خاص صنعت ہیں، سارے پارلر فلینٹ جمع ہیں۔ بھجیئے کھا رہے ہیں اور ملکی صنعت کو فروغ دے رہے ہیں۔ یہ مونگ پھلی کا اسٹال ہے یہ بھی ہمارے ملک کی خاص الخاص صنعت ہے، یہ نمکین چنے کا اسٹال ہے یہ بھی ہمارے ملک کی خاص صنعت ہے۔ اس اسٹال کے مالک کوئی تخفیف یافتہ سرکاری ملازم معلوم ہو رہے ہیں۔ ان اسٹال ہولڈر صاحب کو دیکھ کر بے اختیار یہ شعر یاد آتا ہے سہ

اسلاف جن کے گوہر یکتائے علم تھے

اخلاف پھر رہے ہیں چنا لئے ہوئے

اس صنعتی نمایش میں یوں تو ہر صنعت کے اسٹال موجود ہیں لیکن کہیں بھی ہمیں "صنعت رشوت" "صنعت تقلب و تصرف" اور "صنعت اقربا پروری کا اسٹال نظر نہیں آیا حالانکہ ہمارے ملک میں یہ مفید صنعتیں دن دونی اور رات چوگنی ترقی کر رہی ہیں۔ لہذا با نیان نمایش سے میری گزارش ہے کہ وہ اس جانب فوری توجہ فرما کر صنعت رشوت، صنعت تقلب و تصرف اور صنعت اقربا پروری کا ایک ایک اسٹال کم کمی کمی مستقل قایم فرمائیں تاکہ ان اسٹالوں کو دیکھ کر لوگوں کو ترغیب ہو اور لوگ دل کھول کر اس صنعت میں حصہ لے کر ملک کی صنعتی ترقی میں ہاتھ بٹا سکیں۔"

ایکسز ارنوری ہیڈ پر ہم روحانی لیڈر کا ۵ سے بول رہے ہیں ابھی آپ جناب تیبدالی کی تقریر سن رہے تھے اب ہمارے لیڈریانت کا وقت ختم ہو چکا ہے ہمیں آیندہ ہفتہ تک کے لئے اجازت دیجئے ——— جئے ہند

قائم

از سید صمصام شیرازی

فلک قائم ملک قائم زمیں قائم زمن قائم ؛ وجودِ حضرتِ قائمؑ سے ہے سارا چمن قائم

ہے قائم کرسی و لوح و قلم اور سدرہ و طوبیٰ ؛ جنان و کوثر و تسنیم اور نہرِ لبن قائم

مہ و خورشید و اختر زہرہ و مریخ سیارے ؛ تمہاری ذات سے قائم ہے یہ چرخِ کہن قائم

درِ قائمؑ پہ سجدہ ہوگا جبتک ہے جبیں باقی ؛ کریں گے مدح قائمؑ کی رہے جبتک دہن قائم

ہزاروں سال پہلے آدم و حوّا کی خلقت سے ؛ تمہارا نورِ عرشِ حق پہ تھا جلوہ فگن قائم

حدیثِ لحمک لحمی دلالت اسپہ کرتی ہے ؛ محمد مصطفیٰؐ کے تم ہو بیشک جان و تن قائم

وصیِ مصطفیٰؐ ہو عالمِ علمِ لدنی ہو ؛ امامِ عصر ہو حجت ہو اے ابنِ حسنؑ قائم

خدا کے برگزیدہ ہو رضائے حق کے مالک ہو ؛ نہاں ہو کر بھی ہو تم واقفِ سر و علن قائم

ہے تم سے التجا صمصام شیرازی کی اے مولاؑ
رہے سر پر ہمارے سایۂ شاہِ دکن قائم

یوم محمد قلی قطب شاہ

(اجلاس اوّل ۔ ۱۱ جنوری سنہ ۱۹۶۱ء)

تقریر سید الواعظین آقای سید عباس شاہ منصوری خراسانی

حاضرین محترم و صدر مکرّم!
بمناسبت اینکہ زبان مادری سلاطین قطب شاہی فارسی بودہ لہذا بہ بندہ دستور دادہ شدہ است کہ مختصراً بزبان فارسی تقریر نمایم ۔ زہی سعادت ۔ سعدی علیہ الرحمہ شاعر محبوب ایران می فرماید ؎

دولت جاوید یافت ہر کہ نکو نام زیست
کز عقبش ذکر خیر زندہ کند نام را

دولت جاوید و ثروت ابدی (Everlasting wealth) برای آن اشخاص حاصل خواہد شد کہ تمام نوع بشر آنہا را بہ ذکر خیر یاد نمایند ۔ چونکہ ما بندگان یک یزدان پاک و مخلوق یک خدائیم و او رب العالمین است و تمام ما مانند اعضاء یک تن مانند ایم

بنی آدم اعضای یک دیگر اند ۔ کہ در آفرینش ز یک جوہر اند
چو عضوی بدرد آورد روزگار ۔ دیگر عضوہا را نماند قرار
تو کز محنت دیگران بی غمی ۔ نشاید کہ نامت نہند آدمی

ما بایستی تمام نسلی و تولدی مجبوریات را صرف نظر نمودہ بہ تمام ہم جنسان خود یعنی بنی نوع انسان بہ نیکوی رفتار نمائیم و تمام افراد بشر را بلا تفرقہ و نژاد و ملت و مذہب برادران خود دانستہ و خدمت خلق و عبادت خالق را شعار خود سازیم ؎

عبادت بجز خدمت خلق نیست
بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست
از ہزاران کعبہ یک دل خوشتر است
دل بدست آور کہ حج اکبر است
کعبہ بنگاہ خلیل آزر است
دل گذرگاہ جلیل اکبر است

خصوصاً سلاطین و حکام و زمامداران مملکت کہ نمایندگان خداوندی بر خلق می باشند و بحکم السلطان العادل ظل اللہ پادشاہ عادل سایۂ یزدان است ۔ پادشاہ و حاکم بایستی فیض او عام باشد ہمان طور یکہ خداوند رب العالمین است ۔ پادشاہ ہم سایۂ رب العالمین است بایستی کہ او با تمام مخلوقات الہی بطور مساوات و برادری و عدل و داد رفتار نماید تا کہ تمام ملل و نحل بعد از فوت او را بنام نیک یاد نمایند کہ این ذکر خیر یک دولت سرمدی و حیات جاودانی (Everlasting life) برای او باقی خواہد ماند

زندہ ست نام فرخ نوشیروان بعدل
گرچہ بسی گذشت کہ نوشیروان نماند
نماند حاتم طائی و لیک تا بابد
بماند نام بلندش بہ نیکوی مشہور
قارون ہلاک شد کہ چہل خانہ گنج داشت

نوشیروان نمرد که نام نکو گذاشت

چنانچه پادشاهان قطبشاهی که محمد قلی قطب شاه همین پادشاه این سلسله می باشد. از عدل وداد خود شهرهٔ آفاق گردیدند. اولین پادشاه این خاندان سلطان قلی قطب شاه بود که در عهد سلطان محمود شاه بهمنی از همدان (ایران) از راه خلیج فارس وارد دکن شد و در شهر (بیدر) از مقربان خاص شاهی مقرر گردید و در سنه ۹۵۱ھ او را به لقب قطب الملک معزز و صوبه دار تلنگانه در دکن مقرر شد. بعد از فوت سلطان محمود بهمنی که اغلب از صوبجات آزادی حاصل کردند. سلطان قلی هم آزادی حاصل و به لقب قطب شاه ملقب گردید. این خاندان در دکن قریب (۲۰۰) سال حکومت نمودند. در سنه ۱۰۹۸ھ اورنگ زیب قلعه گولکنده را فتح نموده و سلطنت قطب شاهی را ختم نمود

محمد قلی قطب شاه

محبوب ترین پادشاهان گولکنده (محمد قلی قطب شاه) می باشد که به عمر (۱۵) سالگی تخت نشین و جانشین پدر گردید ۳۱ سال حکومت نمود و در سنه ۱۰۲۰ھ فوت نمود. محمد قلی قطب شاه علاوه اینکه در لباس پادشاهی بود یک انسان کامل و متمتع بهترین صفات و خصائل بشری بود. اگر حیثیت پادشاهی او را یک آنه معین نمائیم، حیثیت انسانی او را یک لاکهو بیستی تعیین نمود. با وصفیکه تعریف محمد قلی قطب شاه را می نمائیم نه به حیثیت یک پادشاه جنگجو یا فاتح ملک یا یک سپه سالار قوی هیکل و بهادر بلکه بحیثیت یک انسان کامل، یک ادیب فاضل، یک حکمران عادل، یک شاعر بلند پایه، یک فیاض، وسیع النظر، خدمتگذار خلق، علمبردار اتحاد و اتفاق، یک نوع پرست انسانی که کامل دماغ او از فرقه پرستی پاک و صاف و از تعصب و امتیاز مبرا که چشمان حق بین او افراد مذاهب را بحیثیت انسان همه را مساوی می دید

هر چند خاندان محمد قلی قطب شاه از ایران آمده بودند لیکن وطن خود را سرزمین دکن قرار دادند و همیشه دکن را مادر وطن عزیز خود می نامیدند و با اهالی این ملک به یکجائیت و اخوت زندگانی می نمودند تا که امتیاز **من و تو** از بین برده شود برائے ثبوت این مقصد قبور خود را در زمان حیات خود بنا نمودند تا یقین شود ما اجنبی و غیر نیستیم بلکه ما از این خاک پیدا شده ایم و در همین خاک هم بایستی دفن شویم

باوجودیکه زبان مادری محمد قلی قطب شاه فارسی بود ولی مجبور نکرد که زبان فارسی را زبان سرکاری و قومی نماید بلکه خودش با کمال محنت زبان تلگو تعلیم حاصل نمود و باندازه ای در تعلیم زبان تلگو سعی بلیغ نمود که ادیب و شاعر در تلگو گردید و علاوه زبان اردو را نشو و نمای کاملی داد و خودش در اردو ادبیات پنجاه هزار اشعار سروده است که بعد از چهار صد سال امروز در مجلس فعالیت اداره ادبیات اردو ظاهر گردیده است که اول دیوانی که در اردو انتشار گردیده (دیوان محمد قلی قطب شاه) است

دیگر از خصوصیات محمد قلی قطب شاه این بود که لباس ایرانی را خود را با اصل ملک ادوانه نمود و سایه خود ... به لباس اهل آندهرا ملبوس گردید. محمد قلی قطب شاه در تمام عمر خود کسی را سزای موت نداد و در زمانه پر شعور او هزار نفر بلا امتیاز ملت و مذهب غذا میخوردند مخصوصاً

در ماه محرم یک لاکھ روپیہ از صرف خاص خود بفقراء و مساکین صبح و شام غذا می داد و به رعایا با تعداد ۱۵ ای مهربان بود که چندین محصولات را از رعایا معاف نمود خصوصاً محصول اناج که تا بانہ ۱۴ لاکھ به رعایا فائدہ گردید. در ۳۱ سال مدت سلطنت خود بارہ کرور از مال خاص خود به فقرای رعیت خود تقسیم نمود. یکی از کارهای نمایان محمد قلی قطب شاہ این بود که برای مقصد اتحاد و اتفاق رعایای خود از (۱۴) از اعیاد ملی هر دو فرقه هندو و مسلم باہم مشترک انجام میدادند و خود ایشان به نفس نفیس شریک می شدند چنانچه در اعیاد دیوالی و هولی مسلم با هنود متحداً انجام می دادند مثل یک جان در دو قالب و در رسومات محرم اہل هنود با برادران اسلامی خود شریک می شدند و در تمام عاشور خانہا منعقد رسومات محرم را انجام می دادند و اہل هنود در محرم "حسین حسین" گفته وارد آتش می شدند. چنانچه تا هنوز این رسم در اکثر مقامات آندهرا پردیش باقی می باشد و خود محمد قلی قطب شاہ با خاندان سلطنتی همراه جلوس در محرم بود. ازین معلوم می شد که تماماً یک ملک، یک ملت و یک نژاد و یک فرقه اند. در ذات محمد قلی قطب شاہ. عدل اکبر شاہی، رحم جهانگیری، فنون شاہ جهانی یکجا نظر می آید و در فن تعمیرات و عمارات شوق شایانی داشت چنانچه از اطراف عالم معماران عالی مقدار را طلب نمود و عمارات عالیشان چند طبقه بنا نمود. چنانچه داد محل و خداداد محل و غیره مشهور است

داد محل را که برای داد گستری و عدالت خود تعمیر کرده بود دارای هشت طبقه بود که هر طبقه ای به نحو خاصی بنا شده بود که تفنگ که اورنگ زیب آن عمارات را دید از (نعمت خان عالی) پرسید که اسم این عمارت چیست

گفت "داد محل". جواب داد "بیداد محل است" و حکم داد و آن عمارات را خراب کردند و تمام خاندان قطب شاہی را ختم نمود که شخصی از ایشان امروز دیده نمی شود که بگوید که من اولاد قطب شاہان هستم و در حقیقت فرقه پرستی و تعصب از زمان اورنگ زیب شروع شد

محمد قلی قطب شاہ ۱۴ هزار مساکین دو منزله برای رعایا تعمیر نمود و خیابان های وسیع و مساجد و عاشور خانه ها و مدارس و شفاخانه تعمیر نمود خصوصاً بنای چهار مینار که مادہ تاریخی او "یا حافظ" است بنا نمود. جانشین محمد قطب شاہ در سنه ۱۰۲۱ھ ۱۶۱۲ء وقت گذاشتن سنگ بنیاد مکه مسجد تمام علمای شیخ و اولیاء الله و صوفیان کرام را دعوت نمود که کسی که از ابتدای سن بلوغ نماز پنجگانه او قضا نشده باشد بنیاد مسجد را بگذارد همه انکار کردند. خود محمد قطب شاہ جلو آمده و به خداوند قسم یاد کرد که از ابتدای سن رشد تا ایندم هرگز نماز پنجگانه خود را قضا نموده بلکه نماز تهجد را هم ترک نه کرده است و خودش یا حافظ گفته سنگ بنیاد را نهاد. معلوم شد که مقامات روحی محمد قلی قطب شاہ ولی عهدش محمد قطب شاہ هم باندازه ای بلند و ارجمند می باشد که در شماره اولیاء الله مرتاضین و عابدین درجه اول قرار می گردد که با وجود این همه مصروفیات امورات کشوری و لشکری در عبادت الهی هم بی نظیر بود. آفرین صد آفرین

دنیا طلبان حسرت دنیا مردند
عقبی طلبان فیض دو دنیا بردند

محمد قلی قطب شاہ همیشه دعائی کرد که

حیدرآباد را آباد گردان، باغات آن را
... و آب ساز، بازارهای آن را وسیع گردان،
... ن را اضافه فرما! امروز می بینیم که دعاهای
... شاه قبول شده و عظیم تر آنچه برای پروردیش عالم
... با یک محمد قلی قطب شاه که دارا امروز حکومت
... پرورش مکمل نمود. با هم دست به دعا میشویم که
... روح پر فتوح محمد قلی قطب شاه در جوار رحمت
... عطا فرما و ما را هم توفیق عطا فرما که به نقش قدم
... آن پیرو شویم. بارالہا! عظیم تر حکومت آنچه برای پروردیش
... و مستدام دار. بارالہا! تمام اہالی آنچه برای پرورش
... تعلیم امن و امان دائمی و اتفاق برقرار دار
این لطیفه را بر طاق ایوان فریدون نوشته
... خوانم و تقریر خود را ختم کنم

جهان ای برادر نماند به کس
دل اندر جهان آفرین بند و بس
مکن تکیه بر ملک دنیا و پشت
که بسیار کس چون تو پرورد و کشت
چه آهنگ رفتن کند جان پاک
چه بر تخت مردن چه بر روی خاک
... آخر دعوانا اَنِ الحمد لله رب العالمین



خوش خوئی

از جناب تمکین کاظمی صاحب

نیکی اور نیک خصلتی کو خوش خوئی کہتے ہیں۔ مراد اس سے وہ پسندیدہ عادات و اطوار ہیں جو سبھوں کے نزدیک اچھے ہوں۔ حکماء نے خوش خوئی کی دس نشانیاں گنائی ہیں

۱۔ نیک کاموں میں لوگوں کی مخالفت نہ کرنا
۲۔ اپنی نفس (ذات) سے انصاف کرنا
۳۔ کسی کا عیب نہ ڈھونڈھنا
۴۔ اگر کسی سے کوئی ذلت یا نقصان اپنے آپ کو پہنچے تو اسکی تاویل نیک کرنا
۵۔ جب کوئی قصوروار معافی مانگے تو اسے معاف کر دینا
۶۔ ضرورتمندوں اور محتاجوں کی حاجت پوری کرنا
۷۔ لوگوں کی خدمت کرنے اور انھیں فائدہ پہنچانے میں رنج و تکلیف اٹھانا
۸۔ اپنے عیوب کو دیکھتے رہنا
۹۔ خلق اللہ سے خوش خلقی اور خندہ روئی سے پیش آنا
۱۰۔ لوگوں سے اچھی باتیں کرنا

کسی نے ان عادات کے اختیار کرنے کو جنت میں رہنے کے برابر قرار دیا ہے واقعہ یہ ہے کہ اگر ان پر عمل کیا جائے تو دنیا جنت بن جائے اور سارے جھگڑے فساد ختم ہو جائیں ؎

خوش است عالم آزادگی و خوش خوئی
بدین مقام در آ گر بہشت می جوئی

خوش خوئی اور خوش خلقی دونوں تقریباً ایک ہی چیز ہیں تاوقتیکہ اچھے اخلاق پیدا نہ ہوں اچھی خصلتیں بھی پیدا نہیں ہو سکتیں اور یہ دونوں باتیں اس وقت پیدا ہوتی ہیں جب کسی کا ماحول، تعلیم اور تربیت اچھے ہوں۔ اگر صرف ماحول اچھا رہا ہو تو بعض اچھی عادتیں اور خصلتیں ضرور پیدا ہو جائیں گی مگر مکمل خوش خوئی حاصل نہ ہوگی اور نہ خوش خلقی۔ اسی طرح اگر ماحول بُرا رہا ہو اور صرف اچھی تعلیم ہوئی ہو تو بہتیری بُری باتیں ایسی باقی رہ جائیں گی۔ اسی لئے خوش خوئی اور خوش خلقی کیلئے ماحول اور تعلیم دونوں اچھے ہونے کی ضرورت ہے۔ اور اگر ابتداءً یہ دونوں بھی اچھے میسر نہ آئے ہوں اور کوئی شخص صلاحیت پذیر ہو اور اپنے آپ میں یہ صفات پیدا کرنا چاہے تو وہ محنت سے ضرور حاصل کر سکتا ہے

خسرو پرویز سے کسی نے پوچھا کہ کون لوگ لایق سیاست یعنی قابل سزا ہیں؟ تو کہا کہ دنیا میں لوگ پانچ قسم کے ہیں

۱۔ وہ جو اپنی ذات سے نیک ہیں اور ان سے لوگوں کو نفع پہنچتا ہے، ایسوں کی امداد کرنی چاہیے اور ان سے میل جول رکھنا چاہیے
۲۔ وہ جو خود نیک ہیں مگر ان کی نیکی کا اثر دوسروں پر نہیں پڑتا ایسوں کی قدر کرنا چاہیے اور ان کو مجبور کرنا چاہیے کہ وہ دوسروں کو نیکی کی طرف لانے کی کوشش کریں

۳۔ وہ لوگ جو درمیان میں ہیں یعنی ان سے لوگوں کو نہ فائدہ پہنچتا ہے اور نہ نقصان، یعنی وہ خود نہ نیک ہیں نہ بد۔ انہیں نیکی کی طرف لانا اور بدی سے روکنا چاہیے

۴۔ وہ جو خود برے ہیں مگر دوسروں کو نقصان نہیں پہنچاتے انہیں درست کرنا چاہیے

۵۔ وہ جو خود بھی برے ہیں اور دوسروں سے بھی بدسلوکی کرتے ہیں انہیں سیاست کرنی چاہیئے، پہلے انہیں سمجھانا اور پھر سزا دے کر راستہ پر لانا چاہیے اور اگر وہ درست نہ ہوں تو انہیں ختم کر دینا چاہیے

اب آپ ان پانچوں اقسام پر غور کیجئے اور دیکھئے آپ کس قسم میں آتے ہیں۔ اپنا اندازہ آپ ہی کر سکتے ہیں، اپنے نفس کی برائیاں آپ زیادہ جانتے ہیں، اپنی خامیوں سے آپ بہتر واقف ہو سکتے ہیں بشرطیکہ آپ میں سمجھ ہو، آپ کا ضمیر زندہ ہو، آپکی روح بیدار ہو۔ آپ نہ تو خسرو پرویز ہے جو آپ کو سزا دے کر راہ راست پر لا سکے اور نہ کوئی دوسرا مصلح اخلاق ہی ہے جو آپکی سرزنش کر سکے، نہ تو آپکے اعزہ اور احباب ہی میں اتنی جرأت اخلاق ہے کہ آپ کو آپکی کمزوریوں سے واقف کرا سکیں اور نہ کوئی دوسرا ذریعہ ہے جو آپ کو سدھار سکے۔ اب صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ آپ اپنے آپ پر احتساب کریں اور سنجیدگی کیساتھ اپنی برائیوں کمزوریوں اور خامیوں پر غور کریں اور انہیں چھوڑنے کی کوشش کریں۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ "خاموشی اور نیک خوئی بہترین خصلتیں ہیں جن کا بوجھ میزان پر ہلکا اور نامۂ اعمال میں بھاری ہوتا ہے"۔ نرمی، متانت، سنجیدگی، حلم اور بردباری وغیرہ خوش خوئی اور نیک خوئی ہی میں داخل ہیں۔ حضرت جریرؓ نے روایت کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نرمی سے محروم کیا گیا وہ ہر نیکی سے محروم کیا گیا، اور ایک حدیث شریف ہے کہ دو خصلتیں کسی ایماندار میں جمع نہیں ہو سکتیں: بخل اور بد خلقی۔ امکانی کوشش ان دونوں عیوب سے بچنے کی کیجئے۔

با خلق بہ خلق زندگانی می کن
نیکی ہمہ وقت تا توانی می کن
کار ہمہ کس برار از دست و زبان
وانگہ بنشین و کامرانی می کن



امریکہ کے نئے وزیر ڈیفنس
رابرٹ میکن مارا

سنہ ۱۹۴۷ء میں جب سے امریکہ کا بھاری بھرکم ڈیفنس محکمہ قائم ہوا ہے جو امریکی بجٹ کا نصف سے زاید حصہ خرچ کرتا ہے امریکی اس محکمہ کو از سر نو منظم کرنے اور فضول اخراجات میں کمی کرنے کی کوشش کرتے آ رہے ہیں یہ بھی ایک خاص موضوع تھا جس پر صدر منتخب کینڈی نے اپنی انتخابی مہم میں شدید نکتہ چینی کی تھی۔ اپنے انتخاب سے بھی پیشتر مسٹر کینڈی نے امریکی ہوائی فوج کے سابق وزیر سینیٹر سٹوارٹ سائمنگٹن کی سرکردگی میں چھ ممبروں پر مشتمل ایک کمیٹی مقرر کی تھی۔ محکمہ ڈیفنس کی ساری تنظیم اور ملک کے ڈیفنس ڈھانچے کے انتظام کا جائزہ لیا جائے۔ چنانچہ ۲ دسمبر کو ختم ہونے والے ہفتہ میں کمیٹی نے اس محکمہ کی نئی تنظیم کا نہایت ہی جامع پلان پیش کیا جو اس سے پہلے کبھی پیش نہیں کیا گیا تھا۔ مسٹر کینڈی نے اس رپورٹ کو عوام کے سامنے رکھنے کی اجازت دیدی ہے لیکن اسکے متعلق اپنی رائے کا اظہار ابھی تک نہیں کیا۔ ڈیفنس محکمہ کی بہتری کے سلسلہ میں مسٹر کینڈی کا تازہ ترین اقدام وہ فیصلہ ہے جس کے تحت انہوں نے ۴۴ سالہ رابرٹ سٹرینج میکن مارا کو وزیر ڈیفنس مقرر کیا ہے۔ مسٹر میکن مارا فورڈ موٹر کمپنی کے صدر ہیں۔ آپ ان دس اشخاص میں سے تھے جنہیں ہنری فورڈ دوم نے سنہ ۱۹۴۵ء میں فورڈ کمپنی کی از سر نو تنظیم کیلئے مقرر کیا تھا۔ ان دس ماہرین میں سے چھ ابھی تک فورڈ کمپنی میں کام کر رہے ہیں مسٹر میکنمارا بھی ان میں سے ایک ہیں لیکن آپ اپنے دوسرے ساتھیوں پر اپنی قابلیت کی وجہ سے فوقیت لے گئے اور ترقی کرتے کرتے کمپنی کے صدارتی عہدہ پر پہونچ گئے۔ مسٹر کینیڈی نے اسی تنظیمی قابلیت اور تجربہ کی بنا پر آپ کو وزیر ڈیفنس جیسے اہم ترین عہدہ پر فائز کیا ہے حالانکہ آپ ری پبلکن پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں اور مسٹر کینیڈی ڈیموکریٹ ہیں۔ مسٹر میکن مارا کے عروج کی کہانی بھی بڑی دلچسپ ہے اور اس حقیقت کو ڈرامائی رنگ میں پیش کرتی ہے کہ نہ صرف صنعتی کارخانوں بلکہ سیاست اور حکومت میں بھی دوسری عالمی جنگ سے پہلے کے لیڈروں کی جگہ مکمل کمان اور اختیارات دوسرے عالمی جنگ کے سورما سنبھالتے جا رہے ہیں۔ پچھلے نومبر میں جب میکن مارا فورڈ موٹر کمپنی کے صدر بنے تو ایک تجارتی کالم نویس سلویا پورٹر نے لکھا کہ "مجھے اپنے ذہن پر یہ کہنے میں ذرا بھی زور دینے کی ضرورت نہیں کہ یہ اتفاقی زود فہم، صحیح الخیال اور تیز بیان کارخانہ دار ایک فاضل دانشور بھی ہے"۔ مسٹر میکن مارا ۹ جون سنہ ۱۹۱۶ء کو سان فرانسیسکو میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ نے کیلی فورنیا کے پبلک اسکولوں میں ابتدائی تعلیم پائی۔ کیلی فورنیا یونیورسٹی سے سنہ ۱۹۳۷ء میں اقتصادیات اور فلسفہ کی ڈگری لی اور سنہ ۱۹۳۸ء میں ۲۲ برس کی عمر میں ہارورڈ گریجویٹ اسکول سے بزنس ایڈمنسٹریشن کی ڈگری لینے پر اسی مضمون میں ایم۔ اے کی ڈگری حاصل کی۔ سنہ ۱۹۴۰ء میں آپ ہارورڈ یونیورسٹی واپس آئے اور بزنس ایڈمنسٹریشن کے اسسٹنٹ پروفیسر مقرر ہوئے۔ اسی عہدہ پر کام کرتے ہوئے آپ امریکی محکمہ جنگ کے ہوائی فوجی محکمہ میں اعداد و شمار کے کنٹرول سسٹم کے قیام میں مشیر رہے۔ سنہ ۱۹۴۳ء میں آپ ہارورڈ یونیورسٹی سے چھٹی لے کر انگلستان چلے گئے اور وہاں محکمہ جنگ کے سویلین مشیر کے فرائض انجام دیتے رہے۔ اسی اثنا میں آپ کو ہوائی فوج میں کیپٹن بنا دیا گیا اور دوسری عالمی جنگ میں انگلستان، ہندوستان، چین اور بحرالکاہل میں

قطعہ

از حادثہ نگہ تو دلم بیقرار بود ‖ بہر چمن نگہ تو کہ فصل بہار بود
آمد بہار گفت بہ روئے گل و سمن ‖ ہم منتظر نگہ تو کہ مشک تتار بود

(آمدہ از ندرعا باغ)

فوجی خدمت بجا لاتے رہے ان ہی شاندار خدمات کے صلہ میں آپ کو لیجن آف میرٹ کا تمغہ دیا گیا فوج سے علٰحدگی کے وقت آپ لفٹننٹ کرنل تھے۔ مسٹر میکن مارا فورڈ کمپنی میں ۱۹۴۵ء میں منصوبہ بندی اور مالیاتی تجزیے کے شعبہ میں اعداد و شمار کے کنٹرول آفیسر مقرر ہوئے آپ نے بڑی ہی تیزی سے ترقی کی اور ۱۹۴۹ء میں اس کے کنٹرولر بن گئے پھر فورڈ ڈویژن کے اسسٹنٹ جنرل منیجر بنے۔ ۱۹۵۵ء میں موٹروں کے شعبے کے گروپ کے نائب صدر ہوئے۔ کمپنی ڈائریکٹر اور ایگزیکٹیو اور ایڈمنسٹریشن کمیٹیوں کے ممبر بنائے گئے۔ مسٹر میکن مارا مشی گن یونیورسٹی کے کیمپس این اربور میں رہتے ہیں وہاں سے روزانہ ۴۵ میل کا سفر کرتے ہوئے ڈیربرن میں فورڈ کارخانہ کے دفتر تک پہنچتے ہیں۔ آپ کے ساتھیوں کا بیان ہے کہ آپ روزانہ گیارہ گھنٹے اور ہفتہ کے چھ یا سات دن کام کرتے رہتے ہیں جب کبھی آپ چھٹی لیتے ہیں تو ہوائی جہاز میں سوئٹزرلینڈ جاکر پہاڑوں پر چڑھتے اور برف پر پھسلنے کی تفریح لیتے ہیں۔ یہ آپ کے دل پسند کھیل ہیں۔ آپ اور آپ کی بیوی دونوں کو بچپن میں پولیو یعنی ٹانگوں کے فالج کا حملہ ہوا تھا لیکن بعد میں دونوں صحت یاب ہو گئے تھے۔ آپ کے دو لڑکیاں اور ایک لڑکا ہے۔

نابیناؤں کی مشکلات کو دور کرنے کی کوششیں

نئے تصورات، نئی ایجادات

از قلم آرتھر لبس۔

بینائی سے محروم ہو جانا زندگی کی ایک عظیم نعمت سے محروم ہو جانا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ نابینا ہو جانے سے ان کی تمام نارمل سرگرمیوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے نئے نئے تصورات اور نئی نئی ایجادوں کی مدد سے نابینا لوگوں کی مشکلوں کو حل کرنے کی لگاتار کوشش ہو رہی ہے

زندہ دل لوگ

میں ہر ہفتہ چند گھنٹے نابینا لوگوں کو مدد دینے میں گزارتا ہوں اور میں اپنے برسوں کا تجربہ اور مشاہدہ کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ بیشتر نابینا لوگ نہایت خوش مزاج اور ہنس مکھ واقع ہوئے ہیں۔ ان کی زندہ دلی بہت حوصلہ افزا ہے مایوس ہونا انہوں نے تو سیکھا ہی نہیں۔ وہ نت نئی بات سیکھنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں اور اپنا پورا تعاون کرتے ہیں۔

ہندوستانی باشندہ کی برطانوی کارخانہ فولاد میں تربیت

آسنسول (مغربی بنگال) کے مسٹر شانتی کمار گنگولی ان دنوں بلسٹن کے مقام پر ایک کارخانہ فولاد میں فولاد پگھلانے کے طور طریقوں کی تربیت حاصل کر رہے ہیں موصوف ۸ نومبر میں برطانیہ پہنچے تھے۔ تربیت پانے کے بعد وہ درگاپور کے کارخانہ فولاد میں کام کریں گے

تیر ازاہل حق کا ترجمان اور صاحبان ذوق کا اخبار ہے

قطعہ

در چمن زمزمہ خوانی بود است || خاکہ از خامۂ مانی بود است
گفت این دینِ مبین پیشِ جہان || جلوۂ سبعِ مثانی بود است

(آمدہ از نذری باغ) (دلائنگ فیہ)

جیمز پی۔ براؤن

طلباء میں ڈسپلن کا مسئلہ

> طلباء میں ڈسپلن کا مسئلہ ہندوستان کے لئے اتنا ہی اہم اور تشویشناک ہے جتنا امریکہ اور دوسرے ملکوں کے لئے ذیل کے مضمون میں اس مسئلہ پر بحث کی گئی ہے اور یہ دکھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ اس مسئلہ کو کیسے حل کیا جا سکتا ہے

"طلباء کی بدنظمی" آج کل ہندوستانی اخبارات کے کالموں میں سرگرم بحث کا موضوع بنی ہوئی ہے "طلباء کی بدنظمی" کے الفاظ ایک ایسے مسئلہ کے مظہر ہیں جس نے متعلقہ ہندوستانی شہریوں کے دماغ کو کافی پریشان کر رکھا ہے لیکن یہ محض ہندوستان کا مسئلہ نہیں ہے۔ ہم امریکہ میں اسے "کم سنوں کی مجرمانہ جرم" کا مسئلہ کہتے ہیں۔ برطانیہ میں یہ "ٹیڈی لڑکے" اور سوویٹ یونین میں "آوارہ گردی" سے موسوم ہے

نوعمر آج دنیا میں ہر جگہ گڑبڑ شروع کر دیتے ہیں اور اپنے بڑوں کے لئے تشویش ہی نہیں بلکہ دہشت کا بھی باعث بن رہے ہیں۔ ہندوستانی اخبارات میں تشدد اور چوری کی وہی کہانیاں جن میں نوعمر ملوث ہوتے ہیں پائی جاتی ہیں جو عام طور پر امریکی پریس میں نظر آتی ہیں۔ امریکی طلباء، ہندوستانی طلباء کی مانند علمی قیود کو توڑ کر نکل کر سماج دشمن سرگرمیوں میں حصہ لیتے ہیں جنھیں محض "بچوں کا کھیل" کہہ کر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اگر ہم بہت ہی مختلف سماجوں میں اس یکساں تجربے کا جائزہ لے سکیں تو ہم اس نتیجہ پر پہنچ جائیں گے کہ "طلباء کی بدنظمی" دیا آپ اسے جو بھی نام دینا چاہیں، تیزی سے عمل میں آنے والی ان تبدیلیوں کے ساتھ پیدا ہوئی ہے خصوصاً ان تبدیلیوں کی جو شہروں کے پھیلاؤ کے ساتھ ساتھ عمل میں آئی ہیں گویا ڈسپلن کی ضرورت نوجوانوں کو نہیں بلکہ سماج کو ہے لیکن ہم لڑکوں کی خود سری کا تمام قصور سماج پر نہیں تھوپ سکتے اور نہ کبھی ایک ایسے سماج کے قیام کی امید کر سکتے ہیں جو اس مسئلہ سے قطعاً پاک ہو

ہندوستان جانے کے بعد گاندھی جی کے فلسفہ سے جو سادہ دیہی زندگی کا آدرش پیش کرتا ہے، متاثر ہو کر میں نے اپنے کنبے کو جس میں دو چھوٹے لڑکے شامل تھے ایک دیہی بستی میں منتقل کر دیا جسے امریکہ کی جدید شہری تہذیب کی بالکل ہوا نہیں لگی تھی مجھے امید تھی کہ اس ماحول میں میرے لڑکے خود بخود خوش طبع اور صحت مند دیہاتیوں کی مانند تربیت پائیں گے۔ جب میں نے اپنے ایک پڑوسی کو جو شہر کا قدیمی باشندہ اور کسی قدر ظلمی تھا، اعتماد میں لے کر اپنی ان امیدوں سے آگاہ کیا تو اس نے طنزاً کہا۔ "کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ جدید شہروں کے یہ لڑکے نہیں بگڑتے ہیں؟" اس کے بعد اس نے "نوجوانوں کی بدنظمی" کے متعلق دو تین جھگڑے کرنے والی کچھ کہانیاں سنائیں تاہم وہ آدمی جس نے مجھے یہ کہانیاں سنائیں اور جو خود ان نوجوانی کے معرکوں" میں شامل تھا آج اپنے حلقہ کا ایک نیک کام اور ذمہ دار شہری ہے۔ اس مثال سے ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ لڑکے آخر لڑکے ہی رہیں گے خواہ وہ شہروں کے ہوں یا دیہات کے یا کسی بھی دور سے تعلق رکھتے ہوں اور کہ یہ لازمی نہیں کہ آج کا برا لڑکا کل اچھا شہری نہیں ہوگا

دور جدید کے نوجوانوں کے متعلق اپنے فیصلے میں توازن پیدا کرنے کے لئے ہمیں اس فتنہ پرور مخلوق کا بغور مطالعہ کرنا چاہیئے۔ آئیے ہم ان تجربات خصوصاً کا جائزہ لیں جن کی بدولت کلکتہ، شکاگو، مانچسٹر اور ماسکو میں

قطعہ

شب برفت این سحر پیدا کند | بہر گوشے ہم خبر پیدا کند
گفت این با دِ صبا در گوشِ گل | فصلِ گل ہم این ثمر پیدا کند

([illegible])

[illegible] انگلستان میں دورِ جدید اور جدید ناموں میں "نوعمر" ایک [illegible] آیا ہے

کوئی بھی ماہرین آپکو بتا سکتے ہیں کہ نوعمر لڑکوں کی ایک بہت نمایاں خصوصیت انکی عجیب و غریب بے پناہ توانائی [illegible] برس پہلے امریکہ کے ایک بڑے مصور رسالہ نے ایک [illegible] کھلاڑی سے جسکی عمر (۲۰) سے اوپر تھی کہا کہ وہ ایک دن [illegible] دو برس کے لڑکے کے ساتھ گزارے اور اس کی حرکت کی نقل کرے۔ ایک فوٹو گرافر نے دن کے واقعات کے فوٹو لئے اور یہ ان لوگوں کو جنکے لڑکے اور چھوٹے بھائی بہن ہیں، بتانے کی ضرورت نہیں کہ بیچارہ کھلاڑی [illegible] چور چور ہوگیا۔ ایک عام بالغ کے لئے لطف دن کے لئے بھی ایسی حرکتیں کرنا ناممکن ہے

نوجوانوں کی دوسری خصوصیت بغاوت ہے والدین اور سماج کی طرف سے بنائے گئے قواعد کے خلاف بغاوت۔ بغاوت کا یہ میلان خصوصاً (۲۰) سال سے کم عمر لڑکوں میں زیادہ نمایاں ہوتا ہے بغاوت کے اس مادے کے ساتھ سیاسی امیدیں بھی وابستہ ہوتی ہیں جو نوجوانوں کو اکثر بے چین بنا دیتی ہیں اور وہ اس غیر مکمل دنیا اور اپنے بڑوں کے طور طریقوں کے تئیں مایوس ہو جاتا ہے۔ اس بہ رہنے والی توانائی سے حیران ہو کر، بالغوں کی دنیا کے تضادات اور خامیوں سے گھبرا کر اور اپنے تصورات سے مجبور ہو کر نوجوانوں کا سماجی رسم و رواج کی حدود کو عبور کرنا کوئی تعجب کی بات نہیں لیکن اگر نوع انسانی نے مجموعی اور سماجی طور سے دیوار نہیں ہونا تو یہ بات ذہن میں رکھنی ہوگی کہ نوجوان ہمیشہ ایسے ہی رہے ہیں اور ہمیشہ ایسے ہی رہیں گے۔

ان تمام لوگوں کے لئے جنمیں نوجوانوں اور نوجوانوں کی تحریکوں سے تشویش ہے مسئلہ کی جڑ بنیادی ہی ہے۔ نوجوانوں کو حرکت میں لانے کی ضرورت نہیں وہ اپنے آپ حرکت میں آئیں گے۔ یہ ضروری ہے کہ نوجوانوں کو روکا نہ جائے اور حق تو یہ ہے کہ وہ رکیں گے نہیں۔ اسکے برعکس ضرورت اس بات کی ہے کہ نوجوانوں کی تحریک کی رہنمائی کی جائے امریکہ میں نوجوانوں کی بہت سی تحریکیں یا تنظیمیں ہیں جو نوجوانوں کی اچھے شہری بننے کے سلسلہ میں ٹھیک راستوں پر چلنے کی رہنمائی کرتی ہیں اس سے پہلے کہ ہم بعض تنظیموں کا جائزہ لیں میں آپ کو اس فلسفہ اور نصب العین کے بارے میں بتاؤں گا جو میرے خیال میں امریکی نوجوانوں کی تمام تحریکوں کی تہہ میں کارفرما ہے

جب میں اپنے جوانی کے دلوں اور ان قوتوں کی یاد کرتا ہوں جن سے میں نے رہنمائی حاصل کی تھی تو ایک بات میرے ذہن میں ابھر آتی ہے اور وہ ہے ذمہ داری۔ خدا کے تئیں ذمہ داری، اپنے کنبے کے تئیں ذمہ داری، اپنے اسکول کے تئیں ذمہ داری، اپنے کالج کے تئیں ذمہ داری، اپنے ملک کے تئیں ذمہ داری اور نوعِ انسانی کے تئیں ذمہ داری۔

امریکیوں کا یقین ہے کہ پہلی ذمہ داری گھر میں بچوں کی پرورش کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ اس معاملہ میں ہم ہندوستانیوں کے ساتھ ایک ہیں

امریکی گھروں میں بچوں کی طرف خاص طور سے توجہ دی جاتی ہے۔ بہت سے کنبوں میں بحث مباحثوں اور فیصلوں میں بچوں سے مشورہ لیا جاتا ہے، انہیں گھر میں کام کرنے کو کہا جاتا ہے۔ چنانچہ وہ مکانوں کی صفائی اور رسوئی کی تیاری میں اپنی ماؤں کی امداد کرتے ہیں اور باہر باغ کو سنوارنے کے لئے باپ کے ساتھ مل کر کام کرتے ہیں۔

امریکی زندگی میں نوجوانوں پر گھر کے بعد کلیسا کا شدید ترین اثر ہے امریکی کلیساؤں کی تنظیم نہایت مضبوط ہے۔ امریکی کلیسا ایک کام بخوبی انجام دیتے ہیں اور وہ ہے نوجوانوں کی ہدایت کاری۔

گھر اور کلیسا کے بعد امریکی بچوں پر اسکول کا غالب اثر ہے۔ ایک امریکی بچہ دن کا زیادہ تر وقت اسکول میں گزارتا ہے۔ تمام بائی اسکولوں میں شہری فرائض کے

قطعہ

سلطنتے این چہ نگر مسعود است	نیز ایام نگر محمود است
آمد مژدہ برائے کودک	بہر ہر شخص نگر بہبود است

(دہمگر)

(آمدہ از نذر کا باغ)

متعلق جماعتیں نا ہیں جن میں طلباء کو ایسے شہریوں کے طور پر ان کی ذمہ داری بتائی جاتی ہیں جن کی بدولت ایک جمہوری سماج کامیابی سے کام کرتا ہے۔ یہ طلباء جمہوریت کو عمل میں دیکھنے کے لئے اپنے شہر یا قصبہ کی کونسلوں کی میٹنگوں میں شرکت کرتے ہیں۔ باقاعدہ جماعتوں کے علاوہ اسکول کی طرف سے غیر نصابی سرگرمیوں کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے جن کا مقصد طلباء کی زائد توانائی اور جوش و خروش کو تعمیری کاموں کی طرف منتقل کرنا ہے بہت سے شہروں میں نوجوانوں بڑوں کی نگرانی میں اپنی سرگرمیاں انجام دیتے ہیں

اسکے علاوہ "پل لیگ" اور "چار ایچ کلب" بھی موجود ہیں جن کی سرگرمیوں میں نوجوان حصہ لیتے ہیں نوجوانوں کی توانائی کو ٹھکانے لگانے کے لئے اگر ان مختلف منظم کوششوں کے باوجود نوجوانوں کا مسئلہ پیدا ہوا ہے تو ان سے کیا حاصل؟ اگر نوجوانوں کو ان کی مرضی کے مطابق کھلا چھوڑ دیا جائے تو کیا تب بھی نوجوانوں میں اتنے ہی پیمانہ پر بدنظمی پائی جائیگی؟ تب کیا ہماری نیک کوششیں اور ارادے سب بے کار ہیں؟

ہمارا پہلا جواب یہ ہے کہ ہم اپنی کوششیں بند نہیں کریں گے۔ ہم اپنے نوجوانوں کے سامنے اس امر کے سوائے کوئی چارہ نہیں رہنے دیں گے کہ اس بدلتی ہوئی دنیا میں وہ اپنے تجربوں اور غلطیوں کے ذریعہ اپنا ضابطۂ اخلاق طے کریں

پچھلے بیس برسوں میں امریکہ میں سماجی اور اقتصادی تبدیلیاں تیزی سے عمل میں آئی ہیں۔ پرانے نظریات ختم ہو رہے ہیں اور انکی جگہ نئے نظریات نے لی ہے اگرچہ ہمیں یقین ہے کہ ہماری رہنمائی سے تمام یا بعض نوجوانوں کا کامل پختگی حاصل کرنا ممکن نہیں تاہم ہمیں یقین ہے کہ ہمارے سماج کے بالغوں کا یہ فطری فرض ہے کہ وہ نوجوانوں کی توانائی کو بروئے کار لانے کیلئے بہتر تعمیری سماجی راہیں مہیا کریں۔ ہمیں یقین ہے کہ نئی پود کے جو بھی نوجوان۔ چاہے ان

کی فیصد کچھ ہی ہو۔ ٹھوس سماجی اور اخلاقی عمل کے ضابطے کو قبول کریں گے۔ ان سے ہماری تمام کوششیں حق بجانب ثابت ہوں گی

برطانوی فرم ہندوستانی کمیکل فیکٹری تعمیر کرے گی!

۱۴ لاکھ پونڈ کا ٹھیکہ

ایک اطلاع کے مطابق لندن کی فرم ہمفرے اینڈ گلاسگو لمیٹڈ کو بمبئی سے (۱۲۰) میل دور ریلیا کے مقام پر ایک کیمیکل فیکٹری تعمیر کرنے کا ٹھیکہ ملا ہے جس کی مالیت ۱۴ لاکھ پونڈ ہے۔ فرم کے ماہرین ہندوستانی عملہ کو تربیت بھی دیں گے۔ امید ہے کہ یہ فیکٹری ۱۹۶۳ء میں چالو ہو جائے گی۔ فیکٹری میں استعمال ہونے والا تک ۵۰ فیصدی ساز و سامان مقامی طور حاصل کیا جائے گا اور بقیہ سامان برطانیہ سے آئیگا۔ فیکٹری ایسے کیمیاوی اشیاء بنائے گی جو رنگنے کے مسالوں میں استعمال ہوتی ہیں

برق موسوی نے انعام اول حاصل کیا

اُردو مختصر افسانہ نویسی کے مقابلے کے نتائج

حیدرآباد۔ ۲۰ر جنوری۔ محکمۂ اطلاعات و تعلقات عامہ کی جانب سے اُردو مختصر افسانہ نویسی کا جو مقابلہ منعقد ہوا تھا اس میں برق موسوی کا افسانہ "عطردان" انعام اول، ناہید سلطانہ کا افسانہ "اے لالۂ صحرائی" انعام دوم اور حامد ممتاز کا افسانہ "گلاب سنگھ" انعام سوم کا مستحق قرار دیا گیا۔ انہیں ترتیب وار (۲۰۰) (۱۵۰) اور (۱۰۰) روپے کے انعامات دئے جائیں گے

قطعہ

صدف پیدا کند دُرِّ ثمین را | دگر گلزار بوئے عنبرین را
دعا خوانند این روز و شب ہم | خدا غارت کند اعدائے دین را

آل انڈیا نمائش مصنوعات ملکی

(میں)

روبروئے گوشہ محل گیٹ

آسام ٹی ڈپو

کا

اسٹال اپنی نوعیت کا خاص اسٹال ہے

آسام اور دارجلنگ کے خاص الخاص باغات سے جو تازہ، خوشذائقہ اور اعلیٰ درجہ کی چائے راست منگوا کر شہر حیدرآباد اور سکندرآباد کی مشہور و معروف اور بڑی بڑی ہوٹلوں اور رسٹوران میں سپلائی کیجاتی ہے یہاں ملتی ہے

ماہرین فن کے ہاتھ کی تیار کردہ لپ بیز، لپٹنز اور لپ سیز آسام ٹی ڈپو کی

چائے

آپ اس اسٹال پر نوش فرما کر چائے کا حقیقی لطف اٹھائیے

ایک پونڈ چائے خریدیئے اور ایک خوشنما کیلنڈر مفت حاصل کیجئے

تقی عابدی

(ایک تنقیدی مطالعہ)

از جناب سید برق موسوی

یوں تو تقی عابدی کے نام سے میرے کان برسوں سے آشنا تھے لیکن گزشتہ سال اگسٹ میں موصوف سے پہلی بار ملنے کا اتفاق ہوا اور کلام سننے اور ان کے کلام کا تفصیلی مطالعہ کرنے کا مجھے خوشگوار موقع ملا

تقی کے (۳۰) سالہ ادبی سرمایہ کا کامل غیر جانبداری اور احتساب نفس کے ساتھ جائزہ لینے کے بعد بے اختیار دل کی زبان سے نکلا ؎

لبا جوا بر خوش آب در تہ دریا
فتادہ است کہ کس ہیچ زآن ندارد یاد
لبا گلی کہ دمیدست وکس ندید آنرا
کہ بوئے خویش بہ ویرانہ ای دہد برباد

تقی کا حال بھی اس گلاب جیسے جوانی تمام رنگ ساماں کے با وجود بجت افشانیوں کے ساتھ جنت نگاہ اور فردوس مشام بننے کا استحقاق لیے گوشۂ گمنامی میں مہک رہا ہو جبکہ تم جانفزا سے غیر تو خیر اپنے بھی کم آشنا ہیں

اس کو طبعی خاکساری کہیئے یا اس سرزمین کی قدیم تہذیبی قدروں کا لحاظ کہ حیدرآباد کا کوہ نور بھی سنگ و زجاج کے آگے آکر یہ کہنا پسند نہیں کرتا کہ "میں ہیرا ہوں"۔ یہاں کے شاعر اور ادیب سستی شہرت کے لئے کبھی بھی اپنے فن کی نمائش نہیں کرتے۔ بقول سکندر علی وجد ؎

اے وجد میں نے کار نمایاں کئے نہیں
مجھ سے یہی تو کار نمایاں نہ ہو سکا

یا خود بقول تقی عابدی ؎

ہم سے یہی تو کار نمایاں ہوا تقی
یعنی کہ کوئی کار نمایاں نہ ہو سکا

حیدرآباد کے قدیم اہل علم گھرانوں میں تعلیم ہی اس قسم کی دی جاتی تھی کہ انسان سو من علم رکھنے کے باوجود کبھی ایک من کا بھی مظاہرہ نہیں کرتا۔ اس تعلیم و تربیت، اس ماحول اور ان تہذیبی روایات اور قدروں کی پاسداری کا یہ فیضان ہے کہ یہاں کا بڑے سے بڑا فن کار بھی علم و فن کی بلندیوں پر پہونچ کر یہی کہتا ہے

I am exceptional in knowing that I know nothing.

ہم سے یہی تو کار نمایاں ہوا تقی
یعنی کہ کوئی کار نمایاں نہ ہو سکا

اس خاکساری یا اپنے فن کے عدم اظہار کے فوائد یا نقصانات سے مجھے بحث نہیں لیکن یہ صاف ظاہر ہے کہ مستحق اور باکمال افراد کی کنارہ کشی اور شہرت سے دست برداری کی وجہ سے غیر مستحق افراد کو ابھرنے کا موقع

...سے پہلے بھی ہمیشہ ادنیٰ قسم کا ادب بازار میں آتا تھے۔ میرے حافظے میں حیدرآباد کے ایسے ہی باکمال شاعروں اور ادیبوں کے نام محفوظ ہیں جو اپنے "گنج گرانمایہ" کے ساتھ زمین میں دفن ہو گئے۔ جو فن کو روشن کرنے کے لئے عمر بھر جلتے رہے لیکن جن کے سوز دروں کی خبر خود ان کے اہل وطن کو نہ ہو سکی بقول صائب ؎

سوختیم و سوزش ما بر کسی ظاہر نشد
چون چراغ لالہ در شب مہتاب بجا سوختیم

آج ان کے نام اور کام سے ادبی دنیا واقف نہیں۔ موجودہ نسل کو ان شعرا کے چند شعر یاد رہ گئے ہیں ممکن ہے آئندہ نسل کو یہ بھی یاد نہ رہے۔ جلیل، عابد علی غیور، حکیم نوازش علی لمعہ اور دوسرے حیدرآباد کے صاحب طرز اور باکمال شعرا تھے۔ آج ان کا کوئی مجموعہ کلام نہیں ملتا۔ اتفاقاً تذکروں میں ان کے نام اور نمونہ کلام مل جاتے ہیں۔ عبداللہ خان کامل اور [illegible] ضیا یار جنگ فارسی شاعری کا شستہ مذاق رکھتے تھے۔ فارسی کلاسیکل شاعری میں استادی کا مرتبہ رکھتے تھے۔ آج ان اساتذہ کے قصائد اور غزلوں کا کوئی مجموعہ مطبوعہ نہیں ہے۔ سنتے ہیں کہ ضیا یار جنگ کے کوئی رشتہ دار ان کا غیر مطبوعہ کلام پاکستان لے گئے ہیں ؎

[illegible] روز سیاہ [illegible] را [illegible]
[illegible] دانش [illegible] کند چشم زلیخا را

حسرت اور رنگ آبادی کا حال بھی [illegible] ہے۔ ان کے تلامذہ اور قدردان موجود ہیں لیکن آج تک ان کا مجموعہ کلام شائع نہ ہو سکا۔ حیدرآباد کے علمی اداروں کو (ادارہ ادبیات اردو کو چھوڑ کر) کبھی [illegible]

توفیق نہیں ہوئی کہ حیدرآباد کے باکمال شعرا سے اہل دنیا کو روشناس کریں اور ان کو ان کا جائز مقام دلائیں۔

تجلی عابدی کا بھی شمار ان شعرا میں ہے جو ہمیشہ نمائش سے گریز کرتے اور اظہار فن سے کتراتے ہیں وہ تقریباً (۴۰) سال سے فن کی آگ میں جل رہے ہیں لیکن بقول راقم الحروف ؎

دنیا کو میری سوزش دل کی نہیں خبر
شاید کہ میں چراغ شب ماہتاب ہوں
[illegible] سے مری لوٹ جا [illegible]
[illegible] میں کھلا [illegible] گلاب ہوں

تجلی کی شاعری میں برساتی نالوں کا شور نہیں، سمندر کی گہرائی ہے۔ تجلی پیشہ ور شاعر نہیں، یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری کسی شخص کا پیشہ نہیں بلکہ گرمی دل کا سرمایہ ہے۔ تجلی کا کلام ایک ترقی یافتہ شاعر کا کلام ہے (ترقی پسند شاعر کا نہیں) ادب سنجیدہ چیز ہے لیکن پیچیدہ ادب نہیں۔ تجلی کی شاعری پیچیدہ کی شاعری نہیں۔ ان کے کلام میں انقلاب زندہ باد اور اسٹالن زندہ باد کا شور و غل نہیں ہے۔ یہ وقتی سیاسی قدریں نہیں بلکہ زندگی کی دوامی قدریں ہیں۔ عریانیت [illegible] نہیں، تمکین و وقار ہے۔ سطحی جذباتیت نہیں [illegible] تجلی کی شوخی و معاملہ بندی کے چھچھلے پن نہیں، [illegible] تصوف کا [illegible] فکر کی اونچی اڑان اور فلسفہ [illegible] تجلی کے کلام میں صدق و ولا ہے، خلوص [illegible] جذب [illegible] گہرائی کا ضامن ہے تجلی کے پاس [illegible] مرثیے اور ہجو کے ہر صنف میں کلام موجود ہے۔ [illegible] کلام کی مقدار کم ہے

میر کے کلام کا معیار "کمیت" نہیں بلکہ "کیفیت" ہوا کرتا ہے
چھوٹی بحروں میں تقی کی سادگی، پرکاری اور ایجاز و اختصار
کا جواب نہیں

دہ میری زندگی سے کھیلتے ہیں
اس لئے زیست مجھ کو پیاری ہے
آنکھوں میں آنسو زار پہ تر ہے
شمع سحر ہوں وقت سحر ہے
حال تقی کا کیا پوچھتے ہو
در پہ نظر ہے وقتِ سفر ہے

ختم ہوا افسانہ اس پر
ان کا ہنسنا میرا رونا
ٹپ ٹپ آنکھ سے گر پڑے آنسو
کوئی بت جو ٹوٹتے دیکھا

تقی کے اس شعر میں تسلیم و رضا کا جوہر ہے

تیرے ہاتھوں سے جب پینے کی ٹھہری
پلانے والے سے کیا اور ستم کیا

برا کیا ہے اے تقی میں کہ ہوں بندہ مشیت
مجھے زندگی بھی پیاری مجھے موت بھی گوارا

جیسی کارفرمائی حافظ کے اس شعر میں پائی جاتی ہے

بدرد و صاف ترا حکم نیست دم درکش
کہ ہر چہ ساقی ما ریخت عین الطاف است

A great poet can with the help of words paint pictures which defy the greatest art of painting.

تقی کے محاکات کی شان دیکھئے!

بیکل بیکل گھونٹے گھونٹے اب تو ہمارا حال یہ ہے
جیسے کوئی چیز کہیں پہ رکھ دی رکھ کر بھول گئے

مصور نے مو قلم سے تو لیا اس کا پیکر
بھی اگر خون ٹپک پڑے تب بھی اس کیفیت کی تصویر
ممکن نہیں

تقی کی بعض غزلوں میں تو انتخاب مشکل ہو جاتا ہے
مطلع سے لے کر مقطع تک ہر شعر نگہ انتخاب کو اپنی جانب
مائل کر لیتا ہے
مشکل زمینوں میں اچھے شعر نکالنے میں تقی کو خاص
ملکہ ہے

جو چھو لیا ہے کسی گلعذار کا دامن
مہک رہا ہے نسیم بہار کا دامن
شراب بکھر و دیا کے نہیں جو آ...
حباب شیخ وہ ہے بادہ خوار کا دامن

تقی، غم و مسرت میں ... تعدیل حقیقی قائم کرتے ہیں
وہ غم و مسرت سے گزر کر وہاں قدم رکھتے ہیں جہاں
"نفس مطمئنہ" کی منزل شروع ہوتی ہے

نہ آرزوئے وصال باقی نہ ہجر کا کچھ ملال باقی ہے
میں اس جگہ اب پہنچ چکا ہوں جہاں نہ دل ہے نہ آرزو ہے

وہ ساحل کی تن آسانی پر طوفان کی کشمکش کو ترجیح دیتے ہیں

تخیل میں جو لطف ہے حاصل میں وہ کہاں
جو راہ میں کیفیت ہے منزل میں ہے کہاں
ساحل کی طرف یاس سے تکنے والو
طوفان میں زندگی ہے ساحل میں کہاں

(باقی آئندہ)



کہ دودھ میں پانی ملانے کے جرم میں ایک تاجر کو (۵۰۰) روپے جرمانہ کیا گیا
اس کو کہتے ہیں دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی

کہ سینڈھی میں آمیزش کی وجہ سے ایک شخص ہلاک ہوگیا
لیکن تعجب یہ ہے کہ سینڈھی پینے والا یہ شخص اب تک زندہ کیسے تھا؟ اسکو تو روزِ اوّل ہی مرجانا چاہیئے تھا!

کہ کانگریس کی (۷۵) ویں سالگرہ ۳۰ر جنوری سے منائی جائے گی
یوں ہی مناتے رہو بار بار سالگرہ
جہاں میں آپکے ہوں بیشمار سالگرہ

کہ ظہیرآباد کے طلباء درختوں کے سایہ میں تعلیم پاتے ہیں
بالفاظِ دیگر حکومت کے زیرِ سایہ تعلیم پارہے ہیں

کہ شکیلہ بانو بھوپالی کی چھوٹی بہن آسمان بانو بھوپالی حیدرآباد تشریف لائیں
اب دیکھنا ہے کہ انکی والدہ صاحبہ کب تشریف لاتی ہیں!؟

کہ کانگریس کے دونوں گروہ کو نزدیک لانے کی کوشش کی جارہی ہے۔
ہم سمجھتے ہیں کہ ہر گروہ کہہ رہا ہوگا ؎
کھینچو تم جو اپنے کو کشاکش درمیاں کیوں ہو؟

کہ حکومت آندھراپردیش نے کرکٹ دیکھنے کیلئے ایک دن کی اسپیشل تعطیل کا اعلان کیا ہے
حالانکہ ہماری حکومت بعض اہم مذہبی تہواروں میں نمائندگی کے باوجود تعطیل نہیں دیتی

کہ تلنگانہ میں تدریجی طور پر نشہ بندی کا نفاذ کیا جائے گا۔
تو پھر ہمارے گتہ داران آبکاری اور نائب ناظرانِ اور مہتممانِ آبکاری کا کیا ہوگا!؟

کہ بلگام میں غذائی سمیت سے چھ آدمی ہلاک ہوگئے
نجانے ان لوگوں نے حکومت کے ذخیرہ کردہ آبلے چاول کھائے ہونگے!

کہ بعض اشخاص نے لشن گنج میں پوجا کی رقم کا سرقہ کیا!
پوجا کی رقم کا سرقہ کرنے والوں کو بس بھگوان سمجھے!

کہ پدمنی اور لیلا کی حیدرآباد آچکی ہیں
کون کہتا ہے کہ حیدرآباد چیرا گاہ نہیں ہے!؟

قطعہ

این نوید آمدہ زِ طرفِ نجفؑ
نام ذاتِ علیؑ بگر یہ شرف
ابرِ نیسان نگر زِ کربؑ و بلا
آمدہ گوہرے برون زِ صدف

(آمدہ از نذری باغ)

[redacted]

لاکھ سنوی پیغمبری بھی تو نہیں سمجھا — ور نبی کی ۔ دا ۔ شکر بھی زیبا نہیں سمجھا
شکر آپ کو عثمان یہی کہنا ہے ہر اک سے — کوئی باب نجف کو بندگی کیا کوئی سمجھا

شیراز

سید مقام شیرازی ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر — مقام اشاعت:۔ چادر گھاٹ گیٹ حیدر آباد ۱۱۹۲

جلد ۱۵
روز جمعہ
۱۷ فبروری سنہ ۱۹۶۱ء
م
غرۂ رمضان المبارک
سنہ ۱۳۸۰ھ
شمارہ
(۱۶)

غزل

(مطلع) زِ رُوئے گُل نگرجا کے کُنم بندِ نقابش را — نگر توُحِفظ کردم معنےٰ او رمزِ کتابش را
بگفتہ مستیٔ خُمِ غدیرے این چہ افسانہ — بخوردم در بہاران روز و شب جامِ شرابش را
شعلۂ مطلعِ بابِ نجفؑ در گوشِ من گفتہ — نگر کسبِ ضیا کردم ز رُوئے آفتابش را
زوائد حشو را کردہ شریکے بے ضرورت ہم — نگر غارت کُنم تصحیحِ اعدادِ حسابش را
بہاران گُفت این قِصہ بگوشِ لالۂ نعمان — نظارہ می کُنم در بُوستان رنگِ گلابش را
بجائے زُہد و طاعت در مساجد شیخ را بنگر — بہ دادم عادتِ مئے روز و شب عیبِ خرابش را
بہ زورِ قوّتِ علمی کہ گیرم از کفِ ہاتف — نگر تو بر فگندم از رُخِ رمزے حجابش را
ورودِ بادِ صُبحے گفت این پیشِ عنادل ہم — نگر بیدار کردم سبزۂ بیگانہ خوابش را
چو گشتم پیرو پیرِ مُغان میخانہ این گفتہ — رہا کردم ز کف بنگر تو من خوفِ عذابش را

(مقطع) شنو عثمان بگفتہ این سعادت بہرِ من باشد
زہے قسمت کہ باشم خاکپائے بُوترابش را

مرقوم ۱۶ فبروری سنہ ۱۹۶۱ء

(آمدہ از شعلہ بانغ)

گھرداری تین صاحبزادیاں کاظم جاہ مرحوم
(مقیم شادی خانہ نمبر ۲)

فرمایا شکر ہے کہ مقررہ طریقہ پر تین لڑکیوں کا عقد شرعی مختلف تواریخ میں کنگ کوٹھی میں ہو چکا۔ اور بعد عید رمضان جدید تعمیر کردہ مکانات میں (روبروئے میدان کنگ کوٹھی) یہہ مقیم ہوکران کی متاہل زندگی شروع ہوجائے گی۔ یعنے

(۱) عباسی بیگم (بطنی پتلی بیگم زوجہ) غلام حیدرؔ کے ساتھ
(۲) کاظم النسا بیگم (بطنی موتی بیگم زوجہ) لیاقت حسینؔ کے ساتھ
(۳) حسینی بیگم (بطنی موتی بیگم زوجہ) غلام علیؔ کے ساتھ

چونکہ برادران والاشان بعض وجوہ سے شریک تقریب نہیں رہ سکے۔ لہذا علی پاشاہ کے ہمراہ سردست یہہ دو مذکورہ لڑکوں نے بیت العزیز و ماؤنٹ پلیزنٹ جاکر سلام کرکے شادی کی نذر پیش کی کرایا کرنا اون کے فرائض میں داخل تھا۔ البتہ تیسرا لڑکا یہہ متعاقب جائے گا جس کی سردست جلدی نہیں ہے بلکہ ممکن ہوسکے تو کاظم جاہ مرحوم کی چوتھی لڑکی سلمیٰ بیگم کا عقد ہونے بعد جوکہ ہنوز منسوب نہیں ہوئی کسی لڑکے کے ساتھ جائے گا غالباً بعد عید رمضان۔

مرقوم ۱۶۔ فبروری ۱۹۶۱ء

(آمدہ از نذری باغ)

قطعہ

یہ سپہر چرخ بدر کمال ہست | باخرد نیز مرد عاقل ہست
بہر این کیست من نمی دانم | پُر ز عشرت نگر تو محفل ہست

(آمدہ از نذری باغ)

تلوّن مزاجی پسر کلاں گوری بیگم مرحومہ جس کا نام حسن علی خاں ہے

(زوجہ حشمت جاہ)

فرمایا جس وقت کاظم جاہ مرحوم کے دو لڑکے (یعنی موتی بیگم و پتلی بیگم) پرورش لڑکے لیلا بیگم و جانی بیگم مرحومہ بغرض تعلیم عدن باغ میں مقیم ہوئے تھے تو اس وقت گوری بیگم مرحومہ کا بڑا لڑکا جس کا نام عنوان میں درج ہے بغیر مشورہ اپنے باپ حشمت جاہ کے مجھے تحریر لکھ کر بھیجا تھا کہ وہ بھی عدن باغ میں آکر۔ دوسرے بچوں کے ساتھ رہنا چاہتا ہے۔ کیونکہ وہ اپنے موجودہ مقام پر (در مکان گاف) رہنے سے اس کا دل اکتا گیا ہے وغیرہ۔ مگر میں نے کہا کہ کاظم جاہ مرحوم کے لڑکوں کا معاملہ جداگانہ ہے کہ ان کا باپ زندہ نہ ہونے سے وہ دادا کی نگرانی میں ہیں۔ مگر یہ حالت اس بچہ کی نہیں ہے کہ اس کا باپ زندہ ہے۔ لہٰذا دونوں معاملے یکساں نوعیت کے نہیں ہیں لہٰذا اس بچہ کو میں اپنی نگرانی میں نہیں لے سکتا (اس کا علم بچہ کے باپ کو تھا) اور یہ معاملہ یہاں ختم ہو چکا تھا۔ مگر اب میں نے سنا ہے کہ سعادت جاہ (برادر خورد حشمت جاہ) کی لڑکی سے یہ لڑکا منسوب تھا۔ مگر غالباً اس وجہ سے کہ لڑکی کی ماں امامیہ مذہب کی نہیں ہے۔ لڑکے نے نسبت کو جو خوشی سے قبول کیا تھا فسخ کر دیا۔ یہ حالات دیکھ کر میں نے باپ کے ہاں کہلا بھیجا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ دوسرے طرف اگر یہ لڑکا (مع اس کا چھوٹا بھائی و بہن) اگر چاہیں تو میں ان کو باپ کی رضامندی سے اپنے نگرانی میں لیکر ان کو عدن باغ میں رکھتا ہوں اور ان کے سود و بہبود کا انتظام کرتا ہوں (مثل اولاد کاظم جاہ مرحوم) اور ممکن ہو تو کاظم جاہ مرحوم کی بقیہ صاحبزادیوں کو ان ۲ دو لڑکوں سے منسوب کرتا ہوں۔ مگر اب باپ کی تحریر سے معلوم ہوا کہ یہ تجویز ان کو منظور نہیں ہے۔ بہت اچھا یہ خوشی کا معاملہ تھا نہ کہ جبر کا۔ اور میری تجویز یہاں ختم ہو چکی۔

الحاصل یہی حالات تھے ان ساتے بھائیوں کے یا ان کی اولاد کے جن کو میں کاظم جاہ مرحوم کی لڑکیاں نہ دینے کا قطعی تصفیہ کیا تھا جس کا جو کچھ نتیجہ نکلا وہ سامنے ہے۔ یعنے ان کے قول و فعل کا کچھ بھروسہ نہیں ہے اور نہ یہ میری نگرانی میں آنے کے قابل ہیں کہ اس کے لئے بھی قابلیت کی ضرورت ہے۔

مرقوم ۱۶ ر فبروری ۱۹۶۱ء

(آمدہ از نذری باغ)

قطعہ

ہرگز ز کف نہ دادم با کاغذے قلم را ||| جز کربلا نکردم فرقم نگر تو خصم را
ایمان من بگفت این راز را بگوشم ||| جائز نگر نہ دارم من سجدۂ صنم را

(آمدہ از نذری باغ)

دنیا کا مسلّمہ مقولہ "یک من علم را دہ من عقل باید"

فرمایا حکیم محبوب علی خاں سے میں نے پوچھا کہ میرا دوسرا نواسہ (یعنی فیروز علیخاں بطنِ شہدی بیگم) انا کا دودھ موافق نہ آنے سے روزانہ دو تین چار۔ اجابتیں سبز رنگ کی کیوں آتی تھیں۔ اور معصوم کا پیشاب کیوں رک گیا تھا۔ تو آپ نے فرمایا انا کا معدہ خلط یعنی گاڑھا ہونے سے ہضم نہ ہو کر یہ خرابی پیدا ہوگئی تھی۔ یہ سنکر مجھے ہنسی آئی کہ ایک گدھے برابر بوجھ کے کتب فن یونانی پڑھ کر اسی ۸۰ سے اوپر سن و سال میں آپ کی یہ تشخیص ہے کیا کہنا۔ ؟ دوسرے طرف میں نے کہا کہ جناب غور سے سنئے کہ آپکی تشخیص کس قدر غلط تھی یعنی بالفرض محال آپ کا کہنا صحیح تھا تو صرف دو تین زرد رنگ کی اجابتیں ہونا تھا نہ کہ سبز رنگ کی۔ دوسرے طرف پیشاب مسدود نہ ہوناتھا۔ بلکہ جاری رہنا تھا۔ برخلاف اس کے امور مذکورہ وقوع میں آئے تھے۔ لہٰذا ہوش و حواس کو بجا رکھ کر (پیرانہ سالی میں) سنئے کہ بظاہر دودھ اچھا تھا انا کا جو کہ امتحان کے بعد شروع کروایا گیا تھا۔ مگر اس میں کسی نہ کسی وجہ سے حرارت پیدا ہوگئی تھی انا کی غذا کی وجہ سے کہ وہ جھونپڑے سے یہاں آئی تھی جس کی وجہ سے معصوم کا معدہ نہ صرف دودھ کو قبول کیا بلکہ اس کی حرارت معدہ جگر مثانہ میں پیدا ہوگئی تھی جسکی وجہ سے مختلف شکل میں خرابی پیدا تھی لہٰذا اگر بروقت دودھ کو بدل دیا جاتا تو یہ خرابی انتہا کو پہونچکر معاملہ ہاتھ سے باہر جاکر معصوم کی ہلاکت نہ ہوتی۔ یہ سنکر آپ قائل ہوگئے اور کہا کہ دماغ کی نزاکت خداداد ہے۔ اور صحیح تشخیص مرض عوارض لاحقہ کو سامنے رکھ کر نتیجہ پر سوچنا ہر ایک کا کام نہیں ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ یہ سنکر میں نے کہا کہ آپ کے صدر حکیم مقصود جنگ کا کہنا تھا زمانہ گذشتہ میں کہ سرکار نے اگرچہ فن طب کی کتابیں نہیں پڑھی ہیں۔ مگر اپنے ذاتی لیاقت یا تجربہ سے جو چیز حاصل کی تھی وہ لاجواب تھی اسکے بعد کہا کہ ان خوبیوں کے ساتھ اگر فنِ طب کو سرکار حاصل کرتے تو آج سرکار کا کوئی طبیب تشخیصِ مرض میں مدمقابل نہ ہوتا

بہر حال بیچارے حکیم صاحب مذکور جو کہ چراغِ سحری رہ گئے ہیں فن طب میں ان سے مشورہ کرنا محض بے سود ہے کہ ہوش و حواس بجا نہیں ہیں اور نہ دماغ کام کر رہا ہے۔ اور نقل و حرکت سے معذور ہیں۔

بہ قول۔ ایک پیری و صد عیب

مرقوم ۱۶ فروری ۱۹۶۱ء

(آمدہ از نذری باغ)

قطعہ

مژدہ بنگر کہ صبح و شام می آید ہمین ‖ آفتابے ہم کہ نزدِ بام می آید ہمین

گفت این بزمے شنو بر صوتِ قانونِ نیز چنگ ‖ پُر ز صہبائے عرب ہم جام می آید ہمین

(آمدہ از نذری باغ)

معروضۂ ادب

بعد آستان بوسی فدوی بہ ہزار ادب عرض پرداز ہے کہ سرکار کے فرمان مبارک مزینہ ۷ شعبان المعظم ۱۳۸۰ھ کی ایک نقل ذریعہ مراسلہ محکمۂ معتمدی مورخہ ۲۶ جنوری ۱۹۶۱ء حسب الحکم سرکار فدوی کو مرحمت فرمائی گئی جس کے دیکھنے کے بعد فدوی حیران و ششدر رہ گیا کہ کس طرح انتہائی غیر ذمہ دارانہ طریقہ سے محض فدوی کو نقصان پہونچانے اور خود کو مختلف خطرات سے محفوظ رکھنے کی خاطر فدوی پر جھوٹے اور بے بنیاد الزامات عائد کئے گئے ہیں۔ فدوی بہ بانگ دہل یہ اعلان کردینا فرض سمجھتا ہے کہ فدوی کا جماعت اسلامی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ فدوی جماعت اسلامی کو ایک غیر قانونی جماعت سمجھتا ہے اور بحیثیت نمک خوار و تعلق سرکار فدوی کسی ایسی جماعت میں شریک نہیں ہو سکتا۔ فدوی کے چار پشت حافظ قرآن تھے۔ سرکار حضرت غفران مکان کو فدوی کے پردادا (اسکندر یار جنگ مرحوم) سانپ کا عمل سکھائے تھے۔ فدوی نے سید عبداللہ شاہ صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی ہے اور یہ سلسلۂ بیعت حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ سے جاکر ملتا ہے۔ مختصر یہ کہ فدوی اور فدوی کا خاندان محبان اہلبیتؑ سے ہے۔ اور فدوی کی اہلیہ مذہب امامیہ سے تعلق رکھتی ہے جو کہ علی اکبر برادر علی رضا کی دختر ہے۔ سرکار ان امور کی تصدیق غیر جانبدار افراد جیسے ایں۔ این ریڈی و خان بہادر تارا پور والا کے ذریعہ فرما سکتے ہیں۔

(۲)۔ آخر میں فدوی بصد ادب یہ عرض کرنا چاہتا ہے کہ ذاتی مفادات کے تحفظ کی خاطر جو الزامات فدوی پر عائد کئے گئے ہیں وہ سراسر غلط ہیں اور ان کے قطع نظر فدوی سرکار کی خدمت گزاری ہمیشہ اپنی خوش قسمتی سمجھتا ہے اور سمجھتا رہے گا اور فدوی کا مذہب ایمانداری راست بازی اور سرکار کی خدمت گزاری ہے۔ فقط المرقوم ۶ فروری ۱۹۶۱ء

فدوی جان نثار موروثی کرنل سید امیر الدین خاں

کمانڈنگ افسر (گولکنڈہ انفنٹری)

نوٹ :- فرمایا امیر الدین کمانڈنگ افسر گولکنڈہ کے عقائد سے متعلق کچھ غلط فہمیاں پیدا ہوئی تھیں کہ ان کے عقائد مثل عقائد فریقین اسلام نہیں ہیں بلکہ تیسرے رنگ کے ہیں یعنے مثل وہابیوں کے ہیں۔ چنانچہ میرے استفسار پر انھوں نے یہ معروضہ پیش کیا ہے جس کی نقل اوپر درج ہے اور جو ازالۂ غلط فہمی کیلئے کافی ہے

مرقومہ ۱۶ فروری ۱۹۶۱ء

(نقل آمدہ از تذکی باغ)

تجویز برائے آیندہ

فرمایا اگر میرے دامادوں کو زمانۂ آیندہ میں بغرض زیارات حجاز و عراق جانے کا موقع آیگا تو جو کچھ اس وقت انتظام ہوگا اُس کی نوعیت دوسری ہوگی یعنے زاد راہ سفر اور قیام کی اور انتظام کی نگرانی کے فرض سے ہمراہ اسداللہ اور صادق حسینؑ کو جانا ہوگا۔ جس کسی عہدہ دار کی ضرورت ہو۔ مگر ساتھ ہی اس کے جلدی نہیں ہے۔ بقول دیر آید درست آید

مرقوم ۱۲۔ فبروری ۱۹۶۱ء

(آمدہ از نذری باغ)

عطا کردہ دو۲ قیمتی طلائی دستی گھڑیں برادران۲ والاشان

برائے غلام حیدرؑ و لیاقت حسینؑ بہ شکل تحفۂ عقد

فرمایا چونکہ یہ ہر دو لڑکے علی پاشاہ کے ہمراہ کل یوم چہارشنبہ بیت العزیز و ماونٹ پلزنٹ گئے تھے سلام و نذر کیلئے۔ اسلئے اس موقع پر اون کو یہ یادگار تحفہ ملا۔ بایں وجہ کہ یہ شوہر تھے صاجزادیاں کاظم جاہ مرحوم کے۔ اور دوسرے طرف ذی وجاہت خاندانوں سے ان کا تعلق تھا۔ لہٰذا ان کے بڑے عطا کرنے والوں کے حق میں دست بدعا تھے۔ زبان حال سے کہتے ہوئے۔ الٰہی تا جہان باشد تو باشی۔
دیگر۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ ان دو۲ مقامات مذکورہ پر ان لڑکوں کی گلپوشی ہوئی۔ اور ان کو چار پلائی گئی۔ کیا کہنا اس برتاؤ بزرگانہ کا؟ مرحبا کہ لڑکے خوش قسمت تھے کہ ان کو یہ نعمت نصیب ہوئی۔ خدا ہر دو بھائی کو سلامت رکھے۔

مرقوم ۱۲۔ فبروری ۱۹۶۱ء (آمدہ از نذری باغ)

قطعہ

چمن بگفت کہ ہر گل نگر تو خندان است ||| و فور عیش و مسرت نگر کہ چندان است
بہ دیدہ رنگ کلامے دگر ثقہ معنےٰ ||| زمانہ گفت کہ عثمانؔ نگر سخندان است

(آمدہ از نذری باغ)

فارسی کی مثل "حلوا خوردن روئے باید"

فرمایا بعض خانہ زادانِ نذری باغ کی درخواست برائے زیارات حجاز و عراق یہ دیکھ کر مجھے ہنسی آئی کہ خواہشمند ایسے ماشاء اللہ جن کا کیا کہنا۔ یعنے نہ تو سِن و سال اور نہ تو متاہل زندگی نہ مذہبی لگاؤ نہ مذہبی معلومات۔ نہ پابند صوم و صلواۃ۔ معلوم ہوتا ہے (بجز چند افراد) کوئی مناسبت نہیں کہ وہ یہہ مذہبی کام کرنے کے قابل سمجھے جائیں۔ اس کے علاوہ یہ بھی خدا کو معلوم ہے کہ پنج وقتہ نماز تو کجا۔ یہ ہفتہ میں ایک بار کبھی جمعہ کی نماز نہ چاہے مسجد نذری باغ میں ہو یا اپنے گھروں ہیں۔ یہ بھی ادا ہوتی تھی یا نہیں۔

خلاصہ یہہ کہ ان صفات معکوس رکھتے ہوئے بلند پروازی کا خیال چہ خوب!

خلاصہ یہہ کہ یہ سب کچھ دکھاؤ نمائشی تھا بجز اشتیاق سیر و سیاحت یا تفریح طبع۔ دوسرے طرف زادراہ کے مصارف ان کی ذاتی کمائی یا ان کے بڑوں کے جیب کا پیسہ نہیں تھا جس کا ان کو خیال ہوتا۔ بلکہ مال مفت دلِ بے رحم کا معاملہ تھا۔ الحاصل مربی و سرپرست ایسے بیکار و نمائشی کاموں میں پیسہ برباد نہیں کر سکتا تا آنکہ اس کے لئے قوی وجوہ نہ پیدا ہوں۔ لہٰذا ان امور کا ان کو خیال رہنا چاہئے کہ جو کام ہو وہ موزوں و مناسب مواقع کے ساتھ ہوا اور قوی وجوہ کے ساتھ ہو جس پر غور ہو سکے۔ ورنہ ایسے مہمل اور لایعنی درخواستوں کو داخل دفتر کر دیا جائے گا۔ یہ سمجھ کر کہ یہ قابلِ توجہ نہیں ہیں۔

مرقوم ۱۶ر فروری سنہ ۱۹۶۱ء

(آمدہ از نذری باغ)

قطعہ

این چہ ایام نگر مسعود است ||| نیز ساعات ہمہ محمود است
کارِ دنیا کہ بدوشش عقبیٰ ||| ہر ما بین تو عجب بہبود است

(آمدہ از نذری باغ)

درخواست اظہر علی پسر آغا مرتضیٰ علی عہدہ دار پرائیویٹ اسٹیٹ نظام (مقیم نذری باغ)

(برائے زیارات مقامات مقدسہ)

فرمایا یہ بچہ پانچ یا چھ سال سے نیک روئی سے اپنی متاہل زندگی نذری باغ میں بسر کر رہا ہے اور اسکی زوجہ
نذیرالدین عہدیدار کی دختر ہے جس کا نام نظام النساء بیگم ہے جو کہ بچے والی ہے۔ عراق کے سفر کا انتظام میاں نے
صادق حسین صاحب عہدہ دار الاوہ جات پرائیویٹ اسٹیٹ نظام کے سپرد کیا ہے جو دو وقت عراق جا چکے
ہیں اور وہاں کے حالات کا ان کو تجربہ ہے اور علی پاشاہ سے بھی مدد طلب کی ہے جبکہ صاحب بھی سابق
میں ان مقدس مقامات سے مشرف ہو چکے ہیں

الحاصل اظہر علی کے زادراہ یا مصارف کا انتظام شروع ہو چکا ہے کہ یہ لڑکا محرم میں بارگاہ حسینی میں حاضر
رہنا چاہتا ہے اسلئے روانگی آیندہ ۱۰ مئی میں ہوگی۔

دیگر اس کے مجتمعہ رقم ٹرسٹ سے کم و بیش دو ہزار روپئے دینے کے لئے سکریٹری ٹرسٹ خان بہادر تارا پوروالا
سے کہنے والا ہوں کہ لڑکا ایک مقام کو نہیں بلکہ دوسرے مقامات مقدسہ کو بھی بغرض زیارت جانا چاہتا ہے کہ
اس کی یہ منت نذری باغ آنے کے قبل سے تھی جس کو وہ اب پورا کرنا چاہتا ہے

الحاصل یہ لڑکا خوش قسمت ہے کہ اس کو یہ نعمت دینی حاصل ہو رہی ہے کہ یہ امامیہ مذہب کا ہے
اس کے ہمراہ ایک ملازم رہے گا خدمت کے لئے جو ڈیک پر سفر کریگا اور لڑکا سکنڈ کلاس میں جائیگا
پانی کے جہاز پر۔ اور کم و بیش چار یا پانچ ماہ کے بعد واپس آئیگا جبتک اس کی فیملی میری نگرانی میں رہیگی۔

زیادہ۔ بہ سلامت روی و باز آئی

نوٹ:۔ منظورہ کم و بیش دو ہزار روپئے کی رقم میں (بغرض سفر عراق) وہ رقم بھی شامل ہو جائے گی
اس کے مقررہ اذوقہ کی جو کہ اس کو ایصال ہوتی ہے کیونکہ چند ماہ تک وہ یہاں نہیں رہیگا۔ البتہ
اس کے زوجہ کا مقررہ اذوقہ اس کو یہاں ہر ماہ ملا کریگا۔

——————— مرقومہ ۱۰ فروری سنہ ۱۹۶۱ء

(منقول از نظام گزٹ)

درخواست مصطفےٰ علی پسر مرزا قربان علی عہدہ دار پرائیویٹ اسٹیٹ نظام بغرض زیارات مقامات مقدسہ در عراق

(مقیم نذری باغ)

فرمایا یہ لڑکا بھی پانچ یا چھ سال سے نیک روئی سے نذری باغ میں اپنی متاہل زندگی بسر کر رہا ہے بطنی محبت النساء بیگم ہمشیرہ حسینی بیگم (زوجہ صاحبزادہ بہادر جنگ مرحوم) اس کی زوجہ بشیر الدین بہادر کلاں نذیر الدین عہدہ داران پرائیویٹ اسٹیٹ کی دختر ہے جس کا نام زاہدہ بیگم ہے۔ یہ بھی بچے والی ہے۔ بہر حال نامبردہ کے سفر عراق کا انتظام اسی طریقہ سے ہوگا جیسا کہ اظہر علی کے لئے ہو رہا ہے۔ اور یہ ہر دو بھائی کی سنگت بھی اچھی رہے گی کہ ہر دو مماثل حیثیت کے ہیں۔ اور نذری باغ میں ہم محلہ ہیں۔ یہ لڑکا بھی امامیہ مذہب کا ہے۔ زیادہ۔ بہ سلامت روی و باز آئی

مرقوم ۱۱ر فروری ۱۹۶۱ء

(منقول از نظام گزٹ)

عقد شرعی مبارک باشد

فرمایا غالباً حسینی بیگم (یعنے صاحبزادی کاظم جاہ مرحوم) کا آئیڈیل پنجشنبہ ۲۹ ر شعبان ۱۳۸۰ھ کو غلام علی پسر سید علی (برادر خورد غلام عسکری) کے ساتھ کنگ کوٹھی میں ہو جائیگا صبح دس بجے تاکہ قبل ماہ رمضان ۱۳۸۰ھ یہ تینوں بہنوں کا ٹھکانہ ہو جائے۔ اس کے بعد بقیہ دو بہنوں کے معاملہ پر غور ہوگا۔ جس کی سر دست جلدی نہیں ہے۔

مرقوم ۱۱ر فروری ۱۹۶۱ء

(منقول از نظام گزٹ)

رفع غلط فہمی متعلق زیارات مقامات مقدسہ عراق یا حج وزیارت بہ حجاز۔

فرمایا میں نے مناسب سمجھا کہ چند سطور لکھکر معاملہ کو صاف کروں۔ وہ یہ ہے کہ یہ سب خواہشمند جب تک متاہل زندگی نہ رکھیں اور شریک ٹرسٹ نہ ہوں ان کے لئے جانا ناممکن ہے۔ دوسری طرف بے ضرورت نمائش کے لئے اطرجمع شدہ رقم ٹرسٹ کو صرف کرنا مناسب نہیں ہے کیونکہ یہی رقم آیندہ ان کے آل۔ اولاد کے لئے کام آنیوالی ہے جبکہ ضرورت سے زائد ان کو اولادہے۔ اس کے علاوہ ان شروط کے ساتھ جانے والوں کو مقررہ رقم سے زائد نہیں دی جاسکتی اور سفر کا انتظام درست طریقہ پر فرصت سے ہونا ہے تاکہ مصائب راہ کا سامنا نہ ہو۔ اس کے سوا اگر اس کا موقع ملا تو وقتاً یعنے ہر سال ۲ دو اسم سے زائد نہ جاسکیں گے اور علاوہ ان سب امور کے جانے والوں کا سن وسال بھی اس کے لئے موزوں ہونا ضروری ہے۔

خلاصہ یہ کہ اس سال بعض وجوہ سے عروج علیؑ غیر متاہل خانہ زاد حجاز کو نہیں جاسکا جو آیندہ سال ۲ دو اسم کے ساتھ یہ تیسرا بھی شریک ہوجائے گا۔ جس صورت میں حسینؑ علی عطاش کے ساتھ اس کا جانا نہیں ہوسکا۔ الحاصل سال آیندہ عروج علیؑ کے علاوہ مزید ۲ دو متاہل خانہ زاد جانے والے ہیں یعنے وزیر علیؑ۔ و عون علیؑ۔ اور (متاہل خانہ زاد) عراق کو اظہر علیؑ و مصطفےٰ علیؑ جارہے ہیں۔ اس صراحت کے بعد کسی خانہ زاد کی طرف سے بے جا درخواست پیش ہوگی تو داخل دفتر کردی جائے گی۔ کیونکہ میں کوئی کام کروں گا تو دیکھ سمجھ کر اور وہ بھی موزوں و مناسب موقع کے مدنظر تاکہ دکھاؤں میں یہ اچھا ہو۔ وبس۔ (آیندہ سال تک عروج علیؑ کا نکاح ہوجائیگا۔)

نوٹ:۔ فرمایا میرا مضمون متعلق سفر حجاز و عراق کو دیکھکر اخبار نظام گزٹ میں دوسرے خانہ زادان بھی دیکھا دیکھی جدید ارادے نہ کہ قدیم جانے کیلئے ظاہر کررہے ہیں۔ حالانکہ ان کو سمجھنا چاہئے کہ اگر یہ نذری باغ میں نہ ہوتے یا شریک ٹرسٹ نہ رہتے یعنے اپنے بڑوں کے گھروں میں رہتے تو کیا یہ خیالات وہاں پیدا ہوتے۔ اور کیا ان کے بڑے جو کہ مفلس تھے اتنے کثیر مصارف برداشت کرکے ان کی تمنا پورا کرتے۔ ہرگز نہیں تو معلوم ہوا کہ نذری باغ میں خربوزہ۔ خربوزہ کو دیکھ کر رنگ پکڑرہا ہے۔ لہٰذا آیندہ سے وہ حالات حاضرہ پر نظر رکھ کر یہ کام کریں تو مناسب ہے۔ تاکہ ان کی ہنسی نہ اُڑے بلکہ کام وہ ہو جو واجبی سمجھا جائے وہ بھی سن وسال۔ اور متاہل زندگی کو دیکھتے ہوئے تاکہ درخواست معقول سمجھی جائے نہ کہ مہمل و ناقابل لحاظ۔

مرقوم ۱۴؍ فروری ۱۹۶۱ء

(منقول از نظام گزٹ)

نذر عقد شرعی صاحبزادیان نذری باغ جن کا عقد ہو کر چند ماہ ہوئے ہیں

(مع شوہران یعنے میرے دامادان باقی ہے)

فرمایا بعض وجوہ سے برادران والاشان شریک تقریب مذہبی نہیں تھے۔ اس لئے سلام کرا کے نذر پیش کرنے کا موقع ہمدست نہیں ہوا تھا۔ مگر آئندہ جب کبھی موقع ملے گا تو یہ فرض ادا کیا جائے گا جس کی سردست جلدی نہیں ہے۔ کیونکہ دونوں بھائیوں کا خاندان نظام میں مسلمہ ممتاز پوزیشن ہے۔ (وقت نذر میری موجودگی ضروری ہے بشمول میری پوتیاں)

دیگر۔ سردست آج علی پاشاہ دو ۲ لڑکوں کو (یعنے غلام حیدر و لیاقت حسین) بیت العزیز اور ہونٹ ہلز اپنے ہمراہ لیجا کر نذر دلوا دیئے ہیں۔ البتہ غلام علی جس کا عقد شرعی کاظم جاہ مرحوم کی صاحبزادی حسینی بیگم کے ساتھ کل یوم پنجشنبہ کنگ کوٹھی میں مقرر ہے اسکی نذر متعاقب لوادی جائیگی۔ (مع صاحبزادیان کاظم النساء بیگم و عباسی بیگم یعنی دو ۲ منکوحہ موتی بیگم و تیلی بیگم مقیم شادی خانہ نمبر ۲ ۔)

مرقوم ۱۵ ر فروری ۱۹۶۱ء

(منقول از نظام گزٹ)

قطعہ

بہر گلزار شقایق باشد ||| بہر انسان کہ علائق باشد
از پئے حق علیؑ صہر نبیؐ ||| بہر اثبات ۔ حقایق باشد

(آمدہ از نذری باغ)

قطعہ

بگو تو ذاتِ علیؑ با نبیؐ چو پیوند است ||| لبن بگفت چہا شہد ہم دگر قند است
شنیدہ مژدۂ کودک دگر کہ می آید ||| طفیلِ شاہِ نجفؑ قلبِ من کہ خورسند است

(نواسہ دوم)

(آمدہ از نذری باغ)

عراق اور حجاز کا موسم برائے زیارات

فرمایا جو اصحاب اِن دو مقامات کو گئے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ سال میں ایک موسم ایسا آتا ہے جہاں کی گرمی ناقابلِ برداشت ہوتی ہے خصوص اُن افراد کیلئے جن کی زندگیاں وطن میں راحت و آرام سے بسر ہوئی ہیں اور جن کو مصائب سفر اٹھانے کا اتفاق نہ ہوا ہو۔ کیونکہ بادِ سموم چلتی رہتی ہے۔ اور ٹمپریچر (حرارت) حد سے زیادہ بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ لہذا اِن اُمور پر بھی غور کرکے کام کرنا ضروری ہے جب کہ ان کی زندگیاں نذری باغ میں بالکل بدل گئی ہیں۔ اور یہ آرام طلب بن گئے ہیں۔ یعنی موسم گرما میں بغیر پنکھے۔ برف اور شربت وغیرہ نہیں رہ سکتے۔ یا بغیر پلنگ زمین پر نہیں سو سکتے یا زمین پر بیٹھنے کی عادت ان سے جاتی رہی ہے بجز وقت عبادت مسجد میں یا دوران مجلس ایام عزا عاشور خانہ میں۔ یعنے یہ اپنے مقامات پر کرسیوں پر۔ صوفہ پر۔ تخت پر بیٹھتے ہیں۔ اور میز پر کھانا کھاتے ہیں۔ اور موسم سرما میں بغیر گرم پانی منہ ہاتھ دھونا یا غسل کرنا ان کیلئے ناممکن ہے۔ اس کے علاوہ خدمت کیلئے ملازم کا ہونا ضروری ہے کہ یہ خود اپنا کام ہاتھ سے نہیں کرتے ہیں۔ اور مکانوں میں بغیر برقی روشنی۔ دوسرے تیل یا بتی کی روشنی کے یہ عادی نہیں ہیں۔ اس کے سوا ان کا کھانا (یعنے اشیائے خورد و نوش) اعلیٰ درجہ کے لوازمہ کے ساتھ ہو۔ اور درست طریقہ پر پکایا گیا ہو۔ الحاصل ان چیزوں کے محروم ہوکر دور سے دور دراز مقامات کے یہ کیسے مصائب برداشت کر سکتے ہیں (وہ بھی حالت سفر میں) اس کا بھی ان کو خیال کرنا چاہیئے قبل اس کے وہ زیارات کا قصد کریں کہ یہ آسان نہیں ہے بلکہ سخت مشکل ہے۔ جن کو برداشت کرنا کارے دارد ہے۔ ہاں وہ بات اور تھی کہ اگر ان کی زندگیاں بالکل بدل نہ جاتیں اور یہاں نذری باغ آنے کے قبل جس طرح سے اپنے بڑوں کے گھر میں بسر کر رہے تھے ویسی رہتیں تو مصائب کا برداشت کرنا آسان تھا۔ مگر جب کہ یہ ایسا نہیں ہے تو پھر ان کا خدا حافظ ہے

مرقوم ۱۵ر فروری سنہ ۱۹۶۱ء

(منقول از نظام گزٹ)

[illegible]

شیراز

ایڈیٹر: سید صمصام شیرازی

لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

محکمۂ عطیات

حیدرآباد میں گوروالا کمیٹی کی سفارشات کی روشنی میں تخفیف مصارف کے نام سے ایک کمیٹی قائم ہوئی تھی۔ اس کمیٹی نے حکومت کے غیرضروری مصارف کو گھٹانے کیلئے حکومت کو چند مشورے دیئے جس کی بنا پر چند دفاتر کی بالکلیہ برخواستگی اور چند دفاتر میں ملازمین کی تخفیف عمل میں آئی۔

اس کمیٹی کے چند مشورے تو مالی اعتبار سے یقیناً مفید ثابت ہوئے اور حکومت پر غیرضروری اور بے جا مصارف کا بار کم ہوگیا۔ لیکن اس کمیٹی کے بعض مشورے عوام کی معاشی حالت اور روزگار کے نقطۂ نظر سے غلط اور تکلیف دہ ثابت ہوئے مثلاً اس کمیٹی کے مشورہ پر شکارگاہ کی برخاستگی عمل میں آئی جو ایک مفید اقدام تھا۔ کیونکہ شکارگاہ کا محکمہ ایک غیرضروری محکمہ تھا جو حکومت کے مالیہ پر ایک غیرضروری بار کی حیثیت رکھتا تھا۔ تخفیف مصارف کی کمیٹی ہی کے مشورہ پر دہلی کے حیدرآباد ہاؤس اور بمبئی میں حیدرآباد کی جو عمارتیں تھیں ان کی فروخت عمل میں لائی گئی جس سے یقیناً حکومت کو فائدہ ہوا اور غیرضروری مصارف نگہداشت ختم ہوگئے لیکن اسی کمیٹی کے مشورہ [illegible] قبل از وقت عمل میں آئی۔ قبل از وقت اسلئے کہ مالیاتی کمیشن کی رپورٹ میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ کروڑگیری برآمد محصول دس سال تک برقرار رکھا جاسکتا ہے لیکن تین چار سال ہی میں برآمد محصول کو ختم کرکے سررشتہ کروڑگیری کو بالکلیہ برخاست کردیا گیا جسکی وجہ سے تقریباً پانچ ہزار ملازمین اور انکے زیرپرورش تقریباً پچیس ہزار افراد بیروزگار ہوگئے۔ اگرچہ کہ ان تخفیف شدہ ملازمین میں سے تقریباً دو ہزار ملازمین کو ایک مدت تک دربدری اور فاقہ کشی کے بعد دیگر دفاتر میں باز مامور کرلیا گیا لیکن بحد بسیار خرابی

اسطرح تخفیف مصارف کمیٹی کے بعض تجاویز تو فائدہ مند رہے لیکن بعض تجاویز عوام کے لئے تکلیف دہ ثابت ہوئے۔ کمیٹی نے کافی چھان بین کے بعد کئی دفاتر کی تخفیف کا مشورہ دیا لیکن یہ امر موجب حیرت ہیکہ اس کمیٹی نے نظامت عطیات کی جانب کیوں توجہ نہیں کی۔ یہ ظاہر ہیکہ آج نظامت عطیات کے عہدہ کی موجودگی انگشت ششم کی حیثیت رکھتی ہے کہ جسکے وجود سے کوئی مفاد یا مصرف تو ایک طرف بلکہ بدنمائی پائی جاتی ہے۔ آج جاگیرات کا انضمام ہوچکا مناصب ختم ہوچکے عطیات باقی نہیں رہے معاشین ختم ہوگئیں پھر نظامت عطیات کن امور کے تصفیہ کیلئے آجتک قائم ہے

"اک معمہ ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا!"

اس محکمہ کے ناظم کی پرورش کیلئے [illegible] ہزار سے کیا کم تو نہ ہونگے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ حکومت یہ غیرضروری مصارف کیوں برداشت کئے چلے جارہی ہے، جبکہ اس نظامت سے کوئی مفاد نہیں، تخفیف مصارف کمیٹی کو (غالباً اب بھی برسرکار ہے) اور حکومت کو چاہئے پرخلوص مشورہ ہے کہ وہ ناظم عطیات کے عہدہ کو فوراً ختم کردے اور عطیات کے موجودہ ناظم کو [illegible] اور بچے کچے متعلقات کو مجلس مال کے کسی رکن کے تحت کردے تاکہ حکومت مصارف [illegible]

قرآن

مومن و کافر — سورۂ بقر کا پہلا رکوع

قرآن مجید میں ۱۱۴ سورے ہیں۔ ان سوروں میں خدا نے بہت سی باتیں بتائی ہیں۔ یہاں تک کہ دنیا کی کوئی بات قرآن میں آنے سے رہ نہیں گئی۔ ہر بات ذکر ہوگئی ہے۔ ان سوروں میں انسان کے ضروری مسائل کا ذکر ہے۔ اور دین الٰہی کی تشریح ہے۔ ہر سورہ میں کچھ خاص باتیں بھی ہیں اور کسی اہم واقعہ یا اہم ہستی کا ذکر بھی ہے جس کی یاد تازہ رکھنے کیلئے خدا نے اس سورہ کو اسی سے منسوب کر دیا اور وہ سورہ اسی نام سے مشہور بھی ہوگیا۔

سورۂ بقر قرآن کا سب سے بڑا سورہ ہے جو تقریباً ڈھائی پاروں پر مشتمل ہے۔ اس کے مطالب بکثرت ہیں۔ اس میں باتیں بہت سی ذکر کی گئی ہیں۔

بنی اسرائیل یعنی حضرت یعقوبؑ کی نسل کے بہت سے واقعات کا بیان ہے۔ ان کے انبیاء کا ذکر ہے۔ ان پر خدا کی خاص نعمتوں کا ذکر ہے۔ اور ان نعمتوں کے باوجود ان کی سرکشی کا حال خدا نے بتایا ہے (چنانچہ اس سورہ میں ۲۸۶ آیت اور ۴۰ رکوع ہیں) ان تمام واقعات میں خاص طور سے قابل ذکر ایک "بقر" یعنے گائے کا واقعہ ہے۔ اس کو ذبح کرنے کا خدا نے حکم دیا۔ ان لوگوں نے (یعنی بنی اسرائیل نے) بہت کچھ باتیں بنانے کے بعد آمادگی ظاہر کی گائے ذبح ہوئی۔ اور اس کا ایک حصہ ایک مردہ کے جسم سے لگایا گیا جس سے وہ زندہ ہوگیا۔ خدا نے اس کو دوبارہ زندگی عطا فرمائی اور اس نے سب کے سامنے اپنے قاتل کا ہاتھ پکڑ لیا۔ وہی قاتل دوسروں پر اس کے قتل کی تہمت لگا رہا تھا اور ان سے اس کا قصاص بھی طلب کر رہا تھا۔

اس واقعہ کی یاد دلانے کے لئے خدا نے اس سورہ کا نام "بقر" رکھ دیا۔ اس سے لوگوں کے ذہن میں گائے کا وہ واقعہ تازہ رہتا ہے اور انسان سوچتا ہے کہ واقعی خدا مردوں کو دوبارہ زندہ کر سکتا ہے اور وہ ان کے اعمال کی جزا و سزا دینے پر بھی قادر ہے۔ اسی وجہ سے یہ سورہ سورۂ بقر کے نام سے مشہور ہوگیا۔

ورنہ اس سورہ میں خدا نے ہماری نصیحت کیلئے بہت سی باتیں بیان کی ہیں۔ اس سورہ میں بہت سے واقعات ہیں اور خدا کی قدرت کے بہت سے مناظر دکھائے گئے ہیں۔ بے شک اس کو پڑھ لینا ایک شخص کے دین کی حفاظت کے لئے کافی ہے۔ اس کے مطالب کو جاننے والا یقیناً خدا سے بہت قریب رہتا ہے اور آخرت میں خدا اس کا درجہ یقیناً بلند کرے گا۔ چنانچہ حضرت ابو عبداللہ امام جعفر بن محمدؑ نے اس سورہ اور اس کے بعد والے سورۂ آل عمران کے متعلق فرمایا کہ اگر ان کو پڑھا جائے تو میدان حشر کی تکالیف میں ان سے اسی طرح راحت پہونچے گی جس طرح سخت دھوپ میں بادل کا ٹکڑا آ جانے سے آرام ہوتا ہے۔

بے شک اس سورہ کی عظمت کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ خود
آنحضرت فرمایا کرتے تھے کہ آپ کو یہ جو طویل سورے
عطا ہوئے ہیں وہ انجیل کی زبور اور الہی کتاب توریت کے ہم پلہ ہیں
اور جو باتیں توریت میں جو باتیں ہیں وہ اس ایک سورہ کی شان کے
برابر ہیں۔

سورۂ بقرہ پورا ہی نہیں بلکہ اس کی ایک ایک آیت بڑی اہم اور
عجیب ہے۔ اس میں جو باتیں خدا نے بتائی ہیں وہ اس قابل ہیں کہ انسان
ان کو اطمینان کے ساتھ پڑھے اور اطمینان کے ساتھ غور کرے کہ خدا
قرآن کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہے۔ رسول خدا نے یہ بھی ارشاد
فرمایا کہ جو شخص اس سورہ کی ابتدا میں جو چار آیتیں ہیں اور تیسرے
پارے کے شروع میں جو عبارت آیۃ الکرسی کے نام سے مشہور ہے
اور آیۃ الکرسی کے بعد کی تین آیتیں اور آخری سورہ کی تین آیتیں
پڑھتا ہے۔ اس کی جان و مال اس کے اہل و عیال ہر بُرے وقت
سے محفوظ رہیں گے۔ شیطان اس کو نقصان نہیں پہونچائے گا اور
قرآن کو وہ شخص بھول نہیں سکتا۔

رسول نے اس سورہ کی جن چند آیتوں کی طرف اشارہ کیا ہے
ان کو دیکھنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ بے شک جو کچھ حضرت نے فرمایا ہے
اور جو لوگ صرف ان چند آیتوں ہی پر نظر رکھتے ہیں ان کے لئے یہ
بہت بڑے فائدے کی باعث بن جاتی ہیں۔

اس سورہ کے شروع میں خداوند عالم نے خاص طور پر مومنین
کا اور کافروں کا ذکر کیا ہے اور کچھ ایسی باتیں بتائی ہیں جن سے دونوں
کی شناخت ہو جاتی ہے۔ پتہ چل جاتا ہے کہ مومن کسے کہتے ہیں اور
کافر کس کو کہا جاتا ہے۔ ان آیتوں میں ان ہی دونوں باتوں کی طرف خصوصیت
سے اشارہ ہے اور غور و فکر کرنے والوں کے لئے تو ایک ایک آیت کے
بہت سے پہلو نکلتے آئے ہیں۔

ہم اس سورہ کو اسی اللہ کے نام سے اور اسی کی مدد کے ساتھ
شروع کر رہے ہیں جو سارے عالم پر بڑا مہربان ہے اور اپنے ماننے پر
جس کا رحم و کرم بہت ہی زیادہ ہے۔

الٓمّٓ ۝ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝

عرب میں جب رسول اللہ نے اپنی نبوت کا اعلان کیا تو وہاں کے لوگوں کا یہ حال
تھا کہ اپنی زبان پر بڑے نازاں تھے اپنے کلام پر فخر کیا کرتے تھے اور دوسری
قوموں کو خود سے کمتر سمجھتے تھے بلکہ ان کو عجم کہتے تھے۔ عجم عربی زبان
میں گونگے کو کہتے ہیں جیسے کوئی گونگا اپنی بات کو دوسرے پر کسی نہ کسی طرح
ظاہر کر ہی دیتا ہے اور اپنا مطلب ادا ہی کر لیتا ہے۔ اسی طرح ان کے
خیال میں دوسری تمام قومیں صرف اپنا مطلب ادا کر لیتی تھیں ورنہ زبان
کی خوبی سے وہ بالکل ناواقف تھیں۔

رسول اللہ نے جب پکار کر ان کے خداؤں کو بُرا کہا اور اس
ایک خدا کی طرف لوگوں کو دعوت دی تو ان کے تیور بگڑ گئے اسی وقت
آپ نے خدا کا کلام پیش کر دیا کہ لو یہ ہے کتاب خدا اگر خدا نہیں ہے اور یہ
کسی انسان کا کلام ہے۔ اگر میری خود ساختہ باتیں ہیں تو لاؤ تم بھی عربی
داں ہو ایسی ہی کوئی ایک عبارت تم بھی بنا لاؤ۔

یہ اعلان عربوں کے لئے بہت سخت تھا۔ اگر پہلوان کسی ادیب یا
شاعر کو مقابلہ کے لئے بلائے تو وہ بڑی آسانی سے معذرت کر سکتا ہے
اور اگر ایسے مشہور پہلوان کو پکارا جائے جس کو اپنی شجاعت پر ناز ہو
جو دوسروں کو اپنے مقابل میں بزدل سمجھتا ہو اس کو پکار کر کہہ دیا
جائے کہ آؤ مقابلہ میں تو اس کے لئے یہ ممکن نہیں کہ معذرت کر دے
اس کو نکل آنا ہی پڑتا ہے اور دعوت قبول کرنی ہی ہوتی ہے۔

محمد مصطفےٰ نے بھی پکارا اور ان کو دعوت دی کہ آؤ تم سب مل کر
اس کلام کا جواب پیش کرو۔ اپنے تین سو ساٹھ خود ساختہ خداؤں
کو بھی شریک کر لو جو تمہاری منتیں پوری کرتے ہیں تمہیں اولاد دیتے ہیں
اور پانی برساتے ہیں۔ ان کو بھی بلا لو۔ اور اس جیسی ایک عبارت

بنا لاؤ اور ایک صورت تو پیش کرو۔ اور اگر نہیں تو مان لو کہ یہ خدا کا کلام ہے
یہ اس کی باتیں ہیں اور کوئی انسان اس کا جواب نہیں لا سکتا۔

فن والا ہی سمجھتا ہے کہ اس فن میں صاحب کمال کون ہے۔ فرعون کی سلطنت والے جادو جانتے تھے۔ انہوں نے جب دیکھا کہ موسیٰ کے عصا نے ہمارے سانپوں کو نگل لیا تو سمجھ گئے کہ یہ جادوگر نہیں ہو سکتا۔ یہ جادو کا کمال نہیں۔ یہ کسی بہت بڑی طاقت کا حکم تھا۔ اسی طرح اہل عرب زبان سے واقف تھے وہی جانتے تھے کہ انسان کلام میں کتنا حسن پیدا کر سکتا ہے۔ انہوں نے جب قرآن کو دیکھا تو سمجھ گئے کہ اس کا جواب لانا ممکن نہیں ہے اس کی مثال پیش کرنی محال ہے۔

ان کی دنیاوی مصلحتیں ایمان لانے سے روک رہی تھیں۔ ان کو یہ قبول نہیں تھا کہ ان کے اثرات ختم ہو جائیں اور وہ محمدؐ کے تابع بن جائیں۔ اس لئے انہوں نے ایمان لانے سے انکار کیا۔ لیکن قرآن سننے سے بھی گھبراتے۔ سنتے تو بھاگ جاتے کانوں میں انگلیاں دے لیتے اور نہیں چاہتے کہ اس کلام کی کوئی بات ان کے کانوں میں پڑے۔ خدا نے ان کو اب اس طرح خطاب کیا کہ یہ قرآن کسی غیر ملکی زبان میں نہیں کوئی غیر معروف لہجہ نہیں جو تمہارے سمجھ میں نہیں آئے۔ یہ وہی تمہارے حروف ہیں جو تمہاری زبان میں الف لام میم اور دوسرے حروف کا استعمال ہوتا ہے جن سے تم اپنے کلام کو مرتب کرتے ہو ان ہی حروف کا مجموعہ تو یہ قرآن بھی ہے اس کو سننے سے بھاگتے کیوں ہو اس سے گھبراتے کیوں ہو یہ تمہاری زبان تمہارے الفاظ اور تمہارے حروف ہی کا مجموعہ ہے

یہ اعلان کچھ اس طرح تھا جیسے کوئی شخص میدان میں کھڑا ہو کر نامی پہلوان کا مقابلہ کی دعوت دے اور اس سے کہے کہ یہ وہی میدان ہے جو تم روزانہ استعمال کرتے ہو۔ یہ وہی مٹی ہے جس کو تم نے درست کیا ہے اور یہ وہی جگہ ہے جہاں تم روز داد شجاعت لیتے ہو۔ آجاؤ اور اس میں مجھ سے مقابلہ کر لو اور وہ پہلوان خود کو اس مقابلہ کے قابل نہ پائے۔

کفار عرب کا بھی یہی حال تھا۔ اپنے دعووں کے باوجود وہ اس کلام کا جواب نہیں پیش کر سکتے تھے اور نہ ان کے سمجھ میں آرہا تھا کہ محمدؐ کے بڑھتے ہوئے اثر کو کیوں کر روکا جائے۔ چنانچہ جس طرح ایک کمزور آدمی گالیاں دینا شروع کر دیتا ہے اور بے حقیقت قسم کی دھمکیاں دیتا ہے اسی طرح کفار عرب نے آپ کو دھمکیاں دینی شروع کیں۔ آپ کو برا بھلا کہا۔ آپ کے چچا حضرت ابو طالبؑ سے شکایت کی کہ منع کر دو اپنے بھتیجے کو ورنہ ہم بہت بری طرح پیش آئیں گے۔ اس قسم کی دوسری باتیں کہا گئے۔ لیکن اسلام رفتہ رفتہ پھیلتا رہا۔ حق غالب آتا گیا۔ رسولؐ مکہ سے مدینہ پہونچ گئے۔ وہاں بھی دشمنوں کا یہی حال تھا وہ برابر ان کو زیر کرنے کی کوششوں میں لگے رہتے اور طرح طرح سے اسلام کے اثرات کو ختم کرنا چاہتے۔ چنانچہ قرآن کا جواب نہ ہو سکا تو دوسرے ذرائع اختیار کئے گئے اور انہوں نے مستقل طور سے یہ سوچنا شروع کیا کہ کس طرح اسلام کا اثر ختم کیا جائے اور محمدؐ کے مشن کو ناکام بنایا جائے۔ چنانچہ انہوں نے جب اس قسم کی آیات کو سنا تو متفق ہو کر رسول اسلام کے پاس آئے تاکہ کتاب خدا کا مضحکہ اڑائیں۔ حضرت کے پاس یہ لوگ گویا مقابلہ کے قصد سے پہونچے اور چاہا کہ ان کو ذلیل کر کے دوسروں کے دل سے اسلام کا اثر مٹا دیں۔ حضرت نے اپنے چھوٹے بھائی علیؑ کو بلایا جن کے متعلق آپ ارشاد فرما چکے تھے کہ میں علم کا ایک پورا شہر ہوں اور علیؑ اس کے دروازہ ہیں۔ آپ نے حضرت علیؑ کو ان لوگوں کے حوالے بلکہ ان لوگوں کو حضرت علیؑ کے حوالہ کر دیا۔

بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ اخطب کے دونوں مشہور لڑکے حبیب اور ابو یاسر اور اہل نجران کے کچھ مشہور یہودی آئے تھے۔

بہرحال پورا اہتمام ہوا اور وہ لوگ اپنی اپنی جگہ پر بہت مطمئن تھے کہ آج ایسی بات کا پتہ چلایا ہے کہ جس کا جواب نہیں ہو سکتا اور

...شکست دے کر جائیں گے۔ عجیب مقابلہ تھا کہ ایک طرف تو
...بڑے بڑے علماء اور تجربہ کار لوگ اور دوسری طرف رسولؐ کے
...چچیرے بھائی جو آپ سے ۲۷ سال چھوٹے تھے جن کا سن حضورؐ کی
...وفات کے وقت بھی صرف ۳۴ سال کا تھا۔ بہرحال ان کو یہ خوشی تھی
...کہ ہم نے آج اگر ان کو شکست دے دی تو
...کو اس فتح کی خوشخبری سنا کر اپنے اثرات بڑھالیں گے۔
...سب جمع ہوگئے۔ آج یہ لوگ اپنے ترکش کا وہ تیر چلا رہے
تھے جس سے اسلام کا گلا ان کے خیال میں یقیناً مجروح ہوگا آج وہ بات
لے کر آئے تھے جس کا جواب ان کے خیال میں کوئی نہیں دے سکتا تھا
حضرت علیؑ نے ارشاد فرمایا کہ بتاؤ تم لوگ کیا کہنا چاہتے
ہو اور تمہارا کیا سوال ہے۔

انہوں نے کہا کہ اے علیؑ محمدؐ جو کچھ کہہ رہے ہیں اگر وہ صحیح ہے تو
...کہ ان کی امت بہت تھوڑے دنوں تک حکومت کرے گی
...کم سے کم انہوں نے ایک بات کا اظہار تو کر دیا کہ حکومت
کی مدت... اور ان کا یہ کہنا بالکل غلط تھا کہ محمدؐ جھوٹ بولتے ہیں۔
...کاذب ہیں۔ نہ ان کے پاس کوئی شریعت ہے نہ خدا نے ان کو
دین دیا ہے۔)

بہرحال انہوں نے کہا کہ ہم کو پتہ چلا ہے کہ محمدؐ کے خدا نے
کلام میں الٓمٓ کہا ہے جس کا عدد حساب سے الف کا ۱، لام
۳۰، میم کے ۴۰ اس طرح کل ۷۱ ہوتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے
تمہاری ۷۱ سال تک حکومت رہے گی اور پھر ہم یہودی غالب
آجائیں گے۔

حضرت نے سوال سنا اگر فوراً انکار کر دیتے تو بحث طویل ہوجا...
کمال یہ تھا کہ مقابل کو جلد سے جلد خاموش کر دیا جائے۔ چنانچہ
آپ نے ایک بات کہہ کر ان کو ایک اور مسئلہ سے دو چار کر دیا۔ اور
ان کے سامنے ایک نئی بات لادی۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر الف لام میم کا یہ مطلب ہے تو
خدا نے بعض دوسرے حرف بھی نازل فرمائے ہیں ان کا کیا مطلب ہوگا
اس پر وہ گھبرائے کہ اچھا دوسرے بھی حروف اسی قسم کے ہیں۔ آپ
نے ارشاد فرمایا کہ ہاں ہیں۔ ہمارا خدا ایک مقام پر ارشاد فرماتا
ہے۔ الف لام میم صاد المٓصٓ

انہوں نے یہ جو سنا تو گھبرائے کیونکہ الف کا ۱، لام کے ۳۰
میم کے ۴۰ اور صاد کے ۹۰ کل ۱۶۱ ہوگئے۔ شاید ان کا خیال تھا
کہ اگر ۷۱ سال مدت ہے تو ممکن ہے ہم میں سے کوئی اس وقت تک
رہ جائے لیکن ۱۶۱ سال ہوگئے۔ اتنی مدت تک تو انتظار کرنا مشکل ہے

حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ابھی اور ہے۔ ان لوگوں نے پوچھا
اس سے بھی زیادہ کہا ہاں۔ پوچھا وہ کیا ہے۔ آپ نے ارشاد
فرمایا کہ خدا ایک دوسرے سورہ کے شروع میں فرماتا ہے الٓرٰ
یہ سنکر وہ بہت ہی پریشان ہوئے کہ رے کے دو سو ہوتے ہیں
اور الف لام کے ۳۱، اس طرح ۲۳۱ ہوگئے جو ان کے خیال میں
بہت زیادہ تھے۔ حضرت نے دشمن کو پریشان پایا۔ اس کی کمزوری
ظاہر ہو رہی تھی تو ایک اور وار کیا اور ارشاد فرمایا کہ ابھی ایک اور
ہے۔ ان لوگوں نے یہ سنا تو گھبرا کر پوچھا وہ کیا۔ آپ نے فرمایا
المٓرٰ۔

یہ اس سے بھی زیادہ تھا یعنی اس کے ۲۷۱ ہو رہے تھے۔ ان کی
سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب کیا کہیں اور کس طرح اپنی بات کو پیش
کریں۔ آخر گھبرا کر انہوں نے کہا کہ یہ تو بہت زیادہ ہوگیا۔ اب
ہمارے سمجھ میں کچھ نہیں آرہا ہے کہ کیا کہیں۔

حضرت نے دیکھا کہ دشمن نے جو عمارت کھڑی کی تھی اس کی بنیاد
ختم ہوچکی ہیں اور وہ خود اپنی شکست کا اظہار کر رہا ہے تو آپ نے
دشمن کی اس پریشانی سے پورا فائدہ اٹھایا۔۔۔۔ آپ نے سوچا کہ
یہ بہترین موقع ہے کہ خود ان ہی میں اختلاف پیدا کر دیا جائے۔

چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اچھا تمہارا خیال ہے کہ ان حروف کے ذریعہ خدا نے ہمارے نبی کو مدت حکومت کی اطلاع دی ہے تو یہ بتاؤ کہ اس وقت چار عدد تمہارے سامنے ہیں۔ اب تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا وہ مدت ان سب کا مجموعہ ہوگی یا کوئی ایک خاص مدت مراد ہے۔

یہ سنکر ان میں اختلاف پیدا ہوگیا۔ کوئی کہتا ۱۷۱ سال کوئی کہتا ان سب کا مجموعہ (۷۱ + ۱۶۱ + ۲۳۱ + ۲۷۱) ۷۳۴ سال اس طرح آپس میں ان میں بحثیں ہونے لگیں۔ اختلافات رونما ہونے لگے۔ اور حق خود بخود ظاہر ہوتا گیا۔

حضرت علی دیکھ چکے تھے کہ آپس میں ان کا اختلاف خود ان کی دلیلوں کے بے بنیاد ہونے کو بتا رہا ہے۔ دشمن کی اس کمزوری کو دیکھ کر حضرت نے ایک اور بات پوچھ دی تاکہ اچھی طرح ان کا حال ظاہر ہو جائے اور لوگوں کو پتہ چل جائے کہ حق کس طرف ہے۔ اور ان کی بات کس قابل ہے۔

آپ نے پوچھا کہ اچھا بتاؤ یہ جو تم نے دعویٰ کیا ہے کہ ان حروف سے خدا ہماری مدت حکومت کو بتا رہا ہے۔ یہ تمہاری کتاب میں ہے یا صرف اپنا خیال ظاہر کر رہے ہو۔

اس سلسلہ میں ان علماء نے پہلے سے آپس میں کچھ طے نہیں کیا تھا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت نے جب سوال کیا تو گھبرا گئے۔ کسی نے کہا کہ ہم نے اپنی کتابوں میں دیکھا ہے۔ اور کسی نے کہا کہ نہیں یہ ہمارا اپنا خیال ہے اور اس طرح پھر وہ ایک مرتبہ آپس ہی میں الجھ گئے اور خود ہی بحث کرنے لگے۔ اور ظاہر ہے کہ اس طرح ان کی کمزوری ظاہر ہو رہی تھی کہ یا تو یہ اتنے بڑے عالم اپنی کتابوں تک سے خبر نہیں رکھتے اور یہ تک نہیں جانتے کہ ان کی کتابوں میں کیا لکھا ہے یا یہ جان بوجھ کر جھوٹ بول رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ دونوں صورتوں میں اسلام کا فائدہ رہا تھا۔ اور لوگوں پر اس کا اچھا ہی اثر پڑ رہا تھا۔

جن لوگوں نے اقرار کر لیا تھا کہ یہ ہمارا اپنا خیال ہے۔ حضرت نے ان کو تو چھوڑ دیا اور اب آپ ان لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے جنہوں نے کہا تھا کہ ہم نے کتاب میں پڑھا ہے اور آپ نے ان سے پوچھا کہ بتاؤ تم لوگوں نے کہاں پڑھا ہے۔

اس غیر متوقع سوال پر وہ بہت پریشان ہوئے۔ کیونکہ کتاب ایک ایسی چیز تھی جو عام طور سے دیکھی جا سکتی تھی اور اب ان کے لیے بڑا کٹھن مسئلہ تھا کہ وہ اپنی بات کو کتاب میں دکھائیں۔ ان کو خیال بھی نہ تھا کہ یہ نوجوان اس قسم کا سوال کر سکتا ہے۔ چنانچہ اب سوائے خاموش ہو جانے کے کوئی صورت ان کے سامنے نہیں رہ گئی تھی۔

پھر حضرت ہی نے ارشاد فرمایا کہ قرآن میں تو صرف الٓمٓ یا الٓمٓصٓ ہے جس کا مطلب تمہارے حساب سے ۷۱ یا ۱۷۱ ہو سکتا ہے لیکن اس سے ۱۷۱ سال کیسے مراد ہو سکتے ہیں۔ یہ سال کس چیز کا ترجمہ ہے اور کیونکر تم نے یہ دعویٰ کیا کہ الٓمٓ کہنے سے خدا کی مراد یہ ہے کہ اتنی مدت تک ہماری حکومت رہے گی۔ اس سے تو صرف اعداد ظاہر ہوتے ہیں تو پھر یہ کیوں نہیں کہا جا سکتا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا ہر مومن کو اتنے ہی درہم یا اتنے ہی دینار دے گا۔ یا یہ کیوں نہیں کہا جا سکتا کہ ہر کافر کے پاس اتنی دولت ہے یا اس سے یہ کیوں نہیں مطلب لیا جا سکتا کہ خدا ہر کافر پر اتنی ہی مرتبہ لعنت کرتا ہے۔ اس سے برسوں کا مطلب تم نے کیسے پیدا کر لیا۔

ان کو شکست پر شکست ہو رہی تھی۔ ان کی پریشانی اپنے عروج پر تھی۔ جب کچھ سمجھ میں نہیں آیا تو آخر جھنجلا کر کہا کہ اچھا اگر ہم جو کچھ کہتے ہیں جھوٹ ہے۔ سب کذب ہے اور ساری باتیں بے دلیل ہیں۔ تمہارے دعوے کا کیا ثبوت ہے۔

آپ نے فرمایا کہ ہمارے دعوے کا واضح ثبوت ہماری یہ کتاب ہے۔ یہ واضح معجزہ ہے جو تم سب کے سامنے ہے اور ہماری باتوں کی دلیل چاہتے ہو تو دوسرے ذرائع بھی موجود ہیں۔ چنانچہ آپ نے

[illegible] کو خطاب کر کے فرمایا کہ تم خدا کی وحدانیت، محمد مصطفیٰ کی رسالت اور میری ... صداقت کی تصدیق کرو اور گواہی دو۔ اونٹوں نے ... صاف ... تھا ... فتن ... - بیشے سچ کہا آپ نے" کی صدا بلند کی۔ آپ ان کے لباس کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور ان کو اشارہ کیا ... نے ... قنت قنت کی آواز بلند کی اور آخر میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم سے بہتر تو یہ دونوں مخلوق ہیں جو حق بات کی گواہی دے رہے ہیں اور تم اتنی دلیلوں کے باوجود حق سے روگردان ہو۔ الٓمّٓ کے متعلق بعض احادیث سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ یہ ... اشارے ہیں جن کو اس کے رسولؐ اور ان کے علم کے وارث ہی سمجھ سکتے ہیں۔ قرآن کی یہ شان ہے کہ اس کی ایک آیت کے ظاہری ایک معنی ہر ایک کے لیئے ہوتے ہیں۔ اور کچھ باطنی معنی خاص لوگوں کے لیئے ہوتے ہیں اور خود رسولؐ اور ان کے علوم کے ورثا تو تمام معنی پر پوری نظر رکھتے تھے۔ اس لئے بیشک ہو سکتا ہے کہ اللہ نے کچھ خاص باتیں بھی ان حروف کے ضمن میں بتائی ہوں جن کو وہی سمجھتے تھے۔ اور یہ قرآن کا اعجاز ہے کہ ایک ہی عبارت سے کئی کئی مقصد حل ہو جاتے ہیں۔

الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ۝

اوپر خدا نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ کتاب ان لوگوں کیلئے ہدایت ہے جو خدا کا خوف رکھتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں۔ اب ان آیات میں خدا ان ہی لوگوں کی تعریف کر رہا ہے اور ان کی صفات بتا رہا ہے۔

چنانچہ ارشاد ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو ان باتوں پر بھی یقین رکھتے ہیں جن کو انہوں نے خود اپنی نظروں سے نہیں دیکھا۔ وہ لوگ ہیں جو خدا پر پورا یقین رکھتے ہیں۔ حالانکہ خدا کبھی آنکھوں سے نہیں دکھائی دیا۔ صرف اس لئے مانتے ہیں کہ ان کی عقل یہی بتاتی ہے اور خدا پر یقین کرنے کے سبب سے وہ اس کی بتائی ہوئی دوسری باتوں کو بھی مانتے ہیں۔ چنانچہ آدم و نوحؑ کو انہوں نے نہیں دیکھا۔ لیکن ان کی نبوت پر پورا یقین ہے۔ ابراہیم کے زمانے میں نہیں تھے لیکن ان کی ملت کو صحیح مانتے ہیں۔ انہوں نے میدان حشر کو نہیں دیکھا۔ لیکن اس کا ان کو یقین ہے۔ جس طرح رات کو سوتے ہیں تو یقین ہوتا ہے کہ آنکھ کھلے گی تو سورج ضرور نکلے گا۔ اسی طرح ان کو یہ بھی یقین ہے کہ موت کے بعد جب آنکھیں کھلیں گی تو جزا اور سزا کا دن ضرور آئے گا۔ ان باتوں پر یہ صرف اپنی عقل اور خدا کے کلام کے ذریعہ یقین کرتے ہیں یہ ان کی خاص صفت ہے۔

یہ اپنے دوسرے کاموں کے ساتھ خدا کی عبادت بھی کرتے ہیں۔ انہوں نے خدا کی نعمتوں کو محسوس کیا۔ اس لئے اس کا شکر کرنے کے لیئے نمازیں بھی قائم کرتے ہیں۔ ان کو خدا پر بھروسہ ہے اس لئے خدا جو دیتا ہے اس میں سے صرف بھی کرتے رہتے ہیں۔ اپنے مال سے دوسروں کی مدد کرتے ہیں۔ اپنی طاقت سے دوسروں کی خدمت کرتے ہیں اور اپنے علم سے دوسروں کو فائدہ پہنچاتے ہیں۔ جو لوگ ناواقف ہیں ان کو تعلیم دیتے ہیں۔

وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ۝

خدا ان ہی لوگوں کی کچھ اور صفات بتا رہا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنکو اس کتاب پر پورا یقین ہے جو تم پر اتری ہے اور تم سے پہلے جو کتابیں ہم نے دوسرے انبیا پر نازل کی تھیں جو صحیفے ان کو دیئے تھے اور جو احکام ان پر نازل کئے تھے ان لوگوں کو ان سب پر پورا یقین ہے۔ اور دوسری زندگی یعنے روز آخرت پر بھی یہی لوگ یقین رکھتے ہیں۔ اور اسی طرح یقین رکھتے ہیں جس طرح ان کو اپنی اس زندگی پر یقین ہے۔ اس میں ذرہ برابر شک نہیں کرتے کہ خدا ایک دن سب کا حساب کریگا اور لوگوں کو جنت یا جہنم

میں پہنچ گیا۔

أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِنْ رَبِّهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿۵﴾

جن لوگوں کا اوپر ذکر کیا گیا یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں۔ ان ہی کو خدا غلطیوں سے بچاتا ہے اور راہِ حق پر باقی رکھتا ہے۔ ان کو ... شیطان کی کوششوں سے اور اس کے فتنہ سے بچاتا ہے اور حقیقی معنوں میں یہی لوگ صحیح کامیابی حاصل کرنے والے ہیں اور ان کی یہ زندگی بھی کامیاب ہے کیونکہ انہوں نے اس سے اپنی آخرت کا سامان کر لیا ہے اور حقیقی معنوں میں کامیاب ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَأَنْذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۶﴾

ابھی ان لوگوں کا ذکر ہوا جو خدا پر ایمان لائے اور اس سے ڈرتے ہیں۔ اب یہاں سے خدا ان لوگوں کا ذکر کر رہا ہے جو کافر ہیں۔

کافر کا استعمال قرآن میں متعدد مقامات پر ہوا ہے اور مختلف حیثیتوں سے ہوا ہے عربی میں کا فر انکار کرنے والے کو کہتے ہیں ... اسی مناسبت سے خدا نے مختلف مطالب کے لحاظ سے لفظ کافر کا استعمال کئی طرح سے کیا ہے۔

اس لئے کبھی خدا کا انکار کرنے والے کو بھی کافر کہتے ہیں اور کبھی دائرہ توحید کے اندر بھی بعض لوگوں کو کافر کہا جاتا ہے۔ یہ اس لئے کہ خدا نے قرآن میں کافر کا لفظ پانچ طریقوں سے استعمال کیا ہے۔

جو لوگ خدا کو ہی مانتے جزا اور سزا کو تسلیم نہیں کرتے اور روز جزا کا یقین نہیں رکھتے یعنی اصولی باتوں سے انکار کرتے ہیں یہ بھی کافر ہیں۔ ان کو "زندیق" اور دہریہ کہا جاتا ہے اور یہ پہلے قسم کے کافر ہیں۔

دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جو جانتے ہیں کہ یہ امرِ حق ہے جن کی عقل خالق کو بتاتی ہے۔ لیکن صرف اپنی خواہش اور دنیاوی نفع کی وجہ سے وہ ایمان نہیں لاتے جس طرح مکہ کے وہ لوگ جو رسولؐ کا انتظار کر رہے تھے انہوں نے جب دیکھا کہ آخری نبی ان کے قبیلہ سے نہیں بلکہ قریش سے ہے اور اس کی بات ماننے میں سراسر ان کا دنیاوی نقصان ہے تو انہوں نے جان بوجھ کر حق سے روگردانی اختیار کی اور کافر بن بیٹھے۔

تیسری قسم کفرانِ نعمت کی ہے جس کے متعلق خدا نے قرآن میں فرمایا کہ اگر تم میری نعمتوں پر شکر کرو گے تو میں اسے زیادہ کر دوں گا اور اگر کفرانِ نعمت کرو گے تو یاد رکھو میرا عذاب بہت سخت ہے۔

چوتھی قسم برائت والے کفر کی ہے۔ یعنی قیامت میں جب لوگ جہنم میں جائیں گے تو ہر گروہ والے اپنے اپنے سرداروں سے برائت کریں گے کہ دنیا میں ہم نے تمہاری بات نہ مانی ہوتی یہ پانچویں قسم ہے۔ اس طرح پانچ مختلف معنوں کے لئے کافر کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ سورۂ ... خدا ... کافروں کا ذکر کر رہا ہے کہ اے رسولؐ جتنی دلیلیں پیش کی جا سکتی تھیں تم نے پیش کر دیں جو جو طریقہ راہِ حق دکھانے کا ہو سکتا تھا وہ تم نے استعمال کیا اور ان پر حق کو واضح کر دیا۔ پھر بھی یہ ایمان نہیں لائے تو اب مزید ان کو ... عذاب کا خوف دلاؤ یا نہ دلاؤ۔ ان کو بتاؤ یا نہ بتاؤ یہ ایمان نہیں لائیں گے۔ یہ ... کافر ہی رہیں گے۔

خَتَمَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَعَلَىٰ سَمْعِهِمْ ۖ وَعَلَىٰ أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿۷﴾

اے رسولؐ ... یہ سمجھ لو کہ یہ کبھی ایمان نہیں لائیں گے۔ ... بلاؤ اور لاکھ سمجھاؤ یہ حق کی طرف نہیں آئیں گے ان کی تو یہ حالت ہے کہ خدا نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے کہ کوئی حق بات کی طرف یہ مائل ہی نہیں ہوتے ان کے کانوں پر مہر لگا دی ہے کہ کسی کی نصیحت کو نہیں سنتے اور ان کی آنکھوں کے سامنے پردے پڑے ہوئے ہیں کہ خدا کی کسی نشانی کو نہیں دیکھتے۔ ان کی ہدایت کی اُمید مت کرو۔ اب تو ان کے لئے آخرت کا دردناک عذاب ہی ہے جو ان کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر کے دیا جائے گا۔

سیرۃ الزہراؑ کمیٹی کا سالانہ جلسہ

حیدرآباد ۔ ۵ ار فروری ۔ سیرۃ الزہراؑ کمیٹی (جس کے صدر حیدرآباد کے ممتاز ایرانی تاجر آقائی حسین ضابط اور جنرل سکریٹری مولوی مرزا ابوالحسن صاحب تبریزی ہیں) کا سالانہ اجلاس سالہائے ماسبق کی طرح اس سال بھی ۳ ۔ رمضان المبارک کو جو بعض روایتوں کے بموجب جگر گوشہ رسولؐ حضرت فاطمہ زہراؑ کی وفات کا دن ہے منعقد کیا جا رہا ہے ۔ اس سلسلہ میں ممتاز علمأ اور زعمائے ملت نے بھی ایک اپیل جاری فرمائی ہے ۔ جس میں ہندوستان کی مسلم جماعتوں، انجمنوں اور اکابر ملت سے اپیل کی گئی ہے کہ وہ اپنے اپنے مقامات پر ۳ ۔ رمضان کو "یوم زہراؑ" منعقد کریں ۔ مساجد میں ختم کلام پاک کے علاوہ جناب رسالت مآبؐ کے ذکر کے ساتھ ساتھ سیدۃ النساء العالمین حضرت فاطمہ زہراؑ کی سیرت طیبہ بیان کریں تاکہ اس ذکر سے ہم اپنی کردار سازی کر سکیں ۔

کفر و الحاد کے اس دور میں سیرۃ زہراؑ کمیٹی کے مساعی جمیلہ ایک مشعل نور کی حیثیت رکھتی ہیں ۔ آقائی حسین ضابط اور تبریزی صاحب قابل مبارکباد ہیں کہ ان کی بے لاگ کوششوں اور خلوص کار کی وجہ سے یہ انجمن اپنے اغراض و مقاصد کو کامیابی کے ساتھ آگے بڑھا رہی ہے ۔

غزل

بطرح مصرعه بزم سعدی منعقده ۱۱ فبروری ۱۹۲۶ء عیسوی میلادی

"در مجلس ما سنگ میندازکه جام است"

از سید صمصام شیرازی

امروزه دنیا بخدا بندهٔ دام است | هر لحظه بدست آوری مال حرام است
دلشاد کسی نیست چه هندو چه مسلمان | این دورهٔ بحرانی و حیرانیٔ عام است
صحش شب یلدا و شبش صبح قیامت | برپا سحر و شام چه فریاد عوام است
بوزینه چه داند صنما لذت ادرک | کرسی عدالت نه سزاوار غلام است
آید همی آواز زهر خشت و زهر سنگ | این جامه منت کش سرکار نظام است
بر احمد مختار بشد ختم نبوت | بر ذات حسین ابن علی ختم تمام است

صمصام کسی جرأت انکار ندارد
این شاه حق آگاه فداکار امام است

گلشن اطفال



نیک ضمیری

از سیدہ طاہرہ بیگم

بچو! علم اخلاق کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک کمسن لڑکے سے جب پوچھا گیا کہ "تم نے فلاں باغ کے سیب کیوں نہ چرائے جبکہ وہاں دیکھنے والا مالی موجود نہ تھا۔ تو لڑکے نے جواب دیا کہ مالی کی غیر موجودگی سے کیا ہوتا ہے۔ سب سے بڑا دیکھنے والا تو میں خود موجود تھا۔ میں یہ کیسے پسند کرتا کہ خود اپنی نظروں میں آپ ذلیل بنوں۔"

بچو! ضمیر میں یہ پاکی اور یہ بلندی نیک لوگوں کی زندگی کے مطالعہ سے پیدا ہوتی ہے۔ انسان جب اپنے ارادوں اور مقاصد کو بلند رکھتا ہے تو اس وقت اس کا ضمیر پاک ہو جاتا ہے برائی اس کے دل میں جگہ نہیں پاتی۔ جب ہم نیک لوگوں کی زندگی کو پیش نظر نہیں رکھیں گے اور اپنے مقاصد و خیالات بلند نہیں رکھیں گے تو ہم لازماً پستی کی جانب مائل ہو جائیں گے۔ جسطرح کہ کوئی پرندہ اگر اڑنے کا ارادہ نہ کرے تو لازماً وہ زمین پر رینگنے لگے گا۔

بچو! تم اپنے ضمیر کو نیک بنانے اور اپنے خیالات کو بلند کرنے کے لئے نیک اور بڑے لوگوں کی زندگی کا مطالعہ کرو

زرین اقوال

جو کام ہو [illegible] دوروں و مناسب موقع کے ساتھ ہو

(سرکار [illegible] آگاہ)

بچو! ہمارے سرکار اعلیٰ حضرت حضور نظام کی نیک زندگی اور پاک سیرت کا مطالعہ تمہارے ضمیر کو نیک بنائے گا اور تمہارے خیالات کو بلند کرے گا۔ تم اپنی آئندہ زندگی میں ایک باعمل صاحب کردار، نیک ضمیر اور نیک انسان ہو گے۔

بچو! ہمارے سرکار اعلیٰ حضرت حضور نظام کی اعلیٰ سیرت اور پاک زندگی نوجوانوں کیلئے مشعل راہ اور بوڑھوں کیلئے چراغ منزل ہے۔ حضور نظام کی زندگی میں ہم کو ہر قدم پر خلق و محبت، ہمدردی، تقویٰ، ہمدردی و ایثار، والدہ کی محبت، فرض شناسی اور قول و عمل کی یکسانیت کے سبق ملتے ہیں۔

بچو! تم ہر ہفتہ شیرازہ میں اعلیحضرت حضور نظام کے حکیمانہ ارشادات اور زرین اقوال سمجھ کر پڑھا کرو یہ اقوال آئندہ زندگی میں تمہیں روشنی کا مینار ثابت ہوں گے۔

پی - این - او کے

الہ آباد میں ایشیاء کا بہترین زراعتی ادارہ

الہ آباد میں مقدس تربینی کے سنگم کے قریب ایک زراعتی ادارہ ہے جو ایشیا بھر میں بہترین تصور کیا جاتا ہے۔ اس ادارہ کی بنیاد آج سے پچاس سال پہلے ایک امریکی کی رہنمائی میں ڈالی گئی تھی جسے پبلک خدمات کے لئے حکومت ہند نے "قیصر ہند" کا تمغہ دیا تھا۔ مہاتما گاندھی نے اس ادارے کے بارے میں کہا تھا کہ یہ میرے خیالات کے عین مطابق ہے

اُن تمام اشخاص کے لئے جو ہندوستانی زراعت میں دلچسپی رکھتے ہیں ۔ ورنی ہو تقریباً ہر ایک شخص شامل ہے ۔ الہ آباد میں مقدس تربینی کے سنگم کے قریب ایک زراعتی مرکز ہے جس نے گزشتہ ۵۰ برسوں میں بتدریج ترقی کی ہے

اس زراعتی مرکز کا نام ہے "الہ آباد اگریکلچرل انسٹی ٹیوٹ" جس کی بنیاد ایک امریکی سیم ہگن بٹم نے رکھی تھی

یہ ایشیا میں اپنی قسم کا بہترین ادارہ تصور کیا جاتا ہے۔ تربینی کے تینوں دریاؤں کی مانند اس ادارے کے بھی تین شعبے ہیں۔ تعلیم، توسیع اور تحقیق۔ یہ ادارہ امریکہ کے لینڈ گرانٹ کالجوں کی طرز پر قائم کیا گیا ہے۔

الہ آباد اگریکلچرل انسٹی ٹیوٹ کے جن خاص پہلوؤں کو دوسرے اداروں کی نسبت امتیاز حاصل ہے ان میں زمین کی تعلیم کے ہر شعبے کو نواحی دیہات میں عملی کام سے وابستہ کرنا، اس کی تجویزوں اور لیبارٹری کے نتائج کو روزمرہ کی ضروریاتِ زندگی کے ضمن میں تجربہ کرنا، اسی کی پیداوار مقابلے کی قیمتوں پر فروخت کرکے اس کے اخراجات پورے کرنا اور زراعتی آلات کی تیاری وغیرہ شامل ہیں۔

ادارے کی بنیاد ہگن بٹم کی رہنمائی میں ۱۹۱۰ء میں رکھی گئی تھی۔ اس نے اپنے ابتدائی برسوں میں ۵۰ ایکڑ زمین کو جو بری طرح کٹی ہوئی تھی اور جس میں گھاس اُگی ہوئی تھی قابلِ کاشت بنایا۔ ایک فارم اور ڈیری کی اور مویشیوں کی پرورش کا ایک شعبہ بھی قائم کیا۔

۱۹۱۲ء میں طلباء کے پہلے گروپ نے انٹرمیڈیٹ زراعت میں ڈپلومے حاصل کئے۔ اس کے ساتھ ہی حکومت ہند نے یہ ادارہ طلباء کو ڈپلومہ کے نصاب کی تربیت دینے کے لئے مخصوص کر دیا۔ ۱۹۱۹ء میں ادارہ الہ آباد یونیورسٹی کے ساتھ ملحق ہو گیا اور دو سال بعد اس کے پہلے طلباء کو بی-ایس-سی (زراعت) کی ڈگری ملی۔ لڑکیوں کے لئے ہوم اکنامکس کا نصاب ۱۹۳۲ء میں جاری

بزم سعدی کا پندرھواں شاندار اجلاس

حیدرآباد — ۱۲ فروری۔ رات کے ۸ بجے بزم سعدی کا پندرھواں اجلاس محترم جناب پروفیسر ابوظفر عبدالواحد صاحب پرنسپل اردو کالج کی صدارت میں مکان پروفیسر عالم خوندمیری واقع اعظم پورہ منعقد ہوا۔ مشاعرہ کا آغاز حضرت بندہ نواز کی عارفانہ غزل سے ہوا جسے محترمہ جناب قمر ساحری نے اچھے انداز میں پڑھ کر سنایا۔ سامعین محفل نے غزل کو بہت پسند کیا۔ دہلی سے چند شعراء مرحوم کراچی سے جناب رئیس امروہوی اور جناب ناطق لکھنوی نے غزلیں روانہ کیں جن کو جناب سنجر شفیق نے پڑھ کر سنایا۔ حیدرآباد کے فارسی شعراء میں جناب قمر ساحری، ڈاکٹر میر طاہر علی خان سکم، علامہ حیرت بدایونی، جناب محمد نور، جناب سید حامد حسین شبیر، جناب برق موسوی، جناب حیدر نقشی، محترمہ بانو طاہرہ سعید، جناب شرر آستانی، جناب اکبر علی جناب شفیق سنجر اور سید صمصام شیرازی نے اپنے کلام سے سامعین کو محظوظ کیا۔ قمر ساحری صاحب کے علاوہ جناب سید حامد حسین شبیر صاحب کا کلام

حاصل مشاعرہ رہا۔ شرکاء میں قابل ذکر جناب رشید احمد صاحب سشن جج، بریگیڈیر علی احمد، بیگم بریگیڈیر علی احمد۔ جناب سید خواجہ ایم۔ اے۔ اسٹنٹ (ایم۔ ایل۔ اے) پروفیسر عالم خوندمیری محترمہ خوندمیری ایم۔ اے، محترمہ رضیہ بیگم ایم۔ اے لکچرار، جناب عالی محترمہ صفیہ معصومی کے علاوہ دوسرے صاحب ذوق اصحاب بھی شریک تھے۔ مشاعرہ کے اختتام پر صدر محترم نے فارسی زبان میں برجستہ تقریر کی۔ آپ نے اپنی تقریر میں آج سے پچاس سال قبل کے حیدرآباد کی ادبی ماحول کے ضمن میں استاد الملک سلطان حضرت آقائی سید علی شوستری طاب ثراہ) پروفیسر قاضی داعی الاسلام جنت مقام اور علامہ جمال الدین نوری مرحوم کا خاص انداز میں ذکر فرمایا۔ اور ان کی علمی اور ادبی قابلیت کی

صدر محترم نے دوران تقریر میں بتایا کہ وہ تقریباً کئی بعد فارسی زبان میں فی البدیہہ تقریر کر رہے ہیں۔ آپ نے یہ بھی بتایا کہ فارسی زبان کو سیکھنے کیلئے اہل زبان سے

...یائی ۔ اسی طرح جنوب مشرقی ایشیا میں اس نصاب کا پہلا ادارہ ہے۔ اس ادارے نے ہندوستان میں مشینی کاشت کو فروغ دینے میں بڑا حصہ لیا ہے۔ اس کے علاوہ عورتوں کے لئے ایک ڈگری نصاب ہوم اکانومکس ایکسٹینشن بھی جاری کیا گیا ہے جو جنوب مشرقی ایشیا میں اپنی قسم کا پہلا نصاب ہے۔

یہ ادارہ اپنے وجود کے لئے اُن ہزاروں امریکی دوستوں کی امداد کا مرہون منت ہے جنھوں نے اس کی جگہ، عمارتوں اور ساز و سامان کے لئے بہت سارا روپیہ دیا ہے اور اس کے قیام کے بعد بھی اسے کافی روپیہ دے چکے ہیں۔ جن طلباء نے ہائی اسکول پاس کیا ہے یہ ادارہ انہیں انٹرمیڈیٹ زراعت اور ڈیری اور (لڑکیوں کی حالت میں) ہوم اکانومکس کے ساتھ انٹرمیڈیٹ سائنس کے نصاب پیش کرتا ہے۔ یہ تمام نصاب دو دو برس کے ہیں، جو طلبا زراعت میں انٹرمیڈیٹ کا امتحان پاس کرتے ہیں وہ زراعت میں بی ایس کا دو سالہ نصاب یا زرعی انجینرنگ میں بی ایس سی کا تین سالہ نصاب لے سکتے ہیں۔ ہوم اکانومکس کے ساتھ سائنس میں انٹرمیڈیٹ پاس کرنے والی لڑکیاں اب اس ادارے میں ہوم اکانومکس ایکسٹینشن کے دو سالہ نصاب کا مطالعہ کر سکتی ہیں۔

ادارے کی طرف سے پھلوں کے تحفظ، توسیعی طریقوں، دیہاتی عورتوں میں توسیعی کام کے متعلق، بھی چند ہفتے یا مہینوں کے نصاب پیش کئے جاتے ہیں۔ ہر برس قریباً ۵۰۰ طلباء مختلف نصابوں کے لئے ادارے میں بھرتی کئے جاتے ہیں۔ اس کا عملہ ۶۵ معلموں اور ۵۰۰ دوسرے ملازموں پر مشتمل ہے۔ ادارے کی ورکشاپ، باغ، فارم، ڈیری، مویشیوں کی پرورش کے شعبے اور دوسرے شعبوں میں قریباً ۴۰۰ کارکن کام کرتے ہیں۔

ادارے میں دس شعبوں میں تعلیم دی جاتی ہے۔ ان میں سے ہر شعبہ تعلیم و تحقیق کے علاوہ یونیورسٹی کے باہر دیہاتیوں کو بھی نئی نئی معلومات سے آگاہ کرتا ہے۔ شروع میں یہ کام نواحی چھ بستیوں تک محدود تھا لیکن بعد میں فورڈ فاونڈیشن کی امداد سے کئی بار ۲۴۸ دیہات تک اس کی توسیع کی گئی۔

ادارے کے احاطے میں دس علمی شعبوں، انتظامیہ دفاتر اور لائبریری کے لئے ۹ عمارتیں ہیں، ۳۰۰ سو اشخاص کے لئے ۲ اور ۵۰ لڑکیوں کے لئے ایک ہوسٹل بھی موجود ہے اس کے علاوہ قریباً ۸۰ فیصد عملے کے لئے رہائشی کوارٹر بھی ہیں، لائبریری میں زراعت اور متعلقہ سائنسوں کے متعلق ۱۵ ہزار سے زیادہ کتابیں اور ۱۲ ہزار مطبوعات ہیں اور اس میں ۲۶۰ رسالے باقاعدگی سے آتے ہیں۔

ادارہ جام، مربے، پنیر، دہی، کریم، مکھن، دودھ، اور گھی جیسی لذیذ اور صحت بخش چیزیں تیار کر کے فروخت کرتا ہے۔ اس سے طلباء کو تجارتی تربیت ملتی ہے اور وہ ادارے کے لئے روپیہ کماتے ہیں۔ اور گاہکوں کو صحت بخش اور پر غذائیت خوراکی سامان مہیا کرتے ہیں۔

ادارہ کے باہر کا بورڈ جو امداد دینے والے مشنوں کے نمائندوں اور چند منتخبہ ممبروں پر مشتمل ہے امریکہ میں موجود ہے اور وہیں سے اس کا انتظام چلاتا ہے۔ روزمرہ کے معاملوں کی دیکھ بھال ادارے کی کونسل کی طرف سے کی جاتی ہے جس میں پرنسپل، رجسٹرار، خزانچی، شعبوں کے سربراہ اور عملے کے دو منتخبہ اراکین شامل ہیں۔

قطعہ

بہاران گفت این رنگ گلاب است ۔ بہ جام و ہم سبو شیشہ شراب است

زو اندگفت با تصحیحِ اعداد ۔ عجب مخلوط این بنگر حساب است

(آمدہ از نذری باغ)

بقیہ سلسلہ بزم سعدی

ضروری ہے۔ آقائی سید صمصام شیرازی بزم سعدی کے رکن اور اہل زبان ہیں ان کا لب و لہجہ ایرانی ہے۔

آخر میں صدر محترم نے جناب قمر ساحری معتمد بزم کے مستحسن اقدامات اور بے لوث کاوشوں کو سراہتے ہوئے مشاعرہ کے اختتام کا اعلان فرمایا۔ رات کے ۱۱ بجے یہ شاندار ادبی محفل معتمد بزم کے شکریہ پر برخاست ہوئی۔

سام ہگن بوٹم جنہوں نے اس ادارے کی بنیاد رکھی تھی۔ ہندوستان میں اکانومکس کی تعلیم دیتے تھے۔ انہوں نے امریکہ لوٹ کر زراعت کا مطالعہ کیا اور ہندوستان واپس آ کر اس ادارے کی بنیاد رکھی۔

سام کی پیدائش [illegible] میں ہوئی تھی۔ انہوں نے پرنسٹن یونیورسٹی میں ایک "ویشر" کے طور پر کام کیا تھا اور ایم اے کی ڈگری حاصل کی تھی۔ وہ ایونگ کرسچین کالج الہ آباد میں اکانومکس کی تعلیم دینے کے لئے پروفیسر مقرر ہوئے تھے۔

ہگن بوٹم کے ایک رفیق نے لکھا ہے کہ جیا تما گاندھی کی مانند وہ بھی دیہی ہندوستان ہی کو حقیقی ہندوستان سمجھتے ہیں۔

امریکہ میں کلیسائی گروپوں کے روبرو لیکچر دے کر انہوں نے الہ آباد میں اپنے منصوبے کے لئے روپیہ جمع کرنا شروع کر دیا۔ انہوں نے الہ آباد میں جمنا کے پار ۲۷۵ ایکڑ زمین خریدی جو نہایت خراب و خستہ حالت میں پڑی تھی۔ اسے ایک زرخیز فارم میں بدل دیا اور اپنی یہ تھیوری ثابت کر دی کہ ہندوستان کی کسی بھی زمین کے بارے میں یہ خیال کرنے کی ضرورت نہیں کہ وہ ناقابل کاشت ہے۔ اب یہ فارم اس زراعتی ادارے کا حصہ ہے جو [illegible] ایکڑ رقبے میں پھیلا ہوا ہے۔

۱۹۲۶ء میں پرنسٹن یونیورسٹی نے جہاں سے ہگن بوٹم نے تعلیم پائی تھی۔ "ڈاکٹر آف ہیومن نکلچر" کی ڈگری قائم کر کے ان کی عزت افزائی کی۔

ہندوستانی زراعت کے لئے انہوں نے جو کچھ کیا تھا اس سے خوش ہو کر حکومت ہند نے انہیں "قیصر ہند" [illegible]

کا تمغہ دیا تھا۔

اکتوبر [illegible] میں ہگن بوٹم [illegible] سال کی عمر میں سبکدوش ہو گئے اور [illegible] میں ہندوستان سے واپس امریکہ چلے گئے۔ ۱۱ر جون [illegible] کو جب انہوں نے انتقال کیا تو "نیویارک ٹائمز" نے جیا تما گاندھی کے ان الفاظ کی یاد دلائی کہ "سام ہگن بوٹم کے تحت یہ زراعتی ادارہ پیشہ ورانہ تعلیم کے متعلق میرے تصور کو پورا کرتا ہے" ایک بار انہوں نے ہندوستان کے وائسرائے لارڈ لن لتھگو کو اس ادارے میں مدعو کیا تھا۔ پچھلے اکتوبر کو اس ادارے کی گولڈن جوبلی منائی گئی تھی۔ اس کی تاریخ سونے کے حروف میں لکھے جانے کے قابل ہے۔

انتقال پُر ملال

حیدرآباد - ۱۰ر فروری - یہ خبر نہایت حزن و ملال کے ساتھ سنی جائے گی کہ مولوی سید تراب علی صاحب سابق ناظم بلدیہ حکومت سرکار عالی نے اپنی قیامگاہ سکندرآباد کلب میں رات کے وقت داعی اجل کو لبیک کہا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

جوں ہی آپ کے انتقال کی خبر عام ہوئی لوگ جوق جوق آپ کی قیامگاہ پر جمع ہونے لگے۔ آپ کی نعش لاری کے ذریعہ جوبلی ہل لے جائی گئی اور پھر وہاں سے دائرہ میر مومن بغرض تجہیز و تکفین آپ کے خاندانی حظیرہ میں تدفین عمل میں آئی۔ نماز جنازہ میں کثیر تعداد مومنین کی شریک تھی۔ نماز کی قیادت مولوی سید عباس حسین صاحب قبلہ نے فرمائی۔ مشایعت جنازہ میں بلا لحاظ مذہب و ملت کثیر تعداد میں لوگ شریک تھے۔ خدا مرحوم کو غریق رحمت کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔

دو دنیاؤں کی سیر

از
جے گیرائٹ، اسٹاف نامہ نگار نیوس ڈیو جلینڈ
برلن

ابتدا ہی میں میں آپ کو یہ بتا دوں کہ میں نے ان دنوں فلیٹوں کے نئے بلاکوں دو کمروں کا معائنہ کیا ہے۔ ایک برلن کے جمہوری حصہ میں اور دوسرا مغربی برلن میں، میں نے دونوں کا غور سے جائزہ لیا۔ میں نے کرایہ کے بارے میں بھی دریافت کیا۔

میری پہلی آمد مجھے مشرقی برلن میں اسٹلیلی میں عمارتوں کے مقام پر لے گئی، جہاں حال ہی میں تعمیر شدہ دیگر اسی قسم کے مکانوں میں سے پہلا بیچا... اپارٹمنٹ ایڈمنسٹریشن کے حوالہ کیا گیا تھا۔ ان تینوں کے کرایہ داروں کی فہرست کافی پہلے تیار کی جا چکی ہے۔

نئی اہمال برآمدہ میں رہ رہی ہیں

ان کرایہ داروں میں سے ایک ... ہے جو کہ اپنے خاندان کے ساتھ ہے۔ اس وقت یہ خاندان ... بلڈنگ ... بائیں طرف کے وارڈ میں مکین ہے۔ پشت کا حاطہ ... اور سامنے کی بلڈنگ کے ذریعہ کتا ہوا ہے اور مخالف سمت ایک اونچی دیوار کے ذریعہ اس بات پر زور دینے کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے ... خاندان ... اس لگتے ہوئے ہے، جب کہ ... روشنی اور کشادہ مکان میں جا رہے ہوں گے۔ جو دو سرا ملڈ ... اور بہتر ... ہوگا۔

نئے مکان میں ورود

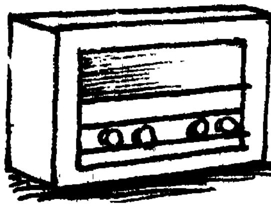
اسٹائلی میں کم ... اسقدر شاندار ہیں کہ مجھے صرف ان کے بیان کرنے کی ضرورت ہے۔ اول کمرہ کے درمیان ایک چھوٹی سی گزرگاہ ہے۔ ایک طرف چھوٹے کمرہ میں دروازہ ہے اور سامنے کی سیدھ میں ایک دروازہ ڈرائنگ روم کھلتا ہے۔ جس میں دلکش ترین کھڑکیاں ہیں۔ گزرگاہ سے دوسری طرف ... فلیٹ کے خانگی حصہ میں جا سکتے ہیں، ایک قسم کے یونیورسل ٹیپ بورڈ کافی سے بڑے شیلفوں، دروازوں اور دو دروازوں کے ساتھ ایک نیکیشن ہے جو کہ کلوک روم کے طور پر استعمال کے لئے کافی بہتر ہے۔ اس تنگ کمرہ میں ایک ... اور تجربہ ... پیشیا کی گیس ... اس کمرہ کی دوسری دیوار میں ایک دروازہ ہے جو کہ غسل خانہ کی طرف رہنمائی کرتا ہے، اس سے ملحق ایک باورچی خانہ ہے جو کہ ہر گھریلو خاتون کو بہت زیادہ پسند ہے ... یہاں ہر چیز پہلے سے تیار شدہ ہے، صرف ... کا اضافہ کرنے کی ضرورت ہے۔ دوسرا کمرہ ڈرائنگ روم سے لیجاتا ہے۔ اس کمرہ میں بھی دلچسپی کی ... کھڑکی ہے۔

جمہوری برلن میں مکان کا کرایہ

ہم جیسا ہم ہندسے ... برعکس، ان فلیٹوں کا ایریا ۵۵ اسکوائر میٹر (...اسکوائر گز ہے) ہر ۱۵۵ مارکس فی مربع میٹر یا دوسرے الفاظ میں تقریباً ۶۰ مارکس ماہانہ کرایہ پر دیئے جاتے ہیں۔ مزید یہ کہ سنٹرل ہیٹنگ کے لئے ۱۰ مارک ماہوار جارج کئے جاتے ہیں اور ۵ مارکس ماہانہ پہلے سے تیار شدہ باورچی خانہ کے لئے۔ اس طرح سے ماہوار کرایہ تقریباً ۸۰ مارک آئیگا۔

میری دوسری آمد مجھے مغربی برلن میں ... میں ... نگا ... اسٹرابس دیکھی ہے۔ یہ سات منزلہ عمارات سال کے شروع میں بنی تھی اس میں ڈھائی کمرہ کے فلیٹ ہیں۔

اسٹیلیلی کے مقابلہ میں گزرگاہ تنگ اور غیر ضروری طور پر ... مربع میٹر (تقریباً ۶ گز زیادہ بڑا ہے۔ سامنے ایک دروازہ ہے جو چھوٹے (آدھے) کمرہ میں لے جاتا ہے دوسرا دروازہ باورچی خانہ میں لے جاتا ہے۔ یہاں بھی باورچی خانہ کی ساری چیزیں پہلے سے تیار شدہ ہیں۔ راستہ کی پشت پر بھی دو رشتہ کمرے ملتے ہیں۔ ایک بڑا اور دوسرا چھوٹا۔ ... تقریباً اتنا ہی ایریا ہے جتنا اسٹیلیلی میں۔ اس چھوٹے کمرے کی کھڑکی کا سائز اسٹائلی والی کے مقابلہ میں آدھا ہے۔ اس کھڑکی سے باہر دیکھنے سے گھاس اور جھاڑیاں نظر نہیں آتیں، جیسا کہ اسٹیلیلی میں نظر آتی تھیں بلکہ نگاہ ٹھک سکے ... پر ٹھہرتی ہے۔



روحانی ریڈیو

ناشر :- مجذوب حیدر آبادی

یہ عنوان حضرت مجذوب حیدر آبادی کی ملکیت ہے اُن کے روحانی مکاشفات کے متعلق ہم کوئی رائے ظاہر کرنے کی جرأت نہیں کرسکتے ناظرین جانیں یا وہ خود - روحانی نشریات میں نام مقامات اور حادثات فرضی ہوا کرتے ہیں اگر اتفاقاً مطابقت ہو جائے تو کسی اسم خاص کا قیاس نہ فرمایا جائے - (ایڈیٹر)

ایکہزار نوسوی میٹر پر ہم روحانی نشرگاہ سے بول رہے ہیں ـ ابھی آپ مشہور شاعرہ محترمہ آمنہ کی ترنم و جا میں ڈوبا ہوئی غزل سن رہے تھے ـ جس کا مطلع تھا ؎

کسی کو لوٹ کے خود کو لٹا کے بیٹھی ہوں
کسی کی گود میں خود کو بٹھا کے بیٹھی ہوں

اب مشہور ماہر موسمیات مسٹر بستی پرشاد "گرمی" کے عنوان پر تقریر فرمائینگے۔

مسٹر بستی پرشاد ؎

روحانی دنیا کے دوستو! کہا جاتا ہے کہ ایک انگریزی کرنل فرانسس کو ملتان کی فوجی چھاؤنی پر تقرر عمل میں آیا - مارچ کے مہینے میں انہوں نے انگلستان سے ملتان آکر اپنی نئی خدمت کا جائزہ لیا - دو مہینے ملتان میں گزارنے کے بعد انہوں نے اپنے رشتہ داروں کو جو انگلستان میں تھے خط لکھا :-

There are only Two Seasons in India, Warm Season & warmest season

بالکل یہی حال آج کل ہمارے وطن کا ہے - یہاں زندگی کے ہر شعبہ میں صرف دو ہی موسم ہیں - گرمی یا شدید گرمی - اس کے سوا بہار - برسات کا اور جاڑے کا کہیں وجود نہیں ہے آبکاری کے دفتر میں جائیے :- معمول کی "گرمی بازار" - محکمل کے لاٹ میں جائیے - گرد مہر کی جھیٹوں کی گرمی - تعمیرات کے دفتر میں جائیے - ٹنڈروں کی تو حیل رہی ہے" حق زحمت " کا آفتاب تمتما رہا ہے ـــ عطیات کے دفتر جائیے " تنخواہ نقد نوکری اُدھار" کی چلچلاتی دھوپ پھیلی ہوئی - عہدہ دار رتی پنکھے کے نیچے آرام کرسکتا ہے نیم دیوانہ ہوکر آرام حرام ہے کہتے ادھر سے اُدھر گزر رہے ہیں - بلدیہ کے دفتر میں چلے جائیے در و دیوار پر سنل ٹیکس کلکشن کی گرمی سے تپ رہے ہیں - چنگی کے ناکوں پر جائیے معلوم ایسا ہوگا کہ بالائی آمدنی کا سورج سوا نیزے پر آگیا ہے - زمین تانبے کی اور آسمان چاندی کا بن گیا ہے - چنگی کا اسٹاف گرمی سے بچنے کے لئے " فالودہ تسکین قلب " کے گھونٹ پر گھونٹ پی رہا ہے گنج میں جائیے - چور بازاری اور گراں فروشی کی لو چل رہی ہے - اناج کے تھیلوں سے شعلے نکل رہے ہیں - شکر کے بھٹکھاتوں سے چنگاریاں نکل رہی ہیں اور صارفین کے دلوں سے دھواں اٹھ رہا ہے - مدارس اور کالج میں جائیے ڈسپلین شکنی کی گرمی - کارخانوں میں جائیے - ہڑتالوں کے شرارے امرت برت کے شعلے ، سیاسی تنظیموں میں جائیے -

میں گرمی بنیادوں کو ہلا رہی ہے کہیں اقتدار کی رسہ کشی کی حرارت
کہیں حصول اقتدار کی سازش کی چنگاریاں ہیں۔ کہیں وزارت
حاصل کرنے کی بیتابی اور گرما گرمی ہے۔ کہیں احباب نوازی اور اقربا
پروری کا گرم بازاری ہے۔ کہیں سفارش کی آنچ ہے کہیں سازشی
چنگاریاں ہیں کہیں "ہرچہ آید در گمیٹ" کی بھٹی جل رہی ہے
۔ کہیں دل بے رحم کا تنور گرم ہے۔ کہیں "احمد کی
پگڑی محمود کے سر" کا الاؤ جل رہا ہے۔ کہیں فرقہ واریت کی
ہوئی چنگاریوں کو ہوا دی جا رہی ہے۔ کہیں برسر اقتدار
طبقے اور ناراض گروپ سے اپنی اپنی بان جل رہے ہیں —
ان کے چہروں پر تڑھانی چڑھی ہوئی ہے اور گرما گرم تقریریں
ہو رہی ہیں — کہیں پوزیشن کی حسرت میں دل سے دھواں
نکل رہا ہے۔ کہیں پانچوں انگلیاں گھی میں ہیں اور سر کڑھائی
میں ہے اور کہیں حسرتوں کی آنچ پر تمنا کا خون کھول رہا ہے۔
کہیں آیندہ انتخابات کی سرگرمی کے ساتھ تیاریاں ہو رہی ہیں
اسمبلی ہال میں جا بیٹھنے کے لئے گرما گرم بحثیں ہو رہی ہیں۔ آتش نوا الیکشن
تقریریں کر رہے ہیں۔ جن کی ہر سانس سے چنگاریاں اڑ رہی
ہیں۔ حزب مخالف آتش زیر پا ہے۔ اسمبلی ہال کی تپتی ہوئی
زمین پر بار بار واک آؤٹ کرنے سے تلووں میں چھالے
پڑ گئے ہیں۔ گرم گرم تحریکات اور قراردادیں پیش ہو رہی
ہیں۔ گرم گرم بحثیں چل رہی ہیں۔ قراردادوں سے شعلے
نکل رہے ہیں۔ آنسوؤں سے چنگاریاں اُڑ رہی ہیں اور راہ
کے پھولوں پر جا پڑے۔ اشراف کی جبینیں گرم ہیں۔ شدت گرمی
سے پگھلے ہوئے سونے کی گنگا بہہ رہی ہے۔ لوگ نہ صرف
بہتی گنگا میں ہاتھ دھو رہے ہیں بلکہ ڈبکی پر ڈبکی لگا رہے
ہیں۔ اخبار کے دفاتر بھی جا بیٹھے۔ سیاسی اتار چڑھاؤ پر
گرم گرم تبصرے ہو رہے ہیں۔ اداریوں سے آنچ نکل رہی ہے۔

معمول سے بعض بار بڑھ جاتا ہے۔ بلف کی گرمی سے تھرمامیٹر کا پارہ (۱۲۴)
ڈگری سے زیادہ چڑھا ہوا ہے۔ حرارت سے معدوں میں
تبخیر پیدا ہو کر دماغوں کی ہنڈیاں جوش مار رہی ہے۔
غرض جس طرف دیکھو گرمی کا گرم بازار ہے ؎

از زمین تا بہ آسمان گرمی

اس گرمی سے عوام کا عجیب حال ہے۔ منہ سے آگ
نکل رہی ہے۔ خون کھول رہا ہے۔ منہ سے شعلے نکل رہے ہیں
دل سے دھواں اٹھ رہا ہے۔ دماغ شدت حرارت سے
پک رہے ہیں۔ جسکو دیکھو شکایتیں چلا رہا ہے۔ برقی پنکھوں
سے بادِ سموم نکل رہی ہے۔ خس کی ٹٹیوں سے ہو کے جھم
چھن چھن کر آ رہی ہے۔ برف کے پانی سے بھاپ نکل رہی
ہے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ آفتاب سوا نیزے پر آ گیا ہے
زمین تانبے کی اور آسمان فولاد کا ہو گیا ہے۔ دریا کھول
رہے ہیں۔ بن میں آگ لگی ہوئی ہے۔ پہاڑ لاوا اگل رہے
ہیں۔ سڑکوں کا ارتقا کو رہ آہن گر بن گیا ہے۔
سورج کی کرنیں آگ کی سلائیں بنی ہوئی ہیں جو روح کو
چھیدتی ہوئی نکل رہی ہیں ؎

سر پہ کافر دھوپ جیسے روح پر عکس گناہ
تیز کرنیں جیسے بڑھے سود خواروں کی نگاہ

جدھر دیکھو ادھر چلچلاتی دھوپ ہے۔ اگر کہیں سایہ ہے
بھی تو افلاس کا سایہ ہے۔ ادبار کا سایہ ہے۔ نحوست کا
سایہ ہے۔ مصیبت کا سایہ ہے۔ امراض کا سایہ ہے۔ اغراض
کا سایہ ہے۔ بے چینی کا سایہ ہے۔ انتشار کا سایہ ہے۔
بیروزگاری کا سایہ ہے۔ بیکاری کا سایہ ہے۔ چور بازاری کا
سایہ ہے۔ گرانی کا سایہ ہے۔ قحط کا سایہ ہے۔ افراط زر
کا سایہ ہے۔ آفت زدہ ورثہ کا سایہ ہے۔ (بقیہ صفحہ پر)

بغض و عداوت کا سایہ ہے۔ فرقہ واریت کا سایہ ہے افتراق کا سایہ ہے۔ لسانی تعصب کا سایہ ہے — علیحدگی پسندی کا سایہ ہے۔ لسانی ریاستوں کا سایہ ہے۔ صوبہ واریت کا سایہ ہے — جہل کا سایہ ہے — نادانی کا سایہ ہے — ظلمت کا سایہ ہے — خود غرضی کا سایہ ہے۔ اور مفاد پرستی کا سایہ ہے۔

لوگ بلبلا رہے ہیں۔ چلا رہے ہیں۔ گڑگڑا رہے ہیں۔ دعا کر رہے ہیں کہ اے بھگوان! اس جنم کو ترسانے والی گرمی کو دور کر دے۔ میگھ راجہ کو پانی برسانے کا حکم دے۔ پھر بادل تھلکنے لگے، پُروا سنکنے لگے — کوندا لپکنے لگے۔ بجلی چمکنے لگی۔ اور گھٹا جھوم جھوم کر برسنے لگے۔ پنچھی چہکتے، کھیت لہکتے، پھول مہکتے۔ گرمی دور ہو اور بہار مسکراتی ہوئی تاجپتی ہو گی اور گاتی ہوئی آ جائے —

انکیز اور لوری ہیٹر پر ہم ریڈیو کی نشرگاہ سے بول رہے ہیں۔ ابھی مشہور ماہر موسمیات مسٹر نبتی پرشاد کی تقریر پیش کر رہے تھے۔ اب ہمارے نشریات کا وقت ختم ہو چکا ہے۔ ہمیں آئندہ ہفتہ تک کے لئے اجازت دیجئے۔

جے ہند

مژدہ برائے ہوٹل و رسٹورنٹ

۴ سال قبل کاسگار ہوٹل یونین حیدرآباد کی جانب سے ملازمین ہوٹل و رسٹورنٹ کو بونس دلانے کا مسئلہ اٹھایا گیا جس سے انجمن مالکان ہوٹل و شیرینی فروشان حیدرآباد کو اتفاق نہ تھا۔ کاسگار ہوٹل یونین کے ایماسی کیفے بشیر باغ و مدینہ ہوٹل پتھرگٹی حیدرآباد کے خلاف اس خصوص میں کارروائی کا آغاز کیا جو انجمن ہذا کے ممبر ہیں حسب تصفیہ عاملہ انجمن ہذا کے جانب سے نمائندگی و پیروی کی گئی حکومت کی جانب سے بغرض تصفیہ نزاعی لیبر کورٹ حیدرآباد میں رجوع کر دیئے گئے جہاں بدوران سماعت کاسگار ہوٹل یونین کی جانب سے مدینہ ہوٹل کے ایک علیحدہ شدہ ملازم مسمی سالم بن منصور کا مقدمہ بھی رجوع کیا گیا۔ ہر سہ مقدمات میں فریقین کے انجمنوں کی طرف سے پیروی کی گئی۔ تفصیلی قرار یہ ہیں ہر سہ مقدمات میں انجمن مالکان ہوٹل و شیرینی حیدرآباد کو کامیابی حاصل ہوئی۔

ہر سہ مقدمات کے تفصیلی فیصلہ جات حکومت کے جریدہ اعلامیہ مورخہ ۲۲ ستمبر ۱۹۶۰ء صفحہ ۳۲۵۷ تا ۳۲۶۱ ۱۹۶۰ء (۳۸۴۳) نشان سنہ ۱۹ فروری ۱۹۶۱ء صفحہ ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹ میں شائع کر دیئے گئے۔

صاحبزادہ نواب کاظم جاہ مرحوم کی صاحبزادی عباسی بیگم صاحبہ کا عقد مسعود
ہز ہائینس پرنسس آف برار حضور دُرِّشہوار کی شرکت

۲۵ شعبان المعظم کو صاحبزادہ نواب کاظم جاہ مرحوم کی صاحبزادی عباسی بیگم صاحبہ کا عقد مسعود، نواب میر غلام حیدر صاحب فرزند نواب میر فرخندہ علی خاں صاحب ڈپٹی کلکٹر نبیرۂ نواب علی یار جنگ بہادر (صاحبزادہ عزیز الدولہ) کے ساتھ ... کوٹھی مبارک میں سرکار حق کی سرپرستی میں انجام پایا۔ (۱۰) بجے سرکار حق آگاہ کی سواری ہمراہ شہزادی پاشا صاحبہ نذری باغ سے نہضت افروز جنگ کوٹھی مبارک ہوئی صاحبزادہ نواب کاظم نواز جنگ بہادر (علی پاشا) نے استقبال شاہانہ کی عزت حاصل فرمائی۔ ابتدائی مراسم کی بجا آوری کے بعد ۱۱ بجے عقد کا آغاز ہوا۔ محفل عقد میں شہزادہ والا شان مفخم جاہ بہادر کے علاوہ دیگر افراد خاندان آصفیہ تشریف فرما تھے۔
دولھا کی جانب سے حسام العلماء آقای شیخ ابوالقاسم خراسانی اور دولہن کی طرف سے مولوی سید اصغر حسین صاحب قبلہ مجتہد نے صیغہ نکاح پڑھا۔ نکاح خوانی کے بعد سرکار حق آگاہ نے دولھے کی گلپوشی کی اور دولھے نے سرکار حق آگاہ کی خدمت میں نذر گزرانی اور قدم بوسی کی عزت حاصل کی۔ اس کے بعد نواب علی یار جنگ بہادر۔ نواب سید زین العابدین خاں صاحب۔ نواب سید فرخندہ علی خاں صاحب، نواب تراب یار جنگ بہادر نواب عنایت جنگ بہادر۔ نواب فطرت جنگ بہادر۔ نواب میر مظفر علی خاں صاحب نے بھی سرکار حق آگاہ کی خدمت فیض درجت میں نذر گزرانے کی عزت اور سعادت حاصل کی۔ مشہور آرٹسٹ مصور جنگ راجہ دین دیال اینڈ سنس، شاہی عکاس نے مختلف زاویوں سے اس تقریب کی تصویر کشی کی۔

سرکار و محفل کی تواضع کے لئے ایک پر تکلف ایٹ ہوم ترتیب دیا گیا تھا۔ اس عظیم المرتبت آصفی خاندان کی یہ تقریب عقد اپنی سادگی، خوش اسلوبی اور پابندی شرع کے لحاظ سے قابل دید اور لائق تقلید تھی۔
ہم ادارۂ شیراز کی جانب سے سرکار حق آگاہ کی خدمت فیض درجت میں ادب و احترام کے ساتھ اس عقد مسعود کی مبارکباد پیش کرنے کی عزت حاصل کرتے ہیں۔ خدا ہمارے سرکار حق آگاہ کو عروس و نوشاہ کے سر پر سالہا سال سلامت باکرامت رکھے۔ آمین

صاحبزادہ نواب کاظم جاہ بہادر کی اور دو صاحبزادیاں (صاحبزادی کاظم النساء بیگم صاحبہ کا عقد ۲۶ شعبان کو نواب میر ایاقت ... خاں صاحب نبیرہ نواب معین جنگ مرحوم سے اور صاحبزادی حسینی بیگم صاحبہ کا عقد نواب میر غلام علی خاں صاحب فرزند نواب سید علی خاں بہادر (صارم جنگ ... الدولہ) سے عمل میں آیا۔ تفصیلات شیراز کے آئندہ شمارہ میں ملاحظہ فرمائیے۔

(ادارہ)

قطعہ

نکاتے این چہ در شرحِ بیان است ||| عجب مسرور ہم پیر و جوان است
ورودِ کودکِ دیگر بہ دنیا ||| شنیدہ مژدہ جانِ ناتوان است

(نواسہ)

برطانیہ کی خبریں

ہند برطانوی تعلقات کی اہمیت

برطانوی وزیر سائنس کی تقریر

لندن سے آمدہ ایک اطلاع کے مطابق ہندوستانی صحافیوں کی ایک انجمن نے ۲۶ جنوری کو یوم جمہوریہ کی خوشی میں ڈنر کا اہتمام کیا تھا اس موقع پر تقریر کرتے ہوئے برطانوی وزیر سائنس لارڈ ہیلشم نے ہند برطانوی تعلقات کی اہمیت پر زور دیا۔ انہوں نے کہا کہ ان دونوں ملکوں کے گہرے تعلقات انسانی تاریخ کو بہت زیادہ متاثر کریں گے۔ موصوف نے مزید کہا کہ اپنی قوم پر اظہار فخر کرنا احساس خودداری کی نشانی ہے لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ موجودہ دنیا میں نسلی برتری اور قومی غرور کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ ہمیں مشترکہ کوشش اور تدبر سے انسانیت کے چراغ کو روشن رکھنا ہے۔ لارڈ ہیلشم نے ہندوستان کا اس بات کے لئے شکریہ ادا کیا کہ اس نے ملکہ اور ڈیوک آف ایڈنبرا کا شاندار طریقے سے خیر مقدم کیا ہے۔ انہوں نے ہندوستان کو خراج تحسین ادا کیا کہ اس نے موجودہ پرآشوب دور میں دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت کو برقرار رکھا ہے۔ ہندوستان کے قائم مقام ہائی کمشنر مسٹر ٹی۔ این۔ کول نے ہندوستانی صحافیوں کو خراج تحسین پیش

کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے نہ صرف آزادی حاصل کرنے بلکہ ملک کے چالیس کروڑ باشندوں کے شہری حقوق کی حفاظت کرنے میں بھی اہم پارٹ ادا کیا ہے۔

اسٹرلنگ حلقہ کے محفوظ سرمایہ میں اضافہ

ماہ جنوری کے اعداد و شمار

حکومت برطانیہ کے ایک تازہ اعلان کے مطابق ماہ جنوری کے دوران اسٹرلنگ حلقہ کے سونے اور قابل بدل کرنسی کے ذخیرہ میں ۵،۰۰۰،۰۰۰ پونڈ کا اضافہ ہوا۔ ۳۱ جنوری کو یہ سرمایہ ۱۵۹،۰۰۰،۰۰۰ پونڈ تھا۔ محفوظ سرمایہ میں جنوری سے بتدریج اضافہ ہوتا رہا ہے۔

برطانوی وزیر اعظم ویسٹ انڈیز کے دورہ کے بعد امریکہ جائینگے

ایک اطلاع کے مطابق برطانوی وزیر اعظم مسٹر ہیرلڈ میکملن اپنے مجوزہ پروگرام کے مطابق ویسٹ انڈیز کا دورہ کرنے کے بعد امریکہ کے صدر مسٹر جان کینیڈی کی دعوت پر واشنگٹن جائیں گے اور ان کے ساتھ وہ عالمی مسائل سے متعلق غیر رسمی بات چیت کریں گے۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ برطانوی وزیر اعظم موسم گرما میں ...

"چھپا ہوا گھروں" کا بانی ہندوستان ...

معلوم ہوا ہے کہ ہندوستان میں "چھپا ہوا گھروں" ...

گروپ پلانٹ میں رہ چیتا شیزا زرادہ کو بھی پہونچے کا کامل علاج اور بے گھر بیماروں کے لئے ہیں۔ گروپ کیپٹن سے اندھیرے میں تعلیم ہاؤس کا معائنہ کریں گے۔ ہندوستان میں چیتا شیر کا پہلا گھر ہے۔ ۱۷ سنہ ۱۹۵۵ء میں قائم کیا گیا تھا۔ اس میں اس وقت ۳۰ معذور بیماروں اور رنگ ... کے لئے جگہ ہے۔ ۳۰ فردوں کو موصوف ہوتا جائیں گے جہاں ایک نیا گھر قائم کرنے کی تجویز ہے۔ ۱۷ فروری کو مسز چیتا شیر کلکتہ پہنچ جائیں گی اور ۲۰ فروری کو دونوں رانی ہاؤس بیلا پور کا معائنہ کریں گے۔ اس کے بعد وہ ڈیرہ دون جائیں گے جہاں چیتا شیر گھروں کا عالمی ہیڈ کوارٹر قائم کیا گیا ہے۔ یہاں پر مختصر دورہ کرنے کے بعد گروپ کیپٹن چیتا شیر بنگلور جائیں گے جہاں ایک نیا گھر قائم کیا جا رہا ہے۔ ۱۶ مارچ کو دہلی کی نئی بستی کے لئے کی میں بنارسی داس چاندنی والا سواستھ سدن کا معائنہ کریں گے۔ ان گھروں کو ہسپتالوں کے مانند نہیں بلکہ گھروں کی طرح چلایا جاتا ہے اور مریضوں کی محبت اور شفقت سے دیکھ بھال کی جاتی ہے۔

برطانیہ میں حادثات کی روک تھام کی مہم
بچوں کا قومی کلب قائم کرنے کی تجویز

سڑکوں پر ہونے والے حادثات کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر برطانیہ میں پانچ سال سے کم عمر کے بچوں کا ایک قومی کلب قائم کیا جا رہا ہے جس کا مقصد بچوں کو حادثات سے بچنے کی تربیت دینا ہے۔ سنہ ۱۹۵۹ء میں پانچ سال سے کم عمر کے ۲۲۷ بچے حادثات میں ہلاک اور ۱۸۲۶ بچے زخمی ہوئے تھے۔ تین ۱۹۵۹ء میں ہلاک ہونے والوں کی تعداد ۲۰۰ اور زخمی ہونے والوں کی ۲۱۱۲ تھی۔ مجوزہ کلب کی تفصیلات طے کی جا رہی ہیں۔ ایک تجویز یہ ہے کہ ایک اچھا سا ماہوار میگزین نکالا جائے جو مائیں اپنے بچوں کو پڑھ کر سنا سکیں۔ کلب کا ایک بلّا یا نشان بھی ہوگا جو ممبران کو دیا جائے گا۔

یہ کلب برطانیہ کی رائل سوسائٹی برائے انسداد حادثات قائم کر رہی ہے۔

سنہ ۱۹۶۰ء میں ہند برطانوی تجارت

گزشتہ سال ہندوستان نے برطانیہ سے ۱۵۰،۱۹۴،۰۰۰ پونڈ کا مال خریدا تھا اور اس کے بالمقابل ۱۴۹،۱۸۶،۰۰۰ پونڈ مالیت کی اشیاء فروخت کی تھیں۔ سنہ ۱۹۶۰ء کے دوران میں برطانیہ نے ہندوستان سے ۶۳،۹۹۲،۰۰۰ پونڈ کی چائے خریدی تھی، چائے ہندوستان کی سب سے بڑی برآمد شے تھی۔ سوتی بنے ہوئے کپڑے، تمباکو اور چمڑے کا بھی ہندوستانی برآمدات میں کافی حصہ تھا۔ ہندوستان نے زیر تبصرہ سال کے دوران میں ایک سال قبل کی بہ نسبت تقریباً ۱ لاکھ پونڈ زیادہ قیمت کا چمڑا برطانیہ کو برآمد کیا تھا۔ ہندوستان نے برطانیہ سے جو اشیاء درآمد کیں ان میں مشنری، موٹر گاڑیاں، ہوائی جہاز، لوہا اور فولاد اور کیمیکلز شامل تھے۔

شیراز اہل حق کا ترجمان اور صاحبان ذوق کا اخبار ہے

خون کا عطیہ

برطانیہ میں ۱۸ تا ۶۵ سال کی عمر کے ۹۵۰،۰۰۰ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے رضاکارانہ طور پر خون دینے کے لئے نام درج کرائے ہوئے ہیں۔ خیال ہے کہ ۱۹۶۰ء کے دوران میں انہوں نے ۱،۰۰۰،۰۰۰ سے زائد خون کی بوتلوں کا عطیہ دیا ہوگا۔

برطانیہ کی طرح کئی دیگر ممالک مثلاً، کینیڈا، ڈنمارک آسٹریلیا وغیرہ میں بھی رضاکارانہ طور پر خون دینے کا طریقہ رائج ہے لیکن ان ملکوں میں معاوضہ دیکر خون لینے کے طریقہ پر بھی عمل ہوتا ہے

آج کل ہسپتالوں میں خون کی بہت ضرورت ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ حادثات میں زخمی ہونے والوں اور نازک آپریشن کرانے والوں کو خون درکار ہوتا ہے۔ زچگی کے بعد کئی ماؤں کو بھی خون کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو لوگ خون دیتے ہیں وہ ہر سال ہزارہا لوگوں کی جانیں بچاتے ہیں — دل کا آپریشن کرتے وقت سرجن آج کل مصنوعی دل (دل اور پھیپھڑوں کی مشین) سے کام لیتے ہیں۔ اس قسم کے آپریشن کے دوران میں تازہ خون مریض کے دماغ تک پہنچایا جاتا ہے۔ جب کبھی یہ مشین استعمال کی جاتی ہے تو ۱۲ پائنٹ (پائنٹ ایک گیلن کے آٹھویں حصے کے برابر ہوتا ہے) خون کی ضرورت پڑتی ہے۔ یہ مقدار ایک عام آدمی یا عورت کے جسم میں خون کی کل مقدار سے بھی زیادہ ہے۔

برطانیہ میں خون دینے والے رضاکاروں کو پہلے سے بتا دیا جاتا ہے کہ ان کا خون کس جگہ اور کس وقت لیا جائے گا۔ خون لینے کی تنظیم ملک بھر میں پھیلی ہوئی ہے۔ خون لینے کا انتظام دیہات میں بھی کیا گیا ہے خون کی بوتلیں ٹھنڈی گاڑیوں میں رکھ کر انتقال خون کے علاقائی مرکز تک پہنچائی جاتی ہیں۔ وہاں جانچ کے بعد ان کو مختلف قسموں کے مطابق تقسیم کر دیا جاتا ہے۔

خون کی بوتلیں نہ صرف بڑے بڑے ہسپتالوں بلکہ چھوٹے ہسپتالوں، تیمار خانوں، نرسنگ ہوموں اور جنرل پریکٹس کرنے والے ڈاکٹروں کو بھی بھیجی جاتی ہیں۔ اور اس بات کا پورا خیال کیا جاتا ہے کہ کوئی مریض جسے خون درکار ہے خون سے محروم نہ رہے چاہے وہ کسی دور دراز گاؤں ہی میں کیوں نہ رہتا ہو۔

کسی شخص کو اپنا خون دینے میں زیادہ سے زیادہ نصف گھنٹہ لگتا ہے — دس منٹ ابتدائی جانچ اور خون دینے میں اور بیس منٹ خون دینے کے بعد آرام کرنے اور کافی یا چائے کا پیالہ پینے میں۔ اگر خون دینے والے رضاکار کی صحت اچھی نہ ہو تو اس کا خون نہیں لیا جاتا۔ اور کسی شخص کا خون سال میں زیادہ سے زیادہ دو مرتبہ لیا جاتا ہے۔

خون کی ہر بوتل صرف ایک شخص کا عطیہ ہوتی ہے اور اس میں تین چوتھائی پائنٹ خون ہوتا ہے۔ برطانیہ کی وزارت صحت نے بتایا ہے کہ ۱۹۴۹ء اور ۱۹۵۹ء کے درمیان ہسپتالوں کو سپلائی کی گئی بوتلوں کی تعداد ۷۱،۰۴۹ سے بڑھ کر ۵۹۵،۸۲۸ ہو گئی تھی۔

شمس ریسٹورنٹ

ایک عرصے سے سلطان پورہ ۔ عثمان پورہ ۔ عظمت پورہ جدید و قدیم ملک پیٹھ اور اندرون و بیرون چادرگھاٹ کے رہنے والے اس نواح میں ایک اچھی ہوٹل کی ضرورت کو شدت کے ساتھ محسوس کر رہے تھے ۔ اب ایرانی صاحبان نے روبروئے چمن چادرگھاٹ ۔ اسٹیشن روڈ ملک پیٹھ پر شمس ریسٹورنٹ کے نام سے ایک شاندار ہوٹل کے افتتاح کا فیصلہ کیا ہے ۔

یہ ہوٹل آرام دہ و عصری فرنیچر سے آراستہ ہوگی جہاں حفظانِ صحت کی پوری پوری پابندی کے ساتھ اشیائے خورد و نوش کی سربراہی کا انتظام کیا جائے گا ۔ ایرانیوں کا ذوقِ آرائش اور ہوٹل چلانے کا طریقہ اب حیدرآباد کے لئے غیر متعارف نہیں رہا ۔ شمس ریسٹورنٹ کے تعلق سے اس امر کی کوشش کی جا رہی ہے کہ یہ ریسٹوران آپ اپنا جواب ہو ۔ ریسٹوران کے افتتاح کے بعد ہی اس کی حقیقی شان و شوکت کا اندازہ ہو سکے گا ۔ لیکن ابتدائی انتظامات کو دیکھتے ہوئے نیز مالکان ہوٹل کی خوش سلیقگی اور ذوقِ آرائش کے مدنظر یہ بیش قیاس غلط نہیں کہ یہ ہوٹل نام کی مناسبت سے شمس نصف النہار ہوگی ۔

آقائی حسین ضابطہ اور آقائی غلام رضا ہمارے کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں ۔ قابلِ مبارکباد ہیں کہ ان کی تعمیری صلاحیتوں، کاوشوں سے اور نئی نئی ہوٹلوں کے قیام سے حیدرآباد کی رونق اور تزئین میں چار چاند لگ گئے ہیں ۔ افتتاح کے انتظامات سرعت کے ساتھ عمل میں آ رہے ہیں ۔

تاریخِ افتتاح کا انتظار فرمائیے

Shums Restaurant

"لاعلاج مریضوں کے گھر"

از قلم
ڈاکٹر آر - ایچ جنرل
(فلاحی افسر چیشائر فاؤنڈیشن ٹرسٹ)

گروپ کیپٹن لینارڈ چیشائر آجکل ہندوستان میں چیشائر گھروں کا معائنہ کر رہے ہیں۔ ایسے گھروں میں لاعلاج مریضوں کی دیکھ بھال ہوتی ہے۔ تین سال کا عرصہ ہوا۔ ڈیرہ ڈون میں ان گھروں کا ہیڈ کوارٹر قائم کیا گیا تھا۔

گروپ کیپٹن لینارڈ چیشائر دوسری جنگ عظیم میں بمبار ہوائی جہازوں کے ممتاز ترین پائلٹوں میں شمار ہوتے تھے۔ اب انہوں نے اپنی زندگی ایسے لاعلاج مریضوں کے لئے وقف کر دی ہے جن کا اپنا کوئی نہیں یا جن کے رشتہ دار اُن کی دیکھ بھال کرنے کے قابل نہیں یا وہ کرنا نہیں چاہتے۔

جنگ کے بعد گروپ کیپٹن لینارڈ چیشائر کی ملاقات ایک ایسے سابق فوجی سے ہوئی جو کینسر کی موذی بیماری میں مبتلا تھا۔ اس نے بتایا کہ اس کے پاس سر چھپانے کیلئے کوئی جگہ نہیں۔ لینارڈ چیشائر نے اُس کے قیام کا انتظام اپنے مکان واقع ہیمپشائر میں کر دیا اور خود اس کی دیکھ بھال کرنے لگے۔ اس کے بعد کئی اور لاعلاج مریضوں کو بھی ہوا ہے مکان میں لے آئے۔ اس طرح ایک نئی تحریک نے جنم لیا جس کے نتیجہ کے طور پر انگلستان میں اب تک ۸۰ "گھر" قائم ہو چکے ہیں۔ اور مزید گھر قائم کئے جا رہے ہیں۔ یہ تحریک ہندوستان میں آگئی ہے اور کچھ مقامات پر "چیشائر گھر" قائم ہو چکے ہیں۔ ان کی ضرورت کسی تشریح کی محتاج نہیں۔ چنانچہ اس تحریک کیلئے عوام سے امداد وصول ہو رہی ہے۔ اس مقصد کے لئے جب کوئی شخص مکان تحفتاً دیتا ہے یا کوئی مکان خریدا جاتا ہے تو لندن کا چیشائر فاؤنڈیشن ٹرسٹ ابتدائی اخراجات کے لئے چھوٹی سی گرانٹ دیتا ہے۔ مقامی باشندوں اور تاجروں کی ایک انتظامی کمیٹی قائم کی جاتی ہے جو گھر کو چلانے کا فرض انجام دیتی ہے۔ مکانات تعمیر کرنے والوں سے درخواست کی جاتی ہے کہ مکان میں ضروری تبدیلیاں کر دیں۔ لوگوں کی طرف سے متعدد تحائف ملتے ہیں۔ ایسے گھروں میں "لفٹ" کی بہت ضرورت ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کی مدد سے مریض پہئے دار کرسیوں کے سہارے گھومنے کے لئے جا سکتے ہیں اور آسانی سے مکان کی پہلی منزل تک پہونچ سکتے ہیں ایک گھر میں ۲۵ مریضوں کو رکھا جاتا ہے۔ ان کی تیمارداری کے لئے ایک میٹرن ایک نرس اور ایک یا دو نرسنگ اردلیوں کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں۔

لینارڈ چیشائر کی خواہش ہے کہ ان کے گھر ہسپتالوں کی طرح نہیں بلکہ گھروں ہی کی طرح چلائے جائیں۔ چنانچہ مریضوں کی اس بات کے لئے حوصلہ افزائی کی جاتی ہے کہ وہ گھر کے انتظام میں حصہ لیں۔ اس مقصد کے لئے وہ اپنی کمیٹی منتخب کرتے ہیں جو ان کی بہبود کا خیال رکھتی ہے اور ان کی تفریح اور دیگر سرگرمیوں کا انتظام کرتی ہے۔ بیشتر مریض گٹھیا، پولیو وغیرہ کی بیماریوں میں مبتلا ہیں۔ کچھ ایسے بھی ہیں جن کو دورے پڑتے ہیں۔

چیشائر فاؤنڈیشن ٹرسٹ سے ابتدائی گرانٹ حاصل کرنے کے بعد گھر کے اخراجات پورا کرنے کی ذمہ داری انتظامی کمیٹی کی ہے۔ گھر کی آمدنی کا سب سے بڑا ذریعہ وہ چندے ہیں جو مقامی ...

چیزیں بازار میں فروخت کی جاتی ہیں ۔ ہر سال ایک جشن بھی منایا جاتا ہے جس میں مریض اپنے اسٹال لگاتے ہیں اور چیزیں فروخت کرتے ہیں ۔ اس کام میں حکومت بھی مدد دیتی ہے ۔ بعض مریض اخراجات کیلئے اپنے ہی پاس سے روپیہ دیتے ہیں ۔ "جیشائر ہوم" اپنا ایک سہ ماہی رسالہ نکالتے ہیں جس کا نام ہے "جیبائے مسکراہٹ"۔

برطانوی ماہر ٹیکسٹائل ریسرچ میں مدد دیگا

معلوم ہوا ہے کہ حکومت برطانیہ نے کولمبو منصوبہ کی فنی تعاون کی اسکیم کے تحت برٹش کاٹن انڈسٹری ریسرچ ایسوسی ایشن (مانچسٹر) کے سینئر ریسرچ افسر مسٹر سیرل اڈر وڈ کی خدمات دو سال کیلئے ساؤتھ انڈیا ٹیکسٹائل ریسرچ ایسوسی ایشن کو مستعار دی ہیں ۔ موصوف کچھ دن تک ہندوستان پہونچ جائیں گے ۔ ساؤتھ انڈیا ٹیکسٹائل ریسرچ ایسوسی ایشن ہینڈ لوم تکنیکوں کو بہتر بنانے کی کوشش کر رہی ہے ۔ مسٹر انڈر ووڈ اسے اس کام میں مدد دیں گے

برطانیہ میں ریشمی کپڑا پھر سے مقبول ہو رہا ہے

برطانیہ میں عورتوں کی پوشاکوں اور مردوں کی ٹائیوں اور قمیصوں کے لئے ریشم کی مانگ بہت بڑھ گئی ہے ۔ اور ریشم کو وہی جگہ دوبارہ مل رہی ہے جو اسے پہلے حاصل تھی ۔ لوگ اب مصنوعی ریشم کی خریداری سے ہٹتے جا رہے ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ گزشتہ تین برسوں کے دوران میں برطانیہ نے ہندوستان سے تین گنا ریشم درآمد کیا ہے سنہ ۱۹۶۰ء کے پہلے گیارہ مہینوں میں ہندوستان نے برطانیہ کے ہاتھوں ۱۷۷،۳۸ گز ریشمی کپڑا فروخت کیا ۔ جبکہ سنہ ۱۹۵۸ء میں اس نے کل ۲۲،۵۸۹ گز اور سنہ ۱۹۵۹ء میں کل ۱۹۳،۱۴ گز ریشمی کپڑا برطانیہ کو برآمد کیا تھا ۔

بہ سلسلہ صفحہ ۲۷ کے دوران میں مزید دو اسٹیشن گنٹور اور ایلورو میں قیام کرنے کی تجویز ہے ۔

چھوٹی صنعتوں کی اہمیت

دیہی اور چھوٹی صنعتوں کو تیسرے منصوبے کے پروگراموں میں انتہائی اہم مقام حاصل ہے ۔ کیونکہ یہ صنعتیں روزگار کے مواقع فراہم کرنے کے علاوہ معیشت کی صنعتی بنیادوں کو بھی وسیع کر سکتی ہیں ان کے ذریعے توقع کی جاتی ہے کہ سرگرمیوں کے دائرے کو وسیع کرتے ہوئے صناعوں کی مہارت بڑھائی جائے گی اور ان کو بہتر ساز و سامان مہیا کیا جائیگا اور ہر قصبہ کے مقامی ذریعوں اور وسیلوں کو پوری پوری حد تک استعمال کیا جا سکے گا ۔ چھوٹی صنعتوں کے پروگرام کا ایک اور اہم جزو چھوٹے چھوٹے قصبوں میں صنعتی مرکزوں کا قیام ہے جنکی معیشت کو آس پاس کے دیہی رقبوں سے مربوط کیا جا سکتا ہے چھوٹے پیمانہ کی صنعتوں کو امداد دینے کے لئے ریاست میں انڈسٹریل کوآپریٹیو بنکوں کے قیام کی تجویز ہے ۔ تیسرے منصوبے کی مدت میں تجویز ہے کہ ترمیم شدہ "اسٹیٹ ایڈ ٹو انڈسٹریز ایکٹ" کے تحت قرضوں کی گنجائش میں اضافہ کرنے کی تجویز ہے ۔ یہ بھی تجویز ہے کہ ریاست میں اسمائے بھاری زمین کی پیداوار بڑھانے کی غرض سے چھوٹے پیمانے کی بہت سی صنعتیں قائم کی جائیں ۔ ان صنعتوں میں خراد، ڈرلنگ، میں پاور ملیر فولڈنگ اینڈ بلینڈنگ مشین اینڈ، دستی آلات ۔ شیشے کے سائنسی آلات اور خلا دار صراحیاں اور اس قبیل کا سامان تیار کیا جائے گا ۔ حکومت نے حال ہی میں یہ فیصلہ بھی کیا ہے کہ نئے صنعتی یونٹوں کو برقی قوت کی سربراہی کی شرح میں رعایتیں دی جائیں تاکہ ریاست کے تجربہ کاروں کو نئی صنعتوں کے قیام کی ترغیب ہو ۔ یہ رعایتیں ہر صنعت کے حالات اور اہمیت پر منحصر رہیں گی ۔ تفصیلات بہت جلد معین کر لی جائیں گی ۔ اس ریاست کو تیزی کے ساتھ ایک صنعتی ریاست بنانے کیلئے ریاستی حکومت ہمیشہ حکومت ہند سے صلاح و مشورہ کرے گی ۔

صنعتی ترقی کیلئے عوام کی پیشقدمی کی ضرورت

وزیر منصوبہ بندی کی نشری تقریر

"آندھرا پردیش کو تیزی کے ساتھ ایک صنعتی ریاست بنانے کے لئے ریاستی حکومت ہمیشہ حکومت ہند سے صلاح و مشورہ کرے گی۔ لیکن اس کا حقیقی حل عوام ہی کے ہاتھ میں ہے جنہیں ریاست کو صنعتی اعتبار سے ترقی دینے کے لئے آگے بڑھنا چاہیئے۔ اس کا تعین کہ ریاست کی صنعتی ترقی کس حد تک ممکن ہو سکے گی۔ کسی دوسری چیز کے مقابلہ میں زیادہ تر عوام کی جانب سے پیشقدمی اور انہی کی پہل منحصر رہے گا۔" ان خیالات کا اظہار شری۔ بی۔ رنگا ریڈی وزیر اطلاعات و منصوبہ بندی نے آل انڈیا ریڈیو حیدرآباد سے ۱۵ فروری ۱۹۶۱ کو رات کے ۹ بجکر ۵۰ منٹ پر ایک تقریر نشر کرتے ہوئے کیا۔

وزیر منصوبہ بندی کی نشری تقریر کا پورا متن نیچے دیا جاتا ہے۔

ریاست کی صنعتی ترقی کے امکانات

"ایسے زمانے میں جب کہ عصری صنعتی نظام کی جنم بھومی یورپ میں بھی غیر متمدن قبائل بستے ہیں، ہندوستان، اپنے حکمرانوں کی دولت اور ثروت اور اپنے کاریگروں کی مہارت اور کمال فن کی وجہ سے زبردست شہرت کا مالک تھا۔ کافی عرصہ بعد تک بھی، جب کہ مغربی تاجروں نے پہلی دفعہ ہندوستان کی سرزمین پر قدم رکھا تھا اس ملک کی صنعتی ترقی یورپ کی ترقی یافتہ قوموں کی صنعتی ترقی سے کسی طرح کم درجے پر نہیں تھی۔ ان الفاظ سے انڈین انڈسٹریل کمیشن ۱۹۱۶-۱۸ نے اپنی رپورٹ شروع کی ہے ہندوستانی معیشت کے ایک ماہر ڈاکٹر ویرا انسٹی نے لکھا ہے کہ اٹھارہویں صدی تک بھی ہندوستان کی معاشی حالت ... بہتر تھی اور پیداوار ... صنعتی اور تجارتی تنظیم ... کے ... [illegible]

سے مقابلہ کیا جا سکتا تھا۔

ہندوستان کو روئی کی صنعت کی جنم بھومی سمجھا جاتا ہے۔ ایک وہ بھی تھا کہ ہندوستان سوتی اور ریشمی کپڑے کے علاوہ لوہے کا تیار شدہ سامان بھی دوسرے ملکوں کو برآمد کرتا تھا۔ ۱۸۱۳ء میں بھی ہندوستان بڑی حد تک ایک برآمد کنندہ ملک تھا۔

اٹھارہویں صدی کے اواخر اور انیسویں صدی کے اوائل میں انگلستان میں جو صنعتی انقلاب آیا وہ بہت سی تبدیلیاں اپنے ساتھ لایا۔ ان میں اہم تبدیلیاں یہ تھیں کہ صنعت میں میکانی قوت مختلف شکلوں میں استعمال ہونے لگی۔ مشین کا استعمال بڑھنے لگا۔ محنت کی تقسیم اور اس کے ساتھ بڑے پیمانے پر پیداوار حاصل کرنے کے اصول کا ہر صنعت پر اطلاق کیا جانے لگا۔ نہر سویز کے کھل جانے کے ساتھ ہی برطانیہ کا تیار ہوا مال ہندوستان آنے لگا اور یہاں کی دیسی صنعت، جس میں ابھی تک قدیم طرز کے آلات و اوزار استعمال کئے جاتے تھے۔ بازار پر اپنا قابو نہ رکھ سکی۔ ... نے لکھا ہے کہ "ہندوستان میں جو قدیم زمانے سے دنیا کے سوتی مال کی تیاری کا سب سے بڑا اور ... تھا، انگلستان کے مال اور سوتی کپڑے کا سیلاب امنڈ آیا۔"

تیز تر صنعتی ترقی کی ضرورت

آزاد ہندوستان کے منصوبہ سازوں نے یہ محسوس کر لیا ہے کہ تیز تر صنعتی انقلاب ہی معاشی ترقی حاصل کرنے کے طریقہ کار کا اہم جزو ہے اس واقعہ کی وجہ سے ہندوستان کو صنعتوں کو ترقی دینے کی مہم میں لگا دیا ہے۔ مجھے تفصیل کے ساتھ یہ بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے کہ آندھرا پردیش کی تیز تر صنعتی ترقی کس قدر ضروری اور مناسب ہے جو ایک زرعی ریاست ہے اور جہاں فی کس آمدنی بہت تھوڑی ہے، زراعت کی ترقی بھی، ایک خاص حد سے آگے نہیں بڑھ سکتی جب تک کہ زمین پر کام کرنے والی زاید قوت کو تدریجی طور پر صنعتوں اور خدمات کی جانب نہ پھیر دیا جائے۔ تیز تر صنعتی ترقی کی ضرورت اس واقعہ سے بھی ثابت ہوتی ہے کہ صنعت میں لگی ہوئی محنت کی قوت پیداوار زراعت کے مقابلے میں بڑھی چڑھی ہے

... صنعتی ترقی ... کو پورا کرنے اور صنعتی یونٹوں کو خود ... مہیا کرنے کی غرض سے ... تیسرے منصوبے کی مدت میں ... [illegible]

[illegible] میں جتنا [illegible] ہیں، ۱۹۶۲ء کے وسط تک پلانٹ
[illegible] کے اندر [illegible] ہو جانے کا امکان ہے۔ تب اس طرز
[illegible] (۱۵۰) ٹن روزانہ [illegible] ۲۰۰ تا ۵۰۰ ٹن روزانہ
۔ حکومت اس تجویز کی بھی جانچ پڑتال کر رہی ہے کہ
[illegible] میں گنے کے فضلے سے کاغذ کی تیاری کے لئے ایک فیکٹری
لگائی جائے جو روزانہ سو ٹن کاغذ تیار کرے۔
حکومت نے ایک لو ٹمپریچر کاربونائزیشن پلانٹ
[illegible] کے لئے بھی ایک اسکیم مرتب کی گئی ہے۔ کوتہ گوڑم اور
[illegible] کے کوئلے پر پائلٹ پلانٹ کے تجربے کامیاب رہے ہیں۔
[illegible] پلانٹ کے قیام سے ایسے کوئلے کا جس میں راکھ کا تناسب
زیادہ ہو۔ بہتر اور معاشی اعتبار سے مفید استعمال ممکن
ہو جائے گا۔ ریاست میں چمڑے کی صنعت کو ترقی دینے
کی غرض سے حکومت نے ایک کروڑ روپے کی گنجائش تجویز کی ہے
حکومت اس تجویز کی بھی جانچ پڑتال کر رہی ہے کہ ڈاکٹر [illegible] نایوڈما
[illegible] سنٹرل لیدر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کی صدارت میں ایک
[illegible] لیدر بورڈ قائم کیا جائے۔

جنوبی ہند میں کوئلے کا صدر مقام

سنگارینی جنوبی ہند میں کوئلے کا صدر مقام ہے۔ جہاں
ہر سال ۲۰ لاکھ ٹن سے زیادہ کوئلہ نکلتا ہے۔ یہ صنعت
ریاستی حکومت کی راست نگرانی میں ہے اور (۴۰) فیصد حصص
حکومت ہند نے خرید رکھے ہیں۔ منتظمین کو توقع ہے کہ وہ مارچ
۱۹۶۲ء تک (۲،۲۶۵) ملین (۲۰ لاکھ ۶۰ ہزار ۵۰۰)
ٹن سالانہ پیداوار کا نشانہ انہیں حاصل کر لیں گے۔
تیسرے منصوبے کی مدت کے اختتام تک سنگارینی کالریز
کی پیداوار میں جو اس وقت (۲ء۶) ملین ٹن ہے (۶)
ملین کا اضافہ ہو جائے گا۔
حکومت ہند نے پیداوار بڑھانے کی غرض سے کمپنی کو
(۵ء۱۲) کروڑ روپے کی رقم دینے اتفاق کر لیا ہے۔ گہری
کان کنی شروع ہو جانے کی صورت میں اس رقم میں اضافہ بھی
کیا جائے گا۔
رام گنڈم پر ساوتھ گوداوری کول فیلڈ میں ایک
نئی کان کا افتتاح حال ہی میں عمل میں آیا ہے۔ یہ کان کوئلے کی
[illegible] کانوں میں پانچویں ہے جن کی کھدائی تیسرے منصوبے
میں تجویز کی گئی ہے۔ ساوتھ گوداوری کول فیلڈ کا
[illegible] چند سال پہلے دیا گیا ہے۔ اور اندازہ لگایا گیا ہے
[illegible] اعلیٰ درجہ کا (۱۶۰) ملین ٹن کوئلہ موجود ہے
[illegible] جانب سے کھاد سازی کے دو کارخانے
[illegible] دوسرا [illegible] میں

زمین کی زرخیزی بڑھانے اور اس کے نتیجہ میں پیداوار میں اضافہ کرنے
میں کیمیاوی کھادوں کی جو اہمیت ہے اسے اب اچھی طرح محسوس
کیا جاتا ہے۔ اس ریاست کے کاشتکاروں نے اس نکتہ کو بہت اچھی
طرح سمجھ لیا ہے جو اس واقعہ سے ثابت ہے کہ ریاست میں کیمیائی
کھادوں کی مانگ مسلسل بڑھتی ہی جا رہی ہے۔ صحیح تو یہ ہے کہ کیمیائی
کھادوں سے متعلق ریاست کی مانگ کو (۵۰) فیصد کی حد تک بھی
پورا کرنا ممکن نہیں ہو سکا ہے۔ اس طرح یہ دو کارخانے جو خانگی
شعبے میں قائم ہو رہے ہیں ریاست کی ضرورتوں کو بڑی حد تک
پورا کریں گے۔

صنعت نگر میں دواسازی کا کارخانہ

حکومت ہند نے دواسازی کا کارخانہ صنعت نگر میں قائم
کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ انفرادی شعبے میں بھی تیسرے منصوبے کے
دوران میں شکر سازی کے کئی کارخانے قائم ہو جائیں گے۔ انہیں
لائسنس بھی دیئے جا چکے ہیں۔
حکومت نے ریاست میں بڑے اور اوسط پیمانہ کی صنعتوں کی
منصوبہ بندی کے قیام اور ترقی میں مدد دینے کی غرض سے ایک
انڈسٹریل ڈیولپمنٹ کارپوریشن قائم کیا ہے۔ اس کارپوریشن کا
ابتدائی سرمایہ ایک کروڑ روپیہ ہے۔ جو (۳) کروڑ روپے تک
بڑھا دیا جائے گا۔ چھوٹے پیمانہ کی صنعتوں کو ترقی دینے کے لئے حکومت
ایک علیحدہ کارپوریشن قائم کر رہی ہے جس کی رجسٹری انڈین کمپنیز ایکٹ
کے تحت ایک کمپنی کی حیثیت سے عمل میں آئے گی۔ اس کا ابتدائی سرمایہ
پچاس لاکھ روپے ہوگا۔
جون ۱۹۶۱ء میں ریاست میں دو نئی صنعتی اسٹیٹوں کا افتتاح
کیا گیا۔ وجے واڑہ کی صنعتی اسٹیٹ کا افتتاح جو (۲ء۳۳)
لاکھ روپے کے خرچ سے قائم ہو رہی ہے۔ ۱۲ جون ۱۹۶۱ء کو مرکزی
وزیر صنعت کے ہاتھوں عمل میں آیا۔ [illegible] ۱۵ جولائی ۱۹۶۱ء کو
ورنگل میں بھی ایک صنعتی اسٹیٹ کا افتتاح کیا جس پر (۱۱ء۲۸)
لاکھ روپے کا خرچ آیا ہے۔ حیدرآباد میں صنعت نگر کی صنعتی
[illegible] ایک نمونے کی صنعتی اسٹیٹ
[illegible] صنعت نگر کی اسٹیٹ
[illegible] قائم کی گئی ہے۔
محکمہ صنعت و حرفت نے بڑی تعداد میں صنعتی اسٹیٹیں قائم
کرنے کی غرض سے ان دیہی اسٹیٹوں کے قیام کی ایک اسکیم مرتب کی ہے
جس کے تحت حکومت زمین کی قیمت اور عام خدمات کا خرچ برداشت
کرے گی۔ اور صنعت کار کو صرف عمارت اور مشنری کا خرچ برداشت
کرنا پڑے گا۔ اس کے لئے بھی حکومت اور انڈسٹریل فنانس کارپوریشن
کی جانب سے قرضے کے ذریعہ امداد مل سکتی ہے۔ [illegible]
اسٹیٹ نظام آباد میں قائم کی جانے والی [illegible]

ڈاکٹر جان فارنیڈ

چیف اطلاعاتی امریکی سفارتخانہ

امریکی لائبریرین اور بڑودے کے کتب خانے

جب میں امریکہ میں طالب علم تھا تو شہر کی پبلک لائبریری میرے لئے متواتر دلچسپی کا باعث تھی۔ چھٹیوں میں تیرنے اور بیس بال کھیلنے کے بعد لائبریری میرے لئے خوشی کا سامان مہیا کرتی تھی۔ اس کی رنگین کتابوں کی الماریوں میں جادو تھا جو دور افتادہ سرزمینوں، شہرہ آفاق ہستیوں اور دلچسپ مہموں کی داستانیں بیان کرتا تھا۔ وہاں کی لائبریرین ایک شفیق خاتون تھی جو اکثر میرے نہایت بیہودہ اور بعید از قیاس سوالوں کا جواب دیا کرتی تھی۔ ایک روز جب وہ نہایت مصروف تھی تو اس نے مجھے بتایا کہ جو کتابیں میں چاہتا ہوں وہ مجھے الماریوں پر ڈیوی عشری سسٹم کے فلاں فلاں نمبر کے تحت مل سکتی ہیں۔ میں کچھ گھبرا گیا لیکن آخر میں وہ نمبر مل گیا۔ اس خاتون نے درست کہا تھا۔ ایک ہی مقام پر وہ تمام کتابیں مل گئیں جن کی میں تلاش کر رہا تھا۔ اب اتنی بات کو برسوں گزر گئے ہیں میں نے یہ دریافت کیا ہے کہ لائبریری کی زمرہ بندی کا سسٹم جو [illegible] میں ایک امریکی لائبریرین میلول ڈیوی نے ایجاد کیا تھا، ان خزانوں (لائبریریوں) کے لئے متواتر ایک قابل اعتماد کلید کا کام دے رہا ہے۔ چنانچہ مجھے اگلے روز یہ جان کر خوشی ہوئی کہ مشہور عالم ڈیوی کا ایک امریکی نائب برسوں پہلے ہندوستان آیا تھا اور اس نے بڑودہ میں لائبریری کا ایک کلیتہً جدید سسٹم قائم کیا تھا۔ اس کا نام تھا ولیم بورڈن جسے بڑودہ کے مہاراجہ گائیکواڑ نے اپنی ریاست کی نگرانی کے لئے مدعو کیا تھا اور وہ بڑودہ میں [illegible] تک ریاستی لائبریریوں کے ڈائریکٹر کے فرائض انجام دیتا رہا۔ مجھے مسٹر بورڈن کے متعلق کبھی کچھ معلوم نہیں تھا لیکن ایک پرانا فوٹو دیکھ کر اس کے متعلق کچھ اندازہ کیا ہے۔ وہ قوی الجثہ، ایک سخت و جابر شخص کی بجائے ایک ایسا شخص معلوم ہوتا تھا جس کی آنکھیں بڑی تیز تھیں، ناک سیدھی اور آگے کو نکلی ہوئی تھی اور مونچھیں بغاوت پر آمادہ تھیں۔ یہ تفصیل نیو انگلینڈ کے ایک علامتی آدمی پر صادق آتی ہے لیکن درحقیقت بورڈن کی پیدائش ۱۸۵۳ء میں [illegible] ہوئی تھی۔ وہ امریکہ کے بہت پیشہ ور لائبریریوں میں سے ایک تھا اور کولمبیا یونیورسٹی کے اسکول آف لائبریری اکانومی میں لائبریری سائنس کی تعلیم دیتا تھا جس کی بنیاد میلول ڈیوی نے رکھی تھی۔ یہ لائبریریوں کی رسمی تربیت کا پہلا مرکز تھا اور ایک لحاظ سے آج کے ہندوستان اور امریکہ میں ایسے بیسیوں اداروں میں سے پہلا ادارہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے امریکیوں کی مانند بورڈن میں ایجادوں کے سلسلے میں کافی سوجھ بوجھ تھی اور اس نے کئی طرح کے سسٹم ایجاد کئے۔ اس نے ہندوستان میں تین برس قیام کیا جس کے دوران میں اپنی سوجھ بوجھ کا مکمل حد تک مظاہرہ کیا اور خوب محنت کی۔ [illegible] ہندوستانی ساتھیوں کے ساتھ شاندار تعاون سے اس نے کمال کر دکھایا اور بڑودہ کی ترقی پسند ریاست میں لائبریری [illegible]



ایک قابل تعریف سسٹم قائم کیا جو آج بھی جدید ترین تسلیم ہوتا ہے۔ اس عظیم مرکز کی لائبریری میں اس نے کھلی الماریوں کا طریقہ قائم کیا۔ ان دنوں یہ بالکل انوکھی بات تھی اس نے پبلک لائبریریوں کی ایک نئی اسکیم بھی مرتب کی جو ڈیوی بالا ن پر مبنی تھی مگر اس میں بڑودہ کا لائبریری سسٹم کی خصوصی ضروریات کے مطابق رد و بدل کیا گیا تھا۔ اس کی نگرانی میں ریاست کے تمام حصوں میں لائبریریوں کا جال بچھا دیا گیا جن میں لوگ مفت کتابیں پڑھ سکتے تھے اور جنھیں حکومت کی طرف سے امداد ملتی تھی۔ اس نے سفری لائبریریوں کی تنظیم کی اور ایک ایسی ایجنسی بھی قائم کی جو ناخواندہ اشخاص کے لئے لائبریریوں سے فلمیں وغیرہ مہیا کرتی تھی۔ وہ ہندوستان کے پہلے اسکول آف لائبریری اکانومی کے اولین محرک تھے اور انھیں کی تحریک سے ایک پیشہ ورانہ رسالہ *Baroda Library Miscellany* جاری کیا گیا تھا

ولیم ایلنسن بورڈن ایک ایسے پروگرام کا پرجوش پیشرو تھا جو آج کل امریکن ٹیکنیکل امدادی پروگرام کے نام سے موسوم ہے اور جس کے ذریعہ بہت سے شعبوں کی خصوصی معلومات میں ترقی پذیر ملکوں کو شریک کیا جاتا ہے جس سے ان کی اقتصادیات اور تعلیمی نظاموں کو ترقی ہوئی ہے۔ بورڈن زراعت، صنعت اور تعلیم سے متعلق ان سینکڑوں امریکی ماہرین کا پیشرو تھا جو حالیہ برسوں میں ایک جدید جمہوریت کی تعمیر کے نیک کام میں اپنے ہندوستانی ساتھیوں کے ساتھ تعاون کر رہے ہیں۔

پس منظر

پال ایل فورڈ

اتحادی سبھا کا مستقبل

جوں جوں جنرل اسمبلی میں افتتاحیہ تقریروں کی تعداد بڑھتی جارہی ہے توں توں یہ ظاہر ہوتا جارہا ہے کہ اتحادی سبھا کا وجود خطرے میں نہیں۔ سوویت یونین اور کمیونسٹ بلاک کی طرف سے کئے گئے حملوں کو چھوڑکر باقی ممبروں نے اتحادی سبھا میں خامیاں ڈھونڈنے کی کوشش نہیں کی ہے ۹۸ ممبروں پر مشتمل جنرل اسمبلی کے نصف سے زیادہ ممبران اب تک تقریریں کرچکے ہیں۔ گو یہ "عام بحث" کہلاتی ہے تاہم یہ صحیح ہے کہ مقرروں نے اب تک کسی بحث یا مباحثہ میں حصہ نہیں لیا ہے۔ اصل میں ہر اس ممبر نے جواب تک اپنی تقریر کرچکا ہے عالمی مسائل پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ اس سال جنرل اسمبلی میں مختلف ملکوں کے لیڈروں، حکومتی سربراہوں اور دوسرے اعلیٰ افسروں کی شمولیت سے تمام مقررین کی تقریریں کچھ لمبی ثابت ہوئی ہیں۔ اس کا ایک نتیجہ یہ ہوگا کہ ان سات بڑی کمیٹیوں کے کام کی شروعات میں تاخیر ہوگی جن میں ایجنڈا کی لمبی اور طویل فہرست میں مندرج امور پر غور ہوگا۔

اب تک جتنے مقررین کی تقریریں سنی گئی ہیں انہوں نے اپنے مختلف انداز میں اور اپنے اپنے ملکی مسائل کو مدنظر رکھ کر یہ امید ظاہر کی ہے کہ اتحادی سبھا ان مسائل کو حل کرنے میں کامیاب ہوگی جن کی وجہ سے عالمی امن کو خطرہ پیدا ہوا ہے۔ اپنی تقریروں کے دوران میں مقررین نے عام طور پر اتحادی سبھا کی تعریف کی ہے اور اس میں اپنے اعتماد کا اظہار کیا ہے۔

ہندوستان کے وزیراعظم نہرو نے اپنی تقریر کے دوران میں یہ کہہ کر غالباً بیشتر لوگوں کی ترجمانی کی کہ اتحادی سبھا کے بغیر اس پر آشوب دنیا کے متعلق سوچنا بہت ہی مشکل ہے" آپ نے بتایا کہ "آج اگر اتحادی سبھا نہ ہوتی تو ہمارا اولین کام یہ ہوتا کہ ایک ایسی تنظیم قائم کرتے"

اور یہ کہا جاسکتا ہے کہ وزیراعظم نہرو یہ کہہ کر بیشتر لوگوں کی ترجمانی کررہے تھے کہ "اتحادی سبھا میں اگر کوئی نقص یا خامی ہے تو اس لئے کہ یہ نقص یا خامی خود عالمی صورت حالات میں موجود ہے جس کا کہ اتحادی سبھا لازمی طور پر عکاسی کرتی ہے۔ بلاشبہ اتحادی سبھا کے سامنے بڑا مسئلہ تخفیف اسلحہ کا ہے۔ اب تک جن ممبروں نے تقریریں کیں ہیں انہوں نے یکے بعد دیگرے تخفیف اسلحہ کا ذکر کیا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ مسئلہ عالمی تنظیم کے ممبروں کے دل و دماغ پر غالب ہے۔ چھوٹے چھوٹے ملکوں کے بارے میں تو یہ خاص طور پر کہا جاسکتا ہے، سماجی اور اقتصادی ترقی کے لئے ان کی امیدیں امن ہی سے تو وابستہ ہیں۔ اگرچہ بہت سے چھوٹے چھوٹے ملکوں کے ممبروں کی تقریریں باقی ہیں تاہم یہاں یہ صاف ہے کہ چھوٹے ملکوں کو اتحادی سبھا کی ضرورت ہے۔ اتحادی سبھا ایسے ملکوں کا ایک فورم ہے۔ نہ صرف ا[illegible]

...اس میں مالی مسائل کے متعلق اپنی رائے پیش کرنے میں ... کہ انہیں معلوم ہے کہ اتحادی سبھا ان کے ... بہترین موقعہ فراہم کرتی ہے۔

... ہمیر شولڈ نے بہت ہی موزوں اور مناسب ... صلاحیت کو دہرایا جب انہوں نے روسی وزیر اعظم ... خروشچوف کے اس مطالبہ کو رد کر دیا کہ وہ (ہمیر شولڈ) ... جنرل کے عہدے سے مستعفی ہو جائیں۔ مسٹر ہمیر شولڈ نے کہا کہ ... سوویٹ یونین یا کوئی دوسری بڑی طاقتیں تھیں جنہیں اپنے تحفظ اور سلامتی کے لئے اتحادی سبھا کی ضرورت ہے۔ اس کی ضرورت تو باقی تمام ملکوں کو ہے۔ موجودہ دنیا میں ان دوسرے چھوٹے ممالک کو اتحادی سبھا میں اپنی ... نظر آتی ہے۔ لیکن جیسا کہ صدر آئزن ہوور نے جنرل اسمبلی میں اپنی امید افزا تقریر میں واضح کر دیا اتحادی سبھا سلامتی اور تحفظ سے بڑھ کر کام کر سکتی ہے اور اسے ایسا کرنا ہی چاہئے۔ مسٹر آئزن ہوور نے کہا کہ امریکہ اتحادی سبھا کی وساطت سے ممبر ملکوں کو اناج مہیا کرنے کے لئے دوسرے ممبروں کے ساتھ مل کر کوئی قابل عمل اسکیم تیار کرنے میں ہاتھ بٹانے کے لئے تیار ہے۔ اسی دوران میں امریکہ زیادہ حاجتمند ملکوں کو اپنے ذخیرے میں سے اناج سپلائی کرنے کے اپنے پروگرام پر بدستور عمل کر رہا ہے۔ اسی طرح دوسرے ملکوں کی اقتصادی اور سماجی ترقی میں امریکہ کی امداد جاری ہے۔ بہر حال اتنے نئے ارتقائی ملکوں کے وجود میں آنے سے صدر آئزن ہوور کے خیال میں اتحادی سبھا کے لئے ایک ایسا موقعہ میسر آ رہا ہے جو ان ملکوں کی امداد کے لئے چیلنج کا درجہ رکھتا ہے۔ ارتقائی ممالک کی امداد کے لئے اتحادی پروگرام سے متعلق صدر کی تجاویز رسمی طور پر جنرل اسمبلی میں پیش کی جا چکی ہیں اور جب مزید کئی دنوں کے بعد جنرل اسمبلی اپنی بحث مکمل کرے گی تو اتحادی سبھا کو ایسے ہی امور پر اپنی توجہ مرکوز کرنا ہوگی۔

"قم"

از دانشمند محترم جناب مولوی سید شمیم السبطین صاحب رضوی
حوزہ علمیہ قم ایران

عشق و محبت کی تمام حدیں عبور ہو گئیں اور دبا ہوا عشق فرط محبت سے عاشق و معشوق کے درمیان جب کروٹیں لینے لگا۔ پیغام و سلام امین کے ذریعہ حبیب تک پہنچتے رہے امتحان و اختیار کے تمام مدارج عبور ہو کر کسوٹی پر پورے اترے تو ضرور پیش آئی اور مصلحت سمجھی گئی کہ حبیب کو اپنے یہاں دعوت دے کر انکشاف اظہار محبت منظر عام پر ہو جائے تیں ایک دن اپنے معتبر امین سے کہہ دیا کہ امین جاؤ اور میرے حبیب سے میرا سلام کہنا کہ ہمتیں یاد کیا ہے تاکہ میں بھی اپنی محبت کی نشانیاں دکھاؤں کیا پیغمبر نے ادھر پیام پہنچایا۔ ادھر حبیب اپنے عاشق کی آرزو میں سربسجود امتثال امر بنا رات کے سناٹے میں دروازہ کھلا زنجیر لی اور ہلتی رہی تاکہ ساتھ سونے والے کو کان بینہ بتا دے کہ جانے والا چلا گیا ہے۔ گرچہ آنے والی نسلیں تر دد کرتی رہیں کوئی ڈھکی چھپی اور رکی لپٹی بات نہیں اور ہر عشق و محبت کو معراج ہو رہی تھی اُدھر خوشی و مسرت میں سرشار حبیب بچھڑے نہیں سماتے تھے،

[illegible] (۱۹۷۵ء) تھا فرستادہ امین ... [illegible] حیثیت کیسے ہوئے سوال پر سوال ہوتے رہے تذکرہ و تکرار کی لذت سے حبیب لطف اندوز ہوتے رہے امین کی زبان سے ادا ہوئے الفاظ آنے والی نسلوں کے لئے معرف بن رہے تھے۔ راستہ بہت تیزی سے تمام ہو رہا تھا دفعتاً ایسے مقام سے گزر ہوا جو اس مسرت آمیز ماحول کو دوبالا کرنے والا تھا وہ اپنی نظیر خود آپ تھا۔ اونچے اونچے پہاڑوں کے درمیان ٹھاٹھیں مارتا ہوا صاف و شفاف پانی سرسبز و شاداب مخملی فرش سے مزین لہلہاتے ہوئے درختوں کے درمیان چھوٹے چھوٹے کمرے جھونپڑیاں اپنی نئی وضع کی خود نمود تھیں جن میں قلیل تعداد بسر اوقات کیا کرتی تھی، مشک و عنبر کی خوشبوؤں سے مملو، زعفران کے کھیتوں سے ہر جانب اور بھلائی منظر، نظر نظر طائرانہ کی ... ہر طرف دوڑتی پھر رہی تھی، ایک جگہ رکی، دیکھا کہ ایک ظاہری مقدس شیخ پیر مرد بریش (زاہدوں کی ٹوپی) پہنے ہوئے زمین کا بغور مطالعہ کر رہا ہے اور زنفکرانہ انداز میں مستغرق ہے۔

رہا نہ گیا یک بخت سوال کر ہی دیا۔ اے جبرئیل امین! یہ کونسا مقام ہے؟ عرض کیا کہ رسول کریمؐ خدا کے حبیب "بقعۃ شیعتک، و شیعۃ وصیی علی علیہ السلام، آپ کے شیعوں اور آپ کے وصی علیؑ کے شیعوں کا مقام ہے" رسالتمآب نے فرمایا "من الشیخ البرنس" اے جبرئیل امین زاہدوں کی ٹوپی پہنے ہوئے کون شخص ہے؟ عرض کیا کہ یہ ابلیس ہے آپ نے فرمایا "مما یرید منھم" یہ ان سے کیا چاہتا ہے جبرئیل امین نے عرض کی "ان یصد عن ولایۃ امیر المؤمنین علی علیہ السلام و ید عوھم الی الفسق والفجور"

[illegible] ولایت سے روکا اور فتح و ظفر کی
[illegible] دیا جائے اس وقت جناب رسالتمآب نے
[illegible] اس کے نزدیک جانے سے منع فرمایا جبرئیل
نہایت ہی تیزی اور سرعت کے ساتھ اس طرف سے
[illegible] وقت رسالتمآب نے فرمایا قم یا ملعون فشاءک
اللہ [illegible] اموالہم واولادہم ودیارہم بشیعتی وشیعۃ
علی علیہ السلام فیہم ملک علیہم سلطان نعمت قم
[illegible] ملعون ان کے دشمنوں کے مال اولاد اور [illegible] میں
شریک ہو۔ یہ میرے اور علی علیہ السلام کے شیعہ ہیں تو [illegible]
[illegible] اسی بناء پر قم نام پڑا۔

قم نام پڑنے کی دوسری وجہ کتاب مستطاب بحار
الانوار میں ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا تم کو اس لئے
قم کہا جاتا ہے کہ اہل قم قائم آل محمد علیہم السلام کے ساتھ
ہوں گے اور ان کے ساتھ قیام کریں گے۔

تیسری وجہ تاریخ کی رو سے یہ بتائی جاتی ہے
کہ [illegible] آب تھا جس کے کنارے کومہ (جھونپڑیاں)
[illegible] کومہ کو مخفف کر کے "کم" کر دیا۔ بعدہٗ
[illegible] کے تسلط نے [illegible] "قم" کے نام سے موسوم
ہوا۔ یہی نام "قم" صدیوں سے مشہور رہا اور آج تک اسی نام
سے یاد کیا جاتا ہے۔ اگر خوف طوالت نہ ہوتا تو عرض کرتا قم
اپنے دامن میں کیا کیا فیوضات اور کن کن شرافتوں سے مالا
مال ہے۔ البتہ ناظرین "شیعہ" اخبار کی خدمت میں آئمہ علیہم السلام
کی زبان مبارک سے ادا ہوئے الفاظ نہیں تو ترجمہ ضرور حاضر
ہے تاکہ معدن شیعہ اور معدن علم اور معدن علم و فضل اور حرم
اہلبیت علیہم السلام کا زیادہ سے زیادہ تعارف ہو جائے۔

فضیلت قم

ابو موسیٰ اشعری نے امیرالمومنین علیہ السلام
کی خدمت میں عرض کیا جب دنیا فتن و محن سے پر ہو جائے
اور ہر جگہ ہرج و مرج ظاہر ہونے لگے تو جائے امن کہاں ہوگی؟
آپ نے ایک مفصل حدیث بیان فرمائی کہ جائے امن قم
ہوگا۔ روایات صحیحہ موجود ہیں کہ ابو عبداللہ صادق علیہ السلام
نے قم کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اہل قم
کا قبر ہی میں حساب و کتاب ہونے کے بعد جنت میں جا پہنچے
سامع بہت متعجب ہوا۔ جناب نے تاکید فرماتے ہوئے ارشاد
فرمایا کہ اے شخص کیا تجھ کو شہر قم کی فضیلت بتا دوں،
پھر آپ نے وہ حدیث ارشاد فرمائی۔ جسکو ہم نے ابتداء مقالہ
میں نقل کیا ہے۔ مزید قم کی فضیلت آئمہ علیہ السلام سے
منقول ہے کہ قم پاکیزہ مقدسہ، مطہرہ، معدن شیعہ، معدن
علم و فضل، آستانۂ آل محمدؐ اور مجمع انصار القائمؑ ہے۔ اور ہم
اہل قم میں سے ہیں۔ اگر اہل قم میں سے کوئی عاجز و مضطر
ہوگا خدا اسکی دعا کو فوراً قبول فرمائے گا۔ ایسی فضیلت
کسی اور شہر کو حاصل نہیں کوئی جبار اور گردن کش ان کی
طرف نظر نہیں کرے گا مگر خدا اسکو سرنگوں کریگا اور جہنم پہنچائیگا
مزید آئمہ سے منقول ہے کہ شہر قم ہمارا شہر ہے۔ ہمارے شیعوں
کا شہر ہے پاکیزہ مقدسہ اور مطہرہ ہے۔ ہماری ولایت
ہماری دوستی، ہمارے اہلبیت کی دوستی کو قبول کیا۔ اہل قم
ہمارے قائم آل محمدؐ کے یار و انصار ہیں، حقوق کی رعایت
کرنے والے ہیں۔ بیان فرماتے ہوئے صادق آل محمد علیہ السلام
کا سر مبارک آسمان کی طرف بلند ہوا۔ زبان مبارک نے
جنبش کی۔ اللھم اعصمھم من کل فتنۃ ونجھم
من کل ھلکۃ، پروردگار عالم اہل قم کو ہر فتنے سے
بچا اور ہر ہلاکت سے نجات دے کیوں نہ ہو؟ جب کہ
رسالتمآب خود گویا ہیں کہ زمین قم نے ولایت علیؑ اور محبت علیؑ

معصومین نے بھی قم کی بہت سی فضیلت ارشاد فرمایا

شہر قم ہر شہر پر حجت اور اہل قم ہر اہل مشرق پر حجت ہیں۔ قم معدن علم و فضل ہے۔ عنقریب وہ زمانہ آئیگا کہ کوفہ مومنین اور علم و دانش سے خالی ہو جائے گا جس طرح سانپ اپنے بل میں چھپ کر بیٹھے کوئی نشان نہ چھوڑے اسی طرح علم و دانش کوفہ سے نکل کر ایک شہر جس کا نام قم ہے ظاہر ہوگا۔ علم و دانش قم سے دوسرے شہروں میں منتشر ہو جائے گا مشرق و مغرب علم و دانش سے مملو ہو جائیں گے۔ یہاں تک کہ قائم آل محمدؑ کا ظہور ہو جائے گا۔ قم کو عشق آل محمدؐ (حرم آل محمدؐ) بھی کہا گیا ہے۔ یہاں تک کہ آئمہ علیہم السلام سے مروی ہے کہ "لولا القمیون لضاع الدین" اگر قمی نہ ہوتے تو دین ضائع ہو جاتا۔

شہر قم جہاں بے بہا فضیلتیں اور بے شمار کمالات کا حامل ہے وہاں اپنے پہلو میں ایسی مقدس ہستیاں، متبحر عالم، مجاہدین اور سادات عظام کو جگہ دیے ہوئے ہے کہ خود شہر قم کے لئے باعث عزت و برکت ہیں۔

جب کوفہ و مدینہ رہنے کے قابل نہ رہا تو سادات کرام نے قم کا رخ کیا۔ سادات کے چند خاندان قم آئے سب سے پہلے حسن ابن حسن ابن علی ابن ابی طالب علیہم السلام کی اولاد میں سے ابو ہاشم محمدؑ آئے سادات موسویہ سے ابراہیم بن جعفر کی اولاد اور ابو عبداللہ اسحٰق تشریف لائے سادات حسینیہ میں سے ابوالحسن نقی اور سادات رضویہ میں سے سب سے پہلے ۲۵۶ھ میں ابو جعفر موسیٰ بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر علیہم السلام آئے منہ پر برقعہ لئے رہتے تھے۔ اسلئے موسیٰ مبرقع مکرد لکھ ہیں۔ آرام گاہ چہل اختران کے نام سے قم میں مشہور ہے۔

امام حسین علیہ السلام

ہر کہ آمد بجہان زاہل فنا خواہد بود

وانکہ پائندہ و باقی است خدا خواہد بود

بتاریخ ۷ رمضان المبارک سنہ ۱۳۸۰ھ روز پنجشنبہ ساعت پنج عصر مجلس فاتحہ چہلم قبلہ گاہی آقای سید اسداللہ شیرازی شباب امرحوم و مغفور منعقد است امید است کہ رحمت گوارا فرمودہ از استماع مجلس عزا و خود با شتاب رد اعیان را ممنون فرمائید۔

فرزندان آقای سید اسداللہ شیرازی قید امرحوم مغفور

اندرون دبیر پورہ کوچہ ہرن باؤلہ

سنا جاتا ہے



کہ مسٹر راج ارائن سنگھ سوشلسٹ انگریزی کے استعمال کے خلاف بھوک ہڑتال کرنیوالے ہیں
بیکار مباش کچھ کیا کر

کہ روسی اخبارات میں کینیڈی حکومت پر پہلی مرتبہ نکتہ چینی کی گئی ہے ۔ نتیجے ، عشق ہو گئی
اچھا ہو گئی

کہ پنڈت نہرو نے "سرخ فیتہ" کا اعتراف کیا ہے
جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے

کہ پنڈت نہرو نے فرمایا کہ گاندھی جی کی باتیں بہت اہمیت رکھتی ہیں ـــــ بشرطیکہ اُن پر عمل کیا جائے ۔

کہ ڈاکٹر ... نے فرمایا کہ مختلف لسانی گروہوں میں ہم آہنگی پیدا کرنے کی ضرورت ہے ـــــ
سوال یہ ہے کہ اس نیکی کے کام میں پہل کون کرے !

کہ ایک صاحب کی شرکت زندگی صنعتی نمائش ـــ
دیکھ کر فوراً گزر گئے کہ عدیل والا ... ـــ

کوئی فیچر نہیں ۔ آئندہ نمائش تک واپس آ جائیں گے

کہ یو۔ پی میں اہلکاروں کی بجائے ۸ ہزار عہدے خالی ہیں ـــــ جن کے لئے کسی کی ضرورت ہے

کہ پنڈت نہرو نے فرمایا کہ یورپ سے واپسی پر ذہنیت نہیں بدلنی چاہیئے ۔
لیکن اس کو کیا کیا جائے کہ واپسی پر ہمارے نوجوانوں کی نہ صرف ذہنیت بلکہ جبلت بھی بدل جاتی ہے

کہ ناظم بلدیہ نے فرمایا کہ اراکین بلدیہ بلدی نظم و نسق میں دخل دیتے ہیں ۔
ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

کہ سوشلسٹ پارٹی کی جانب سے انگریزی ہٹاؤ دن منایا گیا اور مقررین نے اس دن جو تقریریں فرمائیں اُن میں ۹۵ فیصد انگریزی الفاظ استعمال کئے ۔

قطعہ

در چمن رنگِ بہاراں آمدہ ۔ سبزہ و گل نیز ریحاں آمدہ
ہمرہِ ذاتِ نبیؐ و ہم علیؓ ۔ ہر کجا بنگر کہ فرقان آمدہ

(آمدہ از نذرِ باغ) (لاافتخار)

کی معنوی پیمبری سمجھا تو یوں سمجھا
صا کر آپ کو عثماں یہی کہتا ہے ہر اک سے

دُ نورِ عشق کی وارفتگی سمجھا تو میں سمجھا
کوئی بابِ نجف کی بندگی سمجھا تو میں سمجھا

شیراز

سید صمصام شیرازی ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر مقام اشاعت :- چادر گھاٹ گیٹ حیدرآباد

جلد ۱۵
روز جمعہ
۳ تاریخ
سنہ ۱۹۶۱ء
م
۱۵ ماہ رمضان المبارک
سنہ ۱۳۸۰ھ
شمارہ (۱۸)

غزل

(مطلع) این دردمندان یکطرف دستِ مسیحا یکطرف
آن صحنِ بستان یکطرف ہم رنگِ گلہا یکطرف

این گفت دریا با صدف افسانۂ دلکش شنو
ہم ابرِ نیسان یکطرف این دُرِ یکتا یکطرف

ممکن نہ باشد این شود مثلِ بہ جنسِ واحدے
لعلِ یمن ہم یکطرف این خونِ دلہا یکطرف

این گفت ہم نوروز بین پیشِ گُل و وردو سمن
نظارۂ روئے چمن بنگر تماشا یکطرف

گفتہ ممالک این شنو پیشِ حصولِ مقصدے
بہرِ زیارت این سفر خواہش تمنا یکطرف

(مقطع) ہم گفت این دینِ مُبین عثمان بروئے این جہان
این ذاتِ حیدرؑ یکطرف آن صد ہزاران یکطرف

مرقوم یکم مارچ سنہ ۱۹۶۱ء

(آمدہ از نذر دل باغ)

میری غلطی کا احساس میرے دِل میں رُوز وشب کھٹکتا ہے

فرمایا وہ یہ کہ نا اہلوں پہ بھروسہ کرکے دونوں معصوم نواسوں کے معاملات کو (بطنی میری بچی مشہدی بیگم) حوالہ کرکے بیٹھا تھا۔ (جس میں سے ایک دنیا میں صرف ہفتہ عشرہ رہکر جہاں سے آیا تھا واپس چلا گیا)۔ خدا بدلہ دے مکافات عمل کا اون افراد کو جو اسکی موت کا باعث بنے تھے۔ دُوسرے طرف خیال کرتا ہوں کہ اس سِن وسال میں اور کم وبیش نصف صدی کا تجربہ رکھتے ہوئے کیوں مجھ سے غفلت ہوئی۔ اور کیوں میں نے بذات نگرانی نہیں رکھا میری سمجھ میں نہیں آتا ہے۔ اس کے سوا تجربہ بتاتا ہے کہ جدید ڈاکٹروں کا یہاں آکر اندھا دُھند دوا تجویز کرنا بھی خطرہ سے خالی نہیں تھا۔ جیسا کہ حال کا واقعہ تھا کس لئے کہ یہ لوگ نئے ہونے سے یہاں کے حالات سے واقف نہیں ہیں۔ اور نہ زمانہ گزشتہ میں ان کی خدمت کس طرح کی تھی اس کا تجربہ ہوا تھا۔ لہٰذا ایسے جدید ڈاکٹروں کا داخلہ آئندہ سے نذری باغ کے حدود میں ممنوع قرار دیا ہے۔ بجز قدیم قابل ڈاکٹروں یا یونانی اطباء کے جن کی سروس کیسی تھی اس کا پہلے علم مجھ کو ہونا ضروری ہے۔ اس کے سوا اغیار کے نظر بد کے اثرات بھی خراب ہوتے ہیں۔ اس لئے اس کو بچانا ضروری ہے۔

بہرحال حالیہ سانحہ فیروز علیخاں معصوم نے ایسے امور میں مجھے بیدار کیا ہے۔ جب ہی تو جدید انتظام پرورش یا علاج معالجہ معصومان جو ہوا ہے وہ پائندہ و شائد ہے۔ جس کی سخت ضرورت تھی کہ اس زبردست ٹھوکر کے بعد جس کی وجہ سے قیمتی معصوم کی جان گئی۔ اب انشاء اللہ پھر آئندہ ایسی غفلت نہ ہوگی کہ میری ساری توجہ تین ماہ سے اسی طرف ہے۔ اور جب تک میری بچی کو غیب سے نعم البدل نرینہ نہ مل جائے گا مجھ کو اطمینان قلب حاصل نہ ہوگا۔ زیادہ خدا کی مشیت میں ہر چیز ممکن ہے جس سے نا امید و ہراساں نہیں ہوں۔

بقول آیۃ شریفہ حَسْبُنَا اللہُ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْر۔

مرقوم یکم مارچ ۱۹۷۱ء

(آمدہ از نذری باغ)

قطعہ

شعورِ عقل سے مَیں معنیٰ طٰہٰ سمجھتا ہوں
علیؑ کے واسطے یہ منزلِ اعلیٰ سمجھتا ہوں
ندا آتی ہے کوہِ طور سے کانوں میں یہ پیہم
کہ موسیٰؑ کے عصا سے بھی یدِ بیضا سمجھتا ہوں

(آمدہ از نذری باغ)

باوجود دو چھوکرے آپسمیں رشتہ رکھتے ہوئے ایک گھر کے نذری باغ میں مثل اجنبی کے تھے
(یعنے عنایت علیؑ - واصف علیؑ)

فرمایا اول الذکر خورشید علیؑ کا بیٹا ہے - اور موخرالذکر اُسکی بہن کا بیٹا ہے - لہٰذا باہمی رشتہ ہونے سے ان دونوں کو چاہئے تھا (جبکہ ایک مقام پہ یہ ہر دو ملکر رہتے تھے) کہ ایک دوسرے کو آپس میں ہمدردی ہونا - یا کسی معاملہ میں اتفاق سے کام کرنا کہ یہ غیر نہیں تھے بلکہ سگے تھے - مگر ہوا ایسا کہ ہر ایک دوسرے سے جُدا رہا - یعنے صلاح مشورہ میں بلکہ ہر ایک کو اپنے معاملہ کی حد تک تعلق تھا جیسا کہ واصف علیؑ نے بیہودہ حرکات شروع کیا اور عنایت علیؑ سے صلاح مشورہ لینا اپنے ذاتی اُمور میں ترک کر دیا - اور عنایت علیؑ دوسرے طرف واصف علی کے حرکات سے خود کو علیحدہ رکھا جو کہ مناسب نہیں تھا - گو ہر خانہ زاد نذری باغ میں اپنے ذاتی حد تک اپنے معاملہ میں ذمہ دار ہے بغیر شرکت دیگر تاہم قرابت کی وجہ سے آپسمیں ہمدردی اور خیر سگالی پیدا ہونا چاہئے تھا جو یہاں یہ چیز مفقود تھی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک کو دوسرے کے معاملات سے نہ تعلق تھا اور نہ ہمدردی -

ف۲ - برخلاف اس کے نذری باغ میں اس قسم کی قرابت رکھنے والے دوسرے خانہ زاد ان بھی ہیں جو اس قسم کے نہیں ہیں مثلاً کہتا ہوں کہ غلام عسکریؑ کے معاملہ پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ کس طرح سے اپنے چھوٹے بھائی غلام علیؑ کے معاملات کی نگرانی کیا کہ یہ لڑکا حالیہ عزت افزائی کی وجہ سے اپنے خاندان کو دُنیا سے روشناس کرایا اور سب دیکھنے والوں سے تحسین و آفرین حاصل کیا جو سمجھتا ہے کہ یہ عزت غلام علیؑ کو کیا ملی بلکہ خود بڑے بھائی کو ملی (یعنے غلام عسکریؑ کو) کیونکہ دونوں ایک ہی خاندان کے دو فرد تھے - لہٰذا ہر حالت میں یہ ایک ہیں اور ایک رہیں گے اور کبھی آپسمیں انکی جدائی نہ ہوگی جب تک کہ دونوں بھائی دُنیا میں ہیں -

ف۳ - شاباش بڑے بھائی کو کہ اس نے چھوٹے بھائی کے حق میں وہ کام کیا جو کبھی فراموش نہ ہوگا - اور چھوٹا بھائی عمر بھر اس کا رہین منت رہیگا - خلاصہ یہ کہ غلام عسکریؑ نے حق اُخوت اور بزرگی کو چھوٹے بھائی کی نگرانی کرکے ادا کیا اور اس کو بلندی پر پہنچایا - اس کا کیا کہنا کہ ایسے نظائر دُنیا میں مفقود ہیں - مرحبا !

مرقومہ یکم مارچ ۱۹۶۱ء

(آمدہ از نذری باغ)

ایک شخص کی تجویز متعلق کلام نظام شائع شدہ اخبار رہنمائے دکن

مورخہ ۲۵ ر جنوری ۱۹۶۱ء

فرمایا وہ یہ تھی کہ شاید ایک علمی ادارہ ہے جو کہ مختلف شعراء کا کلام منتخب کر کے طبع کرتا ہے اوس میں نظام ہفتم کا کلام بھی اسی طرح شائع ہو تو اس کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ ہاں وہ بات اور ہے کہ نذری باغ سے یہ کلام وقتاً فوقتاً نظام گزٹ ہو یا شیراز میں جو شائع ہوتا ہے تو اگر ادارہ چاہے تو بغیر اس میں کم و بیشی کئے کسی ادبی رسالہ میں یا میگزین میں اسکی نقل شریک کر دے سکتا ہے۔ اور اس حد تک مضائقہ نہیں۔ مگر اس کے آگے اجازت نہیں دی جا سکتی۔ رہا کلام کو دواوین کی شکل میں طبع کرانا یہ امر اول سے مطمح النظر ہے جو وقت پر انشاءاللہ تکمیل پا کر رہے گا جو کہ دوسری چیز ہے۔ نظر برآں مناسب سمجھا گیا کہ چند سطور لکھ کر اس پر روشنی ڈالی جائے تاکہ غلط فہمی یا پیچیدگیاں نہ پیدا ہوں کہ کلام مذکور کی نوعیت اور اہمیت خاص ہے جس کو سب ذی علم طبقہ بخوبی جانتا ہے کہ وہ ثقہ کلام کا قدر دان ہے

بقول۔ ہم رنگ ضرر نہ دارد

مرقوم یکم مارچ ۱۹۶۱ء

(آمدہ از نذری باغ)

قطعہ

در چمن بادِ بہاری آمد ‖ مستیٔ مئے ہمہ طاری آمد
این کنا بیکہ بیائد زِ فلک ‖ بہرِ خواندن ہمہ قاری آمد

(آمدہ از نذری باغ)

قطعہ

در چمن نرگس شہلا خُفتہ ‖ نیز این لالۂ حمرا خُفتہ
در لباسے تو نگر گُل پوشد ‖ بوئے این عنبرِ سارا خُفتہ

(آمدہ از نذری باغ)

ضمیمہ مضمون شائع شدہ در نظام گزٹ مورخہ ۲۵؍ فبروری ۱۹۶۱ء

(متعلق کردار واصف علیؑ خانہ زاد نذری باغ)

فرمایا یہ واقعہ ایسا مذموم و شرمناک تھا جس کو دیکھتے ہوئے، کوئی شریف یا ذی کردار شخص اپنی لڑکی کو اس بیہودہ چھوکرے کو دینے تیار نہ ہوتا چہ جائیکہ کاظم جاہ مرحوم کی صاحبزادی جس کا معاملہ نوعیت کے لحاظ سے بہت اہم تھا۔ اور اگر اس پر میں غور بھی کرتا تو اسکی بہن سکینہ بیگم مرحوم کاظم جاہ کے صاحبزادہ احمد علی خاں سے منسوب ہونے کی وجہ سے نہ کہ کسی اور وجہ سے۔ مگر یہ معاملہ ختم ہوچکا داخل دفتر ہوکر۔

دوسرے طرف محض کردار نکو اور اسکے بڑوں کا زمانہ گذشتہ میں) کیا پوزیشن تھا (یعنے صارم جنگ مرحوم بخشی کا) غلام علی کو قسمت سے یہ موقع ملا کہ میری پوتی حسینی بیگم صاحبزادی کے ساتھ اس کا عقد ہوچکا۔ اور زمین سے آسمان پر گیا بہرحال انسان کے مقدر (chance) میں جب تک بہتری نہ ہو۔ یا اس کا کردار عیوب سے پاک و صاف نہ ہو یہ عزت نہیں ملسکتی۔ اور اسکو حاصل کرنے والے ہی کرسکتے ہیں نہ کہ ہر کس و ناکس۔ ورنہ اسکی خوبی میں فرق آئے گا۔ اور اچھے برے جب ایک ہوجائیں گے تو پھر نوعیت علیحدہ نہ ہوگی بلکہ یکساں ہوکر نا قابل توجہ قرار پائے گی۔ آفرین ہے غلام علیؑ پر کہ اپنے کردار کی امتحانی منزل سے پار اُتر کر یہ صلہ حاصل کیا جو کہ قسمت میں تھا۔

آخر میں اتنا اور کہدینا چاہتا ہوں کہ اس کا بڑا بھائی غلام عسکریؑ بھی ذی کردار ہے۔ اور جس زمانہ میں اس کا نکاح شہربانو بیگم (دختر آغا ناصر یار جنگ سے ہوا تھا اور یہ لڑکی بھی عزت دار گھرانے کی تھی) اگر وہ وقت میری لڑکیوں کا عقد ہوتا رہتا تو یہ ممکن تھا کہ اس لڑکے کو میں اپنی لڑکی دیتا جیسا کہ دوسرے معزز طبقہ کے لڑکوں کو دیا ہے۔ جو متاہل زندگی نذری باغ میں بسر کررہے ہیں اور یہ بھی خوش قسمت تھے کہ ان کو یہ عزت ملی۔

مرقوم یکم مارچ ۱۹۶۱ء

(آمدہ از نذری باغ)

قطعہ

طالع بختم نگر تابندہ است || دورِ عشرت بین ہمہ پائندہ است
شکر لازم از پئے ما صبح و شام || گوہرِ مقصد ہمہ یابندہ است

(آمدہ از نذری باغ)

گفتہ در قصیدہ مرزا اسد اللہ خان غالب دہلوی

(۱) شاہِ نجف۴ - وصیٔ نبیؐ مرتضیٰ علیؑ | آن از ایمۂ اوّل و ثانی ز پنجتن۵
(۲) ذاتش دلیلِ قاطعِ ختمِ نبوّت است | وقتِ غروب مہر دمد ماہ بے سخن
(۳) بالیدہ از تو علم و عمل در پناہِ دین | اے آبروئے خلوت و اے فخرِ انجمن
(۴) فیضِ دمِ انا اسداللہ بر آورم | منصورِ لا اُبالیٔ بے دار و بے رسن

دیگر

(۱) ہم موجۂ رفتارِ تو ذوقِ رُخِ یوسف | ہم جادۂ راہِ تو رگِ خوابِ زُلیخا
(۲) در گردِ خرامِ تو نگر ریشۂ طوبیٰ | در بزمِ تماشائے تو مژگان یدِ بیضا

دیگر

(۱) یارب ز یا علیؑ نہ شناسم قلندرم | یک مئے ز آبگینہ و ساغر بر آورم
(۲) در دِل بہ جستجو ہمہ ایزد در آورم | وز لب بہ گفتگو ہمہ حیدرؑ بر آورم

نفسِ نبیؐ - خدائے نصیری امامِ خلق

اقتباس گرفتہ از نگار لکھنؤ غالب نمبر ۱۹۶۱ء قیمت فی کاپی (۳ روپے)

مرقوم یکم مارچ ۱۹۶۱ء

(آمدہ از نذری باغ)

حقیقی ہمدردی و اُلفت دونوں بھائیوں میں جو مثلِ شیر و شکر تھے

فرمایا۔ بڑے بھائی غلام عسکریؒ کے خیالات مشفقانہ کس نوعیت کے تھے اپنے چھوٹے بھائی غلام علی کے ساتھ تو میں اس قدر لکھ کر مزید روشنی معاملہ پر ڈالنا چاہتا ہوں تاکہ معلوم ہو کہ جب ادائے زرِ مہر (صفحہ ۱۵ غشتہ) کا معاملہ زیرِ غور آیا (جس صورت میں میری پوتی کا عقد اس نامبردہ لڑکے کے ساتھ ہو) تو غلام عسکریؒ خود اپنے باپ کے گھر جا کر ان کو مشورہ دیا کہ قسمت سے یہ زرین موقع ہاتھ آرہا ہے اس کو جانے نہ دیا جائے جس سے کل خاندان کی عزت افزائی ہو رہی ہے۔ لہٰذا سرکار کی تجویز کو قبول کیا جائے۔ یعنے باپ کی ذاتی جائداد اگر نہیں ہے (کیونکہ وہ کرایہ کے مکان میں مقیم تھے) جو مکفول کی جائے تو کچھ مضائقہ نہیں باپ کو معاوضہ جاگیرات جو مل رہا ہے اس رقم میں سے ایک حصہ تا ادائی کامل باندھ دیا جائے تاریخ عقد سے (جبکہ قانونی طریقہ پر دستاویز کی تکمیل ہو) اور اس میں یہ شرط رہے کہ باپ اپنی زندگی تک اس معاہدہ کی پابندی کریں گے۔ مگر ان کے بعد اگر کچھ حصہ زرِ مہر باقی قابلِ ادا رہ جائے تو خود غلام علیؑ اپنے الونس دامادی (مادی ۲۵ فصلی) سے اس کا تکملہ کرے گا۔

چنانچہ یہ تجویز چونکہ مفید اور واجبی تھی اسی کے مطابق عمل ہو کر لڑکے کا عقد حسینی بیگم صاحبزادی کاظم جاہ مرحوم کے ساتھ (یعنی منکوحہ موتی بیگم) حال میں کنگ کوٹھی میں ہو چکا اور معاملہ بہ خیر و خوبی اختتام کو پہونچا۔

۲ف خلاصہ یہ کہ دنیا میں ایسے بھائی بہت کم نظر آتے ہیں جو دوسرے کی بھلائی کو اپنی بھلائی سمجھتے ہیں اور ان کے کام پر تحسین و آفرین ہوتی ہے۔ واقعی بڑے بھائی غلام عسکریؒ نے وہ احسان عظیم اپنے چھوٹے بھائی غلام علی اپنے چھوٹے بھائی غلام علی پر کیا جو قابلِ یادگار رہے گا۔ جس کو چھوٹا بھائی عمر بھر فراموش نہ کرے گا۔ اور ہمیشہ اپنے باپ کے بعد بڑے بھائی کا احترام کرتا رہے گا۔ زیادہ بقول این کار از تو آید و مردان چنین کنند۔

مرقوم ۲۷ر فبروری ۱۹۶۱ء

منقول از نظام گزٹ

قطعہ

بہر انسان عالمِ فانی بود ‖ بہر نقشہ خامۂ مانی بود
دیدہ رنگِ گل شگفتہ نوبہار ‖ در چمن ہم زمزمہ خوانی بود

(آغا از نظامی باغ)

ترجمانِ اہلِ حق ہے قوم کی آواز ہے — خیرخواہ شاہ حق آشکارہ ہے شیراز ہے

شیراز

ایڈیٹر سید صمصام شیرازی

لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

یونانی پیٹنٹ ادویات

ایلوپیتھک پیٹنٹ ادویہ کی طرح آجکل ہمارے ملک میں یونانی اور آیورویدک پیٹنٹ ادویات کا رواج عام ہوا ہے۔ ہندوستان کے کئی دیسی ادویہ ساز ادارے دیسی پیٹنٹ ادویات کی وسیع پیمانہ پر تیاری کر رہے ہیں۔ دیسی ادویہ سازی کی صنعت ایک نفع بخش صنعت ہے جس کی وجہ سے ہزارہا افراد اس وقت برسرِ روزگار ہیں۔ اس وقت ہندوستان میں یونانی ادویہ سازی کے دو ادارے ہندوستانی دواخانہ دہلی اور دواخانہ ہمدرد دہلی زیادہ مشہور ہیں جن کے تیارکردہ پیٹنٹ ادویات کی ہندوستان کے ہر صوبہ میں مانگ ہے ـــــ لیکن ان یونانی پیٹنٹ ادویات کے بارے میں عام طور پر یہ شکایت ہے کہ دوا تیار کرنے کے بعد دوا کے بکس اور بوتلوں پر ان کی تاریخ تیاری درج نہیں کی جاتی جس کی وجہ سے دوا خریدنے والوں کو یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ دوا تیار ہو کر کتنا عرصہ ہوا اور یہ مزید کس مدت تک قابلِ استعمال ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ ہر مفرد اور مرکب دوا کی ایک مدت استعمال مقرر رہتی ہے۔ وہ مدت منقضی ہو جانے کے بعد دوا ناقابلِ استعمال ناکارہ بلکہ بعض صورتوں میں کیمیائی تعامل سے صحت بخش ہونے کی بجائے ضرر رساں یہاں تک کہ زہر بن جاتی ہے۔

خطیب منبر سلونی ؑ

کا ارشاد مبارک ہے کہ سچا دوست وہ ہے جو غائبانہ طور پر تیری خیرخواہی کرے اور اپنے آپ سے تجھے اچھا سمجھے۔

کئی یونانی حبوب ایسے ہیں جو سال سوا سال کے بعد اپنے اثرات کھو دیتے ہیں اور بالکل مٹی بن جاتے ہیں۔ کئی جوارشیں، خمیرے، لعوق اور معجونیں ایسی ہیں جن میں ایک سال یا اس سے بھی کم مدت میں پھپھوند آجاتا ہے یا ترشہ پیدا ہو کر معجون تیزاب بن جاتی ہے۔ کئی یونانی عرق ایسے ہیں جن کو اگر ایک سال رکھا جائے تو اس میں خمیر پیدا ہو کر ناقابلِ استعمال بلکہ مضرت رساں بن جاتے ہیں۔ دواساز ادارے جس ماء اللحم کی تعریف میں ہمیشہ رطب اللسان رہتے ہیں وہ چھ مہینے کے بعد عموماً سڑ جاتا ہے اور ماء اللحم کی بجائے ماء العفونت بن جاتا ہے۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ قومی صحت سے بڑھ کر اور کوئی دولت نہیں۔ اس لئے حکومت کو اور ہمارے محکمہ صحت عامہ کو چاہئے کہ وہ دیسی دواساز اداروں کو پابند کرا دے کہ وہ لازماً اپنی ہر دوا پر تاریخ تیاری اور مدت استعمال درج کیا کریں۔ دیسی پیٹنٹ ادویہ سپلائی کرنے والی ایجنسیوں اور دوا فروشوں کو اس امر کا پابند کیا جائے کہ وہ کسی دوا کی تاریخ استعمال گذرنے کے بعد اس کو ہرگز فروخت نہ کریں بلکہ ایسی تمام دوی عارض ادویات تلف کر دیا کریں یا دواساز ادارے کو واپس کر دیں جہاں ان تمام پرانی ادویات کا اتلاف عمل میں آئے۔ محکمہ صحت عامہ کے انسپکٹروں کے ذریعہ ادویہ فروشوں کے اسٹاک کا ہر ماہ معائنہ اور جانچ کرائی جائے۔ جہاں کہیں ایسی ادویات پائی جائیں کہ جن کی مدت استعمال گذر چکی ہو وہ ضبط کر لئے جا کر فوراً تلف کر دیئے جائیں۔ ہمیں توقع ہے کہ ہمارا محکمہ صحت عامہ ان دوا فروشوں کو عوام کی صحت سے مزید کھیلنے کا موقع نہ دے گا۔

اخبار شیراز اُردو ہفتہ وار حیدرآباد

فارم ۴ ——— رول ۸

مقام اشاعت :- شیراز بلڈنگ چادرگھاٹ گیٹ حیدرآباد
نوعیت ہفتہ وار
چھاپنے والے کا نام سید صمصام شیرازی
قومیت ہندوستانی
پتہ شیراز بلڈنگ چادرگھاٹ گیٹ حیدرآباد
شائع کرنے والے کا نام سید صمصام شیرازی
قومیت ہندوستانی
پتہ شیراز بلڈنگ چادرگھاٹ گیٹ حیدرآباد
ایڈیٹر کا نام سید صمصام شیرازی
قومیت ہندوستانی
پتہ :- شیراز بلڈنگ چادرگھاٹ گیٹ حیدرآباد

میں سید صمصام شیرازی ذریعہ ہذا اعلان کرتا ہوں کہ مندرجات بالا میرے علم و یقین کی حد تک بالکل صحیح ہیں ۔

سید صمصام شیرازی
دستخط پرنٹر پبلیشر ایڈیٹر
27-2-61

قطعہ

رند مئے را کہ در بہار خورد ||| ہر گلے در چمن لباس درد
گفت نوروز پیش بلبل این ||| مرغ گلشن کہ در بہار پرد

(آمدہ از نذری باغ)

قطعہ

دَر خُم و جام و سُبُو این چہ شرابے باشد || ہمرہ با دصبا رنگِ گلابے بَاشد
این قلم گفت چہ قصہ بہ مدادِ نو رنگ || حاشیہ گفت نگر متنِ کتابے باشد

آمدہ از نذری باغ

فلک نہ دیکھ حقارت سے خاکساروں کو

از سید صمصام شیرازی

سلام پہنچے یہ میرا خدا کے پیاروں کو
شہ رُسُل کو امامت کے تاجداروں کو

خدا کی اس میں ہے کیا مصلحت نہیں معلوم
جگہ ملی ہے جو گُل کے قریب خاروں کو

ازل سے خاکِ کفِ پائے بوتراب ہیں ہم
فلک نہ دیکھ حقارت سے خاکساروں کو

چھپائے رکھتے ہیں سینہ میں داغِ عشقِ علیؑ
نظر کسی کی نہ لگ جائے چاند تاروں کو

اندھیری قبر کا، برزق کا روزِ محشر کا
ہے خوف کیا شہ مرداںؑ کے جانثاروں کو

ہمیں یقین ہے کوثر پہ لے کے جائیں گے
قسیم نار و جناں اپنے بادہ خواروں کو

علیؑ کے سر پہ شقی نے لگا کے ضربِ ستم
رُلایا وقتِ سحر آہ روزہ داروں کو

ہمیشہ رکھے خدا شاد و خرم و آباد
ہمارے آصفِ ہفتم کے گلعذاروں کو

علیؑ کے لال نے سر اپنا دے کے اے صمصام
بچایا اُمتِ جد کے گناہ گاروں کو

۷۸۶
۲۰۲

نماز کی اہمیت

از محترمہ سعید النسا اثیمہ بنت مولوی محمد امداد علی صاحب انصاری مرحوم تعلقدار

خالق کائنات کلام مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونَ ہم نے جن و انس کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ اس لحاظ سے انسان کی زندگی کا اولین مقصد خدا کی معرفت و عبادت قرار پاتا ہے۔ جو ہر حالت میں لازمی ہے کسی وقت بھی بندہ عبادت سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتا۔ بندہ ہو کر اپنے معبود کی بندگی سے غافل رہنا گویا بندہ ہونے کا عملاً انکار کرنا ہے۔ بندوں کی اطاعت و عبادت کا مقصد یہ ہے کہ اپنے خالق کے صفات سے واقف ہو کر اس کی تعظیم و تکریم اور تقدیس کریں۔ اور اپنی انتہائی عاجزی و انکساری کا ثبوت دیں۔

نماز میں جو کچھ پڑھا جاتا ہے اس کے معنی و مطلب کو بھی سمجھنا ضروری ہے۔ عربی ہماری مادری زبان تو نہیں ہے اس لئے ترجمہ پڑھ کر واقف ہونا چاہیے کہ ہم نماز میں کیا کہتے ہیں۔ اگر بغیر سمجھے نماز پڑھی جائے تو اندھی نماز سمجھی جائے گی۔

دینی و دنیاوی مادی و روحانی ہر قسم کے منافع نماز سے حاصل ہوتے ہیں۔ قلب کی صفائی اخلاق کی پاکیزگی تمام اعمال و افعال کی درستگی نماز میں پوشیدہ ہے۔ نماز ہی سے کفر و اسلام کی پہچان ہے۔ نماز کی پابندی سے خدا تعالیٰ کی خوشنودی دین و دنیا کی فائز المرامی و شادکامی حاصل ہوتی ہے۔ نماز نفس و شیطان کے مکر و فریب سے بچاتی ہے۔ جسمانی و روحانی کثافتوں کو دور کرتی ہے صحت و تندرستی قائم رکھتی ہے۔ غرض نماز کے بے شمار فوائد ہیں۔ نماز کی اہمیت اس سے ظاہر ہوتی ہے کہ رب العالمین نے کلام مجید میں بار بار مرتبہ نماز پڑھنے کی تاکید کی ہے اور حق پرست بندوں کے متعلق ارشاد فرماتا ہے کہ (رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَإِقَامِ الصَّلٰوةِ) سورہ نور۔

یہ ایسے لوگ ہیں کہ جب اللہ کا نام سنتے ہیں تو اس پر قربان ہونے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ اللہ کے ذکر سے کوئی تجارت اور دلفریبی کی چیز ان کو روک نہیں سکتی۔

إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ (سورہ عنکبوت آیت نمبر ۴۵)

نماز یقیناً بے حیائی و بدکاری سے روکنے والی ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ إِنِّي مَعَكُمْ لَئِنْ أَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَآتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَآمَنْتُمْ بِرُسُلِي وَعَزَّرْتُمُوهُمْ وَأَقْرَضْتُمُ

اللہ قرضاً حسناً لاکفرن عنکم سیاتکم ولادخلنکم جنت تجری من تحتھا الانھر (سورۂ مائدہ آیت نمبر ۱۲)
اللہ نے فرمایا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ اگر پابندی سے نماز پڑھیں اور زکواۃ دیتے رہیں۔ رسولوں پر ایمان لائیں اور ان کی مدد کرتے رہیں اللہ کو قرض حسنہ بھی دیتے رہیں تو ہم تمہارے گناہ دور کر دیں گے اور ایسی جنتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔

وَاَقیموا الصلواۃ ولاتکونوا من المشرکین (سورۂ روم آیت نمبر ۳۰) نماز پڑھتے رہو اور مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ۔

انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلواۃ فھل انتم منتھون (سورہ مائدہ آیت نمبر ۹۱) شیطان تو بس یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوے سے آپس میں دشمنی ڈلوادے۔ خدا کی یاد اور نماز سے روکے۔ کیا تم اس سے باز آنے والے ہو۔

انّنی انا اللہ لا الہ الا انا فاعبدنی واقم الصلواۃ لذکری (سورۂ طٰہٰ آیت نمبر ۱۴ میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں پس میری ہی عبادت کرو اور میری یاد کے لئے نماز پڑھا کرو۔

اقم الصلواۃ لدلوک الشمس الی غسق الیل وقرآن الفجر ان قرآن الفجر کان مشھودا (سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۷۸) اے رسول سورج کے ڈھلنے سے رات کی تاریکی تک نماز (ظہر، عصر، مغرب، عشاء) پڑھا کرو اور نماز صبح (بھی) کیونکہ صبح کی نماز پر (دن اور رات کے فرشتوں کی) گواہی ہوتی ہے۔

ویقیموا الصلواۃ ویؤتوا الزکواۃ وذالک دین القیمہ۔ (سورہ بینہ آیت نمبر (۵) نماز پابندی سے پڑھا کریں اور زکواۃ بھی ادا کرتے رہیں۔ یہی سچا دین ہے۔ وامر اھلک بالصلواۃ واصطبر علیھا (سورۂ طٰہٰ آیت نمبر ۱۳۲) اے رسول اپنے گھر والوں کو نماز کی تاکید کرو اور خود بھی اس کی سختی کے متحمل ہو جاؤ۔ واقمن الصلواۃ واٰتین الزکواۃ واطعن اللہ ورسولہ (سورۂ احزاب آیت نمبر ۳۳) (اے نبی کی بیبیو) نماز پڑھا کرو۔ زکواۃ دیا کرو۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتی رہو

قل لعبادی الذین اٰمنوا یقیموا الصلواۃ (سورۂ ابراہیم آیت نمبر ۳۱) اے رسول میرے ان بندوں سے جو ایمان لاچکے ہیں کہدیجئے کہ نماز پابندی سے پڑھیں۔

وجعلناھم ائمۃ یھدون بامرنا واوحینا الیھم فعل الخیرات واقام الصلواۃ وایتاء الزکواۃ (سورۂ انبیاء آیت نمبر ۷۳) ترجمہ:- ہم نے ان سب کو امام بنایا جو ہمارے حکم سے لوگوں کی ہدایت کرتے تھے اور ہم نے ان پر وحی کی تھی کہ نیک کام کریں۔ نماز پڑھیں۔ زکواۃ دیں۔ واوحینا الی موسیٰ واخیہ ان تبوا لقومکما بمصر بیوتا واجعلوا بیوتکم قبلہ واقیموا الصلواۃ وبشر المومنین (سورۂ یونس آیت نمبر ۸۷) ہم نے وحی کی موسیٰ اور ان کے بھائی پر کہ مصر میں اپنی قوم کے لئے گھر بناؤ اور اپنے گھروں کو ہی مسجدیں قرار دیکر نماز پڑھا کرو اور مومنین کو بشارت دو۔

فاقیموا الصلواۃ ان الصلواۃ کانت علی المومنین کتاباً موقوتا (سورۂ نساء آیت نمبر ۱۰۳) نماز کو قائم کرو بہ تحقیق کہ نماز مومنین پر وقت معین کے ساتھ فرض کی گئی ہے۔

واقم الصلواۃ طرفی النھار وزلفا من الیل۔ (سورۂ ہود آیت نمبر ۱۱۴) ترجمہ۔ اور دن کے دونوں کنارے اور کچھ رات گئے نماز پڑھا کرو۔

یاایھاالذین امنوا رکعوا واسجدوا واعبدوا ربکم وافعلوا الخیر لعلکم تفلحون (سورہ الحج آیت نمبر ۷۷
اے ایمان لانے والو تم رکوع اور سجدے کرو اور اپنے پروردگار کی عبادت اور نیک کام کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطیٰ وقوموا للّٰہ قانتین ٥ (سورۂ البقرہ آیت نمبر ۲۳۸) تم تمام نمازوں اور خصوصًا درمیانی نماز کی پابندی کرو اور خدا ہی کے لئے قنوت پڑھنے والے ہوکر کھڑے ہو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا۔

ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم ربنا لیقیموا الصلوٰۃ (سورہ ابراہیم آیت نمبر ۳۷) اے ہمارے پالنے والے تیرے معزز گھر کے پاس ویران بیابان میں اپنی اولاد کو لاکر بسایا ہے تاکہ یہ لوگ یہاں نماز پڑھا کریں۔

رب اجعلنی مقیم الصلوٰۃ ومن ذریتی (سورہ ابراہیم آیت نمبر ۴۰) ترجمہ۔ پالنے والے مجھے اور میری اولاد کو نماز کا پابند بنادے۔

حضرت اسمٰعیلؑ کے بارے میں پروردگار عالم ارشاد فرماتا ہے کہ وکان یامر اھلہ بالصلوٰۃ والزکوٰۃ وکان عند ربہ مرضیا (سورۂ مریم آیت نمبر ۵۵) وہ اپنے اہل کو نماز پڑھنے اور زکواۃ دینے کی تاکید کیا کرتے تھے اور اپنے پروردگار کی بارگاہ میں پسندیدہ تھے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر۔ وجعلنی مبارکا اینما کنت واوصانی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ مادمت حیا (سورہ مریم آیت نمبر ۳۱) ترجمہ:۔ مجھے مبارک بنایا اور جب تک میں زندہ ہوں مجھے نماز پڑھنے اور زکواۃ دینے کی تاکید فرمائی ہے۔

واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ وانھا لکبیرۃ الا علی الخاشعین (سورۃ البقرہ آیت نمبر ۴۵)
ترجمہ:۔ صبر اور نماز کے ذریعہ مدد مانگو اسمیں شک نہیں کہ سوائے خشوع کرنے والوں کے نماز سب پر گراں ہے۔

یا ایھا الذین امنوا استعینوا بالصبر والصلوٰۃ (سورہ بقر آیت نمبر ۱۵۳) اے ایمان والو صبر اور نماز کے ذریعہ سے مدد مانگو۔

ان الذین امنوا وعملوا الصلحٰت واقاموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ لھم اجرھم عند ربھم ولاخوف علیھم ولاھم یحزنون (سورہ بقر آیت نمبر ۲۷۷) ترجمہ:۔ بیشک جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے، نماز پڑھی زکواۃ بھی دی ان کے لئے پروردگار کے پاس اس کا اجر ہے نہ اون کو کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے

انما المومنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم واذا تلیت علیھم ایتہ زادتھم ایمانا وعلی ربھم یتوکلون ٥ الذین یقیمون الصلوٰۃ ومما رزقنھم ینفقون اولئک ھم المومنون حقا (سورۂ انفال آیت نمبر ۲ تا ۴)
ترجمہ:۔ مومن تو صرف وہی ہیں کہ جب اللہ کا نام لیا جاتا ہے تو ان کے دل دہل جاتے ہیں۔ اور جب اس کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو ان کے ایمان کو بڑھاتی ہیں۔ وہ اپنے پروردگار ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ پابندی سے نماز پڑھتے ہیں۔ اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے ان میں سے ہماری راہ میں خرچ کیا کرتے ہیں۔ حقیقی مومن وہی لوگ ہیں۔

قد افلح المومنون ٥ الذین ھم فی صلاتھم خاشعون (سورہ مومنون آیت نمبر ۱ و ۲)
ترجمہ:۔ بیشک ان مومنین نے فلاح پائی جو اپنی نمازوں میں خشوع کرنے والے ہیں۔

والذین ھم علی صلواتھم یحافظون۔
(سورۂ مومنون آیت نمبر ۹)

ترجمہ :- وہ لوگ جو اپنے نمازوں کی حفاظت کرتے رہتے ہیں -

والمومنون والمومنات بعضھم اولیاء بعض یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر ویقیمون الصلواۃ ویطیعون اللہ ورسولہ (سورۂ توبہ آیت آیت نمبر ۷۲) ترجمہ :- مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہوا کرتے ہیں - نیکی کا حکم دیتے ہیں اور بدی سے منع کرتے ہیں - نماز پڑھتے ہیں اور زکواۃ دیتے ہیں - اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں -

ھدی وبشری المومنین یقیمون الصلواۃ و یوتون الزکواۃ وھم بالاخرۃ ھم یوقنون ۝ (سورہ نمل آیت نمبر ۳) ترجمہ :- ان مومنین کیلئے ہدایت اور خوشخبری ہے جو نماز کو پابندی سے ادا کرتے ہیں - اور زکواۃ دیا کرتے ہیں - یہی لوگ آخرت کا یقین بھی رکھتے ہیں -

فما اوتیتم من شئی فمتاع الحیواۃ الدنیا وما عند اللہ خیرا وابقی للذین امنو وعلی ربھم یتوکلون ۝ والذین یجتنبون الکبائر الاثم والفواحش واذا ما غضبوا ھم یغفرون والذین استجابوا ربھم واقاموا الصلواۃ وامرھم بشوریٰ بینھم ومما رزقناھم ینفقون (سورہ شوری ایت نمبر ۳۶)

ترجمہ :- تم کو جو مال ومتاع دیا گیا ہے وہ دنیا کی زندگی کا سامان ہے اور جو کچھ خدا کے پاس ہے وہ کہیں بہتر اور پائیدار مگر خاص ان لوگوں کے لئے ہے جو ایماندار اور اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں - گناہان کبیرہ اور بے حیائی کی باتوں سے بچے رہتے ہیں - جب غصہ آتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں اپنے پروردگار کا حکم مانتے اور نماز پڑھتے ہیں - ان کے کاروبار آپس کے مشورے سے ہوتے ہیں - ہم نے جو کچھ انہیں عطا کیا ہے اس میں سے (راہ خدا میں) خرچ کرتے ہیں -

وبشر المخبتین ۝ الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم والصابرین علیٰ ما اصابھم والمقیمی الصلواۃ ومما رزقناھم ینفقون (سورہ حج آیت نمبر ۳۶)

ترجمہ :- ہمارے گڑگڑانے والے بندوں کو خوشخبری سنادو کہ یہ وہ لوگ ہیں جب ان کے سامنے خدا کا نام لیا جاتا ہے تو ان کے دل سہم جاتے ہیں اور جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو صبر کرتے ہیں - نماز پابندی سے ادا کرتے ہیں - جو کچھ ہم نے انہیں دے رکھا ہے اس میں سے ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں -

الم تلک ایت الکتاب الحکیم ھدی ورحمۃ للمحسنین الذین یقیمون الصلواۃ ویوتوا الزکواۃ وھم بالاخرۃ ھم یوقنون ۝ اولئک علیٰ ھدی من ربھم واولئک ھم المفلحون (سورۂ لقمان آیت نمبر ۱تا۴)

ترجمہ :- یہ حکمت سے بھری ہوئی کتاب کی آیتیں ان لوگوں کیلئے ہدایت ورحمت ہیں جو احسان کرنے والے ہیں - پابندی سے نماز ادا کرتے اور زکواۃ دیتے رہتے ہیں - وہی لوگ آخرت کا یقین بھی رکھتے ہیں اور اپنے پروردگار کی ہدایت پر عامل ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں -

الذین یمسکون بالکتاب واقاموا الصلواۃ انا لا نضیع اجر المحسنین ۝ (سورہ اعراف آیت نمبر ۱۷۰)

ترجمہ :- وہ لوگ جو کتاب کی پیروی کرتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں بیشک ہم بھی نیکی کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہ کریں گے -

الذین ان مکنھم فی الارض اقاموا الصلواۃ و اتوا الزکواۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر (سورہ حج آیت نمبر ۴۱) یہ ایسے لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو روئے زمین پر قابو دیں تو بھی نماز پابندی سے ادا کریں گے - زکواۃ بھی

دیں گے۔ اچھے کام کا حکم کریں گے۔ اور برائیوں سے روکیں گے۔

قد افلح من تزکیٰ و ذکر اسم ربّہٖ فصلّیٰ (سورہ اعلیٰ آیت نمبر ۱۵) ترجمہ:- اس نے یقیناً فلاح پائی جو پاک رہا شرک سے۔ اور اپنے پروردگار کے نام کو یاد کرتا رہا۔

آیہٴ انما ولیکم اللہ (سورۂ مائدہ آیت نمبر ۶۰) جو حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی جب کے آپ نے بحالت رکوع انگشتری عطا فرمائی۔ اس طرح سے دوہری عبادت پر شاہ اولیاء و اوصیاء کو بارگاہ رب العزت سے عہدۂ ولایت سرفراز ہوا۔

انما یعمر المساجد من آمن باللہ والیوم الاخر واقام الصلواۃ واٰتی الزکواۃ ولم یخش الا اللہ (سورہ توبہ آیت نمبر ۱۸) ترجمہ:- بہ تحقیق کہ اللہ کی مسجدوں کو تو وہ آباد کرتے جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھے۔ نماز پڑھے۔ روزہ زکواۃ دے۔ سوائے اللہ کے کسی سے نہ ڈرے۔

والذین صبروا ابتغاء وجہ ربھم واقاموا الصلواۃ وانفقوا مما رزقنٰھم سرا و علانیہ ویدرءون بالحسنۃ السیئۃ اولئک لھم عقبی الدار (سورۂ رعد آیت نمبر ۲۲) ترجمہ جن لوگوں نے پروردگار کی خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے صبر کیا اور پابندی سے نماز ادا کی اور ہم نے اون کو جو روزی دی تھی اس میں سے چھپا کر اور دکھلا کر خرچ کیا اور برائی کو بھی بھلائی سے دفع کرتے رہتے۔ یہی لوگ ہیں جن کے لئے آخرت کی خوبی مخصوص ہے۔

ان الذین یتلون کتاب اللہ واقاموا الصلوٰۃ وانفقوا مما رزقنٰھم سرا و علانیہ یرجون تجارۃ لن تبور۔ لیوفیھم اجورھم ویزیدھم من فضلہ انہ غفور شکور (سورۂ فاطر آیت نمبر ۲۹) ترجمہ:- یقیناً وہ لوگ جو کتاب خدا کی تلاوت کرتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں اور اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے ظاہر اور پوشیدہ (ہماری) راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ وہ ایسی تجارت کی امید لگائے ہوئے ہیں جس میں کبھی گھاٹا نہ ہوگا۔ خدا ان کے اجر پورے پورے دے گا اور اپنے فضل سے زیادہ عطا کرے گا۔ بیشک وہ بڑا بخشنے والا اور قدردان ہے۔ انما تنذر الذین یخشون ربھم بالغیب واقاموا الصلواۃ (سورۂ فاطر آیت نمبر ۱۹) (اے رسول) تم بھی لوگوں کو ڈرا سکتے جو بغیر دیکھے اللہ کا خوف رکھتے ہیں اور پابندی سے نماز پڑھتے ہیں۔ لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من اٰمن باللہ والیوم الاخر والملئکۃ والکتاب والنبیین واٰتی المال علیٰ حبہ ذوی القربیٰ والیتمیٰ والمساکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب واقام الصلواۃ واٰتوا الزکواۃ والموفون بعھدھم اذا عاھدوا والصابرین فی الباساء والضراء وحین الباس اولئک الذین صدقوا اولٰئک ھم المتقون (سورہ بقر آیت نمبر ۱۷۷) ترجمہ:- نیکی یہ نہیں کہ اپنا رخ مشرق یا مغرب کی طرف کرلو بلکہ نیکی تو اس کی ہے جو ایمان لائے۔ خدا روز آخرت فرشتوں اور کتاب خدا اور انبیا پر اور اس کی محبت میں اپنا مال قرابتداروں مسکینوں، پردیسیوں مانگنے والوں اور غلام و کنیز پر صرف کرے۔ پابندی سے نماز پڑھتیں زکواۃ بھی دیتے رہیں اور جب کوئی معاہدہ کرلیں تو اپنے عہد کو پورا کرنے والے ہوں۔ تنگدستی و بیماری اور لڑائی کی سختی کے وقت صبر کرنے والے ہوں یہی وہ لوگ ہیں جو عملاً سچے اور متقی ہیں۔ فقط

مولی الکونین ابو الحسنین علی علیہ السلام

مجالسِ شہادت

۱۸ تا ۲۰ رمضان المبارک بلا انتظار

۸ بجے شب بمقام بیت القائم

حویلی قدیم مقرر ہیں

ڈاکٹر میر محمدی علی بیان فرمائینگے

امیدوارِ شرکت

خوجہ اثنا عشری جماعت

حیدرآباد

امیر المومنین علیہ السلام

مجالس سالانہ شبِ ضربت

۱۸ رمضان المبارک روز دوشنبہ رات کے ۹ بجے

بمقام مسجد اثنا عشری واقع دریچہ ماتا مقرر ہے

مولوی مرزا محمدی حسین صاحب ذاکر اہلبیتؑ

فضائل و مصائب بیان فرمائینگے

امیدوار سرفرازی

مرزا غلام عباس

قطعہ

بہرِ تعمیرِ یدِ بانی بُود ||| نقشِ تصویرے کہ لاثانی بُود
درکفِ زاہد نگر شیخِ حرم ||| در وظیفہ سبحہ گردانی بُود

(آمدہ از نذری کا باغ)

موجودہ دور کے فارسی گو شعراء پر مقالوں کی ضرورت

حیدرآباد - ۲۲ فبروری - یوم سعدیؒ کے پریس نوٹ کے بموجب بزم کے آیندہ اجلاسوں میں ایسے ہی مقالوں کو اولیت دی جائے گی جو موجودہ دور کے فارسی گوشعراء اور ادیبوں کے فن پاروں پر لکھے گئے ہوں۔ مضمون نگاروں سے درخواست کی گئی ہے کہ وہ بزم سعدیؒ کے اجلاسوں کے لئے موجودہ دور کے فارسی گوشعراء پر مضامین لکھیں۔

دکن میں عزائے حسینؑ

از جناب میر ریاست علیخاں صاحب نبیرۂ نصیب الدولہ مرحوم

سلاطین بہمنیہ کے دارالسلطنت شہر بیدر میں بھی عزاداری ہوتی تھی۔ وزیر سلطنت علاءالدین (محمود گاوان) اپنے بنوائے ہوئے مدرسہ میں محرم کے عشرہ اول میں مجالس عزا منعقد کیا کرتا۔ دیگر علماء کے علاوہ خود بھی ذکر فضائل و مصائب جناب سید الشہداء ان مجالس میں بیان کیا کرتا تھا۔ گولکنڈہ کی قطب شاہی سلطنت اور دکن کی دو عظیم سلطنتوں عادل شاہی (بیجاپور) اور نظام شاہی (احمد نگر) نے بھی عزائے امام مظلوم کے قیام میں عملی حصہ لیا ہے۔

علی عادل شاہ کے عہد میں گولکنڈہ کی طرح بیجاپور میں بھی عزاداری ہوتی تھی۔ محرم میں علم اور تعزیہ استادہ ہوتے۔ عاشور خانوں میں روشنی کی جاتی۔ مجلس عزا میں مرثیے اور نوحے پڑھے جاتے تھے۔ یوسف عادل شاہ بانی سلطنت بیجاپور نے ۹۱۶ھ میں اپنی سلطنت میں مذہب شیعہ کو رواج دیا اور دکن کی تاریخ میں پہلا علم نعل مبارک سکلان (پنجۂ گئی) یوسف عادل شاہ کے عہد ہی میں بیجاپور میں تیار ہوا اور وہیں استادہ ہوتا رہا بعد میں امتداد زمانہ کی وجہ سے یہ علم مبارک بعہد سلطنت سلطان ابراہیم قلی قطب شاہ شہر گولکنڈہ میں منتقل ہوا اور وہاں استادہ ہوتا رہا۔ جب سلطان محمد قلی قطب شاہ نے ۱۰۰۰ھ میں شہر حیدرآباد کی تاسیس کی تو یہ علم مبارک گولکنڈہ سے منتقل ہو کر حیدرآباد میں استادہ ہوتا ہے۔ شہر کے متعدد عاشور خانوں میں عادل شاہی ساخت کے علم اب بھی موجود ہیں جو ہر سال استادہ ہوتے ہیں۔ برہان نظام شاہ نے احمد نگر میں ۹۴۴ھ میں مذہب شیعہ کی ترویج کی اور ایک عمارت لنگر دوازدہ امام کے نام سے بنوایا۔ سلطان قلی قطب شاہ بانی سلطنت قطب شاہی نے اپنی صوبہ داری کے زمانہ سے گولکنڈہ میں عزاداری کی ابتدا کی تھی اس کو سلطان محمد قلی قطب شاہ نے انتہائی ترقی دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رعایائے سلطنت نے بھی بلا لحاظ قوم و مذہب سب نے عزاداری امام اپنے پر لازم کر لئے تھے۔

بادشاہ نے مجلس و ماتم کے لئے دو عاشور خانے بنوائے تھے ایک دولت خانۂ عالی کے محل میں دوسرا شاہی عاشور خانہ اور اس کا اندرونی شہ نشین دالان جو ۱۰۰۱ھ سے ۱۰۰۵ھ تک ساٹھ ہزار روپیہ کی لاگت سے تیار ہوا۔ اس کے اندرونی رواقوں میں جنوبی رواق کے سوکار پر ابوالمظفر محمد قلی قطب شاہ بانی عاشور خانہ کا نام اور کارکاشی کے متعدد نقوش میں سلطان عبداللہ قطب شاہ کا نام بھی تحریر ہے۔ اس عاشور خانہ میں چودہ معصوم علیہم السلام کے نام سے چودہ علم استادہ کئے گئے تھے۔ اور حیدرآباد میں ۱۰۰۱ھ میں سلطنت قطب شاہی کا تیار کیا ہوا پہلا علم مبارک محمد قلی قطب شاہ نے ہی بنوایا تھا جو دکن کی

صنعت فولاد سازی اور قطب شاہی ساخت کا بہترین اور اعلیٰ نمونہ ہے۔ اس علم کے درمیانی مشبک طغرے کے نیچے بادشاہ نے اپنا نام نذری طور پر لکھوایا ہے "غلام علی محمد قلی قطب شاہ سنہ احدی والف"۔ اب یہ علم حسینی علم گولکنڈہ کے نام سے اندرون "قلعہ گولکنڈہ" ایام عشرہ محرم میں استادہ ہوتا ہے۔ قطب شاہی سلطنت کے زوال تک گولکنڈہ اور حیدرآباد میں حسب دستور عزاداری ہوتی رہی۔ آثار قطب شاہی میں سے ایک ایسی مسجد بھی بالا حصار قلعہ گولکنڈہ میں موجود ہے جس کے دونوں میناروں کے ستونوں پر دکھنی وضع میں دو علم مبارک کے نمونے نقشی دھیٹوں اور طویل نیز دوں پر بنائے گئے ہیں۔ اسی طرح دکن کا ایک قدیم راجہ اجداد کے باقی ماندہ کھنڈرات کی بلندیوں پر اعلان نوحہ کے ساتھ عزائے حسین کی ابتدا اور بمصداق قول خواجۂ بزرگ " حقا کہ بنائے لا الہ ہست حسینؑ " سلاطین قطب شاہیہ نے ہی کی تھی۔

اورنگ زیب عالمگیر کے عہد حکومت میں بزمانہ صوبہ داری شہزادہ کام بخش نے عاشور خانہ شاہی کو ایک عرصہ دراز تک بیکار اور افتادہ حالت میں ڈال دیا تھا۔ وہاں کے طلائی اور جواہر نگار علم اور ان کی زر بفتی ٹوٹیاں جن میں قطب شاہی نباضوں نے آیات قرآنی اور ادعیہ ماثورہ کو اپنی ہنرمندی کے طور پر جوڑ دیا تھا وہ بادشاہی قبض و تصرف میں آگئیں اور یہ شاہی عاشور خانہ سرکاری گاڑی خانہ بنا دیا گیا۔ جس طرح بعد شہادت فرزند رسول سنہ ۶۱ھ میں مدینۂ رسول کو تاراج کر کے مسجد نبوی میں لشکر یزید نے گھوڑے باندھے تھے۔

غفران مآب حضرت آصف جاہ ثانی نے اپنی تخت نشینی کی نذر عقیدت میں سنہ ۱۱۷۵ھ میں اس عاشور خانہ کی صفائی کروائی اور قطب شاہی زمانے کے سنگی ستونوں والے قدیم عاشور خانہ کے سامنے ایک شاندار اور بہت ہی بلند چوبی ستونوں والی

پانچ دری عمارت بنوادی جو دو دالانوں پر مشتمل ہے جس کی چھت اور دیواروں پر بھی لکڑی کے بڑے بڑے تختہ نصب ہیں۔ ان دالانوں کے صدر میں اندرونی رو کار پر۔

چون نظام الملک آصف منزلت ۞ کردہ از بہر حسینؑ تو قیر او
ہست ایں قدسی مکان آن امام ۞ کہ بہ فرقاں آمدہ تطہیر او
گفت ہاتف سال تاریخش چنین ۞ کردہ آصف جاہ ما تعمیر او

سنہ ۱۱۷۶ھ تحریر ہے اور یہاں از سر نو علم استادہ کیے گئے جو قطب شاہی زمانہ کے تیار کردہ ہیں اور اس عاشور خانہ کی رونق و آرائش میں وہی خوبی پیدا کی گئی جو کبھی قطب شاہی دور میں تھی۔ مغفرت مآب حضرت آصف جاہ اول کی سلطنت کا زیادہ زمانہ خجستہ بنیاد شہر اورنگ آباد میں گزرا ہے اس لیے عزاداری سے متعلق کوئی کارنامہ مشہور نہ ہو سکا۔ لیکن مدحت آل رسول کی سعادت ضرور حاصل تھی۔ مغفرت منزل حضرت آصف جاہ ثالث کے عہد میں عزاداری امام حیدرآباد میں قدیم اور دیرینہ روایات کے پیش نظر جاری رہی۔ خود بدولت بھی اپنے محل میں بیگم صاحبہ جہاں پرور بیگم کے عاشور خانہ میں منعقد کیے ہوئے مجالس عزا میں شرکت فرماتے تھے۔ عہد غفران منزل نواب ناصر الدولہ میں بھی عزاداری بدستور قائم و جاری رہی اپنے اظہار عقیدت میں علم مبارک بی بی پر جواہر کے گوشوارے بطور نذر پیش فرماتے تھے۔ اور دوسرے عاشور خانوں کی نذر و نیاز میں بھی اضافہ ہوتا رہا۔

مغفرت مکان نواب افضل الدولہ کے عہد میں بھی عزاداری حسب دستور سابقہ جاری رہی۔ ہر سال ماہ محرم میں تین لاکھ روپیہ کی خیرات ہوتی تھی اور عہد غفران مکان میں تو مجالس عزا میں کافی ترقی اور اہتمام ہوتا رہا۔ خود بدولت اکثر موقعوں پر شرکت مجالس عزا کی سعادت حاصل فرماتے۔ ہر سال ماہ محرم میں سلام

اور رباعیاں تصنیف فرماتے اور مجالس عزا میں پڑھوائے جاتے تھے۔ عاشور خانوں کی نذر و نیازات میں بھی اضافہ ہوتا رہا۔

عہد حضور آصف جاہ سابع تو عزاداری کے تعلق سے یادگار زمانہ ہے۔ سلطنت کے قدیم اور بڑے عاشور خانوں کی از سر نو تعمیر اور ان کا تحفظ شاہی محلات کے وسیع احاطہ میں شاندار اور خوش وضع عاشور خانے۔ ساحل رود موسیٰ پر تشنہ کامان کربلا کی یاد میں سر بفلک عزا خانہ زہرا کی یادگاری تعمیر تو ایک بالکل ہی نیا تصور تھا کہ یہ عزا خانہ لب ساحل دریائے فرات سقائے دشت کربلا جناب قمر بنی ہاشم ابوالفضل العباسؑ کے روضۂ منور کی شبیہ بن کر ماتم حسینؑ کی عظمت کو مخلوق خدا پر ظاہر کرے اور ان تمام عاشور خانوں میں مجالس عزا کا انعقاد اور سب سے اہم خصوصیت الاوہ بی بی کی خوشنما تعمیر آرائش و تزئین فرش و روشنی اور رنگ آمیزی ہے جو ایک امتیازی شان رکھتی ہے۔ شاہان سلف نے جہاں اور تبرکات کی فراہمی علم اور عاشور خانوں کی تیاری میں حصہ لیا۔ وہ بھی ضرور ایک سعادت تھی کہ ہر ایک معصوم سے متعلق ایک ایک تبرک ان کو عطا ہوتا رہا۔ لیکن بشمول دو نوابان شاہی خاندانوں کے سلطنت دکن کے اختتام و تکمیل پر جو عدد قائم ہوا وہ ۱۴ کا مبارک عدد ہے جس طرح ہلال فلک چودھویں شب میں بدر کامل بن کر ضو فشاں ہوتا ہے جو کمال ارتقا کی انتہا ہے۔ بالکل اسی طرح اس چودھویں منزل پر وہ تبرک عظیم عطا ہوا جو کسی دوسرے کی قسمت میں نہیں تھا یہی وہ چادر مبارکہ تطہیر ہے کہ جس کے نیچے خمسۂ نجبا کے یکجا ہو جانے پر امین وحی جیسا مقرب بارگاہ مقدس فرشتہ جبرئیل بھی حیران و ششدر رہ گیا جس نے ہمیشہ اس بیت الشرف میں تسبیح گردانی گہوارہ جنبانی اور آسیا سائی و خیاطی کی خدمات جلیلہ انجام دی تھی اور بغرض احتیاج کے سائل بن کر اسی باب رحمت سے روٹی بھی حاصل کر چکا تھا۔ لیکن اب وہ سکا تمہر کی منزل میں یہ پہچان نہ سکا کہ اس چادر کے نیچے کون کون سی ہستیاں نہاں ہیں۔ حدیث کسا شاہد ہے کہ جبرئیل نے اپنے رب سے عرض کی یارب ومن تحت الکساء ۔ فقال هم فاطمة وابوها وبعلها وبنوها وهم تحت الكساء ۔

رسول اکرمؐ حبیبی شفیع المذنبین ہستی امام اولین و آخرین علی مرتضیٰ اور حسنین علیہم السلام کا تعارف اب قدرت اسی صاحب کسا و عصمت و طہارت معصومۂ عالم سیدۂ کونین کے ذریعہ سے فرما رہی ہے کہ جبرئیل جاننا چاہتے ہو کہ اس چادر کے نیچے کون کون ہیں تو سنو فاطمہؑ ہیں اور ان کے باپ اور ان کے شوہر اور ان کے بچے ہیں۔ جاؤ ان کو ہمارا سلام اور یہ تحفہ وہاں پہنچاؤ۔

إنما يريد الله ليذهب عنكم الرجس أهل البيت ويطهركم تطهيراً

جناب رسالت مآب نے نزول وحی سے قبل اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند فرما کر ارشاد فرمایا اللهم ان هؤلاء اهل بيتي فاذهب عنهم الرجس وطهرهم تطهيرا۔

ام المومنین ام سلمہ جیسی وفا شعار اور فرمانبردار حرم رسولؐ جو اس وقت وہیں قریب ہی بیٹھی ہوئی تھیں اس چادر مبارک کے گوشہ کو تھام کر پیغمبر خدا سے اذن حضوری طلب کیا کہ یا رسول اللہ کیا مجھ کو بھی اجازت ہے کہ میں بھی اس چادر میں داخل ہو جاؤں تو جناب ختم المرسلینؐ نے ان کے ہاتھ سے گوشۂ چادر کو کھینچ کر ارشاد فرمایا کہ انكِ لعلى خير تم اپنی جگہ خیر پر ہو لیکن یہ مقام تمہارے لئے نہیں ہے۔ بہر حال اسی چادر مبارک کا عطیہ روز الست جس جلیل القدر نصیب میں لکھا گیا تھا عطا ہو گیا۔

اب اس کی برکت اور فیضان رحمت تا ظہور قائم آل محمدؑ و قیام قیامت باقی ہے۔ یہی وہ زمانہ ہے کہ عوام کو عظمت عزائے امام ہمامؑ کے سمجھنے کی صلاحیت اور توفیق نصیب ہوئی ورنہ!! عامۃ الناس نے تو محرم کی مصروفیات کو کھیل اور تماشوں رنگ و سوانگ ہی پر منحصر رکھا تھا۔ اس طرح ان با عظمت و متبرک ایام عزا کی ناقدر شناسی اور توہین ہو رہی تھی جس کے متعلق خود لسان قدرت نے والفجر و لیال عشر کی قسم کھائی ہے کہ قسم ہے ان دس دنوں اور ان کی راتوں کی اس تفسیر کلام الٰہی کو سمجھ کر اس پر عمل پیرائی کرنا ہر کس و ناکس کا کام نہیں تھا۔ عوام کی لاعلم ذہنیت کو علم کی روشنی میں اجاگر کر کے عالم انسانیت نے مجلس اعظم کے غم و ماتم کی اہمیت کو واضح کر کے ان کے اذہان پر مرتسم کرنا محبت و مودۃ آل رسولؐ کے ساتھ غم حسین مظلومؑ کے رموز سے ان کو واقف کرانا یہ وہ اہم فریضہ تھا جو جناب سیدہ عالمیانؑ کے دکھے ہوئے دل کی تمناؤں کو پورا کر کے اس معصومہ کے غم زدہ قلب کی تسکین کا سبب بن گیا۔ چونکہ معصومۂ عالم اور رسول زادی نے اپنے مظلوم فرزند کے غم و الم میں حصہ لینے والوں کو طوبیٰ لکم اجیائی کے گرانبہا اور تلطف آمیز الفاظ کے ساتھ یاد فرمایا ہے۔ اس طرح جو رسالت کی ادائی کے ساتھ خوشنودی پیغمبر اکرمؐ و سیدہؑ کو بھی حاصل ہو خداوند متعال کا ارشاد گرامی هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ تو اپنے مقام پر اٹل اور ایقان و ایمان کی منزل میں مستحکم ہے۔ اس کا صلہ تو ابدالآباد جاری رہے گا۔ اور اس پر شکوہ خانوادہ پر افضال و اکرام خدا دائم ہے جسنے گزشتہ ڈھائی صدیوں سے سرزمین دکن میں انصرام عزاداری فرزند رسولؐ امام مظلومؑ کو جاری رکھتے ہوئے زمانہ کے ناقدر شناسی دور میں اس کے تحفظ اور نگہداشت کو اپنا ایمانی فریضہ قرار دیکر فلاح دارین حاصل کی۔

لو شاعر قوم نانا بھی ہو گئے

یک شد دو شد

یہ خبر نہایت مسرت کے ساتھ سنی جائے گی کہ وابستہ دامان اصفیؔ شاعر قوم حکیم علمی افندی کی دختر نیک اختر کو گزشتہ ہفتہ لڑکی پیدا ہوئی۔ شاعر قوم اپنی نواسی کو دیکھ کر پھولے نہیں سمارہے ہیں۔ خدا انہیں یوں ہی خوش رکھے کہ یہ ہمارے سرکار حق آگاہ کے دعاگو ہیں۔

ہم ادارہ شیراز کی جانب سے علمی صاحب کو نانا بننے کی مبارکباد کہتے ہیں۔

یہ سائنس کی دنیا

اناج کو کیڑوں سے محفوظ رکھنے کیلئے

سائنس کا استعمال

امریکہ کی مشی گن یونیورسٹی میں کیمیاوی انجینری اور ایٹمی انجینری کے شعبے کے پروفیسر لائیڈ ای براون ویل نے بمبئی میں شعاع زنی کے ذریعہ کیڑے مکوڑوں سے اناج کی حفاظت اور جدید طریقوں سے اناج کی ذخیرہ اندوزی کے متعلق ایک پلان کا خاکہ پیش کیا ہے۔ بعض مستند ماہرین کا یقین ہے کہ مسٹر براون ویل کی تجویز اناج کے ذخیروں کو محفوظ رکھنے کے مجوزہ طریقوں کے مقابلے میں زیادہ موثر ارزاں اور محفوظ ہے۔

پروفیسر براون ویل نے تابکار آئی سوٹوپوں کے متعلق ایک حالیہ بین الاقوامی مجلس مباحثہ میں بتایا کہ اناج جس ملک میں پہنچیگا اس کی بندرگاہ میں اس پر گاما شعاع مشین سے شعاع زنی کی جائے گی۔ یہ مشین جہاز یا ریل گاڑی میں بھی جاسکتی ہے شعاع زنی کی ایسی ہلکی پھلکی مشین امریکہ کی کرٹس۔ رائٹ کارپوریشن کی طرف سے تیار کی گئی ہے۔ اس مشین سے اناج میں کیڑوں کے انڈے ہلاک ہوجائیں گے۔ جس سے اناج کے ذخیرے تباہی سے بچ جائیں گے شعاع زنی سے پہلے اناج ایسی بوریوں میں بند کیا جائے گا جن پر پانی اور کیڑے دونوں کوئی اثر نہیں کرسکتے۔ ان بوریوں کو فضا میں کہیں بھی رکھا جاسکتا ہے اور ترپال سے ڈھانپا جاسکتا ہے۔ اس سے ذخیرہ اندوزی میں پیش آنے والے مسئلے اور ذخیرہ اندوزی پر آنے والی بھاری لاگت ختم ہوجائے گی۔ اناج کیڑوں، بارش اور شبنم سے محفوظ رہے گا۔ اور خوراک فراہمی آسانی سے ہوسکیگی۔

براون ویل نے بتایا کہ اس طریقے سے اناج کے جدید قیمتی کھیتوں کے بغیر گیہوں کو برسوں تک محفوظ رکھنا ممکن ہو جائے گا۔ امریکہ میں حکومت فاضل اناج کے ذخیروں کو محفوظ رکھنے کے لئے ہر سال لاکھوں ڈالر خرچ کرتی ہے۔ بوریوں پر جو ہندوستان میں تیار کی جاتی ہیں جراثیم کش "لن ڈین" کا عمل کیا جائے گا جس سے ان پر کیڑوں کوڑوں کا اثر نہ ہوسکے گا۔ یہ عمل ہندوستانی سائنس دانوں نے تیار کیا ہے۔ اس عمل کے بغیر اناج میں چند ہفتوں کے اندر کیڑے پڑسکتے ہیں۔ عام طور سے اناج کے کیڑے مکوڑوں کو جراثیم کش دوائیوں سے ہلاک کیا جاتا ہے اور اس کے بعد انہیں جدید کھیتوں میں بھیجا جاتا ہے۔ فاضل اناج پیدا کرنے والے علاقوں سے جو اناج جدید کھیتوں میں آتا ہے اس کے ساتھ کیڑے اور انڈے بھی کھیتوں میں پہونچ جاتے ہیں۔ اگر ان کیڑوں کو کیمیاوی دھونی سے ہلاک نہ کیا جائے تو یہ کیڑے کھیتوں میں پہونچ کر وہاں انڈے دیں گے جن سے لاروا کے مرحلے میں مزید کیڑے مکوڑے پیدا ہوں گے۔ اس مرحلے میں کیڑے زیادہ اناج کھا جاتے ہیں۔ اور اناج کی بھاری مقدار کو خراب کردیتے ہیں۔

کیڑوں اور لاروا پر تو کیمیاوی دھونی کا اثر ہوجاتا ہے لیکن ان کے انڈوں پر نہیں۔ البتہ شعاع زنی کیڑوں کے انڈوں کی ہلاکت کی سو فیصد ضمانت دے سکتی ہے۔ شعاع زنی زیادہ موثر ہونے کے علاوہ زیادہ ارزاں اور کیمیاوی دھونی سے زیادہ محفوظ ثابت ہوسکتی ہے۔ اتحادی سبھا کی خوراکی و زراعتی تنظیم کا اندازہ ہے کہ کیڑے مکوڑے ہر سال جتنا اناج تباہ کرتے ہیں وہ دس کروڑ اشخاص کو کھلانے کیلئے کافی ہے۔ صرف امریکہ میں ہر برس ۳۰ کروڑ ڈالر کے اناج کا نقصان ہوتا ہے۔

ترجمہ کرنے والی مشین

امریکہ میں ایک نئی قسم کی برقیاتی مشین تیار کی جارہی ہے جو ترجمہ

قطعہ

رنگِ گلہائے چمن چیدہ مرا ‖ خوش کند بنگر تو این دیدہ مرا
جملہ الفاظ و معانی نکتہ ہا ‖ شد ہمہ مرغوب سنجیدہ مرا

(آمدہ از نذری باغ)

[illegible] اس کا تجارتی زبان میں ترجمہ کردیتی ہے اور تمام معلومات کو [illegible] پر چھپ دیتی ہے۔ اس کے ساتھ ایک خصوصی کمپیوٹر لگا ہوا ہے جس سے یہ کسی بھی غیر زبان کے مضمون کا ڈھائی سطر فی سکنڈ کی رفتار سے انگریزی میں ترجمہ کرسکے گی۔ یہ مشین تجارتی مقصد کے [illegible]) کی فرنلنگٹن مینو فیکچرنگ کمپنی کی طرف سے تیار کی جارہی ہے۔ حال میں واشنگٹن میں اس کا مظاہرہ کیا گیا جہاں اسے دنیا کی پہلی تجارتی مضامین پڑھنے والی مشین بیان کیا گیا۔ اب تک جو متعدد مشینیں تیار کی گئی ہیں وہ کریڈٹ کارڈوں اور بنکوں کے چیک کے اعداد ہی پڑھ سکتی ہیں لیکن ان میں سے کوئی بھی لکھے ہوئے الفاظ نہیں پڑھ سکتی۔ اس مشین کا نام ہے FARRINGTON NUMERO ALPHA BET OPTICAL SCANNER.

یہ مضامین کے تمام صفحات پڑھ کر اس کا مخفف تیار کرتی ہے۔ چھ بڑی بیمہ کمپنیوں نے پریمیم کے نوٹس پڑھنے کیلئے اس مشین کا آرڈر دیا ہے۔ سردست اس کی قیمت ۲۲۳۰۰۰ ڈالر ہے۔ یہ آٹھ دنوں میں ۱۵ لاکھ نوشتوں کو نپٹا دیتی ہے۔ اس کام کو کلرکوں اور اکاونٹنٹوں کی بھاری تعداد مہینوں میں انجام دیتی ہے۔

دماغ میں خون کے بہاؤ کا جائزہ لینے کا نیا طریقہ

لاس اینجلز کے محقق سائنسدانوں نے دماغ میں خون کے بہاؤ کا پتہ لگانے کے لئے ایک نیا طریقہ دریافت کیا ہے۔ اور ان کی اطلاع ہے کہ اس سے خون کی رگوں میں پیدا ہونیوالی خرابیوں کی تشخیص کرنے میں بڑی مدد مل سکتی ہے۔ وہ بازو کی ایک رگ میں ایک تابکار مادہ داخل کرتے ہیں اور دو پیمائشی آلوں کے استعمال سے دماغ میں اس کی آمد کا پتہ لگاتے ہیں۔ سر کے دونوں طرف ایک ایک آلہ رکھا جاتا ہے جس سے محقق دماغ کے دونوں اطراف میں خون کے نسبتی بہاؤ مطالعہ کرسکتے ہیں۔ ان کی اطلاع ہے کہ ان کے اس طریقے سے مریض کو کوئی تکلیف نہیں ہوتی اور اس سے دماغ میں خون کی ضخامت میں تبدیلیوں کا پتہ لگانے اور دماغ کی جراحی اور دوائیوں کے اثرات کا جائزہ لینے کے لئے کام لیا جاسکتا ہے۔

امریکی کیمیاوی صنعت کی عظیم ترقی

امریکہ کی مینو فیکچرنگ کیمسٹس اسوسی ایشن کی اطلاع ہے کہ سنہ ۱۹۶۰ء میں امریکہ کی عظیم کیمیاوی صنعت کی بکری، تحقیقی اخراجات اور اثاثہ میں بھاری اضافہ ہوا۔ اور نئے پلانٹوں میں بھی بھاری سرمایہ لگایا گیا۔ اس تنظیم نے جو ۹۰ فیصد صنعت کاروں کی نمائندگی کرتی ہے۔ بتایا ہے کہ گذشتہ برس بکری نے ۲۸ ارب ڈالر پر پہونچکر ایک نیا ریکارڈ قائم کیا۔ نئے پلانٹوں اور سامان میں لگنے والا سرمایہ ایک ارب ۲۵ کروڑ ڈالر سے بڑھ کر ایک ارب ۶۰ کروڑ ڈالر ہوگیا۔ تحقیق و مطالعہ پر ۷۰ کروڑ ڈالر خرچ ہوئے اور کل اثاثہ ۲۴ ارب ۵۰ کروڑ ڈالر کا ہوگیا۔

سمندری پانی کو میٹھے پانی میں منتقل کرنے کا نیا طریقہ

جنرل الکٹرک کمپنی کی رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ سمندری پانی سے نمک نکالنے کیلئے ایک نیا طریقہ آزمایا گیا ہے اور وہ کفایتاً قابل عمل پایا گیا ہے۔ اس کمپنی نے امریکہ کی وزارت داخلہ اور بحریہ کے عطیات سے یہ نیا عمل دریافت کیا ہے۔ اس کی طرف سے بتایا گیا ہے کہ

قطعہ

ازپئے ما فضلِ باری می شود ||| زآبِ رحمت نہر جاری می شود
در سرِ ما گفت این پیرِ مغان ||| نشۂ مے نیز طاری می شود

(آمدہ از نذری باغ)

اس کے عمل کشید کے لئے اگر اسے جہازوں میں استعمال کیا گیا۔ مروجہ عمل کشید کے مقابلہ میں نصف جگہ درکار ہوگی۔ اور اسکی مشنری کا وزن بھی قریباً نصف ہوگا۔ زمین پر کام لینے سے نئے عمل کی مشنری کی پیداواری لاگت بھی بہت کم ہو جائے گی۔

اس عمل کے تجربوں سے پتہ چلا ہے کہ ہر سو پونڈ سمندری پانی میں سے ۲۴ پونڈ میٹھا پانی تیار کیا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ نئے عمل سے پانی کی پاکیزگی پر بھی کوئی برا اثر نہیں پڑتا۔

شمالی بحر اوقیانوس کا نقشہ

امریکن جیوگرافیکل سوسائٹی نے آنے والے دس برسوں کے لئے جو منصوبے بنائے ہیں ان میں شمالی بحر اوقیانوس کا ایک اٹلس بھی شامل ہے جس میں سطح سے تہہ تک اور خط استوا سے قطب شمالی تک تمام تفاصیل کا اندراج ہوگا۔ یہ منصوبہ امداد باہمی کا ایک بین الاقوامی منصوبہ ہے جس کے تحت سمندر کے طبیعاتی، ارضیاتی، جغرافیائی اور حیاتیاتی پہلوؤں کے متعلق ایک اٹلس تیار کی جائے گی۔

اس منصوبے پر سوسائٹی کی سالانہ رپورٹ میں روشنی ڈالی گئی ہے جو ابھی دنوں شائع کی گئی۔ اس منصوبے کے ابتدائی پہلو گزشتہ سال میں شروع کئے گئے تھے اسکے بعد سے ایک بڑا نقشہ اور ۱۶ چھوٹے یا تو تیار ہو گئے ہیں یا جلد مکمل کئے جائیں گے۔



گلشن اطفال

تحفۂ رمضان المبارک

از سیدہ طاہرہ بیگم

بچو! سیرۃ الزہرا کمیٹی حیدرآباد نے ادارہ شیراز کیلئے ایک چھوٹی سی خوبصورت کتاب بطور تحفۂ رمضان المبارک روانہ کی ہے - اس کتاب میں سلطان الہند خواجۂ اجمیریؒ حضرت سعدی شیرازیؒ حضرت ابن یمینؒ اور سید الواعظین آقای سید شاہ عباس منصوری خراسانی کی مناجاتیں درج ہیں - یہ کتاب ہزاروں کی تعداد میں شائع ہوئی ہے - اگر تمہیں نہیں ملی ہے تو حیدرآباد کے ممتاز ایرانی تاجر آقای حسین ... مدینہ ہوٹل سے مفت حاصل کر سکتے ہیں -

اس کتاب کا نام تحفۂ رمضان المبارک اسلئے رکھا گیا ہے کہ یہ ماہ رمضان المبارک میں طبع کی جاکر تحفتاً تقسیم کی گئی ہے - یہ مناجاتیں چونکہ نیک اور صاحب دل بندگوں کی لکھی ہوئی ہیں

اس لئے ان مناجاتوں کے پڑھنے سے یقین کیا جا سکتا ہے کہ ہماری دعا مقبول بارگاہ قاضی الحاجات ہوگی -

اس کتاب میں سب سے آخری مناجات یہ ہے -

به محمدؐ به علیؑ و به زهراؑی رضی | حسنؑ و حسینؑ و سجادؑ زکی
و به باقرؑ و به صادقؑ و به کاظمؑ و رضاؑ | به تقیؑ و نقیؑ و ذوالعسکرؑ و مهدیؑ
به سلامت تو نگهدار شه عثمان را | به محمدؐ به محمدؐ به علیؑ به علیؑ

کتنی پر اثر اور کیسی پُر خلوص دُعا ہے -

بچو! تم اگر نہیں جانتے ہو تو اپنے بزرگوں سے پوچھ لو اعلیٰحضرت حضور نظام خدمت خلق کو عبادت سمجھتے ہیں انسانی ہمدردی کو مذہب جانتے ہیں اور دکھی انسانیت کو سکھ پہنچانا فرض ایمانی تصور فرماتے ہیں اسلئے ہمارا فرض اولین ہے کہ ہم بھی سحر و شام ان کیلئے دعا کریں -

بچو! یاد رکھو! اعلیٰحضرت حضور نظام مخزن بذل وجود ہیں - معدن لطف عطا ہیں اور منبع فیض و کرم ہیں - اعلیٰحضرت حضور نظام کی ذات سے آج بھی ہزاروں مستحقین کو فیض پہنچ رہا ہے - اسی لئے آپ کو منبع فیض کہا جاتا ہے -

بچو! واقعاً شاعر نے کیا خوب کہا ہے

زمانے نے نہ دیکھا تھا نہ دیکھا ہے نہ دیکھیگا
شہ عثمان علیخان سا کوئی داتا حقیقت میں

زرین اقوال

خدا کی مشیت میں ہر چیز ممکن ہے -
(سرکار حق آگاہ)

قطعہ

درچمن بادہ گسارم تا کہ | گفت گلہا کہ بہارم تا کہ
درجہان بہر حصولِ مقصد | ساعتِ نیک شمارم تا کہ

(آمدہ از نذری باغ)

صمصام شیرازی کا ایک شعر

از ابوالکمال نیشاپوری (فاضل مشرقیات)

آید ہمی آواز زہر خشت و زہر سنگ
این جامعہ منت کش سرکارِ نظام است

۲۴ فروری کو شیراز میں آقای سید صمصام شیرازی کی غزل "تمام است۔ نظام است" نظر سے گزری۔ یہ غزل بزم سعدیؒ کی طرح سے "در مجلس ما سنگ میدا از کرجا است" پر کہی گئی ہے۔ جب آقای صمصام کے اس شعر پر میری نظر پڑی

آید ہمی آواز زہر خشت و زہر سنگ
این جامعہ منت کش سرکارِ نظام است

تو بے اختیار دل کی زبان سے نکلا ؎

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جب اس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے۔

صمصام شیرازی کا یہ شعر کیا ہے اپنے اندر تلمیح و اشاریت اور صداقت و خلوص کی ایک دنیا لئے ہوئے ہے۔

مغربی علمائے ادب اور نقادوں نے اچھے شعر کے لئے تین خصوصیات کا ہونا ضروری قرار دیا ہے۔

۱۔ صداقت
۲۔ خلوص
۳۔ جوش

شمس العلماء حالی پانی پتی نے بھی مقدمہ شعر و شاعری میں اچھے شعر کی یہی تین خصوصیات بیان فرمائی ہیں۔

—— آیئے! صداقت، خلوص اور جوش کی کسوٹی پر صمصام شیرازی کے مذکورۂ بالا شعر کا جائزہ لیں۔

(۱) صداقت

دندانِ تو جملہ در دہانند
چشمانِ تو زیر ابروانند

کتنی صداقت ہے اس شعر میں۔ تیرے جملہ دانت تیرے منہ میں ہیں۔ تیری دو آنکھیں تیری ابرو کے نیچے ہیں۔ لیکن اس سچائی کے باوصف یہ شعر اثر سے خالی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ شعری صداقت کے معنی امور مسلمہ کو دہرا دینا نہیں بلکہ باطل کے مقابلہ میں حق کا اعلان کرنا کذب کے مقابلہ میں صدق کو پیش کرنا۔ یہ ہے صداقت۔

صمصام شیرازی نے اپنے مذکورہ شعر میں باطل کے مقابلہ میں حق کا اعلان کیا ہے۔ جھوٹ کے مقابلہ میں سچائی کو پیش کیا ہے آج علوم و معارف اور تعلیمی ترقی کو جو لہو لگا کر شہیدوں میں نام کرنے والوں سے منسوب کیا جا رہا ہے۔ صمصام شیرازی نے اس جھوٹ اور اس پروپگنڈے کا پردہ چاک کرکے علوم و معارف کے حقیقی چشمۂ فیض اور تعلیمی ترقی کے حقیقی محرک اور معاون کو پیش کیا ہے۔ یہی وہ صداقت ہے جو شعر کے جسد کے لئے جان کا مرتبہ رکھتی ہے۔

(۲) خلوص

ہیں دوست ترے، تجھ کی پروا نہ کریں گے
کیا کیا نہ کیا تیرے لئے کیا نہ کریں گے!

کتنا خلوص ہے اس شعر میں ۔ دوست اپنے خلوص کا اظہار کر رہا ہے ۔ اور کہہ رہا ہے کہ میں تیرا دوست ہوں ۔ مجھے عزیز دل کہہ رہا ہیں ۔ لیکن غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ خلوص کا اظہار نہیں کر رہا ہے بلکہ اپنا احسان جتا رہا ہے کہ میں نے تیرے لئے کیا کیا ہے کیا اور کیا نہ کروں گا ۔

ہمیں معلوم ہوا کہ حقیقی خلوص وہ ہے جو معرض اظہار میں نہیں آتا ۔ خلوص وہ ہے جس میں اپنی کسی غرض کا شائبہ تک نہیں ہوتا ۔ صمصام شیرازی کے مذکورہ شعر میں ایسے ہی خلوص کی روح کار فرما ہے ۔ یہ خلوص صرف محسوس کیا جا سکتا ہے ۔ لیکن بیان نہیں کیا جا سکتا ۔ شاعر کو اپنے ممدوح سے دلی خلوص ہے لیکن وہ اس خلوص کا اظہار اپنی ذات کو نمایاں کئے بغیر اور اپنی خلوص کاری کو جتائے بغیر کرتا ہے ۔ یہی طریقہ اظہار حقیقی خلوص کی نشانی ہے ۔ جو شعر کے جسد میں روح رواں کی حیثیت رکھتا ہے ۔

(۳) جوش

کھل دیں گے سرمایہ داروں کو آکے دل
ہمارے عزائم ہیں پُر جوش ساقی

اس شعر میں کتنے پُر جوش الفاظ ہیں ۔ کچلنا ' عزائم ' پُر جوش ۔ لیکن اس کے باوجود شعر میں گرمی اور جوش نہیں معلوم ہوتا ہے کہ شعر میں جوش خالی الفاظ سے پیدا نہیں ہوتا بلکہ اس کیلئے دل کی گرمی ' حق کا سوز اور فطری ولولہ درکار ہے صمصام شیرازی کے زیر نظر شعر میں وہی جوش بیان ہے جو دل کی گرمی اور سوز حق سے پیدا ہوتا ہے ۔ اس شعر میں "جامعہ" کو خواہ تلمیح سمجھئے یا "اشارت" ——

آج اردو زبان کی ہمہ گیر ترقی ' اس کی وسعت ' پھیلاؤ اور اردو ادب کی عظمت کا دعویٰ کیا جاتا ہے ۔ لیکن ان ساری ترقیوں کا سہرا کوئی تو انجمن ترقی اردو کے سر باندھتا ہے کوئی عبدالحق کو بابائے اردو کہکر ان کو اردو زبان کو پروان چڑھانے والا کہتا ہے ۔ لیکن سچ پوچھا جائے تو اردو زبان کی یہ ساری ترقی اردو علم و ادب کی یہ ساری عظمت علوم و معارف کی یہ ساری ترقی اعلیحضرت حضور نظام کی رہین منت ہے ۔ سلطان العلوم ہی نے جامعہ عثمانیہ کی بنیاد رکھ کر اردو کو ذریعہ تعلیم بناکر اور دارالترجمہ کے ذریعہ جدید علوم سائنس کا اردو میں ترجمہ کروا کر اردو زبان کو مالا مال کر دیا ۔ علاقائی زبانوں کو ذریعہ تعلیم بنانے کی کوشش آج کی جا رہی ہے ۔ لیکن حضور نظام نے تقریباً نصف صدی قبل اردو زبان کو ذریعہ تعلیم بناکر یہ بتا دیا کہ علاقائی زبان بشرطیکہ عزائم میں خلوص اور صحیح جذبہ ہو تو کس طرح ذریعہ تعلیم بن سکتی ہے شاعر اپنی زبان سے اس حقیقت اور اس صداقت کا اظہار نہیں کرتا بلکہ سنگ و خشت کی زبان سے یعنی زبان حال سے کہلواتا ہے ۔

"این جامعہ منت کش سرکار نظام است"

اظہار کی یہ خوبی ' یہ صداقت ' یہ خلوص اور یہ جوش ایک سچے آرٹسٹ کا کارنامہ ہے ۔ میں اس سچے شعر پر آقای صمصام شیرازی کو مبارکباد دیتا ہوں ۔
اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

برطانیہ کی قومی صحت سروس کی کہانی
ایک ڈاکٹر کی زبانی

از قلم (ڈاکٹر - این - ڈیلی)

میں لندن کے ایک ایسے علاقہ میں پریکٹس کرتا ہوں جہاں زیادہ تر مزدور طبقہ کے لوگ رہتے ہیں۔ میرے بہت سے مریض فیکٹریوں (ٹرانسپورٹ سروس میں کام کرنے والے مزدور اور ان کے بال بچے ہیں۔ میرا شفا خانہ نیا ہے اور اس میں جدید طرز کا سازوسامان رکھا گیا ہے۔ اس کے دو کمروں میں مریضوں کا معائنہ کیا جاتا ہے اور ان کو طبی مشورہ دیا جاتا ہے۔ ایک کمرہ سکریٹری کے لئے مخصوص ہے ایک چھوٹی سی تجربہ گاہ بھی شفا خانہ میں قائم کر رکھی ہے۔ ایک بڑا اور کشادہ کمرہ ایسا ہے جہاں مریض بیٹھ کر ڈاکٹر کا انتظار کرتے ہیں۔ صبح ۹ اور ۱۱ کے درمیان اور شام کو ۷ اور ۳۰-۷ کے درمیان مریضوں کا معائنہ کیا جاتا ہے۔

برطانیہ میں پریکٹس کرنے والے ڈاکٹر عام طور پر شراکت سے کام کرتے ہیں۔ میری پراکٹس بھی مشترکہ ہے۔ میں اور میرا حصہ دار تقریباً ۶۵۰۰ مریضوں کے علاج معالجہ کے ذمہ دار ہیں گھروں میں جاکر بھی مریضوں کا معائنہ کیا جاتا ہے۔ رات کے وقت اور سنیچر اور اتوار کو یہ فرض ہم باری باری انجام دیتے ہیں۔

ہمارے مریض تقریباً سب کے سب ایسے ہیں جن کو قومی صحت سروس کے مریض کہا جاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہمیں کوئی فیس ادا نہیں کرتے۔ مریضوں کی تعداد کے مطابق ہمیں معاوضہ حکومت کی جانب سے ملتا ہے۔ ایک مریض کے تئیں ہم جو خدمت انجام دیتے ہیں اس کا معاوضہ یا اجرت مقرر ہے۔

اگر کسی مریض کو کوئی دوا دینا ہو تو ہم ایک مقررہ فارم پر اپنا نسخہ لکھ دیتے ہیں جسے وہ کیمسٹ کے پاس لے جاتا ہے۔ ہر نسخہ کیلئے مریض کو ایک مقررہ رقم ادا کرنا پڑتی ہے۔ چاہے دواؤں کی قیمت کچھ بھی ہو۔ جدید طرز کی دوائیں کافی مہنگی ہوتی ہیں۔ لیکن صحت سروس کے تحت ان کو بہت کم داموں پر یہ دوائیں مل جاتی ہیں۔ موسم گرما کی بہ نسبت موسم سرما میں ہمیں بہت زیادہ کام کرنا پڑتا ہے۔ سردیوں میں سینہ کی بیماریوں کے کیس زیادہ ہوتے ہیں۔ تپ دق کے کیسوں کی تعداد تو اب بہت کم ہو گئی ہے۔ لیکن برانکائیٹس دمے اور نمونیہ کے مریض ہمیں کافی دیکھنا پڑتے ہیں۔ موسم سرما میں وبائی بیماریوں کا بھی زور ہوتا ہے۔ بعض اوقات تو ہمیں ۱۵ یا ۱۶ گھنٹے کام کرنا پڑتا ہے۔ لیکن گرمیوں میں بعض اوقات ہمیں دن کے وقت چار یا پانچ گھنٹے آرام کرنے کے لئے مل جاتے ہیں۔

برطانوی طب آج پچاس سال بلکہ پندرہ سال قبل کے طب سے بالکل مختلف ہے۔ طبی علم و فن میں بہت ترقی ہو چکی ہے۔ نئی نئی دریافتوں (مثلاً پنسلین) نے علاج معالجہ کے طریقے بالکل بدل دیئے ہیں۔ بیماریوں کے روک تھام کے طریقے بھی اب پہلے سے بہت زیادہ موثر ہیں۔ بہت سی بیماریاں جو چند سال قبل عام تھیں اب بہت کم سننے اور دیکھنے میں آتی ہیں۔ مثال کے طور پر گزشتہ بارہ سال کے دوران میں ڈپتھیریا (خناق) کا کوئی کیس میرے تجربے میں نہیں آیا۔ سارے سال کے دوران برطانیہ بھر میں آتشک کے کیسوں کی تعداد چند سو ہوگی۔ تپ دق اور پولیو کے کیس بھی اب ختم ہوتے جارہے ہیں۔ زچگی کی وجہ سے ہونے والی اموات بڑی تیزی سے کم ہوتی جارہی ہیں۔ بچوں کی اموات اب تو

کم عمر بچوں کی اموات کبھی نہیں ہوتیں - ایک سال کی عمر سے پہلے مرنے والے بچے زیادہ تر ایسے ہوتے ہیں جن میں کوئی تشویشناک پیدائشی نقص ہو۔

باشندگان برطانیہ کا معیار صحت اب پہلے سے بہت بہتر ہے - اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کو اچھی غذا ملتی ہے - گزشتہ ۲۰ برسوں کے دوران میں تقریباً تمام برطانوی بچوں کو کافی خوراک ملتی رہی ہے - حاملہ عورتوں کو سستا دودھ اور سنگترے کا رس مہیا کیا جاتا ہے - ان کو کوڈ لیور آئل مفت دیا جاتا ہے - اسکولوں کے بچوں کو قیمت کے بغیر دودھ اور بہت کم قیمت پر دن کا گرم کھانا دیا جاتا ہے - برطانوی بچوں کا قد اور وزن بڑھ گیا ہے۔

لیکن یہ کہنا صحیح نہیں ہوگا کہ برطانیہ میں لوگ بہت آرام کی زندگی بسر کر رہے ہیں - برطانیہ کی شہری زندگی کی رفتار اتنی تیز ہے کہ بہت سے لوگوں کے لئے اس سے قدم ملا کر چلنا مشکل ہو گیا ہے - ان کی پریشانیاں بڑھ گئی ہیں - اسپتالوں میں دماغی امراض کے مریضوں کی تعداد میں اضافہ ہو گیا ہے - لیکن حال ہی میں بعض ایسی ادویات دریافت کی گئی ہیں جو دماغی بیماریوں کے لئے بہت موثر ثابت ہوئی ہیں - ایک اور بڑا مسئلہ کینسر ہے - ابھی اس کا کوئی یقینی علاج دریافت نہیں ہوا - لیکن پھر بھی اس سلسلہ میں کافی کام ہوا ہے جو اس بیماری کے علاج میں بہت مفید ثابت ہو رہا ہے -

ہندوستانی باشندہ کو اعزاز

ایک اطلاع کے مطابق ساؤتھ انڈیا ٹیکسٹائل ریسرچ اسوسی ایشن ورکنگ کومیٹور کے ڈائرکٹر مسٹر کے - سری نواسن کو برطانیہ کے ٹیکسٹائل انسٹی ٹیوٹ کا فیلو بنا دیا گیا ہے - یہ سب سے بڑا اعزاز ہے جو کہ مذکورہ انسٹی ٹیوٹ کی طرف سے کسی شخص کو دیا جاتا ہے جس نے ٹیکسٹائل صنعت سے متعلق علم و فن کی خاصی خدمت کی ہو - ٹیکسٹائل انسٹی ٹیوٹ ایک بین الاقوامی ادارہ ہے اور اس کے بہت سے ممبروں کا تعلق سمندر پار کے ملکوں سے ہے - اس کے ممبروں کی چار قسمیں ہیں لیکن اعلیٰ ترین ممبران وہ ہیں جن کو "فیلو" کہا جاتا ہے -



روحانی ریڈیو

یہ عنوان حضرت مجذوب حیدرآبادی کی ملکیت ہے - اُن کے روحانی مکاشافات کے متعلق ہم کوئی رائے ظاہر کرنے کی جراءت نہیں کرسکتے - ناظرین جانیں یا وہ خود - روحانی نشریات میں نام، مقامات اور واقعات فرضی ہوا کرتے ہیں - اگر اتفاقاً مطابقت ہو جائے تو کسی اسم خاص کا قیاس نہ فرمایا جائے - (ایڈیٹر)

ایکزار نوری میٹر پر ہم روحانی نشرگاہ سے بول رہے ہیں ابھی آپ چاند تارہ خضاب سے — معاف کیجئے! چاند تارہ قوال سے ایک غزل سن رہے تھے - جس کا مطلع تھا ؎

رند نشاط کوش مُسن عیش سے تجھ کو کام ہے
تیرا سرور بے حضور تیری شراب خام ہے

اب رائے بسنتی پرشاد صاحب تقریر فرمائیں گے - آپ کی تقریر کا عنوان ہے "ہولی" - گزشتہ اور موجودہ دور میں"

رائے بسنتی پرشاد :-

زیادہ نہیں دس پندرہ سال اُدھر کی بات ہے جب اپنے وطن فردوس چمن میں ہولی آتی تو دھرتی سے رنگ کے فوارے اُبلنے لگتے - آکاش، دھنک کی پچکاری بھر کر بھارت ماتا کے مکھ پر گلال کی پھوار برساتا - صبح کو جب مست پروا پھلواری میں سرسراتی تو آواز آتی ؎

مت مارو پچکاری شیام
مت مارو پچکاری

صبح جب سورج نکلتا تو ایسا معلوم ہوتا کہ پورب میں سحر کی دیوی گلال اڑا رہی ہے — شام کو جب سورج ڈوبتا تو ایسا معلوم ہوتا جیسے پچھم میں پھاگ اڑ رہا ہے - ہندوستان جنت نشان میں پھاگن ماس آتے ہی سرسوں پھول جاتی دیہات کی الہڑ دوشیزائیں ڈونگر پر بسنت چھیڑتیں - ؎

سرسوں پھولی بسنت آیا
سکھیوں نے ملکر بسنت گایا

اُدھر جنگل میں منگل منایا جاتا اور اُدھر شہروں میں رنگینی و شباب کے فوارے ابلنے لگتے - باغوں میں چہچہے اور محفلوں میں قہقہے گونجنے لگتے - باغوں میں جھولے پڑ جاتے - باغ جنت نگاہ اور فردوس گوش بن جاتے - نغمے فضا میں گونج اٹھتے ؎

دھوم مچاتی، رنگ اڑاتی، ہنستی گاتی رت آئی
مدھ ماتی، مدہوش بناتی پھول کھلاتی رت آئی

اور محفلوں میں ستار اور طبلے پر بسنت راگ چھڑتا ؎

لو پھر بسنت آیا

پھاگن ماس آتے ہی نہ سردی باقی رہتی نہ گرمی بلکہ سردی، گرمی کے گلے ملتے ہی موسم میں خوش گواری کی ایک نئی کیفیت پیدا ہو جاتی سردی اور گرمی کے ربط سے موسم کی کلی چٹک جاتی -

جیسا کہ شاعر نے کہا ہے ؎

کھلتے کھلتے یوں کھلی اس سرد موسم کی کلی
دھیرے دھیرے صبح وا ہوتی ہے جیسے چشم یار

اس طرح بدلا ہے موسم جس طرح کوئی حسیں
سرد مہری چھوڑ، گرم مہر ہو یا یار کار

بس پھاگن ماس آتے ہی امرائی میں سوتا تا، کوئل کوکتی، مور شور مچاتے، پروا سنکتی، پھلواری لہکتی، پنچھی چہکتے، پھول مہکتے۔ آتش گل سے چمن دہکتے، رند بہکتے، کھیتوں کے کھیت ڈہکتے۔ مسرت لہریں لیتی۔ خوشی جھولا جھلاتی، منہ اندھیرے شبنم موتی لٹاتی۔ صبح سورج پگھلا ہوا سونا بہاتا، رات میں چاندنی چاندی کی چادر گراتا۔ صبح کو مشرق میں سحر کی دیوی رقص کرتی۔ سورج کرنوں کا ستار چھیڑتا، شام کو مغرب میں رام لیلا کا ناچ ہوتا۔ ماہ تو ایسا معلوم ہوتا جیسے کرشن مراد لیکر آ بیٹھے ہیں۔ اور بنسی بجا رہے ہیں۔ تارے ایسے معلوم ہوتے گوپیاں آغاز بہار کا ناچ ناچ رہی ہیں۔ کہکشاں ایسی معلوم ہوتی جیسے رادھا کی مانگ میں سیندور بھر دیا گیا ہے۔ ہولی کے دن، دن بھر رنگ کھیلا جاتا۔ سڑکوں پر بھیڑ بھاڑ اور گلیوں میں چھیڑ چھاڑ رہتی۔ کوئی پکارتی ہے کوئی شرما رہی ہے۔ کوئی دونوں ہاتھ منھ پر رکھے پچکاری سے بچنے کی کوشش کر رہی ہے۔ کسی کا گلابی مکھڑا گلنار ہو گیا ہے۔ کسی کی ساری رنگ میں شرابور ہے۔ انگیا مسکی جا رہی ہے۔ رات میں پورن ماسی کو ہولی جلتی۔ تمام غم جل کر بھسم ہو جاتے صبح میں عبیر اور راکھ اڑتی دلوں کے تمام غم خاک میں مل جاتے لیکن —— آج بھی ہولی آتی ہے۔ شفق خوں بار، افق تیرہ، سورج کا منھ فق —— ہولی ہے یا تصویر قلق —— اب دھرتی سے رنگ کے فوارے نہیں اڑتے بلکہ دلوں سے حسرت و ارمان کا خون ٹپکتا ہے۔ اب قوس قزح رنگ نہیں برساتی بلکہ خون دل کی بارش ہوتی ہے۔ اب پھاگ نہیں اڑتا نفرت و کدورت کا جھاگ اڑتا ہے۔ اب کوئل کوکتی نہیں چیختی ہے اب کلیاں کھلتی نہیں بلکہ کلیوں کا سینہ چاک ہوتا ہے۔ اب شبنم موتی نہیں لٹاتی، آنسو ٹپکاتی ہے۔ اب پروا بسنت نہیں گاتی بیراگ چھیڑتی ہے۔ اب پنچھی چہچہاتے نہیں نوحہ کرتے ہیں۔ اب صبح کا سینہ چاک ہے۔ شام کے دامن پر شفق کا خون جما ہوا ہے اب باغوں میں چہچہے ہیں نہ محفل میں قہقہے۔ اب باغوں میں جھولے نہیں پڑتے سولیاں لٹکتی ہیں۔ اب جنگل میں منگل نہیں سیاسی دنگل ہوتے ہیں۔ اب سرسوں نہیں پھولتی بلکہ غربت و افلاس کی زردی چھاتی ہے۔ اب توتوں کی ڈار اور تیتروں کے جھنڈ نہیں اڑتے بلکہ چیل اور گدھ منڈلاتے ہیں۔ اب رنگ نہیں کھیلا جاتا بلکہ خون اڑایا جاتا ہے۔ اب عبیر نہیں اڑتی بلکہ نفرت کی خاک اور کدورت کا غبار اڑتا ہے۔ اب صبح کو سورج کرنوں کا ستار نہیں چھیڑتا بلکہ برچھے تانے ہوئے نکلتا ہے۔ اب صبح کو پگھلا ہوا سونا نہیں ابلتا بلکہ لاوا اگلتا ہے۔ اب رات کو بھی چاندی کی چادر نہیں گرتی بلکہ پگھلا ہوا سیسہ گرتا ہے — اب ہولی کے دن اہل وطن کو رنگ کھیلنے کی نہیں بلکہ مصیبت جھیلنے یا پاپڑ بیلنے، پیٹ پالنے اور غم ٹالنے کی فکر ہوتی ہے۔ پہلے ہولی خوش حالی اور فارغ البالی کا پیام لاتی تھی اور اب گرانی اور بیروزگاری کی خبر سناتی ہے۔ بھگوان وہ دن کب آئیں گے جب ہم پہلے کی طرح ہولی کی سچی خوشی منائیں بھگوان وہ دن آئیں گے بھی!

ایکزار نوری مبتر پر ہم روحانی نشرگاہ سے بول رہے ہیں ابھی آپ رائے بسنتی پرشاد کی تقریر سن رہے تھے اب ہمارے نشریات کا وقت ختم ہو چکا ہے ہمیں آئندہ ہفتہ تک کے لئے اجازت دیجئے۔

جئے ہند

عالمی شہریت اور نوجوان

ازقلم کارل ہنس

تعلیمی کونسل برائے عالمی شہریت کی داغ بیل آج سے ۲۱ سال قبل ڈالی گئی تھی - اس کا مقصد نوجوانوں کو بین الاقوامی امور سے متعلق تعلیم و تربیت دینا ہے تاکہ مختلف اقوام ایک دوسرے کو سمجھ سکیں، غلط فہمیاں دور ہوں اور بین الاقوامی خیرسگالی کے جذبہ کو تقویت ملے - صرف اس مقصد کو حل کرکے ہی دنیا میں امن و شانتی کی امید کی جا سکتی ہے -

مذکورہ کونسل ہر سال تقریباً ۵۰۰ مقررین فراہم کرتی ہے جو طلبا اور ٹیچروں سے خطاب کرتے ہیں - اسکولوں کی کانفرنس منعقد کی جاتی ہیں - جن میں لڑکے لڑکیاں تجربہ کار اشخاص کی رہنمائی میں، بین الاقوامی امور پر تبادلۂ خیالات کرتے ہیں - اس سال یہ کونسل ڈنمارک، اٹلی، سوئٹزرلینڈ اور یوگوسلاویہ میں نوجوانوں کی تفریحی سرگرمیوں کا انتظام کر رہی ہے - اس قسم کی سرگرمیوں کے علاوہ کونسل ایک اخبار بھی نکالتی ہے جو اپنی قسم کا برطانیہ میں واحد اخبار ہے -

یہ اخبار پورے کا پورا عالمی امور کے لئے وقف ہے جو نہایت سلیس زبان میں سمجھائے جاتے ہیں -

جب کبھی قومی کانفرنس منعقد کی جاتی ہے تو اسمیں عام طور پر ایک خاص موضوع زیر بحث لایا جاتا ہے - مثال کے طور پر حال ہی میں جو کانفرنس بلائی گئی تھی اس میں یورپ کے بعض بنیادی مسائل پر سوچ بچار کیا گیا تھا - کانفرنس میں برطانیہ بھر سے تقریباً ۳۰۰۰ نوجوانوں نے شرکت کی -

یہ مسائل سیاسی اور معاشی ہو سکتے ہیں - کلچرل اور سماجی بھی بعض مسائل کافی زور دار بحثوں کا موضوع بنتے ہیں - ان کانفرنسوں کا ایک مقصد بھی یہی ہے -

کانفرنسوں میں تفریحی پروگرام بھی پیش کیا جاتا ہے - مثال کے طور پر اب کی بار ایک بین الاقوامی کنسرٹ کرایا گیا تھا - گھانا کلچرل سوسائٹی نے ایک رقص پیش کیا تھا - آمریکن تھیٹر گروپ نے ایک ڈرامہ کھیلا تھا - اور ایک پروگرام آفریقی موسیقی کا تھا -

غزل

از
جناب مولوی سید حامد بن شبیر صاحب
چیف جج اسمال کاز کورٹ حیدرآباد

این محفلِ آشفته سران طرفه مقام است
هر آنکه به عوائے خرد آمده خام است

واعظ نه خبر داشتی و جام شکستی
نازک دلِ رندان نه کم از شیشه و جام است

شورِ حرم و دیر به میخانه نگنجد
جز عشق نوا نیست چه فرخنده نظام است

می نوشی من زانکه دهد یاد ز چشمے
چشمے که بدون باده از کیفِ دوام است

از جلوهٔ رخ شب چو بود صبح فروزان
از زلفِ پریشان به سحر آمدِ شام است

خوبانِ جهان بر فلکِ حسن چو انجم
آن پیکرِ خوبی که در آن ماهِ تمام است

بر سوخته سامانیِ خود ناز نه زیبد
آن کس که نه از تابِ رخش سوخت کدام است

تو آن شہ نامی که ترا ننگ ز عشقم
من ننگِ وجود آن که مرا عشقِ تو نام است

بشکسته اگر پا۔ تو مشو عزم شکسته
اے ہمتِ مردانه که منزل دو گام است

حامد نه من از طوقِ گرانبار گریزم
ترسم که کنون دار و رسن رسمِ عوام است

دنیا کے ایک محسن ڈاکٹر سابن

امریکی صحت عامہ کے سرجن جنرل نے ۱۹۶۰ء کے موسم گرما میں ایک ڈرامائی اعلان کیا جو امریکہ بھر کے اخبارات میں جلی حروف سے شائع ہوا۔ اعلان میں کہا گیا تھا کہ امریکی حکومت پولیو یعنی بچوں کے فالج کے زندہ وائرس کا بنا ہوا ویکسین (ٹیکا) منظور کر رہی ہے۔ اس اعلان سے صرف ایک شخص کو حیرت نہیں ہوئی وہ تھا ڈاکٹر البرٹ بروس سابن جس نے یہ ویکسین دریافت کیا تھا۔

پچھلے پانچ برس سے یہ ویکسین سوویٹ یونین چیکوسلواکیہ میکسیکو اور دوسرے ملکوں میں وسیع پیمانہ پر استعمال ہو رہا ہے۔ یقین کیا جاتا ہے کہ سالک ویکسین کی نسبت یہ زیادہ موثر اور استعمال کرنے میں بھی زیادہ آسان ہے۔ اس کی تیاری پر بھی کم لاگت بیٹھتی ہے۔ نو آزاد ترقی پذیر ملکوں کے لاکھوں لوگوں کے لئے اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ سالک ویکسین کے مقابلہ میں سابن ویکسین کے استعمال سے بہت کم لاگت پر پولیو سے نجات حاصل کر سکیں گے۔

ڈاکٹر سابن نے ۲۸ برس کی شدید تخلیقی محنت اور تحقیق کے بعد زندہ وائرسوں کا یہ ویکسین تیار کیا ہے اور اس سلسلے میں یہ جاننا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ یہ ۲۸ برس کا اس طرح کی مفید عالم تحقیق میں صرف نہ ہو سکے ہوتے۔ اگر ڈاکٹر سابن نے ابتدا میں ہی ڈینٹل سرجری کو چھوڑ کر علم طب (ڈاکٹری) کے مطالعہ کا فیصلہ نہ کیا ہوتا۔ ڈاکٹر سابن بیالسٹک میں ۱۹۰۶ء میں پیدا ہوئے تھے۔ یہ علاقہ پہلے روس میں شامل تھا اب پولینڈ کا حصہ ہے۔ پندرہ برس کی عمر میں آپ اپنے والدین کے ساتھ امریکہ چلے گئے جہاں اس فلاکت زدہ کنبے کے ایک چچا نے (جو پہلے سے امریکہ میں آباد ہو چکا تھا) پیش کش کی کہ اگر سابن ڈینٹل سرجن کی تربیت حاصل کرے تو وہ اسکی مالی امداد کرے گا۔

سابن نے یہ پیش کش قبول کرلی اور دو برس تک ایک ڈینٹل کالج میں بڑے انہماک اور محنت سے مطالعہ کرتا رہا۔ لیکن ان کی زندگی میں اس وقت ایک نیا موڑ آیا جب آپ نے پال ڈی کروئف کی کتاب مائیکروب کے شکاری کا مطالعہ کیا اس میں حسنا کی جو سوانح عمریاں درج تھیں ان سے آپ کو سائنس کی حقیقی تصویر نظر آئی اور ڈاکٹری پڑھنے اور تحقیقی کام کرنے کا فیصلہ کیا اور ڈینٹل کالج کو چھوڑ کر نیو یارک یونیورسٹی کے میڈیکل کالج میں داخل ہوگئے۔ وہاں ایک مشہور ماہر جراثیم ڈاکٹر ولیم ایچ پارک بھی کام کرتے تھے۔ سابن نے ان سے استدعا کی وہ اپنی لیبارٹری میں تھوڑی سی جگہ اُسے بھی دیں تاکہ وہ تحقیقی کام کر سکے۔

ڈاکٹر پارک نے یہ استدعا منظور کرلی اور سابن نے اپنا کام شروع کر دیا۔ ڈاکٹر پارک آپ کو مفید مشورے دیتے رہے۔ چنانچہ پولیو کے متعلق آپ نے تحقیق شروع کر دی۔

تعلیم سے فارغ ہوتے ہی ۱۹۳۵ء میں آپ کو راک فیلر انسٹی ٹیوٹ کی طرف سے ایک عہدہ پیش کیا گیا۔ وہاں آپ نے یہ بات ثابت کرنے میں مدد دی کہ پولیو وائرس جسم سے باہر اعصابی ٹشوؤں پر ٹیسٹ ٹیوب میں پرورش پا سکتے ہیں۔ ۱۹۳۹ء میں ڈاکٹر سابن سنسناٹی یونیورسٹی کے میڈیکل کالج میں پروفیسر مقرر ہوئے اور وہاں بھی تحقیق کا کام جاری رکھا۔ اس تحقیق کے دوران میں آپ نے دیکھا کہ پولیو کے وائرس انتڑیوں میں پرورش پاتے ہیں۔ لیکن جلد ہی دوسری عالمی جنگ کے باعث آپ کے تحقیقی کام میں رکاوٹ پڑ گئی۔ آپ امریکی فوجی میڈیکل کور میں شامل ہوگئے۔ جنگ کے بعد آپ سنسناٹی یونیورسٹی میں واپس آ گئے۔ اور اپنی لیبارٹری

میں تحقیق کا کام شروع کر دیا۔
۱۹۴۹ء میں پولیو کی تحقیق کے سلسلہ میں ایک نیا راستہ کھل گیا - اس برس نوبل انعام پانے والے ڈاکٹر جان الف۔ اینڈرسن کی سرکردگی میں ڈاکٹروں کی ایک جماعت نے دریافت کیا کہ پولیو کے وائرس اعصابی ٹشوؤں کے بدلے دوسرے ٹشوؤں پر پرورش کئے جا سکتے ہیں - اس سے ایک بڑی رکاوٹ دور ہو گئی - اب وائرس زیادہ آسانی سے پرورش کئے جا سکتے تھے - اور سائنسدان اس کھوج میں لگ گئے کہ کس قسم کے وائرس سے ویکسین تیار کیا جا سکتا ہے
۱۹۳۵ء پولیو کا سب سے پہلا وائرس دریافت ہوا اس کے بعد سے اب تک اس کی تین سو قسمیں پائی گئی ہیں - یہ وائرس ویسے تو الگ تھلگ کئے جانے پر زندہ نظر نہیں آتے - دو کیمیاوی مادوں سے مرکب یہ ننھے ننھے سے ذرے ہوتے ہیں - یہ مادے پروٹین اور نکلیک ایسڈ ہیں - پروٹین اس ایسڈ کے ارد گرد خول کی طرح جمی ہوتی ہے جب انہیں بالکل خالص اور اصلی حالت میں نکالا جائے تو یہ وائرس مزید وائرس پیدا نہیں کرتے اور بے حرکت رہتے ہیں - لیکن زندہ انسانی خلئے میں داخل ہو کر یہ فوراً ہی حرکت میں آنے اور ہزاروں نئے نئے وائرس پیدا کرنے لگتے ہیں - اور اپنا ایک مخصوص ڈھانچہ بنا لیتے ہیں - پولیو وائرس کسی زخم یا خود ناک کے ذریعہ جسم میں داخل ہوتے ہیں - خون میں مل کر مختلف جسمانی خلیوں سے گزر کر آخر ایسے خلیوں میں پہونچتے ہیں جن پر یہ آسانی سے حملہ کر سکیں - ان کا حملہ اس وقت شروع ہوتا ہے جب ان کی یہ دشمن خلئے میں چھید بنا کر نکلیک ایسڈ اس میں داخل کرتی ہے - پروٹینی خول تو باہر ہی رہ جاتا ہے - یہ وائرس خلئے میں ایک سکنڈ کے دسویں حصے میں داخل ہو سکتے ہیں۔

پولیو وائرس تمام قسم کے وائرسوں میں سب سے چھوٹا ہوتا ہے - اگر دس لاکھ پولیو وائرس قطار میں رکھے جائیں تو ان کی لمبائی ایک انچ کے برابر ہو گی - جب جسم کے اندر اعصابی خلیوں کا ایک بڑا حصہ ان کا شکار ہو جائے تو فالج گرتا ہے اس طرح ویکسین بنانے والے سائنسدانوں کے لئے مسئلہ یہ تھا کہ ایک ایسی قسم کے وائرس دریافت کئے جائیں جو اعصابی خلیوں کو تباہ نہ کر سکیں اور جسم میں جن سے مدافعتی قوت پیدا ہو سکے ڈاکٹر سالک نے مردہ وائرسوں سے پولیو ویکسین تیار کیا ہے - چونکہ یہ تعداد میں نہیں بڑھ سکتے - اس لئے اعصابی خلیوں کو نقصان نہیں پہنچتا - اس کے برعکس ڈاکٹر سابن نے بے ضرر زندہ وائرسوں سے ویکسین تیار کیا - تاہم کچھ سائنسدانوں کو شبہ ہوا کہ نسل بڑھنے کے اصولوں کے تحت یہ وائرس ایسے وائرس پیدا کریں گے جو اعصابی خلیوں کو نقصان پہونچا سکیں گے

لندن سے　　　　پہلی قسط

انگلستان کا تعلیمی نظام

از
آقای مرزا محمد جعفر شروانی ۔

آقای مرزا جعفر شروانی جو آجکل انگلستان میں مقیم ہیں آقای مرزا محمد مہدی (آقای محمودی مرحوم) کے فرزند ہیں ان کے دادا آقای ملا علی اکبر شیروانی اعلی اللہ مقامہٗ جید علمائے مذہب جعفری سے تھے ۔ حیدرآباد کے اکثر علماء نے آپ سے اکتساب علم فرمایا ہے ۔ آقای مرزا جعفر پبلک اسکول (سابق جاگیردار کالج) بیگم پیٹھ حیدرآباد میں ۱۴ سال سے بحیثیت مددگار پرنسپل کارفرما ہیں ۔ آپ کا ابتدائی تقرر آقای شیخ محمد طہرانی کی جگہ پر بحیثیت معلم فارسی ہوا ۔ ان بعد شیعہ دینیات بھی آپ سے متعلق کر دیا گیا ۔ پولیس ایکشن کے بعد درس و تدریس کا کام آپ سے متعلق ہوا ۔ تقریباً ۴ سال سے آپ سینیر ہاؤز ماسٹر ہیں ۔ ستمبر ۱۹۵۹ء میں برٹش کونسل کی دعوت پر پبلک اسکولس کے معائنہ کی غرض سے انگلستان گئے جہاں آپ کو لندن کے صنعتی مدارس میں پڑھانے کا بھی موقع ہمدست ہوا ۔ آجکل آپ ایڈنبرا یونیورسٹی سے پی ۔ ایچ ۔ ڈی کر رہے ہیں ۔ ابتداء سے آپ "شیراز" کا مطالعہ کرتے ہیں ۔ لندن میں جو لوگ شیراز کے خریدار ہیں ان میں آقای جعفر شروانی کا نام سرفہرست ہے ۔ لندن سے آپ نے شیراز کیلئے اپنا گرانقدر مضمون روانہ فرمایا ہے ۔

مجھے انگلستان اور اسکاٹ لینڈ کے تعلیمی نظام کے سرسری مطالعہ کا موقعہ ہمدست ہوا ۔ اس مختصر مدت میں جس قدر بھی تجربات اور معلومات فراہم ہوسکے انہیں وقتاً فوقتاً نوٹ کرتا گیا اور یہ سلسلہ میرے انہی تجربات اور فراہم کردہ معلومات سے تعلق رکھتا ہے ۔ انشاء اللہ کوشش کروں گا کہ یہ سلسلہ کچھ عرصہ تک جاری رہے اور کوئی چیز تشنہ نہ رہنے پائے ۔

یوں تو میں نے یہاں کے مختلف تعلیمی اداروں کا دورہ کیا ہے مگر Public Schools بطور خاص میری توجہ کا مرکز رہے اور میرے زیادہ تر تجربات انہی اداروں سے متعلق ہیں ۔ خوش قسمتی سے مجھے یہاں کے میں بھی پڑھانے کا موقعہ ہمدست ہوا ۔

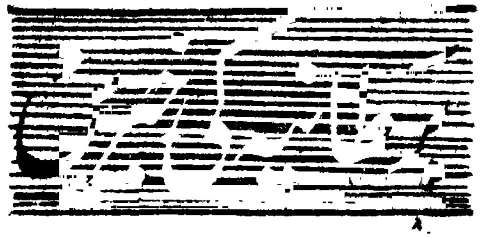
انگلستان کے موجودہ اہم مدرسوں میں سے اکثر اس کے دعویٰ کے وہ نارمن حملہ سے قبل (سنہ ۱۰۶۶ء) قائم ہوئے اور جو گرامر اسکول کی شکل میں برقرار رہے ۔ یہ گرامر اسکولس کلیسا کی طرف سے کلاسیک زبانوں بالخصوص لاطینی زبان کی تعلیم اور ترویج کے لئے قائم ہوئے اس کے بعد ہی بارہویں صدی عیسوی کے اواخر میں اکسفورڈ Oxford اور تیرھویں صدی عیسوی کی ابتداء میں کیمبرج Cambridge کی یونیورسٹیز کا ارتقا ہوا جس کی وجہ سے اسکولس کی تعداد بھی بڑھ گئی

سپر ہویں یا چودھویں اور پندرھویں صدی عیسوی میں ان یونیورسٹیز کے تحت کالج قائم ہوئے اور آکسفرڈ اور کیمبرج کے نصف سے زیادہ کالج سنہ ۱۵۰۰ء سے قبل قائم ہوگئے۔ ان کالجوں سے یہ گرامر اسکول ملحق تھے جو حکمرانوں اور امراء یا درباریوں، ممتاز تاجروں اور دولت مند شہریوں کے لئے مخصوص تھے کیونکہ یہ انہی طبقوں کے اوقاف سے قائم ہوئے تھے۔ یہاں کے فارغ التحصیل طلباء کو یونیورسٹی میں داخلہ ملنے لگا۔ ثانوی تعلیم کا قیام پندرھویں صدی عیسوی میں شروع ہوا جو نسبتاً غریب اور نادار شہریوں کی اولاد کی مفت تعلیم کے لئے قائم ہوئے۔

Reformation کے ساتھ ہی یہ تمام قدیم اوقافی مدرسے ختم ہونے لگے۔ اٹھارہویں صدی تک رفتہ رفتہ بہت سے ختم ہوگئے اور ۱۹۰۲ء کے Education act کے تحت ایسے تمام اوقافی ادارے ثانوی مدرسوں میں ختم ہوگئے۔ سوائے ان ۹ مدرسوں کے جو علی الترتیب Winchister, Eton Charter House, Shrewsbury, Harrow Rugby, Westominister, Merchant Taylor اور St Pauls ہیں اور جو انیسویں صدی عیسوی کی ابتداء میں قومی روایات کے حامل قرار پاکر (اعلیٰ طبقہ کے مدرسے) Public Schools کہلانے لگے۔

اسی زمانہ میں انگلستان میں اعلیٰ تعلیم کا رواج ہونے لگا۔ (ان متذکرہ بالا پبلک اسکولس میں سے سوائے ایک دو کے مابقی تمام کا میں نے تفصیلی دورہ کیا۔ ان اسکولس سے متعلق میرے تجربات اور معلومات اسی ضمن میں علحدہ پیش کروں گا)

بارہویں اور تیرہویں صدی عیسوی میں انگلستان میں Guilds کے تحت فنی محنت کرنے والوں کے لئے فنی اور پیشہ ورانہ تعلیم کا آغاز ہونے لگا جہاں ماہر فن کی انگرانی میں ایک دو موزوں طلباء کو ۶-۷ سال تک کام کرنے کیلئے دیا جاتا تھا جو اپنے کارخانہ میں یا گھر پر نہ صرف فنی تعلیم دیتا تھا بلکہ ایک مشفق باپ کی طرح ان کی تربیت بھی کرتا تھا۔ تاکہ نہ صرف وہ اپنے فن کے ماہر بنیں بلکہ ایک اچھے شہری بھی قرار پائیں۔ مگر یہ Guilds چودھویں صدی عیسوی سے زوال پذیر ہونے لگے اور انیسویں صدی عیسوی تک ایک باقی رہ گئے وہ بھی تباہی کے عالم میں اس دور تک تعلیم باقاعدہ کا رواج نہیں تھا جیسا کہ آجکل موجود ہے۔ بلکہ کلیسا کی طرف سے اخلاقی اور مذہبی ڈرامے کھیلے جاتے تھے۔ (باقی آئندہ)



لندن یونیورسٹی

سنہ ۱۵۰۰ء میں اسکاٹ لینڈ کے ممتاز شاعر ولیم ڈنبر نے لندن کو پھول سے تشبیہ دی تھی اور ۱۸ ویں صدی میں ڈاکٹر جونسن نے کہا تھا کہ —— "لندن سے اکتا جانے کا مطلب ہے زندگی سے مایوس ہو جانا"۔ لندن میں زندگی کی ہر رنگینی موجود ہے طلبا کے لئے تو لندن جو کشش رکھتا ہے وہ شاید ہی کوئی اور شہر رکھتا ہو۔ یہ شہر دنیا کی ان بڑی راجدھانیوں میں سے ہے جہاں سب سے آخر میں یونیورسٹی قائم ہوئی تھی۔ لیکن اپنی تقریباً ۱۳۰ سالہ زندگی میں لندن یونیورسٹی دنیا کی ممتاز ترین یونیورسٹیوں کی صف میں کھڑی ہو گئی ہے۔

لندن یونیورسٹی کا "قلب" وہ احاطہ ہے جو بلومزبری میں برطانوی عجائب گھر کے بالکل پاس واقع ہے۔ لیکن اس کے اسکول اور کالج دور دور علاقوں تک پھیلے ہوئے ہیں۔ یونیورسٹی کا کنگز کالج اور لندن اسکول آف اکنامکس اینڈ پولیٹیکل سائنس مرکزی لندن کے ایک نہایت بارونق علاقہ میں واقع ہیں۔ "احاطہ" کے اندر سینیٹ ہاؤس، انتظامی دفاتر، یونیورسٹی لائبریری، اسٹوڈنٹس یونین اور یونیورسٹی کے دو قدیم ترین کالج —— یونیورسٹی کالج اور برکبیک کالج —— واقع ہیں۔ یونیورسٹی کالج میں ۳۵۰۰ طلباء زیر تعلیم ہیں اور اگر یہ کہا جائے کہ اپنی وسعت کے لحاظ سے وہ بجائے خود ایک یونیورسٹی ہے تو غلط نہ ہوگا۔ وہاں آرٹس، سائنس، قانون، انجینئرنگ، میڈیکل علوم، فنون لطیفہ، غرض تقریباً ہر قسم کے مضمون کی تعلیم کا انتظام ہے۔ احاطہ کے اندر کئی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ بھی قائم ہیں۔ امپیریل کالج آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی یونیورسٹی کا ایک مخصوص ادارہ ہے جو جنوبی کنسنگٹن میں واقع ہے۔

یونیورسٹی کے تحت تقریباً ایک درجن انڈر گریجویٹ میڈیکل اسکول اور کئی قسم کے پوسٹ گریجویٹ میڈیکل انسٹیٹیوٹ ہیں۔ یونیورسٹی میں میڈیکل تعلیم کی اہمیت کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ میڈیکل طلباء کی تعداد کل طلباء کا تقریباً ایک تہائی ہے۔

یونیورسٹی ۲۰ ہزار سے زائد انڈر گریجویٹ اور پوسٹ گریجویٹ طلباء کو تعلیم کی سہولتیں دیتی ہے۔ ان میں طالبات کی تعداد ایک چوتھائی سے کچھ زیادہ ہے۔ یونیورسٹی بیرونی طلباء کے لئے بھی امتحانات منعقد کرتی ہے اور ان کو ڈگریاں دیتی ہے۔ سمندر پار کے یونیورسٹی کالجوں کے ساتھ اس کے مخصوص تعلقات قائم ہیں۔

لندن یونیورسٹی اور برطانیہ کی دیگر یونیورسٹیوں میں یہ فرق ہے کہ یہاں کا ماحول بڑا آزاد اور بے تکلف ہے اور طلباء کے درمیان وہ گہرا تعلق نہیں پایا جاتا جو آکسفورڈ اور کیمبرج یونیورسٹیوں کے ریزیڈنشیل سسٹم کا خاصہ ہے۔ لیکن لندن میں تعلیم حاصل کرنے کے بہت سے فوائد اٹھا سکتا ہے۔ معاشیات کا طالب علم شہر کے بینکوں اور مالیاتی اداروں پر اپنی توجہ مرکوز کر سکتا ہے۔ بین الاقوامی امور کا طالب علم غیر ملکی سفارت خانوں کی طرف رجوع کر سکتا ہے۔ آرٹ کے طالب علم کے لئے میوزیم اور آرٹ گیلریاں موجود ہیں۔

برطانوی کوہ پیما ہمالیائی چوٹیوں کو سر کریں گے

مہم ماہ مئی میں برطانیہ سے روانہ ہوگی

ایک اطلاع کے مطابق آٹھ کوہ پیماؤں پر مشتمل ایک جماعت ۲۰ مئی کو برطانیہ سے ہندوستان کے لئے روانہ ہوگی۔ برطانوی کوہ پیما کانگڑہ (پنجاب) کے علاقہ میں دو ہمالیائی چوٹیوں کو جن پر آج تک کوئی نہیں چڑھا، سر کرنے کی کوشش کریں گے۔ مہم کی قیادت کے فرائض ایک ۳۰ سالہ اسکول ماسٹر رابرٹ پیٹی گریو انجام دیں گے۔ خیال ہے کہ برطانوی کوہ پیما ماہ ستمبر میں واپس برطانیہ چلے جائیں گے۔

برطانیہ میں بجلی کی بہم رسانی - ہندوستانی انجینئر کا مطالعہ

ایک اطلاع کے مطابق بہار کے انجینئر مسٹر اے ایس سری واستوا ان دنوں برطانیہ میں بجلی کی بہم رسانی کے نظام کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ انکی اس تربیت کا انتظام کولمبو منصوبہ کی ٹکنیکل تعاون کی اسکیم کے تحت کیا گیا ہے۔ تربیت کی میعاد چھ ماہ ہے۔

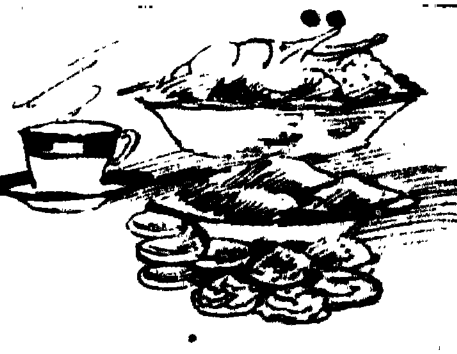
لوکوموٹیو انجینئرز انسٹی ٹیوشن کی گولڈن جوبلی

اس سال لوکوموٹیو انجینئرز انسٹی ٹیوشن اپنی گولڈن جوبلی منا رہا ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں انسٹی ٹیوشن آف لوکوموٹیو انجینئرز لندن کے صدر مسٹر ڈی۔ سی براون ۲۰ فروری کو نئی دہلی میں اسی ادارہ کے ہندوستانی مرکز کی میٹنگ سے خطاب کریں گے۔ ریلوے بورڈ کے ممبر مسٹر ای ڈبلیو آئنز کس انسٹی ٹیوشن کے ہندوستانی مرکز کے چیرمین ہیں۔

دہلی میں پرجا سوشلسٹ پارٹی کا سیمنار

برطانیہ لیبر پارٹی کے دو ممبران شامل ہوں گے

معلوم ہوا ہے کہ ۲۱ مارچ کو دہلی میں ہندوستان کی پرجا سوشلسٹ پارٹی کا جو سیمنار ہو رہا ہے اس میں جرمنی، فرانس، سوئٹزرلینڈ، ہولینڈ، اسرائیل اور کئی ایشیائی ملکوں کے سوشلسٹوں کے علاوہ برطانیہ کی لیبر پارٹی کے دو ممتاز ممبران مسٹر آرتھر اسکیفنگٹن اور مسٹر ڈیوڈ انیلز بھی شرکت کریں گے۔ مسٹر اسکیفنگٹن پارلیمنٹ کے ممبر ہیں۔ اور مسٹر اینلز لیبر پارٹی کے بین الاقوامی شعبہ کے سکریٹری ہیں۔ دونوں کے بمبئی پہونچنے کی تاریخ ۲۷ فروری ہے۔ سیمنار میں شرکت کرنے سے قبل وہ ہندوستان کا دورہ کریں گے جو تین ہفتہ جاری رہے گا۔ وہ بنگلور، کوائمبتور، ٹریوینڈرم، مدراس، کلکتہ، گوہاٹی، پٹنہ اور ایک یا دو دیگر شہروں میں جائیں گے اور اگر ممکن ہو سکا تو مقامی پرجا سوشلسٹ پارٹیوں کی میٹنگوں میں شرکت کریں گے۔ ایک انٹرویو کے دوران مسٹر اینلز نے بتایا ہے کہ میں زیادہ سے زیادہ ہندوستانی باشندوں سے ملنا چاہتا ہوں اور جاننا چاہتا ہوں کہ اقوام متحدہ میں ہندوستان کے کام کے بارے میں ان کی رائے کیا ہے۔ مسٹر اسکیفنگٹن نے کہا کہ میں حبش کے حالیہ اقدامات سے متعلق ہندوستانیوں کے رد عمل کا مطالعہ کرنے کا خواہشمند ہوں۔ موصوف لیبر پارٹی کی اس کمیٹی کے ممبر ہیں جس نے "چین اور مغرب" نام کی رپورٹ تیار کی ہے۔



کولمبو منصوبہ کے تحت ہندوستانی افسر کی تربیت
برطانیہ میں دودھ کی خرید و فروخت کے طریقوں کا مطالعہ

لندن سے آمدہ ایک اطلاع مظہر ہے کہ مرکزی وزارت خوراک و زراعت نئی دہلی کے ٹکنیکل افسر مسٹر آنند پرکاش گپتا ماہ اکتوبر سے برطانیہ میں ملک (دودھ) مارکٹنگ بورڈوں کے کام کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ ان دنوں وہ انگلش ملک مارکٹنگ بورڈ میں زیر تربیت ہیں۔ بعد میں وہ اسکاٹ لینڈ اور شمالی آئرلینڈ کے ملک مارکٹنگ بورڈوں کے کام کے طور طریقوں کا بھی مطالعہ کریں گے۔

مسٹر گپتا کی تربیت کی میعاد ایک سال ہے اور اس کا انتظام کولمبو منصوبہ کی ٹکنیکل تعاون کی اسکیم کے تحت کیا گیا ہے۔

موصوف برطانیہ کی بعض بڑی بڑی ڈیریوں، ریسرچ مرکزوں اور ایسی فرموں کو بھی دیکھیں گے جو ڈیریوں کا ساز و سامان تیار کرتی ہیں۔

برطانوی تھیٹر کا ڈائرکٹر ہندوستان میں لکچر دیگا

معلوم ہوا ہے کہ برطانیہ کے ڈرامہ پروڈیوسر اور تھیٹر رائل (ونڈسر) کے ڈائرکٹر مسٹر جون کاؤنسل اس ماہ ہندوستان آ رہے ہیں۔ موصوف بمبئی، احمدآباد، بڑودہ اور راجکوٹ میں ڈرامہ پروڈکشن کے جدید رجحانات پر لکچر دیں گے۔ ان کی ایکٹرس بیوی میری کیبریج ان کے ہمراہ ہوں گی۔ ہندوستان میں مسٹر کاؤنسل کے پروگرام کا انتظام انڈین نیشنل تھیٹر اور برٹش کونسل کے تعاون سے کیا گیا ہے

شیراز خریدیئے۔ شیراز پڑھیے

برطانیہ کے افسران مالیات کی امریکی افسران کے ساتھ بات چیت

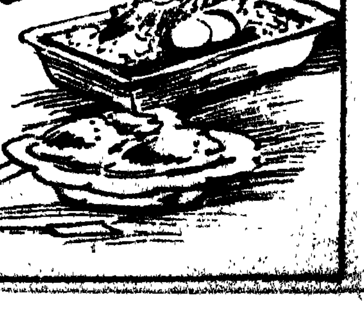
لندن سے آمدہ ایک اطلاع [illegible] برطانیہ کے محکمۂ خزانہ کے دو اعلیٰ افسران سر فرینک اور سر ڈینس رکٹ اور بنک آف انگلینڈ کے ڈائرکٹر مسٹر ماریس پارسنز امریکہ پہنچ گئے ہیں۔ واشنگٹن میں امریکی حکومت کے افسران مالیات کے ساتھ بات چیت کریں گے۔

ایک انٹرویو کے دوران سر فرینک نے بتایا ہے کہ ان کے دورۂ امریکہ کا مقصد کینیڈی حکومت کے ساتھ رابطہ پیدا کرنا ہے اور وہ امریکہ میں اپنے قیام کے دوران بہت سے مسائل زیر بحث لائیں گے۔ جن میں عالمی تجارت میں اضافہ کرنے اور کم ترقی یافتہ ملکوں کو امداد دینے کے مسائل بھی شامل ہوں گے۔

لندن کے اسپتال کی تعمیر نو۔ ۴۰ لاکھ پونڈ خرچ ہوں گے

پتہ لگا ہے کہ لندن کا ہمیر اسمتھ اسپتال ۴۰ لاکھ پونڈ کی لاگت سے دوبارہ تعمیر کیا جائے گا۔ یہ اسپتال ہر سال چھ سو تک میڈیکل طلبا کو تربیتی سہولتیں دیتا ہے۔ اس کے دل کی سرجری کے شعبہ کو عالمی شہرت حاصل ہے۔ اسپتال کی موجودہ عمارت ۱۹۰۵ء میں تعمیر کی گئی تھی۔ اس کو جدید طرز پر لانے اور اس میں اضافہ کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ سب سے پہلے عمارت کا مرکزی بلاک تعمیر کیا جائے گا۔ جن کی منزلوں کی تعداد دس تک ہوگی۔ اس بلاک پر ۲۰،۰۰،۰۰۰ پونڈ خرچ ہوں گے۔

شیراز اہل حق کا ترجمان اور صاحبان ذوق کا اخبار ہے



سنا جاتا ہے



کہ ایک خبر رساں ادارہ کے حوالہ سے یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ مردم شماری میں ہندی اور سنسکرت زبردستی لکھوائی جا رہی ہے بالکل اسی طرح جس طرح ہندی زبردستی سڑوں پر لادی جا رہی ہے۔

کہ بزم سعدی کے پریس نوٹ میں مقالہ نگاروں سے خواہش کی گئی ہے کہ وہ گزرے ہوئے شعراء کی بجائے موجودہ دور کے فارسی شعراء پر مقالہ لکھیں۔ کاش اردو کے مقالہ نگار بھی استخواں ہائے رمیمہ میں جان ڈالنے کی بجائے زندہ شعراء کو زندہ رکھیں۔

کہ حکومت کے اس اعلان کے بعد کہ ستر سال سے زیادہ عمر والوں کو وظائف دیئے جائیں گے۔ اکثر بوڑھوں نے خضاب لگانا اور جوکھا لگانا ترک کر دیا ہے۔ اور بعض عمداً اپنی کمر خمیدہ کر لینے کی مشق کر رہے ہیں۔

کہ ہندوستان امریکہ کو شکر فروخت کرنے کی کوشش کر رہا ہے تاکہ ہندوستانی شکر کی قلت کی وجہ سے نمکین چائے پیا کریں۔

کہ محکمۂ جنگلات آندھرا پردیش کو اس سال دو کروڑ کا نقصان ہوا لیکن اس نقصان سے کیا ہوتا ہے

عہدہ داروں کی پسند کے گتہ داروں کو تو فائدہ ہوا — پہلے گھر [illegible] میں چلا گیا۔

کہ ہندوستان کانگو کو فوج بھیجنے کے بارے میں غور کرے گا —
تو کار وطن را نکو ساختی
کہ با کانگو نیز پرداختی

کہ سوشلسٹ لیڈر مسٹر اوم پرکاش نے کہا کہ حقوق کے لئے لڑنا اچھی بات ہے لیکن انگریزی ہٹانے کے لئے لڑنا کوئی اچھی بات نہیں۔

کہ روشن تارہ قوال حیدرآباد آئے ہوئے ہیں [illegible] اچھا [illegible]

کہ جنگلی کتوں نے آدم خور شیر کو بھگا دیا۔ سچ ہے اپنی گلی میں کتا بھی شیر ہوتا ہے۔

کہ بلدیہ حیدرآباد و سکندرآباد کے میئر بلدیہ کے خلاف تحریک ملامت پیش [illegible] والے [illegible] حالانکہ سپاسنامہ پیش [illegible] چاہئے تھا۔

کہ مسٹر گوپال [illegible] نے کہا کہ طلباء میں نظم و ضبط اور مشفقت کی ضرورت ہے۔
—— لیکن بعض لیڈروں کا خیال ہے کہ طلباء کو ہڑتالوں میں حصہ لینے کی ضرورت ہے۔

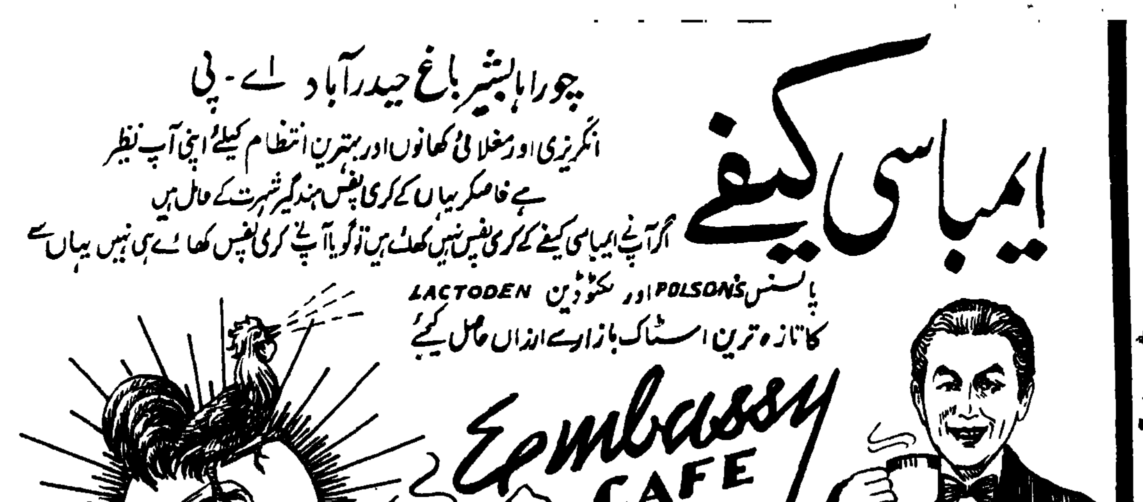
کہ بنارس کے چار برطرف شدہ ٹیچروں کو بحال کر دیا گیا —— لیکن بعد خرابی بسیار

قطعہ

دل مست ہو گیا مرا جام شراب سے ‖ دل شاد ہیں یہ گل بھی تو رنگ گلاب سے
تفضیل و منزلت کا برائے علی سنو ‖ معنی نکالتا ہوں میں شرح کتاب سے

(آمدہ از نذری باغ)

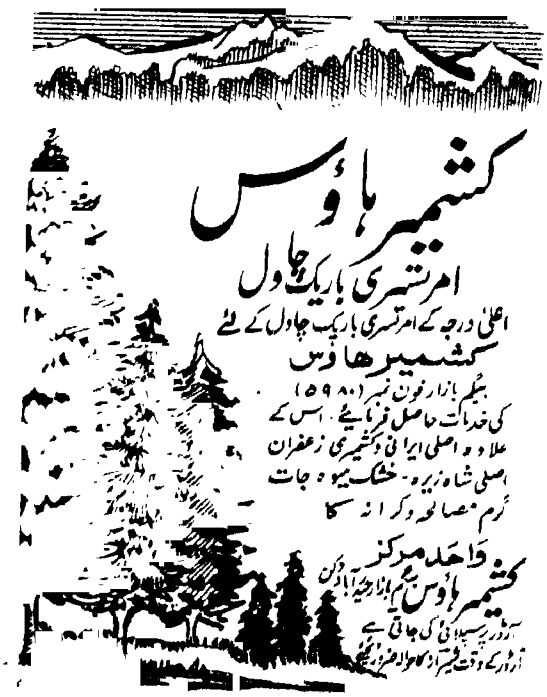

NEW GRAND HOTEL
مانا کہ حیدرآباد میں سینکڑوں ہوٹلیں ہیں مگر
نیو گرانڈ ہوٹل اینڈ پروویژن اسٹورس
فون نمبر ۴۵۷۵
افضل گنج حیدرآباد دکن
• نفاست و پاکیزگی • باسلیقہ ملازمین • خورد و نوش کے بہترین اشیاء
مفرح مشروبات خوش ذائقہ چائے
اور
معقول انتظام کیلئے ــ اپنی آپ نظیر ہے
DAWN


ایمباسی کیفے
چوراہا بشیر باغ حیدرآباد اے-پی
انگریزی اور مغلائی کھانوں اور بہترین انتظام کیلئے اپنی آپ نظیر
ہے خاص کر یہاں کے کری پفس ہندگیر شہرت کے حامل ہیں
اگر آپ نے ایمباسی کیفے کے کری پفس نہیں کھائے ہیں تو گویا آپ نے کری پفس کھائے ہی نہیں یہاں سے
پالسنس POLSON'S اور لکٹوڈین LACTODEN
کا تازہ ترین اسٹاک بازار سے ارزاں حاصل کیجئے
Embassy
CAFE
PHONE No 2372
FAZAL

SHIRAZ



URDU WEEKLY.
REGD.H.507.
SHIRAZ
CHADARGHAT GATE HYDERABAD.A.P.




STEP IN.—
ALPHA HOTEL
SECUNDERABAD (A.P.)
PHONE No 74211
ALPHA HOTEL
ALPHA HOTEL
BOARDING and LODGING
OPP. SECUNDERABAD RLY. STATION
ALPHA hotel
PROVISION STORES




GRAND HOTEL
گرانڈ ہوٹل
ٹیلیفون نمبر
• اصلی ایرانی زعفران کی بریانی
یوسف بلڈنگ عابد روڈ حیدرآباد دکن
• شاندار مرکز • آرام دہ ہوادار کمرے
• مستعد ملازمین • لذیذ کھانے اور شروبات
• حفظان صحت کی پوری پابندی
یہ ہیں وہ خصوصیات جو گرانڈ ہوٹل
کو دوسرے ہوٹلوں سے ممتاز کرتے ہیں
DAWN


Garden Restaurant
LODGE & PROVISION STORES
PHONE No LODGE, 74722. RESTAURANT, 6905.
SAROJANI DEVI ROAD SEC, BAD.
گارڈن رسٹورنٹ لاج اینڈ پراویژن اسٹور
سروجنی دیوی روڈ سکندرآباد فون نمبر رسٹورنٹ (۶۹۰۵) لاج (۷۴۷۲۲)
قیام وطعام کا شاندار مرکز
مانا کہ سکندرآباد میں بہت سے لاج ہیں مگر پرفضا صحت بخش مقام
آرام دہ عصری فرنیچر، پاک صاف کشادہ کمرے، لذیذ اور صحت بخش کھانوں کیلئے
گارڈن لاج آپ اپنی نظیر ہے
ایکبار گارڈن لاج میں قیام فرماکر آپ اپنا اطمینان فرمایئے۔
FAZAL

دفورِ عشق کی دار فتنی سمجھا تو میں سمجھا
کوئی بابِ نجف کی بندگی سمجھا تو میں سمجھا

علی اصغر کی بے شیری سمجھا تو میں سمجھا
مثال کربلا پ کو عثمان یہ آکہ سمجھا ہر کے

شیراز

سید صمصام شیرازی ایڈیٹر پرنٹر پبلیشر
مقام اشاعت:- چادر گھاٹ گیٹ حیدر آباد ۲ انڈیا

جلد ۱۵
روز جمعہ
۱۰ مارچ ۱۹۶۱ء
م
۲۲ رمضان المبارک ۱۳۸۰ھ
شمارہ (۱۹)

غزل

(مطلع) زیست دَر عالمِ فانی کہ نشانست مَرا — آمدِ بادِ خزان کارِ فغانست مَرا

ساقیا بادۂ این خُمِ غدیرے خوردہ — کردہ مدہوش نگر رطلِ گرانست مَرا

سخت تکلیف دِہد قصۂ این کرب و بلا — از لبِ ذاکرے این شرح بیانست مَرا

باعثِ حیرتے گشتہ پئے گلہائے چمن — دیدۂ نرگسِ شہلا نگرانست مَرا

دردِ سرگشت پئے قلب کہ خواہد آرام — قصۂ لیلیٰ و مجنوں بہ زبانست مَرا

عندلیبانِ چمن گفت بہ دورِ نوروزہ — در بہاران تو نگر زمزمہ خوانست مَرا

بہرِ تسکینِ دل و جان کہ موذن گفتہ — پنج وقتہ ہمہ آوازِ اذانست مَرا

گفت این بادِ صبا وقتِ خرامِ دلکش — مثلِ سبزہ تو نگر خوابِ گرانست مَرا

کرد بربادِ مرا این چہ تماشہ کردہ — حیف در عاشقی ہم سود و زیانست مَرا

(مقطع) ترک کن مبحثِ این حقِ علیؑ را عثمان — بحثِ بے فائدہ این است و ہم آنست مَرا

مرقوم ۹ مارچ ۱۹۶۱ء

(آمدہ از قدری بلاغ)

متاہل صاحبزادیان نظام کا غلط طریقہ حصولِ رقم کا

(انتباہ برائے سیٹھ ساہوکاران و جوہریان)

فرمایا یہ معلوم رکھتے ہوئے کہ ایسے امور کی نسبت میرے متعدد مضامین صاحبزادگان مقیم بنگلہ کاف سے متعلق اخبار نظام گزٹ یا رسالۂ شبراز میں طبع ہو چکے ہیں۔ متاہل صاحبزادیان نظام جن کے حال میں عقد ہو کر اپنے اپنے شوہروں کے ساتھ حدود نذری باغ کے مکانوں میں مقیم ہیں ان سے متعلق مجھے معلوم ہوا ہے کہ رقم حاصل کرنے کا ایک نیا طریقہ ان صاحبزادیوں نے جو اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ مقامی جوہریوں سے زیوراتِ جڑاوی و طلائی وغیرہ اُدھار (یعنے قیمت متعاقب ادا کرنے کے وعدہ سے) خرید کرتے ہیں اور ایسے خرید کردہ زیورات پھر دوسرے سیٹھ ساہوکاروں کے پاس بڑھے چڑھے سود پر مکفول کر دیتے ہیں۔

ف۲ ۔ اس کے علاوہ مجھے اس کا بھی علم ہوا ہے کہ یہ صاحبزادیاں اپنے شوہروں کے علم و اطلاع کے ساتھ سیٹھ ساہوکاروں سے پرامیسری نوٹ لکھ کر رقم بطور قرض حاصل کر رہے ہیں۔ اور اس کا بھی وہی طریقہ ہے کہ حقیقی طور پر حاصل کی ہوئی رقم کا دو چند یا سہ چند رقم کا پرامیسری نوٹ بڑی چڑھی شرح سود کا لکھا لیا جاتا ہے اور یہ رقم اس امید پر دیجاتی ہے کہ صدر خاندان ایسے قرضوں کی ادائی ٹرسٹ متعلقہ سے کر دے گا۔ اور رقم دینے والوں کو کثیر فائدہ ہوگا اور مقامی جوہریوں کا بھی یہی خیال ہوتا ہے۔

ف۳ ۔ لہٰذا ایسے کاروبار کرنیوالوں کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ ایسے مذموم طریقہ سے باز آجائیں اور بلا علم و اطلاع نذری باغ مذکورہ صاحبزادیان نذری باغ سے کسی قسم کا لین دین یا خرید و فروخت کا کاروبار نہ کریں۔ اس ہدایت اور انتباہ کے بعد بھی اگر وہ ایسے کاروبار انجام دیں گے تو اسکی ساری ذمہ داری تاجروں جوہریوں و سیٹھ ساہوکاروں کے ذات پر رہیگی اور اُن کو بجائے فائدہ کے نقصان اٹھانا ہوگا۔

دیگر یہ بھی واضح کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ جملہ متاہل صاحبزادیاں عارضی مکانوں میں (در حدود نذری باغ) جو اس وقت مقیم ہیں یہ مکانات مع ساز و سامان و فرنیچر وغیرہ ان کی ذاتی ملک نہیں ہے بلکہ یہ سب ایوٹ اسٹیٹ نظام کی ملک ہے

ف۴ ۔ الحاصل جملہ متاہل صاحبزادیان اور ان کے شوہروں کو بھی متنبہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ وہ ایسے مذموم حرکات سے باز آئیں اور بلا علم و اطلاع نذری باغ اس قسم کا کاروبار نہ کریں جس کی وجہ سے نہ صرف ان کی ذات پر بلکہ خاندان نظام پر انگشت نمائی کا اغیار کو موقع ملے۔ اس انتباہ کے برعکس متاہل صاحبزادی یا اس کے شوہر کے طرف سے کوئی کاروبار بلا علم و اطلاع نذری باغ کیا گیا اور اسکی اطلاع صدر خاندان کو ہو گئے تو وہ مجبوراً ایسی صاحبزادیوں کے اذوقے جو ٹرسٹ سے دیئے جا رہے ہیں مسدود کر کے جملہ امور خانہ داری وہ خود اپنی نگرانی میں چلائیگا۔ جیسا کہ قبل عقد انتظام ہوا کرتا تھا ——— مرقومہ ۹ مارچ ۱۹۷۱ء

(آمدہ از نذری باغ)

کردار نظام علیؒ شوہر صاحبزادی عصمت النساء بیگم

(مقیم نذری باغ)

فرمایا چند ماہ پیشتر اس لڑکے کے جو عادات و اطوار بگڑے ہوئے تھے (جو نظام گزٹ و شیرازہ میں طبع ہو چکے ہیں) مگر اس کے بعد میں نے اُس کو نصیحت کر کے آئندہ سے طرز زندگی میں اصلاح کر لینے کی ہدایت کی تھی۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ اس میں خاطر خواہ اصلاح نہیں ہوئی ہے کہ یہ پھر اپنے عادات دیرینہ کو نہیں چھوڑا ہے۔ دُوسرے طرف اسکی وجہ سے اور دُوسرے طرف زوجہ کی دماغی حالت دُرست نہ ہونے سے یا صحت گری ہونے سے خصوصاً بعد آپریشن آپس میں تعلقات خراب ہو کر پھر خرابی پیدا ہوگئی ہے اور زوجہ اسی وجہ سے شوہر کی زوجیت میں رہنا نہیں چاہتی ہے (یعنے طلاق سے ہمیشہ کی علیحدگی چاہتی ہے) لہٰذا میں نے سردست یہ انتظام کیا ہے کہ شوہر زوجۂ اول کے مکان میں نہ رہے۔ کم از کم چھ ماہ اور اس دوران میں وہ اپنی دوسری زوجہ بدر النساء بیگم کے مکان میں رہے (یعنے ایک دُوسرے سے علیحدہ) جو کہ حدود نذری باغ میں ہے (دحلہ پر نذر گھاسٹ) اور اگر یہ مدت مقررہ میں کوئی اصلاح نہ پیدا ہوگی تو مجبوراً فسخ نکاح ہو جائیگا جو کہ فریقین کے حق میں مفید ہوگا کس لئے کہ زندگی غیر خوشگوار حالات میں مناسب بھی نہیں ہے جس کی یکسوئی ایک دن ہونا از حد ضروری ہے تاکہ یہ ہر فریق کو اطمینان نصیب ہو۔ چنانچہ یہ فیصلہ مستحکم بنیاد پر کل یکم مارچ سنہ ۱۹۶۱ء کو کیا۔ وہ بھی نظام علیؒ سے مجلکہ قانونی طریقہ پر لکھ کر اور میرے قطعی فیصلہ کو چھ ماہ کے بعد تک ملتوی کر دیا۔ لہٰذا مجھے جو کچھ حالات حاضرہ کے تحت کرنا ہے آئندہ ماہ ستمبر سنہ ۱۹۶۱ء میں کروں گا جبکہ اصلاح کی امید فوت ہو جائے۔ کیونکہ زندگی مذبذب حالات میں مناسب نہیں ہے۔ تاآنکہ فریقین کے حق میں یکسوئی نہ ہو کس لئے کہ مذہب اسلام کی رُو سے نکاح۔ طلاق۔ خلع عند الضرورت جائز ہے۔

نوٹ:۔ فرمایا میری لڑکی کے دماغ کی حالت جو بگڑی ہوئی ہے (یعنے دُرست حالت میں نہیں ہے) یہ آج سے نہیں ہے بلکہ چودہ یا پندرہ سال سے ہے (قبل پولیس ایکشن سے) جبکہ بیٹی اور ماں بلٹی خواص عائشہ بی علاقہ نمبر ۱۱ کا واقعہ حیدرآباد میں عالم آشکارا تھا جبکہ ماں جس کا دماغ خراب تھا اپنی کم سن لڑکی کو نذری باغ کا قیام ترک کر کے حیدرآباد کے ہر گلی کوچہ میں ہمراہ لیکر تین ماہ تک پھرا کرتی تھی (رکشا میں یا بعض وقت پیدل بھی) لہٰذا اس وقت کا یہ دیرینہ قصہ ہے جو اب تک بہو دو ماں بیٹی کے دماغ کو خراب کر کے انکی رسوائی یا بدنامی کا باعث بنا۔ مگر افسوس اس کا ہے کہ اگر ماں اپنی حد تک ایسا کرتی تو کچھ مضائقہ نہیں تھا کہ کوئی توجہ نہ کرتا مگر اپنے ساتھ اپنی بیٹی کو بھی شریک کی (یہ کم سنی کی وجہ سے ماں کے قبضہ میں تھی اور اچھے بُرے کا اس کو خیال نہ تھا۔) یہ بُرائی جس کا نتیجہ اس طویل مدت کے بعد بھی اپنا رنگ بتا رہا ہے جس کے شاخسانے ہیں۔

مرقوم ۹ مارچ سنہ ۱۹۶۱ء

(آمدہ از نذری باغ)

دُنیا کی مثل صُحبتِ بد کا نتیجہ بُرا ہوتا ہے اور صُحبتِ خوب کا نتیجہ اچھا ہوتا ہے

فرمایا جتنے خانہ زادان علاقۂ میسرم ہوں یا گولکنڈہ کے نذری باغ میں ہیں (ان میں متاہل کو چھوڑ کر کہ انکی نوعیت دُوسری ہے اور انکی گھر داری ہو جانے سے انکو اطمینان قلب حاصل ہے۔ اور رات دن اپنے اہل و عیال کے معاملات میں انکی توجہ لگی ہوئی ہے) بقیہ جتنے غیر متاہل ہیں (ان میں بھی بعض اچھے کردار کو چھوڑ کر) یعنے انکے سابقہ جان پہچان کے لوگ (قرابتداروں کو چھوڑ کر) اگر یہاں کسی نہ کسی حیلہ سے آکر ان سے ملکر انکو غلط مشورہ دیکر یا سبز باغ بتاکر ان خانہ زادوں کے مفاد کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ دوسرے طرف یہ احمق غور و فکر سے کام نہ لیکر انکے دام میں آکر اپنے ہاتھوں اپنا نقصان کر لیتے ہیں جیسا کہ معاملہ حال کا تھا (جسکو کچھ عرصہ ہوتا ہے) واصف علیؑ کا (یعنے بھانجہ خورشید علیؑ ملازم محلات پولیس) کہ اسکے ہم عمر ایک لونڈا تھا جس سے شاید اس کے یہاں آنے کے قبل ہم مدرسہ ہونے سے پہچانت تھی آکر اسکو بہکا کر لیگیا سے لیجا کر سر راہ ایک ہوٹل تھی شہر میں وہاں چاء پلا کر ایک مدرس کی بھابی سے جو کہ ہوٹل کے سامنے کرایہ سے بنگلہ پر تھی۔ دید بازی کرا کے واصف علیؑ کے مفاد کو نقصان پہنچا کر نظام آباد کو بھاگ گیا جو کہ وہیں مُدامی سکونت رکھتا تھا کہ شاید اس کا باپ وہیں کسی چھوٹے محکمہ میں ملازم تھا جس کا نام عابدی تھا۔ بہر حال ایسے اُمور کی نذری باغ روک تھام کر رہا ہے کہ ایسے قماش کے جوان لونڈے یا آوارہ اشخاص نذری باغ کے حدود میں قدم نہ رکھ سکیں۔ ورنہ گرفتار کر کے ان کو پولیس کے حوالہ کیا جائے۔

آخر میں مجھے افسوس ہے کہ نذری باغ میں برسوں اُونچی زندگی بسر کرتے ہوئے یہ کیسے نادان یا بے وقوف ہیں کہ دوسروں کے ورغلانے سے انکے دامِ مکر میں آکر اپنا نقصان کر لیتے ہیں کیا انکو اتنی عقل نہیں ہے کہ سوچ سمجھ کر کام کریں۔ ورنہ اگر یہ اہلیت ان میں نہیں ہے تو پھر یہ نذری باغ میں رہنے کے قابل نہیں ہیں۔

مرقوم ۹ر مارچ ۱۹۶۱ء (آمدہ از نذری باغ)

کوائفِ نذری باغ

فرمایا جونیر پرنس یہاں سے بمبئی جاکر پرسی پولس میں مقیم ہیں کہ ان کا آپریشن پائیل کا وہاں بالیگا سرجن (دبو اقسیر) کی کلینک میں کل یوم جمعہ ہونے والا ہے۔ اس کے بعد انکو چند یوم وہاں قیام کرنا ضروری ہے۔ قبل اس کے وہ ماہ اپریل ۱۹۶۱ء میں یہاں آئیں۔

اس غرض سے علی پاشاہ و ڈاکٹر واگھرے بمبئی گئے ہوئے ہیں۔ جو بعد آپریشن واپس آئیں گے (چندروز کے بعد)۔ مجھے امید ہے کہ انشاءاللہ آپریشن کامیاب ہوگا۔

ف۲۔ سینیر پرنسز مع مکرم جاہ و معصوم پوتہ (عظمت جاہ) کل یوم چہارشنبہ یہاں سے ولایت روانہ ہوگئی ہیں۔ اور امید ہے کہ بخیر و خوبی وہاں پہنچ گئی ہونگی۔

ف۳۔ اسی ماہ مارچ ۱۹۶۱ء میں مکرم جاہ مع رفیقۂ حیات بوجہ موسم گرما انگلینڈ جانے والے ہیں اور سنا ہے وہاں سے مؤخرالذکر کچھ مدت کیلئے اپنا وطن ترکی (Turkey) جائینگی۔ بہرحال یہ سب افراد خاندان قیاس ہے آئندہ ماہ ستمبر یا اکتوبر ۱۹۶۱ء تک پھر حیدرآباد آئیں گے۔

خدا حافظ و ناصر رہے۔

مرقوم ۹ر مارچ ۱۹۶۱ء

(آمدہ از نذری باغ)

قطعہ

به جام وخُم نگر خمرِ کہن ہست ‖ گُل و وَرد و سمن ہم درچمن ہست
ندا آمد ز تاریخ مہ و سال ‖ چہ مشہورے بہ دُنیا این کہن ہست

(آمدہ از نذری باغ)

اقتباس از مثنوی مرزا اسداللہ خان غالبؔ دہلوی

نوشتہ در غالب نمبر سالنامہ ۱۹۶۱ء (در پرچہ نگار لکھنؤ قیمت ؏)

میمِ امکان اندر احمدؐ منزویست ∴ چوُن زِ امکان بگذری دانی کہ چیست

دیگر

این کہ می گوئی توانا کردگار ∴ چون محمدؐ دیگرے آرد بکار
باخداوندِ دو گیتی آفرین ∴ ممتنع نبود ظہورِ این چنین

دیگر

آنکہ مہر و ماہ و اختر آفرید ∴ میتواند مہر دیگر آفرید

دیگر

لیک دَر یک عالم از روئے یقین ∴ خود نمی گنجد دو ختم المرسلین
جوہرِ کل بر نتابد تثنیہ ∴ دَر محمدؐ رہ نیابد تثنیہ
ہر کرا با سایہ نپسند خدا ∴ ہمچو اوئی نقش کے بندد خدا

دیگر

فیضِ دمِ آنا اسداللہ برآورم ∴ منصورِ لاابالی بے دار و بے رسن

دیگر

سہ تن ز پیمبرانِ مرسل ∴ گشتند بہ قربِ الہٰی مشرف
عیسیٰؑ ز صلیب و موسیٰؑ از طور ∴ ختم الرسلؐ از براق و رفرف

دیگر

تا بود چار عید دَر عالم ∴ بر تو یارب خجستہ باد و ہجیر
عیدِ شوال و عیدِ ذی الحجہ ∴ ذا عیدِ یوم ہم و عیدِ غدیر
(ربیع الاول)

نوٹ۔ اخیر کے دو قطعے گرفتہ از جولائی سن ۱۹۶۰ء خاص نمبر (در پرچہ نگار لکھنؤ قیمت ؏)
مرقوم ۹ر مارچ ۱۹۶۱ء

(آمدہ از نذری باغ)

شیراز

ایڈیٹر:- سید صمصام شیرازی

لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

حیدرآباد کا ایک میکانک

مغربی ممالک میں نئے نئے ایجادات اور صنعتی ترقی کی وجہ یہ بھی ہے کہ وہاں حکومت اختراع اور ایجاد کی صلاحیت رکھنے والوں کی سرپرستی کرتی ہے ان کیلئے سرمایہ اور وسائل فراہم کرتی ہے لیکن ہمارے یہاں کا باوا آدم ہی نرالا ہے۔ یہاں بالعموم ایسے ذہین اشخاص جو ایجاد و اختراع کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اپنی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے سے پہلے ہی کچل دیئے جاتے ہیں۔ کچھ تو ناسا عدت زمانہ کچھ تنگدستی و افلاس اور کچھ ناقدر دانی کی وجہ سے ایسے طباع اور ذہین افراد کی مخترعانہ صلاحیتیں ختم ہو جاتی ہیں۔ حیدرآباد میں بہت کم لوگ ایسے ہوں گے جو مرحوم حکیم دلاور علی صاحب کے فرزند مولوی نامدار علی صاحب میکانک کی فنی صلاحیتوں اور ان کی نت نئی ایجادات سے واقف نہ ہوں۔ لیکن یہ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ محض ناقدر دانی اور سرمایہ نہ ہونے کی وجہ سے وہ اپنی کوئی ایجاد پیٹنٹ (Patent) نہ کرا سکے۔

نامدار علی کو کم عمری ہی سے مشنری سے دلچسپی رہی ہے۔ وہ موٹر آئیل انجن، الکٹرک، ٹائپ رائیٹر گھڑی سازی اور انسٹرومنٹ، مولڈنگ اور ٹرننگ میں کافی مہارت رکھتے ہیں۔ انہیں ابتدا ہی سے مفید ایجادات کا شوق رہا ہے۔ چنانچہ موصوف نے ایک نئی قسم کی گھڑی ایجاد کی ہے جس کا پنڈولم اوپر کی طرف چلتا ہے۔ اور ایک مرتبہ کوکنے سے گھڑی دو ماہ تک چلتی رہتی ہے انہوں نے حقہ کے لئے ایک برقی چلم بنائی ہے جس میں آگ کی بجائے برقی حرارت سے گوڑا کو گرم ہو جاتا ہے۔ انہوں نے سمنٹ سے نئی قسم کی جالیاں بنائی ہیں جو تعمیرات میں ایک نیا اضافہ ہے۔ موصوف کے ان ایجادات کو تجارتی پیمانہ پر بنانے اور پیٹنٹ کرانے کیلئے سرمایہ کی ضرورت ہے اگر محکمہ صنعت و حرفت یا حیدرآباد کے صنعت کاران کی سرپرستی کریں تو ان مفید ایجادات سے نہ صرف فائدہ اٹھایا جا سکیگا بلکہ ان ایجادات کی وجہ سے ملک کا نام بھی روشن ہوگا

خطیب منبر سلونی

کا ارشاد مبارک ہے کہ نیک سلوک کرنے سے آدمی غلام ہو جاتا ہے۔

۲۱ رمضان المبارک

حیدرآباد اور سکندرآباد کے جملہ ایرانی ہوٹلیں بوجہ شہادت حضرت علی علیہ السلام ۲۱ رمضان کو احتراماً بند رہیں۔ دربار حسینی میں منجانب انجمن اتحاد ایرانیان دکن مجلس عزائے مولی الکونین ابوالحسنین علیہ السلام برپا تھی۔ ایرانی بھائیوں نے غربا اور مساکین میں اناج تقسیم کرکے مولاؑ کی خوشنودی حاصل کی

اقای اسدی کے اعزاز میں افطار

حیدرآباد۔ گزشتہ ہفتہ اقای اسدی ایران کے مشہور تاجر کتب کے اعزاز میں منجانب اقای سید علی رضا وزیری گرانڈ ہوٹل میں ایک پر تکلف افطار کا انتظام تھا۔ اقای رحمت اللہ دانش کے علاوہ مدیر شیراز بھی مدعو تھے

سیدۃ الزہراؑ کمیٹی

کل ہند سیدۃ الزہراؑ کمیٹی (جس کے صدر ایرانی ممتاز تاجر آقای حسین ضابطیں) نے ۱۴ یتیموں کے پوشاک کا انتظام کیا ہے۔ کمیٹی مذکور کا یہ عمل دوسرے اداروں کے لئے قابل تقلید ہے۔

ایران سے واپسی

اقای محمود طبسی، اقای محمود دشتی اور آقای محمد علی دشتی جو اپنے وطن عزیز (ایران) گئے تھے واپس حیدرآباد آگئے۔ یہ ہر سہ ایرانی بھائی صاحبان ایک عرصہ سے ہندوستان میں مقیم اور تجارت میں مشغول ہیں۔ اول الذکر صاحب شیراز کے قدیم خریدار ہیں۔ ایران میں بھی شیراز کا مطالعہ فرماتے رہتے ہیں۔

پروانۂ خلد

از نواب کاظم جنگ بہادر کاظم

سند خلد کی ہے محبت علیؑ کی
کہ جانِ عبادت ہے ضربت علیؑ کی

ہوئی مستند حل عطا لافتیٰ ہے
سخاوت علیؑ کی شجاعت علیؑ کی

بقولِ محمدؐ ہے عینِ عبادت
اگر دیکھ لے کوئی صورت علیؑ کی

نبیؐ بن کے لیٹے تھے فرشِ نبیؐ پر
عجب شان تھی شامِ ہجرت علیؑ کی

اکھیڑا اگر بابِ خیبر تو کیا ہے
یہ ہے ایک ادنیٰ سی قوت علیؑ کی

ملا کعبہ آنے کو جانے کو مسجد
رہی کس قدر حق سے قربت علیؑ کی

سلامت رہے شاہِ عثمان کاظم
ہے رگ رگ میں ان کی محبت علیؑ کی

اعلان

حیدرآباد شیعہ کانفرنس کو ریاست آندھرا پردیش میں فرقہ اثنا عشری کے ایسے علماء و مجتہدین اور قارئین نکاح کی فہرست مرتب کرنی ہے جو اس فرض کو انجام دینے کے اہل ہیں اور اس کو انجام دیتے چلے آئے ہیں تاکہ حکومت میں موزوں حضرات کے نام پیش کرے تاکہ ان کے پڑھائے ہوئے نکاحوں کو حکومت قانونی درجہ بھی دے۔ لہٰذا یہ کانفرنس ایسے جملہ حضرات سے جو قراءت نکاح کے فرائض انجام دیتے چلے آئے ہیں خواہش کرتی ہے اپنے نام معہ ولدیت متذکرہ ذیل تفصیل دفتر کانفرنس واقع دارالشفاء حیدرآباد ۱۸؍مارچ سنہ ۱۹۶۶ء تک روانہ فرمائیں تاکہ حکومت اور مسلم وقف بورڈ میں ان کے اسماء گرامی کی سفارش کی جاسکے۔

(۱) نام شیعہ قاری النکاح مع ولدیت .... (۲) اسناد قابلیت ....

(۳) مکمل پتہ مع ضلع و ڈاک خانہ ....

معتمد حیدرآباد شیعہ کانفرنس

ذکر شہادت حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام

از محترمہ سعید النساء آثمہ بنت مولوی امداد علی صاحب مرحوم تعلقدار
علاقہ نواب سالار جنگ مغفور

ختمی مرتبت کے عہد مبارک سے ہی لوگوں کی مخالفت حضرت علیؑ کے ساتھ بوجہ حسد کے چلی آتی تھی۔ اس زمانہ میں بھی لوگ رنج اور تکلیف پہونچانے سے باز نہیں آتے تھے۔ سورۂ احزاب آیت نمبر ۵۷) والذین یوذون المومنین کی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو حضرت علی کو برا کہتے ہیں۔

یہ امر صاف صاف ظاہر ہے کہ اور تاریخ پڑھنے والے جانتے ہیں کہ نصرت اسلام اور خدمت خیر الانام میں جدوجہد جس طرح جناب امیرؑ نے کی کوئی اور نہ کرسکا قطع نظر اس کے مثل آپ کے کوئی دوسرا بہمہ صفت موصوف نہ تھا۔ عبادت، سخاوت، قناعت، صداقت، شجاعت علم، حلم، توکل، زہد، اتقا، دانشمندی، اسلام و بانیٔ اسلام پر جان نثاری، جس پہلو پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ بوجہ ختم نبوت آپ کو پیغمبری کا درجہ نہیں ملا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ ہی کی ذات پر یہ عالی ظرفی و بلند ہمتی ختم تھی کہ آنحضرت کی وفات کے بعد ایسے نازک وقت میں ذاتی منفعت و شفقت سے قطع نظر کرکے اسلام کی حفاظت فرمائی۔ اسکی اعانت اسی طرح لازمی و ضروری سمجھی جیسے پیغمبر خدا کے زمانہ میں سمجھتے تھے۔ اگرچہ اہل اسلام نے اس وقت آپ کے حقوق سے چشم پوشی کی تھی مگر آپ نے جہاد نفس کرکے اسلام کی محبت کو ظاہر کرنے میں کوتاہی نہیں فرمائی۔ اس پر آشوب زمانہ میں خود بھی سکوت فرمایا اور تمام بنی ہاشم و وابستگان خاندان رسالت کو روکا اور تحمل سے کام لینے کی ہدایت فرمائی جس کے باعث اسلام کے سر پر خانہ جنگیوں کی مصیبت نہ آسکی۔ آپ خانہ نشین و عزلت گزین ہوکر ارباب حکومت سے کنارہ کش رہتے تھے۔ مگر وہ امور جو ذات اسلام سے وابستہ تھے ان کی حمایت و نصرت میں اسی طرح سرگرم رہتے تھے۔ جس طرح مستعدی کے ساتھ اوائل اسلام میں قریش کے مجمع عام میں اقرار اور وعدہ فرمایا تھا جس کو سنکر قریش کے بڑے بڑے دلیر و جانباز لوگ دنگ ہوگئے تھے۔

خلافت ثالثہ کا دور ختم ہونے کے بعد مدینہ طیبہ کے مسلمان حضرت علیؑ کے در دولت پر حاضر ہوکر خلافت قبول کرنے کی استدعا کئے۔ اس موقع پر یہ بات قابل غور ہے کہ جب مسلمانوں کو آزادی کے ساتھ بغیر سفارش اور کسی دباؤ کے

پہلو اکی تلاش ہوئی تو اس کی نظریں کس پہ پڑیں اور انہیں کسکل خیال آیا - اس واقعہ کے ۲۴ سال پیشتر ان کو اختیار دیا جاتا تو وہ آپ ہی کے سامنے سرتسلیم خم کرتے -

یا اہل صوبہ حاروں کی خود سری کی وجہ سے فتنہ و فساد پیدا ہوکر ملک کی حالت ابتر ہوگئی تھی - اسی لئے آپ نے ظاہری حکومت (خلافت) قبول کرنے سے انکار فرمایا - اور کئی روز تک ٹالتے رہے - آخر مہاجرین و انصار کے اصرار پر جامع مسجد میں شرائط کے ساتھ بیعت لیکر خلافت کو مشرف فرمایا -

اسلام و بانی اسلام کی حفاظت و حمایت کی خاطر جن کفار و منافقین کو آپ نے قتل کیا تھا ان قبائل کے دلوں میں باوجود اسلام قبول کرنے کے کینہ پیدا ہوگیا تھا اور سابقہ دور میں قوت و اقتدار حاصل ہونے سے انتقام کا جذبہ بھی موجزن تھا -

اہل شام کی طرف سے جو فتنہ و فساد و تمام اسلامی ممالک میں اٹھ رہے تھے اس کی تفصیل جنگ جمل و صفین کے واقعات پڑھنے سے معلوم ہوسکتی ہے - حضرت علیؑ ہی کی ذات ستودہ صفات و نفس مطمئنہ کا کام تھا اور ایسے کشمکش کے دور میں صبر و استقلال کے ساتھ ملک اور قوم کی اصلاح کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا اور سیاست کا پورا انتظام فرمایا -

ماہ شعبان سنہ ۴۰ھ میں خوارج کے بچے ہوئے لوگوں سے تین آدمیوں نے خانہ کعبہ میں یہ مشورہ کیا کہ حضرت علیؑ معاویہ، عمر عاص تینوں کو قتل کر دینا چاہئے - اس پر عہد کرکے قسمیں بھی کھائیں - عبدالرحمٰن ابن ملجم نے کہا کہ میں امیرالمومنینؑ کو قتل کروں گا - برک ابن عبداللہ نے معاویہ کے قتل کا تہیہ کیا - عمر ابن بکر السعدی نے عمر عاص کو قتل کرنے کا وعدہ کیا - ابن ملجم کوفہ پہونچکر امیرالمومنین کی خدمت میں حاضر ہوا - جب مصریوں کی فہرست پیش ہوئی اور ہر ایک کا جائزہ لیا گیا تو امیرالمومنینؑ نے ابن ملجم سے پوچھا کہ کیا تیرا ہی نام عبدالرحمٰن ہے - جواب دیا کہ ہاں - اس کے بعد مصریوں نے آپ سے تجدید بیعت کی ابن ملجم بھی ان میں شریک تھا - چند روز رہکر اس نے امیرالمومنین سے یہ درخواست کی کہ میرا گھوڑا راستے میں مرگیا ہے - آپ ایک گھوڑا عنایت فرمائیے - حضرت علیؑ نے غزوان سے فرمایا کہ کمیت گھوڑا اس کو دیدیا جائے ابن ملجم عطیہ لے کر واپس ہوگیا - اس کے بعد جنگ نہروان واقع ہوئی - ابن ملجم کا مصنوعی خلوص ختم ہوگیا اور آپ سے علحدہ ہوکر خوارج کے لوگوں سے مل گیا -

عمر ابن بکر السعدی عمر عاص کو مارنے کی فکر میں مصروف ہوا اور مسجد میں پہونچا - خارجہ کو عمر عاص سمجھ کر سجدہ میں تلوار چلائی - جس کے ضرب سے خارجہ جانبر نہ ہو سکا - عمر عاص بوجہ علالت اس دن مسجد میں نہیں آیا تھا - غرض وہ بچ گیا - برک ابن عبداللہ شام پہونچ کر معاویہ پر حملہ کیا - تلوار ران پر پڑی زخم کاری نہیں تھا - علاج سے اچھا ہوگیا - مگر ابن ملجم کے مظلوم مقتول کی جان پر بن گئی -

اتفاقاً ایک روز قطامہ بنت اخضر کو ابن ملجم نے دیکھا یہ عورت حسن و جمال میں اپنا جواب نہیں رکھتی تھی - ابن ملجم کو جب معلوم ہوا کہ قطامہ بے شوہر ہے - اس سے نکاح کی خواہش ظاہر کی - اس نے رضامندی کا اظہار کیا مگر چند شرائط پیش کئے جن میں اہم شرط امیرالمومنین کا قتل تھا اور مہر میں تین ہزار درہم ایک غلام، ایک کنیز دینے کا خیال ظاہر کیا - ابن ملجم نے قبول کرلیا - قطامہ نے مدد کیلئے تین آدمیوں کو بھجوایا -

ماہ رمضان المبارک کی انیسویں شب یہ ظالم نماز کے

وقت سے پیشتر مسجد میں پوشیدہ ہوگئے اور یہ تہیہ کر لیا کہ سجدہ میں شمع امامت کو گل کر دیں گے۔

حضرت علیؑ کا معمول تھا کہ نماز فجر کے وقت سے پہلے مسجد میں جا کر ذکر خدا میں مشغول رہتے اور جب نمازی جمع ہو جاتے تو آپ بھی ان کے ساتھ نماز جماعت ادا کر کے خطبہ ارشاد فرما کر گھر واپس ہوتے۔ اس روز بھی حسب عادت مسجد میں تشریف لے گئے۔ جو لوگ صحن مسجد میں سو رہے تھے ان کو بیدار کر کے تسبیح و تقدیس میں مصروف ہو گئے۔ جب فجر کا وقت ہوا تو امیر المومنینؑ محراب عبادت میں تشریف لا کر نماز پڑھنے لگے۔ ابن ملجم پہلے ہی صف اول میں پوشیدہ ہو کر انتظار میں تھا۔ جب آپ پہلے سجدہ سے فارغ ہو کر دوسرے سجدہ میں گئے تو ابن ملجم نے زہر آلود تیغ کی ضرب لگائی۔ تیس سال پیشتر جس مقام پر عمر ابن عبدود کی تلوار لگی تھی۔ اب بھی اسی مقام پر پڑی۔ سر اقدس سے جبین مبارک تک شگافتہ ہو کر خون بہنے لگا۔ اس وقت آپ نے ارشاد فرمایا (بسم اللہ و علیٰ ملت رسول اللہ فزت برب الکعبۃ) دست مبارک سے سر کو پکڑ کر بہت دیر تک تڑپتے رہے۔ اس کے بعد مسجد کی خاک لیکر زخم پر چھڑکا اور یہ آیت تلاوت فرمائی۔ (منھا خلقناکم وفیھا نعیدکم ومنھا نخرجکم تارۃ اخریٰ) ہم نے تم کو زمین سے پیدا کیا اسی کی طرف تم کو پھیریں گے اور پھر اس سے دوبارہ زندہ کریں گے۔

جو لوگ نماز میں شریک تھے ان میں کوئی دولت سرا کی طرف خبر کرنے گیا اور چند آدمی ابن ملجم کی تلاش میں نکلے باقی آپ کے نزدیک بیٹھے رہے۔ حضرت حسنؑ اور حسینؑ نے پدر بزرگوار کے سر کو کپڑے سے باندھا۔ خون کی روانی کم نہیں ہوئی۔ زخم کی تکلیف بڑھ رہی تھی۔ درد کی شدت سے آپ بیہوش ہو جاتے تھے۔

ابن ملجم کو گرفتار کر کے لائے تو امام حسنؑ نے پوچھا کہ امیر المومنینؑ کو تو نے کیوں شہید کیا۔ ان کی نیکیوں کا یہ بدلہ ہے جو ادا کیا۔ ابن ملجم خاموش کھڑا ہوا تھا۔ حسنین علیہم السلام پدر بزرگوار کو گھر لے گئے۔ دو روز اسی تکلیف میں گزر گئے۔ صاحبزادیوں نے نان جو نمک اور کاسۂ شیر آپ کے سامنے رکھا تو ارشاد فرمایا کہ تمہارا باپ دنیا کی دو نعمتوں کو ایک وقت میں کبھی نہیں کھایا۔ حضرت زینبؑ نے نمک ہٹانا چاہا تو آپ نے منع کیا۔ جو کی روٹی نمک کے ساتھ تناول فرمایا۔ جب شربت آپ کے لئے لایا گیا تو حضرت حسنؑ سے فرمایا کہ میرے قاتل کو پہونچا دو وہ تمہارا اسیر ہے۔

جناب امیرؑ نے اپنے اصحاب کو طلب کر کے خطبہ پڑھا فرمایا جو نہج البلاغہ میں لکھا گیا ہے۔

حمد و ثنا کرتا ہوں اس خدا کی جو تعریف و مدح کا سزاوار ہے اور محامد کو پسند کرتا ہے۔ میں اس کے احکام کا اس وقت تک مطیع و فرمانبردار ہوں اور اس کے واحد و بے مثل ہونے کی گواہی دیتا ہوں ایھا الناس موت سے کوئی بھاگ نہیں سکتا۔ خبردار ہو کہ حکم قضا ہر شخص کو اس کی اجل مقررہ کی طرف کھینچے لئے جا رہا ہے۔ قضا و قدر کے مسئلہ میں زیادہ فکر نہ کرو وہ خدا کے اسرار ہیں۔ میری مخصوص وصیت تم لوگوں سے یہی ہے کہ خدائے سبحانہ تعالیٰ کو وحدہٗ لا شریک جانو۔ کسی شئے کو عبادت میں اس کا شریک نہ سمجھو اور سنت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ضائع نہ کرو۔ ہمیشہ کتاب خدا اور سنت رسول پر کاربند رہو۔ ہمارے اہلبیت اور حسنین علیہم السلام سے غافل نہ ہو۔ یہ دونوں راہ ہدایت کی شمعیں ہیں

ان کو دوست رکھو کہ طریق حق سے منحرف نہ ہوگے۔ تحقیق کہ حق تعالیٰ نے ہر شخص کو بقدر اسکی طاقت کے تکلیف دی۔ کم علم نادانوں سے خفیف مواخذہ ہوگا۔ آگاہ رہو کہ تمہارا پروردگار کریم ہے۔ رحیم ہے' دانا ہے' علیم ہے۔ کل میں تمہارا امام اور مصاحب تھا آج تمہارے عبرت گاہ ہوں۔ کل تمہارے درمیان سے رحلت کر جاؤں گا۔ اگر مجھ کو اس زخم سے شفا ہو جاتی تو خدا کا شکر بجالاؤں گا۔ سچ کہتا ہوں کہ میں نے کبھی اس دنیا سے دل نہ لگایا۔ اس دار ناپائدار میں ایسا رہا جیسے کوئی درخت کے سایہ میں بیٹھے اور وہ سایہ اس کے سر سے دور ہو جائے یا کسی کے نزدیک ہوا سے خس و خاشاک جمع ہو جائیں پھر دوسرا ہوا کا جھونکا ان کو متفرق و پریشان کردے۔ یا جیسے پارہ ابر کسی کے سر پر سایہ فگن ہو پر ایک دم کے بعد وہ سایہ رفع ہو جائے۔ میرا بدن چند روز تمہارے ساتھ رہا مگر دل ہمیشہ ملاء اعلیٰ سے متعلق تھا۔ تم بہت جلد میرے بدن کو روح سے خالی پاؤ گے۔ نہ وہ بلیغ خطبہ اس سے سنو گے نہ وہ علوم الٰہی و معارف ربانی حاصل کرو گے۔ پس تم کو چاہیے کہ میرے حال سے عبرت کا سبق لو۔ کیونکہ مجھ سے بڑھ کر فصیح بلیغ اور سچی نصیحت کرنے والا اب تم کو نہ ملے گا۔

اب میں سب کو وداع کرتا ہوں اور امیدوار ہوں کہ روز قیامت مجھ سے تمہاری ملاقات ہو کر اس وقت میری قدر و منزلت جو اب تک تمہاری آنکھوں سے پوشیدہ ہے معلوم ہو جائے اس میں شک نہیں کہ جب میں تمہارے درمیان سے اٹھ جاؤں گا اور دوسرا شخص میری جگہ تمہارا امیر ہوگا تو تم مجھ کو بہت یاد کرو گے۔ اب میں تمہارے اور اپنے لئے دعائے مغفرت کرتا ہوں۔ والسلام۔

اس عام خطبہ کے بعد آپ نے اپنے اہلبیت علیہم السلام کو بلا کر حضرت حسن سے فرمایا کہ میں تم کو تقویٰ و پرہیزگاری کی وصیت کرتا ہوں۔ تم اپنے بھائیوں سے نیک سلوک کرنا اور ان پر بھی واجب ہے کہ تمہاری اطاعت و متابعت میں ہمیشہ سرگرم اور مستعد رہیں۔ دنیا کی کبھی آرزو نہ کرنا۔ جو چیز تم سے تمہارے ابنائے زمانہ چھین لیں۔ ان پر تم متاسف نہ ہونا۔ راستبازی اختیار کرنا۔ ضعیفوں کی مدد۔ مظلوم کی رعایت۔ ظالم سے خصومت کرنا۔ جو کچھ کتاب اللہ میں ہے اس کے موافق عمل کرنا۔ خدا کے راستے میں کسی ملامت کنندہ سے نہ ڈرنا محمد حنفیہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم کو بھی تمہارے بھائیوں کی طرح وصیت کرتا ہوں کہ اپنے بھائیوں کی تعظیم و تکریم کرتے رہنا کہ تم پر ان کے بہت بڑے حقوق ہیں۔ انکے سوا کسی دوسرے پر بھروسہ نہ کرنا۔

امیر المومنینؑ نقاہت کی وجہ بے ہوش ہو گئے۔ پھر ہوش آیا تو بجز کلمہ شہادتین کے کچھ نہ فرمایا۔ ۲۱ رمضان المبارک ۴۰ ہجری نماز فجر کے وقت روح مطہر عالم قدس کی طرف پرواز کر گئی۔ إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

گھر میں کہرام برپا ہو گیا۔ صاحبزادوں نے تجہیز و تکفین کر کے لاش مطہر کو نجف اشرف میں جس کو غری بھی کہتے ہیں جو کوفہ سے قریب ہے دفن فرمایا۔

مسلمان ایک فیصلہ کن موڑ پر!

از:- قاضی سید غیاث الدین صاحب
وزیر اغذیہ، ہاؤسنگ، سول سپلائز
پرنٹنگ پریس، اوقاف اور فشریز!

"ذہنی طور پر بے چینی کا جیسا زمانہ ہمارا ہے شاید ہی اس سے پہلے کبھی رہا ہو۔ نہ صرف ایسے مسائل سے ہم دو چار ہوئے ہیں جن کے لئے نئے اور بے نظیر حل تلاش کرنے ضروری ہیں بلکہ وہ تمام زاویہ نگاہ بھی جن کے ذریعہ یہ مسائل نظر آتے ہیں ہمارے لئے نئے ہیں۔"

قدیم رواج نئے طور طریقوں کیلئے اپنی جگہ خالی کرتے جاتے ہیں۔ ہندوستان جو صدیوں سے خواب غفلت کے جھونکے لے رہا تھا بیدار ہو رہا ہے اور تقریباً بیدار ہو ہی چکا ہے۔ اس کی انگڑائیاں اس امر کی غماز ہیں کہ وہ اپنی کھوئی طاقت پھر سے حاصل کر رہا ہے۔ لا محدود فطری سرچشمے انسانی محنت سے امتزاج پاکر عوام کی فلاح اور بہبودی کے ذرائع پیدا کر رہے ہیں۔ صنعتی ذرائع اور پیداوار کے طریقے، مانگ اور مانگ کی تکمیل کے ساتھ قومی و بین الاقوامی سطح پر مبادلہ و تقسیم کے پیچیدہ مسائل کے منظر میں عمل میں آرہی ہیں۔ ہندوستان بڑی سرعت سے اپنی کفالت اور پیداوار کی فراوانی کی منزل پر پہنچ رہا ہے۔ اور وہ دن دور نہیں جب آخری جست لگا کر منزل مقصود پر پہنچ جائے گا۔ جا بندا رانہ اور جذباتی نقطۂ نظر سے الگ ہو کر دیکھا جائے تو معاملات متحرک پذیر نظر آتے ہیں مختلف ذرائع سماجی خدمات سائنسی اور تکنیکل تعلیم صنعت چھوٹی بڑی یا متوسط صنعتیں سرکار کی قائم کی ہوئی یا پبلک کی تمام خوبی سے ہم آہنگ ہو گئے ہیں کہ سارا ماحول ایک تابناک مستقبل کی طرف جوش و مسرت لئے ہوئے قدم بڑھا رہا ہے۔ جس فرد نے بھی ترقی و خوشحالی کیلئے کام کیا ہے اس کا سینہ زندگی اور خدمات کی تڑپ سے معمور رہے۔

اس کے برخلاف عوام کا ایک اغلب حصہ (مسلمان) جو مذہبی، ثقافتی اور لسانی اعتبار سے اقلیت میں ہے۔ کشمکش اور بے حسی کا شکار نظر آتا ہے۔ ان کی یہ بے حسی اور کشمکش اس وجہ سے نہیں ہے کہ انہیں مواقع فراہم نہیں ہیں۔ پس منظر میں جھانکے بغیر با آسانی یہ دیکھا جا سکتا ہے کہ ماضی نے انہیں بددل کر دیا ہے اور نتیجتہً وہ دماغی طور پر بے چین ہیں۔

پچھلی ایک صدی سے مسلمانوں کے سامنے کوئی مقصد و منشا نہیں ہے۔ وہ ایک ایسی بے لنگر کشتی کی مانند ہیں جو محض لہروں کے رحم و کرم پر بہتی ہے۔ انہیں سے کچھ تباہی سے بچ کر طوفان کے بلا خیز دھاروں سے نکل گئے۔ وہ اپنی منزل سے ناواقف تھے اور نتیجتہً وہ علاج کی جائے اعتقادات پر زیادہ بھروسہ کرنے لگے۔ انہوں نے جو لائحہ عمل اختیار کیا اس سے کچھ عمدہ نتائج ضرور برآمد ہوتے لیکن نا پختہ مقاصد کی بنا پر فوائد دیرپا ثابت نہیں ہوئے۔ یہ درست ہے کہ سماجی مصلحتیں، ماہرین تعلیم اور سیاسی قائدین کی کمی نہیں تھی۔ ان لوگوں نے قیادت کی سچی مساعی بھی کیں لیکن چند عوامل ایسے تھے جو ان کے خلاف عمل پیرا تھے اور ان میں سے ایک تھی سامراجی حکومت جو ان کو بہت بے راہ روی پر مائل کرتی تھی۔ سر سید احمد اور ان کے ساتھیوں کی راہ میں حائل ہوتے ہوئے قائدین اور علما بجائے کوئی نئی اقدار پیش کرنے کے مشینی طور پر قدیم اقدار کی تکرار کرنے لگے ہمارے علماء نے سماج کا احیا کرنے

قطعہ

نگر تو از کجا مژدہ شنیدم
بہ دورِ فصلِ گُل بادِ سحر گفت

بہ پیشِ چشم این منظر کہ دیدم
مثالِ گُل ہمہ جامہ دریدم

(آمدہ از نذری بلیغ)

کی مصنوعی کوشش بھی کی اور یہ بھول گئے کہ یہ تاریخ کا فیصلہ ہے کہ فرسودہ خیالات جنہیں لوگوں نے ترک کر دیا ہے کبھی سرسبز نہ ہو سکے۔ وہ جدید ذہنیت سے ناواقف تھے اور اس لئے وہ کوئی وجدان حاصل کرتے یا اصول و عمل پیدا کرتے جن سے دوسروں کو تلقین کر سکتے یا فائدہ پہنچاتے۔ کوئی تخلیقی قوت یا ارادہ موجود نہیں تھی۔ تمام ترقی پذیر ذرائع ختم ہو گئے تھے۔ درجہ بدرجہ صورت حال ابتری کی طرف رجوع ہوتی گئی۔ جس وقت اقلیت کی ترقی کی تحریک کمزور ترین تھی مسلمانوں پر ایک المناک حادثہ ٹوٹا اور ناخواستہ طور پر تقسیم ملک ہو گیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خود اقلیت جو آزاد دستور میں منقسم ہو گئی۔ مسلمان اپنے آپ کو کلی طور پر نقش دوہم سے دور اپنے پر پاتے تھے اور کوئی نہیں جانتا تھا کہ اس قوم کا مستقبل کیا ہونے والا ہے۔ یہ وہ وقت تھا کہ جب دستور اساسی ترتیب دیا جا رہا تھا۔ اس وقت یہ سوال پیدا ہوا کہ معاشرہ کا آئندہ نظام کیا ہونا چاہئے اور دستور کا وہ طریقہ عمل کیا ہوگا جس کے ذریعہ اسے عمل میں لایا جائے گا۔ اس حقیقت کے باوجود کہ ملک مذہب کی بنیاد پر تقسیم ہوا تھا۔ ہندوستان میں مختلف مذہبی اور ثقافتی عقائد کے لوگ آباد تھے۔ ہندوستان دو لسانی اور مذہبی ملک تھا۔ جو لوگ ہندوستانی سماج کو اس حیثیت سے جانتے تھے انہیں یقین واثق تھا کہ ظاہری اختلاف کے پس پردہ اتحاد و جمہوریت کا وہ جذبہ کارفرما تھا جس نے تمام عوام کو ایک قومی حیثیت سے مجتمع کر دیا اور مختلف متعلقہ مذہبی ثقافتی سماجی اور تعلیمی ماحول کی حفاظت کی۔ لہذا تجزیہ کیا گیا کہ ہندوستان کے عوام ایک خود مختار جمہوریت کا قیام عمل میں لاتے ہیں اور جمہوریہ اپنے عوام کے لئے مندرجہ ذیل حقوق کا ذمہ لیتا ہے۔

"سماجی، معاشی اور سیاسی انصاف
خیال، بیان، عقیدے، مذہب اور عبادت کی آزادی
حیثیت اور مواقع پر مساوات
اور بھائی چارہ کو اس طرح ترقی دیں کہ وہ فرد کے وقار اور قوم کی یکتائی قائم رکھنے کی ضمانت ہو۔"

دستور اساسی ہند نے آزادی ضمیر، آزادی پیشہ، عمل اور تبلیغ مذہب کی ضمانت مندرجہ ذیل الفاظ میں دی ہے۔

"عوامی امن، اخلاق اور صحت اور اس حصہ کی دوسری تجویزوں کے تابع تمام اشخاص کو ضمیر کی آزادی اور آزادی سے مذہب کو ماننے، اس پر عمل کرنے اور اس کا پرچار کرنے کا یکساں حق ہوگا۔"

دستور کی دفعہ ۲۶ میں مذہبی معاملوں کو طے کرنے کے حقوق کی مزید صراحت دی گئی ہے:۔

"عوامی امن، اخلاق اور صحت کے تابع ہر مذہبی فرقے یا اس کے کسی جزو کو حق ہوگا کہ وہ:

(الف) مذہبی اور خیراتی اغراض کے لئے ادارے بنائے اور ان کی دیکھ بھال کرے۔
(ب) مذہبی امور میں اپنے معاملات کا آپ انتظام کرے
(ج) منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد کی ملکیت رکھے اور اسے حاصل کرے۔
(د) ایسی جائیداد کا قانون کے مطابق انتظام کرے"

جہاں تک ثقافتی اور تعلیمی حقوق کا تعلق ہے دفعہ ۲۹ جو دفعہ ۱۵ کا ایک ضمنی حصہ ہے وہ عبارت ہے مذہب، نسل، ذات پات، جنس وغیرہ کی بنیاد پر ہونے والی امتیاز کے امتناع سے۔ مندرجہ ذیل ماخوذ سے اس کی خصوصیت کا اندازہ ہوگا:۔

"کسی شہری کو کسی ایسے تعلیمی ادارے میں جس کی دیکھ بھال مملکت کرتی ہو یا جسے مملکت کے فنڈ سے امداد ملتی ہو، صرف مذہب، نسل، فرقے یا زبان یا ان میں سے کسی ایک کی بنا پر داخلہ دینے سے انکار نہ کیا جائیگا۔"

تعلیمی اداروں کے قیام اور انتظام کا حق اقلیتوں کو دیا گیا ہے اور اس کا بیان دفعہ ۳۰ میں ہوا ہے

قطعہ

بہرِ جام و ساغر و خم مئے بس است — بہرِ ہر منزل نگر نو طے بس است
گفت این چنگ و رباب و دف شنو — بہرِ گوشم بین تو صوتے بس است

(آمدہ از نذری باغ)

جو دفعہ ۱۲۱ کا ضمنی حصہ ہے۔ اس میں اقلیتوں کو دینی
وثقافتی اداروں کے قیام کا حق دیا گیا ہے اور یہاں تک
ہی انہیں اپنے ذاتی اداروں کے حق کی ضمانت بھی دی گئی ہے
دستور کے تحت اقلیتوں کے بنیادی حقوق کی
منظوری تدبر اور برداشت کا ایک انتہائی دانشمندانہ
اقدام ہے اس کا مقصد یہ تھا کہ تمام اقلیتیں ایک مادی
نظام کے ماتحت ہم سر و ہم چشم رہیں۔

یہ اقدام تاریخ کا لب لباب تھا۔ ماضی میں جب
بھی اقلیتوں کے بے اطمینانی سے قوم کے انحطاط کا خدشہ
پیدا ہوا اور اس کے بالواسطہ اثرات وسیع ہوتے
نظر آئے قوم نے اس مسئلۂ اقلیت کے حل کا اطمینان بخش
راستہ تلاش کر لیا۔ جس کے ذریعے اقلیتوں کا علیحدہ
تشخص برقرار رکھا گیا۔ اور ساتھ ہی ساتھ مختلف فرقوں
میں باہمی فرقوں میں تحمل و موافقت کا جذبہ بھی پرورش
پا گیا۔ اس جزئے قوم کے رشتۂ اتحاد کو مضبوط کر دیا
اور نتیجتہً قومی طاقتیں بھی مضبوط ہو گئیں۔

اسی قبیل کا ایک سوال اسٹالن کے عہد میں پیدا
ہوا۔ اس نے اس کا جو جواب دیا وہ دستور میں منضبط
کر دیا گیا۔ سوال یہ تھا کہ منتشر اقلیتوں کو کس طرح قومی
اتحاد کے رشتے میں منسلک کیا جا سکتا ہے۔ اسٹالن
کا جواب مختصراً درج ذیل کیا جاتا ہے۔

"لیکن اقلیتیں جو چاہتی ہیں وہ محض مصنوعی اتحاد
نہیں بلکہ ان مقامات میں وہ اپنے اصل حقوق چاہتی ہیں
جہاں ان کی سکونت ہے۔ بجز کلی جمہوریت کے اس طرح
کی یونین انہیں کیا دے سکتی ہے؟ اس کے برعکس جبکہ کلی
جمہوریت موجود ہے تو پھر قومی یونین کی ضرورت ہی کیا ہے
وہ کیا چیز ہے جو ایک قومی اقلیت کو خاص طور پر
بھڑکا دیتی ہے؟

اقلیت قومی یونین کی عدم موجودگی کی وجہ سے
بے اطمینان نہیں ہوتی بلکہ اپنی مادری زبان کے استعمال کا
حق نہ رکھنے کی وجہ سے بے اطمینان ہوتی ہے۔ اسے اس
کی مادری زبان استعمال کرنے کی اجازت دو۔ بے
اطمینانی خود بخود رفع ہو جائے گی۔

اقلیت اس وجہ سے بے اطمینان نہیں ہوتی کہ
کسی مصنوعی اتحاد کا وجود نہیں ہوتا بلکہ اس وجہ سے
ہوتی ہے کہ اس کے اپنے مدارس نہیں ہوتے۔ اسے اس کے
اپنے مدارس دیدو بے اطمینانی کی تمام بنیادیں ختم ہو جائیں گی۔

اقلیت اس بنا پر غیر مطمئن نہیں ہوتی کہ کوئی قومی
اتحاد نہیں ہوتا بلکہ اس وجہ سے کہ اسے آزادیٔ ضمیر (آزادیٔ
مذہب) آزادیٔ حرکت وغیرہ حاصل نہیں ہوتی۔ اسے یہ
تمام آزادیاں مہیا کر دو بے اطمینانی ختم ہو جائے گی۔

اس طرح اقوام کے تمام اشکال (زبان، مدارس
وغیرہ) میں مساوی حقوق قومی سوال کے حل کا ناگزیر
عنصر ہیں۔ نتیجتہً ایک ایسے ریاستی قانون کی ضرورت ہے
جو بالکلیہ ملک کی جمہوریت پر مبنی ہو، اور جس میں بلا
استثناء تمام قومی امتیازات موقوف ہوں اور قومی
اقلیتوں کے حقوق پر کسی بھی قسم کی اہلیت اور پابندی
کا امتناع ہو۔ یہ اور صرف یہی اقلیت کے حقوق کی
ضمانت کاغذی طور پر نہیں ہوتی۔"

اسی طرح دنیا کے دوسرے قوم پرور ممالک جیسے امریکہ
آسٹریلیا، روس، جمہوریۂ فرانس، مغربی جرمنی، جاپان
سیلون، اور برما نے اپنے دساتیر اساسی میں اسی طرح
کی ضمانتیں اقلیتوں کو دی ہیں۔

اسٹیٹس ری آرگنائزیشن کمیشن کی ایک رپورٹ
آئینی صورت حال کی تلخیص صفحہ ۲۰۶ پر مندرجہ ذیل طریقے
سے کرتی ہے:۔

"یہ امر دلچسپ ہے کہ دیگر ممالک میں اقلیتوں کے فوائد کی
حفاظت انفرادی یا اجتماعی طور پر کرنے کے لئے مندرجہ ذیل
تدابیر اختیار کی گئیں۔

(۱) مختلف قومیتوں کی بنیاد پر انتظامی اکائیوں
کی ساخت۔ اس بات کا احساس سوئٹزرلینڈ، روس،
اور یوگوسلاویہ میں بڑی حد تک کیا گیا ہے۔

قطعہ

پئے شادی نگر جملہ رسوم است ‖ پئے عشرت نگر جملہ لزوم است
بگفتہ ہیجدہ ذی الحج کہ عثمان ‖ پئے خم غدیرے این ہجوم است

(آمدہ از نذری باغ)

(ii) سرکاری زبان کی حیثیت سے ایک سے زیادہ زبانوں کی منظوری اس پر خلوص طور سے سوئٹزرلینڈ، کینیڈا اور جنوبی افریقہ میں عمل کیا جاتا ہے۔

(iii) کابینہ میں قلیتوں کی نمائندگی۔ اس پر سوئٹزرلینڈ اور کینیڈا میں عمل کیا گیا۔

(iv) اقلیتوں سے متعلق قانون سازی میں ان کی اہمیت کی ضمانت۔ مثلاً دارالعوام اسکاٹ لینڈ کی دوامی مجلس۔

(v) اقلیتوں کی اغراض کی دیکھ بھال کے لئے خصوصی وزراء کا تقرر۔ مثلاً برطانوی کابینہ میں اسکاٹ لینڈ کا معتمد ریاست۔

(vi) اقلیتوں کی اغراض کے بنیادی حقوق جیسے روس، یوگوسلاویہ، سوئٹزرلینڈ، کینیڈا۔ اور فلسطین کے دستوروں میں ہے ... پولینڈ اور زیکوسلوواکیہ کے دستوروں میں ۱۹۳۹ء سے پہلے تھے۔

اور (vii) وفاقی ملازمتوں کا انتخابی اکائیوں میں اقلیتی حقوق سے متعلق خصوصی ذمہ داریاں عائد کرنا جیسے کینیڈا میں ہوتا ہے۔

میں نے مختصراً مذہبی آزادی کے بنیادی حقوق سے متعلق یہ: (الف) آزادی ضمیر و پیشہ و مشق و تبلیغ مذہب (ب) مذہبی، ثقافتی اور تعلیمی مطالب کی آزادی کا ذکر کیا ہے۔

دوسرے ممالک کے دساتیر میں قلیتوں کو جو ضمانتیں دی گئی ہیں ان کا بیان اس موقع پر مفید ہوگا۔ اولاً میں آزادی مذہب سے متعلق مندرجہ ذیل ممالک کے دساتیر سے مفید مطلب حصوں کا ذکر کروں گا: زیکوسلوواکیہ، یوگوسلاویہ، چین، سوئٹزرلینڈ، برما، سیلون، جاپان، مغربی جرمنی، جمہوریہ فرانس، روس، آئر، آسٹریلیا اور ریاستہائے متحدہ امریکہ۔

(الف) زیکوسلوواکیہ :- زیکوسلوواکیہ کے دستور کی دفعہ ۱۲۱ میں مذکور ہے۔

"آزادی ضمیر و مذہب کی ضمانت دی جائیگی"۔

(ب) یوگوسلاویہ :- دفعہ ۱۲ میں لکھا ہے۔

"آزادی ضمیر و مذہب کی ضمانت دیجائیگی۔ قانون کے روبرو تمام تسلیم شدہ مذاہب یکساں ہوں گے اور عوام میں ان پر عملدرآمد کیا جاسکے گا۔"

(ج) چین :- چینی دستور کی دفعہ کہتی ہے کہ:-

"عوام مذہبی اعتقاد کی آزادی پائیں گے"

(د) سوئٹزرلینڈ :- دستور کی دفعہ ۱۱ میں لکھا ہے کہ:-

"آزادی ضمیر و مذہب ناقابل شکست ہے کسی شخص کو کسی مذہبی ادارے کا ممبر ہونے، کسی مذہبی ادارے کے آگے جھکنے، کسی مذہبی وظیفہ کو ادا کرنے یا اپنے مذہبی خیالات کی بناء پر کسی بھی قسم کے جرمانے ادا کرنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔"

(ہ) برما :- ۱۹۴۸ء کا منضبط دستور کہتا ہے۔ (دفعہ ۲۰):-

"عوامی امن، اخلاق اور صحت اور اس باب میں دوسری تجاویز کے تابع تمام اشخاص یکساں طور پر آزادی ضمیر اور اختیار و مشق مذہب کی آزادی کے حقدار ہیں۔"

تشریح نمبر۱:- مندرجہ بالا حق میں مذہبی رویہ سے متعلق کوئی معاشی، مالی، سیاسی یا دوسری لادینی سرگرمیاں شامل نہیں ہیں۔

تشریح نمبر۲:- اس جز میں جس آزادی کی ضمانت دی گئی ہے وہ حکومت کو سماجی فلاح بہبودی کے مقصد سے تعمیل قوانین سے باز نہیں رکھے گی۔

اس کے برعکس دفعہ ۲۱ کے فقرہ ۳ اور ۴ میں لکھا ہے کہ:-

(۳) مذہبی عقیدہ یا ایقان کی بناء پر حکومت کوئی معذوری یا امتیاز نافذ نہیں کرے گی۔

(۴) سیاسی مقاصد کے لئے مذہب کے

قطعہ

چشمِ نرگس کہ چہ فتّان بود است	دیدہ بازی بہ گلستان بود است
بر رُخِ سروِ سہی این قمری	بین کہ شیدا بہ دل و جاں بود است

(آمدہ از نذری باغ)

ناجائز استعمال کی ممانعت کی جاتی ہے اور کوئی بھی ایسا فعل جس کا مقصد نسلی یا امتیازی خصوصی برادری یا فرقے کے مابین نفرت، دشمنی یا ناچاقی کے جذبات کو ہوا دینا ہو یا جس سے اس بات کا خدشہ ہو۔ دستور کے خلاف ہے اور بذریعہ قانون لائق تعزیر ہے۔

(۹) سیلون :۔ ۱۹۴۹ء میں منضبط سیلون کا دستور کہتا ہے :۔

"کوئی بھی قانون (مثلاً مجلس قانون ساز کا وضع کردہ) (ا) کسی مذہب کے آزادانہ اختیار پر ممانعت یا پابندی عائد نہیں کرے گا۔ یا (ب) کسی برادری یا مذہب کے اشخاص کو ان پابندیوں یا نااہلیتوں کا مستوجب قرار نہیں دے گا جن کے مستوجب دوسری برادری یا مذہب کے اشخاص نہیں ہیں۔ (ج) کسی برادری یا مذہب کے اشخاص پر وہ امتیازات اور فوائد عائد نہیں کرے گا جو دوسری برادری یا مذہب کے اشخاص پر عائد نہیں ہیں۔"

(ز) جاپان :۔ ۱۹۴۶ء کے دستور کی دفعہ ۲۰ کہتی ہے :۔

"ہر شخص کو آزادی مذہب کی ضمانت دی جاتی ہے۔ کسی شخص کو مذہبی معاملے، تقریب، رسم یا عبادت میں حصہ لینے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔"

(ح) مغربی جرمنی :۔ ۱۹۴۸ء کے دستور کی دفعہ ۴ میں مذکور ہے۔

(ا) "آزادی ضمیر و عقیدہ اور مذہبی اور تصوراتی عقیدہ کی آزادی مستحکم ہوگی۔"

(ا ا) بلاخلل اختیار مذہب کی ضمانت دی جائے گی۔

(ااا) کسی شخص کو امن کے ضمیر کے خلاف سپاہی کی حیثیت سے جنگی خدمات انجام دینے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ تفصیلات مرکزی قانون کے ذریعہ نافذ کی جائیں گی۔"

(ط) جمہوریۂ فرانس :۔ ۱۹۵۸ء کا اعلان حقوق جو ۱۹۴۶ء کے دستور کی تمہید میں کیا گیا ہے کہتا ہے کہ :۔

"کوئی شخص اپنے عقیدہ حتیٰ کہ مذہبی عقیدہ کی بناء پر پریشان نہ کیا جانا چاہیئے۔ بشرطیکہ کہ ان عقائد کی تصریح قانون کے ذریعہ قائم کردہ امن عامہ میں خلل انداز نہ ہو۔"

(ی) روس :۔ ۱۹۳۶ء کے دستور کی دفعہ ۱۲۴ کہتی ہے :۔

"مذہبی عبادت کی آزادی اور خلاف مذہب نشرو اشاعت کی آزادی تمام شہریوں کے لئے تسلیم کی جاتی ہے۔"

(ک) آئر :۔ ۱۹۳۷ء کے دستور کی دفعہ ۴۴ (۲) میں مذکور ہے کہ :۔

(۱) عوامی امن اور اخلاق کے تابع آزادی ضمیر اور آزادی عہد و اختیارِ مذہب کی ہر شہری کو ضمانت دی جاتی ہے۔ (۲) ریاست کسی بھی مذہب کو حقوق و مراعات نہ دینے کی ضمانت دیتی ہے۔ (۳) ریاست مذہبی عقائد اختیارات اور حیثیت کی بناء پر کوئی نااہلیت یا امتیاز نافذ نہیں کرے گی۔"

(ل) آسٹریلیا :۔ آسٹریلیا کے دستور کا جزو ۱۱۶ کہتا ہے :۔

"عوامی حکومت مذہب کے قیام یا کسی مذہبی اختیار کا نفاذ، یا کسی مذہب کی آزادی سے مشق سے امتناع کرنے کے لئے کوئی قانون نہیں بنائے گی اور عوامی حکومت کے تحت کسی دفتر یا عوامی وقف میں مذہبی معیار کسی قابلیت کی حیثیت سے ضروری شمار نہ کیا جائے گا۔"

(م) امریکہ :۔ ۱۷۹۱ء کے دستور میں جو پہلی تبدیلی ہوئی تھی اس میں لکھا ہے کہ :۔

"کسی مذہب کے قیام یا آزادانہ مشق کے امتناع سے متعلق کانگریس کوئی قانون وضع نہیں کرے گی۔"

اقلیتوں کے تعلیمی اداروں کے قیام سے متعلق سوئٹزرلینڈ کے دستور اساسی کی دفعہ ۱۵ میں مذکور ہے کہ نگران ۱۶ برس تک کی عمر کے بچوں کی مذہبی تعلیم مقرر کرنے کے

قطعہ

دورِ افلاک بار بار بُوَد ۔۔۔ بر دلِ ما نگر کہ بار بُوَد
گفت بادِ سحر رُخِ بلبل ۔۔۔ چہ سبک پیشِ گُل کہ خار بُوَد

(آمدہ از ندری باغ)

حقدار ہیں۔ اسی طرح آئرش دستور اساسی کی دفعہ ۴۲ میں یوں لکھا ہے:—

(۱) ریاست (یہ بات) قبول کرتی ہے کہ بچے کا ابتدائی و فطری معلم خاندان ہے اور والدین کے ان کے اپنے ذرائع کے مطابق اپنے بچوں کی مذہبی و اخلاقی، ذہنی، جسمانی اور سماجی تعلیم مہیا کرنے کے ناقابل جدائی حق کی عزت کی ضمانت دیتی ہے۔

(۲) والدین اپنے گھروں میں یا ذاتی مدارس میں یا منظور شدہ مدارس میں یا ریاست کے مدارس میں یہ تعلیم مہیا کرنے کے لئے آزاد ہوں گے۔

(۳) (۱) ریاست والدین کو ان کے ضمیر کے خلاف اور قانونی فوقیت میں اس بات پر مجبور نہیں کرے گی کہ وہ اپنے بچوں کو ریاست کے قائم کردہ مدارس یا ریاست کے خصوصی مقرر کردہ مدارس میں بھیجیں۔"

کینیڈا کا دستور کہتا ہے کہ:—

"ایسے کسی بھی قانون میں کوئی بھی امر کسی بھی جماعت اشخاص کے نام زد اسکولوں سے متعلق کسی بھی ایسے حق یا استیاز پر اثر انداز نہ ہوگا جو یونین کے صوبہ میں قانوناً رکھتی ہے۔"

دنیا کے اکثر ممالک کے دساتیر کی نجاویز کو دیکھتے ہوئے یہ سمجھ لینا بہت آسان ہے کہ کسی بھی ملک میں جن کثیر حقوق کی ضمانت دی گئی ہے، دستور ہند کے بنیادی حقوق کے خاکے میں انہیں بھی جگہ ملی ہے۔

یہ فطری بات ہے کہ جس وقت دستور منضبط کیا گیا تھا اور اقلیتوں کے حقوق کی ضمانت دی گئی تھی واقعات کا تھکا دینے والا اثر ہنوز مسلمانوں کے اذہان پر طاری تھا۔ اس پراگندگی کے عالم میں وہ ان دفعات سے فائدہ اٹھانے کی مطابقت نہ پیدا کر سکے جو اس زمانہ میں ظاہر ہوئے تھے۔ یہ قطعی فطری امر تھا اور یہ ایک نفسیاتی معاملہ ہے۔ انہیں ان کی بے عملی یا کشمکش پر متہم کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ وقت بہترین مرہم ہے۔ اس وقت سے اب تک کئی زخموں کا اندمال ہو چکا ہے۔ حالات اعتدال پر آگئے ہیں لہذا اب وقت آگیا ہے کہ مسلمان اپنے مذہبی، ثقافتی، تعلیمی اور سماجی مسائل کو اس طرح حل کریں کہ وہ قومی قوتوں کے ساتھ ان کی موافقت پیدا کر کے انہیں طاقتور بنا دے۔ چونکہ اس مضمون کا مقصد ان عام مسائل سے بحث کرنا نہیں ہے جو مسلمانوں کے سامنے ہیں، اس لئے میں ان کا ذکر نہیں کروں گا۔

میرا تعلق کم و بیش ان پیچیدہ مسائل اور ان کے حلوں سے ہے جنہوں نے ذہنی بے اطمینانی پیدا کر دی ہے۔ اسی ذہنی بے اطمینانی کو ختم کرنا میرا مقصد ہے۔ میں اپنی بہترین معلومات اور اہلیت کے ساتھ ایک وسیع نقطہ نظر سے خصوصاً مسلمانوں کی تعلیمی ضروریات سے بحث کروں گا۔ اس سے بیشتر میں موجودہ کیفیت کا مختصر سا خاکہ پیش کروں گا۔ میں زمانہ ہندوستان لسانی اعتبار سے سوا ریاستوں پر مشتمل ہے۔ ہر صوبہ میں ایک زبان بولنے والوں کی کثیر آبادی ہے اور یقیناً بہت جلد وہ زبان اس صوبہ کی علاقائی زبان کی حیثیت سے منظور کی جانی چاہیئے۔ یہ نہ بھولنا چاہیئے کہ ہر ریاست میں ایسے لوگوں کی بھی کثیر تعداد ہے جن کی مادری زبان علاقائی زبان سے مختلف ہے اس لئے انہیں یہ مسئلہ درپیش ہے کہ موجودہ حالت میں انہیں کیا کرنا چاہیئے مسلم اقلیتیں اپنی کچھ خصوصیتیں رکھتی ہیں۔ مسلمان تمام ملک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ہر ریاست میں وہ ایک ٹھوس لسانی اقلیت کا درجہ رکھتے ہیں۔ کئی صوبوں میں ان کی مادری زبان اردو ہے اور ان کا تمام ثقافتی سرمایہ اسی زبان میں ہے۔ وہ اپنی مادری زبان قائم رکھنے کو مضطرب ہیں اور ساتھ ہی عام نظام سے اپنے آپ کو ملحق بھی رکھنا چاہتے ہیں۔

میں پچھلے کئی برسوں سے اس مسئلہ پر غور کر رہا ہوں اور میں نے محسوس کیا ہے کہ اردو کے مسئلہ پر اپنے جوش کے عالم میں ہم حقیقت سے دور ہو گئے ہیں اور ہم میں بے عملی آگئی ہے۔ اس مسئلہ تک ہماری حقیقی اور عملی رسائی

قطعہ

بہ فصلِ گُل شراب ناب خوردم | چُو کا کُل من کہ پیچ و تاب خوردم
بجائے مئے بگفتہ بزمِ عشرت | بدستِ زاہدان من آب خوردم

(آمدہ از نذری باغ)

نہیں ہوئی ہے۔ میرا خیال ہے کہ اگر ہم اپنی علاقائی زبان پر جو ریاستی زبان ہونے والی ہے مہارت حاصل نہ کرینگے تو یہ خود اپنے ہاتھوں اپنا گلا گھونٹ لینے کے مترادف ہوگا۔ یہ بات طے ہے کہ ظہور پذیر ہونے والے سماج کا تانا بانا جمہوری اور اتحاد کا طرز کا ہے۔ اس سماج میں یک و تنہا رہنا بجائے خوبی کے خامی بن جائے گا۔

جامعہ الازہر قاہرہ کے ڈاکٹر محمد البہائی مذہبی نقطہ نظر سے سماج کے تصور کی تشریح یا ترجمانی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ "سماج کا تصور عبارت ہے لوگوں کے ایک گروہ سے جو عام مقاصد کے لئے متفقہ طور پر اپنی بقائے باہمی اور متحدہ کوشش کی (کی اہمیت) سے واقف ہوں۔ سماج کا ارتقا افراد میں اتحاد کے ایک واضح شعور کے ظہور اور مناقشات و مجادلات سے پہلو تہی کرنے ہی میں گہرا اعتماد رکھنے سے ممکن ہے سماج کا تحفظ اس اعتماد اور شعور کے قیام پر منحصر ہے۔"

(پیغام اسلام کانور)

میں محسوس کرتا ہوں کہ اب وقت آ گیا ہے کہ ہندوستان کی سولہ ریاستوں کی تمام لسانی اقلیتوں کو چاہیئے کہ وہ کسی بھی لسانی گروہ سے تعلق رکھتی ہوں ایک فارمولا بنا لینا چاہیئے جو علیحدگی اور تنہائی کا جذبہ پیدا کرنے اور قومی ترقی کی راہ میں حائل ہونے کی بجائے لسانی اکثریتوں سے مفاہمت کا جذبہ پیدا کرنے میں معاون ثابت ہو۔ بہرحال اس خیال سے کوئی مفر نہیں ہے کہ:۔ "اکثریت کی طرف سے مساویانہ برتاؤ کا کوئی بدل نہیں ہو سکتا اور اقلیتوں کی جانب سے ریاست کی ملحقہ و منتظم ترقی میں قومی عنصر کی حیثیت سے موزوں ہونے میں یکساں قول و قرار نہیں ہو سکتے۔" موجودہ حیثیت میں یہ تمام حالات و حقائق دیکھتے ہوئے اور ان لوگوں سے مشورہ کر کے جنہوں نے اپنی زندگیاں تعلیم کے لئے وقف کر دی ہیں میں نے ایک اسکیم وضع کی ہے جو مولانا آزاد ایجوکیشن کیمپس" کے نام سے مشہور ہے۔ یہ نمونہ ہے ایک مثال قائم کرنے کے لئے کہ ہم اپنے دستور کی حدود میں اپنی لسانی و ثقافتی ضروریات پوری کر سکتے ہیں۔ اور ساتھ ہی موجودہ معاشی و معاشرتی خامیوں کی طرف بھی توجہ دے سکتے ہیں۔ موجودہ تعین شدہ اسکیم ہر ممکن امتحان و تحقیق کا نتیجہ ہے۔ دستور کی مختلف تجاویز کا مطالعہ کرنے کے بعد میرا یہ خیال ہے کہ ہمارا دستور دوسرے ممالک کے دساتیر کی بہ نسبت زیادہ لادینی ہے۔ اس دستوری پس منظر میں اقلیتوں کو اپنا طریقہ زندگی ڈھالنا ہے لیکن جہاں دستور اقلیتوں کے طریقہ زندگی کی کافی ضمانت دیتا ہے وہیں اقلیتوں کے افراد کا بھی مساوی فرض ہے کہ وہ اپنے آپ کو سیاسی، معاشی اور سماجی نظام میں موزوں ثابت کریں۔ یہ سچ ہے کہ انکے اپنے مسائل موجود ہیں اور ان میں سے کئی الگ الگ برادریوں کے مخصوص مسائل بھی ہو سکتے ہیں۔ لیکن ان کا حل تلاش کرتے وقت ہر اقلیت کے ذہن میں ہمارے ملک میں زیر تعمیر سماج کے نظام کی تصویر ہونی چاہیئے اور ترتیب پذیر معاشی نقشہ کی تمثیل بھی۔ اور اپنے افراد کو اس سانچے سے مطابقت پیدا کرانے کی کوشش کریں۔ ہندوستان میں مسلمان ایک اہم اقلیت ہے۔ عملاً وہ جمہوریت کی ہر ریاست میں اقلیت ہی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ہندوستان کی قومی زبان ہندی ہے جو اردو سے ملتی جلتی ہے اور بہت سے مسلمان ہندی جانتے ہیں لیکن ریاستوں کی لسانی تقسیم کے بعد ہر ریاست میں ذریعہ تعلیم علاقائی زبان ہو گئی ہے یا کچھ عرصے میں ہو جائے گی۔ یہ تمام حقائق۔ خاص طور پر ہندوستان کی ترقی کا عام نمونہ اور مسلمانوں کی مخصوص ضروریات۔ یا اس سے متعلق کسی بھی اقلیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے میں نے مسلمانوں کے لئے ایک تعلیمی منصوبہ ترتیب دینے کی کوشش کی ہے۔ اس کا اقتدا دوسری اقلیتیں بھی بآسانی کر سکتی ہیں۔ جس میں جہاں مسلمان اپنی زبان اور اپنے کلچر اور طریق زندگی کو محفوظ رکھنے کے قابل ہو جائیں گے وہیں ساتھ ہی ساتھ ہندوستان کے نئے نقشہ میں اپنی مناسب جگہ لینے کے لئے بھی موزوں ہو جائیں گے۔ جو مسئلہ ہمیں درپیش ہے وہ پہلو دار قسم کا ہے اور اس کا تعلق مذہبی اور لادینی سوال سے ہے۔ مذہبی تعلیم کسی ذاتی ادارے میں دی جا سکتی ہے اور یہ تعلیم اسی جگہ

قطعہ

این عجب شرح بیانی بوده | در چمن زمزمہ خوانی بوده
از پئے حفظ و امانِ عالَم | این چہا حرزِ (تعویذ) یمانی بوده

(آمده از نذری باغ)

کسی خالی وقت میں دی جا سکتی ہے جبکہ لادینی تعلیم کا وقت ہو۔ جہاں تک لادینی تعلیم کے سوال کا تعلق ہے لسانی بنیاد پر ریاستوں کی تقسیم کے موجودہ پس منظر میں طالب علم کو مادری زبان، علاقائی اور قومی زبانوں سے بخوبی آشنا کرانے کا مسئلہ اس طرح حل کیا جانا چاہیئے کہ طالب علم مادری زبان (اردو) میں مہارت حاصل کر سکے اور ساتھ ساتھ اپنے علاقائی زبان کے علم کی بدولت مختلف مدارج میں دی جانے والی مختلف سائنٹفک، ٹکنیکل اور پیشہ ور تعلیمات میں موجود رعایتوں کا فائدہ اٹھا سکے۔ اسی بات کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے ایک اسکیم کے ذریعہ مختلف پہلوؤں میں مطابقت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس اسکیم کا مقصد یہ ہے کہ پرائمری درجہ اوّل سے ہشتم تک طالب علم کو مادری زبان میں تعلیم دی جائیگی۔ لیکن اسی کے ساتھ ساتھ وہ علاقائی زبان سیکھے ہشتم تک ایک مضمون کی حیثیت سے لیگا تاکہ بعد میں جبکہ ہشتم سے میٹرک تک وہ جب علاقائی زبان کو ذریعہ تعلیم کی حیثیت سے اختیار کریگا تو اس میں اسے ضروری معلومات پہلے ہی سے حاصل ہوں اور وہ اپنی مادری زبان کو لازمی مضمون کی حیثیت سے اسی معیار کے مطابق پڑھتا رہے کہ جو وہ اس نصاب میں پڑھتا جس کا ذریعہ تعلیم اردو ہے

اس اسکیم میں مندرجہ ذیل اقدام لیے جانے چاہیئں

(الف) کوشش کی جائے کہ جہاں کہیں بھی چالیس یا اس سے زیادہ طلباء کی طرف سے اردو ذریعہ تعلیم کا مطالبہ کیا جائے وہاں حکومت، میونسپلٹی یا لوکل باڈی کی طرف سے اسکول کھولے جائیں۔ حکومت ہند کی طرف سے اس طرح کے اسکول کھولنے کے بارے میں صاف اور واضح ہدایات موجود ہیں

(ب) اس بات کا اطمینان کیا جائے کہ اردو پرائمری اسکولوں کے مدرسین کی تربیت (ٹریننگ) کا حکومت کی طرف سے معقول انتظام کیا جا رہا ہے۔

(ج) اس بات پر نظر رکھی جائے کہ طلباء کی ضروریات کے لیے نصاب کے مطابق اردو میں درسی کتابیں شائع ہو رہی ہیں

(د) اس بات پر زور دیا جائے کہ ان اسکولوں میں مراٹھی کی جو تعلیم پلان کے مطابق دی جا رہی ہے اور موثر اور مفید طریقے پر ہو نہ کہ ضابطہ کی خانہ پری کی خاطر۔

چونکہ ثانوی تعلیم کے اسکول کھولنا ریاستی حکومت کی ذمہ داری نہیں ہے اس لئے مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ ہائی اسکول کے کھولے جانے کے لئے حکومت کی طرف نہ دیکھیں اس کے برعکس اس سلسلہ میں لوگوں کو حسب ذیل اقدام کرنا چاہیئے

(الف) جہاں بھی ممکن ہو مذکورہ بالا پلان کے ذریعہ تعلیم دینے کے لئے اسکول کھولیں، چاہے وہ ہائی اسکول ہو یا ہائر سکنڈری اسکول۔

(ب) جہاں یہ ممکن نہ ہو وہاں علاقائی زبان کے مقامی ہائی اسکول کو اس بات پر رضامند کریں کہ وہ ایک اردو کا ٹیچر اپنے اسکول میں مقرر کریں جو اردو پرائمری مدرسوں سے آئے ہوئے طلبا کو ہائی اسکول کی جماعت ۸ تک اردو پڑھا سکے۔ پنجم سے یازدہم تک اردو مادری زبان کی حیثیت سے پڑھا سکے۔

(ج) جو اسکول کھولے جائیں وہ سب روایتی قسم کے نہ ہوں بلکہ مختلف شعبوں (streams) پر حاوی ہوں

(د) ہر اسکول میں پیشہ ور (ووکیشنل) مضامین مثلاً کمرشیل، ٹکنیکل یا زراعتی تعلیم پر زیادہ زور دیا جائے طالبات کے لئے ہوم سائنس (امور خانہ داری) کے مضمون کو زیادہ مقبول بنایا جائے۔ آیندہ سے تناسب اس طرح ہو۔ ایک روایتی تعلیم کا اسکول ہو تو چار اسکول پیشہ ور تعلیم کے ہوں۔ عام تعلیم کے جو چند اسکول ہوں (اور ان میں سائنس کی تعلیم بھی شامل ہے) ان کے ساتھ ایسے دارالاقامے ملحق ہوں جن کے اخراجات کی کچھ حد تک کفالت ادارہ کرے اور ایسے دارالاقامہ میں صرف اعلیٰ ذہانت کے طلباء کو رکھا جائے۔ جہاں تک اعلیٰ تعلیم کا تعلق ہے سر دست کوئی آرٹس یا سائنس کالج کھولنے کی کوشش نہ کرنی چاہیئے اس کی بجائے مسلمانوں کو مندرجہ ذیل طریقہ اختیار کرنا چاہیئے۔ (الف) ایسے طلباء کے لئے جو ہائی اسکول کی تعلیم سے آگے نہیں بڑھ سکتے ہیں صنعتی (ٹکنیکل) اسکول کھولے

باقی بر صفحہ ۳۲

قطعہ

دورِ صہبا چون بہ اوجِ زینہ بود ‖ ہم عبادت در شبِ آدینہ بود
(جمعہ)
بہرِ زاہد گفت این زہد و ورع ‖ اشتیاقِ مئے نگر دیرینہ بود
(قدیم)

(آمدہ از نذری باغ)

سابق صدر آئزن ہوور کے ۴۴ سالہ خواب کی تکمیل

"امریکی صدارت کی ہما ہمی اور گوناگوں مصروفیات کے بعد سابق صدر آئزن ہوور گیٹسبرگ میں اپنے مکان اور فارم میں خاموش اور پرسکون زندگی گزار رہے ہیں۔ جس کی ایک جھلک ذیل میں پیش کی گئی ہے۔"

۲۰ر جنوری کو اپنے عہدہ جلیلہ سے سبکدوش ہوکر امریکہ کے سابق صدر ڈوائٹ ڈی آئزن ہوور اور ان کی بیوی نے گیٹسبرگ پنسلوینیا کے قریب اپنے فارم میں سکونت اختیار کرلی ہے۔ اس طرح اپنے گھر میں آرام و سکون سے زندگی بسر کرنے کے ان کے ۴۴ سالہ خواب کی تکمیل ہوئی ہے۔

یہ پرسکون کاشانہ پہاڑیوں کے ایک سلسلے اور زرخیز و شاداب فارموں کے درمیان واقع ہے۔ یہی امریکہ کے اس سابق صدر کی سکونت گاہ ہوگی۔ یہاں چھ مہینے تک مکمل آرام کرنے کے بعد آپ دوبارہ سرگرم زندگی جاری رکھنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ پہلے تو وائٹ ہاوس میں امریکی صدر کی حیثیت سے آٹھ برس کے قیام کی تاریخ دو جلدوں میں تصنیف کریں گے اور پھر باہمی دوستی اور مفاہمت کو فروغ دینے کے لئے دوسرے ملکوں میں سیر و سیاحت اور تقریریں کریں گے۔

مسٹر آئزن ہوور اور ان کی بیوی نے اپنی عمر کا بیشتر حصہ عارضی گھروں میں بسر کیا ہے کیونکہ فوجی خدمات اور دوسری عالمی جنگ کے بعد سول عہدوں پر رہنے کے باعث انہیں جگہ جگہ تبدیل کیا جاتا رہا اس لئے وہ کسی جگہ مستقل طور پر گھر نہیں بنا سکے۔

۱۹۵۰ء میں جب آئزن ہوور کولمبیا یونیورسٹی کے صدر تھے تو انہوں نے گیٹسبرگ کے تاریخی مقام میں پرانی اینٹوں اور میدانی پتھروں کا بنا ہوا ایک صدی پرانا مکان دیکھا اور یہی مکان آخر ان کا مستقبل کا گھر بن گیا۔ یہ بھی عجیب اتفاق کی بات ہے کہ شادی کے ابتدائی دنوں میں انہوں نے اسی مقام پر سال بھر بڑی راحت و مسرت سے گزارا تھا۔

کچھ عرصہ گزرا مسٹر آئزن ہوور نے یہ مکان اور فارم خرید لیا اور اس کی درستی اور تعمیر نو شروع کردی۔ بعد میں مزید ملحقہ زمین بھی خرید لی گئی۔ وائٹ ہاوس میں صدارتی عہد کے دوران ہی میں ۱۹۵۵ء سے انہوں نے اس مکان کو ہفتے کے اخیر میں چھٹی کے دن گزارنے کیلئے استعمال کرنا شروع کیا تھا۔ جب وہ اس مکان میں رہنے لگے تو مسز آئزن ہوور نے اپنے ایک دوست کو گیٹسبرگ میں اپنی ابتدائی زندگی کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ ہم ۱۹۱۸ء میں یہاں اجنبیوں کی طرح آئے تھے لیکن یہاں کے رہنے والوں نے ہمیں اپنا دوست بنا لیا اور ہمارے ساتھ بہت اچھے تعلقات قائم کئے۔ ہمیں محسوس ہوتا ہے جیسے اصل میں ہم اسی جگہ کے رہنے والے ہیں۔ ان دنوں کے بہت سے پرانے دوست ابھی تک اس علاقہ میں رہتے ہیں اور بقید حیات ہیں۔

مسز آئزن ہوور نے بتایا کہ اُن دنوں ان کے شوہر فوج میں کیپٹن تھے اور کیمپ کولٹ کی چھاؤنی میں تعینات تھے۔ ہم دونوں یہاں شاہ بلوط کے گھنے درختوں کی ٹھنڈی ٹھنڈی چھاؤں میں پک نک کے لئے آتے تھے اور امریکی خانہ جنگی کے اس مشہور میدان کارزار میں ہم اکثر لمبی لمبی سیریں کیا کرتے تھے۔

مسٹر آئزن ہوور بھی ملحقہ پروسی علاقے کے ساتھ مضبوط خاندانی تعلق رکھتے ہیں۔ جس کی جڑیں سنہ ۱۷۵۳ء کے زمانے سے جا ملتی ہیں۔ ان کے خاندان کے ایک بزرگ نکولاس آئزن ہوور اس فارم سے صرف پچاس میل دور رہتے تھے۔ اور ان کے والد شاید اس جانے سے پہلے جہاں سابق صدر پیدا ہوئے تھے اسی گیٹسبرگ کے قرب و جوار میں بستے تھے۔ اس طرح گویا سابق صدر آئزن ہوور کو اس جگہ سے ایک طرح کا خاندانی اور قدرتی لگاؤ ہے۔

جب انہوں نے یہ فارم خریدا تو اس میں صرف ایک خستہ سا مکان اور ۱۸۹ ایکڑ زمین اور چراگاہ تھی۔ لیکن اس کے ارد گرد کے مناظر بہت دلکش ہیں اور جنوب کی طرف صرف آدھ میل پر بلیو رج پہاڑوں کے سلسلے کی چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں ہیں۔ اصلی مکان صرف نو کمرے تھے۔ اب نئے حصے تعمیر کرنے سے یہ ۱۵ کمروں اور آٹھ غسلخانوں پر مشتمل عمارت ہے۔ مسز آئزن ہوور نے اپنی پسند اور اعلیٰ مذاق کے مطابق اس میں اندرونی آرائش اور رنگ و روغن کرایا ہے۔

صدر آئزن ہوور پرانی وضعداری طرز کے بنے ہوئے آتشدان کو محفوظ رکھنا چاہتے تھے۔ انہوں نے اپنے مطالعہ کے کمرے کی چھت میں ہاتھ سے تراشی ہوئی آن گھڑ بھاری بھاری شہتیریں لگوائی ہیں۔ اس مکان میں ایک اور چیز بھاری کشش کا باعث ہے اور وہ ہے اُٹھنے بیٹھنے کے کمرے میں ایک آتشدان جو دراصل امریکی صدر کی قیام گاہ وہائٹ ہاؤس میں ۱۸۵۷ء میں بنایا گیا تھا۔ لیکن ۱۸۷۳ء میں جب اس محل کی مرمت ہوئی تو اس آتشدان کو نکال دیا گیا۔ بعد میں یہ پرانا سامان بیچنے والے ایک کباڑی کی دکان پر ملا جسے سنہ ۱۹۵۴ء میں صدر آئزن ہوور کے عملے نے خرید لیا اور ان کی شادی کی ۳۸ویں سالگرہ کے موقع پر یہ آتشدان تحفے کے طور پر انہیں پیش کیا گیا۔

اب یہ تاریخی آتشدان اس مکان کی بیٹھک کی رونق بڑھا رہا ہے۔ مسٹر آئزن ہوور اور ان کی بیوی اس بات پر متفق تھے کہ اس مکان کی پرانی طرز بھی قائم رہنی چاہیئے اور نئے حصوں میں جدید اور آرام دہ طریق تعمیر بھی اختیار کیا جانا چاہیئے۔ چنانچہ اس مکان میں قدیم اور جدید دونوں طرح کے فن عمارت کا ادغام کیا گیا ہے۔ ساری عمارت کو گرمیوں میں ٹھنڈا اور سردیوں میں گرم رکھنے کا انتظام بھی کیا گیا ہے۔

مسٹر آئزن ہوور اپنے اس فارم پر خاص توجہ مبذول کرتے ہیں اور اس کی زمین کی خاصیت اور قوت پیداوار کا باقاعدہ معائنہ کراتے رہتے ہیں۔ وہ اپنے مویشی خانے کا بھی وقت پر معائنہ کرتے ہیں۔

اب یہ فارم ۶سو ایکڑوں پر مشتمل ہے جس میں سے ایک سو ایکڑ چراگاہ کے طور پر الگ رکھے گئے ہیں۔

اس میں ایک مہمان خانہ بھی بنایا گیا ہے اور سابق صدر کے بیٹے لیفٹیننٹ کرنل جان آئزن ہوور نے بھی فارم کے ایک اور کونے پر اپنا الگ مکان تعمیر کیا ہے۔

ایک بڑا تالاب بھی ہے جس میں قسم قسم کی مچھلیاں پالی گئی ہیں۔ آپ چونکہ مصوری کا شغل بھی رکھتے ہیں اس لئے اس دلکش اور دلفریب مناظر سے بھرپور فضاؤں سے آپ کو مصوری کے لئے بھی عمدہ موضوع ملتے ہیں۔

۱۹۵۵ء میں مسٹر آئزن ہوور دل کی بیماری کے حملے کے بعد جب اس مکان میں صحت یابی کے لئے آرام کرنے آئے تو آٹھ ہزار باشندوں کی یہ چھوٹی سی بستی ایک "عارضی راجدھانی" میں تبدیل ہو گئی تھی کیونکہ ان کا عملہ بھی ان کے ساتھ آیا اور اخباری نمائندوں نے بھی یہاں ڈیرے ڈال دیئے تھے۔

اس وقت سے اب تک سابق صدر کے اس پرسکون سا شانے میں دنیا کی کئی بڑی بڑی ہستیاں مہمان رہ چکی ہیں۔ اور اس کے شیشہ خانے میں صحت افزا دھوپ کے مزے لیتے رہے ہیں۔ ہندوستان کے وزیر اعظم جواہر لال نہرو، برطانیہ کے سابق وزیر اعظم سرونسٹن چرچل انگلستان کے فیلڈ مارشل منٹگمری اور مغربی جرمنی کے چانسلر ایڈناور جیسی عظیم ہستیاں ان مہمانوں میں شامل تھیں۔

اس مکان میں مسٹر آئزن ہوور نے روس کے وزیر اعظم کروشچیف اور فرانس کے صدر جنرل ڈیگال سے کانفرنسیں کی تھیں۔

موت العالم موت العالم
مجلس عزا

بغرض ایصال ثواب روح پر فتوح السید الآیۃ الاعظم والطود الباذخ الاشم علامۃ العالم و محز نوع بنی آدم حامی بیضۃ الدین و ماحی آثار المفسدین مروج المذہب الشریعۃ و رئیس العلماء الشیعۃ افضل الفقہا المتبحرین سید المجتہدین والمفسرین علامۃ دھرہ و زمانہ و وحید عصرہ و اوانہ آقای آقا میرزا مہدی شیرازی رضوان اللہ علیہ مجتہد اعظم کربلائے معلی۔ بتاریخ ۲۵ ماہ مبارک رمضان ۱۳۸۰ھ م ۱۲ر مارچ ۱۹۶۱ء روز یکشنبہ بوقت (۵) ساعت عصر بمقام مدرسہ جعفریہ اندرون عمارت دارالشفاء مقرر ہے۔

مومنین با تمکین سے ملتمس ہوں کہ شرکت سے ثواب و انجمن ہذا کو ممنون فرمائیں۔

منتظر قدوم۔ محمد صادق حسین
معتمد انجمن طلباء مدرسہ جعفریہ

پاسپورٹ رکھنے والے اگر زیارت مقامات مقدسہ کو جائیں تو انکم ٹیکس کے صداقت نامہ کی ضرورت باقی نہیں ہے۔ خلیج فارس میں بی۔ آئی۔ ین کمپنی کے جہازوں کا نظام العمل بابتہ ۱۹۶۱ء وصول ہو چکا ہے وہ دفتر شیعہ کانفرنس دارالشفاء پر مجھ سے بالمشافہ دریافت فرما سکتے ہیں۔

سید محمد علی زیدی

انکم ٹیکس کے صداقت ناموں کی ضرورت نہیں

کیپٹن سید محمد علی صاحب زیدی معتمد امانت الزائرین اطلاع دیتے ہیں کہ حکومت ہند کی حالیہ احکام کی بنا پر بین الاقوامی

گلشن اطفال



عزاداری

از سیدہ طاہرہ بیگم

بچو! ہمارے پیارے رسول حضرت محمدؐ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے رسالت کا اجر یعنے آپ نے خدا کا پیغام پہونچانے اور انسانوں کو نیکی کا راستہ دکھانے میں جو تکلیف برداشت کئے تھے اس کا صلہ خدا کے حکم سے کیا طلب فرمایا تھا؟ یہی کہ آل محمدؐ کی محبت۔ گویا رسالت کا اجر آل محمدؐ کی محبت ٹھری۔ اس لئے پیغمبر برحق کے ماننے والے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ آل محمدؐ کا محب ہو۔ جو شخص محب اور چاہنے والا ہوتا ہے وہ اپنے محبوب کی خوشی میں خوش اور غم میں ملول ہوا کرتا ہے۔ ایک سچے مومن کی نشانی یہی ہے کہ وہ آل محمدؐ کی خوشی میں خوش اور غم میں ملول رہے۔ اسی مضمون کو سید الشعراء نواب شہید یار جنگ بہادر شہید نے اپنے ایک شعر میں اس طرح بیان کیا ہے۔ ؎

علیؑ زباں سے کہا اور کھل گئیں باچھیں
حسینؑ منھ سے کہا اور ٹپک پڑے آنسو

بچو! دین حق کو پھیلانے اور دنیا کو سچائی اور نیکی کی راہ دکھانے کے لئے محمدؐ اور آلِ محمدؐ نے بڑی بڑی اذیتیں برداشت

زرین اقوال

اغیار کے نظر بد کے اثرات بھی خراب ہوتے ہیں۔
(سرکار حق آگاہ)

کیں۔ اپنے گھر لٹا دیئے۔ اپنے سر کٹا دیئے۔ دین کے معماروں کی پہچان ہی یہی ہے کہ وہ راہ خدا میں اپنا گھر لٹا دیتے ہیں شاعر کہتا ہے

سر کٹا دیتے ہیں گھر اپنا لٹا دیتے ہیں
خاص پہچان ہے یہ دین کے معماروں کی

بچو! جب ہم معماران دین کے مصائب کو یاد کرتے ہیں اور ان پر جو ظلم ڈھائے گئے اس کا ذکر کرتے ہیں تو بے اختیار ہماری آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ مصائب کے اسی ذکر کو عزاداری کہا جاتا ہے ماہ رمضان میں عبدالرحمٰن ابن ملجم شقی نے حضرت علی علیہ السلام کے سر اقدس پر زہر آلود تلوار چلائی جس کی وجہ سے شہادت واقع ہوئی۔ اس لئے اس مہینے میں حضرت علیؑ کے واقعہ شہادت کا ذکر کرنے کے لئے مجالس عزا منعقد کئے جاتے ہیں۔

میر انیسؔ علی اللہ مقامہٗ فرماتے ہیں

انیسویں ہے آپ کا ماتم ہے یاعلیؑ | خوں ہوگئے دلوں کا یہ عالم ہے یاعلیؑ
دفتر جہاں کا درہم و برہم ہے یاعلیؑ | ماہِ صیام ماہِ محرم ہے یاعلیؑ
مولا کا نذر کو گہر اشک لائے ہیں
یہ روزہ دار آپ کے پرسے کو آئے ہیں

بچو! شاہ عباس صفوی شہنشاہ ایران نے مذہب حقہ کی نشر و اشاعت میں سعی بلیغ فرمائی تھی۔ اعلیٰ حضرت حضور نظام نے بھی دکن میں عزاداری کو قائم کرنے کی سعی جمیل فرمائی ہے۔ اعلیحضرت نے لاکھوں روپئے عاشور خانوں پر خرچ فرمائے۔ حیدرآباد کے عاشور خانوں کو پرائیوٹ اسٹیٹ کے تحت لیا۔ عاشور خانوں کے مجاوروں کے نام اذوقے مقرر فرمائے تاکہ ہر سال ماہ رمضان اور ماہ محرم میں علم مبارک استادہ ہوا کریں۔ حضرت علیؑ اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی عزاداری ہوا کرے۔

بچو! حضرت علیؑ اور امام حسین علیہ السلام کی عزاداری قیامت تک باقی رہے گی۔ ان باپ بیٹوں نے اسلام کے لئے سرفروشانہ کام انجام دیئے ہیں۔

اعلیحضرت حضور نظام کا نام بھی صفحہ تاریخ پر ایک سچے عزادار کی حیثیت سے قیامت تک یادگار رہے گا

لندن کی سیر

از سید عباس رضا زیدی صاحب (بی کام)

سید عباس زیدی صاحب ہمارے کیپٹن سید محمد علی صاحب زیدی متولی کوہ امام ضامن وثامن علیہ السلام (حیدر آباد) کے چھوٹے فرزند ہیں آجکل لندن میں اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ آپ شیراز کو بڑے شوق سے پڑھتے ہیں۔ ذیل کا مضمون انہوں نے شیراز کیلئے لندن سے روانہ کیا ہے۔ کیپٹن صاحب اپنے اس ہونہار فرزند پر جس قدر فخر کریں کم ہے
(سید صمصام شیرازی)

میں جب لندن پہونچا وکٹوریہ اسٹیشن پر عم محترم ڈاکٹر سید مہدی علی صاحب برادرم صادق علی صاحب رضوی و نقی مہدی موجود تھے۔ رسمی بات چیت کے بعد صادق بھائی رفر شمنٹ روم لے گئے اور انگلستان کی قومی غذا مچھلی اور چپس سے خاطر تواضع کی۔ گو کہ میں شام کے (۶) بجے لندن پہونچا تھا۔ لیکن بارش اور کہر کی وجہ سے رات کافی بڑی محسوس ہو رہی تھی۔ وکٹوریہ سے سیدھا میں اپنے بھائی سراج حسین صاحب کے گھر پہونچا۔ اتفاق سے اس وقت جناب نور الحسن صاحب رضوی بھی موجود تھے۔ گھر چھوڑے ہوئے کوئی تین ماہ کا عرصہ گذر اتھا۔ بیروت سے لندن تک جو پندرہ روز کی تنہائی اور اجنبیت سے دوچار تھا۔ وہ انتہائی تکلیف دہ اور صبر آزما تھی۔ اب جو میں سراج بھائی کے گھر پہنچا تو میں محسوس کیا کہ میں حیدر آباد میں اپنے ہی گھر میں ہوں۔

طبیعت بے انتہا تھکی ہوئی تھی میں تو فوراً سو گیا اور دوسرے روز تقریباً آنکھ کھلی تو گھر میں سوائے مسز سراج حسین کے کوئی نہ تھا کھڑکی کھول کر باہر دیکھنے کی کوشش کی۔ ہوا کے سرد جھونکے نے کھڑکی بند کرنے پر مجبور کیا اور حد نظر تک مجھے سوائے کہر کے کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ یہ تھی لندن کی پہلی سیر۔

نہا دھو کر انسان بنا تھا کہ اتنے میں مسز نور الحسن صاحب رضوی تشریف لائیں اور پتہ چلا کہ ۱۴ شعبان کی تیاریاں کر رہی ہیں۔ مجھے کبھی تصور بھی نہ تھا کہ لندن میں ایسی تقاریب بھی ہو سکیں گی۔ مسز حسین کے اصرار پر ان کے ساتھ شاپنگ کے لئے روانہ ہوا۔ بازار گھر سے زیادہ دور نہ تھا۔ لندن کے ہر محلہ کے لئے ایک بڑا بازار ہوتا ہے۔ ویسے چھوٹی چھوٹی دوکانیں بھی آپ کو کثرت سے ملیں گی۔ یہاں کے بازاروں میں تین دوکانیں خاص اہمیت رکھتی ہیں۔

(۱) سپر مارکٹ (۲) وولورتھ (۳) مارکس اینڈ اسپنسر۔ لندن کے ہر محلہ میں آپ کو یہ تین دوکانیں برابر ملیں گی۔ ہر دوکان بجائے خود کئی دوکانوں کی ایک دوکان ہے۔ سوپر مارکٹ میں کھانے پینے اور زیبائش، آرائش کی جملہ ضروریات خریدی جا سکتی ہیں۔ دروازے سے داخل ہوتے ہی سامنے کئی باسکٹ رکھی رہتی ہیں۔ ضرورت کے مطابق ایک دو باسکٹ اٹھا لیجئے اور ہر کاونٹر سے اپنے ضرورت کا سامان باسکٹ میں ڈال لیجئے۔ آپ کو یہاں زیادہ تو غذائی اشیاء ڈبوں میں پیک ملتی ہیں۔ ہر چیز کی قیمت لکھی ہوئی ہوتی ہے۔ ویفریجیٹر میں انڈے

قطعہ

از پئے بو علیؑ سینا کہ حذاقت باشد ‖ از پئے خامۂ رنگین کہ کتابت باشد
گشت این امر صداقت کہ نخستین عثمان ‖ از پئے ذاتِ علیؑ حقِ خلافت باشد
(لاریب فیہ)
(آمدہ از نذری باغ)

مسکہ وینیر ساری چیزیں (جو گھی اور تیل کے بجائے پکوان میں استعمال ہوتی ہیں) گوشت مرغی کے وزن کے مطابق بکیں گے۔ اس کے علاوہ پالک کی بھاجی، ٹماٹر و ٹبالنے کے ڈبے، جام، جیلی وغیرہ یوں سمجھ لیجئے کہ اچھا خاصہ ایک بہت بڑا پرو ویژن اسٹور ہے تو آپ گھوم پھر کر اپنی ضرورت کا سامان باسکٹ میں اکٹھا کر لیجئے۔ اور دوسری طرف باہر جانے کے لئے جب آپ پہونچیں گے تو کاونٹر میں کئی لڑکیاں مشین پر آپ کے سارے سامان کا حساب کریں گی اور باسکٹ وہاں چھوڑ کر آپ اپنے بیگ میں سامان ڈال کر باہر نکل جائیے۔ اس کے برخلاف وول ورتھ میں عام ضروریات کی چیزیں ملتی ہیں۔ ہر کاونٹر پر کھڑی ہوئی لڑکی فوراً آپ کے سامان کا حساب کر کے وہیں پیسے لیتی ہے۔ وول ورتھ میں چیزیں کافی سستی اور عمدہ ملتی ہیں۔ اور ان کی ہر دوکان میں مشین بھی ہوتی ہے۔ عام ضروریات کے سامان کے علاوہ اب یہاں سے بھی بعض غذائی اشیاء کے محفوظ ڈبے خرید سکتے ہیں۔ اسٹیشنری، الکٹرک کا سامان۔ کراکری کٹلری وول ورتھ اور جویلری تو بہت مشہور ہے۔ یہاں پر سوائے بڑے گھرانوں کے لڑکیوں کے عام طور پر وول ورتھ کے نقلی زیورات جو بہت سستے ملتے ہیں استعمال کئے جاتے ہیں۔ اب رہی بڑی دوکان مارک اور اسپنسر ہوزیری کا سامان ملتا ہے۔ اس کے علاوہ میوہ بھی فروخت کیا جاتا ہے۔ یہاں کے تیار شدہ لباسوں (ریڈی میڈ) میں تین سائز ہوتے ہیں۔ بڑا۔ درمیانی اور چھوٹا ہمارے ہاں کے مختلف نمبرات کے کپڑوں کی طرح یہاں کپڑے نہیں ملتے۔ ان تین سائزوں سے اپنی پسند کے اور ناپ کے موافق کپڑے پسند کیجئے۔

ان تین دوکانوں کے علاوہ اور ایک دوکان ' ڈہی ہندوستانیوں کے لئے بھی ہے۔ وہ ہے بین الاقوامی غذاؤں کی دوکان لندن کے اکثر محلوں میں کئی ہندوستانی اور پاکستانی تاجروں نے غلے کی دوکانیں کھولی ہیں جو خوب بکری کرتی ہیں اور ان کے گاہکوں میں نہ صرف ہندوستانی اور پاکستانی ہیں بلکہ کافی انگریز بھی ہیں۔ آپ یہاں سے ہندوستانی پکوان کے لئے مال خرید سکتے ہیں۔ لندن میں ادرک لہسن پیسنا ناممکن ہے۔ خدا بھلا کرے ان تاجروں کا جو پسی ہوئی ادرک لہسن مرچی کی بکنی۔ گرم مصالہ کی بکنی۔ دھنیے کی بکنی و ہلدی اور (بعض اوقات لہسن سالم بھی) اور اس کے علاوہ ان تمام مصالوں کا مکسچر کری پوڈر اچار کے لئے بہت مہنگے ہیں۔ یہاں ایک اچار کا شیشہ جو پاو سیر کا آتا ہوتا ہے (۶) شلنگ یعنی (۴) روپے میں ملتا ہے۔ اس کے علاوہ تل کا تیل گھی، پکی املی، ہری مرچیاں، بادام، سپاری، الائچی۔ غرضکہ سارے ہندوستانی لوازمات مل جاتے ہیں۔ اب رہا گوشت تو یہاں پر گوشت دو طرح سے ملتا ہے۔ ایک تو ذبیحہ اور دوسرے غیر ذبیحہ۔ غیر ذبیحہ گوشت کی دوکانیں افراط سے ہیں اور سستی ہیں ذبیحہ گوشت کی اکثر یہودیوں کی دوکانیں ہیں جہاں جہاں ان کی کثرت ہے یہ دوکانیں قائم ہیں۔ یہاں ذبیحہ گوشت ذرا مہنگا ملتا ہے۔ ان کے علاوہ ایسٹن میں ایک پاکستانی اور پکاڈلی میں ایک عرب تاجر نے گوشت کی دوکانیں کھول رکھی ہیں۔ یہاں حلال کیا ہوا پاک گوشت ملتا ہے اور یہ لوگ کافی مشہور اور ان کی اچھی خرید و فروخت ہوتی ہے

یہ ہیں لندن کے بازارات۔ اس کے علاوہ ہر محلہ میں جوتے کپڑے اور فرنیچر اور دوسرے ضروریات کی دوکانیں موجود ہیں دودھ اور دہی کے تعلق سے یہاں دو بڑے ڈیری فارمس ہیں ایک یونائیٹڈ ڈائری اور دوسری اکسپریس ڈائری۔ ہر روز علی الصبح موٹریں دودھ کے شیشے لئے ہر محلہ میں گھومتی ہیں۔ رات مقرر کیجئے۔ صبح اٹھئے تو گھر کے دروازے کے سامنے آپ کا شیشہ رکھا ہوا رہے گا۔ دودھ خالی کر کے اسے صاف کر کے پھر دروازے کے پاس رکھ دیجئے۔ دوسرے روز اٹھائے گا اور دودھ کا شیشہ رکھ دے گا۔ صبح جلدی اٹھئے اور دیکھئے کہ پھر گھر کے سامنے دودھ کے بوتل رکھے ہوئے ہیں۔ کیا مجال کہ کبھی کہیں سے یہ شکایت آئے کہ میرا دودھ چوری گیا۔ آجکل یہاں دہی بھی ملتا ہے جیسے لوہار ہیں اور اتنا کھٹا نہیں ہوتا مگر سالن وغیرہ خصوصاً دہی کی کڑی اچھی پک جاتی ہے۔ ہر محلہ میں ان ڈائری فارمس کی دوکانیں بھی ہوتی ہیں۔ یہاں کی دہی والی واقعی کہہ سکتی ہے کہ اس کا دہی کھٹا نہیں۔ اس کے علاوہ دودھ مشین پر بھی ملتا ہے۔ سگریٹ اور دودھ کی مشینیں آپ کو بکثرت ملتی (۶) پنس کا ایک سکہ ڈالئے چند لمحوں میں آپ کو سگریٹ دودھ کا کارٹن کافی اوولٹین یا

قطعہ

(رنگین)

رنگ گلہاست کہ پر کیف قبائم داد است || بوئے گلزار نگر دست صبائم داد است
در دکن بین کہ زِ تقدیر بلند اے عثمانؔ || دست تائید خدا ہست کہ جائم داد است

(آمدہ از یزدی باغ)

چاکلیٹ کا بھرا پیالہ خود بخود مل جائیگا - لندن کے دوکانوں کی خاص بات یہ ہے کہ اوقات مقرر ہیں - عموماً صبح (۸) بجے دوکانیں کھل جاتیں ہیں اور شام میں (۶) بجے ساری دوکانیں بند ہو جاتی ہیں - اگر آپ کسی روز روٹی لانا بھول گئے تو بس یہی کھا کر سو رہئے - آپ کو مشین کے ذریعہ سوائے دودھ اور سگریٹ کے کچھ نہیں مل سکے گا - یہ چیز بعض اوقات بڑی تکلیف دہ ہو جاتی ہے - ان کے علاوہ کھانے کے یہ اکثر جگہ ہندوستانی ہوٹل ہیں جو کافی مہنگے ہیں - ہندوستانی ہائی کمیشن میں یعنے انڈیا ہوس میں ایک کینٹین ہے جہاں ہندوستانی کھانے بہت اچھے اور سستے ملتے ہیں بڑا مزے - پسندے اور دہی کی کڑی تو یہاں کی خاص ڈشیز ہیں - میں تو دوپہر کا کھانا روز یہیں کھاتا ہوں - کافی ہندوستانی اور انگریز بھی کھانے کے لئے آتے ہیں -

میں ابتدا ر کی تھی اپنی پہلی شاپنگ کے تعلق سے کہاں سے کہاں چلا گیا تو صاحب شاپنگ کے لئے ہم نکلے - وول ورتھ میں شاپنگ کر رہے تھے کہ اچانک مسز رضوی نے کہا کہ میں نے تین پونڈ کے یہ نوٹ جس کے پینتالیس روپیہ ہوتے ہیں کہیں گرا دیئے - اتنی بڑی دوکان اتنا مجمع کہاں ڈھونڈیں اور کس سے پوچھیں بہر حال ادھر ادھر تلاش کی - خوب دیکھا بھالا کہیں نہیں - مسز رضوی کی پریشانی کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا - اچانک مجھے خیال آیا میں سیدھا منیجر کے میز پر پہونچا اور اس سے واقعہ کہا اور درخواست کی - لاؤڈ اسپیکر پر وہ اعلان کرے کہ کسی کو ملیں تو ہم کو دے - بظاہر ایک مضحکہ خیز بات تھی - پریشانی میں یہی سمجھ میں آیا وہ مجھے جیب دیکھتا رہا اتنے میں مسز رضوی اور زینب آیا بھی آکر میرے پیچھے پریشان کھڑی ہو گئیں ایک دم قہقہہ لگا کر میز کے خانہ سے ایک لفافہ نکال کر میرے ہاتھ دیدیا - اس میں ۳ پونڈ کے نوٹ اور ایک چٹھی انگریزی میں Begum لکھا ہوا تھا - دریافت کرنے پر یہ پتہ چلا کہ ہم لوگ عیدی مبارکباد کے کارڈ کے کاونٹر پر ہی بھول گئے تھے - کیا ایسے واقعہ کی کوئی مثال ہمارے ملک میں بھی ملسکتی ہے - لندن میں پہلے ہی روز اس واقعہ نے مجھ پر بڑا اثر کیا - لندن کا رہن سہن اور دوسری باتیں انشاء اللہ دوسری قسط میں -

ایک خط

ٹیلی گرامس "دولت"
فونس ۳۱۵۴ ۲ اور ۸۲۲

مہتاب علی خان
ٹینر اکسپورٹر اینڈ مائن اونرڈ کوارٹرز
دولت منزل بیگم بازار حیدرآباد
۷ مارچ ۱۹۶۱ء

محترم آقا صمصام شیرازی صاحب
شیراز بلڈنگ چادرگھاٹ گیٹ حیدرآباد

السلام علیکم امید کہ مزاج بخیر ہوگا -

دیگر اینکہ ۳ مارچ ۱۹۶۱ء کا پرچہ ملا اسمیں آپکا سلام بعنوان "فلک نہ دیکھ حقارت سے خاکساروں کو" نظر سے گذرا سلام کیا ہے حقیقت کی آواز ہے - پڑھنے کے بعد طبیعت پھڑک جاتی ہے اور بار بار پڑھنے کو دل چاہتا ہے - خصوصاً اس کا پانچواں مصرع "ازل سے خاکِ کفِ پائے بوتراب ہیں ہم" توغضب کا مصرع ہے - میں خداوند کریم سے دعا کرتا ہوں کہ آپ کے قلم میں حضرت علی کے صدقہ میں اس سے زیادہ قوت عطا کرے! آمین - فقط

مہتاب علی خاں
۷-۳-۶۱

کولمبیا یونیورسٹی میں اسلامی تہذیب کے متعلق نیا نصاب رائج

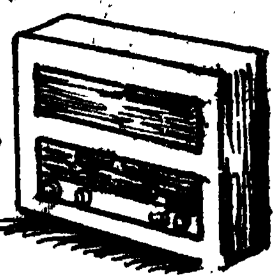
نیویارک - ۱۴ مارچ - کولمبیا یونیورسٹی نے اسلامی تہذیب کے متعلق دو حصوں کا ایک نیا نصاب جاری کیا ہے یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر مان زیغو مدینہ (دمشق) کا بیان ہے کہ اس نصاب کے اجرا سے دنیا کی ایک بڑی تہذیب کے مطالعہ کو یونیورسٹی کے انڈر گریجویٹ پروگرام میں بلند مقام حاصل ہو گیا ہے۔ ڈاکٹر مدینہ نے ایک پریس انٹرویو میں بتایا کہ نئے نصاب کا ایک بڑا مقصد طلباء کی حوصلہ افزائی کرنا ہے — وہ ابتدائی مرحلہ میں شاید انڈر گریجویٹ سطح پر ہی مشرق قریب کے علوم میں مہارت حاصل کرنا شروع کر دیں گے۔ نیا نصاب جس کا نام ہے اسلامی تہذیب سے تعارف، مسلم عوام اور اُن کے تہذیب و تمدن کے مطالعہ سے تعلق رکھتا ہے یہ مغربی تہذیب کے نصاب اور جنوب مشرق اور مغرب بعید کے نصاب کے مقابلہ میں جاری کیا گیا ہے۔ آپ نے مزید بتایا کہ نئے نصاب کے کئی بڑے مقصد ہیں جن میں سے چند حسب ذیل ہیں۔

امریکیوں کو ایک ایسے علاقہ کی تہذیب کے بڑے بڑے پہلوؤں سے تعارف کرانا جس کی دنیا میں اہمیت بڑھ رہی ہے طالب علم کو اس امید کے ساتھ کہ وہ اپنے سماج کو بہتر طور پر سمجھتا ہے یہ دیکھنے کا موقع مہیا کرنا کہ دوسرے لوگ اپنے مسئلوں کو کیونکر حل کرتے ہیں۔ ان لوگوں کو ایک بڑی تہذیب سے متعارف کرانا جو اس کے باہر بیٹھنے کا پروگرام بنا رہے ہیں مسٹر مدینہ نے کہا کہ اس امر کے باوجود کہ اس نصاب کا اعلان موسم بہار کی میقات سے پہلے نہیں کیا گیا تھا۔ طلباء پر اس کا موافقانہ ردعمل ہوا ہے۔ جسے دیکھ کر یونیورسٹی کو مسرت ہوتی ہے۔ نصاب کی ترتیب کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے بتایا کہ اس کا پہلا حصہ اسلام سے پہلے کی تہذیب سے لیکر قریباً ۱۸۰۰ء کے عرصے تک ہے۔ دوسرا حصہ ۱۸۰۰ء سے لے کر موجودہ دور تک ہے۔ اس حصے میں اسلام پر مغربی تہذیب کا اثر عرب قوم پرستی اور اسلام میں دانشورانہ اور سماجی اصلاحات جیسے موضوعات شامل ہیں۔ اس نصاب کے لئے کوئی باقاعدہ درسی کتاب نہیں ہے۔ کیونکہ ہر روز مشرق وسطیٰ کے متعلق بہت سی نئی کتابیں شائع ہو رہی ہیں۔ اور ان کے علاوہ بہت سی اچھی اچھی کتابوں کے لئے انگریزی ترجمے بھی کئے جا رہے ہیں۔

اس لئے میں اپنے طلباء کو نصابی تعلیم کے لئے ان کتابوں کی ایک طویل فہرست کی سفارش کروں گا۔ یونیورسٹی کے کتب خانے میں مشرق وسطیٰ کے متعلق بہت سی کتابیں ہیں امید توقع ہے کہ طلباء انہیں استعمال کریں گے۔ ڈاکٹر موصوف نے مزید کہا کہ اب اسلام اور مشرق بہت سی کتابوں کے سستے ایڈیشن شائع ہو رہے ہیں اور میں اپنے طلباء کی حوصلہ افزائی کر رہا ہوں کہ وہ ان میں سے بیشتر کتابیں خریدیں۔ میرے طلباء نے اسلامی تہذیب کے مطالعہ میں جو دلچسپی دکھائی ہے اس سے مجھے بڑی مسرت ہوئی ہے۔

ایک معلم کے طور پر بولتے ہوئے آپ نے کہا کہ مجھے اپنے متعدد طلباء کے اس فیصلے سے بڑا اطمینان ہوگا جو وہ اس علاقہ کی تہذیب میں مہارت حاصل کرنے کے بارے میں کریں گے مسٹر مدینہ شکاگو یونیورسٹی کے پی۔ ایچ۔ ڈی ہیں۔ تین برس ہوئے آپ کولمبیا یونیورسٹی میں آئے تھے۔ اس سے پہلے آپ امریکن یونیورسٹی (بیروت) میں تعلیم دیتے تھے۔ آپ کے والدین آج کل دمشق میں رہتے ہیں۔

روحانی ریڈیو



ناشر مجذوب حیدرآبادی

> یہ عنوان حضرت مجذوب حیدرآبادی کی ملکیت ہے۔ انکے روحانی مکاشفات کے متعلق ہم کوئی رائے ظاہر کرنے کی جرارت نہیں کرسکتے۔ ناظرین جانیں یا وہ خود روحانی نشریات میں نام مقامات اور واقعات فرضی ہوا کرتے ہیں۔ اگر اتفاقاً مطابقت ہو جائے تو کسی اسم خاص کا قیاس نہ فرمایا جائے۔ (ایڈیٹر)

ایکزار نوری میٹر پر ہم روحانی نشرگاہ سے بول رہے ہیں ابھی آپ ستار پر غالب کی غزل سن رہے تھے جس کا ایک شعر تھا ٭

جا رہا آئی ہے مہنگائی یہاں
لیکن اے دل یہ گرانی اور ہے

اب مشہور ماہر معاشیات پروفیسر برت راج صاحب اے۔ بی۔ سی۔ ڈی۔ ایکس۔ وائی۔ زیڈ دو نئے ٹیکسوں کے امکانات پر تقریر فرمائیں گے۔

پروفیسر برت راج :۔

بھائیو اور بہنو! یہ معلوم کرکے آپکو خوشی ہوگی کہ ہمارے دیس مفنو ستان کے وزیر مالیہ شری بجٹ پرشاد کو بھگوان نے اپنی کرپا سے ایک جیتا جاگتا بولتا چالتا چندے آفتاب اور چندے مہتاب بیٹا عطا کیا ہے۔ ملک کے نامور اور باکمال جوتشیوں نے بچے کا زائچہ کھینچکر یہ بتایا کہ اس بچے کا نام حرف (خ) سے رکھا جائے۔ اس لئے اس بچے کا نام خسارہ پرشاد رکھا گیا اور بچے کی ولادت کی خوشی میں مسٹر سمتا ئی کے ذریعہ مٹھائی اور لڈو تقسیم کئے گئے۔ جوتشیوں نے یہ بھی بتایا کہ اس ہونہار بروا کو پروان چڑھانے کیلئے یہ ضروری ہے۔ بغیر کسی جھنا جھٹا پرنئے نئے ٹیکس لاگو کئے جائیں ـــ اگر ایسا نہ کیا گیا تو اس ہونہار بروا کی بڑھوتر میں یعنے ارتقا میں فرق آجائے گا۔ اور یہ مقبول سا بچہ کانٹے کی طرح سوکھ جائے گا۔ اس لئے شری خسارہ پرشاد کو پروان چڑھانے کے لئے نئے نئے ٹیکسوں کے امکانات پر غور کرنے کے لئے ایک سہ رکنی کمیٹی بنائی گئی ہے۔ اس کمیٹی کی رکنیت کے لئے دیس کے سچے اور پرانے خدمت گزاروں کو منتخب کیا گیا ہے جس کے نام اور کام سے آپ لوگ گزشتہ ۱۴ - ۱۵ سال سے واقف ہیں۔

میرا مطلب ہے :ـــ (۱) خان بہادر بیروزگار خاں سابق صدر صوبائی مسلم لیگ وحال رکن اضافہ ٹیکس کمیٹی

(۲) شریمتی گرانی بائی سابق پریسیڈنٹ انجمن آزادی نسواں وحال ممبر بچے کم اگاؤ کمیٹی ــ

(۳) سیٹھ بلاک مارکٹ بمبئی والا سابق صدر آل انڈیا چوربازار ایسوسی ایشن وحال ممبر انجمن قلت اجناس۔

میری خوش قسمتی ہے کہ مجھے اس کمیٹی کا صدر چنا گیا ہے بہ حیثیت صدر میں نے نئے نئے ٹیکسوں کے امکانات کے بارے میں جو سفارشات پیش کئے ہیں ان کا خلاصہ آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

گزشتہ ہاتم شماری کے بموجب معاف کیجئے۔ گزشتہ

مردم شماری کے بموجب ہمارے ملک میں (۱۹) لاکھ سادھو ایک کروڑ گیارہ لاکھ نجلے ستّے فقیر ایک کروڑ ایک لاکھ ۵۷ ہزار اندھے معذور اپاہج اور چار کروڑ بے روزگار بستے ہیں۔ کیوں نہ ان سادھوؤں، فقیروں، اپاہجوں اور بے روزگاروں پر ایک معقول طرح سے ٹکس عائد کیا جائے۔ سادھوؤں فقیروں اور اپاہجوں کے پیشے بھی تو منفعت بخش پیشے ہیں چنانچہ اخبارات میں بتایا گیا تھا کہ بمبئی کا ایک فقیر جب مرا تو اس کی گدڑی سے ۱۷ ہزار روپے کے کرنسی نوٹ نکلے۔ اسی طرح بنارس کے ایک سادھو نے دو لاکھ روپے نقد چھوڑے۔ ان سادھوؤں اور فقیروں پر پیشہ ورانہ ٹکس لگانے کے علاوہ ان پر انکم ٹکس بھی عائد کیا جا سکتا ہے۔ نیز ان تمام سادھوؤں اور فقیروں پر رجسٹری کا لزوم عائد کرکے ان سے سالانہ رجسٹریشن فیس بھی وصول کی جا سکتی ہے۔ اس طرح ایک محتاط اندازے کے بموجب ان سادھوؤں اور اپاہجوں سے سالانہ بارہ کروڑ کی آمدنی ہو سکتی ہے۔ اب رہے بیروزگار سو ان پر عام شرح سے کسی قدر کم ٹیکس لگایا جائے کیونکہ بے چارے بے روزگار ہیں۔ یہ بے روزگاری ٹکس اس وقت تک لاگو رہے جب تک کہ یہ روزگار سے نہ لگ جائیں۔ روزگار سے لگ جانے کے بعد روزگاری ٹکس لگایا جائے جو بیروزگاری ٹکس کا ڈبل ہو۔

بچے زیادہ پیدا کرنے پر ٹکس یہ تو خیر عام بات ہو گئی ہے۔ لیکن ہمارے ٹکس کاروں نے اس کے دوسرے رخ کا مطالعہ نہیں کیا۔ میری مراد ہے بانجھ لوگوں پر ٹکس۔ بانجھ لوگوں کے ذمہ چونکہ بچوں کی پرورش کے اخراجات نہیں ہوتے ہیں۔ اس لئے ان پر فی کس سالانہ (۵۰۰) روپیہ تک بھی اگر ٹیکس لگایا جائے تو سستا ہی ہے —

ہمارے ملک میں بعض لوگ ایسے ہیں جو شادی ٹکس سے بچنے یا بچے زیادہ پیدا کرنے کے ٹیکس سے بچنے کے لئے شادی ہی نہیں کرتے تاکہ نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری۔ اس لئے ایسے تمام مجرّدوں اور مجرّدانِ محفل پر فی کس سالانہ کم از کم ایک ہزار ٹکس لگایا جانا ضروری ہے۔ اس ٹیکس کی مقدار زیادہ سے زیادہ سالانہ دو ہزار بھی ہو سکتی ہے

As the case may be

ہمارے ملک میں بعض لوگ موت ٹکس سے بچنے کے لئے مرتے ہی نہیں۔ اس لئے ایسے تمام لوگوں پر جن کی عمر (۵۵) سال سے متجاوز ہو چکی ہے ان پر دیر سے مرنے کا ٹیکس لگایا جائے

ہمارے ملک میں بعض لوگ پکتے اور گنا ہیت شماروں کے مد نظر ہمارے ملک کی اوسط عمر (۲۷) سے پہلے مر جاتے ہیں۔ ان لوگوں پر مرنے میں عجلت پسندی کا ٹکس لگایا جانا مناسب ہے۔

ہمارے ملک میں آئے دن لوگ بھوک ہڑتال کرتے ہیں اور مرن برت رکھتے ہیں۔ ان تمام بھوک ہڑتالیوں اور مرن برتیوں پر ہنگامی ٹکس

Can use tax

عائد کیا جانا ضروری ہے۔

ان ٹکسوں کے علاوہ سب سے اہم ٹکس رشوت ٹکس اور اقربا پروری ٹکس ہو سکتا ہے۔ تمام سرکاری عہدہ داروں پر جو رشوت کا "شوق" فرماتے ہیں یا جو اقربا پروری کے آرٹ میں دخل رکھتے ہیں۔ ان تمام کو رشوت ستانی اور اقربا پروری کا لائسنس دیا جائے۔ ابتدائی رجسٹری کے وقت فیس لائسنس فی کس پچاس ہزار لی جائے اور سالانہ تجدید کے وقت پانچ پانچ فی کس لئے جائیں۔

اقربا پروری لائسنس کے سلسلہ میں یہ دیکھا جائے کہ اقربا

عہدہ دار اپنے سالے کی پرورش کرتا ہے یا بہنوئی کی۔ سالے کی پرورش کی صورت میں نصف لائیسنس فیس لی جائے۔ کیونکہ سالا نصف بیوی کے برابر ہوتا ہے۔ لیکن بہنوئی کی پرورش کی صورت میں عام فیس کے علاوہ سرچارج بھی عائد کیا جائے۔ رشوت ستانی کے پرمٹ کی اجرائی سے ہمارے عہدہ دار منظم طریقہ سے رشوت کمائیں گے اور حکومت کو بھی سالانہ ایک معقول آمدنی ہوگی۔ ان نئے ٹکسوں کے عائد کرنے سے شری بجٹ پرشاد کے اکلوتے فرزند شری خسارہ پرشاد پروان چڑھیں گے اور دن دونی رات چوگنی ترقی کریں گے۔

اینکر ار نوری میٹر پر ہم روحانی نشرگاہ سے بول رہے ہیں۔ ابھی آپ پروفیسر برت راج کی تقریر سن رہے تھے۔ اب ہمارے نشریات کا وقت ختم ہو چکا ہے ہمیں آیندہ ہفتہ تک کے لئے اجازت دیجئے۔

(جے ہند)

الکسی کوسیگن واپس لندن پہونچ گئے

شری نہرو کے نام تار

تاشقند (تاس) سوویٹ یونین کے اول نائب وزیر اعظم الکسی کوسیگن نے ہندوستان کے وزیر اعظم شری جواہرلال نہرو کے نام ایک تار بھیجا ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں اپنی بیوی اور اپنی طرف سے اور اپنے تمام ساتھیوں کی طرف سے دلی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ ہندوستان کے زمانہ قیام میں ہمارا ہر جگہ پر تپاک خیر مقدم ہوا۔ انہوں نے لکھا ہے کہ آپ سے اور شریمتی اندرا گاندھی سے جو ملاقاتیں وہ میرے ذہن میں ہمیشہ محفوظ رہیں گے۔ ہم جن علاقوں کا دورہ کرنے گئے وہاں کے لوگوں کے ساتھ اپنی ملاقات کی یاد بھی ہمیشہ تازہ رہے گی۔

انہوں نے امید ظاہر کی کہ شری نہرو کو ان کے کام میں کامیابی حاصل ہوگی۔

بقیہ مسلمان ایک فیصلہ کن موڑ پر

جائیں۔ ان اسکولوں میں بجاری۔ فاؤنڈری۔ لوہاری، بجلی کے کام۔ ویلڈنگ، گھڑی سازی۔ طباعت کا کام اور اسی طرح کے بیسیوں دوسرے ایسے کاموں کی تعلیم دی جاسکتی ہے جس کا انتظام کرنے کے لئے بہت بھاری سرمایہ کی ضرورت نہ ہوگی۔

(ب) ایسے طلبا جن کا انجینرنگ کالج، پالی ٹکنک، زراعتی کالج اور میڈیکل کالج میں داخل ہو جاتا ہے اور جو ضرورت مند ہوں ان کے لئے اسکالرشپ کا انتظام کیا جائے۔ مندرجہ بالا مقاصد کے لئے اس بات کی ضرورت پیش آئے گی کہ ایک نہایت مستحکم انجمن قائم کی جائے جو مختلف نوعیت کے اداروں کو "ملنے" اور کامیابی کے ساتھ چلا سکے اور وقتاً فوقتاً ان کے کاموں میں رہنمائی کر سکے۔ جہاں تک معاشی مسائل کا تعلق ہے مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مسلمانوں کو ابتک اس کا علم ہی نہیں ہو سکا کہ ہندوستان اپنے پنج سالہ منصوبوں کے تحت ترقی کی کن منزلوں تک پہنچ چکا ہے چنانچہ ان منصوبوں کے ذریعہ امداد باہمی، چھوٹی صنعتیں، کمیونٹی ڈیولپمنٹ اور ریاست کی دوسری ترقی کی اسکیموں سے جتنا انہیں مستفید ہونا چاہیئے تھا اتنا وہ نہ ہو سکے کتنے افسوس کی بات ہے کہ اس ملک کے ساڑھے چار کروڑ باشندے جو دوسروں کے شانہ بشانہ کام کرکے اس ملک کی خوشحالی میں اضافہ کرنے میں ہاتھ بٹا سکتے تھے وہ اپنی تعلیمی اور اقتصادی پستی کی بنا پر ایک قسم کی رکاوٹ بنکر رہ گئے ہیں۔ میری مجوزہ اسکیم ایک طرف مسلمانوں کے ان بنیادی مسائل کو حل کرتی ہیں تو دوسری طرف انہیں اس کا بھی پورا موقع دیتی ہے کہ وہ اپنی زبان، اپنی تہذیب اور اپنے طریقہ زندگی کو برقرار رکھتے ہوئے اپنے ملک میں سوشلسٹ طرز کے سماج کی تعمیر میں پورا پورا حصہ لے سکیں اس طرح وہ سکولر جمہوریت کے ہندوستان میں پھر اپنا جائز مقام حاصل کرکے اپنی تہذیبی اور ثقافتی عظمت کو پہنچ سکیں گے۔

مختصر طور پر اس اسکیم کے مقاصد حسب ذیل بیان کئے جاسکتے ہیں۔ (۱) مرہٹواڑہ کے مسلمانوں میں صحیح قسم کی تعلیم مروج کرکے اس کے ذریعے ان کو نئی روشنی پر گامزن کرنا۔

(۲) مرہٹواڑہ کے مسلمانوں کو ریاست کے دوسرے باشندگان کی اجتماعی زندگی سے ہم آہنگ کرنا۔

(۳) مسلمان بچوں کی مختلف طبیعتوں کے تقاضوں کے پیش نظر ایسی تعلیم کا انتظام کرنا جن کے ذریعے ان کی فطری صلاحیتیں پوری طرح ابھر سکیں۔

(۴) مذکورہ بالا مقاصد کی روشنی میں مسلمان طلبا میں ان کی روحانی اور تہذیبی زندگی کو فروغ دینا۔

(۵) ضرورتمند عورتوں اور معذور مردوں کی معاشی زندگی کو سدھارنے کے لئے نمونے کے طور پر ایک "انڈسٹریل ہوم" قائم کرنا۔

ان چیزوں کے پیش نظر میں اب بھی یہ محسوس کرتا ہوں کہ خصوصاً ذریعہ تعلیم کے متعلق جو اسکیم میں نے آٹھویں جماعت سے آگے علاقائی زبان میں بدلنے کے متعلق پیش کی ہے وہ قابل عمل اور قابل غور ہے

ہیومینٹیز، سائنٹفک اور کمرشیل شعبوں سے متعلق اسکیم کی تفصیلات کے لئے میرا شائع کردہ دوسرا کتابچہ "ہندوستان میں اقلیتوں کا قیام۔ تعلیمی مسائل کی روشنی میں" ملاحظہ فرمائیے۔

شخصیات

آقای قنبر علی حمّتی

آپ کی ہستی ایک جامع کمالات ہستی ہے۔ مبدء فیاض نے آپ کو عجیب صلاحیتیں عطا فرمائی ہیں۔ آپ نہ صرف ایک نامور پہلوان ہیں بلکہ ایک کامیاب تاجر بھی ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ فنون لطیفہ خصوصاً شعرفہمی کا اچھا ملکہ رکھتے ہیں آپ نہ صرف شیراز کے قدردانوں میں شامل ہیں بلکہ قلمی معاون بھی ہیں۔ وہ اس طرح کہ جب کبھی آپ کو مولائے متقیان کی شان میں کہی ہوئی کوئی منقبت پسند آتی ہے تو اس کا انتخاب شیراز کے لئے روانہ کرتے ہیں۔

آپ کو اساتذہ کے ہزاروں شعر از بر ہیں۔ حیدرآباد میں فزیکل ٹریننگ اور ورزش کا جو شوق عام ہوتا جا رہا ہے وہ آپ ہی کا رہین منت ہے۔ آپ کئی اداروں کے معاون ہیں۔

آسام ٹی ٹریڈ کے آپ مینجنگ ڈائرکٹر ہیں۔

صمصام شیرازی کا ایک شعر

روزِ محشر از زبانِ مرتضیٰ خواہی شنید
خسرو و صمصام شیرازی ز سربازانِ ماست

انس ابوالکمال نیشاپوری (فاضل مشرقیات)

مرزا واجد حسین یاسؔ یگانہ مرحوم نے "آیات وجدانی" میں لکھا ہے کہ

"شعر میں مقامات سجدہ بھی آتے ہیں کہ جن کو پڑھنے کے بعد پیشانی نہیں بلکہ روح بے اختیار سجدہ میں چلی جاتی ہے۔"

آقای صمصام شیرازی کے مذکورہ بالا شعر میں بھی بالکل یہی کیفیت ہے۔ اس شعر کو پڑھنے کے بعد ذوقِ صحیح وجد کرنے لگتا ہے اور وجدانِ کامل سر دھننے لگتا ہے۔

اردو اور فارسی شاعری میں ایجاز اور اختصار کی بنا پر صنفِ غزل کو دیگر تمام اصنافِ سخن پر فوقیت حاصل ہے۔ اردو اور فارسی شاعری میں آسان ترین صنف غزل ہے اور مشکل ترین صنف بھی غزل ہی ہے۔ آسان اس لئے کہ عموماً ہر مبتدی غزل ہی سے شعر گوئی کی ابتدا کرتا ہے اور قافیہ کی اینٹ پر اینٹ جما کر غزل کی عمارت کھڑی کر دیتا ہے۔ مشکل اس لئے کہ برسوں کی مشق و مزاولت، وسیع مطالعہ کا نچوڑ، احساسات کی صحیح ترجمانی، جذبات کی صحیح عکاسی، دوامی قدروں کا استعمال اور خونِ جگر دینے کے بعد جب کہیں جا کر کشتِ غزل ہری ہوتی ہے اور غزل کے شعر میں ایجاز کا اعجاز اور اختصار کی بلاغت اثر پیدا ہوتی ہے۔ ہر لفظ جادو میں جاتا ہے۔ ہر قافیہ بولنے لگتا ہے اور ہر شعر سماعت کے راستے سے دل میں ترازو ہو جاتا ہے۔

جس مضمون کو نثر کے ایک صفحہ میں بیان نہیں کیا جا سکتا جس خیال کو پچاس شعر کی ایک نظم میں بیان نہیں کیا جا سکتا ایک باکمال شاعر اُسی مضمون کو اُسی خیال کو کمال جامعیت کے ساتھ غزل کے صرف دو مصرعوں میں ادا کر دیتا ہے۔

آقای صمصام شیرازی کا یہ شعر

روزِ محشر از زبانِ مرتضیٰ خواہی شنید
خسرو و صمصام شیرازی ز سربازانِ ماست

میں نے خود آقای صمصام کی زبانی سُنا۔ ایک تو شعر کا چونکا دینے

والا مضمون دوسرے آقای صمصام کا خاص شیرازی لہجہ سونے پر سہاگہ تھا۔ ایسا معلوم ہوا کہ شعر نغمہ بن گیا اور نغمہ مجسم ہوگیا۔ آواز کانوں کے پردے سے ٹکراتے ہی بس ایسا محسوس ہوا ؎

فنا و سامعہ در موج کوثر و تسنیم

آقای صمصام کے مذکورۂ بالا شعر میں خلوص و عقیدت اور جذب و یقین کی ایک دنیا ہے جو دو مصرعوں میں سمو دی گئی ہے۔ کہتے ہیں:-

محشر میں، قسیم نار و جناں، ساقی حوض کوثر علی مرتضیٰؑ کی زبان سے یہ سنو گے۔

کیا سنو گے؟ صمصام شیرازی کا خسرو (یعنی اعلیحضرت حضور نظام) ہمارے (یعنی آلِ محمدؐ کے) سرباز و ں میں سے ہے۔ سبحان اللہ! کتنا سچا مضمون ہے۔ کیا اچھوتا پیرایۂ بیان ہے۔

اعلیحضرت حضور نظام نے ولائے محمدؐ و آلِ محمدؐ میں جو سرباز انہ اقدامات فرمائے ہیں وہ اظہر من الشمس ہیں۔ حضور نظام نے دکن میں ترویج و توسیع عزاداری حسینؑ اور ذکر علیؑ کے لئے جو اقدامات فرمائے ہیں وہ تاریخ مذہب میں ہمیشہ یادگار رہیں گے۔ حضور نظام کو ولائے علیؑ میں جو مرتبہ حاصل ہے وہ شائد ہی سلاطین سلف میں کسی کو ملا ہو۔

صمصام شیرازی نے اعلیحضرت حضور نظام کی اسی منزلت کو اپنے شعر میں بیان کیا ہے۔ اور حق یہ ہے کہ بیان کا حق ادا کر دیا ہے۔ چونکہ یہ شعر دل سے نکلا ہے۔ اس لئے اس میں دلوں کو تڑپا دینے والی کیفیت ہے۔

آنچہ از دل خیزد بر دل ریزد

ناظرین خود اندازہ فرمائینگے کہ صمصام شیرازی کا مذکورۂ بالا شعر ایک الفائی کیفیت لئے ہوئے ہے۔ جب ہی تو وہ بے اختیار کامل ایقان کے ساتھ پکار اٹھتے ہیں ؎

روزِ محشر از زبانِ مرتضیٰؑ خواہی شنید
خسروِ صمصام شیرازی ز سربازانِ ماست

بقیہ سلسلہ الکسی نکولا یوچ کوسیگن

(صفحہ ۳۵)

کمیٹی کے سیاسی بیورو کے متبادل ممبر مقرر ہوئے۔ سنہ ۱۹۴۸ء سے ۱۹۵۲ء تک وہ کمیونسٹ پارٹی (بولشویک) کی مرکزی کمیٹی کے سیاسی بیورو کے ممبر رہے۔ فروری ۱۹۴۸ء میں وہ سوویت یونین کے وزیر مالیات کے عہدے پر مامور ہوئے دسمبر ۱۹۴۸ء میں کوسیگن سوویت یونین کی ہلکی صنعت کے وزیر مقرر ہوئے۔ سوویت یونین کی کمیونسٹ پارٹی کی انیسویں کانگریس میں (اکتوبر ۱۹۵۲ء) انہیں مرکزی کمیٹی کا ممبر چنا گیا۔ ستمبر ۱۹۵۳ء سے انہوں نے سوویت یونین کے استعمالی اشیار کی صنعت کے وزیر کے عہدے پر کام کیا۔ ۱۹۵۷ء سے کوسیگن سوویت یونین کی کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی کی مجلس صدارت کے متبادل ممبر رہے اور مئی ۱۹۶۰ء سے اس مجلس صدارت کے ممبر ہیں دسمبر ۱۹۵۳ء سے وہ سوویت یونین کی مجلس وزراء کے نائب صدر رہے اور مارچ ۱۹۵۹ء سے وہ اس کے ساتھ سوویت یونین کی ریاستی منصوبہ بندی کمیٹی کے صدر رہے۔ مئی ۱۹۶۰ء میں وہ سوویت یونین کی مجلس وزراء کے اول نائب صدر مقرر ہوئے۔ کوسیگن کو سوویت یونین کے متعدد اعزازات اور تمغے ملے ہیں۔

مختصر سوانح حیات

الکسی نکولایوچ کوسیگن

الکسی نکولایوچ کوسیگن سوویت ریاست کے ممتاز رہنما سوویت یونین کی کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی کی مجلس صدارت کے رکن مجلس وزراء کے اول نائب صدر سوویت یونین کی اعلیٰ سوویت کے رکن ۱۹۲۷ء سے سوویت یونین کی کمیونسٹ پارٹی کے ممبر پیٹرزبرگ (اب لینن گراڈ) کے ایک مزدور گھرانے میں ۱۹۰۴ء میں پیدا ہوئے تھے۔

۱۹۱۹ء میں وہ سرخ فوج میں بھرتی ہوئے۔ ۱۹۲۱ء ۱۹۲۴ء تک انہوں نے لینن گراڈ امداد باہمی کے ثانوی اسکول میں تعلیم حاصل کی۔ مخصوص ثانوی اسکول کی تعلیم ختم کرنے کے بعد وہ سائبیریا میں امداد باہمی کے کام پر مامور ہوئے جہاں انہوں نے ۱۹۲۹ء تک صارفین کی امداد باہمی میں کام کیا۔ وہ علاقائی امداد باہمی انجمن کے صدر رہے۔ ارکتسک علاقہ کی صارفین کی امداد باہمی انجمنوں کی لینا یونین کے بورڈ کے ممبر اور سائبیریا کے علاقائی امداد باہمی یونین کے شعبہ منصوبہ بندی کے سربراہ رہے۔

۱۹۳۵ء میں انہوں نے لینن گراڈ کے کیروف ٹیکسٹائل انسٹی ٹیوٹ سے سند لی اور لینن گراڈ ژلیابوف مل میں اول ایک فورمین کی حیثیت سے اور بعد میں کارخانے کے سپرنٹنڈنٹ کی حیثیت سے کام کیا۔ ۱۹۳۷ء میں وہ لینن گراڈ کی اکتوبر کتائی اور بنائی مل میں ڈائرکٹر مقرر ہوئے۔

سوویت یونین کی کمیونسٹ پارٹی (بولشویک) کی وائی بورگ ضلع کمیٹی کے بیورو کے ممبر کی حیثیت سے انہوں نے وائی بورگ پارٹی تنظیم کے کام میں سرگرمی سے حصہ لیا۔ جولائی ۱۹۳۸ء میں کوسیگن سوویت یونین کی کمیونسٹ پارٹی (بولشویک) کی لینن گراڈ علاقائی کمیٹی کے شعبہ صنعت اور نقل و حمل کے سربراہ مقرر ہوئے۔ اور اکتوبر ۱۹۳۸ء میں انہیں محنت کشوں کے نمائندوں کی لینن گراڈ شہری سوویت کی مجلس عاملہ کا صدر چنا گیا۔ ۱۹۳۹ء ۔ ۱۹۴۰ء میں وہ سوویت یونین کی کپڑے کی صنعت کے عوامی کمیسار رہے۔ اٹھارہویں پارٹی کانگریس (۱۹۳۹ء) میں کوسیگن سوویت یونین کی کمیونسٹ پارٹی (بولشویک) کی مرکزی کمیٹی کے ممبر منتخب ہوئے۔

۱۹۴۰ء تا ۱۹۴۶ء سوویت یونین کے عوامی کمیساروں کی مجلس کے نائب صدر رہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ ۱۹۴۳ء اور ۱۹۴۶ء کے دوران روسی وفاق کے عوامی کمیساروں کی مجلس کے صدر۔ حب الوطنی کی عظیم جنگ کے دوران ملک کے دفاع کے سلسلہ میں کوسیگن نے اہم ریاستی فریضے انجام دیئے۔

مارچ ۱۹۴۶ء میں وہ سوویت یونین کی کمیونسٹ پارٹی (بولشویک) کی مرکزی کمیٹی کے مکمل اجلاس میں مرکزی

بقیہ سلسلہ ملاحظہ ہو ص

غزل

از جناب مولوی سید حامد بن شبیر صاحب
چیف جج اسمال کاز کورٹ حیدرآباد

نا آزمودہ منکرِ اہلِ نظر مشو
اہلِ بصر تو آمدہ بے بصر مشو

ذوقِ جنون و سوزِ دروں آیدم بسے
گوئید خضر را کہ مرا راہبر مشو

داند مریضِ عشق مداوا نہ جز قضا
بے فائدہ مسیح مرا چارہ گر مشو

جرعہ بہ کامِ ما نہ رسد جز بہ خونِ دل
اے جامِ زندگی تو بہ من تلخ تر مشو

شاید اگر دہی صنما دادِ بندگی
بر آنکہ بندہ ات شدہ بیدادگر مشو

دوریست پُر ز شور و ہنگامِ فتنہ خیز
خواہی سلامتی تو اگر بے خبر مشو

آں بہ کہ پاسِ خاطرِ یاراں تو غم خوری
زنہار بارِ طبعِ کس و دردِ سر مشو

اندیشہ کن ز نازکیِ خاطرِ حبیب
اندر حریمِ ناز تو بیباک تر مشو

پابندِ ساعت است نہ سودائے زلف و رخ
ورزی چو عشق بندۂ شام و سحر مشو

غرہ مشو کہ طاقتِ پرواز زر دہد
اے بے خبر اسیر تو در بال و پر مشو

خوباں بجلوہ آمدہ بسیار در جہاں
حامد وفا ہمیں کہ غلامِ دگر مشو

دُنیا کا ایک عظیم محسن

لارڈ نفیلڈ!

ازقلم :- فلپ بریکن :-

کیا آپ یقین کریں گے کہ طبی ریسرچ کو ایک ایسے شخص سے لاکھوں پونڈ کی مدد مل رہی ہے جس کے والدین اتنے غریب تھے کہ وہ اس کے سرجن بننے کے اخراجات برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ اس شخص کا نام لارڈ نفیلڈ ہے۔ ان کی عمر اسوقت ۸۲ سال ہے اور اُن کا شمار دنیا کے عظیم ترین محسنین میں ہوتا ہے۔

موٹر کاروں کے لکھ پتی کارخانہ دار لارڈ نفیلڈ تقریباً ۳۰،۰۰۰،۰۰۰ پونڈ خیرات میں دے چکے ہیں۔ انہوں نے اپنے کاروبار کی ابتدا ۴ پونڈ سے کی تھی۔ انکی بیشتر دولت طبی ریسرچ اور انسانوں کے دکھ درد کم کرنے پر صرف ہوئی ہے اور ہو رہی ہے۔

نفیلڈ کہانی کا آغاز پچھلی صدی کے اواخر میں ہوا تھا جب ولیم موریس نام کے ایک نوجوان نے سائیکل مرمت کرنے کا دھندا شروع کیا۔ پھر وہ سائیکل خود بنانے لگا۔ موٹر کاریں بھی مرمت کے لئے اس کے پاس آنے لگیں۔ تب اس نے موٹر کاریں خود بنانا شروع کر دیں۔ اس کی کاریں دوسری کاروں سے سستی تھیں۔ بس پھر کیا تھا۔ پیسہ پیسہ کی اس کے پاس ریل پیل ہو گئی۔ لیکن اس کے باوجود اس کی زندگی میں کوئی فرق نہ پڑا۔ وہ بہت خاموش طبع واقع ہوا تھا۔ تشہیر و اشاعت سے وہ دور رہتا تھا۔ اسے صرف کام سے پیار تھا۔ کام ہی اس کی بندگی تھا۔

جب وہ اپنی زبردست کامیابی سے ہمکنار ہوا تو اسے ایک اور عظیم محسن اینڈریو کارنیگی کا یہ قول غالباً یاد آ گیا تھا کہ "امیری میں مرنا ذلیل ہو کر مرنا ہے۔" وہ اس بات میں یقین رکھتا تھا کہ انسان کو روپیہ خوب کمانا چاہیئے اور پھر دوسروں کو دے ڈالنا چاہیئے۔ ولیم موریس نے جو بعد میں لارڈ نفیلڈ بنے اپنی دولت دونوں ہاتھوں سے لٹائی۔ کسی پرائیویٹ تقریب میں وہ چندمنٹ کے لئے تقریر کرتے ہیں اور پھر جیب سے چیک نکال کر بڑے شرمیلے پن سے کہتے ہیں "یہ ایک چیک ہے۔ صرف ۱۰۰،۰۰۰ پونڈ کا" دیکھنے والے دیکھتے رہ جاتے ہیں۔

نفیلڈ فاؤنڈیشن!

اپنی سخاوت اور فیاضی کے بارے میں وہ بہت کم گو واقع ہوئے ہیں۔ ۱۹۴۳ء میں انہوں نے ۱۰،۰۰۰،۰۰۰ پونڈ کا عطیہ دے کر نفیلڈ فاؤنڈیشن کی داغ بیل ڈالی تھی۔ اچھے انتظام کی بدولت یہ ادارہ اتنی رقم خیرات میں دے چکا ہے جتنی اس کے

بانی نے اسے دی تھی۔ اور ابھی تک وہ تقریباً ۰۰۰، ۲۰۰۰ پونڈ ہر سال دے رہا ہے۔

اس کی ایک رپورٹ ابھی ابھی شائع ہوئی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ اس نے گزشتہ سال ۰۰۰، ۵۰، ۸ پونڈ کی مالیت کے عطیے دیئے۔ ایک عطیہ ۲۵۰۰۰ پونڈ کا تھا۔ جو روڈ ڈھیشیا دنیا سالنڈ کے یونیورسٹی کالج کو ایک میڈیکل اسکول کی تعمیر کے لئے دیا گیا۔ اس اسکول میں ہر نسل کے طلبا تعلیم حاصل کر سکیں گے پچھلے سال شمالی روڈیشیا کو آثار قدیمہ کی ریسرچ اور جنوبی روڈیشیا کو فن دراتی کی ریسرچ کے لئے امداد دی گئی۔ ساشیرس میں نہنتا، ملایا میں سائنسی ریسرچ، ماریشس میں غذائی پیداوار اور یورپ نو تعلیم کے لئے مالی امداد ملی۔ کامن ویلتھ کے کئی دوسرے ملکوں نے بھی فاؤنڈیشن کی فیاضی سے فائدہ اٹھایا۔ اگر فاؤنڈیشن کی طرف سے کسی بڑے کام (مثلاً آکسفورڈ کے لیے کالج کی تعمیر) کے لئے مالی امداد دی جاتی ہے تو اس کی خبر آب و تاب سے اخبارات میں چھاپی جاتی ہے۔ لیکن فاؤنڈیشن دوسرے ضرورت مند ملکوں بیمار، بہروں، نابیناؤں وغیرہ کو کبھی فراموش نہیں کرتا

برطانیہ کی خبریں

ہندوستانی مصنف کے ناول پر مبنی ڈرامہ
کیمبرج میں کھیلا جائیگا

معلوم ہوا ہے کہ ۲۷ فروری کو کیمبرج میں "گائیڈ" (رہبر) نام کا ایک ڈرامہ کھیلا جائیگا جس کی بنیاد ہندوستانی مصنف آر۔ کے نارائن کا ایک ناول ہے۔ پاکستانی ایکٹر ضیا محی الدین اس ڈرامہ میں مرکزی رول ادا کریں گے۔ یہ وہی صاحب ہیں جنہوں نے "پیسیج ٹو انڈیا" نام کے ڈرامہ میں اپنی اداکاری کے جوہر دکھا کر خوب شہرت حاصل کی تھی۔ تقریباً ساری کاسٹ ایشیائی ہے۔

یہ ڈرامہ دو امریکی باشندوں ہاروے بریٹ اور ان کی اہلیہ پیٹریشیا نے لکھا ہے۔ فرینک ہاسرا اس کے پروڈیوسر ہیں۔ کیمبرج کے بعد گائیڈ آکسفورڈ لے جایا جائیگا اور پھر غالباً لندن میں پیش کیا جائے گا۔

نابیناؤں کی دیکھ بھال سے متعلق نمائش

برٹش کونسل نابیناؤں کی فلاح تنظیموں کے تعاون سے اگلے دو برسوں کے دوران بیس سے زائد ملکوں میں اس کام کی نمائش کرے گی جو برطانیہ نابیناؤں کی فلاح و بہبود سے متعلق کر رہا ہے۔ اس نے اس مقصد کے لئے ایک ہی قسم کی نادر دستی نمائشیں تیار کی ہیں۔ ہر نمائش سو سے زائد تصاویر پر مشتمل ہے۔

معلوم ہوا ہے کہ ایک نمائش اس سال ہندوستان میں دکھائی جائے گی۔ نمائش میں بریل اور مون ٹائپ کے رسالے اور دیگر مطبوعات بھی پیش کی جائیں گی۔

ہندوستان سے برطانوی باشندوں کی دلچسپی میں اضافہ
ملکہ معظمہ کے دورے کا نتیجہ

کامن ویلتھ انسٹی ٹیوٹ لندن میں آجکل ملکہ الزبتھ دوم کے دورۂ ہندوستان سے متعلق تصویروں کی ایک نمائش ہو رہی ہے جسے "ٹائمز" اور ہندوستانی و پاکستانی ہائی کمشنروں کے اطلاعاتی شعبوں نے منعقد کیا ہے۔ نمائش کئی ہفتہ جاری رہیگی۔ کامن ویلتھ انسٹی ٹیوٹ کے ایک ممبر نے بتایا ہے کہ شاہی دورہ کے نتیجہ کے طور پر برطانوی سکولوں کے بچوں نے ہندوستان سے بہت زیادہ دلچسپی لینا شروع کر دی ہے وہ بڑے شوق سے نمائش دیکھنے جاتے ہیں۔ متعدد اسکولوں نے انسٹی ٹیوٹ سے درخواست کی ہے کہ ہندوستان کے بارے میں لکچروں کا انتظام کیا جائے۔ کامن ویلتھ انسٹی ٹیوٹ میں ہندوستانی دستکاریوں کی مستقل نمائش کا انتظام ہے۔ برطانوی باشندے اب اس سے بھی بے حد دلچسپی لے رہے ہیں۔

شیراز اہلِ حق کا ترجمان اور صاحبانِ ذوق کا اخبار ہے

مشرقی و افریقی علوم کے اسکول میں

مزید سہولیات لائبریری میں اضافہ کیا جا رہا ہے

معلوم ہوا ہے کہ لندن یونیورسٹی کے تحت اسکول برائے مشرقی و افریقی علوم کی لائبریری کو وسعت دی جا رہی ہے۔ اس کام پر تقریباً ۳۵،۰۰۰ پونڈ صرف ہوں گے۔ اس وقت لائبریری میں ۲۵۰،۰۰۰ سے زائد کتابیں ہیں۔ اس ادارہ میں ہندوستانی اور سمندر پار کے دیگر طلبا کی تعداد ہر سال بڑھ رہی ہے۔ امید ہے کہ لائبریری میں اضافہ کے تقریباً ایک چوتھائی اخراجات نیلڈ فاؤنڈیشن برداشت کرے گا۔ اور لگ بھگ ۱۰۰،۰۰۰ پونڈ تجارتی فرمیں ادا کریں گی۔ عالمی امور میں افریقہ کی اہمیت اچانک بڑھ جانے سے اس اسکول میں افریقی زبانیں سیکھنے کی مانگ میں اضافہ ہو گیا ہے۔ زبانوں کے شعبوں کے علاوہ یہاں افریقہ اور ایشیا کی تاریخ، قانون، کلچر وغیرہ کے بڑے بڑے شعبے قائم ہیں۔

ویسٹ انڈیز کی آئینی ترقی سے متعلق کانفرنس

آزادی کی تاریخ مقرر کی جائے گی

برطانیہ کی نوآبادیاتی دفتر کے ایک اعلان کے مطابق مئی کو لندن میں حکومت برطانیہ اور ویسٹ انڈیز کی فیڈرل اور علاقائی حکومتوں کے نمائندوں کی ایک کانفرنس منعقد کی جائے گی۔ اس کانفرنس کے دو مقاصد ہیں۔ ویسٹ انڈیز کی آزادی کی تاریخ مقرر کرنا اور یہ فیصلہ کرنا کہ فیڈرل اور علاقائی حکومتوں کے آئین کس قسم کے ہوں۔

مذکورہ اعلان میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ۲ر مئی سے ریویو آف آئین (زیر نظر آئین) ویسٹ انڈیز کی حکومتوں کی ایک کانفرنس شروع ہو رہی ہے جس میں وہ اپنے آئینی مستقبل کے بارے میں فیصلہ کریں گی۔

برطانیہ میں مہاتما گاندھی کا میموریل قائم کرنے کی تجویز

"ٹائمز" لندن کی ۱۲ر فروری کی اشاعت میں بین الاقوامی قانون انجمن (انٹرنیشنل لا ایسوسی ایشن) کے نائب صدر مسٹر ڈبلیو ہارڈ مور کا ایک مراسلہ شائع ہوا ہے جس میں انہوں نے تجویز پیش کی ہے کہ مہاتما گاندھی کا میموریل دریائے ٹائمز کے کنارے ٹیمپل گارڈنز میں قائم کیا جائے۔

اپنے مراسلہ میں موصوف نے کہا ہے کہ مہاتما گاندھی کے مجوزہ میموریل کی جگہ کے بارے میں مختلف تجویزیں پیش کی جا رہی ہیں لیکن میرے خیال میں اس مقصد کے لئے نہایت موزوں مقام ٹیمپل گارڈنز ہیں۔ مسٹر ہارڈ مور نے یہ دلیل دی ہے کہ مہاتما گاندھی اس صدی کے عظیم ترین بیرسٹر تھے جنہوں نے اپنی سند انر ٹیمپل (برطانیہ کی ایک قانونی انجمن جسے بیرسٹری کی سند دینے کا حق حاصل ہے) سے حاصل کی تھی اور ایسی ہستی کو خراج عقیدت پیش کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ٹیمپل گارڈنز میں اُن کا میموریل قائم کیا جائے اس طرح برطانیہ کو بھی اپنا خراج تحسین ادا کرنے کا موقع مل جائے گا۔ مہاتما گاندھی نے بیرسٹری کا امتحان اسی جگہ سے ۱۸۹۱ء میں پاس کیا تھا۔

یہ سائنس کی دنیا

مصنوعی سیارے کے خول کو ہوا میں پکڑنے کا پروگرام

امریکہ نے ہوائی فوج کے وینڈن برگ اڈے سے ڈسکورر سلسلے کا ایک عظیم ترین اور نہایت وزنی مصنوعی سیارہ ڈسکورر ۲ گزشتہ شکروار کو داغا اور یہ پروگرام بنایا کہ خلا میں چار روز گھومنے کے بعد جب اس کا خول الگ ہو جائے تو اسے ہوا ہی میں برآمد کر لیا جائے۔ داغنے کے چند گھنٹے بعد وہ اپنے قطبی مدار میں پہنچ گیا۔

پورے مصنوعی سیارے کی لمبائی ۸۱ فٹ تھی۔ پہلے مرحلے پر تھور راکٹ پر پہلی بار ایک نئی قسم کے ایندھن سے چلایا گیا اس میں ۱۶۵۰۰۰ پونڈ دھکا لگانے کی طاقت تھی جس نے ڈسکورر کو اٹھا کر مدار میں داخل کر دیا۔

خلا میں ۶۵ چکر لگانے کے بعد زمین سے اشارہ ملنے پر آلات سے لیس خول مصنوعی سیارے سے الگ ہو جائے گا جس کا وزن تقریباً ۳۰۰ پونڈ ہے۔

چار دیو قامت اڑنے والے راڈر سٹیشن اور نو C-119 طیارے پروگرام کے مطابق جزائر ہوائی کے نواح میں ہوا ہی میں خول کو برآمد کریں گے۔ اگر ان کی کوششیں ناکام رہیں تو بحری فوج کے جہاز یہ کام انجام دیں گے۔

مصنوعی سیارے سے ہوا کی گنجانی کا تعین

امریکہ نے پلاسٹک کا بنا ہوا ۱۲ فٹ قطر کا ایک مصنوعی سیارہ ایکسپلورر ۹ مدار میں پہنچایا ہے جو کرۂ ہوائی کے بالائی حصوں کی گنجانی اور کثافت کی پیمائش کرے گا۔

ملکی فضائی و خلائی نظامت نے اعلان کیا ہے کہ مکمل چار منزلہ راکٹ کے ساتھ انہیں پہلی کامیابی حاصل ہوئی ہے اور کہ یہ راکٹ بعد میں متعدد مصنوعی سیاروں کو مدار میں پہنچانے کے لئے استعمال کیا جائے گا۔

ایکسپلورر ۹ گزشتہ پروار (جمعرات) کی صبح کو جزیرہ ویلپس (ورجینیا) سے خلا میں داغا گیا تھا۔ مذکورہ تنظیم کا بیان ہے کہ بصری تصویری اور راڈر کے مشاہدات سے اس امر کی تصدیق ہو گئی ہے کہ وہ مدار میں پہنچ گیا ہے۔ جنوبی افریقہ، آسٹریلیا، سپین، جاپان، ہندوستان، ایران، ہالینڈ، جزائر غرب الہند، ارجنٹائنا اور برطانیہ کے مشاہداتی اسٹیشن اس تجربہ میں حصہ لے رہے ہیں۔

قطب جنوبی میں امریکہ کی سائنس

امریکہ کی ایک سائنسی مہم براعظم قطب جنوبی کے نامعلوم خطوں سے ۶۵ روز تک گزرنے کے بعد قطب جنوبی میں پہنچ گئی ہے۔ بیرے پوئنٹ (نیویارک) کے البرٹ پی کروری نے ۱۲۰۰ میل لمبے راستے پر اس مہم کی رہنمائی کی جو نومبر میں کو عازم سفر ہوئی تھی۔ قطب جنوبی کے متعلق امریکہ کے تحقیقی پروگرام کے سائنس دان اعلیٰ ڈاکٹر گوری اس طرح آن مٹھی بھر لوگوں کے گروپ میں شامل ہو گئے تھے۔ جنہوں نے قطب

جنوبی میں قدم رکھے ہیں۔

نیشنل سائنس فاونڈیشن نے جس کی طرف سے اس پروگرام کے لئے مالی امداد دی گئی ہے قطب جنوبی میں اس مہم کی آمد کی اطلاع دی ہے۔ راستے میں سائنسدانوں نے قطب جنوبی کی برفانی چوٹی کی بلندی اور موٹائی کا تعین کیا ہے اور برف کے نیچے کی چٹانوں کی ساخت کے متعلق جانچ کی ہے۔ انہوں نے اس چوٹی سے دو میل نیچے کی طرف کے نمونے بھی لئے تھے تاکہ تاکہ وہ اس کا تجزیہ کرکے قطب جنوبی کی ماضی کی تاریخ اور آب ہوا کے متعلق جانچ کرسکیں۔

ٹیلی ویژن سے لیس نئے غبارے

ریڈیو کارپوریشن آف امریکہ کی لیبارٹریوں میں ایک نیا سسٹم قریب التکمیل ہے جس کے تحت غباروں میں ٹیلی ویژن رکھ کر زمین سے ۱۵ میل کی بلندی پر بھیجے جائیں گے تاکہ ماہرین فلکیات دور افتادہ برقیاتی آنکھوں کے ساتھ خلائی حالات کا مطالعہ کرسکیں۔ مذکورہ کارپوریشن کی طرف سے بتایا گیا ہے کہ غباروں میں ٹیلی ویژن کے ساتھ ایک ۳۶ انچ کی دوربین بھی ہوگی۔

اس منصوبے کا نام ہے STRATO SCOPE II

جواب بحریہ کے تحقیق و مطالعہ کے دفتر اور نیشنل سائنس فاونڈیشن کے مشترکہ اہتمام سے پرنسٹن یونیورسٹی کی طرف سے تیار کیا جارہا ہے۔ کارپوریشن کی طرف سے اس سسٹم کے لئے ایک پیچیدہ قسم کا ٹیلی ویژن فراہم کیا جارہا ہے جس سے جن خلائی خطوں کو دوربین سے دیکھنا مقصود ہوگا زمین پر ماہرین فلکیات غباروں پر ٹیلی ویژن کیمروں کے ذریعہ ان کا انتخاب کرسکیں گے۔ اور پیغام رسانی کے ایک دور افتادہ سسٹم سے اس پر قابو بھی پایا جاسکے گا۔

ٹھوس ایندھن کا تجربہ

امریکی سائنسدانوں نے پہلی بار ٹھوس ایندھن سے چار منزلہ سکاوٹ راکٹ کا کامیاب تجربہ کیا ہے اور انہیں امید ہوگئی ہے کہ ٹھوس ایندھن کامیابی سے کام دے سکیگا۔

سکاوٹ راکٹ گزشتہ ہفتہ ملکی فضائی و خلائی نظامت کی طرف سے جزائر ویلپس سے داغا گیا تھا۔ مذکورہ نظامت کے افسروں نے بتایا کہ راکٹ کے تمام چاروں مرحلے کامیابی سے داغے گئے اور زمین پر مشاہداتی اسٹیشنوں سے یہ معلوم کرکے کہ "بولکا ڈاٹ" غبارہ ابھی تک مدار میں ہے اس ٹھوس ایندھن پر زیادہ بھروسہ ہوگیا ہے۔ اس غبارہ کا بڑا مقصد خلا کے کناروں پر زمین کی فضا کی گنجانی کا تعین کرنا ہے۔ یہ ۷۲ فٹ لمبا سکاوٹ راکٹ آیندہ برس مصنوعی سیاروں کے ایک بین الاقوامی پروگرام کے تحت برطانوی آلات سے لیس ایک مصنوعی سیارے کو مدار میں پہنچانے کے لئے استعمال کیا جائے گا۔

مویشیوں کے عمل کے متعلق تحقیق و مطالعہ

شکاگو یونیورسٹی میں ایک نئی لیبارٹری بنائی جارہی ہے جس میں سائنسدان ان حالات میں مویشیوں کا مطالعہ کریں گے جو ان کی پیدائش کی جگہ کے قدرتی حالات سے مشابہت رکھتے ہیں۔ ہر جانور کو لیبارٹری کے عام پنجروں میں بند کرنے کی بجائے کافی جگہ دی جائے گی جس میں وہ آسانی سے گھوم سکے گا۔ نفسیات کے پروفیسر ایکر ویلس اس لیبارٹری کے نگران ہوں گے

انگریز خاتون کی زندگی کا ایک دن

از قلم ثینسی ایلم

دنیا میں عورتوں کی حالت آتنی بدل گئی ہے اور ابھی تک اتنی بدل رہی ہے کہ بعض اوقات ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ دنیا کے مختلف حصوں میں عورتیں کیا کچھ کر رہی ہیں۔

میں یہاں ایک انگریزی عورت مسز گرین کی روزمرہ کی زندگی کا حال بیان کرتی ہوں۔ وہ ایک نوجوان اور خوبصورت عورت ہیں۔ شہر میں ایک چھوٹے سے مکان میں اپنے شوہر اور تین بچوں (دو بیٹیاں اور ایک بیٹا) کے ہمراہ رہتی ہیں۔ سب سے بڑی بیٹی مارگریٹ کی عمر پانچ سال ہے۔ وہ اسکول میں پڑھتی ہے دوسری بیٹی "جون" دو سال کی ہے اور سب سے چھوٹا بچہ "بابی" چھ ماہ کا۔ مسٹر گرین ایک فیکٹری میں ملازم ہیں۔

گرین خاندان کی زندگی کا ہر دن صبح ساڑھے چھ بجے شروع ہوتا ہے۔ مسز گرین کو "بے بی" کی وجہ سے کئی بار اس سے بھی پہلے اٹھنا پڑ جاتا ہے۔ مسٹر گرین گھڑی کا الارم بجتے ہی بیدار ہو جاتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ وقت پر فیکٹری پہنچنے کیلئے ان کو ضروریات سے فوراً فارغ ہو جانا چاہئے۔ چائے کا پانی گرم کرنے کی غرض سے وہ کیتلی لگا کر غسل خانہ میں چلے جاتے ہیں اور شیو بناتے ہیں۔ مسز گرین اس کمرے میں جاتی ہیں جہاں ان کی دونوں لڑکیاں "مارگریٹ" اور "جون" دھما چوکڑی مچا رہی ہوتی ہیں وہ جون کو کپڑے پہنا دیتی ہیں اور مارگریٹ کو کپڑے پہننے میں مدد دیتی ہیں۔ اتنے میں مسٹر گرین چائے کا گرم گرم پیالہ اپنی بیوی کو دیتے ہیں "سنئیے۔ بابی آج پھر جلدی جاگ پڑا تھا" مسز گرین اپنے شوہر سے کہتی ہیں "کیا آپ نے اس کے رونے کی آواز نہیں سنی تھی" "ڈیئر! مجھے تو کچھ پتہ نہیں۔ رات کو دردِ سر کی وجہ سے تم نے اسپرین کی دو ٹکیاں کھائی تھیں۔ ان ٹکیوں کی وجہ سے مجھے ہمیشہ بہت گہری نیند آ جاتی ہے۔"

مسز گرین ایک لمحہ کے لئے سوچتی ہیں کہ یہ مرد رات کو بچوں کے رونے کی آواز کبھی سنتے ہیں یا کہ نہیں۔ لیکن وہ جلد پھر اپنے کام میں لگ جاتی ہیں۔ جلدی جلدی کپڑے تبدیل کر کے وہ سب کے لئے ناشتہ اور اپنے شوہر کیلئے "سینڈوچ" تیار کرتی ہیں۔ مسٹر گرین یہ سینڈوچ دوپہر کے وقت فیکٹری میں کھاتے ہیں۔ بال بچے ابھی ناشتہ کر رہے ہوتے ہیں کہ وہ فیکٹری کیلئے روانہ ہو جاتے ہیں۔

اس کے بعد مارگریٹ کے اسکول جانے کی تیاریاں شروع ہو جاتی ہیں۔ اسے ۹ بجے اسکول پہونچنا ہوتا ہے۔ جب وہ بھی چلی جاتی ہے تو مسز گرین اطمینان کا سانس لیتی ہیں کہ چلو جلدی کا کام تو ختم ہوا۔

"بے بی" کا ہاتھ منہ دھو کر اسے دودھ پلاتی ہیں۔ تھوڑی دیر بعد نہلا کر اسے بچہ گاڑی میں لٹا دیتی ہیں اور باہر باغیچہ میں

میں چھوڑ آتی ہیں۔ بچہ وہاں کھلی ہوا میں سوجاتا ہے۔ اور مسز گرین دوسرے گھریلو کاموں میں مصروف ہو جاتی ہیں۔ پہلا کام تو دھلائی کا ہے۔ جس گھر میں چھوٹے بچے ہوں وہاں دھلائی کی ہمیشہ ضرورت رہتی ہے۔ اس قسم کے دیگر کام کرنے کے بعد وہ دونوں بچوں کو بچہ گاڑی میں بٹھا کر خرید و فروخت کے لئے بازار چلی جاتی ہیں۔ واپسی پر مسز گرین دیکھتی ہیں کہ ہلتھ وزیٹر مسز رابنسن ان کے مکان کے دروازے پر ان کا انتظار کررہی ہیں۔ مسز رابنسن ایک تربیت یافتہ نرس ہیں اور سرکاری ملازم۔ وہ ماؤں کو بچوں کی دیکھ بھال سے متعلق صلاح مشورہ دیتی ہیں۔ مسز گرین پہلے ہی سے ان کو اچھی طرح جانتی ہیں۔ کیونکہ وہ دونوں اکثر بچوں کے کلینک میں ملتی رہتی ہیں۔ مسز رابنسن محض دوستانہ گپ شپ کے لئے آتی ہیں۔ جہاں تک گرین خاندان کے بچوں کا تعلق ہے وہ سب صحت مند ہیں اور مسز رابنسن کو علم ہے کہ ان کی دیکھ بھال بڑی اچھی طرح ہوتی ہے۔

مسز رابنسن کے چلے جانے کے بعد مسز گرین اپنے لئے اور بچوں کے لئے دوپہر کا کھانا تیار کرتی ہیں۔ مارگریٹ کو تو اسکول میں کھانا مل جاتا ہے۔ پھر "بے بی" کو دودھ پلانے کا وقت ہو جاتا ہے۔ سہ پہر کو مسز گرین بچوں کو سلا دیتی ہیں اور خود ایک آدھ گھنٹہ کے لئے آرام کرتی ہیں۔ اور عورتوں کا ریڈیو پروگرام سنتی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ رفو وغیرہ کا کام بھی کرتی رہتی ہیں۔

اتنے میں مارگریٹ اسکول سے واپس آجاتی ہے اور اپنی دن کی کارگزاریاں سنانے لگتی ہے۔ ماں اور بہن دونوں بڑی دلچسپی اور غور سے اس کی باتیں سنتے ہیں۔ پھر رات کے کھانے کا وقت ہو جاتا ہے۔ بچے اپنے باپ کی واپسی کا بڑی بے تابی سے انتظار کرتے ہیں۔ کیونکہ کھانے کے بعد وہ انکو پیاری پیاری کہانیاں سنائے گا۔ بچوں کے سوجانے کے بعد مسٹر اور مسز گرین انگیٹھی کے قریب بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ گیارہ بجے تک سب دروازے بند کردیئے جاتے ہیں اور وہ سو جاتے ہیں۔ مسز گرین جانتی ہیں کہ گھڑی کا الارم بہت جلد بجنا شروع ہو جائے گا اور یہ سب کام ان کو پھر کرنا ہوں گے۔

ملیریا کے خاتمہ کیلئے عالمگیر مہم

ملیریا دنیا کی انتہائی مہلک بیماری ہے۔ ۱۹۵۸ء میں ایتھوپیا میں جب اس بیماری نے وبائی صورت اختیار کر لی تھی تو اندازاً ایک لاکھ اشخاص لقمۂ اجل بن گئے تھے۔ ایک تخمینہ کے مطابق ملیریا سے ہندوستان میں پچاس کروڑ ڈالر سالانہ کا مالی نقصان ہوتا ہے۔ صحت عامہ کی عالمی تنظیم نے اس کے قلع قمع کے لئے ایک عالمگیر مہم شروع کر رکھی ہے۔ جس کے نتائج بہت حوصلہ افزا ہیں۔

۱۹۵۵ء میں صحت عامہ کی عالمی تنظیم کا آٹھواں سالانہ اجلاس میکسیکو شہر میں ہوا جس میں ملیریا کے خاتمہ کے لئے متحدہ محاذ قائم کیا گیا۔ دنیا کی تاریخ میں یہ پہلا موقعہ تھا جب ملیریا کے خاتمہ کے سلسلہ میں ایسا فیصلہ کیا گیا۔ اس کانفرنس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ نہ صرف اس بیماری کی روک تھام کے لئے بلکہ ساری دنیا میں اس کے قطعی خاتمہ کے لئے بھی اشتراک عمل سے کام لیا جائے۔

ملیریا پہلی بیماری ہے جس کے خلاف جنگ جاری کرنے میں ساری دنیا صف آرا ہوئی ہے۔ پوچھا جا سکتا ہے کہ صرف ملیریا کے خاتمہ کے لئے ہی یہ عالمگیر قدم کیوں اٹھایا گیا ہے؟ اس کے دو سبب ہیں۔ اول یہ کہ ملیریا دنیا میں سب سے زیادہ مہلک مرض اور اس پر بہت زیادہ خرچ بیٹھتا ہے۔ دوسری یہ کہ ٹکنیکل لحاظ سے ثابت ہو چکا ہے کہ ملیریا کا خاتمہ کیا جا سکتا ہے۔

ملیریا گرم ملکوں کی محض ایک معمولی سی بیماری نہیں۔ مثال کے طور پر ۱۹۵۸ء میں ایتھوپیا میں ملیریا نے وبا کی صورت اختیار کی تھی۔ اس سال ملیریا جون ہی میں شروع ہو گیا تھا یعنی ملیریا موسم سے بھی تین مہینے پیشتر اور ان پہاڑی علاقوں میں بھی پہنچ گیا تھا جو ۱/۲ ۶ ہزار فٹ سے بھی زیادہ اونچے ہے حالانکہ اتنی اونچائی پر واقع سرد علاقوں میں ملیریا کے مچھر زندہ نہیں رہ سکتے۔ پہاڑی لوگ جنہیں ملیریا کی بیماری کا کوئی تجربہ نہیں تھا سخت مصیبت میں پڑ گئے۔ ایک اندازے کے مطابق ۳۰ لاکھ اشخاص ملیریا میں مبتلا ہوئے جن میں سے ایک لاکھ کی موت واقع ہوئی۔

ملیریا وقت پر وبائی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ لوگوں کی صحت، مالی ذرائع اور مسرت و راحت پر اس وبائی مرض سے شدید ضرب لگتی ہے اور جانی اور مالی دونوں لحاظ سے نقصان پہونچتا ہے۔

ایک تخمینے کے مطابق ملیریا کی وجہ سے ہندوستان کو پچاس کروڑ ڈالر سیام کو ۱/۲ ۱ کروڑ ڈالر اور میکسیکو کو پونے دو کروڑ ڈالر سالانہ کا نقصان پہونچتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں ملیریا کے قلع قمع پر جو لاگت آتی ہے وہ کم ہے۔ سیام میں ۱۹۵۱ء سے ۱۹۵۸ء تک سالانہ پانچ لاکھ ڈالر کا خرچ آ تا رہا ہے۔

افغانستان میں ۱۹۴۹ء سے ۱۹۵۴ء تک کل ۱/۲ ۷ لاکھ ڈالر خرچ ہوئے۔ لیکن اس کے مقابلہ میں وہاں ملیریا کی وجہ سے سالانہ ۲ کروڑ ڈالر کا نقصان ہوتا رہا۔ جہاں تک ملیریا کے خاتمہ کا تعلق ہے، سارڈینیا پہلا وسیع علاقہ ہے جسے جدید طریقوں کی بدولت اس بیماری سے نجات مل گئی۔ راک فیلر فاؤنڈیشن کے ڈاکٹر پال ایف رسل کا ذاتی مشاہدہ ہے کہ ۱۹۲۵ء میں سارڈینیا میں ہزاروں بالغ اشخاص اور بچے ملیریا میں مبتلا تھے۔ خاصکر معصوم بچوں کے پیٹ پھولے ہوئے چہرے پیلے اور جسم سوکھے ہوئے تھے۔ ہر طرف ملیریا نے تباہی مچا رکھی تھی۔ لیکن جب وہ ۱۹۵۰ء میں دوبارہ وہاں گئے تو انہوں نے دیکھا کہ ملیریا کا اس حد تک انسداد ہو چکا تھا کہ کوئی بچہ بیمار نظر نہیں آتا تھا۔ سب کھیلتے کودتے اور ہنستے پھرتے تھے۔ اور سب کے سب صحت مند تھے۔ یہ سب ملیریا کی انسدادی مہم کی برکت تھی۔ اسی برس ڈاکٹر رسل مغربی سارڈینیا کے دورے پر بھی گئے۔ اس دلدلی علاقے کے متعلق عام ضرب المثل یہ تھی کہ جو شخص وہاں جاتا ہے واپس نہیں آتا لیکن اب وہاں بھی ایک خوشگوار انقلاب آ چکا تھا۔ ملیریا کے خاتمے سے لوگ خوش حال ہو رہے تھے۔ اور کھیتی باڑی اور کاروبار میں مصروف تھے۔ چنانچہ اب وہاں کئی لوگ لکھ پتی اور کروڑ پتی بھی بن چکے تھے۔ یہ سب ملیریا کی انسدادی تدابیر کا کرشمہ تھا —— نوبل انعام پانے والے ڈاکٹر پال مُلر نے جب ۱۹۳۹ء میں ڈی ڈی ٹی کی کرم مار دوا دریافت کی تو اس سے ملیریا کی انسدادی تدابیر میں ایک نیا انقلاب آگیا۔ یہ دوا گھروں کے اندر، باہر، دلدلوں، جوہڑوں اور مچھر پیدا کرنے والے مقامات پر عام چھڑکی جانے لگی جس سے ملیریائی مچھروں کا خاتمہ ہونے لگا اس سے ملیریا میں قابو پانے میں بھاری مدد ملی اور آج بھی مل رہی ہے

ادارہ عالمی صحت (ڈبلیو ایچ او) کا ملیریا کی انسدادی پروگرام بہت ہی عظیم اور وسیع ہے جس میں ہزارہا جماعتیں اور ہزارہا ٹن مچھر مار دوائیاں اور ملیریا کے علاج کی دوائیاں اور دوسری متعلقہ اشیاء شامل ہیں۔ کروڑوں گھروں میں مچھر مار دوائیاں چھڑکی جاتی ہیں۔ ہزاروں لاریاں۔ بائیسکل گھوڑے گدھے۔ اونٹ، ہاتھی۔ کشتیاں، مچھر مار دوائیاں چھڑکنے والے ہوائی جہاز ہیلی کوپٹر۔ موٹر سائیکلیں، جیپیں اس مہم کو کامیاب بنانے کے لئے درکار ہیں۔

خون اور مریضوں کے معائنے اور علاج معالجے کے لئے بھی ہزاروں لیبارٹریوں کلنکوں اور ماہر ڈاکٹروں اور سائنسدانوں اور کارکنوں کی ضرورت رہتی ہے۔ اتنا ہی نہیں ملیریائی علاقوں اور آبادیوں کے ہزاروں نقشے تیار کرنے، مردم شماری اور خانہ بدوشوں کو ادھر ادھر آنے جانے سے روکنے، دیہاتیوں کو ملیریا کی انسدادی تدابیر سمجھانے اور اس کے فائدوں سے آگاہ کرنے کے لئے کھلے جلسوں، بحث مباحثوں اور عام پرچار اور نشر و اشاعت کا کام بھی بہت اہم ہے۔ غرض کہ اس ساری مہم کو چلانے کے لئے ایک عظیم تر تنظیم اور ساز و سامان اور عوامی اور سرکاری تعاون لازمی ہے۔

چنانچہ عالمی ادارۂ صحت کے ملیریائی انسدادی شعبے کے ڈائرکٹر ڈاکٹر اِلوارڈ کا کہنا ہے کہ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہ ایک تنظیمی اور انتظامیہ مسئلہ ہے۔ جہاں اس کے سائنٹی اور ٹکنیکل پہلو جاننے کی ضرورت ہے اور تحقیق کرنے والے سائنسدان اس سلسلے میں باقی ماندہ رازوں کا بھی پتہ لگانے میں مصروف ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ملیریا کی انسدادی مہم کے لئے روپیہ کی بھی اشد ضرورت ہے جس کے بغیر کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ تاہم اس مہم سے جو فائدہ ہے اس کے مقابلہ پر لاگت زیادہ نہیں۔ اندازاً فی کس ایک ڈالر کا خرچ

بیٹھا ہے۔ اس میں عزم و استقلال اور مسلسل اور انتھک طور پر کام جاری رکھنے کی بھی انتہائی ضرورت ہے ورنہ یہ مہم پوری نہیں ہو سکتی۔ ملیریا کا انسداد دنیا کے ہر ملک کے لئے ایک چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے

سنہ ۱۹۵۸ء میں صحت عامہ کی عالمی تنظیم (ڈبلیو ایچ او) پان امریکن ہیلتھ آرگنائزیشن، اتحادی سبھا کے بہبودی اطفال فنڈ (این آئی سی ای ایف) اور امریکہ کی بین الاقوامی تعاونی نظامت (انٹرنیشنل کوآپریشن ایڈمنسٹریشن) نے ملیریا کے عالمی انسدادی اخراجات کا مل جل کر ۲۹ فیصد حصہ ادا کیا باقی ۷۱ فیصد رقم ان متعلقہ ملکوں نے ادا کی جہاں ملیریا کی انسدادی مہم جاری کی گئی۔ اس برس میں کل دس کروڑ ۹۰ لاکھ ڈالر کی رقم اس مہم پر خرچ ہوئی تھی۔

ملیریا کی انسدادی مہم کی کامیابی کا جائزہ لینے سے معلوم ہوا ہے کہ سنہ ۱۹۶۰ء کے آغاز میں دنیا کے ملیریائی علاقوں میں رہنے والے ایک ارب ۲۳ کروڑ ۷۰ لاکھ اشخاص کو ملیریا کے موذی مرض سے نجات دلائی گئی۔

۶۵ ملکوں میں مزید ۴۲ کروڑ ۱۰ لاکھ لوگ رہتے ہیں۔ جہاں ملیریا کی انسدادی مہم شروع کرنے کے حقیقی منصوبے زیر کار ہیں۔

اس وقت تک ریاستہائے متحدہ امریکہ، مارٹی نیک، بارباڈوس، پورٹوریکو، چلی، نیدرلینڈس، کارسکا، اٹلی، یوگوسلاویا اور سوویت روس کے بیشتر حصے، سائپرس اور کسی حد تک اسرائیل میں ملیریا کا انسداد ہو چکا ہے۔ یہ علاقے اب اس موذی اور مہلک بیماری سے محفوظ ہے

اس وقت تمام ہندوستان، انڈونیشیا اور برازیل میں انسدادی مہمیں جاری ہیں۔ یہ ایسے تین ملک ہیں جہاں ملیریا سے سب سے زیادہ جانی اور مالی نقصان ہوتا ہے۔

ادارۂ عالمی صحت ڈائرکٹر جنرل ڈاکٹر کینڈو کا بیان ہے کہ آج جب انسان یہ خیال کرتا ہے کہ وہ چاند پر قدم رکھنے والا ہے اسے اپنے کرۂ ارض پر ایک بدترین دشمن یعنے ملیریا کا خاتمہ کرنے کے قابل بھی ہونا چاہیے۔



کہ کانگریس کے ارکان کی تعداد زائد از ساٹھ لاکھ ہے یعنی ابراہیم لودھی کی فوج سے ساٹھ گنی زیادہ۔

کہ نئے مالی سال کے دوران ۶۰ کروڑ ۸۷ لاکھ کے نئے ٹیکس عائد کئے جائیں گے ؎

ٹیکس پر ٹیکس لگاؤ تمہیں ڈر کس کا ہے
مال کس کا ہے مری جان یہ زر کس کا ہے

کہ اس سال بجٹ میں ۶۰ کروڑ ۶۰ لاکھ روپیہ کا خسارہ ہے ؎

موازنہ میں سنا اب کے پھر خسارہ ہے
بڑھیں جو ٹیکس تو جنتا کا کیا اجارہ ہے

کہ گجرات اسٹیٹ میں سیلس ٹیکس کی شرح میں اضافہ کر دیا گیا — اب گجرات کے بیوپاری اپنے TURN OVER میں کمی کر دیں گے

"عوض معاوضہ گلہ ندارد"! —

کہ حکومت نے چھالیہ کے محصول میں اضافہ کر دیا تاکہ لوگ سندھولے کی گٹھلیاں استعمال کریں اور دیسی صنعت کو فروغ ہو۔

کہ دہلی میں گداگری پر امتناع عائد کر دیا گیا۔ اب دہلی کے بھکاری غالبؔ کا یہ شعر گنگناتے ہوئے کلکتہ کو ہجرت کریں گے۔ ؎

آج کل ہے شہر میں قحطِ غمِ الفت اسدؔ
ہم نے یہ مانا رہیں دلی میں پر کھائیں گے کیا!

کہ ویلس یونیورسٹی کے دو طالب علموں نے (۷۳) گھنٹے بیس منٹ تک مسلسل برج کھیل کر تاش کھیلنے کا عالمی ریکارڈ قائم کیا — ہمارے نمائش کلب کے کھلاڑیان برج کے لئے چیلنج!

کہ راجکوٹ میں کانگریس ورکرز کے لئے الکشن ٹریننگ کیمپ قائم کیا گیا ہے — جہاں بوگس ووٹ کے سلسلہ میں تعلیم دی جائے گی۔

کہ آندھرا پردیش میں (۵۰۰) نئے پوسٹ آفس قائم ہونگے — اب یقین ہے کہ خطوط کے بنڈل کنوؤں سے برآمد ہوں گے۔

کہ مجلس مال کی برخاستگی کا ابھی حکومت نے کوئی فیصلہ نہیں کیا ہے — دیکھنا یہ ہے کہ بکری کی ماں کب تک خیر مناتی ہے۔

کہ کلکتہ کے ایک کمیونسٹ نے پھانسی کے ذریعہ خودکشی کر لی — شاید عرفی شیرازی نے اسی موقع کے لئے کہا ہے ؎

کہ وارہد ز زمانہ بدستگیری دار

کہ کلکتہ میں بوٹ پالش کرنے والوں کو ماہانہ اوسطاً (۱۵۰) روپیہ آمدنی ہوتی ہے — اور آندھرا پردیش میں بی۔اے کامیاب کلرک کو ماہانہ (۹۷) روپیہ ملتے ہیں۔

قطعہ

بہ پیشِ عالمے بابِ نجف بود ‖ پئے صہرِ نبیؐ بنگر شرف بود
(لاشک فیہ)
بگفتہ تیرِ دلدوزے چہ قصہ ‖ پئے اعدائے دیں بنگر ہدف بود
(آمدہ از نذری باغ) (تشنہ)

صحیفہ ترقی ... پریس میں چھپ کر دفتر شیراز اردو ہفتہ وار چادر گھاٹ حیدرآباد دکن (انڈیا) سے شائع ہوا

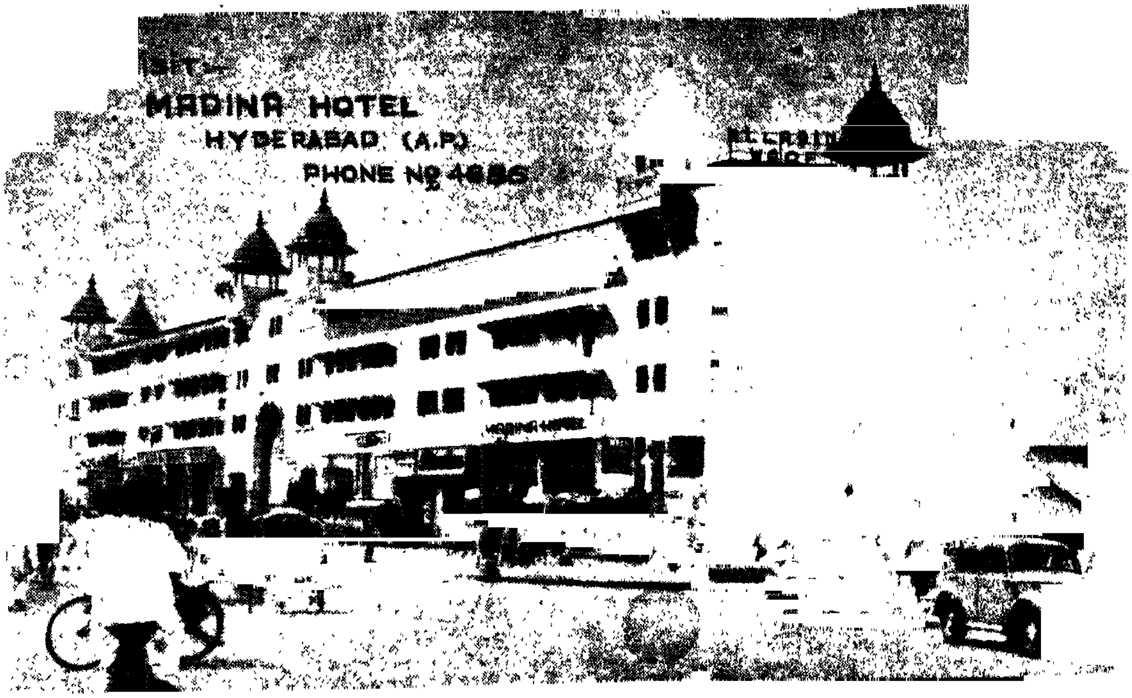


NEW GRAND HOTEL
مانا کہ حیدرآباد میں سینکڑوں ہوٹلیں ہیں مگر
نیو گرانڈ ہوٹل اینڈ پروویژن اسٹورس
فون نمبر ۴۵۷۵
افضل گنج حیدرآباد دکن
• نفاست و پاکیزگی • باسلیقہ ملازمین • خورد و نوش کے بہترین اشیاء
مفرح مشروبات خوش ذائقہ چائے
اور
معقول انتظام کیلئے — اپنی آپ نظیر ہے
DAWN



ایمباسی کیفے
چورا ہا بشیر باغ حیدرآباد اے۔ پی
انگریزی اور مغلائی کھانوں اور بہترین انتظام کیلئے اپنی آپ نظیر ہے خاص کر یہاں کے کری پفس ہندگیر شہرت کے حامل ہیں
اگر آپ نے ایمباسی کیفے کے کری پفس نہیں کھائے ہیں تو گویا آپ نے کری پفس کھائے ہی نہیں یہاں سے
پالسنس POLSON'S اور لکٹوڈین LACTODEN
کا تازہ ترین اسٹاک بازار سے ارزاں حاصل کیجئے
Embassy
CAFE
PHONE No 2372
FAZAL

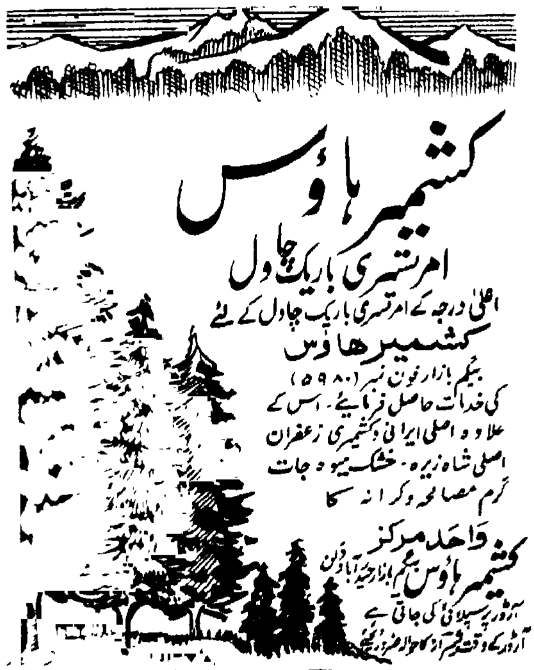
SHIRAZ



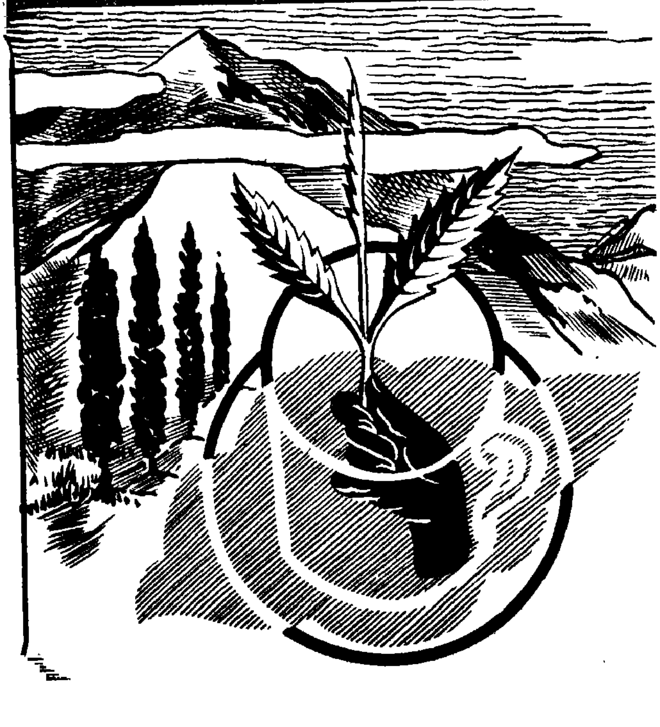
REGD.H.507.

SHIRAZ URDU WEEKLY.

CHADARGHAT GATE HYDERABAD.A.P.




STEP IN:—
ALPHA HOTEL
SECUNDERABAD (A.P.)
PHONE № 74211
ALPHA HOTEL
ALPHA HOTEL
BOARDING and LODGING
OPP. SECUNDERABAD RLY. STATION.
ALPHA hotel



علیؑ کی معنوی پیغمبری سمجھا تو میں سمجھا
مثا کر آپ کے عثماں یہی کہتا ہے مبارک
و نورِ عشق کی وارفتگی سمجھا تو میں سمجھا
کوئی بابِ نجف کی بندگی سمجھا تو میں سمجھا

شیراز

سید صمصام شیرازی ایڈیٹر پرنٹر پبلشر — مقام اشاعت:۔ چادر گھاٹ گیٹ حیدرآباد (۲) انڈیا

جلد ۱۵
روز جمعہ
۳۱ مارچ ۱۹۶۱ء
م
۱۳ شوال المکرم ۱۳۸۰ھ
شمارہ (۲۲)

غزل

(مطلع) زآبِ کوثر نیز زمزم من طہارت می کنم — جمع کردہ این حروفے را عبارت می کنم
این نظر انداختہ بر روئے نامحرم مشنو — رائیگان نظارہ گفتہ من بصارت می کنم
گفت این شیخِ حرم خوردہ مئے عیدِ غدیر — سبحہ گردانی نگر تو بے ضرورت می کنم
واقفم از خطرۂ غرقابیٔ دریا نگر — جستن بر آبِ من بے جا جسارت می کنم
بہر ہر کس از پئے کارِ نکو ہم خوب تر — در لباسِ مژدۂ بنگر بشارت می کنم
صرف کردہ عمرِ دو روزہ بہ کارِ عاشقی — قوتِ عقل و خرد را من کہ غارت می کنم
گفت این بختِ رسا آخر دعا شد مستجاب — رفتہ سوئے کربلا بنگر زیارت می کنم

(مقطع) اے زہے قسمت کہ عثمان گفت پیشِ عالمے
در حدودِ ارضِ بطحے من عمارت می کنم

(آمدہ از نذری باغ)

مرقوم ۳۰ مارچ ۱۹۶۱ء

دعا نامہ سید عبدالکریم صاحب فرزند کلاں بڑے بغدادی صاحب رفاعی مرحوم (مدفون درخطۂ صالحین)

(بہ سلسلۂ تہنیت عید رمضان یکم شوال سنہ ۱۳۸[illegible]ھ)

فرمایا! یہ ہر سال عیدین اور میری سالگرہ کے موقع پر اسی طرح سے تحریری تہنیت بھیجتے رہتے ہیں (جو کہ شاید متعلقین کے اصرار پر مستقل سکونت بمبئی میں اختیار کی ہے) اس میں لکھا ہے کہ ان کو ایک طرح کی خوشخبری ملی ہے کہ آئندہ سال اسی عید کے موقع پر میرے گھر میں خوشی ہوگی۔ مگر وہ کس نوعیت کی ہوگی اس کا خود ان کو علم نہیں ہے بجز علام الغیوب کے تو اس کا جواب میرے ہاں صرف اتنی قدر ہے کہ الحمد للہ کم و بیش چالیس سالہ دور حکومت کے بعد اب مجھے کسی مزید چیز کی نہ حرص ہے اور نہ آرزو کہ ایسے امور سے دل میرا سیر ہے اور قلب مطمئن ہے۔ ہاں البتہ آرزو ایک چیز کی ہے کہ میری بیٹی شہیدی بیگم کو نعم البدل (یعنی اولاد نرینہ) مل جائے اور یہ تمنا بھی اس وجہ سے ہے کہ بعض نااہلوں کی غفلت سے بروقت تدارک نہ ہونے سے یعنی آنا کا دودھ نہ بدلنے سے میرے دوسرے نواسہ فیروز علی خاں کی ننھی سی جان گئی جس کو دنیا میں آئے صرف ہفتہ عشرہ ہوا تھا۔ اور یہ سانحہ تین یا چار ماہ سے میرا سوہان روح بنا ہوا ہے۔

الحاصل جو کچھ مجھے کہنا تھا وہ موصوف کے دعانامہ کے ضمن میں کہہ دیا ورنہ یہ اور ان کے چھوٹے بھائی ہر دو زمانہ گزشتہ میں میرے سامنے کے بچے تھے۔ جبکہ ان کے والد مرحوم جو نہایت ہی پابند صوم و صلوٰۃ تھے اور اپنی جگہ زہد و تقویٰ کی وجہ سے اس زمانہ میں مشہور تھے۔ علماء و مشائخین میں (یعنی مرحوم سرکار کو ان سے بڑی عقیدت تھی) مگر حیرت تو یہ ہے کہ بغیر کوئی بیماری اچھی صحت کی حالت میں ماہ محرم کی دس تاریخ (یعنی یوم عاشورہ وقت ظہر جبکہ نماز ظہر کیلئے وضو کر رہے تھے) دفعتاً رحلت کر گئے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس مقدس ہستی کے ساتھ مرحوم کو قلبی لگاؤ تھا اس کا یہ ثبوت تھا کہ دنیا سے چل بسے بھی تو ایسے متبرک یوم میں۔ کیا کہنا یہ سعادت صرف خوش نصیبوں کو نصیب ہوتی ہے نہ کہ ہر کس و ناکس کو۔ خدا مرحوم کی روح مطہر کو جوار کو بلائے معلیٰ میں آسودہ رکھے اور ان کی اولاد کو ان کے نقش قدم پر چلائے تاکہ والد کے صحیح معنوں میں جانشین کہلائے۔ بقول۔ الولد سر لابیہ۔

مرقومہ ۲۰ مارچ ۱۹۶۷ء (آمدہ از نذری باغ)

درخواست زوجۂ ہمایون علی بیگ مرحوم

(متعلق نسبت پسر خود بنام منظر علی بیگ بہ صاحبزادی کاظم جاہ مرحوم)

فرمایا اس کا جواب میں نے عرضی گذارہ کے ہاں بھجوا دیا کہ بچہ کی عمر ۱۶ یا ۱۷ سال سے زائد نہیں ہے جو نظام کالج میں زیر تعلیم ہے۔ دوسرے طرف جس کسی لڑکے کو میں انتخاب کروں گا تو ایک عمر ۲۱ یا ۲۲ سال سے کم نہ ہو جس کو میجارٹی کہتے ہیں انگریزی میں۔ (MAJORITY) اور ہم اس کو متاہل زندگی کے قابل سمجھتے ہیں۔ لہذا یہ مجبوری ہے۔ ورنہ میں مرحوم ہمایون علی بیگ کے دیرینہ خدمات کے صلہ میں لڑکی کو اون کے لڑکے کو دیتا۔ مگر اب ان وجوہ مذکورہ میں ممکن نہیں ہے۔ دوسرے طرف دو تین سال تک کاظم جاہ مرحوم کی بقیہ دو صاحبزادیاں انتظار نہیں کر سکتیں کہ دوسرے تین بہنوں کا عقد ہو چکا ہے اور قریب میں ان کی متاہل زندگی شروع ہونے والی ہے۔

بہر حال آواخر ذی الحجہ ۱۳۸۰ھ تک ان بقیہ دو لڑکیوں کا بھی ٹھکانا ہو جائے گا۔ جس کی مجھے فکر ہے اور اسی کوشش میں ہوں۔

دیگر۔ یہ بھی عرضی گذارہ سے کہدیا کہ عمر موزوں نہ ہونے سے (یعنے متاہل زندگی کے قابل) حسن علی مرزا عرف بھولے کے بڑے لڑکے کے ساتھ بقیہ دو لڑکیوں میں سے ایک کو منسوب کیا تھا جس کو کچھ عرصہ ہوتا ہے۔ مگر یہی رکاوٹوں کی وجہ سے مجبوراً اس نسبت کو بھی فسخ کرنا پڑا۔ دبس۔

مرقومہ ۳۰ رمارچ ۱۹۶۱ء

(آمدہ از ندری باغ)

فاتر العقل سابق جاگیردار گھٹالہ

فرمایا مہدی علیؑ بچہ ان کا جو کچھ عرصہ قبل اس کا پاؤں کا علاج نذری باغ میں ہوا تھا اسکی ماں کو نہیں دیکھا تھا تو کل نذری باغ طلب کیا تھا۔ اثنائے گفتگو میں اس نے کہی کہ بچہ کے باپ کی خواہش ہے کہ یہ بچہ (۱۳) یا (۱۴) سال کا ہے۔ لہذا اس کا عقد ہو جائے تو وہ کربلائے معلیٰ جانا چاہتے ہیں۔ بچہ کا سہرا دیکھ کر۔ میں نے جواب دیا کہ یہ پیرانہ سالی کی وجہ سے ہوش و حواس ان کے برابر نہ ہونے سے یہ اندھا دھند ایسے حرکات کرتے ہیں۔ چنانچہ معاوضہ جاگیر کا معاملہ بھی جو مضحکہ خیز تھا کچھ عرصہ ہوا شیراز میں میں نے لکھا تھا کہ میں نے جو کچھ اس وقت کیا لکھا تھا اوس کی تصدیق ہو چکی کہ ان کے دماغ کی کیا حالت ہے سو ظاہر ہے۔

دوم کہلا بھجوا دیا کہ ان کو خیال آنا تھا کہ ایسے بچہ سے نکاح کی خواہش مجھ سے کرتے ہیں کہ جو نذر کا ہے برخلاف اس کے (۲۰) سے زائد عمر کے لڑکے (۲۵) سال تک ابھی میرے گھر میں بیٹھے ہوئے ہیں (یعنی خانہ زادان) جنکی ابھی تک گھر داری نہیں ہوئی ہے۔ برخلاف اس کے بچہ کمسن عمر کا موزوں نہ ہونے سے متاہل زندگی کے قابل نہیں ہے۔ لہذا اگر ایسے مہمل اور نادرست درخواستیں میرے ہاں آئیں گی تو بچہ کو نذری باغ سے خارج کر دوں گا۔ اس کا خیال رہے۔ کیونکہ دنیوی امور کسی حالت میں رک نہیں سکتے بلکہ اپنے وقت پر ہو کر رہتے ہیں۔ چاہے کوئی زندہ رہے یا نہیں اس سے اسکو تعلق نہیں و بس۔

دیگر معلوم ہوا کہ ان کی کچھ ذاتی جائداد ہے از قسم زمینات و کرایہ مکانات۔ لہذا وہ اپنے بچے کے نام جو کہ ایک ہی ہے اپنے زندگی میں منتقل کرنا چاہتے ہیں۔ یہ سنکر میں نے کہا کہ یہ ان کا خانگی معاملہ ہے جس سے نذری باغ کو تعلق نہیں۔ لہذا وہ جو چاہیں درست طریقہ پر قانونی پیرایہ میں یہ کام انجام دے سکتے ہیں۔ اور عام قاعدہ کے تحت والدین کو چاہیئے کہ اپنے زندگی میں اپنی اولاد کے حقوق کا تصفیہ کر دیں۔ تاکہ ان کے بعد پیچیدگیوں کی وجہ سے اولاد محروم نہ رہے۔

الحاصل مناسب سمجھا کہ یہ چند سطور لکھکر شیراز میں ریکارڈ کر دوں تاکہ نوشتہ بماند سیاہ بر سفید۔

مرقوم ۳۰ر مارچ ۱۹۶۱ء

(آمدہ از نذری باغ)

معاملہ زندگی ہاشم علیؑ پسر سابق بریگیڈیر حبیب احمد برادر عمزاد حبیب محمدؐ

فرمایا اِس لڑکے کو نذری باغ سے جاکر یہ ساتواں مہینہ ہے جنوری ۱۹۶۱ء کا کہ پہلے یکم اگست ۱۹۶۰ء کو یہاں سے از خود گیا تھا۔ مگر دوسرے طرف مُعتبر ذریعہ سے سُنا ہے کہ بجز کھانا کھانے کی غرض سے وہ بھی دَو گھڑی کے لئے گھر آتا تھا۔ مگر بقیہ وقت معلوم نہیں کہ یہ کہاں کہاں گردش کر کے گُذارتا تھا۔ ورنہ اندیشہ تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ بُری صحبتوں کی وجہ سے کسی وقت یہ مصائب کا سامنا نہ کرے کہ حالات دُنیا دگر گُون ہیں۔ مگر اب سُنا ہے کہ یہ راہ کلکتہ وہ پاکستان چلا گیا ہے۔ معلوم نہیں کہ یہ خبر کہاں تک صحیح ہے۔ دوسرے طرف یہ امر قابل غور ہے کہ چھ یا سات سال تک آرام و آسائش کی متاہل زندگی نذری باغ میں بسر کرنے کے بعد کیا وہ اَب پاکستان میں اپنے بھائی کے پاس مجرد زندگی گذار سکے گا۔ یہ دشوار معلوم ہوتا ہے کیونکہ جب وطن میں ہی زندگی بسر نہ کر سکا تو غیر جگہ یہ ناممکن معلوم ہوتی ہے۔ بہر حال اس کا افسوس ہے کہ اپنی حماقت سے اپنی بنی بنائی زندگی کو برباد کر لیا۔ جس کی ذمہ داری اوس کی ذات پر ہے۔ ورنہ اگر ذرا عقل سے کام لیکر حالات دُنیا پر نظر کر کے حزم و احتیاط سے زندگی بسر کرتا تو اُس کے حق میں یہ ایک نعمت ثابت ہوتی۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ یہ قسمت میں نہیں تھی۔ جب ہی یہ واقعہ پیش آیا۔ اس کا کیا علاج۔ بجز افسوس و تاسف کے۔

زیادہ خدا اُس کو راہِ راست بتائے۔

مرقوم ۳۰ مارچ ۱۹۶۱ء

(آمدہ از نذری باغ)

معجزۂ حسینی (۱۳۰۰) سو برس کے بعد بھی جلوہ فگن ہے، اور قیامت تک قائم رہیگا

فرمایا میرزا خانہ نذری باغ میں کئی سال سے ایک کامائی ہے جس کا نام لچھیا ہے۔ اور جو شیڈول کاسٹ سے ہے یہ ہر سال کامل دو ماہ تک (یعنے محرم وصفر) سیاہ رنگ کا قمیص پہنتا ہے۔ اور عید نہم کو (یعنے ۹ ربیع الاول کو) سرخ رنگ کا ایک دن کیلئے کہ اس دن سوگ برخاست ہوا ہے۔ یہ نقشہ دیکھکر مجھے حیرت ہوئی کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ اور اس کی وجہ جب دریافت کیا تو کہا سرکار چند سال قبل جبکہ یہ کم عمر تھا سخت بیمار تھا۔ (دوران ایام عزا) تو اس کی ماں منت مانگی تھی کہ اگر اسکو صحت ہو جائیگی تو یہ لباس بطور فقیری ہر سال اسکو پہنائے گی۔ لہذا چند سال سے یہ برابر ماں کی منت پوری کر رہا ہے۔

یہ سنکر مجھے حیرت ہوئی کہ یہ فیضان حسینی نہ صرف اہل اسلام کے طبقہ تک محدود ہے۔ بلکہ دوسرے مذاہب و اقوام تک جاری وساری ہے۔

خلاصہ یہ کہ ان چیزوں کے لئے اعتقاد و بھروسے کی از حد ضرورت ہے۔ تاکہ اوسکے یہ نتائج سامنے آئیں جیسا کہ مذکورہ واقعہ ہے۔ اسکو ہر سال میں کچھ دیدیا کرتا ہوں بطور انعام کے اور یہ اپنی نوکری حاضر باشی کے ساتھ کرتا ہے۔ اور ایام عزا میں یہ جو سیاہ قمیص پہنتا ہے۔ یہ حال سب نذری باغ کے رہنے والوں کو معلوم ہے کہ اسی لباس میں اسکو دیکھتے ہیں۔

الحاصل مناسب سمجھا کہ چند سطور لکھکر شیراز میں ریکارڈ کرادوں تاکہ یہ واقعہ میرا چشم دید محفوظ رہے۔

مکرر سنا ہے کہ ایام عزا میں دوسرے مذاہب و اقوام کے لوگوں کو بھی مختلف اشکال میں ذات حسینی سے عقیدت ہے۔ اور مختلف قسم کے نیازات یا اپنے بچوں کی فقیری کرتے ہیں۔ چنانچہ یوم عاشورہ کی سواری ہاتھا کے ساتھ جو مجمع کثیر رہتا ہے اس کا ثبوت قطعی موجود ہے۔

مرقوم ۳۰ر مارچ ۱۹۶۱ء

(آمدہ از نذری باغ)

ترجمان اہل حق ہے قوم کی آواز ہے ★ خیر خواہ شاہ حق آگاہ ہے شیراز ہے
شیراز
ایڈیٹر- سید صمصام شیرازی
لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

یہ دو عملی کیسی ؟

رجسٹرار صاحب اخبارات ہند کی اطلاع کیلئے

مالکان اخبار کو بموجب پریس ایکٹ دفعہ (۸)

ہر سال ماہ فروری کے بعد نمونہ نمبر (۴) پر اپنے اخبارات کے بارے میں تفصیلات شائع کرنے کا رجسٹرار صاحب اخبارات ہند وزارت اطلاعات و نشریات کی جانب سے پابند کیا گیا ہے ۔ اس تختہ میں جس کا نام فارم نمبر (۴) ہے ۔

۱ - مقام اشاعت ______

۲ - روز نامہ، ہفتہ وار، پندرہ روزہ یا ماہنامہ وغیرہ کی صراحت ______

۳ - چھاپنے والے کا نام ______

قومیت ______ پتہ ______

۴ - شائع کرنیوالے کا نام ______

قومیت ______

پتہ ______

۵ - ایڈیٹر کا نام ______

قومیت ______

پتہ ______

۶ - حصہ داروں کے نام اور ______

درج کرنا ہوتا ہے ۔ ظاہر ہے کہ جن اخبارات کے ان کے ذاتی مطابع ہیں وہ پرنٹر اور پبلیشر کا ایک ہی نام لکھا کرتے ہیں لیکن جن اخبارات کے ذاتی مطابع نہیں ہیں اور وہ اپنا اخبار یا رسالہ کسی پریس میں اجرت پر چھپواتے ہیں ۔ وہ اظہار صداقت کے لئے اس امر پر مجبور ہیں کہ چھاپنے والے کا نام کے محاذی چھاپے خانے کا نام اور شائع کنندہ کا نام کے محاذی اپنا نام درج کریں کیونکہ اپنا چھاپنے والا ایک الگ شخص ہوتا ہے اور چھپوانے والا الگ

جس طرح اکثر اردو ماہناموں، ہفتہ وار اخباروں اور بعض روزناموں کے ان کے اپنے ذاتی پریس نہیں ہیں اسی طرح "شیراز ہفتہ وار" کا بھی کوئی ذاتی پریس نہیں ہے چنانچہ شیراز ہر ہفتہ صحیفہ پریس میں بادائی اجرت طبع ہوتا ہے۔ اسی حقیقت کو ملحوظ رکھتے ہوئے مدیر شیراز نے جو خود ہی ایڈیٹر، پبلشر اور مالک ہیں۔ شیراز کے ڈکلریشن میں پرنٹر کے نام کے محاذی صحیفہ پریس لکھا تھا لیکن محکمہ کوتوالی حیدرآباد کے صیغہ ڈکلریشن نے مدیر شیراز کے ڈکلریشن پر ڈکلریشن قبول کر لئے جانے کے ایک عرصہ بعد ذریعہ مراسلہ مدیر شیراز کو مطلع کیا کہ پرنٹر کے نام کے کالم میں صحیفہ پریس کی بجائے مدیر شیراز کا نام ہونا چاہئے لہٰذا دوسرا ڈکلریشن داخل کیا جائے۔ اس کے جواب میں مدیر شیراز نے کوتوال صاحب بہادر وقت کو یہ بتایا کہ چھاپنے والا اور ہوتا ہے اور چھپوانے والا اور مکان بنوانے والا اور ہوتا ہے اور اینٹ پتھر جما کر مکان بنانے والا اور ہوتا ہے۔ آپ مالک مکان کو "معمار" نہیں کہتے اور "معمار" کو مالک مکان نہیں کہا جاتا لیکن ہمارا محکمہ کوتوالی اپنے قول فیصل اور حرف آخر کے جواب میں کوئی استدلال سننا ہی نہیں چاہتا تھا۔ اس لئے محکمہ کوتوالی سے یہ جواب ملا۔ مالک مطبع کے نام کی بجائے ایڈیٹر شیراز کا نام لکھا جائے اور اگر ایسا نہ کیا گیا تو پرنٹر کا علیحدہ ڈکلریشن داخل کرنا پڑے گا۔ حکم بہر حال حکم ہے وہ بھی کوتوالی کا نہیں حکومت کا۔ اس حکم کی تعمیل میں صحیفہ پریس کی بجائے مدیر شیراز کا نام لکھ دیا گیا اور حکومت کی مہربانی سے نیا ڈکلریشن داخل کرنے کی نوبت نہ آئی۔ چھاپنے والے اور چھپوانے والے کے فرق و امتیاز کی بحث میں الجھ کر ہمیں اپنا وقت ضائع نہ کرنا پڑا۔

لیکن اب ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی جب ہم نے دیکھا کہ رسالہ "آندھرا پردیش" جو زیر ادارت شری نو بندر لوتھر آئی۔اے۔ایس ناظم اطلاعات و تعلقات عامہ حکومت آندھرا پردیش حیدرآباد سے شائع ہوتا ہے اس کے شمارہ ماہ مارچ میں ناظم صاحب موصوف کی جانب سے جو نمونہ شائع کیا گیا ہے اس میں پرنٹر کا نام شری یدھ ویر اور پبلیشر کا نام ناظم اطلاعات و تعلقات عامہ درج ہے۔ ناظم صاحب اطلاعات نے بھی

غالباً پرنٹر کے وہی معنے لئے ہیں جو مدیر شیراز نے سمجھے تھے۔ جس طرح شیراز دوسرے پریس میں چھپتا ہے اسی طرح سرکاری رسالہ آندھرا پردیش بھی خانگی پریس میں چھپتا ہے ۔ بنا بریں شری نریندر لوتھر آئی۔اے ایس ناظم اطلاعات نے خانہ نمبر ۳ میں ویر ملاپ پریس کے مالک شری یدھ ویر کا نام لکھا جو حقیقت پر مبنی ہے۔ جب رسالہ آندھرا پردیش کے پرنٹر شری یدھ ویر ہیں تو قیاس غالب ہے کہ انہوں نے رسالہ مذکور کے پرنٹر کی حیثیت سے ڈکلریشن داخل کیا ہوگا۔ اگر داخل نہیں ہوا ہے تو کوتوالی کے صیغہ ڈکلریشن کی جانب سے اعتراض ہونا چاہئے تھا لیکن جہاں تک ہمیں معلوم ہے ایسا کوئی اعتراض نہیں کیا گیا۔

خانہ نمبر ۴ میں نریندر لوتھر نام لکھنے کی بجائے ڈائرکٹر آف انفرمیشن اینڈ پبلک ریلیشن یعنے عہدہ لکھا گیا ہے جو درست نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ خانہ نمبر ۴ میں PUBLISHER'S NAME پبلیشر کا نام درج ہوتا ہے DESIGNATION یعنے شائع کنندہ کا عہدہ درج کرنا نہیں ہے۔ اس بارے میں بھی کوتوالی کے صیغہ ڈکلریشن کو معترض ہونا چاہئے تھا۔ لیکن اس پر بھی کوئی اعتراض نہیں کیا گیا۔

اسی طرح کالم نمبر (۵) میں ایڈیٹر کا ایڈریس DIRECTOR OF INFORMATION AND PUBLIC RELATION GOVT OF ANDHRA لکھا گیا ہے۔ ڈائرکٹر آف انفرمیشن کوئی پتہ نہیں بلکہ عہدہ ہے یہاں آفس آف دی ڈائرکٹر آف انفرمیشن یا ڈائرکٹریٹ آف انفرمیشن لکھا جانا چاہئے تھا ۔۔

ناظم صاحب اطلاعات کے علاوہ ہمارے ڈاکٹر زور ایم۔اے، پی۔ایچ۔ ڈی نے بھی سب رس ماہ مارچ سنہ ۱۹۶۱ء میں پرنٹر کا نام احمد علی نیشنل فائن آرٹ پرنٹنگ پریس چار مینار لکھا ہے۔ کیونکہ سب رس وہیں طبع ہوتا ہے ڈاکٹر زور صاحب جو انگلستان کے تعلیم یافتہ ہیں پرنٹر کے وہی معنی لئے ہیں جو مدیر شیراز اور جناب ناظم صاحب اطلاعات نے سمجھے ہیں۔

ہم اس خصوص میں رجسٹرار صاحب اخبارات



و مرکزی وزارت اطلاعات و نشریات [illegible]
کرتے ہیں کہ وہ یا تو فارم نمبر (۴) [illegible]
کو تبدیل فرما دیں یا پھر PRINTER'S NAME
کا مفہوم سمجھائیں تاکہ یہ دو عملی باقی نہ رہے۔

آخر میں یہ بھی بتا دینا ضروری ہے کہ بعض اردو اخبارات فارم نمبر (۴) کو اردو میں شائع کرتے ہیں اور بعض انگریزی میں۔ حالانکہ ہونا یہ چاہئے تھا کہ ہر زبان کا اخبار اپنے اخبار کی زبان ہی میں اس فارم کو شائع کیا کرے۔

رسالہ آندھرا پردیش اردو میں نکلتا ہے لیکن فارم نمبر (۴) انگریزی میں چھاپا گیا ہے۔ جو ہماری دانست میں درست نہیں معلوم ہوتا۔ کیونکہ اس فارم کے مندرجات عوام کی اطلاع کیلئے ہوتے ہیں۔ جب یہ فارم انگریزی میں چھاپا جائے تو اردو داں اس سے کیا واقف ہوسکتے ہیں۔ اس طرح فارم کی اشاعت کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔ اس خصوص میں بھی رجسٹرار صاحب حکومت ہند کو توجہ کرنی چاہئے۔

پرنس مکرم جاہ فزیکل کلچر سوسائٹی حیدرآباد
آندھرا پردیش

سرپرست :- خان صاحب نواب محمد علاء الدین
صدر :- راجہ جناردھن راؤ چندرا ریڈی صاحب دیسمکھ
نائب صدر :- نواب کاظم جنگ بہادر جاگیردار
معتمد اعزازی :- مولوی محمد احمد الدین خان صاحب۔

اراکین کمیٹی

(۱) مولوی محمد قادر محی الدین احمد صاحب انصاری بی۔ اے۔ بی۔ ایل ایڈوکیٹ
(۲) مولوی سلطان سلیم صاحب پروپرائٹر جنرل بیاٹری چادر گھاٹ وز [illegible]
(۳) راجہ وینکٹ راما ریڈی صاحب دیسمکھ راجلور تعلقہ ابراہیم پٹن
(۴) آقای محمد حسین صاحب دشتی پروپرائٹر ایمباسی کیفے۔
(۵) آقای عبدالصمد صاحب شکیبائی پروپرائٹر کلی ریسٹورنٹ
(۶) مولوی محمد منہاج الدین صاحب پروپرائٹر کارخانہ زندہ طلسمات
(۷) مولوی شیخ احمد صاحب گتہ دار
(۸) راجہ نارائن مصرا صاحب گتہ دار
(۹) مولوی میر لطف احمد صاحب وظیفہ یاب پرسنل مددگار نظامت طبابت
(۱۰) مولوی رحمت اللہ صاحب وظیفہ یاب انجینئر۔
(۱۱) مولوی خیر الدین احمد صاحب انصاری اسسٹنٹ لیبر کمشنر

مقصد

(۱) ٹیگور اور علامہ اقبال مرحوم کے نام سے ایک لائبریری کا قیام۔ لائبریری سے ان غریب طلباء کو استفادہ کا موقع دیا جائے گا جن کے کوئی سرپرست نہ ہوں اور جو کسی معزز رکن سوسائٹی کی تصدیق پیش کرنے پر سوسائٹی کی جانب سے درسی کتب بطور امداد دیئے جائیں گے۔
(۲) مختلف لکچرس کا انتظام جو تعلیمی و صنعتی اعتبار سے بہتر ثابت ہوں۔
(۳) ایسے ٹورنمنٹ کا انعقاد جو نوجوانوں کی صحت کیلئے ممد و معاون ثابت ہوں۔

مذہبی زندگی

پانی!

بے شک خدا ہی نے دنیا کی ہر چیز پیدا کی ہے اور دنیا کے متعلق اسی کا ارشاد ہے کہ ہم نے ہر چیز کو پانی سے پیدا کیا ہے۔ تھوڑی سی توجہ کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ ہر چیز کی اصل پانی ہی ہے، ہم جو غذائیں استعمال کرتے ہیں یہ ان درختوں سے حاصل کی گئی ہیں جن کی نشو و نما پانی ہی کے ذریعہ ہوتی ہے۔ نباتات جتنے بھی پیدا ہوتے ہیں۔ اپنی غذا پانی سے حاصل کرتے رہتے ہیں۔ حیوانات و انسان ان سے اپنی غذائیں حاصل کرتے ہیں۔ بطن مادر میں بچہ جس غذا سے پرورش پاتا ہے وہ پانی ہی کی شکل میں ہوتا ہے۔ اور بیرونی دنیا میں آنے کے بعد جب غذا حاصل کرتا ہے تو اس غذا کے صرف اسی حصہ سے جسم کو فائدہ پہنچتا ہے جو سیال ہوتی ہے۔ اسی طرح ہم جس چیز پر بھی غور کریں رفتہ رفتہ ہماری فکر اس نتیجہ تک پہنچا دے گی کہ دنیا کی ہر چیز کی اصل پانی ہے۔ اور ہر چیز اسی پانی ہی سے پیدا کی گئی ہے۔ خود یہ مٹی بھی پانی ہی سے بنی ہے۔ چنانچہ خلقت کائنات کے سلسلہ میں ہمیں یہی پتہ چلتا ہے کہ خدا نے سب سے پہلے پانی کو پیدا کیا اور زمین اسی پانی کے کف سے پیدا ہوئی ہے۔ اس لئے اس کی بھی اصل پانی ہی ہے گویا ہر چیز کا پانی سے پیدا ہونا ایک حقیقت معلوم ہو رہا ہے۔ جس کی تصدیق وہ خدا کر رہا ہے جس نے خود پیدا کیا ہے۔

پانی ہماری زندگی میں ایک بہت ضروری جزو بھی ہے۔ جس قدر اس کی ضرورت ہوتی ہے اتنی ضرورت کسی غذا کی نہیں ہوتی۔ اسی لئے ہماری طبیعت کا رجحان اسی طرف بہت زیادہ ہے ایک بچہ فطرتاً پہلے پانی طلب کرتا ہے۔ کچھ بڑا ہوتا ہے تو اسی پانی میں کھیلنا اور اسی کو اچھالنا پسند کرتا ہے کسان کے بچے جس قدر بہتے ہوئے پانی سے لطف اندوز ہوتے ہیں کبھی دوسری چیزیں ان کو وہ مزا نہیں ملتا خدا نے بھی جتنی لذت پیاس بجھانے میں رکھی ہے اتنی بھوک کو مٹانے میں نہیں رکھی۔ انتہائی پیاس میں مشروبات غذا سے کہیں زیادہ پر لطف ہوتی ہیں۔ اسی لئے بار بار نہانے کی تاکید ہر ہر تقریب پر غسل کا ثواب مقرر ہے۔ کھانے سے قبل یا بعد ہاتھ دھو کر سکھانے سے منع کیا گیا تاکہ زیادہ سے زیادہ دیر تک ہمارا جسم پانی سے متصل رہے۔ اور صحت و حسن میں اضافہ ہوتا رہے دن میں بار بار وضو کا حکم دیا گیا تاکہ کئی مرتبہ پانی کا استعمال ہو اور پھر خشک کرنے سے بھی روکا۔ ذیل اس طرح اس نے بھی ہم کو زیادہ سے زیادہ پانی سے قربت پر متوجہ کیا ہے۔

ساتھ ساتھ اس نے دنیا میں بکثرت پانی پیدا بھی کر دیا تاکہ انسان اپنی ضرورت اسی سے پوری کرتا رہے اور زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکے حقیقت یہ ہے کہ ہمیں جن چیزوں کی جس قدر ضرورت تھی خدا نے اسے اتنی ہی مقدار میں پیدا کیا اور اس کا حصول آسان قرار دیا ہے تو ہماری بد قسمتی ہے کہ غیر ضروری چیزوں کے لئے پریشان ہوتے ہیں اور ضروری چیزوں کے استعمال پر قناعت نہیں کرتے۔

خدا نے جو پانی پیدا کیا ہے وہ موجودہ تحقیقات کی روشنی میں بہت سے چھوٹے چھوٹے جراثیم اور اجزاء کا مجموعہ ہے اور یہ سیال چیز در حقیقت ایک بہت خفیف اور چھوٹی سی مخلوق کا مجموعہ ہے اب یہ خدا کا احسان ہے کہ اس نے پانی کو ان اجزاء سے ترتیب دے کر خلق فرمایا یا

قطعہ

نگاہِ ناز و عشوہ کا عجب یہ بانکپن دیکھو ۔۔۔ نزاکت میں بھی ظاہر ہے یہ کیدِ گلبدن دیکھو
یہ کہتی جاتی ہے دنیا صداقت کی قسم کھا کر ۔۔۔ عروجِ شان و شوکت میں ذرا ملکِ دکن دیکھو

(آمنہ از غدری باغ)

یوں کہا جائے کہ پانی میں وہ اجزاء قرار دیئے جو جسم انسانی کے لئے مفید ہیں۔ یا ہمارے جسم کو اس طرح پیدا کیا کہ پانی کے اجزاء ہمارے لئے مفید ہیں بہرحال ہر حال میں اس کا احسان ہے کہ پانی ہمارے لئے مفید ہے اور ہم اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں اسی نفع فائدہ کو شریعت کی اصطلاح میں حلّت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور ہر وہ چیز جو ہمارے لئے مفید ہے اس کو شریعت کی اصطلاح میں حلال اور ہر مضر چیز کو حرام کہا جاتا ہے۔ چنانچہ خدا نے ہم کو حکم دیا ہے کہ جب وضو میں ہاتھ پر پانی ڈالیں تو اس طرح اپنی زبان سے بولیں کہیں کہ "شکر ہے اس خدا کا جس نے پانی کو ہمارے لئے حلال اور مفید بنایا اور اسے ہمارے لئے نجس نہیں بنایا"

پاک و نجس درحقیقت دو اعتباری چیزیں ہیں۔ جن کا فرق ہم بظاہر محسوس نہیں کرتے جن کے متعلق ہم تفصیل سے تو نہیں جانتے لیکن یہ ضرور ہے کہ جو چیزیں ہمارے لئے مفید ہیں ان کو خدا نے حلال قرار دیا ہے اور جو نقصان دہ ہیں ان سے منع کیا ہے اور ان کو حرام قرار دیا ہے۔ اور مفید چیزوں پر ثواب بھی مقرر کیا تاکہ ہم اس کو ضرور انجام دیں حالانکہ وہ چیزیں بذات خود ہمارے لئے مفید ہوتی ہیں لیکن خدا کی یہ انتہائی محبت ہے اور یہ اس کا حد درجہ کا رحم و کرم ہے کہ بتاتا بھی ہے کہ یہ مفید ہے اور اس پر ثواب بھی ہمیں دیتا ہے

جس طرح ایک باپ اپنے بیمار بچہ کو پیار سے ساتھ دوا پلاتا ہے اور یہ بھی وعدہ کرتا ہے کہ پی لینے پر روپیہ دے گا مٹھائیاں لانے گا۔ اور آخر میں نہ پینے پر مارنے کی دھمکی بھی دیتا ہے۔ حالانکہ وہ دوا بچہ ہی کے لئے مفید ہے اسی کی صحت کے لئے ضروری ہے۔ اسے پینا ہی چاہئے مگر وہ ناسمجھ ہے نہیں جانتا ہے اس لئے باپ پوری کوشش کرتا ہے کہ کسی طرح استعمال کرلے اسی طرح خدا ہمیں سمجھاتا ہے اور بتاتا ہے کہ عقل سے دیکھو کہ جو چیز میں نے بتائی ہے عقل بھی وہی بتاتی ہے۔ جو میری شریعت کا حکم ہے وہی عقل کہتی ہے اور جو عقل کہے گی وہی شریعت بتاتی ہے۔ اور پھر جزا اور ثواب کو یاد بھی دلاتا ہے کہ ایسا کرنے پر تم کو اتنا عظیم اجر دوں گا یہ یہ نعمات ملیں گی اور پھر اس کے بعد نہ کرنے کے نقصانات بتاتا ہے اور ڈراتا ہے کہ ان احکامات پر عمل نہ کرنے کا کتنا تباہ کن اور اذیت ناک نتیجہ ہوگا۔

بہرحال اسی طرح خدا نے ہمارے لئے پانی کو مفید اور پاک قرار دیا ہے اور ہم اس کرم پر اس کے لئے ہمہ دم شکرگزار ہیں۔ اسی لئے جب بھی انسان پانی استعمال کرے شریعت کی رو سے اس کو ہدایت ہے کہ خدا کا شکر ادا کرے کہ اس نے ایسی مفید چیز اس کو عطا کی۔

پانی کا فائدہ ہمارے لئے ان اجزاء کے لحاظ سے ہے۔ جن سے پانی کی ترتیب ہوتی ہے۔ یہی اجزاء ہماری پیاس بجھاتے ہیں۔ یہی ہاضمہ کو کام میں لاتے ہیں۔ اور یہی ہر چیز میں بالیدگی پیدا کرتے ہیں۔ ان اجزا میں اگر کسی قسم کا تغیر و تبدل ہو جائے تو نفع و نقصان میں بھی یقیناً فرق پیدا ہوگا۔ اسی لئے پانی کے متعلق شریعت نے بہت سی باتیں بتائی ہیں کہ کس مقدار اور کن حالات میں پانی اپنی خصوصیت کھو سکتا ہے۔ کب تک وہ فائدہ پہنچائے گا۔ اور کن حالات میں نقصان دہ ثابت ہوگا۔ ان ہی باتوں کو ان صفحات میں پیش کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اور اس سلسلہ میں دوسری جو باتیں درج کی جاتی ہیں ان کے متعلق اسلام کے حقیق معنول میں تحقیق و جستجو کرنے والے علماء نے بہر تصدیق ثبت کردی ہے کہ محمدؐ و آل محمدؐ کے اقوال کے پیش نظر یہی درست اور صحیح باتیں ہیں۔ اور اس زمانہ میں جب کہ بظاہر ہمارا کوئی حاکم نہیں ہے جس سے ہم دریافت کرسکیں

قطعہ

عشرت کا مزہ دیکھتا ہو بادِ سحر میں
اور بوئے چمن سونگھتا ہو بلبلِ گُل تر میں
ہے قطعِ منازل کا یہی قول قدم سے
بیداری بھی لازم ہے سنو خوف و خطر میں

(آمدہ از نذری باغ)

ان باتوں پر عمل کرنا حکم رسول ؐ کی روشنی میں بہت ضروری بلکہ واجب ہے اور ہماری نجات کا انحصار ان ہی باتوں کے عمل پر ہے۔ چنانچہ پانی کے متعلق مندرجہ ذیل باتیں نہایت ضروری بیان کی گئی ہیں

مقدار اور کیفیت!

کسی چیز کی بھی تقسیم دو طرح سے کی جاسکتی ہے۔ ایک اس کی کیفیت کے لحاظ سے یعنی وہ چیز کیسی ہے اس کا رنگ کیسا ہے اس کا مزہ کیسا ہے۔ اور اس کی بو کس قسم کی ہے چنانچہ کچھ احکام اس لحاظ سے ہیں۔ اور دوسری صورت اس کی کمیت کے لحاظ سے ہے۔ یعنی اس کی مقدار کتنی ہے۔ اس میں زیادتی و کمی کی بنا پر کیا فرق پیدا ہوگا اور اس کی کیفیت بدل جائے تو کیا صورت ہوگی بظاہر یہی دونوں چیزیں ہیں جس کے مطابق گفتگو کی جاسکتی ہے۔ کیفیت اور کمیت (کم۔ی۔یت) مقدار کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو لیکن کیفیت اور صفت کو ہمیشہ ترجیح دی جاتی ہے۔ جس طرح لشکر کی کثرت اس وقت تک مفید ہے جب تک اس میں ذاتی صلاحیت بھی موجود ہو۔ جس وقت تک اس پانی کے اجزاء اپنی اصلی حالت کو برقرار رکھے ہوتے ہیں اسی وقت تک ان کا اثر قائم رہتا ہے۔ اور اگر اس کثیر مقدار کے پانی میں کوئی نجس چیز آجائے تو وہ بھی پاک ہو جاتی ہے۔ لیکن وہ نجس چیز اگر اتفاق سے اتنی قوی ہوئی اس نے اپنا اثر اس قدر دکھایا کہ پانی کے اجزاء اپنی حالت کو برقرار نہ رکھ سکے اور انہوں نے اس نجس چیز کا اثر خود قبول کر لیا یعنی پانی کا رنگ اس رنگ میں بدل گیا اس کے مزہ میں فرق آگیا یا اس کی بو پہلے جیسی نہ رہ گئی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ پانی کے اجزاء اس نجس چیز کا مقابلہ نہ کر سکے۔ اور اپنا اثر اس پر قائم کرنے کے بجائے اسی سے متاثر ہو گئے۔ تو ایسی صورت میں وہ پانی نجس ہو جائے گا چاہے اس کی مقدار پورے حوض یا پورے تالاب کے برابر ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ اب یہ اجزاء اس نجس چیز کے اثر کی وجہ سے انسان کو اسی طرح نقصان پہنچائیں گے۔ جس طرح خود وہ نجس چیز نقصان پہنچاتی تھی۔ اس لئے اب یہ پانی بھی نجس اور نقصان دہ ہے اور اگر وہ چیز جس کا اثر پانی نے قبول کیا ہے اور جس کو اس جیسا بنا دیا ہے وہ نجس نہیں ہے تو پھر پانی بھی نجس نہیں ہوگا پاک رہے گا۔ لیکن اس کا وہ اثر جس کے بل بوتے پر وہ دوسری چیزوں کو پاک کر دیتا تھا ختم ہو چکا ہے اس لئے اب ایک معمولی سی نجاست سے بھی وہ کل کا کل نجس ہو جائے گا۔ چاہے اس کی مقدار کتنی ہی کیوں نہ ہو۔

اقسام

پانی جس رنگ میں بھی ہو پانی ہے کیونکہ ہر سیال چیز کو پانی کہہ دیتے ہیں۔ لیکن دوسری چیزوں کی طرح اس میں بھی فرق پیدا ہو ہی جاتا ہے اور اس کی بھی قسمیں ہوتی ہیں۔ پانی وہ بھی ہے جو صاف شفاف اور بغیر کسی ملاوٹ کے ہو۔ اور وہ بھی ہے جس میں کوئی چیز ملا دی گئی ہو اگر خالص اور صاف پانی ہے تو اسے مطلق پانی کہیں گے اور اگر اس میں کوئی چیز ملا دی گئی تو اب یہ مطلق پانی نہ رہا۔ مثال کے طور پر کسی پھل کا نچوڑا ہوا عرق۔ گلاب تحلیل کیا ہوا پانی یا وہ پانی جس میں مٹی مل گئی ہو یا شکر و نمک ملا کر اس کا مزہ بدل دیا گیا ہو سب ہی کو پانی کہا جاتا ہے۔ اس لئے گلاب بھی اس میں اکثریت پانی ہی کے اجزا کی ہے۔ لیکن میٹھا پانی یا نمکین پانی۔ گلاب کا پانی یا انگور کا پانی غرض اسے کسی نہ کسی نسبت کے ساتھ اب ذکر کیا جائے گا اس لئے اس کو اب مطلق پانی نہیں کہیں گے۔ بلکہ ملا ہوا پانی کہیں گے۔ یا اسی کے لئے شریعت میں ایک خاص لفظ استعمال کیا جاتا ہے یعنی اسے "مضاف پانی" کہتے ہیں کیونکہ

قطعہ

کیا دبدبہ ہے دیکھ لے نوشان و جاہ میں ॥ رؤیت بھی تو ہلال کی ہے اشتباہ میں
ایسوں کا اعتبار ہو کیا خاک جان کر ॥ جو آج میکدہ میں ہیں کل خانقاہ میں

(آمدہ از نذری باغ)

اس پانی کو اب کسی نہ کسی چیز کی طرف اضافت کے ساتھ بولا جانے لگا ہے۔ لہٰذا اب یہ مطلق پانی کے بجائے مضاف پانی ہے۔ اس پانی میں چونکہ اب وہ پہلے والی طاقت نہیں اب اس میں وہ کس بل نہیں جس سے یہ بیرونی اثرات سے خود کو بچاتا ہے۔ اس لئے اب ہر نجاست کو یہ قبول کرے گا اور ہر چیز سے متاثر ہو جائے گا۔ اور اور تھوڑی سی نجاست بھی مل گئی تو اس چیز کے نقصانات اس میں بھی آ جائیں گے۔ اور اب یہ بھی انسان کے لئے مضر ہو جائے گا۔ اسی لئے قدرت نے اسے نجس قرار دیا ہے۔

ان باتوں سے اس بات کا یقین ہو گیا کہ شریعت میں پانی کی دو قسمیں ہیں مطلق پانی اور مضاف پانی۔

مطلق پانی! ہمیں جو مطلق پانی ملتا ہے وہ پانچ صورتوں میں سے کسی ایک صورت ہی سے ملتا ہے اور ہر ایک کے احکام اس کی مطابقت سے جداگانہ ہیں۔

پہلی قسم یہ ہے کہ اس پانی کا تعلق زمین سے چشمہ یا کنواں وغیرہ کی طرح نہ ہو یہ پانی اگر زیادہ ہوگا تو کوئی نجس چیز اس پر اپنا اثر ڈال کر نجس نہیں کر سکتی بلکہ خود اس کی نجاست دور ہو جائے گی۔ کیونکہ نجاست جب اپنا اثر پانی کے کسی حصہ پر ڈالتی ہے تو دوسرے حصے فوراً اس کی مدد کرتے ہیں۔ اور بیرونی اثر کو ختم کر دیتے ہیں لیکن یہ کام تھوڑا پانی نہیں انجام دے سکتا بلکہ اس کے لئے ایک خاص مقدار ضروری ہے یعنی وہ پانی اس قدر ہو کہ اگر کسی چوکور برتن یا حوض میں رکھا جائے تو ۳½ بالشت گہرا۔ ۳½ بالشت لمبا اور ۳½ ہی بالشت چوڑا ہو۔ اگر پانی پھیلا ہوا ہو یا کسی اور شکل میں بھی ہو اور ۴۲٫۸۷۵ یا ۴۲⅞ مکعب بالشت ہو تب بھی اس مقدار کا پانی بیرونی اثر سے نجس نہیں ہوگا۔ اس مقدار کو شریعت کی اصطلاح اور خاص "عُرف" میں کُر (ک ورر) کہتے ہیں۔ اس کا وزن ہمارے حساب سے ۴۷٫۳۷۶ گرام یعنی گیارہ من آٹھ چھٹانک ہوتا ہے۔ دوسری قسم پانی کی یہ ہے کہ پانی کا تعلق نیچے سے کسی ذخیرہ سے ہو جیسے وہ چشمہ کہ نیچے سے مسلسل پانی ابھر آ رہا ہو۔ اب اس کا تعلق چونکہ ایک بڑے ذخیرہ سے ہے۔ اس لئے اس کو اصطلاح میں قلیل پانی کے بجائے جاری پانی کہتے ہیں۔

تیسری قسم وہ ہے جو آسمان سے برستا ہے۔ چونکہ یہ فضا سے ہو کر آتا ہے اور بلندی کے اثرات اس کو اور بھی بہتر کر دیتے ہیں اسی لئے یہ مفید بھی ہے۔ اور بہت سے امراض کی دوا بھی ہے چنانچہ اس کے احکام میں بھی اس کی امتیازی شان کا پتہ چلتا ہے اس کو اصطلاح میں "بارش کا پانی" کہتے ہیں۔

چوتھی قسم کنوئیں کا پانی ہے یہ ہمیشہ ایک خاص سطح پر دکھائی دیتا ہے اور جتنا بھی نکالا جائے اس کی سطح برابر رہتی ہے اس کو شریعت میں "کنوئیں کا پانی" کہتے ہیں۔

پانچویں قسم اس پانی کی ہے جو ایک کُر یا تقریباً ۴۲ مکعب بالشت سے کم ہو۔ یہ سب سے کمزور قسم ہے۔ اسی لئے یہ بہت جلدی ہر اثر کو قبول کر لیتا ہے اس کو قلیل پانی کہتے ہیں۔

اس طرح مطلق پانی کی پانچ قسمیں ہوئیں۔ کُر۔ جاری پانی۔ بارش کا پانی۔ کنوئیں کا پانی۔ اور قلیل پانی۔

کُر:۔ ایک کُر پانی وہ ہے کہ اگر اس میں بیرونی چیزیں اپنا اثر ڈالنا چاہیں تو یہ اپنی طاقت کی وجہ سے اس کے اثر کو قبول نہ کرے اور مدافعت کرتا رہے۔ کیونکہ پانی میں اگر کوئی نجس چیز منصل کی جائے تو بجائے اس کے کہ وہ پانی کو نجس کر دے خود پانی ہی اس کی نجاست پر غالب آ جاتا ہے۔ اور اس کو

قطعہ

مینخانے جام دیئے سے نہ افسوس بچ سکے
گھڑیال کا قصور تھا الٹی جو چل گئی

بادل نہ آسمان پہ چھا کر گرج سکے
گھنٹے بھی آج دیکھ لے بارہ نہ بج سکے

(آمدہ از نذری باغ)

پاک کر دیتا ہے۔ پانی نجس اس لئے ہوتا ہے کہ نجس چیز کے اجزاء پانی کے اجزاء پر غالب آ جاتے ہیں اور اس کو اپنے ہی جیسا بنا لیتے ہیں۔ لیکن جب پانی ایک کُر ہو تو وہ بیرونی اثر کو قبول نہیں کرے گا۔ بلکہ باہر کی چیز اگر نجس بھی ہو تو خود اس کی نجاست اس کُر کی طاقت سے ختم ہو جائے گی۔ اگر اس کثیر مقدار کے پانی سے کوئی نالی باہر تک آتی ہو اور اس نالی سے کوئی نجس چیز ملا دی جائے تو وہ (بھی) پاک ہو جائے گی۔ کیونکہ پانی اپنی مدد پہنچانے کا صرف ذریعہ تلاش کرتا ہے۔ اور جب اس کو اس نالی کا ذریعہ ملے گا تو فوراً اس کی مدد کو پہنچے گا۔ اور وہ بیرونی چیز جو اس پانی کو نجس کرنا چاہ رہی تھی اس کی طاقت کو ختم کر کے اس کو پاک کر دے گا۔ اور وہ چیز اب مضر کے بجائے مفید ہو جائے گی اور اسی کو شریعت کی اصطلاح میں "طہارت" سے تعبیر کرتے ہیں۔

اور اگر مثال کے طور پر فوارہ یا کسی اور ذریعہ سے پانی باہر آ رہا ہے لیکن مسلسل آ رہا ہے سلسلہ اس کا کہیں منقطع نہیں ہو رہا ہے تو بھی نجاست اس پر اثر نہیں ڈال سکتی۔ بلکہ خود متاثر ہو کر پاک ہو جائے گی۔ لیکن شرط یہ ہے کہ جو پانی باہر آ رہا ہے اس کا تعلق اس کُر سے قائم ہو۔ اگر وہ پانی قطرہ قطرہ کر کے اس طرح آ رہا ہے کہ سلسلہ قائم نہیں ہے تو جس جس قطرہ کے ساتھ نجاست متصل ہو گی نجس ہوتا جائے گا اور اگر ان جدا جدا قطروں کو کسی طرح اس کثیر پانی سے ملا دیا جائے مثال کے طور پر کوئی کپڑا یا اور کوئی چیز ایسی لگا دی جائے کہ جس کے تعلق سے پانی قطرہ قطرہ نہیں بلکہ مسلسل آ رہا ہو تو وہی کثیر پانی والی صورت ہوگی۔ یعنی کوئی نجاست اس پر اپنا اثر نہیں ڈال سکتی۔

شریعت کے ان احکام سے اندازہ ہوتا ہے کہ دنیا میں کتنی ہی تحقیقات کیوں نہ ہوں اگر ان باتوں پر غور کیا جائے تو ہر حال اور ہر زمانہ میں حقیقت پر مبنی نظر آتی ہیں۔ اور کسی مذہب کی ہر بات اسی حالت میں حقیقت پر مبنی ہو سکتی ہے جبکہ اس کا بھیجنے والا خدا ہو کیونکہ کسی انسان کی نظر اتنی باریکیوں تک ہر معاملہ میں بیک وقت صحیح طور پر نہیں پہنچ سکتی۔ بہر حال۔

مختصر اصول یہ ہے کہ ایک کُر پانی کو بیرونی نجاست نجس نہیں کرتی ہے بلکہ اگر خود غلاظت نہ ہو تو وہ نجس چیز اس کثیر پانی سے مل کر پاک ہو جائے گی۔ البتہ اگر وہ نجس چیز بہت ہی قوی ہو۔ مثال کے طور پر وہ دو کُر ہے یا کم بھی ہو تو بہت تیز مزہ، بو یا رنگ رکھتی ہو کہ اس کے ملنے سے فوراً ہی پورا کُر اپنا رنگ بدل دے اس کا مزہ تبدیل ہو جائے یا بو بدل جائے تو اب اس کثیر پانی نے چونکہ ایک نجس چیز کا اثر قبول کر لیا اس لئے یہ نجس کہا جائے گا۔ اور اس کا استعمال نقصان دہ ہوگا۔ اور یہ اس وقت تک پاک نہ ہوگا جب تک کہ اتنا کثیر پانی نہ ملا دیا جائے کہ یہ تبدیلی ختم ہو جائے۔ اور وہ اس دوسرے پانی سے مدد لے کر اپنی طاقت حاصل کرے اور اگر وہ چیز جس نے اس ایک کُر پانی کی حالت بدل دی ہے وہ خود پاک ہو تو یہ کُر بھی نجس نہ ہوگا۔ لیکن ایک بیرونی چیز کا اثر قبول کرنے سے اس قدر کمزور ہو جائے گا کہ کوئی معمولی سی نجاست چاہے وہ سوئی میں لگا ہوا خون ہی کیوں نہ ہو اس پر اپنا پورا اثر جمائے گا اور وہ سارا پانی نجس ہو جائے گا۔

ثبوت کُر

ہمارا مذہب خدا کے فضل سے ہر قدم اور ہر محل میں عملی باتیں بتاتا ہے چونکہ اس پر انسان اپنی پوری زندگی بسر کرتا ہے اور اچھی زندگی بسر کرتا ہے اسی لئے اس نے ان ہی باتوں پر زور دیا ہے جن کی ضرورت ہماری عملی زندگی میں پڑتی ہے۔ چنانچہ ہر جگہ یقینی حکم کی تعریف کی اور اس کو سراہا ہے۔ سراہا ہی نہیں بلکہ اس یقین کو اس وقت تک باقی رکھنے کی کوشش کی ہے انسان کو اس وقت تک یقینی حالت میں دیکھنا چاہتا ہے جب تک کہ دوسرا کوئی یقینی

قطعہ

ہو کر بھی رہا دیکھ لے تو کیسا قرینہ || جاتا ہوں ذرا دیکھ لے تو سوئے مدینہ
آہستہ قدم رکھ تو ذرا دیکھ سمجھ کر || ہوگی نہ رسائی بھی بلندی پہ بے زینہ

(آمدہ از تذکی باغ)

اس کی جگہ نہ لے لے چنانچہ "شک وشبہ" کو ہمیشہ نظر انداز کرنے پر زور دیا گیا ہے۔

اس مقام پر یہ بھی ایک اصول ہے کہ کسی پانی کے متعلق یقین ہو کہ وہ ایک کر تھا اور اب شک ہو رہا ہے کہ پتہ نہیں اس درمیان میں کم تو نہیں ہو گیا تو اس مقام پر یقین پر عمل کرنے کا حکم ہے اور شک کو قطعاً اہمیت نہیں دی جائے گی اسی طرح سے یہ یقین ہو کہ ایک کر سے کم تھا اور اب شک ہو رہا ہے کہ شاید اس اثنا میں ایک کر ہو گیا ہو تو شک کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ اور وہ بدستور ایک کر سے کم ہی سمجھا جائے گا۔

اب ان تمام صورتوں میں یقین حاصل کرنے کے لئے پہلی سب سے بہتر صورت یہ ہے کہ خود علم حاصل ہو۔ دوسرے یہ کہ جو اس پانی کا مالک ہے وہ بتا رہا ہو کہ یہ ایک کر ہے یا اس سے کم ہے جیسے تمام کے پانی کے متعلق اس کے مالک کا بیان قابل یقین ہوگا۔ اور تیسری صورت یہ ہے کہ دو معقول آدمی کہہ دیں کہ یہ ایک کر ہے یا اس سے کم ہے۔ ایسے آدمی جو دیندار ہوں اور ان کے متعلق خیال ہو کہ جان بوجھ کر یا دہ جھوٹ نہیں بولتے ایسے آدمی کو شریعت میں عادل کہا جاتا ہے اور ان کی گواہی یقین کے لئے کافی ہوگی۔

ان کو ہر لحاظ سے پورا مومن تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ بے عیب تو ملنا ممکن نہیں ہے بس بظاہر یہ اطمینان ہو کہ یہ شخص جھوٹ نہیں کہے گا۔

قلیل پانی

زمین سے ابلتا ہوا پانی یا بارش، کنویں کا قلیل مقدار میں پانی ہو تو اس کے مسائل جداگانہ ہیں اس کے احکامات علیحدہ ہیں یہاں ذکر صرف اس پانی کا ہے جو ایک کر ہونے کی وجہ سے کثیر کہا جاتا ہے۔ جس کا ذکر اوپر ہوا۔ فرق یہ ہے کہ وہ ایک کر پورا تھا اور قلیل پانی ایک کر سے کم کہتے ہیں۔ یعنی یہ اس مقدار میں ہے کہ اگر کوئی نجس چیز اس سے متصل ہو جائے تو اس میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ اس کے اثر کو دور کر سکے اور خود کو اس سے بچا سکے بلکہ فوراً ہی یہ پانی اس کا اثر لے لے گا۔ اور نجس ہو جائے گا۔

یہ دونوں صورتوں میں نجس ہو جائے گا۔ یعنی ہم اس میں کوئی نجس چیز ڈال دیں یا باہر سے کوئی نجس چیز لا کر متصل کر دیں یا اس پانی کو کسی دوسری نجس چیز سے ملا دیں ہر حال میں یہ نجس ہو جائے گا۔

جب کوئی چیز نجس ہو جاتی ہے تو اس کو پاک کرنے کے لئے اوپر سے پانی ڈالا جاتا ہے یہ اوپر کا پانی پہلے تو اس غلاظت کو اپنے ساتھ بہالے جاتا ہے جس کے سبب سے کوئی چیز نجس ہوتی۔ اس غلاظت کے بہہ جانے کے بعد بھی وہ چیز اس لئے نجس رہ جاتی ہے کہ غلاظت پہلے سے ملی ہوئی تھی لیکن اب یہ نجاست اس پہلی والی نجاست کے مقابلہ میں کمزور ہوتی ہے اور آسانی سے پانی اس پر اپنا اثر ڈال سکتا ہے اس لئے جب ہم اوپر سے پانی ڈالتے ہیں تو یہ پانی اس باقی اثر کو بھی بہالے جاتا ہے پھر ایک مرتبہ اور اسی طرح اوپر سے پانی ڈالا جاتا ہے یا پانی ڈال کر نچوڑ دیا جاتا ہے کہ رہا سہا اثر بھی اس مطلق پانی کے ساتھ باہر نکل جائے اور وہ چیز بالکل پاک ہو جائے۔

اب یہ دونوں پانی چونکہ اس اثر کو زائل کرنے کے لئے آتے ہیں اور اپنے ساتھ ان کو بھی بہا لے جاتے ہیں اس لئے ان کو غسالہ (غ ۔ س ال ہ) کہتے ہیں۔ اور واجب کی حد تک احتیاط یہی ہے کہ ان دونوں پانی سے بھی بچا جائے اور جس طرح نجس پانی کو استعمال نہیں کیا جاتا اسی طرح اس کو بھی استعمال نہ کیا جائے۔ لیکن پیشاب و پاخانہ کے بعد جو دو مرتبہ طہارت کے لئے بعد میں پانی ڈالا جاتا ہے اس کا مسئلہ خاص طور سے جداگانہ ہے اس میں بھی جہاں تک یہ یقین ہو کہ اس پانی میں دونوں میں سے کوئی نجاست ملی ہوئی ہے یا قریب میں کوئی زخم ہو اور اس کا خون وغیرہ لگ گیا ہو یا پاخانہ ہی پھیل گیا ہو اور طرح نجاست آ گئی ہو یا پاخانہ کے ذرات اس میں

قطعہ

بہت دنیا میں ہیں احساں فراموش ‖ یہ مطلب کے ہیں دیکھو خانہ بر دوش
یہ کہتی جاتی ہے عید غدیری ‖ لئے پھرتے ہیں زاہد خم کو بردوش

(آمدہ از ندری باغ)

مل گئے ہوں یا پیشاب و پاخانہ کے ساتھ خون نکل آیا ہو تو ان صورتوں میں تو وہ دونوں پانی جو گریں گے وہ یقیناً نجس ہوں گے لیکن اگر یہ صورتیں نہ ہوں تو طہارت کے لئے جو دو مرتبہ پانی گرایا جائے گا وہ پاک ہوگا۔ لیکن یہ مسئلہ صرف پیشاب و پاخانہ کے ساتھ مخصوص ہے دوسری نجاستوں کی طہارت کا پانی نجس ہی رہیگا۔

جاری پانی

یعنی وہ پانی جو زمین سے خود بخود باہر نکل رہا ہو اور نکل نکل کر چاروں طرف پھیلتا جاتا ہو یعنی چشمہ والی کیفیت ہو یا اگر یہ صورت نہ ہو تو کم سے کم ایسا ہو کہ اس جگہ سے اگر کچھ پانی نکال لیا جاتا ہے اور اس میں کچھ کمی کر دی جاتی ہے تو خود بخود وہ کمی پوری ہو جاتی ہے تو دونوں صورتوں میں اس کو 'جاری پانی' کہا جائے گا۔

کیوں کہ ہر صورت میں یہ یقین ہوتا ہے کہ اگر کوئی نجاست اس پانی پر اپنا اثر ڈالنا چاہے گی تو کر والے پانی کی طرح یہاں بھی اس کا نیچے کا خزانہ اپنی قوت کے ذریعہ اس نجاست کے اثر کو روک دے گا۔ اور اس پانی پر نجاست کا اثر نہ ہوگا۔ بلکہ کر کی طرح اگر اس سے بھی کوئی نجس چیز متصل ہو اور خود غلاظت دور ہو چکی ہو تو وہ اس سے متصل ہونے کے باعث پاک ہو جائے گی اور اس کی نجاست صرف اتصال سے ختم ہو جائیگی

اور اگر نجس چیز اس قدر قوی ہو کہ پانی کے اصل خزانہ سے طاقت ملنے سے قبل ہی وہ اس کی حالت کو بدل دے اور اس کا رنگ بو یا مزہ متاثر ہو جائے تو وہ حصہ جو متاثر ہوگا نجس ہو جائے گا۔ لیکن دوسرا حصہ پاک رہے گا۔ کیونکہ اس کا تعلق باقی ہے اور یہ حصہ بھی اسی وقت تک نجس رہے گا جب تک کہ مدد نہیں پہنچتی اور جب بھی نیچے سے مدد پہنچ جائے اور اسکی وجہ سے وہ اثر زائل ہو جائے جو نجاست نے پیدا کیا تھا تو وہ پانی بھی خود بخود پاک ہو جائے گا۔

بارش کا پانی

آسمان سے جو پانی برستا ہے اگرچہ کہ اس کا تعلق چشمہ اور کنوئیں کے پانی کی طرح کسی بڑے ذخیرہ سے نہیں ہوتا لیکن اوپر سے چونکہ مسلسل بارش ہوتی رہتی ہے اس لئے کچھ نہ کچھ اس کو تقویت پہنچتی ہی رہتی ہے بلکہ پانی چونکہ اوپر سے آتا ہے اسلئے کافی تقویت ہوتی ہے کیونکہ ہر قطرہ فضا کی بلندی سے آتا ہے اور فضا سے آنے کی وجہ سے اس کا اثر زیادہ ہو جاتا ہے اور اس کی طاقت دوسرے قطروں سے زیادہ ہوتی ہے اس لئے اس پانی کا بھی حکم ویسا ہی ہے جو جاری پانی کا ہے بلکہ اس کو اس سے بھی زیادہ خصوصیات حاصل ہیں۔ یعنی عام طور سے کسی چیز کو پاک کرنے میں غلاظت دور ہونے کے بعد دو مرتبہ پانی ڈالنا ضروری ہوتا ہے اور بارش میں اگر غلاظت دور ہو جائے اور اصل وہ چیز نہ ہو جس سے نجاست پیدا ہوتی تھی تو اوپر کا آنے والا پانی (بشرطیکہ مسلسل آرہا ہو) اس کو پاک کر دے گا۔

اسی طرح اگر پانی کسی گڈھے میں جمع ہو جائے تو جب تک بارش ہو رہی ہے اس وقت تک وہ دوسری چیزوں کو پاک کرتا رہے گا چاہے ایک کر سے کم ہی کیوں نہ ہو۔ ہاں اگر نجاست رنگ بو یا مزے کو بدل دے تو پھر وہ پانی پاک نہیں کر سکتا۔

بہرحال بارش کے پانی کی یہ خصوصیت ہے کہ اگر اس طرح ہو کہ پانی نیچے اگر بہہ رہا ہو تو جس چیز پر سے گذرے گا اس کو پاک کر دے گا۔ زمین ہو یا نجس چھت دونوں پاک ہو جائیں گے۔ اگر فرش نجس زمین پر بچھا ہوا ہے اور پانی فرش کے اوپر اور نیچے دونوں طرف سے بہہ رہا ہو تو دونوں پاک ہو جائیں گے۔ اگر مٹی نجس ہو اور پانی مل کر کیچڑ کر دے تو بارش کے پانی کے اثر سے وہ کیچڑ بھی پاک ہو جائے گا۔

قطعہ

خانداں سے دیکھ لے رشتہ جدا ہوتا نہیں ‖ پیروِ اسلام سے بھی حق ادا ہوتا نہیں
ہر زماں ہر وقت یہ کہتا ہے باہم ارتباط ‖ دُور بندوں سے بھی دیکھو تو خدا ہوتا نہیں

(آمدہ از نذری باغ)

کنوئیں کا پانی

کنواں چونکہ نیچے ہوتا ہے اور یہ بھی اطمینان ہوتا ہے کہ اس میں جو کمی ہو رہی ہے اس کو نیچے کا ذخیرہ پورا کر رہا ہے اس لئے اس سے اگر نجاست متصل بھی ہو تو پانی نجس نہ ہوگا خواہ اس کی مقدار ایک کر سے کم ہی کیوں نہ ہو کیونکہ اس کو تعلق بہت نیچے کے ذخیرہ سے مل رہی ہے ہاں اگر رنگ بو اور مزہ بدل جائے تو اس حالت میں یہ پانی بھی دوسرے پانی کی طرح نجس ہو جائے گا اور جب تک نیچے سے پانی آکر اس کیفیت کو زائل نہ کر دے رنگ ختم نہ ہو جائے بو دور نہ ہو جائے اور پانی کا اصلی مزہ نہ لوٹ آئے اس وقت تک کنوئیں کا پانی بھی نجس ہی رہے گا۔

کنوئیں کے سلسلہ میں ایک خاص مسئلہ ہے جس کی تفصیل بڑی بڑی کتابوں میں موجود ہے کہ بعض جانور اگر گر جائیں اور گر کر مر جائیں مر کر پھول جائیں اور اسی میں منتشر ہو جائیں یا نجاست گر جائے آدمی گر کر مر جائے یا دوسری اسی قسم کی نجاست والی کوئی صورت ہو تو جب تک اصل نجاست ہے اس وقت تک تو پانی نجس رہے گا لیکن اصل نجاست دور ہونے کے بعد کچھ ڈول معین ہیں کہ اس مقدار میں پانی نکالنا بھی مستحب ہے۔ بعض میں تین ڈول، دس ڈول، اور چالیس ڈول وغیرہ۔ لیکن اگر یہ نہ نکالا جائے تو بھی پانی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ کنوئیں کا پانی اپنے ذخیرہ سے متصل ہوتا ہے اور اس کی نجاست اس کی وجہ سے دور ہوتی رہتی ہے۔ اور اگر کسی گڈھے میں پانی جمع ہو جائے اور کنوئیں ہی کی شکل میں ہو لیکن اس کا تعلق نیچے کے پانی سے نہ ہو تو اس پر وہی کر والا ہی حکم ہوگا۔ یعنی اگر ایک کر سے زائد ہو تو نجس نہیں ہوگا ورنہ نجس ہو جائے گا کیونکہ وہ ایک معین مقدار کا پانی ہے اور کنوئیں کا تعلق نیچے کے پانی سے ہوتا ہے جو مسلسل اس کی مدد کرتا رہتا ہے اور اس کی ہر کمی کو پورا کرتا رہتا ہے۔

مستقبل کی موٹر گاڑیاں

ہوا میں اڑنے والی گاڑی
پانی میں تیرنے والا ٹرک

موٹر گاڑیوں کے انجینروں کی بین الاقوامی کانگریس کی پہلی کانفرنس نے جو گزشتہ جنوری میں ڈیٹرائٹ (مشی گن) میں ہوئی تھی اور جس میں ۹ ملکوں کے انجینروں نے حصہ لیا تھا۔ ایک ہفتہ تک تبادلہ خیال کرنے کے علاوہ مستقبل کی موٹر گاڑیوں کے متعلق چند ایسی نمائشوں کا انعقاد کیا تھا۔ جنہیں دیکھ کر عوام حیران و ششدر رہ گئے تھے۔ یہ نمائشیں ڈیٹرائٹ کے نئے کوبو حال میں ۲۰ لاکھ مربع فٹ جگہ میں منعقد ہوئیں۔ اور ان میں ہوا میں اڑنے والی ایک موٹر گاڑی سے لیکر گوندتے چھلکے ہوئے ایک ابی ٹرک تک مختلف چیزیں دکھائی گئیں۔ اتنی بڑی نمائش امریکہ میں ایک فرش پر پہلے کبھی منعقد نہیں ہوئی تھی۔ پانچ روزہ اجلاس میں جو ۸۰ ٹیکنیکل مقالے پڑھے گئے تھے اگرچہ ان میں نہایت سنجیدہ باتیں بیان کی گئی تھیں۔ تاہم ڈیٹرائٹ کے ہزاروں شہریوں نے جنہوں نے یہ نمائشیں دیکھیں مستقبل کی موٹر گاڑیوں میں بھاری دلچسپی لی۔

تماشائیوں کے لئے سب سے مسحور کن چیز ایک ۱۰۰ ہارس پاور والے انجن کی نمائش تھی جو دو متحرک حصوں سے بنا ہوا تھا اور جسے ایک جرمن انجینیر ڈاکٹر والٹر جی مروڈ نے تیار کیا تھا۔ کرٹس رائٹ کارپوریشن کی طرف سے اسکی تیاری کے متعلق تجربے کئے جا رہے ہیں۔

مروجہ انجنوں کے مقابلہ میں اس انجن کا وزن اور سائز ایک تہائی ہے اور جرمنی میں اس کے متعلق تجربے کئے گئے ہیں وہاں اس انجن کو جن موٹر گاڑیوں میں نصب کیا گیا انہوں نے سڑکوں پر ایک لاکھ میل کا فاصلہ بخوبی طے کر لیا۔ جہانتک اس کی تیاری کے موجودہ مرحلے کا تعلق ہے اس میں اسمیں ایندھن کی کافی بچت نہیں ہوتی۔ لیکن چونکہ یہ نہایت سادہ ہے۔ اس لئے اس کی تیاری اور مرمت پر بہت کم لاگت آئے گی۔ انجن میں پسٹن اور والووں کی جگہ ایک روٹر لگایا گیا ہے جس کی صورت مثلث جیسی اور سرے گول ہیں۔

بیٹری کے سیل پر بحث کے دوران میں بتایا گیا کہ اس امر کا امکان ہے کہ آخر میں بجلی سے گاڑیاں چلا کریں گی۔ یہ سیل ایک برقی کیمیاوی بیٹری پر مشتمل ہے جو لمبے عرصہ تک چل سکتی ہے۔ اگرچہ ان سیلوں کی تکمیل میں ابھی قریباً پانچ برس لگیں گے۔ تاہم ایک الکٹرک سٹوریج بیٹری فرم کے افسر نے پیش گوئی کی کہ آخر میں سیل سے چلنے والی موجودہ گاڑیوں کے مقابلے میں چلنے میں ارزاں خاموش اور سہل ہوگی۔

انجینیروں کو بتایا گیا کہ زنگ روک موٹر گاڑیوں کی تعمیر کے سلسلہ میں اتنی تیزی سے پیش قدمی ہو رہی ہے کہ موٹر کی صنعت میں جلد ایسی گاڑیاں بننے لگیں گی جن پر زنگ کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔ جنرل موٹر کارپوریشن کے پونٹنگ ڈویژن کے ایک افسر نے پیش گوئی کی ہے کہ آئندہ امریکی موٹر گاڑیوں

میں چار سلنڈروں والا انجن زیادہ سے زیادہ تعداد میں استعمال ہوگا - یومنگ امریکہ کا واحد موٹر سازی کا مرکز ہے جہاں چار سلنڈروں والے انجن کا استعمال کیا جارہا ہے ـــ فرانس کے ایک ۶۳ سالہ انجینیر جین ایل بورٹن نے بتایا کہ ۱۸ فرانسیسی کارخانہ داروں نے مشترکہ طور پر ایک پٹری پر چلنے والی ریل گاڑی سے تعلق رکھنے والے بشتر مسئلوں کو حل کرلیا ہے - پیرس سے ۶۰ میل دور اورلینز میں ایک دو میل لمبی پٹری کے تجربے سے ثابت ہوگیا ہے کہ ربڑ کے ٹائروں پر چلنے والی ایک پہیئے کی گاڑی سے شور و شر کی بھاری شکایت رفع ہوگئی ہے - اس نے بتایا کہ ایک میل پٹری کی ساخت پر ۴۰ سے ۵۰ لاکھ ڈالر کی لاگت آتی ہے جبکہ اس کے مقابلہ میں موجودہ پٹری پر دو کروڑ ڈالر لاگت آتی ہے -

انجینیروں کو ایک دوسرا اسکیم دکھایا گیا جس سے موٹر گاڑیاں ریل گاڑی کی مانند ربڑ کے رولروں پر ایک گھنٹے میں ۲۰۰ میل کی رفتار سے دوڑتی ہیں - گاڑی برقی موٹر سے چلتی ہے - یہ گاڑی باقاعدہ اسٹیشنوں پر ادھر اُدھر سب جگہ حرکت کرسکتی ہے - موٹر گاڑیوں کے مسافروں کے بیٹھنے کے لئے ایک خاص جگہ مہیا کی گئی اس سکیم سے مستقبل میں بڑے بڑے شہروں کو ملانے کی تجویز کی جارہی ہے ـــ بوز ایلین اپلائیڈ ریسرچ انکارپوریٹیڈ کے ایک پراجکٹ انجینیر نے بتایا کہ بین بحروں بحر اوقیانوس کو پار کرنے کے لئے ۱۵۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چلنے والے جہاز تیار کئے جائیں گے جو پانی سے چند فٹ اوپر اڑسکیں گے - برطانیہ کی طرف سے اس سال ایک ایسی کشتی تیار کی جائے گی جو تین ہزار پونڈ وزن لیکر ۸۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے رود بار انگلستان کو عبور کرسکے گی -

نظامت اطلاعات و تعلقات آندھرا پردیش کی اطلاع کیلئے

مرکزی وزیر صاحب اطلاعات و نشریات کا بیان ہے کہ اخبار کے سیاسی خیالات کو بنیاد بنا کر اشتہارات دیئے جانے کی شکایت غلط ہے - اشتہارات کی اجرائی کے سلسلہ میں حکومت کا بڑا مقصد یہ ہے کہ علاقائی زبانوں کے اخبارات خاص طور پر چھوٹے اخبارات کو زیادہ سے زیادہ اشتہارات دیئے جائیں

غزوۂ اُحد!

از محترمہ سعید النساء بیگم صاحبہ اہلیہ بنت مولوی محمد امداد علی صاحب انصاری مرحوم متعلقہ اراسیٹ نواب سالار جنگ مغفور

بنی ہاشم اور بنی اُمیہ کے درمیان ابتدا سے مخالفت چلی آتی تھی۔ ایمان اور نیک عمل کی وجہ سے ان کے مدارج بڑھتے گئے تو مخالفین کی دشمنی وعداوت میں بھی اضافہ ہوتا گیا سنہ ۳ ہجری میں سرور کائنات سے جنگ کرنے کے ارادہ سے ابوسفیان پانچ ہزار مشرکین کی فوج لیکر مکہ معظمہ سے نکلا کوہ احد کے نزدیک جو مدینہ طیبہ سے قریب ہے اپنا مقام کیا۔ رسالتمآب کو جب یہ خبر ملی تو آپ ایک ہزار کی جمعیت لے کر مدینہ سے روانہ ہوئے تین سو منافق راستہ میں آپ سے علیحدہ ہوگئے سات سو آدمی ہمرکاب تھے دوسرے روز ماہ شوال کی گیارہ تاریخ کو ہر دو لشکر آراستہ ہوکر جنگ کا آغاز کیا گیا۔ اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالبؑ اور حضرت حمزہ ابن عبد المطلب کے حملوں سے کفار کی ہمت پست ہوگئی۔ اور وہ میدان جنگ چھوڑ کر فرار ہونے لگے مسلمانوں کو فتحیاب ہونے کا یقین ہوگیا تھا مگر پھر لڑائی کا رنگ بدلا۔ پیغمبر خدا نے مسلمانوں کی حفاظت کے لئے تیراندازوں کو کوہ احد کے درہ پر متعین کیا تھا جب کفار بھاگنے لگے تو اُن کو غلط فہمی ہوئی کہ لڑائی ختم ہوگئی مال غنیمت کی لالچ میں اپنے مقام کو چھوڑ کر کفار کا تعاقب کرنے لگے ان کے افسر عبداللہ ابن جبیر نے روکا مگر ان لوگوں کو کچھ اثر نہ ہوا خالد بن ولید فوج کے ساتھ درہ کے پیچھے ٹھیرا ہوا تھا موقع غنیمت سمجھکر مسلمانوں پر حملہ کردیا۔ اہل اسلام پر اچانک عقب سے جو حملہ ہوا تو وہ پریشان ہوکر وہاں سے چلے گئے ہر چند آنحضرتؐ نے روکا مگر کوئی پلٹ کر بھی نہ دیکھا ان کو رسول اللہ سے مقابلہ میں اپنی جان عزیز تھی۔ آنحضرتؐ کے چچا حضرت حمزہؓ شہید ہوگئے اور آپ زخمی ہوکر گر پڑے کفار نے مشہور کردیا کہ پیغمبر خدا قتل ہوگئے آپ کے نزدیک حضرت علیؑ ابودجانہ اور سہل بن حنیف کے سوا کوئی نہیں تھا ہشام بن امیہ ایک دستہ فوج لیکر حملہ آور ہوا شیر خدا اس کا کام تمام کردیا اس کے ساتھی متفرق ہوگئے اس کے بعد بشر ابن مالک کی ماتحتی میں ایک دستہ فوج کا آنحضرت کی طرف بڑھا اسد اللہ الغالب نے ان سب کا خاتمہ کردیا جبرئیل اسوقت موجود تھے شیر خدا کی دلاوری وجان نثاری دیکھ کر پیغمبر خدا سے کہنے لگے کہ آپ کی حمایت میں حضرت علی کا عمل ایسا ہے کہ اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ یہ سنکر آپ نے ارشاد فرمایا کہ لاریب کیوں نہ ہو وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں جبرئیل امین نے کہا کہ میں آپ دونوں سے ہوں۔

سرور کائنات نے فرمایا اے علیؑ تمہاری مدح میں فرشتے کہہ رہے ہیں لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار۔ یہ سنکر پیغمبرؐ کے جان نثار بھائی نے سجدۂ شکر بجالایا۔

وہ مسلمان جو جنگ سے گھبرا کر پہاڑ کے درّوں

میں پوشیدہ ہو گئے تھے شیر خدا کی جانبازی و دلاوری کی کیفیت معلوم کرتے واپس ہوئے اور آنحضرت کے گرد جمع ہونے لگے۔ ابو سفیان ایک بلند اونٹ پر سوار ہو کر دریافت حال کے لیئے نکلا۔ مسلمانوں کے ساتھ سرور عالم کو زندہ دیکھ کر اس کو حیرت ہوئی اپنے قیام گاہ کو واپس ہوا اور کہلا بھیجا کہ آیندہ بھی ہم مقابلہ کریں گے۔ اس کے بعد ساتھیوں کو لے کر مکہ روانہ ہو گیا۔

پیغمبر خداؐ نے امیرالمومنین کا ہاتھ پکڑ کر تمام مسلمانوں کے سامنے فرمایا کہ اے ابوالحسن اگر تمام خلقت کے ایمان میزان کے ایک پلہ میں اور تمہارے روز احد کے اعمال دوسرے پلہ میں رکھے جائیں تو تمہارے اعمال والا پلہ ہی بھاری ہو گا۔ رب العالمین اور ملائکہ مقربین آج تمہارے اعمال پر فخر و مباہات کرتے ہیں۔ بہشت اور اس کی سب چیزیں تم کو نگاہ شوق سے دیکھ رہی ہیں اللہ تعالیٰ تم سے راضی و خوش ہوا اس کا صلہ بروز قیامت تم کو ایسا عطا کرے گا کہ انبیا و مرسلین، شہدا و صادقین غبطہ کریں گے

آنحضرتؐ کے قتل کی خبر مدینہ منورہ تک پہونچی جناب سیدہ صلوٰۃ اللہ وسلام علیہا یہ خبر سنکر بے تاب ہو گئیں اور حالت اضطراب میں احد کی جانب روانہ ہوئیں مدینہ کی چند عورتیں آپ کے ساتھ ہو گئیں۔ راہ میں ایک عورت ملی جو مقتول عزیزوں کی لاشیں اونٹ پر رکھ کر مدینہ کی طرف آ رہی تھی۔ جناب سیدہؑ نے اس کا نام پوچھا اور والد بزرگوار کی کیفیت دریافت کی اس نے کہا کہ میرا نام ہند ہے آپ کے بابا بفضل خدا خیریت سے ہیں۔ علی مرتضیٰ کے ہاتھ پر خدا نے فتح دی۔ مشرکین مکہ شکست کھا کر فرار ہو گئے۔ یہ خوشخبری سنکر جناب سیدہ کو اطمینان ہوا ہند سے آپ نے پوچھا کہ اونٹ پر کیا لیجا رہی ہو؟ اس نے کہا کہ شوہر بھائی اور بیٹے کی لاشیں ہیں جو پیغمبر خدا کی نصرت میں کفار کے ہاتھوں شہید ہوئے ایک عورت کے لیئے قریب ترین عزیزوں کا بیک وقت مارا جانا بہت بڑی مصیبت ہے مگر جب سرور عالم کا سایہ ہمارے سر پر قائم ہے تو مجھے ان کے مرنے کا غم نہیں ایک روز مرنا ہی ہے اس سے بہتر کونسی موت ہو سکتی ہے کہ جہاد میں رسول اللہ کی نصرت میں نصیب ہو خدا ان کو سلامت رکھے کہ ہمارے ماں باپ سے زیادہ ہم پر شفیق و مہربان ہیں۔

جناب معصومہ نے اس مومنہ کے ایمان پر تحسین و آفرین کر کے اس کے حق میں دعائے خیر فرمائی جب آپ کوہ احد کے قریب پہنچیں اور آنحضرت کو معلوم ہوا کہ سیدۂ کونین آ رہی ہیں تو آپ میدان سے پہاڑ کے گوشہ میں تشریف لائے تمام اصحاب وہاں سے ہٹ گئے سیدہ کو دیکھ کر آپ استقبال کے لئے آئے اور سینہ سے لگا لیا۔ آنحضرتؐ کے دو دندان مبارک شہید ہو گئے تھے اور زخموں سے خون جاری تھا۔ یہ حالت دیکھ کر جناب سیدہ سے ضبط نہ ہو سکا رونے لگیں تو آپ نے تسلی دیکر فرمایا خدا کا شکر کرو کہ تم نے میرے قتل کی خبر سنی تھی مگر مجھے زندہ پایا اس کے بعد علی مرتضیٰ پانی لے آئے فاطمہ زہراؑ نے خون صاف کر کے ریشم جلا کر اس کی راکھ زخم میں بھر دی

جس سے خون کی روانی موقوف ہوگئی جب اس کام سے فارغ ہوئیں تو امیرالمومنین نے اپنی تلوار صاف کرنے کے لیئے دی۔ سرورؐ عالم نے فرمایا کہ اے فاطمہ تمہارے شوہر نے اسلام کا حق ادا کردیا کفار قریش کو مارا اور اسلام کو قائم کیا۔ اس کے بعد آنحضرتؐ نے شہدائے احد پر نماز پڑھی اور دفن کرتے فرمایا کہ میں ان لوگوں کے با ایمان مرنے پر گواہ ہوں صحابہ نے کہا یا رسولؐ اللہ کیا وہ لوگ ہمارے بھائی نہیں ہیں جس طرح ہم اسلام لائے اور جہاد کیا اسیطرح انہوں نے بھی اسلام قبول کیا اور جہاد کیا آپنے فرمایا کہ ان لوگوں نے اپنی محنت و مشقت کا صلہ لذات دنیا سے کچھ نہیں پایا معلوم نہیں کہ تم میرے بعد کیا کیا حادثات کرو گے یہ سنکر وہ رونے لگے اور کہا کہ آپ کے بعد ہم سے کیا ایسے افعال سرزد ہوں گے۔

جنگ احد کے روز ہی تمام صحابہ نے آسمان سے تکبیر کی آواز سنی اور کوئی کہہ رہا تھا کہ نہیں ہے علیؑ کے جیسا کوئی جوان مرد اور نہیں ہے کوئی تلوار مثل ذوالفقار کے اسی دن جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی مرتضیٰ کی مدح میں نادعلی کی بشارت پائی۔

نادِ علی مظہر العجائب | تجدہُ عوناً لکَ فی النوائب
کل ھمٍ و غمٍ سینجلی | بولایتکَ یا علیؑ یا علیؑ یا علیؑ

تقریباً چودہ سو برس سے مسلمانوں کی زبان پر مصیبت و تکلیف کے وقت جاری ہو جاتی ہے۔ اور اکثر لوگوں کی حاجتیں اس کے ورد سے برآتی ہیں اس جنگ میں علی مرتضیٰ زخمی بھی ہوئے تھے۔ مگر آپ کے استقلال و ہمت نے زخموں کی کچھ پروا نہ کی، تنہا ہو کر بھی ایسی نازک حالت میں اعانت اسلام اور حفاظت رسولؐ پر کمر ہمت باندھی اور متواتر فوج کفار سے مقابلہ کرکے دلیری اور جوانمردی کے جوہر دکھائے کہ مشرکین کو پھر مقابلہ کرنے کی ہمت نہ رہی مثل آپ کے اسلام کسی کی حمایت ونصرت کا ممنون نہیں ہو سکتا۔

کیا یہ صحیح ہے؟

عہدہ داران سالار جنگ کی توجہ کیلئے

بارہ دری سالار جنگ کے عقبی حصہ کو گزشتہ سال دوکانات آتشبازی کے قیام کے لئے (۳۶۰۰) روپیے میں کرایہ پر دیا گیا تھا۔ لیکن اس سال اس مقام کا ہراج نہ کرکے صرف (۶۰۰) روپیہ کرایہ پر دیا گیا ہے۔ جب کہ ایک دوسرے تاجر نے اسی زمین کیلئے (۲۴۰۰) کا آفر کیا تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی ساتھ اس کی یہ بھی استدعا تھی کہ اگر میرا آفر قبول نہیں تو حسب سابق ہراج کرایا جائے میں ہراج میں بولی لگانے کیلئے تیار ہوں لیکن اس آفر کو قبول نہیں کیا گیا۔ اور اپنے ایک مزید سلسلہ میں سنا جو کو ایک سو تیس (۱۳۰) روپیہ میں دیا گیا۔ اگر یہ واقعہ صحیح ہے تو ورثا و اسٹیٹ کا یہ کہنا حق بجانب ہے کہ اسٹیٹ کے موجودہ ارباب بست وکشاد قابل اعتماد نہیں۔

گلشن اطفال



شاعری

از سیدہ طاہرہ بیگم

بچو! شاعری کے معنی ہیں شعر گوئی یعنے شعر کہنا شعر کے معنے لغت میں جاننے اور دریافت کرنے کے ہیں اصطلاح میں شعر اس موزوں کلام کو کہتے ہیں جو بالقصد یعنے ارادہ سے ساختہ کہا جائے۔ جو کلام کسی ارادہ کے بغیر موزوں ہو جائے تو وہ شعر نہیں ---

بچو! محقق طوسی خواجہ نصیر الدین اپنی کتاب "رسالہ عروض" میں لکھتے ہیں کہ سب سے پہلے سعرب بن قحطان نے عربی زبان میں قصیدہ موزوں کر کے ایک محفل میں پڑھے تھے۔ چونکہ قبل ازیں ایسا موزوں کلام کہا اور سُنا نہیں گیا۔ اس لئے لوگوں نے سعرب سے پوچھا کہ تونے ایسا موزوں اور منظم کلام کہاں سے پایا؟ یعرب نے کہا کہ میں نے اسے "شعور" سے پیدا کیا۔ چونکہ کلام موزوں شعور سے پیدا ہوا تھا اس لئے اس کا نام "شعر" اور شعر کے کہنے والے کو "شاعر" کہنے لگے ہیں۔

بچو! سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے سُریانی زبان میں شعر کہا تھا جو قابیل کا مرثیہ تھا۔ چنانچہ صائب تبریزی کہتے ہیں ---

آنکہ اول گفت آدم صفی اللہ بود

بچو! شعر و شاعری کے بارے میں سرور کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حدیث شریف ہے۔

شعر میں حکم ہوا ہے موعظہ ہے اور شعراء خدا کے شاگرد ہیں۔

اس حدیث کی روشنی میں کوئی مستحسن عمل ہے بشرطیکہ شعر خدا کی سپاس، رسول اکرم اور اس کے ائمہ طاہرین کی منقبت کیا ہو۔ اگر شاعری فعل عبث ہوتی تو ہمارے

زرین اقوال

جو کچھ خدا کو منظور ہوگا وہ ہو کر رہے گا کسی کو کوئی روک نہیں سکتا

(سرکار حق آگاہ)

پیارے رسول حسان بن ثابت کے کلام میں اصلاح اور ان کی شعر گوئی کا صلہ عطا کرتے۔ حسان بن ثابت ہمارے پیغمبرؐ کے مداحوں میں سے تھے۔ ان کے ایک قصیدہ میں "استولت" کا لفظ آیا تھا جس کو حضور مرتبت نے "شیوف اشیدت" سے بدلا اور حسان کو شعر گوئی کا صلہ عطا فرمایا۔ اگر شاعری بری ہوتی تو حضرت علیؑ خاتون جنت حضرت فاطمہؑ اور امام حسینؑ شعر نہ کہتے۔ حضرت علیؑ کے قصائد کا دیوان موجود ہے۔ حضرت فاطمہؑ کا یہ شعر

صُبّت علیّ مصائبٌ لو انّھا
صُبّت علی الایام صرن لیالیا

بچو! صواعق محرقہ میں امام حسین علیہ السلام کے اشعار اور رجز ہیں۔ امام حسین علیہ السلام کے ایک شعر کا ترجمہ ہے —

"ذلت کی زندگی سے عزت کی موت بہتر"

بچو! امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جس نے ہم اہلبیتؑ کی شان میں ایک بیت (شعر) بھی کہا خدا نے جنت میں اس کے لئے اس بیت کے عوض ایک بیت (گھر) بنایا

بچو! اعلیحضرت حضور نظام بڑے پایہ کے شاعر ہیں۔ آپ نے دل میں جو آتا ہے وہ نوک زباں پر آتا ہے۔ اور نوک زبان سے نوک قلم پر آتا ہے اور نوک قلم سے صفحہ قرطاس (کاغذ) پر آتا ہے۔ آپ کی شاعری اور دُرد کی حس آدمی کے جذب ہوش بیان کی تعریف میں آتے ہیں۔ امام الفن

استاد السلطان نواب فصاحت جنگ جلیل شعراء ہند کی طرف سے اعلیحضرت کی خدمت میں سلطان الشعراء کا لقب پیش کیا تھا۔ شاعر خدا کے شاگرد ہیں کی حدیث نبوی اعلیحضرت حضور نظام پر صادق آتی ہے۔ اعلیحضرت حضور نظام کا ہر شعر معرفت الٰہی اور ولائے علیؑ میں ڈوبا ہوتا ہے۔ اعلیحضرت کی فارسی غزلیں ہو یا اردو ان میں حضرت علیؑ اور ائمہ اطہار کی مدح و منقبت ضرور ہوتی ہے۔ ایسے ہی کلام کے بارے میں مصحف ناطق امام جعفر صادقؑ نے ارشاد فرمایا کہ روز قیامت ہر بیت کے عوض میں اللہ ایک بیت جنت میں عطا کرے گا۔

بچو! ہمارہ سلام حضور نظام مطبوعہ شیر عالم پریس حیدرآباد پڑھو۔ اور اس کے سمجھنے کی کوشش کرو۔ حضور نظام کا کلام مودت النساء سمجھنے کیلئے علم و ادبیت کی ضرورت ہے

آیۃ اللہ آقائے بروجردی

بہر بہار گُل از زیر گِل بر آرد سر
گُلی برفت کہ ناید بصد بہار دگر

۱۳ شوال المکرم کی شام کو جب بی۔بی۔سی لندن نے آیت اللہ العظمیٰ حضرت آقای حاجی سید حسین بروجردی طاب ثراہ کی خبرِ وفات نشر کی تو سارے عالم اسلام میں ایک تہلکہ مچ گیا۔ مرکزِ علوم یعنے "قم" سے مسلسل تار اور ٹرنک کال سے استفسارات شروع ہوگئے گویا ہر دل کہہ رہا تھا کہ

بحق پناہ برم کین خبر بناشد راست
بہ حیرتم کہ چہ گونہ چساں کنم باور

مگر بدنصیبی سے یہ خبر صحیح نکلی۔ آیت اللہ العظمیٰ نے بعارضۂ قلب ۸۹ سال کی عمر میں انتقال فرمایا ہزارہا علماء اور طلاب نوحہ کناں قم میں جمع تھے۔ حکومت کے ہر شعبہ کا کام تین دن کیلئے بند کر دیا گیا۔ کاظمین، بغداد، کربلا، نجف، کوفہ، تہران، قم، مشہد، شیراز۔ بمبئی۔ لکھنو۔ دہلی۔ کلکتہ۔ کابل، لاہور، کراچی۔ قاہرہ، شام، لندن، برلن، فلسطین۔ شرق اور دن کی خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان مقامات پر علمی اور اسلامی حلقوں میں جب یہ خبر پہنچی تو رنج و غم کی ایک لہر دوڑ گئی۔ ممالک اسلامی کی نشر گاہوں نے اپنے پروگرام بطور اظہار غم ملتوی کر دیئے۔ اخباروں میں یہ خبر جلی سرخیوں سے شائع کی گئی۔ تعزیتی قرار دادیں پاس کی گئیں۔ فاتحہ خوانی کی مجلسیں ہوئیں۔ علماء دکن میں ممتاز الافاضل حضرت آقای سید اسد اللہ رشتی نجفی اور سید الواعظین آقای سید شاہ عباس منصوری آل یٰسین نے اپیل کی ہے کہ ۱۳ شوال المکرم کو پورے حیدر آباد میں یوم غم منایا جائے انجمن اتحاد ایرانیان دکن نے آقای حسین ضابطی کی قیامگاہ پر ۱۳ شوال المکرم کو اپنے کاروبار صبح کے وقت بطور اظہار تعزیت بند رکھنے کا تصفیہ کیا۔ علمی دنیا کا یہ وہ نقصان عظیم ہے جس پر سالہا سال ماتم کیا جائے تو کم ہے۔

آگاہی برائے صمصام شیرازی مدیر شیراز ہفتہ وار

فرمایا نذری باغ کے مضامین کی اشاعت شیراز میں کم و بیش دو ہفتہ تک ملتوی رہیگی۔

اس ہفتہ کی اشاعت کے بعد کیونکہ میں دوسرے اہم کاموں کی تکمیل میں معروف ہوں۔ جس میں لیلےا بیگم کا آپریشن پہلے ہفتہ اپریل ۱۹۶۱ء میں فرنانڈز کی کلینک میں ہونے والا ہے۔ جو اپنی نوعیت کا سنگین ہے۔ یعنے مشتبہ کیانسر سینہ میں۔ لہذا علاوہ یہاں کے قابل سرجنوں (SERIOUS) اور ڈاکٹروں کے ڈاکٹر بالیگا مشہور سرجن بمبئی سے آنے والے ہیں۔

نظر بر آں مناسب سمجھا کہ چند سطور لکھکر آئندہ کی غلط فہمیوں کا ازالہ کروں کہ کیوں اشاعت مضامین نذری باغ ملتوی رہی ہے و بس۔

زیادہ امید ہے کہ مریضہ پر فضل ہوگا اور آپریشن کا نتیجہ کامیاب ثابت ہوگا۔ انشاءاللہ۔

(آمدہ از نذری باغ) مرقوم ۲۳ر مارچ ۱۹۶۱ء

مجلس عزاء ۲ر اپریل کو عصر کے ۵ بجے منجانب انجمن اتحاد ایرانیان دکن مجلس عزاء برائے ایصال ثواب آیت اللہ العظمیٰ مقرر ہے شرکت کی عام اجازت ہے۔

عشائیہ

حیدرآباد۔ ۳۰ر مارچ۔ آج رات کے ۸ بجے مدینہ ہوٹل کے بالائی حصہ میں آقای سید حسین علوی جنرل سکریٹری انجمن فتوت یزدیان شیعہ اثنا عشری بمبئی، آقای سید حسین رئیس حسینی لنب (بمبئی) آقای مہر علی گل افشان (بمبئی) کے اعزاز میں منجانب آقای حسین ضابط ایک پر تکلف عشائیہ ترتیب دیا گیا تھا۔ جس میں ممتاز الافضل آقای سید اسد اللہ رشتی، سید ابوالعظیم آقای سید عباس شاہ منصوری، آقای محمد حسین دشتی، آقای سید علی رضا وزیری، آقای عبدالصمد شکیبائی، آقای اسد اللہ یاوری، آقای حاجی حسین جوکار، آقای جلال شریفی، آقای شہباز یان، آقای سید حمزہ، آقای رستم کیانی، آقای سید مہدی (اسپیشل فلورل) آقای حسن ہمتی، آقای قنبر علی ہمتی، آقای حسین پارسائیان، آقای عباس علی پارسائیان، آقای ولی اللہ اخوان، آقای محمود مجلسی جناب سید محمد حامد صاحب زیدی معتمد انجمن مالکان ہوٹل مدعو تھے۔

عورتوں کیلئے

شادی شدہ زندگی میں کوئی کیف نہیں رہا

میاں بیوی میں بدمزگیاں کیوں بڑھتی جارہی ہیں؟

(از زبیدہ سلطان صاحبہ دہلوی)

میرے پاس بھائی اور بہنوں اور بھائیوں کے جو خطوط آتے رہتے ہیں ان میں سے زیادہ تر خطوط ایسے ہوتے ہیں جنہیں شادی شدہ عورتوں اور مردوں دونوں ہی نے یہ شکایت کی ہے کہ اُن کی ازدواجی زندگی میں کوئی کیف نہیں رہا۔ ازدواجی زندگی کی بے کیفی کا یہ مرض صرف ہندوستان ہی میں نہیں ہے بلکہ ساری دُنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ چنانچہ حال ہی میں انگلستان کی مشہور مضمون نگار خاتون مسز میک ملر کا ایک مقالہ میری نظر سے گزرا ہے جس میں انہوں نے اسی مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے کچھ ایسی کام کی باتیں کہی ہیں جن سے ہماری بہنیں اور بھائی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ یہ لکھتی ہیں:-

ہماری ازدواجی زندگی میں دن بدن بے لطفی پیدا ہوتی چلی جارہی ہے۔ گو بظاہر میاں اور بیوی ایک دوسرے سے خوش دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہماری ازدواجی زندگی ایک نمائشی زندگی بن گئی ہے جس کی ظاہری صورت کچھ اور ہے اور حقیقی شکل کچھ اور۔"

آگے چل کر اس خاتون نے ازدواجی زندگی کی بے کیفی کا سبب بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:-

"ازدواجی زندگی کی بے کیفی کا بڑا باعث یہ ہے کہ ہماری شادیاں کاروباری شادیاں بن گئی ہیں۔ ہم روحانی مسرت حاصل کرنے کے لئے نہیں بلکہ مادی اغراض کو پورا کرنے کے لئے شادیاں کرتے ہیں۔ عورتیں ایسے مردوں کو تلاش کرتی ہیں جن کے ذریعہ وہ زیادہ سے زیادہ مالی فوائد حاصل کرسکیں اور مرد ایسی لڑکیوں کی جستجو میں رہتے ہیں جو ظاہرہ طور پر خوش جمال ہوں۔ خواہ ان میں باطنی خوبیاں ہوں یا نہ ہوں تاکہ وہ ان سے زیادہ سے زیادہ جسمانی لذت حاصل کرسکیں۔"

اس خاتون کا خیال ہے کہ اگر زمانۂ حاضرہ کی عورتیں اور مرد مادی اور عارضی فوائد کو نظر انداز نہیں کریں گے تو یہ مرض بڑھتا ہی چلا جائے گا۔ چنانچہ لکھتی ہیں کہ

"ہم جب تک شادی کے معاملہ میں اپنا نظریہ تبدیل نہیں کریں گے ہماری معاشرتی زندگی بد سے بدتر ہوتی چلی جائے گی۔ ہم کو مادی فوائد کو نظر انداز کرکے حقیقی فوائد کو مدنظر رکھنا چاہیے۔"

اس خاتون نے جو کچھ کہا ہے اس کی صداقت سے کون انکار کرسکتا ہے انگلستان اور امریکہ کا تو ذکر ہی کیا ہے خود ہمارے ملک میں شادی کے وقت اخلاقی پہلوؤں پر غور کرنے کی کوئی ضرورت نہیں سمجھی جاتی اور اخلاقی پہلوؤں سے کہیں زیادہ مادی اور ظاہری پہلوؤں پر غور کیا جاتا ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ شادی کے چند ماہ گزرنے کے بعد ہی میاں بیوی میں بے کیفی پیدا ہونے لگتی ہے۔ یہی آج سے پچاس سال قبل کی شادیوں میں اور زمانۂ حاضرہ کی

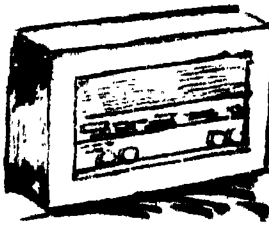
کی شادیوں میں بڑا فرق ہے۔ آج سے پچاس سال قبل ہمارے ملک میں جو شادیاں ہوتی تھیں ان شادیوں میں لڑکے اور لڑکی کے اخلاقی پہلو اور باطنی خوبیوں پر زیادہ نظر رکھی جاتی تھی۔ اور بڑے بوڑھے اپنی اولاد کی شادیاں کرتے وقت لڑکوں کے کردار اور لڑکیوں کی سلیقہ مندی اور پاکیزگی پر زیادہ نظر رکھتے تھے۔ لیکن آج یہ بات نہیں ہے۔ آج ایسے لڑکوں کو زیادہ پسند کیا جاتا ہے جو خوشحال ہوں۔ خواہ ان کا کردار کتنا ہی پست کیوں نہ ہو اور ایسی لڑکیوں کو ترجیح دی جاتی ہے جو ظاہری حسن سے مالا مال ہوں۔ خواہ ان میں باطنی خوبیاں اور سلیقہ مندی ہو یا نہ ہو۔

اور سب سے بڑھ کر تو یہ ہے کہ آج کل زمانے میں لڑکیاں اور لڑکے اپنی پسند کی شادیوں کے بہت زیادہ دلدادہ دکھائی دیتے ہیں۔ چنانچہ اب ہمارے ملک میں بھی عشق و محبت کی شادیاں ہونی شروع ہو گئی ہیں۔ جن کی بنیاد محض سطحی جذبات پر رکھی ہوئی ہوتی ہے اور جب یہ جذبات کسی قدر سرد ہو جاتے ہیں تو ایسی شادیوں کے چند ماہ بعد ہی آپس میں بد مزگیاں پیدا ہونے لگتی ہیں۔ یاد رکھئے کہ جن شادیوں کی بنیاد ظاہری باتوں پر رکھی ہوئی ہوتی ہے وہ مشکل ہی سے کامیاب ہوتی ہیں۔ اور بعض اوقات تو طلاق تک نوبت پہونچ جاتی ہے۔ یورپ و امریکہ میں عام طور پر سو میں سے پچاس شادیوں کا انجام طلاق ثابت ہوتا ہے۔ اور اگر ہندوستان بھی برابر مغرب والوں کے نقش قدم پر چلتا رہا تو یہاں بھی جلد یا بدیر یہی کیفیت پیدا ہو جائے گی۔

تجربہ اور مشاہدہ بتاتا ہے کہ صرف وہی شادیاں کامیاب ثابت ہوتی ہیں جن کی بنیاد سودے بازی یا جذبات پر نہ رکھی ہوئی ہو بلکہ شادی کرتے وقت حقائق کو مد نظر رکھا گیا ہو۔ ازدواجی زندگی کو کامیاب بنانے کے لئے ایک بات یہ بھی ضروری ہے کہ میاں بیوی دونوں ہی میں ایک دوسرے کے لئے ایثار اور قربانی کا زیادہ سے زیادہ جذبہ موجود ہو یعنی اگر شوہر میں کوئی کمزوری ہو تو بیوی اسے نظر انداز کر دے اور اگر بیوی میں کمزوریاں دکھائی دیں تو شوہر انہیں طرح دے جائے۔ عام طور پر یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ جن میاں بیوی میں درگزر کا مادہ ہوتا ہے ان کی ازدواجی زندگی بڑی ہی خوشگوار اور پُرکیف ثابت ہوتی ہے۔

مگر اس زمانے میں ایثار اور قربانی کا جذبہ مفقود ہوتا چلا جا رہا ہے۔ کمزوریوں کو نظر انداز کرنے کی بجائے نکتہ چینی کا مرض بڑھ رہا ہے اور باہمی خلوص کی بجائے خود غرضی عام ہے ایسی حالت میں میاں بیویوں کے تعلقات میں کیف اور مسرت کہاں سے حاصل ہو سکتی ہے۔ وہ بہن اور بھائی جو پُرکیف ازدواجی زندگی کے خواہشمند ہیں انہیں اپنے اندر اخلاق کی بلندی ایثار اور قربانی کا جذبہ پیدا کرنا ہوگا۔ کیونکہ اسکے بغیر ازدواجی زندگی کا سچا کیف اور عیش کبھی حاصل نہیں ہو سکتا خواہ گھر میں کتنا ہی عیش کا سامان کیوں نہ موجود ہو۔

روحانی ریڈیو



ناشر مجذوب حیدرآبادی

> یہ عنوان حضرت مجذوب حیدرآبادی کی ملکیت ہے ان کے روحانی مکاشفات کے متعلق ہم کوئی رائے ظاہر کرنے کی جراءت نہیں کرسکتے۔ ناظرین جانیں یا وہ خود۔ روحانی نشریات میں نام مقامات اور واقعات فرضی ہوا کرتے ہیں۔ اگر اتفاقاً مطابقت ہوجائے تو کسی اسم خاص کا خیال نہ فرمایا جائے
> (ایڈیٹر)

ایکنزار نوری میرٹھ ہم روحانی نشرگاہ سے بول رہے ہیں۔ ابھی آپ واعظ قوال سے غزل سن رہے تھے جس کا مطلع تھا کہ

یہی گر روز و شب ہیں اور یہی کچھ زندگانی ہے
گزر جائیں گے جی سے اپنے جی میں ہم نے ٹھانی ہے

اب آئندہ ہونے والے وزیر فینانس شری مرلی موہن مرلی بجائیں گے۔ معاف کیجئے! تقریر فرمائیں گے۔ آپ کی تقریر کا عنوان ہے "بجٹ"

شری مرلی موہن :-

لیڈیز اینڈ جنٹلمن! اس خبر مسرت خیز و غم آمیز کو ہمارے ملک کے چور بازاریوں نے نہایت ہی مسرت کے ساتھ اور صارفین نے نہایت ہی غم و الم کے ساتھ سنا ہوگا کہ ہمارے کارگزار وزیر فینانس نے سال ۶۲-۱۹۶۱ء کا بجٹ تالیوں کی گونج اور آہوں کی خاموشی میں ایوان میں پیش کر دیا۔ جو حسب عمل درآمد قدیم منظور کر لیا گیا۔ یوں تو اس نے بجٹ کے قفس میں وہی اگلے برس کی پرانی تبدیلیاں ہیں۔ لیکن ابھی بار ایک بات غیر متوقع طور پر نئی معلوم ہوئی۔ وہ یہ کہ اب کے بجٹ ایوان میں پیش ہونے سے پہلے یونیورسٹی کے امتحانی پرچوں کی طرح اوٹ نہیں ہوا۔ اس کے برخلاف اتنیک تو یہ ہوتا ہوا آیا تھا کہ بھینس پانی ہی میں رہتی اور سینگوں کا مول ہو جایا کرتا تھا۔ بچہ پیٹ میں اور دھان کھیت ہی میں رہتے اور ادھر مچلے کی تیاریاں شروع ہو جاتیں۔ یعنی بجٹ ایوان میں پیش اور منظور ہونے سے پہلے ہی فاش ہو جاتا۔ اور بلاک مارکٹ کرنے والے سیٹھ تو ندل مل اور سیٹھ پیٹو رام بجٹ کی ایک جھلک دیکھ کر جن اشیاء پر نیا ٹیکس لگایا گیا ہے یا جن اشیاء کی شرح محصول میں اضافہ کیا گیا ہے۔ ان تمام اشیاء کا ذخیرہ کرنے لگتے۔ تاکہ ایک پیسے کی چیز چار پیسے میں فروخت کر کے ایک ہی رات میں ہزار پتی سے لکھ پتی اور لکھ پتی سے کروڑ پتی بن جائیں۔ بہرحال اگر میرے کان دھوکہ نہیں دے رہے ہیں تو اس سال یہ بات کہیں بھی نہیں سنی گئی کہ بجٹ کا راز افشا ہو کر

این ہا ہمہ راز است کہ معلوم عوام است

کی منزل میں آگیا ہو۔ لیکن پھر بھی عدم افشائے راز کی بات دو اور دو چار کی طرح یقین کے ساتھ نہیں کہی جاسکتی۔

کیونکہ یہ بندۂ ہیچ مدان راز کا محرم نہیں ہے ورنہ یہاں کا ہر حجاب "ساز" کا پردہ ہے۔ بقول غالبؔ ؎

محرم نہیں ہے تو ہی نوا ہائے راز کا
یاں ورنہ جو حجاب ہے پردہ ہے ساز کا

کیونکہ ہم جس کو "پردہ دار" سمجھتے ہیں وہی پردہ در نکلتا ہے۔ لوگوں کا گمان کانٹوں پر جاتا ہے لیکن پھول ہی خود رازِ چمن کا افشا کرتے ہیں۔ جیسا کہ ڈاکٹر اقبال نے کہا ہے ؎

بوئے گل لے گئی بیرونِ چمن رازِ چمن
کیا قیامت ہے کہ خود پھول ہیں غمازِ چمن

جب کسی راز کے جاننے والے ایک سے دو ہو جائیں تو پھر وہ راز، راز نہیں بلکہ "معلوم عوام" ہو جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اتنے عظیم ملک کا بجٹ وزیرِ فینانس تنہا کسی تہ خانے میں بیٹھ کر نہیں بناتے بلکہ ان کے ساتھ ان کے کئی مددگار کام کرتے ہیں۔ اور ان مددگاروں میں کا ہر شخص راز کا امین ہوتا ہے اور علمائے نفسیات کے بقول ہر راز فاش ہونے کے لئے ہوتا ہے۔ جب تک کوئی انسان کسی راز کو فاش نہ کر دے اس وقت تک اس کے سینے پر ایک بوجھ رہتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ہر انسان اپنا بوجھ ہلکا کرنا چاہتا ہے اس لئے وہ اپنے سینے کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے اپنے رازداں دوست "A" سے کہتا ہے:۔

بھائی "A" میں ایک راز کی بات کہتا ہوں لیکن خبردار کسی سے نہ کہنا۔ بات یہ ہے کہ نئے بجٹ میں جو ابھی منظرِ عام پر نہیں آیا ہے۔ چھالیہ پر محصول کا اضافہ کیا گیا ہے"۔

اس انکشاف کے بعد "A" صاحب راز کے حامل ہو جاتے ہیں۔ ان کا پیٹ پھول جاتا ہے۔ ان کو اخراج کی فکر ہوتی ہے۔ لہٰذا وہ فوراً اپنے دوست "B" کے پاس پہنچتے ہیں اور "B" کے کان میں آہستہ سے کہتے ہیں:۔

بھائی "B" نئے بجٹ میں چھالیہ کے محصول میں اضافہ ہوا ہے اب چھالیہ کی قیمت بڑھ جائے گی۔ لیکن خبردار یہ بات کسی سے نہ کہنا۔"

یہ راز پاکر "B" صاحب کو گیاس کا دورہ شروع ہو جاتا ہے وہ دباؤ کم کرنے کیلئے اپنی بات دریچہ میں "C" کے پاس پہنچ گیا اور اس طرح بخارات خارج فرماتے ہیں۔

ڈیئر "C" کچھ تمہیں معلوم ہے؟ اس سال کے بجٹ میں چھالیہ پر ٹیکس بڑھ رہا ہے۔ لیکن یہ ایک راز کی بات ہے یہ بات کسی سے نہ کہنا

اس انکشاف کے بعد مس "C" صاحبہ راز کی حاملہ ہو جاتی ہیں۔ اب ان کو وضع حمل کی فکر ہوتی ہے۔ لہٰذا وہ "D" سے لیکر "Z" تک ہر ایک سے یہ راز کہہ دیتی ہیں اور ہر ایک کو تاکید کر دیتی ہیں کہ خبردار یہ راز کسی سے نہ کہنا۔ "Z" کے رشتہ داروں میں چھالیہ کا ایک بڑا بیوپاری ہوتا ہے۔ جب اس کو اس راز کی خبر ہوتی ہے تو وہ راتوں رات مارکٹ سے ساری چھالیہ غائب کر دیتا ہے اور ہمارے ملک کے شوقین لوگ ...... جو سات مسالے والا پان "بنارسی گلوری" مع قوام والا دکنی پان کھانے کے عادی ہوتے ہیں۔ وہ پان میں چھالیہ کی بجائے سپاری کے ...

کی گٹھلیاں اور حضرموت کے کھجور کی گٹھلیاں کھاتے ہیں۔ اور ہمارے ملک کے "ایماندار" بیوپاری آم کے آم اور گٹھلیوں کے دام کا نعرہ لگا کر لکھ پتی سے کروڑ پتی بن جاتے ہیں۔

ہاں تو آمدم بر سر مطلب! معاف کیجئے بر سرِ مطلب۔ میں نے آج صبح آنکھ کھلتے ہی روزنامہ سنسنی پر نظر ڈالی۔ بس آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ وزیر فینانس کی تصویر پر نظر ڈالنے کے بعد جب بجٹ کے اجمال کی تفصیل بن گیا تو معلوم ہوا کہ اس سال کا بجٹ بھی گزشتہ بجٹوں کی طرح انیس روپے آمدنی اور بیس روپے خرچ والا بجٹ ہے جس کے متعلق سعدی شیرازی نے فرمایا ہے ؎

ہرا حوال آنکس بباید گریست
کہ آمد بود نوزدہ خرج بیست

لفظ "بجٹ" اور "بحث" میں "تجنیس خطی" ہوتی ہے لیکن ہمارے یہاں بجٹ اور بحث میں لاحول اور شیطان کا رشتہ ہے یعنی بجٹ اور بحث کبھی یکجا نہیں ہوتے۔ چنانچہ اس سال بھی خسارہ ہزاروں اور لاکھوں میں نہیں بلکہ کروڑوں میں ہیں۔

اینکزار نوری میٹر پر ہم روحانی نشر گاہ سے بول رہے ہیں۔ ابھی آپ شری مرلی موہن کی تقریر سن رہے تھے اب ہمارے نشریات کا وقت ختم ہو گیا ہمیں آئندہ ہفتہ تک کے لئے اجازت دیجئے!

ہفتہ بخیر

شہباز اہل حق کا ترجمان اور صاحبانِ ذوق کا اخبار ہے۔

غزل

از:- محترم جناب مولوی سیّد حامد بن شبیر صاحب چیف جج اسمال کاز کورٹ حیدرآباد

موصوف نے مشاعرہ بزم سعدی منعقدہ
۲۵ر مارچ ۱۹۶۱ء میں یہ غزل پڑھی جو بیحد پسند کی گئی۔
(ادارہ)

داغِ دلِ خود را بہ گلستان چہ فروشم
دُودِ دلم اے ابرِ بہاران چہ فروشم

حالِ دلِ صد پارہ نہ گنجد بہ کتابے
افسانہ بہ دیباچہ و عنوان چہ فروشم

وابستۂ آن زُلفِ گرہ گیر چو کردم
قسمت عوضِ گردشِ دوران چہ فروشم

افتادہ دلِ گم شدہ در چاہِ زنخدان
این یوسفِ خود را سرِ کنعان چہ فروشم

دانستہ خریدم چو جنوں در عوضِ ہوش
من حلقۂ زنجیر بہ زندان چہ فروشم

چون آمدہ لب بستہ و سر خویش بہ سرِ دار
رازِ دلِ ناکردہ گناہان چہ فروشم

آن چیز کہ نامند خرد مکر و فریبے
ادراک بہ پُرکاریِ پیران چہ فروشم

این حاصلِ تجربت کہ درمان شدہ دردے
دیگر طلبم وصل و درمان چہ فروشم

خود آبِ حیات است اجل کشتۂ غم را
جان را بہ غمِ چشمۂ حیوان چہ فروشم

حاصل چو تجلّی است ز انوارِ حقیقت
معنیٰ عوضِ صورتِ امکان چہ فروشم

طے بیع و شری گشتہ چو با رحمتِ باری
عصیان بہ سرِ پلّۂ میزان چہ فروشم

انسان پرستی کہ بُود مذہب و ایمان
مذہب بدہم نام و ایمان چہ فروشم

جز سورۂ مومن نہ چہ خوانم زِ منافق
بر جزوِ محض جملہ قرآن چہ فروشم

حامد چو خریدارِ دل است آن شہ خوبان
سودائے رخش را بہ نگاران چہ فروشم

یہ سائنس کی دُنیا

غباروں کی پرواز سے اہم خلائی اسرار کے اِفشا کا اِمکان!

حیدر آباد کے نزدیک بیگم پیٹ ہوائی اڈے سے امریکہ اور ہند کی طرف سے غبارے چھوڑنے کا پروگرام مشترکہ طور پر شروع کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں گزشتہ ۱۳ ار مارچ کو ایک غبارہ چھوڑا گیا۔ چھاتے کی شکل کا یہ چمکدار غبارہ جب صبح کے وقت داغا گیا تو وہ آہستہ آہستہ آسمان کی طرف بڑھا۔ چند منٹوں کے اندر ہی وہ ایک چھوٹے سے نیم شفاف دھبے کی مانند دکھائی دینے لگ گیا جس میں بھاری آلوں کے اس پیکٹ کا کوئی نشان نہیں دکھائی دے رہا تھا۔ جو اس نے اٹھا رکھا تھا۔ ہیلیم گیس سے بھرا ہوا یہ پلاسٹک کا غبارہ ایک منٹ میں ... ے فٹ کی رفتار سے چلتا ہے۔ سوموار (۱۳ مارچ) کی صبح کو داغے جانے کے بعد جب یہ تقریباً ۷۵ ہزار فٹ کی بلندی پر پہنچ گیا تو اُسے چند گھنٹے تک ہوا میں ہی تیرنے کی ہدایت کی گئی جس کے بعد وقت مقررہ پر آلات کا پیکٹ کٹ کر نیچے گر پڑا۔ یہ تمام کام اس وقت انجام دیا جاتا ہے جب غبارے کو دوربینوں اور برقیاتی مشینوں سے مسلسل نگرانی میں رکھا جاتا ہے۔ ایک ہلکا ہوائی جہاز اس کا پیچھا تلاش کرنے کے لئے روانہ ہوتا ہے تاکہ اس گشتی ٹرک کو اس جگہ کا راستہ دکھایا جا سکے جہاں آلوں کے پیکٹ کا پیرا شوٹ سے اترنے کا امکان ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ زمین پر ایک ریڈیائی سگنل موصول اور نشر کرنے والا مرکز غبارے ہوائی جہاز اور ٹرک سے رابطہ قائم رکھتا ہے۔ آلوں کے پیکٹ کی شکل اور بعض اوقات نا معلوم مقامات پر سرگرمی سے کھوج کی جاتی ہے اور آخیر میں وہ تقریباً ۳۰ میل کی دوری پر جا ملتا ہے۔ نواحی علاقوں کے لوگ اس کی کھوج میں مدد دیتے ہیں اور غبارے سے گرے ہوئے آلوں کے پیکٹ کا جو شخص سب سے پہلے سراغ لگاتا ہے اُسے علامتی تحفہ دیا جاتا ہے۔ امریکی ہوائی فوج کی تحقیقی لیبارٹریوں سے ڈاکٹر کرسچین ای مینگ کے بیان کے مطابق پیکٹ کی برآمدگی فضائی مطالعہ سے متعلق غباروں کی پرواز کے ڈرامے کا صرف پہلا ایکٹ ہے۔ ڈاکٹر مینگ جنہوں نے ہندوستانی سائنسدانوں کے ساتھ ملکر حیدر آباد میں امریکی غباروں کی پرواز کا پروگرام شروع کیا ہے حال میں اس شہر میں پہنچے تھے تاکہ موقعہ پر سائنسی پہلوؤں کا مشاہدہ کر سکیں۔ اس پروگرام پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر مینگ نے کہا ہے کہ

مختلف آلات سے جس غباروں کو چھوڑ کر ہم سمیتکا اور قدرتی ہوائی کروں کے تمام عناصر کی کھوج کرنا چاہتے ہیں۔ مثال کے طور پر سوویات کو چھوڑے گئے غبارے میں ایک فلٹر آلہ تھا جس کا مقصد ہوائی کرہ میں مٹی کے ذرّوں کو فراہم کرنا تھا۔ چنانچہ اس کے بعد دوسرے آلات اوزون۔ ذرّوں کے اجتماع اور مختلف سطحوں پر پانی کے بخارات سے متعلق تحقیق و مطالعہ کریں گے۔ اس جرمن نژاد امریکی ماہر موسمیات اور ارضیات و طبیعیات کے بیان کے مطابق استوائی خطے کی یہ اڑانیں بالائی کرہ ہوائی کی گردش کی واضح تصویر پیش کرنے میں نہایت اہم ثابت ہو سکتی ہیں۔ یہ بات بڑی اہمیت کی حامل ہے کیونکہ ایٹمی راکھ کی تقسیم پر فضائی گردش کا جتنا کنٹرول کرتی ہے اتنا ایٹمی تجربوں کا بلندی اور عرض بلد نہیں کرتے۔ اس سلسلے میں اس سے پہلے امریکہ میں بھی تجربے ہو گئے تھے۔ لیکن ان سے فضائی گردش کی کوئی تصویری ثابت نہیں ہو سکی تھی۔ چنانچہ تجربوں کا موجودہ سلسلہ شروع کیا گیا ہے اس سے ان مسئلوں کے متعلق کچھ سراغ مل سکتا ہے۔ امریکی سائنسدانوں کا بیان ہے کہ وہ خوش قسمت ہیں کہ اس فضائی تحقیق و مطالعہ سے متعلق ٹاٹا انسٹی ٹیوٹ (بمبئی) کے پروفیسر ایم۔ جی۔ کے مینن، طبیعیاتی، تحقیقی تجربہ گاہ (احمد آباد) کے پروفیسر کے آر راما ناتھن اور ہندوستانی شعبۂ موسمیات کی رصد گاہ (نئی دہلی) کے ڈائریکٹر جنرل ڈاکٹر پی۔ آر کرشنا راؤ جیسے ہندوستانی سائنسدانوں کا تعاون حاصل ہے۔

سمندر کے فرش کے نیچے ۳۴۰۱ فٹ لمبا سوراخ کیا گیا!

زمین کے اندرونی قشر میں زمانۂ قدیم سے چھپے ہوئے رازوں کی کھوج کرنے والے سائنسدان اُن جوابات کے ایک قدم اور نزدیک آ گئے ہیں جن کی انہیں تلاش ہے وہ جس منصوبے کے تحت کام کر رہے ہیں اس کا نام ہے "پراجیکٹ موہول" یہ منصوبہ نیشنل اکیڈمی آف سائنسز کی طرف سے عمل میں لایا جا رہا ہے۔ اس کے تحت ڈرلنگ کا ریکارڈ قائم کر کے بحر اوقیانوس کے فرش سے مٹی وغیرہ کے نمونے حاصل کئے گئے ہیں۔ کیلی فورنیا کے ساحل کے نزدیک ایک جہاز سے سطح سمندر سے ۱۳۰۴۰ فٹ نیچے سمندر کے فرش میں ۳۴۰۱ فٹ لمبا سوراخ کیا گیا ہے۔ اس سے پہلے جو ڈرلنگ کی گئی تھی اس سے ریت اور مٹی کی آٹھ پرتوں کا پتہ چلا تھا۔ سمندر کے فرش سے ۶۰۷ فٹ نیچے ایک پرت کا سراغ لگا تھا جو گھونگوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں پر مشتمل تھی۔ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ پانچ لاکھ برس سے چلی آ رہی ہے۔ ماہرین ارضیات کا یقین ہے کہ سمندر کے نیچے کی پرتوں میں ۳۔ ارب ۵۰ کروڑ برس کی زندگی کا اچھوتا ریکارڈ موجود ہے (واضح رہے کہ زمین کو وجود میں آئے ہوئے ساڑھے تین ارب برس ہو چکے ہیں) ڈرلنگ سے پہلے جو نمونے حاصل کئے گئے تھے ماہرین ارضیات انہیں ایک بڑا "نامہ" بیان کرتے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ اگر ڈرلنگ جاری رہی تو سائنسدان زمین کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کریں گے جو خیال ہے کہ سطح سمندر سے کئی میل نیچے ہے۔

خلائی تحقیق کا نیا مرکز!

امریکہ میں خلائی اسرار و تی کی کھوج کرنے اور اس طرح حاصل شدہ معلومات کو پُرامن مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی کوششیں جاری ہیں۔ اس سلسلے میں پچھلے دنوں گرین بیلٹ (میری لینڈ) میں گوڈارڈ خلائی پرواز کا مرکز قائم کیا گیا ہے جس کا نام امریکی سائنسدان ڈاکٹر رابرٹ ایچ گوڈارڈ کے نام پر رکھا گیا ہے جنہوں نے ۳۵ برس پہلے دنیا کا پہلا سیال ایندھن راکٹ داغا تھا۔ یہ مرکز ۵۵۰ ایکڑ زمین پر قائم کیا گیا ہے اور اس پر ۲ کروڑ ۸۰ لاکھ ڈالر کی لاگت آئی ہے۔ مرکز موسمیاتی اور پیغام رساں مصنوعی سیاروں کے استعمال سے خلائی تحقیق و مطالعہ انجام دے گا۔

ائرکنڈیشنڈ لباس!

ویسٹنگ ہاؤس الیکٹرک کارپوریشن اور امریکی بحریہ کے سائنسدانوں نے ایک ایسا تجرباتی لباس تیار کیا ہے جسے پہن کر انسان کو نہ ہی قطب شمالی کی سردی اور نہ ہی گرم علاقوں کی گرمی ستائے گی۔ یہ ائرکنڈیشنڈ لباس ایک ایسے کپڑے سے تیار کیا گیا ہے جس پر المونیم کا پیرا چڑھایا گیا ہے موسم خواہ کیسا گرم یا سرد ہو اسے پہننے والا ۸۰ درجے کی آرام دہ حرارت محسوس کرے گا۔

للّٰسیوانہ اہل حق کا ترجمان اور صاف ذوق کا اخبار ہے

شخصیات

آقای سید علی رضا وزیری

آپ یزد (ایران) کے خاندان اہل علم کے فرد اور ہندوستان (حیدرآباد) میں ایک عرصہ سے تجارت میں مشغول ہیں۔ سکندرآباد میں ماڈرن طرز کی ایرانی ہوٹل دکیفے گرانڈ کے نام سے سب سے پہلے آپ نے قائم فرمائی۔ مشرقی ادب پر آپکا مطالعہ وسیع ہے۔ رودکی سے لیکر قاآنی تک آپ نے ہزاروں شعراء کے کلام کا گہری نظر سے مطالعہ کیا ہے اساتذہ کے ہزارہا شعر آپکو ازبر ہیں آپ ایک اعلیٰ درجہ کے سخن فہم اور نقاد ہیں۔ کبھی کبھی آپ شعر بھی کہہ لیتے ہیں۔ آپکی عالی ہمتی اور مہمان نوازی ایرانیوں میں ضرب المثل ہو چکی ہے۔ آپ شیراز کے پہلے معاون ہیں۔ آجکل قدیم کتابوں کی جمع آوری میں مشغول ہیں۔

آقای سید محمد علی وزیری

انکی خوش گفتاری کا یہ عالم ہے کہ آپ گھنٹوں انکی باتیں سینئے آپکا بھی سیر نہ ہوگا ایرانی علماء اور فلاسفہ کے حکیمانہ اقوال اور ایرانی شعراء کے اشعار آپکو اس کثرت سے یاد ہیں اور دوران گفتگو آپ انکو اسطرح برمحل استعمال کرتے ہیں کہ بیساختہ آپکے حسن انتخاب کی داد دینی پڑتی۔ شاعر شدن چہ سہل و آدم شدن چہ مشکل آپکے پیش نظر آپ میں شعرگوئی کی صلاحیت ہے مگر شاعر بننا نہیں چاہتے۔ آپ ایک کامیاب تاجر ہونے کے ساتھ ساتھ فارسی زبان پر کامل عبور رکھتے ہیں۔ اور اردو بڑی روانی سے بولتے ہیں۔ شیراز کے مضامین کا آپ گہری نظر سے مطالعہ کرتے ہیں۔ آپ آقای سید علی رضا وزیری کے چھوٹے بھائی ہیں

امریکہ بھر میں مسلمانوں نے عید منائی!

امریکہ کے تمام حلقوں کے مسلمانوں نے یکشنبہ کے روز خصوصی نماز و عبادت کے ساتھ رمضان مبارک کو الوداع کہی۔

ٹولیڈو، اوہائیو اور واشنگٹن کے علاوہ ڈیٹرائٹ (مشی گن)، سیڈرریپڈز (آئیوا) اور گیری (انڈیانا) کی مسجدوں میں بھی اسی طرح نمازیں ادا کی گئیں۔

ٹولیڈو مسجد کے ایک ترجمان نے بتایا کہ ان کے گروپ نے واشنگٹن کی مسجد اور اسلامی مرکز کے ڈائریکٹر ڈاکٹر محمد حب اللہ اور ان کی وساطت سے دُنیا کے دیگر حصوں کے مسلمانوں سے رابطہ قائم کر رکھا ہے۔ امریکی مسلمانوں کو ڈاکٹر حب اللہ کیسے مسلمانوں کی خصوصی تعطیلات اور واقعات کی تاریخوں کے متعلق مستند اطلاعات ملتی ہیں۔ سنیچر کی خصوصی نماز کے بعد ٹولیڈو کی جدید مسجد کے بڑے ہال میں ناشتہ ہوا۔ اس مسجد کو بنے ہوئے قریباً ۶ برس ہو چکے ہیں۔ بعد میں نمازیوں نے مزاروں پر جا کر فاتحہ خوانی کی۔ اس روز بچوں میں تحائف کا تبادلہ بھی ہوا۔ رات کو ڈنر اور ایک تفریحی پروگرام ہوا۔ مسجد کے ایک ترجمان نے آج کے ٹولیڈو میں خصوصاً نوکری پیشہ لوگوں اور بچوں کے لئے روزہ رکھنے کے مسئلوں کا ذکر کیا اور بتایا کہ "ہم سختی سے رمضان کی پابندی کرنا پسند کرتے ہیں۔" مسجد کی سرگرمیوں کا ذکر کرتے ہوئے ترجمان نے بتایا کہ ٹولیڈو کے مسلمان اکثر عام لوگوں یا دوسرے مذہبوں کے گروپوں کو رات کے کھانے پر مدعو کرتے ہیں۔

ان موقعوں پر مسلمانوں کے متعلق فلمیں دکھائی جاتی ہیں۔ یا خطیب اسلام کے متعلق سوالات کا جواب دیتے ہیں۔

بیرونی خطیبوں کو اکثر ٹولیڈو کی مسجد میں لیکچر دینے کے لئے مدعو کیا جاتا ہے۔ رمضان کے دوران میں واشنگٹن مسجد کے ڈائریکٹر ڈاکٹر حب اللہ اور متحدہ عرب جمہوریہ میں امریکی سفیر ڈاکٹر مصطفیٰ کمال نے خطبے پیش کئے۔

واشنگٹن کی مسلم برادری میں مقامی تاجر، شہری قائدین، بہت سے ڈپلومیٹ اور ان کے کنبے شامل ہیں۔ ان لوگوں کی بڑی تعداد نے نماز جمعہ میں شرکت کی۔

قطعہ

قیامت سے بہت پہلے قیامت دیکھنا ہو تو
زوائد حشو کو خارج بھی کردو ایک کی خاطر

نہایت غور سے شکل و شباہت دیکھنا ہو تو
جو تم کو اصل معنوں میں خلافت دیکھنا ہو تو

(آمدہ از مذری کا باغ)

جرمن جمہوری ریپبلک میں جشن ٹیگور کا سال

۱۹۶۰ء کے آخر میں جرمن جمہوری ری پبلک میں جی۔ ڈی۔ آر کمیٹی کی تشکیل ہوئی تاکہ عظیم ہندوستانی شاعر و انسان دوست رابندر ناتھ ٹیگور کی سو سالہ یوم پیدائش کی تقریب منائی جائے۔ جرمن جمہوری ری پبلک کے کرسچین ڈیموکریٹک یونین کے چیرمین اور پیپلس چیمبر کے نائب صدر ہر آگسٹ باخ ٹیگور کمیٹی کے بھی نائب صدر ہیں۔ انہوں نے ہمیں مندرجہ ذیل انٹرویو دیا۔

سوال۔ ہر باخ رابندر ناتھ ٹیگور کی تقریبات منانے کے لئے جی۔ ڈی۔ آر میں کیا پلان تیار کئے گئے ہیں؟ جواب:۔ ۶ مئی ۱۹۶۱ء کو جرمن جمہوری ری پبلک میں عظیم ہندوستانی شاعر، ادیب اور انسان دوست رابندر ناتھ ٹیگور کی سو سالہ یوم پیدائش شایان شان ڈھنگ سے منائی جائے گی۔ اس یوم کی تیاریوں کو اچھی طرح سے انجام دینے کے لئے جرمن جمہوری ری پبلک کی ٹیگور کمیٹی منائی گئی ہے۔ الگزنڈر ابخ، وزیر برائے کلچرل امور اور اس کے چیرمین ہیں اس کمیٹی کے دیگر اراکین ہندوستانی ادب اور کلچر کے نامور اکسپرٹ ہیں۔ جن میں خاص طور سے برلن کی ہمبولڈ یونیورسٹی میں انسٹی ٹیوٹ برائے انڈالوجی کے ڈائرکٹر پروفیسر روبل اور ان کے قریب ترین شریک کار کے نام قابل ذکر ہیں۔ رابندر ناتھ ٹیگور کی تقریبات میں سے اہم جشن برلن کی تقریب ہوگی۔ مجھے یقین ہے کہ اس موقع پر ہم ہندوستانی شخصیتوں کے ایک وفد کا استقبال کریں گے اسی طرح جرمن جمہوری ری پبلک سے ایک وفد ٹیگور کے اعزاز میں ان کی آبائی سرزمین بنگال پر ہونے والی تقریبات میں حصہ لے گا۔ جہاں تک جرمن جمہوری ری پبلک میں ٹیگور کے اعزاز میں ہونے والی مخصوص پیشکشوں کا تعلق ہے، ارادہ ہے کہ ان کا ایک ڈرامہ برلن میں اور جمہوری کے دیگر تھیٹروں میں بھی کھیلا جائے۔ اس کے علاوہ ممکن ہے ہم ٹیگور کے بارے میں ایک سوویٹ دستاویزی فلم اور غالباً ایک ہندوستانی ٹیگور فلم دکھا سکیں۔ ممکن ہے ایک دوسری ہندوستانی فلم کابلی والا جو ٹیگور کی تصنیف پر مبنی ہے جرمن جمہوری ری پبلک میں دکھائی جائے گی۔ لیکن یہ بات تقریباً یقین کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ حسب ذیل کتابیں جرمن جمہوری ری پبلک میں شائع کی جائیں گی۔ ٹیگور کی تصانیف کا ایک اڈیشن جس میں چار جلدیں ہوں گی۔ اور اس کے بارے میں ٹیگور کے "مکاتیب" اور غالباً فلسفیانہ کہانیاں اور بچوں کی کہانیاں ایک جلد بھی شائع کی جائے گی۔ ٹیگور کی بہت سی سائنسی تصانیف بھی مرتب ہو رہی ہیں۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ٹیگور کمیٹی نے واقعی ٹیگور کی شایان شان منانے کے لئے بہت وسیع پلان بنایا ہے۔

سوال:۔ رابندر ناتھ ٹیگور کی تصانیف کا کون حصّہ جی۔ ڈی۔ آر عوام میں سب سے زیادہ پسند کیا جاتا ہے؟۔

جواب۔ مجھے یاد ہے کہ بیسویں صدی کی ابتدأ میں جب کہ میں زیر تعلیم تھا۔ خاص طور سے برلن میں تو اسوقت ہم لوگوں پر رابندر ناتھ ٹیگور کا زبردست اثر تھا۔ اور یہ کہ برلن میں خود ان کی آمد اور ہماری یونیورسٹی کے ہال میں ان کی زبردست تقریر نے ہم لوگوں کو بیحد متاثر کیا۔ ہم نے یہ محسوس کیا کہ رابندر ناتھ ٹیگور ایک ایسی شخصیت ہے۔ جو انسان دوستی سے لبریز تھی۔ اور جس نے تحکومی اور طبقاتی تفریق کے خلاف اور امن کے لئے جدوجہد کے ایک دور کی نمائندگی کی۔ رابندر ناتھ ٹیگور ہمیشہ خود سے وفادار رہے۔ انہوں نے بے جگری کے ساتھ اپنے عوام پر انگریزی اقتدار کے خلاف جدوجہد کی رہنمائی کی۔ انہوں نے جاگیرداری کی سخت الفاظ میں مخالفت کی جس کی حمایت مذہبی روایات کر رہی تھیں۔ اور انہوں نے عورتوں کی برابری کے لئے اور ہندوستانی بیواؤں کی بدنصیبی کے خلاف جس کا وہ اس وقت ان کی زندگی میں شکار تھیں جدوجہد کی۔ ۱۹۳۰ء میں رابندر ناتھ ٹیگور کا سوویٹ یونین میں قیام ان کے لئے سب سے بڑا اور انتہائی دیرپا ذاتی تاثر تھا۔ ان کے "روس کے بارے میں خطوط" جن کا میں نے پہلے ہی سے ذکر کیا ہے۔ اب جرمن جمہوری ری پبلک میں شائع کئے جائیں گے۔ یہ ان کے اس گہرے تاثر کا پرتو ہے۔ رابندر ناتھ ٹیگور جرمن جمہوری ری پبلک کی ساری ترقی پسند تحریک کے بڑے رفیق تھے اپنی تصانیف، اور عوام سے اپیلوں میں انہوں نے اٹلی میں فاشزم کی اور جرمنی میں نازی بربریت کی سختی کے ساتھ مخالفت کی۔ رابندر ناتھ ٹیگور فاشزم کی شکست دیکھنے کے لئے بقید حیات نہ رہے، ۶ راگست ۱۹۴۱ء کو انہوں نے وفات پائی۔ لیکن جرمنی کے تمام وہ لوگ جنہوں نے فاشزم کے خلاف تحریک میں لڑائی لڑی اور خاص طور سے جرمن جمہوری ری پبلک کے عوام جنہوں نے عالمی لڑائیوں کی المناکی سے صحیح نتائج اخذ کئے ہیں۔ وہ ان کو اپنا روحانی بھائی تصور کرتے ہیں۔ جنہوں نے انہیں کی طرح اپنی زندگی ترقی اور امن کے لئے وقف کردی۔

"تذکرۂ نوواردانِ دکن"

عہد نواب نظام الملک آصف جاہ سے لیکر عہد حال تک کے ان تمام مشاہیر علماء، دانشمند، فنکار وغیرہ کا ایک جامع اور بسیط تذکرہ ادارۂ ادبیات اردو کی طرف سے مرتب اور شائع کیا جارہا ہے۔ جس کی ترتیب میں دے رہا ہوں۔ براہ کرم آپ اپنے بزرگوں، دوستوں اور عزیزوں کے حالات (جو ہندوستان، ایران۔ عراق وغیرہ سے آکر دکن کی علمی، ادبی، سیاسی، مذہبی خدمت انجام دیتے رہے) عنایت فرمائیں تو کرم ہوگا۔ فقط

تمکین کاظمی
سلطان شاہی
حیدرآباد۔۲

۲۳ رمارچ ۱۹۶۱ء

کینیڈی حکومت میں نیگرو!

آج سے ایک صدی پیشتر ابراہم لنکن نے ریاستہائے متحدہ امریکہ میں غلامی کے خاتمے کے لئے ملک میں خانہ جنگی بھی قبول کی تھی۔ اور شجاعت سے مقابلہ کیا تھا۔ اس وقت سے لیکر اب تک امریکہ کی ملکی زندگی میں نیگرو لوگوں کا ادغام بڑے عزم اور کامیابی کے ساتھ جاری ہے۔ اس کام میں صدر کینیڈی نے ایک نئی اور تازہ روح پھونکی ہے۔ انہوں نے بعض ممتاز نیگرو لوگوں کو اپنی حکومت کے کلیدی عہدوں پر فائز کیا ہے۔

اینڈریو ہیچر۔ وہائٹ ہاؤس میں ایسوسی ایٹ پریس آفیسر ہیں۔ کارل ٹی روون۔ امور عامہ کے ڈپٹی اسسٹنٹ وزیر خارجہ مقرر ہوئے ہیں۔ رابرٹ سی۔ ویور۔ ہاؤسنگ پروگرام کے افسر اعلیٰ ہیں۔ جارج لیون پال ویور۔ بین الاقوامی امور محنت کے نائب وزیر ہیں۔ فرینک ڈی ریوز۔ صدر کے خصوصی اسسٹنٹ اور کلفٹن ریجنالڈ وہارٹن ناروے میں سفیر تعینات کیے گئے ہیں۔ ان چھ اصحاب نے اپنی اعلیٰ کارکردگیوں سے یہ ممتاز درجہ حاصل کیا ہے۔ ہاؤسنگ (مکانوں اور تعمیرات وغیرہ) کے میدان میں رابرٹ سی ویور ایک ممتاز ماہر تسلیم کئے جاتے ہیں۔ اور ہاؤسنگ اور ہوم فائننس ایجنسی کے ایڈمنسٹریٹر کی حیثیت سے آپ امریکہ کی مرکزی حکومت میں ایک چوٹی کے عہدے پر مامور ہیں۔ آپ ڈاک خانہ کے ایک کلرک کے فرزند ہیں۔ آپ اس وقت ۵۳ برس کے ہیں۔ اور ہارورڈ یونیورسٹی سے اقتصادیات میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کر چکے ہیں۔ آپ دو کتابوں اور کئی مقالوں کے مصنف ہیں۔ ہاؤسنگ ایڈمنسٹریٹر کی حیثیت سے آپ مرکزی حکومت کی طرف سے اربوں ڈالر پر مشتمل مکانوں کی تعمیر اور کمیونٹی کے فلاحی پروگراموں کو عمل میں لائیں گے۔ اس سلسلے میں کم آمدنی والے لوگوں کو آسان قسطوں پر مکان فراہم کرنا۔ کمیونٹی کے لئے سہولتیں مہیا کرنا اور گندی بستیوں کی تعمیر نو اور بوڑھوں اور اقلیتی جماعتوں کو قرضہ جات وغیرہ دینے کے اہم داخلی امور بھی آپ کے سپرد ہیں۔ جارج لیون پال ویور اس وقت وزیر محنت کے خصوصی اسسٹنٹ کے طور پر کام کر رہے ہیں۔ اور یکم جولائی ۱۹۶۱ء سے امور محنت کے نائب وزیر کا اہم عہدہ سنبھالیں گے۔ ۴۸ سالہ جارج ویور ایک سرکردہ مزدور لیڈر ہیں شہری حقوق اور بین الاقوامی لیبر کا وسیع تجربہ رکھتے ہیں۔ آپ ٹریڈ یونینوں میں کام کرتے رہے ہیں اور ساری زندگی عملاً مزدور تحریک میں گزاری ہے۔

امور عامہ کے ڈپٹی اسسٹنٹ وزیر خارجہ ۳۵ سالہ کارل ٹی روون ایک ممتاز اور مشہور جرنلسٹ ہیں اور ملکی اور عالمی امور کے متعلق اعلیٰ رپورٹوں کیلئے کئی انعامات حاصل کر چکے ہیں۔ چنانچہ ۱۹۵۵ء میں مینا پولس ٹری بیون کے نامہ نگار کی حیثیت سے افریشیائی ملکوں کی بینڈونگ کانفرنس کی رپورٹیں آپ ہی نے بھیجی تھیں۔ محکمہ خارجہ میں ایک چوٹی کے

عہدے پر فائز ہونے کی حیثیت سے آپ امریکی عوام کو امریکی خارجہ پالیسی سے باخبر رکھیں گے۔ صدر کینیڈی کے سپیشل اسسٹنٹ فرینک ڈی ریوز ایک مشہور قانون دان ہیں۔ آپ پہلے نیگرو ہیں۔ جو ڈیموکریٹک پارٹی کی اعلیٰ کمیٹی میں سنٹو لمبیا ضلع کی نمائندگی کرتے تھے۔ وہائٹ ہاؤس میں ایسوسی ایٹ پریس آفیسر اینڈریو ہیچر ایک سیاستدان اور جرنلسٹ ہیں۔ آپ "سن رپورٹر" کے ایڈیٹر بھی رہ چکے ہیں جو مغربی ساحلی علاقے سے نیگرو دستوں کا ترجمان تھا۔ دوسری عالمی جنگ میں آپ امریکی فوج میں شامل ہوئے اور بڑے فوجی عہدے پر پہنچے۔ کلفٹن ریجنالڈ وہارٹن امریکی محکمہ خارجہ میں تیس برس سے شاندار خدمات سرانجام دیتے آئے ہیں۔ صدر کینیڈی نے آپ کو اب ناروے میں امریکی سفیر مقرر کیا ہے۔ مسٹر وہارٹن بالٹی مور میں مئی ۱۸۹۹ء میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ نے بوسٹن یونیورسٹی سے قانون میں ایم۔ اے کی ڈگری حاصل کی ہے۔ چند برس وکیل کے طور پر کام کرنے کے بعد آپ ۱۹۲۵ء میں ویسٹرن بیورو کے سرکاری محکمے میں شامل ہو گئے۔ آپ سمندر پار کے ملکوں میں یکے بعد دیگرے کئی خارجہ آسامیوں پر فائز رہے ہیں۔ چنانچہ رومانیہ میں سفیر مقرر ہونے سے پہلے آپ مارسیلز میں امریکی قونصل جنرل تھے۔

برطانیہ میں مردم شماری ۲۳ اپریل کو ہوگی

تیس لاکھ اضافہ کی امید!

برطانیہ کی ۱۶ ویں مردم شماری (پچھلی مردم شماری ۱۸۰۱ء میں ہوئی تھی۔) ۲۳ اپریل کو ہوگی۔ خیال ہے کہ برطانیہ کی آبادی اُس وقت تک ۵۳,۰۰۰,۰۰۰ ہو جائے گی۔ یعنی ۱۹۵۱ء کی آبادی سے ۳,۰۰۰,۰۰۰ زیادہ۔ ۱۹۵۱ء کی مردم شماری میں ہر شخص سے ایک ہی قسم کے سوالات پوچھے گئے تھے لیکن اب کی بار اس میں کچھ ترمیم کی گئی ہے۔ تقریباً ۹۰ فیصد آبادی سے اب کم سوال پوچھے جائیں گے۔ اور باقی ۱۰ فیصدی باشندوں کو سوالات کی زیادہ لمبی فہرست دی جائے گی۔ مردم شماری کے کام پر تقریباً ۳,۰۰۰,۰۰۰ پونڈ صرف ہوں گے۔ اور آخری اعداد و شمار مرتب کرنے میں ڈھائی یا تین سال لگ جائیں گے۔ پچھلی مردم شماری میں یہ کام پانچ سال میں ہوا تھا۔ لیکن اب کی بار گنتی کرنے والی مشینوں کے استعمال سے وقت بچ جائے گا۔

برطانیہ کی خبریں

ہندوستانی گائڈ تحریک کا معیار بہت اونچا ہے

لیڈی بیڈن پاویل کے تاثرات!

ورلڈ چیف گائڈ لیڈی بیڈن پاویل نے لندن میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ ہندوستان کی گائڈ تحریک کا معیار بہت اونچا ہے۔ موصوفہ نے مزید بتایا ہے کہ ہندوستان کے تعلیمی حکام اس تحریک کی پوری طرح حمایت کرتے ہیں۔ اور اسے تعلیم کا ایک ضروری حصہ تصور کرتے ہیں۔ اپنے مشرقی دورہ سے متعلق تاثرات بیان کرتے ہوئے لیڈی بیڈن پاول نے بتایا کہ دہلی میں گائڈ ریلی سے وہ بہت متاثر ہوئی تھیں۔ بنگلور میں جو آل انڈیا جمہوری منعقد کی گئی تھی اس میں ۱۲،۵۰۰ سے کاؤٹوں اور گائڈوں نے شرکت کی تھی۔ یہ کیمپ بہترین کیمپوں میں سے تھا۔

ہندوستانی پولیس افسر کی برطانیہ میں تربیت

کولمبو منصوبہ کے تحت کورس!

ایک اطلاع کے مطابق پنجاب کے اسسٹنٹ انسپکٹر جنرل پولیس مسٹر بھگوان سنگھ دانیوالیہ ان دنوں برطانیہ میں پولیس کے طور طریقوں کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ یہ کورس تقریباً سات ماہ کا ہے اور اس کا انتظام کولمبو منصوبہ کے تحت کیا گیا ہے۔ ایک انٹرویو کے دوران میں موصوف نے بتایا ہے کہ میں سی۔ آئی۔ ڈی ٹریننگ کالج واقع سینٹلے گرینج (لنکا شائر) کے تربیتی طریقوں سے بہت زیادہ متاثر ہوا ہوں۔ اپنے اس خیال کی وضاحت کرتے ہوئے مسٹر بھگوان سنگھ نے ایک مخصوص مشق کا ذکر کیا جس میں انہوں نے حال ہی میں حصہ لیا تھا۔ یہ مشق ایک فرضی قتل سے متعلق تھی۔ تربیت یابوں سے کہا گیا تھا کہ وہ قتل کے کیس کی تفتیش کریں اور اپنی اپنی رپورٹ پیش کریں۔ مسٹر بھگوان سنگھ نے کہا کہ تربیت دینے کا یہ ایک نہایت اچھا طریقہ ہے۔ میں نے اس مشق سے متعلق تمام تحریریں اور نوٹ سنبھال کر رکھے ہیں۔ ہندوستان واپس جاکر میں ان سے فائدہ اٹھاؤں گا۔

برطانوی افسران کی یادگاری نشانی

سکھ بٹالین کو پیش کی گئی!

کچھ دن ہوئے برطانوی ہائی کمشنر مامور ہند کے فوجی مشیر بریگیڈیر ئی۔ آر۔ نیوٹن ڈن نے سکھ رجمنٹ کی پانچویں بٹالین (سابق ساتویں بٹالین) کے افسران کو دہلی میں چاندی کی ایک طشتری تحفتاً پیش کی یہ تحفہ ساتویں بٹالین کے سابق برطانوی افسران کی طرف سے دیا گیا ہے۔ بٹالین کی طرف سے یہ طشتری لفٹنٹ کرنل بزت سنگھ نے حاصل کی۔ تقریب میں متعدد سینئر افسران شامل ہوئے تھے۔

دنیا میں برطانوی کتابوں کی بڑھتی ہوئی مانگ

دس برسوں میں دوگنا کاروبار!

ایک اندازہ کے مطابق سنہ ۱۹۶۰ء کے دوران برطانوی پبلشروں نے تقریباً ۷۵,۰۰۰,۰۰۰ پونڈ (۱۰۰ کروڑ روپے) کا کاروبار کیا اور اس میں سے ایک تہائی سے زائد رقم سمندر پار کے ملکوں سے وصول ہوئی۔ سنہ ۱۹۶۰ء کا کاروبار سنہ ۱۹۵۹ء کے کاروبار سے ۱۰ فیصدی زیادہ تھا۔ اور دس سال قبل کے کاروبار سے دوگنا اور جنگ سے قبل کے کاروبار سے تقریباً سات گنا تھا۔ برطانیہ جتنی کتابیں برآمد کرتا ہے اتنی دنیا میں کوئی اور ملک نہیں کرتا اس کی تعلیمی، ٹیکنیکل اور اس قسم کی دیگر کتابیں دنیا بھر کے اسکولوں، کالجوں، اور یونیورسٹیوں میں پڑھائی جاتی ہیں۔ سنہ ۱۹۶۰ء کے دوران میں برطانیہ میں تقریباً ۱۷,۷۹۴ نئی کتابیں شائع ہوئی تھیں۔ یعنی ہفتہ میں ۳۴۲۔ اگر ان مطبوعات میں پرانی کتابوں کے نئے ایڈیشن بھی شامل کر لئے جائیں تو تعداد ۲۳,۷۸۳ ہو جاتی ہے۔ یہ تعداد سنہ ۱۹۵۹ء کی تعداد سے تقریباً ۲,۰۰۰ زیادہ ہے۔ یہ تو پوری طرح معلوم نہیں ہو سکا کہ کتابوں کی کتنی کتنی کاپیاں چھاپی گئیں۔ لیکن اندازہ ہے کہ ہر کتاب اوسطاً ۴ ہزار چھاپی گئی تھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سنہ ۱۹۶۰ء میں تقریباً ۹۵,۰۰۰,۰۰۰ کتابیں شائع ہوئی تھیں۔ اور اس میں سے ایک تہائی برآمد کی گئی تھیں۔ اس وقت برطانیہ میں مختلف ناموں کی ۳۰,۰۰۰ کتابیں چھپتی ہیں۔ کتابوں کی قیمت بڑھ رہی ہے۔ اُن کو ٹیلیویژن وغیرہ کا مقابلہ بھی کرنا پڑ رہا ہے۔ پھر کتابوں کی اشاعت کے بڑھنے کی کیا وجہ ہے؟ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ سنجیدہ اور غیر افسانوی کتب کی مانگ میں بہت اضافہ ہوا ہے۔ قصے کہانیوں کی کتابوں کی بکری تقریباً اتنی ہی ہے جتنی کہ پہلے تھی۔ ان کی تعداد کل تعداد کا پانچواں حصہ ہے۔ برطانوی کتابوں کی بڑھتی ہوئی مانگ کی ایک اور وجہ یہ ہے کہ ایشیا اور افریقہ کے بہت سے ممالک آزاد ہو گئے ہیں اور وہاں تعلیمی و تربیتی سرگرمیاں جوش مار رہی ہیں۔ وہاں تعلیمی اور ٹیکنیکل کتابوں کی مانگ بہت زیادہ ہے۔ برطانیہ کی انجینرنگ، کیمسٹری، فزیکس، سائنس کی، طب وغیرہ کی کتابیں ہر ملک میں جاتی ہیں لیکن ہندوستان، پاکستان، جنوب مشرقی ایشیا، مشرق وسطیٰ اور افریقی براعظم میں تو وہ خوب بکتی ہیں۔ انگریزی زبان سیکھنے کا شوق بہت بڑھ رہا ہے چنانچہ دوسرے ملکوں میں اس زبان سے متعلق کتابوں کی مانگ بہت زیادہ ہے۔ برطانیہ کی تعلیمی کتابیں غیر کمیونسٹ دنیا کے تقریباً ہر سکول میں پڑھائی جاتی ہیں۔ "آہنی پردہ" کے ملکوں میں بھی وہ بک رہی ہیں۔ ایک سابق اسکول ماسٹر مسٹر رونالڈ رڈ آوٹ کی کتابیں بہت پسند کی جاتی ہیں۔ [illegible] انگریزی کے ٹیچر ہیں۔ پچھلے سال اُن کی لکھی ہوئی کتابوں کی ۲,۵۰۰,۰۰۰ کاپیاں فروخت ہوئی تھیں۔ ان میں سے بڑی تعداد برآمد کی گئی تھی۔ اب وہ "بین الاقوامی انگریزی" نام کی کتابوں کا ایک سلسلہ شروع کر رہے ہیں۔ ان کی پہلی کتاب آج سے تقریباً ۱۲ سال قبل لکھی گئی تھی۔

کم ترقی یافتہ اقوام کو امداد دینے والے ملکوں کی لندن میں کانفرنس

معلوم ہوا ہے کہ لندن میں ۲۷ تا ۲۹ مارچ ترقیاتی امدادی گروپ کی کانفرنس منعقد کی جانے گی۔ یہ گروپ ایسے ملکوں پر مشتمل ہے جو کم ترقی یافتہ اقوام کو مدد دیتے ہیں۔ جنوری ۱۹۶۰ء میں بمقام پیرس یورپی معاشی تعاون کی تنظیم کی ایک مخصوص میٹنگ منعقد کی گئی تھی اور اس میں "ترقیاتی امدادی گروپ" قائم کرنے کا فیصلہ ہوا تھا۔ کم ترقی یافتہ اقوام کو امداد دینے والے ممالک اس ادارہ کے ذریعہ ایک دوسرے سے صلاح مشورہ کرتے ہیں۔ کم ترقی یافتہ ملکوں میں بیرونی سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی کرنا بھی اس کا ایک اہم مقصد ہے۔ اس کی پہلی میٹنگ واشنگٹن میں منعقد کی گئی تھی۔ اس وقت امریکہ، برطانیہ، مغربی جرمنی، اٹلی، پرتگال، بلجیم، کینیڈا اور جاپان اس کے ممبر تھے۔ دوسری میٹنگ جولائی ۱۹۶۰ء میں بمقام بون ہوئی تھی۔ اس وقت نیدرلینڈز بھی اس کا ممبر بن گیا تھا۔ تیسری میٹنگ اکٹوبر میں پھر واشنگٹن میں منعقد کی گئی تھی۔ اب چوتھی میٹنگ لندن میں ہو رہی ہے۔

لندن میں لوکمانیہ تلک کے میموریل کی نقاب کشائی

۲۰ مارچ کو ہندوستانی ہائی کمشنر مسز وجے لکشمی پنڈت اور گھانا کے صدر ڈاکٹر نکروما نے شپیلٹ روڈ (مغربی لندن) پر ہندوستانی قوم پرست لیڈر لوکمانیہ بال گنگا دھر تلک کی یادگاری تختی کی رسم نقاب کشائی ادا کی۔ یہ تختی اس مکان پر لگائی گئی ہے جہاں ہندوستانی محب وطن اور فلسفی نے ۱۹۱۹ء میں قیام کیا تھا۔ یہ مکان اب لوکمانیہ تلک میموریل ٹرسٹ کی ملکیت ہے۔ امید ہے کہ اسے اب ہندوستانی طلبہ کا رہائشی ہوسٹل اور ہندوستانی کلچر کے مطالعہ کا بین الاقوامی مرکز بنایا جائے گا۔

برطانیہ میں ہندوستانی باشندوں کی تربیت

لندن سے آمدہ ایک اطلاع مظہر ہے کہ پانچ ہندوستانی باشندے مسٹر ڈی۔ سی۔ بھٹا چاریہ (چترنجن)، مسٹر ایم۔ ایم۔ لال (دہلی)، مسٹر آر۔ کے۔ دتا (مدنا پور)، مسٹر جے گیڈگل (پٹنہ) اور مسٹر اے۔ سندر (بنگلور) ان دنوں ممتاز برطانوی فرم ایف۔ ایچ۔ لائڈ اینڈ کمپنی لمیٹڈ کی نگرانی میں فولادی فاؤنڈری کے طریقوں کی تربیت حاصل کر رہے ہیں۔ وہ سب اس فولادی فاؤنڈری میں اعلیٰ عہدوں پر کام کریں گے۔ جو چترنجن میں تعمیر کی جائے گی۔ یہ نئی فاؤنڈری ستمبر ۱۹۶۲ء میں مکمل ہو جائے گی اور اس میں ۷۰۰ تا ۸۰۰ لوگ ملازم رکھے جائیں گے۔ مزید معلوم ہوا ہے کہ مذکورہ برطانوی فرم اگلے دو برسوں میں ۳۰ ہندوستانی باشندوں کی تربیت دے گی۔ یہ یاد رہے کہ لائڈ اینڈ کمپنی چترنجن میں فولادی فاؤنڈری کی تعمیر میں انڈین ریلوے بورڈ کی صلاح کار کے طور پر کام کر رہی ہے۔

تلنگانہ علم و ادب، اخبار و سیاست کا گلدستہ ہے!

ایک جائزہ!

شادی شدہ خواتین ملازمت کیوں کرتی ہیں؟

برطانیہ میں ہر تین شادی شدہ عورتوں میں سے ایک عورت ملازمت کرتی ہے۔ وہ ایسا کیوں کرتی ہے؟ حال ہی میں لندن اسکول آف اکنامکس کے شعبۂ سماجی سائنس کے بعض ریسرچ ورکروں نے تحقیقات کرنے کے بعد اس سوال کا جواب دینے کی کوشش کی ہے۔

ان ریسرچ ورکروں نے جنوب مشرقی لندن کی رہنے والی اور محنت مزدوری کرنے والی دو سو شادی شدہ عورتوں سے پوچھ گچھ کی تھی۔ وہ سب بسکٹ بنانے والی ایک مشہور فرم میں ملازم ہیں۔ بیشتر عورتوں نے بتایا ہے کہ وہ زائد آمدنی کی خاطر ملازمت کرتی ہیں۔ کیا ان کو ضرور یات زندگی کے لئے زائد آمدنی چاہیئے؟ اس کا جواب انہوں نے نفی میں دیا ہے۔ کیا ان کے ذاتی اخراجات زیادہ ہیں؟ یہ بات بھی نہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ اپنے خاندان کے معیار زیست کو بلند کرنے کی متمنی ہیں۔

معیار زیست کے متعلق اُن کے خیالات مختلف ہیں۔ ریسرچ ورکروں نے پتہ لگایا ہے کہ شادی شدہ خواتین کی تنخواہ یا آمدنی کا ایک بڑا حصہ گھروں کو آراستہ کرنے، ٹیلی ویژن سیٹ خریدنے، بہتر خوراک کھانے اور بعض حالتوں میں ایک چھوٹی سی موٹر کار خریدنے پر صرف ہوتا ہے۔

زائد آمدنی پوشاک پر بھی خرچ ہوتی ہے۔ لیکن عورتوں کی صرف اپنی پوشاک پر نہیں بلکہ خاندان کے تمام ممبران کی پوشاک پر۔ جن بچوں کی مائیں ملازمت کرتی ہیں ان کے پاس مقابلتاً زیادہ کھلونے ہوتے ہیں۔ ان کو جیب خرچ بھی زیادہ ملتا ہے۔ تعطیلات میں سیر و تفریح پر "ممی" ہی کا روپیہ صرف ہوتا ہے۔

بعض عورتوں نے گھر سے باہر کام کرنے کی ایک وجہ یہ بھی بتائی ہے کہ اُن کے خاوند جب اپنے کام پر اور بچے اسکول چلے جاتے ہیں تو وہ سنگت کی خاطر ملازمت اختیار کر لیتی ہیں۔ ایک عورت نے بتایا کہ "گھر سے باہر کام کرنے سے میں خود اپنے آپ کو جوان محسوس کرتی ہوں۔"

لیکن تقریباً ہر عورت نے اس بات پر زور دیا ہے کہ گھرانے کی اہمیت ملازمت سے زیادہ ہے۔ ریسرچ ورکروں نے اپنی رپورٹ "عورت، بیوی اور کام کرنے والی" میں بتایا ہے کہ "ملازمت کے اوقات کو گھریلو ذمہ داریوں کے موافق بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔" ملازمت خاندان کو سہارا دینے کے لئے کی جاتی ہے نہ کہ اس سے راہ فرار اختیار کرنے کیلئے۔

مذکورہ بسکٹ فرم کے ذمہ داروں نے عورتوں کے اس نظریہ کو تسلیم کیا ہے اور اس بات کی پوری کوشش کی ہے کہ شادی شدہ عورتوں کی ملازمت اُن کی گھریلو ذمہ داریوں میں رکاوٹ ثابت نہ ہو۔ چنانچہ ان کو جز وقتی (پارٹ ٹائم) کام مہیا کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ شفٹوں کا طریقہ اپنایا گیا ہے۔ تاکہ ہر شادی شدہ عورت اپنی سہولت کے مطابق کام کر سکے۔

شادی شدہ عورتیں گھریلو کام ایسی مشینوں اور آلات سے انجام دیتی ہیں جن سے اُن کا بہت سا وقت بچ جاتا ہے۔ علاوہ ازیں اُن کے خاوند گھریلو کام کرنے میں اُن کو مدد دیتے ہیں۔ پھر بھی گھریلو ذمہ داریاں زیادہ تر عورتوں ہی کو نبھانا پڑتی ہیں۔

قطعہ

آئی ہے بادِ صبا گلشن میں اِتراتی ہوئی
بلبل و گل کی بھی فصلِ گل میں یکجائی ہوئی

بانٹ کر خمرِ کہن کہتی ہے یہ عیدِ غدیر
شیخ کی بھی رندی باہم شناسائی ہوئی

(آمدہ از نذری باغ)

مہ جبین پرتھال

جنوبی ہند کی تاریخ سے متعلق ایک افسانہ

(از جناب اختر ملیح آبادی - بی اے)

وجیانگر کے راج محل کے ایک عالیشان کمرے میں مہاراج دیورائے اول سر جھکائے بیٹھا تھا - اور خیالات کی دنیا میں گم تھا - جب سے اس نے مہ جبین پرتھال کو دیکھا تھا اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے بغیر مہاراج کا زندگی گزار نا ممکن ہو -

اس کے قریب ہی وہ عیار برہمن بھی ہاتھ باندھے ہوئے کھڑا تھا جس نے کہ مہاراج کے دل میں پرتھال کی محبت کی آگ کو بھڑکایا تھا وہ دل ہی دل میں خوش تھا کہ تیر نشانہ پر بیٹھا ہے اور اب اس کا انتقام پورا ہو جائے گا

"تم فوراً مدگل جاؤ" دیورائے نے بیقرار ہو کر برہمن سے کہا "پرتھال کے باپ کو خوشخبری سنانا کہ تمہاری قسمت جاگ گئی ہے - وجیانگر کا راج محل پرتھال کو رانی بنانے کیلئے منتظر ہے"

دوسری صبح کو برہمن مدگل کی جانب روانہ ہو گیا راجہ کی قیمتی سوغاتیں اس کے ساتھ تھیں وہ دریائے تنگبھدرا کو پار کرتے بہمنی سرحد کو عبور کرتا ہوا مدگل کے اس علاقہ میں پہنچ گیا - جہاں پرتھال کا باپ رہتا تھا - راجہ کے چار آدمی بھی برہمن کے ہمراہ تھے - پرتھال کے گاؤں پہنچ کر قیمتی سوغاتیں پرتھال کے باپ کے سامنے پیش کر دی گئیں اور راجہ کا پیغام اسے سنا دیا گیا -

ایک غریب سنار کے لئے اس سے بڑھ کر خوش قسمتی اور کیا ہو سکتی تھی کہ اس کی حسین بیٹی راج محل میں راج کرے پرتھال کا باپ راجہ کے بلاوے پر بہت خوش ہوا - لیکن پرتھال کو کچھ پسند نہ تھا - وہ پیدا تو ایک سنار کے گھر میں ہوئی تھی - لیکن وجیانگر اسے بلا رہا تھا - رات کو جب پرتھال کو معلوم ہوا تو اس نے کہا -

"نہیں پتا جی میں گاؤں میں پیدا ہوئی ہوں گاؤں ہی میں رہوں گی - محلوں میں گھٹ کر مرنا نہیں چاہتی"

باپ نے بیٹی کو سمجھایا لیکن پرتھال نے ایک نہ مانی - مجبور ہو کر باپ نے بیٹی کی بات وجیانگر کے ایلچیوں کو بتا دی اور معافی مانگ لی - برہمن کو بہت دکھ ہوا - اسے ایسا معلوم ہوا کہ جیسے وجیانگر کے مہاراج کی نہیں بلکہ خود اسکی ہار ہوئی ہے -

ایلچیوں کو خالی ہاتھ دیکھا تو دیورائے تڑپ اٹھا اور پرتھال کے انکار پر برہم ہو گیا - اس نے غضب ناک ہو کر کہا - ہم طاقت سے بھی پرتھال کو حاصل کر سکتے ہیں - اور اسی ساعت میں دیورائے نے سینہ پتی کو بلایا اور حکم دیتے ہوئے کہا سینا کو تیار کرو - دیر نہ کرو ---

سینا تیار کی گئی ---- دیورائے نے یہ بھی نہ سوچا کہ پرتھال بہمنی رعایا ہے - اگر وہ حملہ کرے گا تو اس کا انجام کیا ہوگا؟ لیکن بات یہ تھی کہ دیورائے کے دل میں پرتھال کی محبت جاگ اٹھی تھی - محبت کے لئے تو دنیا میں سب کچھ کیا

جا سکتا ہے۔ انسان جب محبت کرتا ہے تو اس کی راہ میں نہ پہاڑ آسکتے ہیں اور نہ سمندر! دیو رائے کا یہی حال تھا جیسے دل مضطرب اندھیرے وجیانگر کی سینا نے تنگ بھدرا کو پار کیا اور بہمنی سلطنت کے دکھنی حصہ پر یلغار کر دی تاکہ اپنے مہاراج کیلئے مدگل تک راستہ بنائے جہاں سندر پرتھال رہتی تھی —!

وجیانگر کی فوج لوٹ مار کرتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی۔ اس تباہی نے گاؤں کے گاؤں اجاڑ دیئے۔ لوگ جان بچا کر بھاگ نکلے۔ یہ خبر جب مدگل پہونچی تو مدگل کے علاقہ پر دہشت چھا گئی۔ گاؤں کے گاؤں خالی ہونے لگے۔ اور وجیانگری فوجیں کوچ پر کوچ کرتی ہوئی مدگل جا پہونچیں۔ لیکن منزل مقصود پر پہونچکر جب پرتھال نہ ملی تو دیو رائے کو اور بھی صدمہ ہوا۔

وجیانگر کی سینا کے حملہ کی خبر جب سلطنت بہمنی کے صوبیدار فولاد خاں کو ہوئی تو اس نے بہمنی فوجوں کو ترتیب دیا اور مقابلہ کے لئے آگے بڑھا تاکہ وجیانگری درندوں کو سلطنت بہمنی کے باشندوں کو قتل کرنے اور گاؤں لوٹنے کی سزا دے سکے۔ فولاد خاں بڑھا ہی تھا کہ وجیانگر کے جاسوسوں نے دیو رائے کو فوراً خبر دی۔ دیو رائے نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا تو سب کی رائے یہی ہوئی کہ وجیانگر واپس چلا جائے۔ دیو رائے کو اس رائے سے اتفاق نہیں تھا وہ تو پرتھال کے لئے خون بہاتا ہوا آیا تھا — نہیں چاہتا تھا کہ بغیر پرتھال کے واپس جائے۔ لیکن مجبور بھی تھا۔ اگر وہ پرتھال کی جستجو کرتا بھی تو کدھر جاتا؟ معلوم نہیں جسنہ مدگل تھی کہاں؟

وجیانگری فوج واپس ہوئی اور دریائے تنگبھدرا کے کنارے وجیانگری اور بہمنی فوجوں میں ٹکر ہوئی۔ جم کر لڑائی ہوئی۔ فولاد خاں کو فتح ہوئی۔ فولاد خاں چاہتا تھا کہ دشمن کو بھگو نکلنے نہ دے۔ اس نے تعاقب کیا۔ یہاں تک کہ فولاد خاں راجدھانی تک جا پہنچا۔ وجیانگر کی سینا قلعہ میں بند ہو گئی اور فولاد خاں نے راجدھانی کا محاصرہ کر لیا — عشق و محبت نے جو آگ بھڑکائی تھی وہ باقاعدہ جنگ کی صورت اختیار کر چکی تھی — جو حملہ ایک حسین لڑکی کے لئے کیا گیا اس نے دو سلطنتوں کے درمیان نزاع کی صورت پیدا کر دی تھی —!

فیروز شاہ بہمنی خود بھی میدان میں آگیا تھا اس نے فوجوں کو حکم دیدیا کہ وجیانگر کا تو محاصرہ بدستور رہے۔ لیکن قرب و جوار کے علاقے برباد کر دیئے جائیں اور بڑے بڑے شہروں پر قبضہ کر لیا جائے۔ ایک جانب فولاد خاں کو بڑھنے کا حکم دیا دوسری جانب وہ خود بڑھا اور وجیانگر کا محاصرہ میر فضل اللہ کے حوالے کیا — فیروز شاہ جب وجیانگر کی منتخب ادہونی کی طرف بڑھا تو دیو رائے گھبرا گیا اور صلح کا طالب ہوا۔

وجیانگر سے سات کوس کے فاصلہ پر فیروز شاہ بہمنی خیمہ انداز تھا۔ دیو رائے کے سفیر یہیں باریاب ہوئے۔ بہمنی سلطان نے آغاز کلام کرتے ہوئے کہا۔

دیو رائے نے میری رعایا پر بری نظر ڈالی ہے۔ میری توہین کی ہے۔ لہٰذا صلح اسی صورت میں ہو سکتی ہے جب دیو رائے اپنی بیٹی میرے حرم میں دے۔ ورنہ نہیں!"

کئی دن تک نامہ و پیام ہوتے رہے۔ دیو رائے سب کچھ دینے کے لئے تیار تھا۔ سوائے بیٹی کے! اور

فیروز شاہ اس شرط پر اڑ گیا۔ آخر دیو رائے نے بیٹی دینا منظور کر لیا۔ صلح ہو گئی ——!

یا تو جنگ ہو رہی تھی —— یا شادیانے بجنے لگے۔ دونوں طرف چہل پہل ہو گئی۔ تلواریں نیام میں چلی گئیں۔ مجرے ہونے لگے۔ جنوبی ہندوستان کے مشہور رقاص موسیقار، شعبدہ باز جمع ہو گئے۔ راتوں کو چراغاں ہوا —— شادی ہوئی۔ دیو رائے نے اپنی بیٹی کو جہیز میں جہاں بہت کچھ دیا تھا وہیں بنکا پور کا قلعہ بھی دیدیا —— چالیس دن جشن و نشاط کے جلسے ہوتے رہے اور ہر طرف نغمے ہی نغمے گونجتے رہے۔

وجیا نگر پر سناٹا چھا گیا —— دیو رائے پر اس قدر حزن و ملال طاری ہوا کہ اس کا دل بجھ گیا —— اس کی محبت حسرت میں تبدیل ہو گئی اور اس کا دل ٹوٹ گیا ——!

لیکن فیروز بہمنی جب خوش خوش دار السلطنت پہنچا تو نئی نویلی دلہن کے ہوتے ہوئے بھی وہ پرتہال کو نہیں بھول سکا —— جس لڑکی کے حسن خداداد کی وجہ سے وجیا نگر کا مہاراج اندھا بن کر جنگ کے شعلے بھڑکا سکتا ہے تو یقیناً وہ اس پری چہرہ لڑکی کو ضرور دیکھے گا۔

چند دن بعد شاہی قاصد مدگل روانہ ہوئے یعنے سلطان نے پرتہال کو دربار میں طلب کیا تھا۔ قاصد شاہی پیغام لئے جا رہے تھے ——!

شاہی قاصد پہنچے تو پرتہال ڈر گئی۔ لیکن قاصدوں نے راستے تسلی دی۔ آخر پرتہال ... باپ کے ساتھ شاہی قاصدوں کے ہمراہ روانہ ہو گئی —— دوسرے دن پرتہال کو سلطان کے روبرو حاضر کیا گیا ——!

کاؤں کا حسن محل کی دیواروں میں جلوہ افروز ہوا تھا —— پرتہال نظریں نیچی کئے کھڑی تھی۔ دل دھڑک رہا تھا —— بہمنی کی قدر دان نگاہیں پرتہال کے حسن خداداد کو دیکھ کر محو حیرت تھیں۔ رات گئے تک بہمنی سلطان کے دربار میں پرتہال ناچتی رہی۔ کرشمۂ الٰہی یہ حیران تھا کہ گاؤں کی معمولی سی لڑکی کو اس نے کیا سے کیا بنا دیا!

وہ سوچ رہا تھا کہ پرتہال کا حسن اگر اسی طرح آزاد رہا تو پتہ نہیں کیا گل کھلائے؟ اس لئے حسن کو محبت کی باریک زنجیروں سے پابند کر دیا جائے —— یہ سلطان بہمنی کا فیصلہ تھا!

دوسرے دن سلطان کے حکم سے پرتہال کا عقد شہزادہ حسن سے کر دیا گیا —— اور پرتہال وجیا نگر کے راج محل کے بجائے اپنے حسن خداداد کی شعاعوں سے بہمنی محلات کو منور کرنے لگی —— اور اس طرح حسن کو محبت کی گود میں سلا دیا گیا ——!!! (ماخوذ)





کہ حکومت بمبئی نے فیملی پلاننگ پروگرام کے تحت ضبط تولید کے مفت آپریشن کا انتظام کیا ہے —

صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کیلئے

کہ مرادآباد میں سخت فسادات ہوئے - دو افراد کو خنجر گھونپ دیا گیا -
سابق میں مرادآباد میں مردے زندہ ہوا کرتے تھے لیکن اب زندوں کو مردہ بنایا جا رہا ہے -

کہ پشاور میں نماز کی دعوت دینے پر جھگڑا ہو گیا -
یعنی حی علیٰ خیر العمل کے نعرہ پر لوگوں نے "شر العمل" شروع کر دیا —

کہ سنگاریڈی میں ایک کانگریسی لیڈر کو اشرار نے پیٹ دیا - غالباً یہ آنے والے انتخابات کا پیش خیمہ ہے ! —

کہ بھارت میں عورتوں کی تعداد میں بتدریج کمی ہوتی جا رہی ہے —
کہیں عورتیں اپنی جنس تو تبدیل نہیں کر رہی ہیں —

کہ سیلون میں زبان کا مسئلہ نازک صورت اختیار کر رہا ہے —

یہ آئے دن کے فسادات ختم ہو جائیں
زباں کی تیغ کو لیڈر اگر غلاف کریں

کہ آندھرا پردیش کابینہ میں نئے وزراء کے انتخاب کا معاملہ پھر الجھ گیا —
یہ اقتدار کی ڈوری ایسی ہوا کرتی ہے جتنا سلجھائیے الجھتی جاتی ہے -

کہ مرکزی وزیر صحت نے فرمایا کہ ہندوستان میں زندگی کی توقع (۳۲) سال سے بڑھ کر (۴۲) سال ہوگی یعنی (۲۲) سال تک زندہ اس کے بعد "زندہ درگور" ! کیونکہ (۲۲) سال تک طالب علمی کا زمانہ رہتا ہے - خود پر کوئی ذمہ داری نہیں رہتی اور اس کے بعد بیروزگاری کا دور آتا ہے ! —

کہ حیدرآباد کے ایک ۱۷ سالہ نوجوان لڑکے نے مسلسل بیروزگاری سے تنگ آ کر خودکشی کر لی -
لیکن تھا بڑا جلد باز - اس لڑکے کو چاہیئے تھا کہ تیسرے پانچسالہ منصوبے کے نتائج برآمد ہونے تک انتظار کرتا ! —

کہ ایک ۲۱ سالہ نوجوان نے جو ایمپلائمنٹ ایکسچینج کے چکر لگاتے لگاتے تنگ آ چکا تھا - پھلا بھتوتھ کھا لیا
چلو دفتر فراہمی روزگاری کے رجسٹر سے ایک نام خارج ہو گیا

کہ بریگیڈیر کے - ایس ڈھلن نے آندھرا پردیش شکار کلب کی مستقل رکنیت قبول کر لی ہے — آندھرا پردیش کے ہرنوں اور بارہ سنگھوں کے لئے لمحہ فکر ! —

تلبیس از اہل حق کا ترجمان اور صاحبانِ ذوق کا اخبار ہے

قطعہ

کیسا چھایا شباب کا عالم	اس پہ کیفِ شراب کا عالم
روئے نرگس پہ کہتا ہے لبستاں	دیدۂ نیم خواب کا عالم

آمدہ از نذری باغ

صحیفہ پریس میں چھپ کر دفتر شیرازہ اردو ہفتہ وار چار رنگ گیٹ حیدرآباد (دکن) سے شائع کیا -

[illegible] سمجھا تو میں سمجھا — فورِ عشق کی وارفتگی سمجھا تو میں سمجھا
مٹا کر آپ کے فرمان [illegible] — نجف کی بندگی [illegible]

شیراز

سید صمصام شیرازی ایڈیٹر پرنٹر پبلشر — مقام اشاعت:- چادر گھاٹ گیٹ حیدر آباد (۲) انڈیا

جلد ۱۵
روز جمعہ ۷ اپریل سنہ ۱۹۶۱ء
م ۲۰ شوال المکرم سنہ ۱۳۸۰ھ
شمارہ (۲۳)

غزل

(مطلع) جگمگاتے ہیں فلک پر بھی یہ تارے کیسے — ہو گئے آج بہاروں کے نظارے کیسے

پیکے یہ خُمِ غدیری کو بھی کس شوق سے آج — کرتے ہیں شیخ بھی زمزم سے غرارے کیسے

غیر کے حق میں یہ کہتا ہے قسم کھا کھا کر — ہوتے جاتے ہیں خلافت پہ اجارے کیسے

کہتے جاتے ہیں یہی گل بھی عنادل سے سنو — باغ میں اُٹھتے ہیں فوّاروں کے دھارے کیسے

نہیں معلوم کہ کس بل پہ ذرا غور تو کر — اڑتے جاتے ہیں ہوا میں یہ غبارے کیسے

دشت کو صحنِ گلستاں کو جبل کو آکر — دیکھ لے بادِ بہاری ہے سنوارے کیسے

کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ مقصد کیا ہے — ترچھی نظروں سے یہ ہوتے ہیں اشارے کیسے

غمزہ سے عشوہ سے اور ناز و ادا سے ہر دم — تیر پر تیر بھی دیکھو تو ہیں مارے کیسے

پوچھ ہر گز نہ کبھی راز کو ہم سے ہر وقت — ہم نے آفات و مصائب میں گذارے کیسے

(مقطع) ارضِ بطحیٰ ہو کہ ہو بابِ نجف اے عثماں
مل گئے ہیں مری قسمت سے سہارے کیسے

مرقوم ۷ اپریل ۱۹۶۱ء

(آمدہ از نذری باغ)

حرکات نازیبا بلکہ کمینہ نظام علیؑ داماد سرکار کے
(یعنے پسرِ واصف علیؑ)

فرمایا یہ معاملہ ہُوا یا اسکی زوجہ عصمت النساء بیگم کے حالات گذشتہ زمانہ کے ہُوں ۔ میں نے شیراز میں دو تین مضمون لکھکر شائع کیا تھا جس کو کچھ عرصہ ہُوا ہے ۔ تو اسی سلسلہ میں معلوم ہُوا (دریافت میں یس ۔ ین ریڈی کے وہ بھی ثبوت کے ساتھ) کہ اس بیہودہ چھوکرے نے چند اشیاء طلائی وغیرہ جوکہ زوجہ کی ذاتی مِلک تھی ۔ باپ کی دی ہُوئی بعد عقد (مثل دُوسرے متاہل لڑکیوں کے مقیم نذری باغ) ان کو مجبوراً اوس کے قبضہ سے چھین کر فروخت کردیا جس کی مالیت کم و بیش پانچہزار کی تھی ۔ اور رقم کو اس لونڈے نے اپنے ذاتی تصرف میں لایا ۔ لہٰذا فکر ہورہی ہے کہ یہ اشیاء جہاں فروخت ہو کر اس کا تصرف اوس نے اپنے کام میں لایا اسکی بازیابی کس طرح سے ہوگی جس کا قریب میں جو کچھ تصفیہ ہوتا ہے میں کردوں گا ۔ مگر اس جدید واقعہ سے جو کہ اوپر بیان ہوا ہے مجھے کامل ثبوت مِل گیا کہ یہ لونڈا میری بیٹی کا شوہر رہنے کے ہرگز قابل نہیں ہے ۔ لہٰذا فسخ نکاح ہُونا از حد ضروری ہے ۔ وہ بھی جتنا جلد ممکن ہُوسکے تاکہ اس کا قطعی تصفیہ ہو جائے اور مزید رسوائیاں یا پیچیدگیاں نہ پیدا ہوں ۔ لہٰذا بہت جلد اسکی یکسوئی ہو جائے گی ۔

دُوم یہ چھوکرا دعویٰ کیا تھا (میرے سامنے اور دوسرے اصحاب کی موجودگی میں) کہ زوجہ طلاق لیکر اوس کو بدنام کرنا چاہتی ہے ۔ برخلاف اسکے وہ اس کا مجھے ثبوت دیگا کہ وہ ایسا بُرے قماش کا نہیں ہے جیسا کہ اسکو مشہور کیا گیا ہے وغیرہ مگر دُوسرے طرف اوس نے اس کا کیا ثبوت دیا ہے وہ مبیّنہ واقعہ سے خود ظاہر ہے ۔

خلاصہ یہ کہ اس آوارہ طرز زندگی کے چھوکرے ہرگز ہرگز میرے داماد بننے کے قابل نہیں تھے ۔ مگر پدر بزرگوار کے اصرار نے یہ رنگ پیدا کیا جو اپنی ضعیفی کی وجہ سے عقل سے معذور رہے ۔ اور دکھاوے میں احمق معلوم ہُوتا ہے ۔

الحاصل یہ بھی باپ سن و سال میرے گھر میں آنے کے قابل نہیں ہے ! اسلئے اسکی آمد و رفت بھی بعد فسخ نکاح مسدُود ہُوگی

نوٹ ۔ ان باپ بیٹے کے حرکات مذمُوم سے بھی نتیجہ نکلتا ہے کہ باپ نے باوجود اپنے بیٹے کا کردار جانتا ہُوا کہ وہ کس قسم کا ہے اوسکو لاکر یہاں پیش کیا ۔ اور بیٹا بدمعاش ایسا تھا کہ ایسے حرکات کرکے اپنے خاندان اور ہم طبقہ اصحاب کے سامنے اپنے ہاتھوں ذلیل کیا کہ یہ ہر دو کسی محفل میں صورت بتانے کے قابل نہیں رہے کہ نذری باغ آئے تھے تو شریفانہ زندگی بسر کرتے کے خیال سے نہیں بلکہ جلبِ منفعت کے خاطر ۔ افسوس یہ حرکات ایسے رکیک ہیں جو ناقابل بیان اور لائق نفرین ہیں و بس ۔

مرقوم ۶ ہ اپریل سنہ ۱۹۶۱ء

(آمدہ از نذری باغ)

آگاہی برائے قرابتداران دامادانِ سرکار

(مُقیم نذری باغ)

فرمایا یہ لوگ چاہے از قسم ذکور ہوں یا اُناث بغیر میری اجازت میری متاہل لڑکیوں کے گھر میں آمد و رفت نہیں رکھ سکتے اور نہ ان کا یہاں کام ہے۔

البتہ میرے داماداں چاہیں تو اپنے گھروں کو عندالضرورت جا سکتے ہیں ٹکسی موٹر میں۔ مگر ساتھ ہی وقت مغرب تک واپس آجائیں۔ ورنہ یہ زیادہ شب گئی بعد آئیں گے تو یہ اپنے مکانوں میں داخل نہ ہوسکیں گے کہ دروازوں پر پہرہ چوکی کا انتظام ہے۔ البتہ زینب بیگم دادی جہانگیر علیؒ (مقیم مکان محلہ پرنڈر گھاسٹ) اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہے کہ وہ پونہ کے مکان میں میری اجازت سے مُقیم ہیں (دُختر رکن الملک مرحوم) کہ ان کو نصف صدی سے میں جانتا ہوں۔

لہٰذا یہ چند سطور لکھکر اس مسئلہ پر روشنی ڈالی ہے تاکہ آیندہ غلط فہمی باقی نہ رہے۔

مرقوم ۶ر اپریل ۱۹۶۱ء

(آمدہ از نذری باغ)

حالات خاندان زوجہ واصف علی و مادر نظام علی داماد سرکار

فرمایا زمانۂ گذشتہ میں اس کا باپ کون تھا (غالباً شوفر تھا) اور کس طرح سے یہ جائداد پیدا کیا تھا۔ اور اسکے بعد اسکی کتنی اولاد ہے اور اس میں ان کا کیا حصّہ ہے یہ سب دریافت و تحقیقات ہو رہی ہے لہٰذا نتیجہ برآمد ہونے پر شیرازمیں آئندہ ہفتہ بشرط الفرصت لکھوں گا۔

دوم مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس وقت اس عورت کی ماں اپنے شوہر کی جائداد پر قابض ہے اور اسکی بیٹی کریم النساء بیگم (زوجۂ واصف علی) کے کیا مشاغل ہیں۔ کیونکہ یہ بے پردہ ہے اور اسکو میں نے صرف ایک وقت دیکھا تھا جبکہ اس کے بیٹے کا عقد میری بیٹی عصمت النساء بیگم کے ساتھ ہوا تھا۔ پھر نہیں دیکھا مگر سنا ہے کہ یہ ہشیار ہے اور چوطرف پھرا کرتی ہے۔

آخر میں اس قدر اور کہدینا ضروری خیال کرتا ہوں کہ میرے صرف وہ داماد جو کہ علی پاشاہ کے ذریعہ سے نذری باغ آئے تھے (ما بہ مذہب کے) انہوں نے اپنی استطاعت کے موافق تحفۂ جوڑا دی پاندان زیورگل وغیرہ لائے تھے مالیتی تین یا چار ہزار کا وقت عقد میری لڑکیاں جو کہ ان سے بیاہی گئی تھیں مگر ان کو چھوڑ کر دوسرے داماد اس تعریف میں نہیں آسکتے۔

خلاصہ یہ کہ گو اس چڑھاوے کی ضرورت نذری باغ کو نہیں تھی کہ الحمد للہ یہاں میری لڑکیوں کو اون کے قسمت کا جو کچھ ملنا تھا باپ نے دے دیا تھا۔ تاہم مجھے یہ بتانا تھا کہ بجز چند افراد مذکور کو مستثنیٰ کرتے ہوئے جن کا ذکر اوپر آیا ہے بقیہ داماد اس تعریف میں نہیں آسکتے جس سے معلوم ہوا کہ یہ سب مفلس و قلاش تھے۔

مرقومہ ۶ر اپریل ۱۹۶۱ء

(آمدہ از نذری باغ)

فسخِ نکاح صاحبزادی عصمت النساء بیگم زوجہ نظام علی (پسر وا صف علی)

(مقیم نذری باغ)

فرمایا اُنہیں حالات کے مدِّ نظر جو بعد تصدیق و ثبوت نظام گزٹ یا شیراز میں طبع ہوئے ہیں اس لونڈے کے حرکات نازیبا کے سلسلہ میں اگر وہ خاموشی سے زوجہ کو طلاق نہ دیگا تو پھر باضابطہ طور پر یہ مقدمہ عدالت میں رجوع کیا جائے گا (مع موجودہ مواد متعلقہ) اور پیروی کیلئے بمبئی سے قابل کونسل کا تقرر ہوگا جسکی ابھی سے بشکل حفظ ما تقدم تیاری ہو رہی ہے اور جو کچھ فیصلہ عدالت کریگی وہ فریقین کے حق میں قابلِ قبول ہوگا۔

پس میں نے مناسب سمجھا کہ چند سطور رکھکر اس اہم مسئلہ پر روشنی ڈالوں تاکہ باپ بیٹے میرے قطعی ارادہ سے واقف ہو جائیں۔

نوٹ۔ اس سلسلہ میں یہ کہدینا بھی ضروری خیال کرتا ہوں کہ اگر ضرورت ہوگی تو میری لڑکی خود عدالت میں جاکر اپنا بیان قلمبند کرلے گی کہ وہ اپنی جگہ اس ارادہ پر ہر طرح تیار ہے کہ شوہر کے مظالم سے یا طرزِ زندگی سے اپنی گلو خلاصی کرائے جو حد سے بڑھے ہوئے ہیں۔ اور اوس کے اس ارادہ سے میں ہر طرح متفق ہوں کہ فسخِ نکاح ہونا از حد ضروری ہے۔ چاہے کسی شکل و صورت میں کیوں نہ ہو اس سے یہاں بحث نہیں۔

مرقوم ۶ را پریل سنہ ۱۹۶۱ء

(آمدہ از نذری باغ)

مُعاملہ بدر النساء بیگم (دختر نذیر الدین عہدہ دار) زوجۂ دُوم نظام علی پسر وا صف علی

(مقیم نذری باغ)

فرمایا میری بیٹی عصمت النساء بیگم (زوجۂ اول نظام علی) کے حالیہ آپریشن (در کلینک فرنانڈیز) کے سلسلہ میں جس دُور اندیشی کو پیشِ نظر رکھکر اس لڑکی کا عقد کرایا تھا جسکے وجوہ نظام گزٹ میں بیان کیا تھا جسکو کچھ عرصہ ہوتا ہے تو یہاں بھی اس لونڈے کے حرکات بد شروع ہو گئے ہیں کہ اسکی توجہ زوجہ کے طرف نہیں ہے بلکہ آوارگی کے طرف ہے جس کا وہ عادی بنا ہوا ہے کہ روز صبح دس بجے نذری باغ سے جاکر آدھی رات کو کہیں واپس آتا ہے۔ لہٰذا اگر اپنے حرکات نازیبا کو ترک کرکے اپنی زندگی کو درست نہ کریگا تو پھر زوجۂ دوم کا فسخ نکاح ہونا لازمی ہو جائے گا۔ لہٰذا یہ چند سطور رکھکر اسکو قبل از قبل آگاہ کیا جاتا ہے تاکہ وہ اندھیرے میں نہ رہے۔ بقول۔ کردنی خویش آمدنی پیش

مرقوم ۱۰ را پریل ۱۹۶۱ء

(آمدہ از نذری باغ)

مُعاملہ نظام علیؑ داماد سرکار کا مقیم نذری باغ

فرمایا اس بیہودہ چھوکرے کے مزید حرکات مذموم دریافت و تحقیقات میں ثبوت کے ساتھ جو معلوم ہوئے ہیں وہ ایسے شرمناک ہیں جو قابل بیان نہیں ہیں۔ چنانچہ یہ کیا معاملہ جدید ہے جو سامنے آیا ہے۔ (علاوہ اسی معاملہ سے متعلق نذری باغ کے دو تین مضامین شیراز میں طبع ہو چکے ہیں۔ جس کو کچھ عرصہ ہوتا ہے)۔ یہ آیندہ شیراز میں کسی قدر تفصیل سے بیان کروں گا۔

خلاصہ یہ کہ یہ ہرگز میری لڑکی عصمت النساء بیگم کا شوہر رہنے کے قابل نہیں ہے جبکہ خود لڑکی مجبور ہوکر فسخ نکاح پر تیار ہے اور اس حد تک اسکی درخوست ہر طرح سے واجبی ہے لہذا چونکہ اس وقت میں دوسرے اہم کام کی تکمیل میں مصروف ہوں (جس کا اعلان آج ہفتہ وار شیراز میں ہو چکا ہے)۔ لہذا ذرا فرصت ملتے ہی اس قضیۂ نامرضیہ کی یکسوئی کروں گا کہ اب آئندہ ایسے حالات کو میں جاری نہیں رکھ سکتا۔ جو میرے خاندان کی بدنامی یا رسوائی کا سبب بنے ہوئے ہیں۔ لہذا جتنا جلد ممکن ہو سکے اس کی یکسوئی اولےٰ و انسب ہے۔ چنانچہ میری اس رائے سے بہت سے زمانہ شناس اصحاب کو جو ان حالات سے واقف ہیں کامل اتفاق ہے۔

زیادہ — دیر آید درست آید۔

مرقوم یکم اپریل سنہ ۱۹۶۱ء

(منقول از نظام گزٹ)

مکان گاف کے (۶) بھائی رجب جاہ کو مستثنیٰ کرتے ہوئے حسین بشارت جاہ لاولد کو چھوڑتے ہوئے۔

(کیونکہ رجب جاہ کی لڑکی کا عقد کنگ کوٹھی میں ہونے والا ہے)

فرمایا یہ اپنے صوابدید و ذمہ داری پر جو عقد کر رہے ہیں اپنی اولاد کا چاہے ذکور ہو یا اناث تو من مانے رقم صرف کر رہے ہیں ضروری لوازمہ عقد کے سلسلہ میں۔ لہٰذا اس مسئلہ کو مجھے صاف کر دینے کی ضرورت ہوئی کہ ٹرسٹ میں فی بچہ مصارف عقد (۵۰۰۰ روپے) رکھے گئے ہیں۔ اور فی لڑکی (۱۰۰۰۰ روپے) ایسی حالت میں اگر اس سے زائد وہ صرف کریں تو پھر اس کا تکملہ باپوں کی مجتمعہ رقم سے ہوگا جو کہ زیر نگرانی ٹرسٹ ہے۔ نظر بر آں مناسب سمجھا کہ اس مسئلہ کو صاف کر دوں تاکہ آئندہ غلط فہمی باقی نہ رہے۔

دیگر لڑکے یا لڑکیوں کی مجتمعہ رقم بابتہ اذوقے جو زیر نگرانی ٹرسٹ ہے وہ شادی بیاہ کے سلسلہ میں صرف نہیں ہو سکتی کہ اس کی نوعیت جداگانہ ہے۔ لہٰذا اسکو بھی پیش نظر رکھکر کام کیا جائے۔ ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ

کردنی خویش آمدنی پیش۔

مرقوم ۳ راپریل ۱۹۶۱ء

(منقول از نظام گزٹ)

کثیر قرضہ نظام علیؔ داماد سرکار کا (مقیم نذری باغ)

فرمایا سُنا گیا ہے گو ابھی تک تحقیق کے طور پر معلوم نہیں ہوا ہے جسکی چھان بین ہو رہی ہے اور کہا جاتا ہے کئی ہزار کا ہے۔ لہذا اگر واقعی یہ خبر صحیح ہے تو اس کے قرضداروں سے کہدیا جائے گا کہ اس کا تعلق کسی طرح سے نذری باغ سے نہیں ہے۔ اور نہ اسکی زوجہ یعنے میری لڑکی اس کی ذمہ دار ہے کہ یہ پیسہ اس کے ذاتی مصرف میں نہیں آیا ہے۔ لہذا نظام علیؔ یا اس کا باپ واصف علیؔ اسکی ادائی کے ذمہ دار ہیں۔ نظر برآن قرضخواہوں کو چاہیئے کہ عدالت میں رجوع ہوکر اپنا تصفیہ کرائیں کہ نذری باغ ایسے معاملات سے نہ تعلق رکھتا ہے اور نہ کسی قسم کی اسپر ذمہ داری عاید ہوتی ہے۔

الحاصل چند سطور اس مسئلہ پر لکھکر مجھے وضاحت کرنی ضروری تھی تاکہ آئندہ کسی قسم کی غلط فہمی باقی نہ رہے۔

مکرر اسی معاملہ سے متعلق کسی قدر تفصیل سے جو مجھے کہنا ہے کہوں گا آیندہ ہفتہ شیراز میں اسکو دیکھنے سے معاملہ مذکورہ پر مزید روشنی پڑتی ہے کہ پس پردہ کیا چیز ہے۔ لہذا قدرے انتظار کیا جائے۔

———— مرقومہ ۳ر اپریل ۱۹۶۱ء

(منقول از نظام گزٹ)

قابلِ غور اَمر

فرمایا دیدہ و دانستہ غلطی یعنے اپنے بیٹے نظام علی کی طرزِ زندگی کس نوع کی ہے اس کا علم رکھتے ہوئے اس کے باپ واصف علی نے میری لڑکی کو دینے کی سفارش کی جو دراصل بڑی بھاری بھرکم غلطی کی تھی کہ اس لونڈے کے جو حرکاتِ مذموم ہیں یا طرزِ زندگی جیسی کچھ ہے اس کا ثبوت پیش کررہی ہے۔

دوم۔ ہر والدین پر فرض ہے کہ اپنی اولاد کو درست تعلیم و تربیت دلائے یا ان کے رویہ پر نظر رکھے۔ مگر یہاں بھی باپ غافل رہا کہ اپنا فرضِ پدری انجام نہیں دیا جس کے بدنتائج جو نکلنے کے تھے وہ سامنے ہیں۔

سوم۔ باپ کا سِن و سال ایسا ہے یعنے پیرانہ سالی کا جسکی وجہ سے دماغ چلا ہوا شخص دکھتا ہے اور ساتھ ہی بے وقوف نظر آتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ باپ اور بیٹے ہر دو چاہتے تھے کہ عزت کی زندگی شریفانہ طور پر (بعد عقد میری لڑکی) بسر نہ کریں۔ بلکہ یہاں آئے تھے تو محض جلبِ منفعت کے خاطر کہ ان کا اگر سابقہ قرضہ وغیرہ ہے تو اسی ذریعہ سے ادا ہو یعنے خاندان نظام میں شریک ہو کر نذری باغ کو لوٹ مار کھائیں جس کا بیّن ثبوت سامنے موجود ہے اُن واقعات سے جو در پیش ہیں۔

بہرحال یہ عادات یا حرکات شریفوں کے نہیں ہیں بلکہ کمینوں کے ہیں جسکی جتنی مذمت کی جائے کم ہی کم ہے الحاصل مزید متعلقہ حالات یا واقعات آئندہ شیراز میں بیان کروں گا۔

بقول۔ زُود یا بہ دیر

مرقوم ۱۴ راپریل ۱۹۶۱ء

(منقول از نظام گزٹ)



٧٨٦
―――
٢٩٢

ع محمدؐ و آلہ الامجاد

گزارش۔

بعد آستانہ بوسی مودبانہ عرض ہے کہ فدوی نے فدوی زادی تقیہ بیگم کا عقد شرعی اس ماہ کی ۲۲ رتاریخ روز یکشنبہ قرار دیا تھا جس کے لئے معروضہ بھی پیشگاہ اقدس میں گزرانا تھا۔ مگر بعد فدوی کو اس امر سے آگاہی ہوئی کہ اُس روز لیلا بیگم جا کا آپریشن ہونے والا ہے۔ ایسی صورت میں فدوی اس دن کیلئے عقد ملتوی کر دیا ہے۔

فدوی کی بارگاہِ رب العزت میں دعا ہے کہ شافی مطلق لیلا بیگم جا کو شفائے عاجلہ صحت کاملہ عطا فرمائے۔ بہ تصدق ؐ

معروضہ ۴ راپریل ۱۹۶۱ء
زیادہ ادب
(دستخط) فدوی تقی جاہ

جواب عریضہ۔

جس بچہ نے میرے آپریشن کا خیال کرکے جو کہ آیندہ یوم یکشنبہ ہونے والا ہے فرنانڈز کے کلینک میں اپنی اولاد کی تقریب عقد کو اُس دن ملتوی رکھا ہے۔ اس کے صلہ میں غیب سے اس کو عمر طبعی نصیب ہو۔ بین ؑ حسنین و سبطین اور اس کی اولاد کو سرسبزی۔

نوٹ۔ روانگی عریضہ از نذری باغ بہ کلینک یوم جمعہ وقت عصر۔ اور نذری باغ میں اس کے مقام پر جو اس کے دو کم سن لڑکے اور چند کم سن لڑکیاں مقیم تھیں (جو اسی کی اولاد سے منسوب ہیں) وہ اسی دن صبح میں عدن باغ میں منتقل ہو رہے ہیں جہاں میرے بچے و بڑی بچی و داماد محمود پاشاہ مقیم ہیں۔ البتہ بڑی بہو بننے والی زبیدہ بیگم (لڑکی بشیرالدین عہدہ دار) ساس کے ساتھ جا رہی ہے کہ اُس کی خدمت کرتی ہے۔ البتہ ساکنین عدن باغ روزآنہ چاہے صبح ہو یا وقت عصر کلینک جایا کریں گے بغرض مزاج پرسی اور میرے روزانہ دو چکر ہوا کریں گے صبح اور شام۔ اور وقت آپریشن میری موجودگی ضروری ہے۔ ڈاکٹر بالیگا بمبئی سے یکشنبہ کی صبح دس بجے ایروپلین سے آ رہے ہیں جو دوسرے دن واپس بمبئی جائیں گے۔

مرقوم ۴ راپریل ۱۹۶۱ء

(منقول از نظام گزٹ)

لائف انشورنس پالیسی نظام علیؑ داماد سرکار کی یعنی جان کا بیمہ

(پسر واصف علیؑ)

قریبا مصدقہ طور پر معلوم ہوا کہ اس لونڈے نے بعد عقد ایک لاکھ پالیسی کی کرایا تھا جو کہ حال کا معاملہ ہے۔ اور شرط یہ رکھا تھا اس میں کہ قبل از مدت مقررہ وہ فوت ہو جائے تو یہ رقم پدر بزرگوار کو ملے۔ کیا خوب! حالانکہ عام قاعدہ کے تحت یہ ہونا تھا کہ اس کے بعد اگر اسکی صُلبی اولاد ہے تو وہ اسکی مستحق ہے۔ اور جس صورت میں اگر نہیں ہے تو اس کے جتنے جائز ورثاء ہیں ان میں مطابق احکام شریعت تقسیم ہو۔ مگر ایسا نہیں کیا جبکہ غرض و غایت بھی بنانے کی یہ تھی کہ ہر ماہ اقساط (Premiums) اوسکے ذاتی پیسے سے ادا نہ ہوں بلکہ زوجہ کے پیسے سے ہوں۔ اور آخر میں پونجی (Amount of Policy) ملے تو صرف والد بزرگوار کے ہاتھ میں جائے۔

پس اس سے معلوم ہوا کہ کس نیت یا غرض سے یہ بنایا گیا تھا کہ ہر ماہ قسط زوجہ ادا کرے محض شوہر کے قرابتداروں کے فائدہ کیلئے۔ افسوس یہ دھوکا یا فریب ایسا تھا جو قابل صد ملامت تھا۔ ایسی حالت میں یہ لونڈا ہرگز کسی حالت میں میری بیٹی کا شوہر رہنے کے قابل نہیں ہے۔ لہذا بہت جلد فسخ نکاح ہو جائے گا ایک ماہ کے عرصہ میں کہ اسوقت میں اہم کام کی تکمیل میں مصروف ہوں کہ لیلےٰ بیگم کا سنگین آپریشن ہفتہ آئندہ میں ہونیوالا ہے۔ ورنہ اگر ایسا موقع درپیش نہ ہوتا تو فسخ نکاح کبھی کے ہو جاتا۔

بہرحال فسخ نکاح سے مجھے ان سب خرافات کا سدباب کرنا ازحد ضروری ہے کہ ایسے امور کو میں کسی طرح جائز نہیں رکھ سکتا جو باعث رسوائی یا بدنامی خاندان نظام ہیں ۔ القصہ یہ عادات و اطوار یا طرز زندگی فرزند ارجمند و پدر بزرگوار کی جو ہے وہ سخت بدنما اور قابل صد نفرین ہے ۔

نکتہ قابل غور نظام علیؑ کے باپ واصف علیؑ کا کہنا ہے کہ لائف انشورنس پالیسی کا علم اسکو نہیں ہے بلکہ بعد چلکر اسکو معلوم ہوا ۔ ورنہ وہ بیٹے کو ایسی حرکت سے باز رکھتا ۔ یہ سراسر غلط ہے ۔ بقول "دروغ گویم بہ روئے تو" کسلئے کہ باپ جو کہ بیٹے کے بعد (بہ حذف اولاد اگر ہو تو) جبکہ پالیسی کی رقم (Amount of Policy) سے مستفید ہونے والا تھا اوسکو کیا بیٹا اندھیرے میں رکھتا ؟ ۔ یہ ناممکن تھا ۔ ساتھ ہی باپ خود کو اس الزام یا پیچیدگیوں سے بچانے کے خاطر اس کے علم سے انکار کرتا ہے ۔ حالانکہ حقائق پوشیدہ نہیں رہ سکتے کہ وقت پر ان کا آشکارا ہونا لازمی ہے ۔

● دوسرے طرف خود باپ نے حال میں جبکہ اس مسئلہ پر گفتگو ہو رہی تھی میرے سامنے اور دوسرے اصحاب کی موجودگی میں کہا میرے کہنے پر کہ اگر اس کا بیٹا ماہانہ قسط (Premium) ادا نہ کرے گا تو یہ پالیسی خود بخود ختم (Relapse) ہو جائے گی ۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ اس معاملہ سے وہ بخوبی واقف تھا ۔ گو اب خود کو بچانا چاہتا ہے اس الزام سے تو وہ بری ہو نہیں سکتا ۔

مرقوم ۵ راپریل ۱۹۶۱ء ______________

(منقول از نظام گزٹ)

مادۂ تاریخ رحلت آیۃ اللہ العظمٰی مجتہد اعظم قم در ایران

برفتہ از جہان در یومِ مسعود (۲۳ شوال) ||| بگر عثمان کہ بودہ پاک و محمود

بہ آہِ دل بگفتہ سالِ رحلت ||| چہ عالم خلد منزل مجتہد بود

سنہ ۱۳۸۰ ہجری

خدا مرحوم کی روحِ مطہر کو ارضِ قم میں آسودہ رکھے اور اعلیٰ علیین میں جگہ عطا کرے۔

مرقومہ ۶ر اپریل سنہ ۱۹۶۱ء

(آمدہ از نذری باغ)

ترجمان اہل حق ہر قوم کی آواز ہے ☆ خیر خواہ شاہ و حق آگاہ ہو شیرازی

ایڈیٹر:- سید صمصام شیرازی

لا فتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار

مسلم وقف بورڈ کی جدید تشکیل

یہ خبر ملک کے تقریباً ہر مکتب خیال کیلئے باعث طمانیت ہوی کہ حکومت آندھرا پردیش نے حیدرآباد مسلم وقف بورڈ کی جو تلنگانہ کے لئے کام کر رہا تھا تحلیل کر دیا اور اسکی بجائے ساری ریاست آندھرا پردیش کیلئے آندھرا پردیش مسلم وقف بورڈ قائم کیا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ علاقہ آندھرا پردیش میں اتنک کوئی وقف بورڈ نہیں تھا۔ اب جدید وقف بورڈ کے قیام سے علاقہ آندھرا کے اوقافی امور بھی منظم طریقہ پر انجام پائینگے جدید بورڈ کے لئے حسب ذیل ممتاز افراد کو منتخب کیا گیا ہے

مولوی کرم اللہ خاں صاحب

ڈاکٹر سید اختر احمد صاحب

حاجی عبدالرحیم صاحب

مولوی سید علی رضا صاحب

مولوی عثمان علی خاں صاحب رکن پارلیمان

مولوی شہاب الدین احمد خاں صاحب رکن اسمبلی

مولوی سید اشرف الدین صاحب

بیرسٹر حسن صاحب اور

مولوی سید اصغر حسین صاحب آئی۔اے۔ایس

یہ ایک حقیقت ہے کہ سابقہ وقف بورڈ کی کارکردگی

خطیب منبر سلونیؑ

کا ارشاد ہے کہ ہوشیاری اس کا نام ہے کہ انسان اپنے تجربہ کو محفوظ رکھے اور اس کے مطابق کام کرے۔

سے کوئی شخص بھی مطمئن نہیں تھا۔ مطمئن ہوتا تو ایک طرف ہر شخص شاکی اور نالاں تھا۔ چنانچہ اخبارات کے مراسلتی اور شکایتی کالم اس بات کے شاہد ہیں کہ سابقہ وقف بورڈ نے اکثر معاملات میں غیر منصفانہ فیصلے اور غیر معقول تجاویز کئے ہیں جن کی بناء پر عام شکایتوں کا پیدا ہو جانا ایک یقینی امر تھا۔ گو وہ مولا علی کے تعلق سے بھی حال ہی میں سابقہ بورڈ نے جو تصفیہ کیا ہے وہ نہ صرف غلط، خلاف ضابطہ بلکہ ایک شر انگیز فیصلہ ہے۔

اب نئے وقف بورڈ کے انتخاب سے نہ صرف توقع بلکہ یقین ہے کہ یہ بورڈ زیادہ سے زیادہ کارکرد اور مفید ثابت ہوگا۔ نیز گزشتہ ساری بے ضابطگیوں اور شکایتوں کا انسداد ہوگا۔

جدید بورڈ میں تنہا مولوی سید اصغر حسین صاحب معتمد تعلیمات آندھرا پردیش کا نام ہی اس بات کی ضمانت ہے کہ یہ بورڈ ہر اعتبار سے افادی اور کارکرد ثابت ہوگا

پچھلے زمانہ کے حالات!

خدا کی پیدا کی ہوئی زمین میں کچھ علاقے ہی ایسے ہیں جہاں نیا نیا مذہب جنم لیتا ہے۔ خیالات اور نظریات میں روز بروز انقلابات آتے ہیں۔ اور لوگ کسی ایک اصول ایک دین کے بجائے نت نئے مذاہب اور رنگ برنگے ادیان کے عادی ہو جاتے ہیں۔

یہ علاقے عموماً بڑے دلچسپ ہوتے ہیں بڑی عجیب و غریب باتیں پیش آتی رہتی ہیں۔ اور یہاں کے لوگ ہمہ دم نئی نئی باتیں کرتے رہتے ہیں۔ ان کی زندگی ان کی ثقافت ان کے مجلسی و معاشرتی امور میں ایک نیا رنگ خود بخود آجاتا ہے کیونکہ ہر زمانہ میں ایک نئے مذہب کی باتیں اور ہر عہد میں ایک نئے رہبر کا ذکر ضرور رہتا ہے۔ اس طرح ہمیشہ ایک نئی چیز موضوع بنی رہتی ہے۔

اس کو صفت کہا جائے یا عیب اس بات کو قابل مذمت سمجھا جائے یا لائق تحسین ان کی اس رنگا رنگ طبیعت پر ان سے نفرت کی جائے یا محبت لیکن ایک بات ضرور ہے کہ ان ممالک میں ظاہری زندگی میں چمک دمک رہتا ہوگا۔ پرسکون زندگی کے بجائے ایسے لوگ نت نئی دلچسپیوں کے شیدا ہوں گے۔

بہر حال اسے اس علاقہ کی خصوصیات میں سے شمار کیا جائے اور یہ کہا جائے کہ اس سرزمین ہی کی یہ صفت ہے کہ وہاں کے باسی ایسی طبیعت رکھتے ہیں یا ان لوگوں کو کہا جائے کہ وہ لوگ ہی اچھے ہیں لیکن کم سے کم اس سلسلہ میں ایک بات ضرور سمجھ میں آتی ہے کہ ایسے علاقہ والے کسی مذہب کو دیر تک زندہ نہیں رہنے دیتے ہوں گے انسان کی فطرت ہے کہ ہر نئی چیز اس کو لذیذ معلوم ہوتی ہے۔ اور پھر خاص طور سے ایسے علاقوں میں تو مشاہدہ بھی ہے کہ نئی نئی چیزیں آتی ہی رہتی ہیں اس لئے باعث حیرت یہ بات ہوگی کہ کسی مذہب کو یہ لوگ اس طرح سینہ سے لگالیں کہ پھر اسے نہ جانے دیں۔ اور اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے ساتھ وابستہ کرلیں۔ اگر ایسا اتفاق ہو جائے تو پھر اس سے ان لوگوں کی خوبی یا اس علاقہ کی صفت کا پتہ نہیں چلے گا بلکہ حیرت ہوگی۔ اس مذہب پر جو ان کے درمیان باقی رہ گیا۔ اور اس کے پھیلانے والے کے کمال پر تعجب ہوگا۔ جس نے بدلتی ہوئی طبیعتوں کو ایک ہی دین میں جکڑ دیا۔ اور ان کی رنگ برنگی طبیعتوں کو ایک ہی راستہ سے وابستہ کردیا۔

اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ خود اس دین میں ایسی خصوصیت تھی، کچھ ایسی بات تھی جس نے ان لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔ اور ان کی بدلتی ہوئی طبیعتوں کے سکون کا اس نے سامان کردیا۔

یہ بات ہم ملک ایران میں دیکھتے ہیں۔ اس ملک میں جب سے اسلام نے قدم رکھا اور جس وقت سے تعلیمات محمدی کی روشنی پہنچی جب سے دین حق نے اپنا اثر جمایا وہ اثر بحمدہ آج تک باقی ہے اور وہاں کے لوگ اس سچے دین کو اپنائے ہوئے ہیں۔ حالانکہ پہلے ان لوگوں نے بکثرت ادیان کو چھوڑا اور اپنایا۔

ایران کا شمار بھی ان ہی علاقوں میں ہوتا ہے جو دین کے معاملہ میں بڑا افرا فدل واقع ہوا ہے اور جہاں پرانے زمانہ میں ہر عہد میں اور ہر سلطنت میں ادیان بدلتے رہے نئے نظریات اور نئے خیالات آتے رہے۔ پرانے خیالات کو طاق نسیاں پر رکھ دیا گیا۔ خداؤں کی تبدیلی ہوتی رہی اور ہادیان دین اپنا چولا بدل کر نئی نئی شکلوں میں آتے رہے۔

اس سرزمین کی دینی تاریخ سے اندازہ ہوتا ہے کہ

قطعہ

ہمہ بادِ صبا عنبرِ تاتار نبود	این چمن گفت بس گل تو نگر خار نبود
ساربان گفت کہ رفتار منازل آسان	بر سرِ ناقہ نگر لیلیٰ ہم بار نبود

(آمدہ از نذری باغ)

یہاں کے لوگ کسی ایک مذہب اور ایک دین پر آسانی سے قدم نہیں جماتے تھے۔ ان کے یہاں بڑی بڑی تبدیلیاں ہوئیں اور قسم قسم کے خیالات کا آنا کوئی خاص بات نہ تھی۔ اسی لئے عہد قدیم کا جب بھی ذکر ہو پرانی باتیں جہاں بھی دہرائی جائیں اس ذکر کے ساتھ ایران کا نام ضرور آتا ہے۔ اور ایران کا ذکر کئے بغیر گفتگو تشنہ تکمیل رہ جاتی ہے یقیناً ان کے پرانے حالات اور نظریات اس قابل ہیں کہ ان پر نظر کی جائے اور سوچا جائے کہ کیوں ان لوگوں نے اتنے انقلابات پسند کئے اور کیوں کر اتنے ہادیوں کو عروج ملتا رہا کیوں کہ اس قسم کے واقعات کبھی بھی پیش آسکتے ہیں اور کسی جگہ بھی نئے رہبروں سے سابقہ پڑ سکتا ہے کیونکہ بعض افراد اپنی شہرت اور عزت کے لئے دینی پیشوائی کو بہترین مشغلہ سمجھتے ہیں۔ اور خود کو بڑے بڑے دعوؤں کے ساتھ وابستہ کرتے ہیں اس لئے اس قسم کی فطرت کا اندازہ مفید ہی ثابت ہو سکتا ہے۔ کسی کے دعوے کو سن کر اس کی پچھے دار تقریروں سے اثر سے اور اس کے بڑھتے ہوئے اثرات کو دیکھ کر یہ خیال نہیں ہو سکتا ہے کہ اس کے ساتھ کچھ حقیقت بھی ہے کیوں کہ دین اور خصوصاً نئے دینوں کے سلسلے میں جب ہم پرانے زمانے کی تاریخ اٹھا کر دیکھتے ہیں تو یہ اندازہ ہوتا ہے کہ نئے ہادیوں کا پیدا ہونا اور مختلف مذاہب کا پھیلنا کوئی خاص بات نہیں ہے۔ خاص بات البتہ یہ ہے کہ ان مذاہب کو دیکھنے کے بعد ان خیالات کو سمجھنے کے بعد یہ ضرور دیکھ لیا جائے کہ جو مذاہب دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں جن خیالات کو لوگ اپنا رہے ہیں ان میں حقیقت کا کہاں تک دخل ہے۔ کثرت ادیان کا یہ مطلب نہیں کہ ہر مذہب خدا تک پہنچانے کا راستہ ہے جس کو بھی اختیار کر لیا جائے خدا مل جائے گا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر مذہب خدا سے دور ہٹاتا ہے اور اس دین پر پردہ ڈالتا ہے جو درحقیقت خدا کا نازل کیا ہوا اور سچا دین ہے اور جس کو وہ خود پسند کرتا ہے۔

کسی دعوے دار کے دعوے کو مان کر کسی مذہب کی تصدیق نہیں کی جا سکتی۔ بلکہ انسانی کمال یہ ہے کہ سوچے کہ کس مذہب کے اصول صحیح ہیں۔ اور جب اس کا عقل مطمئن ہو جائے تو پھر اس مذہب پر بے چون و چرا عمل کرے اور اسے ہر حال میں تسلیم کرتا رہے۔ اسی لئے دوسرے ادیان سے واقفیت حاصل کرنا اور ان کے خیالات کو معلوم کرنا ہمارے غور و فکر کو مفید بنا سکتا ہے بشرطیکہ ہم ان کو صرف اس نظریہ سے دیکھیں کہ دین حق کو تلاش کرنا ہے اور اس راستہ پر زندگی بسر کرنا ہے جسے عقل سب سے بہتر کہتی ہے۔

ان ادیان میں ایران کے قدیم مذاہب خصوصیت سے دلچسپی کے باعث ہیں۔ کیوں کہ یہاں لوگ زمین و آسمان کی بہت سی باتوں پر چھان بین بھی کرتے تھے اور جس شخص کو اس جستجو میں جو بات اچھی لگتی تھی اس کو اچھے الا اپنے لگتا تھا۔ اور اس کے سامنے سر خم کر دیتا تھا چنانچہ وہاں دین کے ہادی اس کو باقی رکھنے والے اور اس کا پرچار کرنے والے کم ہیں۔ لیکن نیا دین اور نیا مذہب پیش کرنے والے زندہ ہیں وہاں محافظ کم اور موجد زیادہ ہیں۔ مذہب کو بچانے والے کم اور مذہب پیدا کرنے والے زیادہ ہیں۔

ایران ـــــ اور ـــــ ادیان

جشاسپان:- نیا دین اور نیا مذہب جب بھی کہیں رائج ہوتا ہے تو عموماً یہی دیکھا گیا ہے کہ اس کی فکر دین لانے والے کو ہوتی ہے اس کی کوشش وہ خود کرتا ہے اپنے وسائل بڑھاتا ہے۔ اور جائز یا ناجائز طریقوں سے اپنی بات کے ماننے والوں کا ایک گروہ پیدا کر لیتا ہے یہ ایک عام سی بات ہے اور ہر جگہ اس کی مثالیں مل سکتی ہیں۔

لیکن ایران کی سرزمین میں ایک خصوصیت یہ بھی

قطعہ

بر سرِ افلاک بنگر تو کہ ابرو باد نیست ❘ بہرِ مرغانِ چمن ہم نالہ و فریاد نیست

اختتامِ ماہِ روزہ گفت این پیشِ جہان ❘ قبلِ عید بہرِ ما بنگر مبارکباد نیست

(آمدہ از نذری باغ)

دیکھی گئی ہے کہ بعض مرتبہ خود لوگوں نے کسی کو مجبور کر دیا۔ اور اس کو یقین دلایا کہ تم مذہبی پیشوا اور دینی رہبر ہو۔ اس کو خود خیال بھی نہ ہو لیکن لوگوں کی خواہش ہوئی اور اس کے سر ہو گئے کہ تم دینی رہبر ہو۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آخر میں وہ بھی اس شور وغوغا میں شامل ہو ہی گیا اور اس نے بھی نبوت و ہدایت کا لبادہ اوڑھ ہی لیا۔ اس سلسلہ" میں یہ پہلو خاص طور پر کافی لطیف اور دلچسپی کا باعث ہے۔ کیونکہ ایسی مثالیں کم ملتی ہیں کہ زبردستی کسی کو مذہبی رہبر بنایا گیا ہو۔

چنانچہ "جم شاسپ" کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا اس زمانہ کے حالات سے پتہ چلتا ہے کہ اس شخص نے خود کوئی بات نہیں شروع کی۔ البتہ وہ ایک عقلمند اور اچھا آدمی تھا لوگ اس کی باتوں کو ذوق و شوق سے سنتے تھے اس کے کلام کے دلدادہ تھے۔ اور اس کی طرف بہت زیادہ رغبت رکھتے تھے۔ اور اسے ایک اچھا آدمی ہونے کی وجہ سے مانتے تھے۔

رفتہ رفتہ بہت سے لوگوں کو یہ خیال ہوا اور انہوں نے خود بخود اس کو دینی پیشوا کہنا شروع کر دیا۔ اور اس کی باتوں کے سبب اس کے گرویدہ ہوتے گئے۔ اس کو یقین دلاتے رہے کہ وہ ہادی ہے اور مذہب کو پھیلانے کے لئے آیا ہے۔

چنانچہ وہ بھی آخر کار اس خیال پر یقین کرتا گیا۔ اور اس نے بھی یہ طے کر لیا کہ واقعی میں کوئی مذہبی پیشوا ہوں۔ اور مجھے لوگوں کی ہدایت کرنی ہے۔

حماقت پہ حماقت ہوتی چلی گئی چنانچہ اس کا انجام بھی وہی ہوا۔ لوگوں کے بنائے ہوئے دینی پیشوا جیسے ہو سکتے ہیں۔ ویسا ہی وہ بھی ثابت ہوا۔ چنانچہ اس نے جو خیالات لوگوں کو دیئے وہ عجیب و غریب تو معلوم ہو سکتے ہیں انکو فلسفیانہ تو کہا جا سکتا ہے لیکن تھوڑی سی توجہ کرنے کے بعد پتہ چل جاتا ہے کہ ان کی کوئی حقیقت نہ تھی اور نہ ہی کوئی معقول بات اس میں بیان کی گئی ہے۔

خدا کے متعلق ہمیشہ یہ جھگڑا رہا کہ کہاں ہے کیسا ہے کتنا بڑا ہے کیوں کر ہے، وغیرہ وغیرہ اس قسم کے اختلاف ہمیشہ رہے کیونکہ خدا کے ساتھ یہ چیزیں درحقیقت تو ہیں نہیں وہ نہ تو کسی جگہ پر ہے نہ کسی مکان میں ہے اور نہ اس کے لئے کوئی جسم ہے اسی لئے ان فرضی باتوں کے پیش نظر جو خیالات پیش کئے جائیں گے ان میں اختلاف یقیناً ہوگا۔ اسی لئے اس مسئلہ میں ہمیشہ اختلاف رہا۔ خدا کے متعلق اکثر لوگوں کا خیال یہ رہا کہ وہ کوئی بہت بڑے جسم والا ہے۔ بڑے بڑے ہاتھ ہیں بڑی بڑی آنکھیں ہیں۔ اور بڑی بڑی ٹانگیں ہیں اور وہ آسمانوں کے اوپر بیٹھا ہوا حکومت کر رہا ہے۔ لوگوں کو اور زیادہ سوچنے کی عادت پڑی تو اس نتیجہ تک پہنچے کہ پتہ نہیں وہ کیسا ہے لیکن ہے آسمانوں کے اوپر اور وہیں سے حکومت کر رہا ہے۔ چنانچہ یہ خیال بکثرت پایا جاتا ہے کہ دنیا الگ ہے اور اس کا پیدا کرنے والا دور سے اس کا انتظام کر رہا ہے۔

"جم شاسپ" کو جب لوگوں نے مذہبی پیشوا بنا دیا جب اس کی دینی سرداری قبول کر لی تو اب اس سے سوال کیا گیا کہ خدا کہاں ہے۔ اس نے کہا کہ یہ سب خدا ہی تو ہے یہ جتنی چیزیں تم دیکھ رہے ہو۔ یہ زمین یہ آسمان یہ درخت یہ پہاڑ یہ دریا یہ جانور یہ سب کے سب خدا ہیں اور تم خود بھی کچھ اس سے باہر نہیں تم بھی اس میں شامل ہو یعنی یہ ساری کائنات مجموعی طور پر خدا ہے۔

لوگوں نے پوچھا کہ پھر یہ کائنات کیا ہے اس نے ان کو بتایا کہ کائنات درحقیقت کوئی چیز نہیں ہے۔ یہ جو چیزیں تم دیکھ رہے ہو ان کی کوئی اصل نہیں۔ حقیقت نہیں ہے یعنی یہ پہاڑ درحقیقت پہاڑ نہیں ہے یہ دریا نہ تو درحقیقت کوئی دریا ہے اور نہ اس میں درحقیقت کوئی پانی بہہ رہا ہے۔ درخت درحقیقت درخت نہیں ہیں۔ فضا میں درحقیقت کوئی ہوا نہیں ہے بلکہ یہ ساری چیزیں خدا کا ایک تصور اور اس کا ایک خیال ہیں۔

قطعہ

چہرۂ زیبا بگفتہ این بہ جلوت آورد　　عیش و عشرت را بہ جام مئے بہ خلوت آورد
طبع نیکو مائل اخلاص و الفت می شود　　طبع بد بنگر بہ دل ہا این کدورت آورد

(آمدہ از نذری باغ)

اس کا خیال جیسا کہ اس نے ظاہر کیا ہے کہ جس طرح عام انسان کسی شہر کا تصور کرتا ہے جس میں مکانات بھی ہوتے ہیں باغات بھی ہوتے ہیں لوگ بھی چلتے پھرتے ہیں۔ چیاڑ و دریا بھی ہیں لیکن یہ ساری چیزیں ایک انسان کے صرف تصور میں ہوتی ہیں۔ اس کے ذہن کی پیداوار ہوتی ہیں۔ درحقیقت ان کا کوئی وجود نہیں ہے درحقیقت وہاں کوئی واقعی شہر یا حقیقی آبادی نہیں ہوتی بلکہ یہ سب کچھ صرف ایک تصور رہتا ہے اسی طرح یہ ساری کائنات خدا کا صرف ایک تصور ہے۔

یہ اس کا عجیب و غریب خیال ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ انسان دنیا میں جو کچھ دیکھتا ہے وہ اس کے ذہن میں محفوظ ہوتا جاتا ہے جس طرح تصویر کشی کے آلہ میں ایک پردہ ہوتا ہے جس پر بیرونی دنیا کا عکس محفوظ ہو جاتا ہے اسی طرح ہمارے ذہن میں ایک ایسی طاقت ہے جو دنیا کی ہر چیز کا ایک عکس محفوظ کرتی جاتی ہے۔ چنانچہ ہم جب کسی شہر کا تصور کرتے ہیں تو اس میں اسی قسم کے مکانات دکھائی دیتے ہیں۔ جیسے ہمارے ذہن میں پہلے سے موجود ہیں۔ ویسے ہی لوگ دکھائی دیتے ہیں۔ ویسے ہی مکان ویسے ہی محلے غرض اس تصور میں وہ تمام محفوظ عکس مل جل کر ایک شکل پیش کر دیتے ہیں۔ اور وہی ہمارا تصوراتی شہر ہوتا ہے۔ تو درحقیقت جس شہر کو تصوراتی شہر کہا جاتا ہے وہ تصوراتی نہیں ہوتا بلکہ جن شکلوں کو ہم دیکھ کر ذہن میں محفوظ رکھتے ہیں ان ہی کا ایک مجموعہ ہوتا ہے اور وہ تمام چیزیں خارج میں اپنا وجود بھی پہلے سے رکھتی ہیں پہلے ان کا ایک حقیقی وجود ہوتا ہے پھر ان حقیقی چیزوں سے ہم کچھ شکلیں ذہن میں محفوظ کرتے ہیں۔ اور جب ضرورت پڑتی ہے تو ان سے ایک تصوراتی شہر بنا لیتے ہیں۔ لہٰذا درحقیقت وہ صرف تصوراتی چیز نہیں ہے۔ اسی طرح ان کا یہ خیال کہ دنیا خدا کا ایک تصور ہے۔ غلط ہو جاتا ہے کیوں کہ تصور کسی حقیقت کے بعد ہی ہوتا ہے۔

بہر حال اس مذہب والوں کا یہ خیال کہ خدا نے ایک چیز کا تصور کیا اور وہ صرف ایک ہی چیز کا تصور کر بھی سکتا تھا اس چیز کو یہ لوگ عقل اول کہتے ہیں۔ ان کا یہ خیال ہے کہ پھر اس ایک چیز نے تین چیزوں کا تصور کیا یعنی عقل دوم آسمان اول کی حقیقت اور تمام آسمان کا جسم اور پھر دوسری عقل نے تین چیزوں کا تصور کیا۔ یعنی تیسری عقل، آسمان دوم کی حقیقت اور آسمان دوم کا جسم اسی طرح رفتہ رفتہ نویں عقل نے ساری کائنات کا تصور کیا تو ان کے نزدیک یہ سب تصور ہی تصور ہے اور درحقیقت کچھ نہیں۔

کچھ عجیب قسم کا فلسفہ ان لوگوں کا تھا پتہ نہیں خود ان کے جو یہ تصورات تھے انہیں وہ کس خانہ میں ڈالتے ہیں اور خود اپنی ذات کو کیا سمجھتے ہیں۔ اور کیوں کر یہ یقین کرتے ہیں کہ یہ ساری چیزیں صرف ایک تصور ہیں۔ بہر حال یہ دین پھیلا اور کچھ کثرت سے لوگوں نے اسکو قبول کیا اور شاہ جمشید نے آبتین کو جو عقیدہ بتایا وہ بھی بالکل یہی تھا۔

سمراویان:۔ "سمراد" لغت میں کہتے ہیں وہم اور خیال کو اس دین کو ماننے والوں نے اکثر حقائق عالم کو وہمی اور خیالی چیز سمجھا ہے۔ اسی لئے ان لوگوں کو سمراویان یا "وہمی لوگ" کہا جاتا ہے ان لوگوں کی کئی قسمیں ہیں یہاں خصوصیت کے ساتھ ان کے چار گروہوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

پہلے "فرتوشی" کے ماننے والے ہیں یہ شخص ضحاک کے ابتدائی دور میں تھا ان لوگوں کا خیال ہے کہ یہ مٹی پانی، ہوا، آگ اور ان سے مل کر بنی ہوئی جو دنیا کی چیزیں ہیں یہ سب کی سب وہم ہیں۔ اور آسمان ستارے اور بلندی میں جو چیزیں ہیں دکھائی دے رہی ہیں یہ بھی کوئی ٹھوس اور مادی چیزیں نہیں ہیں بلکہ یہ سب کی سب مجرد چیزیں ہیں یعنی وہ چیزیں جو

قطعہ

جملہ الفاظ نگر صرف غبار شدہ است | زُہد و تقویٰ ہمہ افسوس کہ غارت شُدہ است
زآب زمزم کہ بُود یا کہ بُود آبِ صفا | این وضو گفت نگر تو کہ طہارت شُدہ است

(آمدہ از نذری باغ)

اثر ہوتا ہے۔ جن کی طاقت ہوتی ہے لیکن کوئی مادہ نہیں ہوتا جیسے عقل وغیرہ ان لوگوں کو "فرنوشیہ" کہتے ہیں۔ دوسرے "فرشید" کے ماننے والے ہیں یہ فرنوش کا لڑکا تھا اور اس نے یہ خیال پیش کیا کہ دنیا کی چیزیں بھی وہمی ہیں اور آسمان ستارے سورج، چاند یہ سب کا سب ہمارا ایک وہم ہے درحقیقت کوئی چیز نہیں لیکن مجردات کا وجود ہے یعنی عقل پائی جاتی ہے نفس انسانی کا وجود ہے۔ ان کے ماننے والوں کو "فرشیدیہ" کہتے ہیں۔

تیسرے "فرا۔ برح" ہیں۔ یہ اپنے باپ فرشید کے بیٹے اور خیالات میں ان سے اور آگے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ دنیا اور آسمان یہ بھی بے حقیقت چیزیں ہیں اور مجردات یعنی عقل وغیرہ ان کا بھی کوئی وجود نہیں ہے بلکہ یہ ساری کی ساری چیزیں درحقیقت ذات واجب الوجود کا نام ہیں اور اسی اعلیٰ وجود کی وجہ سے ہمیں یہ ساری چیزیں محسوس ہوتی ہیں۔ ورنہ درحقیقت کوئی چیز ہے ہی نہیں۔ ان لوگوں کو "فرا۔ برجیہ" کہتے ہیں۔ (پتہ نہیں ان لوگوں کے نزدیک جب دنیا کی ہر چیز بے حقیقت ہے تو پھر وہ چیز ہوگی جس میں حقیقت ہو؟)

چوتھے "فرد۔ مند" ہیں یہ فرابرح کے شاگرد تھے انہوں نے اپنے استاد اور ان کے باپ دادا کا مسلک چھوڑا ان کو ان لوگوں کی باتیں کچھ بے معنی معلوم ہونے لگیں لیکن فرابرح کے شاگرد ہونے کے سبب سے ان کو بھی سمراوی لوگوں میں شمار کیا گیا ہے۔

اس نے یہ کہا کہ اگر دنیا میں کوئی شخص وجود رکھتا ہے اگر کسی کو اپنے ہونے پر یقین ہے تو اس کو ماننا پڑے گا کہ دنیا کی دوسری چیزوں آسمان اور اس میں سورج چاند ستارے اور دوسری تمام مخلوقات کا بھی وجود ہے اور ہر چیز ایک حقیقت ہے۔ واجب الوجود کے متعلق جو خیال پیش کیا جاتا ہے وہ بھی غلط ہے وہ بھی ایک وجود ہے۔ اس کی ذات بھی ایک حقیقت ہے اور اس کا بھی وجود ہے۔ لوگوں نے اس کے اس پہلے خیال پر اعتراض کیا اور اس سے پوچھا کہ اس دعویٰ کے لئے تمہارے پاس کوئی دلیل بھی ہے۔ کوئی ثبوت ہی ہے جس سے اس کو ثابت بھی کر سکو تو اس نے بڑا اچھا جواب دیا کہ "آفتاب کے لئے بھی دلیل کی کوئی ضرورت ہوتی ہے"! اس کے ماننے والوں کو "فردمندیہ" کہتے ہیں۔

شید رنگیاں:-

ادیان کی اس فہرست میں کوئی مزدکی نہیں کہ ہر شخص مذہبی دنیا ہی کا آدمی ہو بلکہ شید۔ رنگ" ایک پہلوان تھا۔ اس کی طاقت اور شجاعت کا دور دور تک چرچا ہوا بڑے بڑے جانوروں سے لڑ پڑتا۔ اور درندوں سے ٹکرا جاتا۔ اس کے کاندھوں پر ہمہ وقت ایک اژدہا رہتا تھا۔ اس نے اپنی طاقت کے زور پر اپنا ایک خاص مذہب ایجاد کیا اور اس کو برابر پھیلاتا رہا اور اس طرح یہ پہلوان بھی مذہبی پیشوا بن گیا۔

اس کا خیال یہ تھا کہ انسان اور دوسری مخلوقات میں دو چیزیں اہم ہیں۔ ایک تو ان کا جسم اور دوسری ان کی طبیعت۔ اور یہ طبیعت ہی درحقیقت خدا ہے۔ اس کے علاوہ جو جسم ہے وہ بالکل بے حقیقت چیز ہے جس طرح گھاس اور مٹی وغیرہ ہیں اسی طرح جسم بھی ہے اصل چیز اس کی منش اور طبیعت ہے جو کہ خود خدا ہے۔

تذکرۂ نوواردانِ دکن!

عہد نواب نظام الملک آصف جاہ سے لیکر عہد حال تک کے ان تمام مشاہیر علماء، دانشمند، فنکار وغیرہ کا ایک جامع اور بسیط تذکرہ ادارۂ ادبیات اردو کی طرف سے مرتب اور شائع کیا جا رہا ہے۔ جنکی ترتیب میں دیہاتی طلبہ براہ کرم آپ اپنے بزرگوں، دوستوں اور عزیزوں کے حالات جو ہندوستان، ایران، عراق، وغیرہ سے آکر دکن کی علمی، ادبی، سیاسی، مذہبی خدمت انجام دیتے رہے۔ عنایت فرمائیں تو کرم ہوگا۔ فقط

تمکین کاظمی

۲۳ مارچ ۱۹۶۱ء

سلطان شاہی حیدرآباد

قطعہ

بہاراں گفت من بادہ فروشم | گرفتم دفتر الفت بہ دوشم

بگفتہ این لگن در گوشِ گلگیر | مثالِ شمع در محفل خموشم

(آمدہ از نذری باغ)

مسجد حرم میں آیت اللہ العظمیٰ آقای بروجردی کی مجلس ایصال ثواب

آقای حسین ضابط صدر مرکزی شیر الزہرا کمیٹی کا پیام تعزیت

حیدرآباد۔ یکم اپریل — عالم اسلام کی ایک مقدس ترین شخصیت آیت اللہ العظمیٰ آقای سید حسین بروجردی (جن کے اقطاع عالم میں لاکھوں مقلد ہیں) کے انتقال پر ملال پر دنیا کے چپہ چپہ میں غم منایا گیا اور صف ماتم بچھائی گئی حیدرآباد میں بھی موصوف کے ایصال ثواب کی مجلس برپا کی گئی۔ سید الواعظین آقای سید شاہ عباس منصوری خراسانی آل یٰسین نے آیت اللہ العظمیٰ کے مختصر حالات بیان فرمائے اور مصائب سید الشہداءؑ پر اپنے بیان کو ختم کردیا۔

حیدرآباد کے ممتاز ایرانی تاجر اور کل ہند شیر الزہراؑ کمیٹی کے صدر آقای حسین ضابطہ نے سفیر کبیر ایران برائے ہندوستان کے نام حسب ذیل تعزیتی برقیہ نئی دہلی روانہ کیا

اسلامی دنیا کے عموماً اور فرقہ شیعہ کے خصوصاً سب سے بڑے عالم اور پیشوا آیت اللہ العظمیٰ آقائی بروجردی کے انتقال کی خبر نے ساری اسلامی دنیا کو غم زدہ بنادیا۔ موصوف کی موت اسلامی دنیا کا ایک ناقابل تلافی نقصان ہے۔ براہ کرم میرے اور کل ہند شیر الزہرا کمیٹی حیدرآباد کے اراکین کی جانب سے جذبات تعزیت ایرانی حکومت اور عوام خاصکر آیت اللہ العظمیٰ کے اہل خاندان، وابستگان اور تلامذہ تک پہنچا دیجئے اور ان کو سنا دیجئے کہ ہم اس غم میں آپ کے ساتھ برابر کے شریک ہیں۔ کیونکہ علم اور عمل صالح کی شمع گل ہوجانے سے اسلامی دنیا میں جو اندھیرا چھا گیا ہے اس کا دور ہونا دشوار ہے

مَوتُ العَالِمِ مَوتُ العَالَم

مجلس عزا

بغرض ایصال ثواب روح پر فتوح حجۃ الاسلام آیت اللہ فی الانام نائب امام اعلم العلماء آقای آقا حضرت سید حسین بروجردی مجتہد اعظم رضوان اللہ علیہ بروز یکشنبہ ۲۲ شوال المکرم ۱۳۸۰ھ م ۹ اپریل ۱۹۶۱ء بعد نماز مغرب عبادت خانہ دارالشفاء میں منعقد ہے۔ مولوی سید تقی حسن صاحب وفا اور ڈاکٹر سید مہدی علی صاحب پروفیسر جامعہ عثمانیہ مجلس کو خطاب فرمائیں گے — منجانب حیدرآباد شیعہ کانفرنس

نوٹ: خواتین کیلئے پردہ کا انتظام ہے

نواب عزیز احمد خاں مرحوم

یہ خبر نہایت حزن وملال کے ساتھ سنی گئی کہ نواب عزیز احمد خاں صاحب نبیرہ نواب داؤد جنگ مرحوم تاجر چرم نے ۲۵ مارچ کی رات کو ۹ بجکر ۱۰ منٹ پر اپنے مکان واقع چنچل گوڑہ میں داعی اجل کو لبیک کہا

انا للہ وانا الیہ راجعون

رات ہی میں تقریباً ۲ بجے آپ کی میت چنچل گوڑہ سے "دولت منشن" لائی گئی۔ جوں ہی آپ کے انتقال کی خبر عام ہوئی لوگ جوق در جوق آپ کی میت میں شرکت کی غرض سے دولت منشن پر جمع ہونے لگے۔ بمبئی اور مدراس کے سربرآوردہ تاجران چرم بھی آپ کی میت میں شرکت کی غرض سے بذریعہ ہوائی جہاز حیدرآباد پہونچے۔ پرسہ دینے والوں میں مسٹر ڈی سنجیویا اور دیگر منسٹرس بھی تھے۔ اظہار تعزیت میں ۲۵ مارچ کو اکثر مسالخ اور کارخانہ جات دباغت چرم بند رہے شام کے ساڑھے پانچ بجے میت بشکل جلوس حظیرہ مشیرآباد کی طرف لیجائی گئی جہاں آپ کا خاندانی حظیرہ ہے۔ جلوس میت میں ہزاروں کی تعداد میں لوگ بلا تفریق مذہب و ملت شریک تھے۔

مرحوم حیدرآباد کے ایک اچھے تعلیم یافتہ اور صف اول کے تاجر تھے۔ تجارتی کاروبار میں وسیع نظر رکھتے تھے۔

آپ کا مسلک مرنج و مرنجاں تھا۔ بنی نوع انسان کی خدمت گزاری کو اپنا مقصد زندگی سمجھتے تھے۔ انجمن ہمدردیہ کے آپ صدر رہ چکے تھے۔ مسلمانوں کی دامے درمے قدمے اور سخنے مدد کرنے سے کبھی دریغ نہیں فرماتے تھے۔ ذات شاہانہ سے آپ کو خاص عقیدت تھی۔ سرکار کی ذات کو مسلمانوں کے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ سمجھتے تھے۔ شیراز ہفتہ وار کو سرکار حق آگاہ کے حکیمانہ مضامین کے لئے خرید کرتے تھے۔ ہم اس غم میں ان کے پسماندگان کے ساتھ برابر کے شریک ہیں۔ خدا مرحوم کو مغفرت کرے اور پسماندگان خاصکر نواب جناب علی خاں صاحب (مہدی نواب) کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

ذیل کا تعزیتی قطعہ ہمارے تاثرات غم کا ایک ہلکا سا نمونہ ہے

قطعہ تاریخ رحلت

کرد ہیہات از جہاں رحلت ॥ دوست مہرباں عزیز از جاں
پے عنوان رحلتش گفتم ॥ انتقال عزیز احمد خاں
۱۳۸۰

بس باتیں ہی باتیں

از:- محترمہ جہاں بانو نقوی صاحبہ ایم اے

رہنمائے دکن کی ایک اشاعت میں میری کچھ باتیں" چھپیں۔ ان "باتوں" کو پڑھ کر لوگ عجیب عجیب باتیں بنانے لگے۔ جس طرح عشق پر زور نہیں۔ اسی طرح باتوں پر بھی کسی کی زبردستی نہیں چلتی۔ باتیں بھی کہیں ختم ہوتی ہیں۔ صبح سے جو شروع ہوتی ہیں تو بس سوتے وقت تک زبان قینچی کی طرح چلتی رہتی ہے۔ باتوں کی کہانی بہت پرانی ہے۔ باتیں کچھ قیامت سا ذکر تو نہیں کہ کسی کی جہاں تک پہنچ کر بات ختم ہو جائے۔ ہوا یہ کہ ہمارے حیدرآباد فرخندہ بنیاد میں نئے سنئے آرٹسٹ آتے ہی رہتے ہیں۔ کبھی فلموں کی شوٹنگ کے سلسلہ میں آتے ہیں۔ کوئی اپنے فن کا مظاہرہ کرنے۔ ایسے ہی ایک فنکار بلکہ سادہ پرکار مغنیہ کی آمد سے سارا دکن جھوم اٹھا۔ راتوں پر دن کا گمان ہونے لگا۔ ہزاروں بلکہ لاکھوں میں کہیں ایک زاہد شب بیدار ہوں گے۔ جو عبادت گذار رہے ہوں گے اور رات کے تقدس و جلال کو اپنی عبادتوں سے اس معبود حقیقی سے لو لگائے ہوئے زندگی کے دن کاٹ رہے ہوں۔ اسی قتالۂ عالم کے آنے سے لوگ اپنے عادی اور روایتی عادتوں کو تک بھول گئے۔ جو بستر میں ادھر پیٹ کا دوزخ بھرتے ہی گھس جانے کے عادی تھے نا وہ بھی جاگنے پر کمربستہ ہو گئے۔ یوں سمجھئے کہ جاگنے کا ریکارڈ توڑ دیا۔ اور اس کے پروگراموں کا سلسلہ شروع ہوا تو وہ بھی مہینے کے آخری ہفتہ میں۔ جبکہ لوگ روتے بسورتے قرض وام کر کے گھر چلاتے ہیں۔ بیوی میاں سے قرض مانگے یہ نوبت آجاتی ہے اور میاں کے غصہ کا پارۂ حرارت اپنی انتہا پر ہوتا ہے۔ چھوٹا بچہ بھی اگر مٹھائی بسکٹ کی معصوم طلب کا اظہار کرے تو والد صاحب طمانچے لگا کر اس کا منہ لال کر دیتے ہیں۔ یہ تو یہ --- سخی کے لال بھی اپنا ہاتھ بند محسوس کریں۔ بیوی شوہر کی فینانس منسٹر کہلاتی ہے۔ مگر ان آخری تاریخوں میں ان منسٹر صاحبہ کا قلمدان بھی مقفل رہتا ہے۔ یہ سب کچھ تو ہوتا ہے۔ ان آخری تاریخوں میں۔ لیکن اس ملکۂ ترنم کے آنے سے جانے لوگ کہاں کی چھپی ڈھکی دولت اگلنے لگتے ہیں۔ ہر رات اعلان ہوتا کہ بس یہ آخری رات ہوگی اس کے بعد عمر تمام آپ اس کو نہ سن سکیں گے۔ مہتممین و منتظمین جلسہ بھی بلا کے ذی ہوش ہوتے ہیں۔ دیکھئے میں مدہوش ہوں تو کیا ہوا۔ انسان ہمیشہ ہی اپنی زندگی میں "ڈبل گیم" کھیلتا ہے۔ قریب قریب ۷۵ فیصد تو ڈبل شخصیت کے حامل ہو سکتے ہیں۔ ہاں تو اسی کی آمد سے۔ ان آخری آخری تاریخوں میں --- عجب اک سانحہ سا ہو جاتا ہے۔ ٹکٹ گھر پر کیو سی لگ جاتی ہے۔ ٹکٹوں کی بلاک مارکٹ الگ اپنی پوری توانائیوں سے جاری و ساری رہتی ہے۔ گھر گھر کا نقشہ ہی بدل جاتا ہے۔ کہیں پیسے مانگنے پر خانہ جنگیوں کا آغاز ہو رہا ہے۔ اچھے بھلے دل چوٹ کھا رہے ہیں۔ اونچی نشستوں

سے تماش بینوں کی بات تو خیر۔ ذرا دھیرے بولئے۔
ایسی باتیں بولنے کی کہاں ہوتی ہیں۔ صرف سوچنے کی ہوتی ہیں
اب رہے متوسط درجے کے دیکھنے اور سننے والے۔
اصل مصیبت تو ان غیر الامور اوسطا والوں کے لئے
مودیعت ہوتی ہے۔ جن کی جیبوں کی حرارت عموماً نارمل
سے نیچے ہی رہی۔ یہ قرض دام کرکے اس پروگرام میں پانچوں
سوار بن جاتے ہیں۔ تمام دن زمین کا گز بنے ہوئے۔ تیری
میری دہلیز کی خاک لیتے ہوئے اتنے پیسے جمع کریں گے کہ
اس غیرت ناہید کی محفل میں رسائی کسی طرح ہو جائے۔
دوسری صبح فاقہ ہی سہی۔

یہ تو رہا۔ مادی کیفیت کا ایک اچٹتا ہوا خاکہ
۔۔۔ اب روح کو بھی تو دیکھنا ہے ۔۔۔ روحانی اور
جذباتی کیفیات کا تجزیہ بڑا کٹھن اور ناگوار ہوتا ہے۔
اس ملکۂ ترنم کی آمد واقعی بڑی مہنگی پڑتی ہے۔ ہر حیثیت
سے مہنگی۔ حوا کی بیٹیوں کے دلوں میں زلزلے سے اٹھنے
لگتے ہیں۔ خواہ وہ شادی شدہ ہوں کہ منگیتر دوشیزائیں
ایک اداسی و بے کیفی کا عالم ادھر بھی ہے۔ اور ادھر بھی
جہاں آدم کے بیٹے ان راتوں کو زندہ رکھنے پر تل گئے
وہاں حوا کی بیٹیوں کے چہرے اترے سوا نہ رہے تھے۔
انہیں یہ خوف بھی کھائے جا رہا تھا کہ کہیں ہم ان کے دلوں
پر سے بھی نہ اتر جائیں۔ حوا کی کنواری بیاہی سب ہی بیٹیاں
ایسے معلوم ہوتیں جیسے کسی آسیب کا سامنا ہے۔ انہوں نے
یہ اندازہ لگا لیا ہے کہ یہ سب کے سب اس کے فن کے
پجاری نہیں بلکہ نرے حسن پرست۔ دل پھینک اور بوالہوس
ہیں۔ مگر بھئی خدا جس کو رکھے۔ اسے کون چکھے۔ یہ مغنیہ تو
ہر سال آئے گی۔ اور بیچ کمیت آئے گی۔ حیدرآباد

ہیں ہی اس کے سچے قدردان ہیں۔ کسی شہر میں بھی وہ اتنی
مقبول نہیں ہو سکتی۔
دلی جو ایک شہر تھا عالم میں انتخاب۔ وہاں بھی اردو کی شمع اتنی فروزاں نہیں
یہ تو حیدرآباد ہے۔ جہاں اس مریض کو زندہ رکھنے کے لئے
جی جان سے جتن کئے جاتے ہیں۔ یہیں پر اس کی قدر ہے۔
یہیں اس کے فن کو نوازا جا سکتا ہے۔ یہیں سے وہ مفلسوں
کو اور مفلس بنا کر کافی سرمایہ دار بن سکتی ہے۔ اس کی
رخصت۔ اور اس کی آمد سے پہلے بس ع
وقت مجھ پر دو کٹھن گذرے ہیں ساری عمر میں۔
بیویوں نے کہا۔ آپ اکیلے ہی نہیں سن سکتے۔ کیا ہمارے دل
نہیں۔ ہم بھی چلیں گے۔ اور شوہروں پر تو یہ ایسا وقت ہوتا
ہے کہ آپ ان سے جو چاہیں مانگ لیں۔ وہ انکار نہ کریں گے
بڑا اچھا موڈ ہو جاتا ہے ان سب کا۔ ہو سکے تو اس کیلئے
چاند بھی توڑ لائیں۔ اور یہ کلیجہ ہاتھ بھر کا کئے ساتھ ساتھ
ہی چلیں۔ کہ بھئی مال عرب پیش عرب۔ اب جو ہو سو ہو۔
ٹیپ رکارڈنگ تو کئی منچلے عاشق مزاجوں کے کرچکے رکھی
تھی۔ پکنک پارٹیوں میں بھی سناتا تھا۔ گل نہیں تو گل کی نکہت
ہی سہی کے مصداق تھے یہ سب کے سب۔
اب ہر گھر کی بات تو کہاں تک سناتی رہوں گی۔ یہی اپنی جان
پہچان اور پاس پڑوس کی باتیں ہیں۔ جس کے اظہار کے بغیر
یہ مضمون ہی تشنہ رہ جائے گا ۔۔۔ سلیم بھائی بیسیوں مرتبہ
سن چکے تھے۔ مگر توبہ کیجئے۔ دل ہی کہاں بھرا تھا ان کا۔ انکی
محل محترمہ نمبر ایک قسم کی بدگمان۔ اور یہ پکے زن مرید۔
خود ہی بول اٹھے۔ محض بیوی کا دل رکھنے کو انہوں نے یہ
ڈھونگ رچایا تھا۔ "آج تم بچوں کو لے کر چلی جانا۔ سن لو۔
اچھی چیز ہے۔ یعنی میرا مطلب اس کے گانے سے ہے۔" بظاہر

بہت بے نیازی کی لی انہوں نے۔ لیکن ساتھ ساتھ اپنے سب سے زیادہ منھ چڑھے بچے کو سکھا پڑھا دیا کہ عین وقت پر تم مچل جانا کہ ابا کے بغیر ہم نہیں جائیں گے۔ اور بچہ مچل گیا۔ سلیم بھائی کی مراد پوری ہوئی۔ ان کی بیوی کا نکلیجہ دھس ہو کر رہ گیا۔

منظر چچا نے اپنی پہلی بیوی کو چھوڑ ایک اور لڑکی سے بیاہ رچا لیا تھا۔ جو ان کے پاس پڑھنے آئی تھی۔ دوسری بیوی بھی اب پرانی دھرانی ہو چلی تھیں — ان کا من کانپ کانپ اٹھا۔ کہ کہیں قدرت ان سے پہلی بیوی کا انتقام نہ لے۔ اگر یہ مغنیہ کم بخت ان کے دل پر چڑھ گئی تو پھر ان کا کیا بنے گا — اور وہ جب اپنے میاں اور جوان بچوں بچیوں کے ساتھ اس کو سننے گئیں تو زیادہ ان کی نظر منظر چچا کے چہرے پر جمی رہی۔ اور منظر چچا تھے کہ مسلسل اس کو گھورے جا رہے تھے۔ نظر ہی نہ ہٹتی تھی ان کی وہاں سے۔ چچی کا چلوؤں خون سوکھتا جا رہا تھا۔ وہ چاہتی تھیں کہ جلدی سے کہیں یہ رات ختم ہو جائے یا اس گانے والی کے کہیں ایسا درد اٹھے کہ وہ اسٹیج چھوڑنے پر مجبور ہو جائے — مگر — بھلا کہیں ایسی فی نفسہ قسم کی دعائیں بھی قابل قبول ہو سکتی ہیں۔ جو صرف اپنے دل کی تسلی کے لئے خدا کو پکاریں — اور ویسے دل و زبان سے خدا کے سرے سے قائل ہی نہ ہوں۔

وہی ہوا جو ہونا تھا۔ وہ اس کو تکتے رہے۔ یہ انہیں دیکھتی رہیں۔ گانے کا انہیں خاک لطف نہ آیا۔ انہیں تو نہ فن سے کوئی لگاؤ۔ نہ گانے کی ٹکنیک کو یہ سمجھیں — انہیں تو بس سوتیا ڈاہ کھائی جا رہی تھی — آخر شب بسمل کی تڑپ بھی دیکھنے کے قابل تھی — زاہدہ بھائی

پا کر جھومتے ہوئے آئے۔ گردن سے چنگیزیں بھری ہوئیں۔ کہ اب موقع ملے اور اس کے گلے کا ہار ہو جائیں۔

زرین اقوال

فیضانِ حسینی نہ صرف اہل اسلام کے طبقہ تک محدود ہے بلکہ دوسرے مذاہب اور اقوام تک بھی جاری و ساری ہے (سرکار حق آگاہ)

بچو! مضمون نگاری میں مبالغہ، طویل تمہید اور دُور از کار باتیں عیب سمجھی جاتی ہیں —

صداقت، سلیس زبان، افادیت اور واضح مقصد مضمون کی خوبی ہے ۔ مضمون ایسا ہونا چاہئے کہ جس کو پڑھ کر، پڑھنے والا کسی چیز کو ترک یا کسی بات کو اختیار کرنے پر آمادہ ہو جائے ۔

بچو! اعلیٰحضرت حضورِ نظام کے ارشادات اور مضامین عالیہ میں حقایق و معارف، بصیرت و عبرت صداقت و حکمت کی باتیں ہوا کرتی ہیں ۔ جن کو پڑھ کر اہلِ علم اور ثقہ لوگ سر دھننے لگتے ہیں ۔

بچو! تم ہر ہفتہ "شیراز" میں اعلیٰحضرت حضورِ نظام کے مضامین عالیہ پڑھا کرتے ہو ۔ ان مضامین کو بار بار غور سے پڑھ کر کوشش کرو کہ تم بھی ایسی شستہ، سلیس، با محاورہ اور شیرین عبارت اور کار آمد باتیں لکھ سکو ۔ تاکہ تمہارے مضمون سے پڑھنے والے استفادہ کر سکیں ۔

گلشنِ اطفال



مضمون نگاری

از سیدہ طاہرہ بیگم

بچو! لوگ اپنے فرصت کے اوقات کو مختلف طریقوں سے گزارنے کے عادی ہوتے ہیں —

کوئی سینما بینی میں اپنا وقت گزارتا ہے ۔ کوئی گپیں ہانکنے میں اپنا وقت صرف کرتا ہے ۔ اس میں شبہ نہیں کہ سینما بینی اور گپیں ہانکنے میں ایک عارضی فرصت ہوتی ہے ۔ لیکن اس سے کوئی مستقل فائدہ نہیں ۔ بعض لوگوں کو مختلف ممالک کے ٹکٹ جمع کرنے یا مختلف تصویروں کا البم بنانے کا شوق ہوتا ہے ۔ جس کو انگریزی میں "ہابی" کہتے ہیں ۔ لیکن گپیں ہانک کر یا ٹکٹ جمع کر کے ہم اپنے آپ کو یا انسانیت کو کوئی فائدہ نہیں پہونچا سکتے — اس لئے اس قسم کے شوق "شوقِ لا حاصل" کی تعریف میں آتے ہیں ۔ اس کے برخلاف بعض لوگ اپنے فرصت کے اوقات کو غور و فکر اور مضمون نگاری میں صرف کرتے ہیں ۔ جس سے ان کو روحانی فرحت اور سکون حاصل ہوتا ہے اور ان کے معلوماتی، اصلاحی اور اخلاقی مضامین سے دوسروں کو بھی فائدہ پہنچتا ہے ۔ رفتہ رفتہ مضمون نگاری کی عادت انکی "ہابی" یا فطرتِ ثانیہ بن جاتی ہے ۔ جس سے ان کو روحانی سکون ملتا ہے اور مضمون پڑھنے والے بھی استفادہ کرتے ہیں ۔

مسلمانوں کا نصب العین

از: سعیدالنساء ہاشمیہ بنت محمد امداد علی صاحب انصاری مرحوم
تعلقدار علاقہ اسٹیٹ نواب سالار جنگ مغفور!

مسلمانوں کے عروج و زوال کے حالات و اسباب تاریخ پڑھنے سے معلوم ہوتے ہیں کہ مسلمان اس وقت تک سرفراز و سربلند رہے جب تک کہ وہ جد وجہد محنت و مشقت ایثار و قربانی میں سرگرم رہتے تھے۔ ان کی مالی و جانی قربانی کے نتائج و اثرات ایسے نہ تھے کہ عالم انسانیت پر ان کی سطوت اور عظمت و جلال کا سکہ بیٹھ گیا تھا۔ ان کے اخلاق و عادات ان کی تہذیب تمدن ان کا علم و عمل بہترین نمونہ تھے۔ جن سے بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچتا تھا۔ جب قومی فلاح و ترقی کے الفاظ سنے جاتے ہیں تو پہلے کے بے لوث مسلمانوں کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ جنہوں نے اپنی مخلصانہ خدمات سے ملک و قوم کو ہر قسم کا فائدہ پہنچایا۔ وہ اوامر اور نواہی کے پابند تھے اون کے پیش نظر پہلی نظر پر چہاردہ معصومین علیہم السلام کی موجودگی تھیں۔ وہ صاحب اقتدار ہونے کے ناطے سے جو چاہے کر سکتے تھے لیکن ان کو اپنی ذاتی راحت و آسائش کا کبھی خیال بھی نہ آتا تھا۔ رب العالمین ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔

جب مجاہدہ و قربانی ایثار و ہمدردی کا جذبہ مسلمانوں سے رفتہ رفتہ کم ہو کر جاتا رہا تو وہ فاتح سے مفتوح مقتدر سے مفلس آقا سے غلام بن گئے ان کی سر بلندی سرنگونی میں تبدیل ہو گئی۔

قوم کے افراد خاص اور عام دو طبقوں پر مشتمل ہیں خواص ہی اس کام کے ذمہ دار ہیں کہ ملک و قوم کی اصلاح و ترقی کی راہیں نکالیں، وسیع نظری سے کام لے کر تمام اختلافات دور کر کے ایک گروہ اور ایک جماعت بن جائیں قوم کی طاقت و ہمت خاص لوگوں کی ذات سے وابستہ ہے۔ افراد پر ہی قوم کے بننے اور بگڑنے کا دار و مدار ہے۔

دردمند دل اور حساس طبیعت رکھنے والا شخص جب کسی مسلک کے متعلق غور کر کے اسباب کا اطمینان حاصل کر لیتا ہے کہ اس کام میں انسانی تعلقات و معاملات کی بھلائی و بہتری موجود ہے تو فطری طور پر اس کے دل میں یہ جذبہ پیدا ہوتا ہے کہ جس اجتماعی زندگی سے اس کا تعلق ہے جس سوسائٹی کے ساتھ اس کی زندگی و موت وابستہ ہے۔ پہلے اسی کے نظام حیات کو اس مسلک کے مطابق بنانے کی کوشش کرے اس کو اپنے مقصد کے صحیح اور مفید ہونے کا جس درجہ یقین اور حب وطن کا جذبہ جتنا قوی ہوگا اسی قدر وہ ابنائے وطن کو اس مسلک کے فوائد سے بہرہ مند کرنے کے لئے بے چین رہے گا۔ جس میں ان کی فلاح و کامرانی پوشیدہ ہے۔

مسلمان غلامی کو کبھی پسند نہیں کرتا کیونکہ اسلام حریت و آزادی کا سب سے زیادہ سرگرم علمبردار ہے۔

اس کے ظہور کا ایک مقصد غلامی سے نجات دلانا ہی ہے پس جو شخص سچا مسلمان ہے وہ غلامی اور محکومی کا بھی [illegible] نہیں ہو سکتا۔ مادّی رجحانات کے تحت غیر مسلم کی زندگی کا مقصد اقتصادی اور سیاسی آزادی ہے لیکن مسلمان کا مقصد یہ نہیں ہو سکتا۔ اس کیلئے آزادی کا نصب العین اخلاقی و روحانی مقاصد کے حصول کا ایک ذریعہ ہے مسلمان آزادی اس لئے چاہتا ہے کہ دنیا میں عدل قائم رہے انسان انسانیت کا احترام کرنے۔

مسلمان کسی حالت میں بھی خدا سے ناامید نہیں ہوتا کیونکہ اسلام میں مایوسی کفر ہے وہ اس بات کا یقین رکھتا ہے کہ ہماری زندگی کی حالت پلٹ سکتی ہے۔ ہماری قوم کا نقشہ بدل سکتا ہے۔ مسلمان کسی کی قوت اقتدار دولت و ثروت سے مرعوب نہیں ہوتا وہ جانتا ہے کہ سب کا مالک پروردگار عالم ہی ہے وہ چاہے تو کچھ سے کچھ ہو جاتا ہے اس کا حکم ہو جائے تو زمانہ بدلنے کے لئے تاخیر نہیں ہوتی اور انقلاب پیدا ہونے کے لئے صدیوں کی ضرورت نہیں لگتی۔

مسلمان پریشان حال خانماں برباد ہیں۔ یا ارحم الراحمین تو اپنے فضل و کرم سے ان کو معزز و کامران بنا دے ہم یہ سنکر مسرور ہوں کہ مسلمان زندگی کے ہر شعبہ میں ترقی کر کے دولت حاصل کر رہے ہیں۔ اخلاقی برتری سے لوگوں کے قلوب مسخر کر رہے ہیں۔ روحانی قوتوں سے مادّی طاقتوں کو فنا کا پیام سنا رہے ہیں، اسلام کو اپنا نصب العین بنا کر جان اور مال کی قربانی کے لئے آمادہ ہو رہے ہیں۔ اور یہ تہیہ کر لیا ہے کہ احکام خدا اور رسول کی تبلیغ ہمارا کام ہے اور ہمارا جینا مرنا خدا ہی کے لئے ہے۔

بارگاہ کبریا میں میری یہ دلی دعا ہے کہ حضور نظام آصفجاہ سابع کا سایہ خانوادہ آصفیہ اور رعایا کے سر پر صدہا سال قائم رہے اس بھری دنیا میں جن کی ہستی، رعایا پروری، دریا دلی، اور روا داری میں اپنی نظیر نہیں رکھتی۔ جن کے دور حکومت کا یہ فیض عام تھا کہ بلا لحاظ مذہب و ملت سب کو اطمینان و سکون اور آرام سے زندگی بسر کرنے کا موقع ملا۔ اور اب بھی سینکڑوں حاجتمند اس ذات گرامی سے فیضیاب ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بطفیل محمدؐ و آل محمدؐ اعلیٰحضرت بندگان عالی مدظلہم العالی کے مقاصد دلی برلائے آمین۔

معصوم نواسے کے واقعہ کا حضور پُر نور کے قلب پر غیر معمولی اثر ہوا۔ مضامین جو تحریر فرمائے جاتے ہیں ان کو پڑھنے سے قلبی صدمہ ہوتا ہے۔ ہر مناجات کے بعد باب الحوائج امام ہفتم حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام کے توسل سے قاضی الحاجات مجیب الدعوات سے دعا کی جاتی ہے کہ شہزادی صاحبہ کو نعم البدل عطا فرما۔ آمین۔

جناب صمصام شیرازی صاحب کو خدا صحت و عافیت کے ساتھ دیرگاہ سلامت رکھے کہ آپ اکثر قوم کی فلاح و بہبودی کے متعلق مشورہ دیتے رہتے ہیں ایڈیٹر ہو نیکے لحاظ سے توجہ دلانا آپکا کام ہے ذمہ دار حضرات کو چاہیئے کہ آپ کے ہدایات پر عمل کر کے ملک اور قوم کو فائدہ پہنچانے کی حتیٰ الامکان کوشش کریں۔



یہ سائنس کی دُنیا

مقناطیسی کرّوں کی جانچ کرنیوالا مصنوعی سیارہ

امریکہ کا نیا مصنوعی سیارہ ایکسپلورر ۱۰ مقناطیسی اور آفتابی ذرّات کے متعلق معلومات حاصل کرتا ہوا ایک ایسے مقام کی طرف پرواز کر رہا ہے جو خلائے بسیط میں ایک لاکھ میل (ایک لاکھ ۶۰ ہزار کلو میٹر) دُور ہے۔ ۷۸ پونڈ وزنی یہ سیارہ گزشتہ سنیچر وار کو ایک سہ منزلہ راکٹ کے ذریعہ کیپ کینا ویرال (فلوریڈا) سے چھوڑا گیا۔ صرف چھ منٹ کے بعد یہ سیارہ چلے ہوئے راکٹ سے الگ ہو کر ۲۴ ہزار ۳ سو میل (۳۸ ہزار ۸۰۰ کلو میٹر) فی گھنٹہ کی رفتار سے خلائی بلندیوں کی طرف پرواز کرتا گیا۔ امریکی خلائی اور فضائی محکمے کے افسروں کا کہنا ہے کہ ایکسپلورر ۱۰ کو خلاء میں ایک لاکھ میل سے بھی زیادہ بلندی تک پہنچانے کے لئے یہ کافی ہے۔ چونکہ ایک مدار پر پہنچنے میں اُسے چار دن سے زیادہ عرصہ لگے گا۔ اس لئے کہا نہیں جا سکتا کہ سیارہ واپس آ کر زمین کے گرد طویل مدت تک گردش کرتا رہے گا یا فضا ہی میں جل کر راکھ ہو جائیگا

اس سیارے کا پتہ رکھنے کی غرض سے جوہنسبرگ (جنوبی افریقہ)، کیلی فورنیا وومیرا اور آسٹریلیا میں چار زمینی سٹیشن قائم کئے گئے ہیں۔ خاص تجربہ ایک نئے آلے میگنٹو میٹر کے ذریعہ کیا جائے گا۔ جو انتہائی درستی کے ساتھ مقناطیسی کرّوں کی جانچ اور پیمائش کرے گا۔ جونہی ایکسپلورر ۱۰ ۱۱۵ میل (۱۸۴ کلو میٹر) کی بلندی پر مدار میں چلا گیا۔ جوہنسبرگ (جنوبی افریقہ) کے زمینی سٹیشن نے اس کا پیغام وصول کیا۔ امریکی خلائی و فضائی محکمے کے بیان کے مطابق سیارے کا ریڈیو اور دوسرے پانچ آلے اچھی طرح کام کر رہے ہیں۔ اور کہ راکٹ کے تینوں مرحلے پلان کے مطابق کام کرتے رہے۔ مقناطیسی طبقوں کی پیمائش اور جانچ کے لئے سیارے کے بالائی حصے میں ایک آلہ لگا ہوا ہے جسے ایک خاص قسم کے خانے میں رکھا گیا ہے۔ اس کے ذریعہ نہایت صحیح معلومات حاصل ہو سکیں گی۔ امریکی خلائی اور فضائی محکمے کا کہنا ہے کہ اس سیارے کے ذریعہ زمین اور سیاروں و ستاروں کے درمیان مقناطیسی کرّوں اور آفتابی "پلازما" پر ان کے اثرات کی جانچ کی جائے گی۔ آفتابی پلازما برق زدہ ایٹمی ذرّوں کے گہرے بادل سے ہوتے ہیں۔ جو سورج میں متواتر دھماکوں کے ذریعہ خارج ہو کر وان ایلن کے دریافت کئے ہوئے تابکاری حلقے سے گزر کر زمین کی جانب آتے ہیں۔ یہ ذرات پُراسرار اور بالواسطہ طور پر دُنیا کی آب و ہوا اور موسموں پر اثر ڈالتے ہیں۔ ایکسپلورر ۱۰ میں مقناطیسی کرّے کی پیمائش کے لئے تین آلے لگے ہوئے ہیں۔ ایک آلے کے ذریعہ مقناطیسی کرّے کا اور دوسرے کی مدد سے مقناطیسی کرّے اور آفتابی پلازما



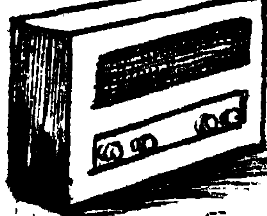
کے باہمی عمل کا مطالعہ کیا جائے گا۔ تیسرا آلہ آنکھ کا کام دیتا ہے جیسے سورج اور زمین کے درمیان ایک ایسے زاویے پر لگایا گیا ہے کہ جس سے سائنسدانوں کو یہ پتہ چلتا ہے کہ مقناطیسی کرّے اڑان کے دوران میں مصنوعی سیارے کے دائیں یا بائیں یا آگے یا پیچھے پائے جاتے ہیں۔ ۱۰۸ میگا سائیکل کا ایک ریڈیو بھی اس میں رکھا گیا ہے۔ جو چار زمینی سٹیشنوں کی طرف سے ہدایت ملنے پر معلومات نشر کرتا رہتا ہے۔ مقناطیسی کرّوں کی موجودگی کا مدت سے شبہ پایا جاتا تھا لیکن مصنوعی سیاروں کے ذریعہ صرف پچھلے چند برسوں سے ان کی موجودگی کا حقیقی علم ہوا ہے پھر بھی ان کے مقام اور وسعت کے متعلق نہایت قلیل معلومات حاصل ہیں۔ ان کے عمل اور ماخذ کے متعلق تو کچھ بھی معلوم نہیں۔ چنانچہ مصنوعی سیاروں کے ذریعہ حقیقت حال معلوم کرنے کی کوشش ہو رہی ہے۔ اس سیارے میں لگے ہوئے آلات کے ذریعہ زمین اور اس کے اردگرد کے ماحول پر ان مقناطیسی کرّوں اور آفتابی ذرّوں کا جو اثر پڑتا ہے اس کے متعلق بہتر مفاہمت حاصل ہوگی اور اس سے پہلے جو معلومات بہم ہوئی ہیں انہیں ملا کر خلائی معلومات کی نئی راہیں کھلیں گی۔ اور انسان خلائی سفر کے قابل ہو سکے گا۔

نابیناؤں کی رہنمائی کیلئے میکانکی آلے

امریکہ کی بایو فزیکل الیکٹرانکس کمپنی نے اندھوں کی رہنمائی کے لئے سرخ برقی شعاعوں کے دو ایسے میکانکی آلے بنائے ہیں جن سے وہ سلامتی سے چل پھر سکیں گے۔ ان میں سے ایک آلہ راستے کی رکاوٹوں کا پتہ برقی لہروں کے ذریعہ دیتا ہے جو دکھائی نہیں دیتیں۔ جب یہ آلے کے ساتھ ٹکراتی ہیں تو ہینڈل میں تھوڑی سی حرکت پیدا ہوتی ہے اس طرح اندھا رکاوٹ کا فاصلہ جان سکتا ہے دوسرے آلے کو کرب ڈی ٹیکٹر کہتے ہیں۔ اس سے ایک نابینا کو راستے کی اونچائی نیچائی کا ایک لاوڈ اسپیکر کے ذریعہ پانچ سیکنڈوں میں پتہ چلتا ہے۔ اب یہ کمپنی دونوں آلوں کو یکجا کرنے کی کوشش کر رہی ہے تاکہ دو کی بجائے ایک ہی آلہ دونوں کام دے سکے۔

سگریٹوں سے کینسر!

جیفرسن میڈیکل کالج کے سائنسدانوں نے تحقیق سے پایا ہے کہ تمباکو میں نکل دھات پائی جاتی ہے۔ اور اسی لئے سگریٹوں سے پھیپھڑوں میں کینسر ہو جاتا ہے۔ سائنسدانوں نے نکل ملی ہوئی ہوا چوہوں کے پھیپھڑوں میں سانس کے ذریعہ داخل کر دی تو انہیں کینسر کی بیماری ہو گئی۔ اب ان سائنسدانوں نے یہ تجویز کی ہے کہ تمباکو میں سے نکل دھات کا جزو خارج کیا جانا چاہیئے کیوں کہ اسی کی وجہ سے کینسر کا لاعلاج مرض لاحق ہوتا ہے۔



روحانی ریڈیو

ناشر مجذوب حیدر آبادی

یہ عنوان حضرت مجذوب حیدر آبادی کی ملکیت ہے ان کے روحانی مکاشفات کے متعلق ہم کوئی رائے ظاہر کرنے کی جرارت نہیں کرسکتے - ناظرین جانے یا وہ خود روحانی نشریات میں نام مقامات اور واقعات فرضی ہوا کرتے ہیں - اگر اتفاقاً مطابقت ہوجائے تو کسی اسم خاص کا خیال نہ فرمایا جائے -
(ایڈیٹر)

ایکنزار نوری میٹر پر ہم روحانی نشرگاہ سے بول رہے ہیں
ابھی آپ ہمارے روحانی قوال سے عرفی شیرازی کے اشعار سن رہے تھے - ایک شعر تھا ؎

از نقش و نگارِ درو دیوار شکستہ
آثار پدید است صنادید عجم را

اب مرزا رفیع جنگ بہادر تقریر فرمائیں گے - آپ کی تقریر کا عنوان ہے "چار مینار"۔
روحانی دنیا کے دوستو!
بلند

چار مینار کو پہلے "چہار مینار" کہا جاتا ہے لیکن رفتہ رفتہ اس کا (ھ) کثرت استعمال سے ایسا گھس پس کر غائب ہوگیا۔ جیسے آج خود چار مینار کی گھڑی کے کانٹے اور عمارت کی استرکاری۔ حیدر آباد کی یہ سب سے قدیم تاریخی خوبصورت اور بلند ترین عمارت ہے جو اپنے معمار کی بلندیٔ عزم و رفعت شان کی آئینہ دار ہے - اس عمارت کی تاریخی حیثیت کے مدنظر مرحوم سر مرزا اسمٰعیل کے دور وزارت میں اس عمارت پر رنگ برنگی روشنی کی جاتی تھی - عمارت کی حفاظت، نگرانی اور نگہداشت کے لئے عملہ مقرر تھا - لیکن آج حیدر آباد آندھرا پردیش کا صدر مقام بننے کے بعد اس عمارت پر روشنی کے بجائے اندھیرا چھایا ہوا ہے - دیواروں پر "ہم سب چور ہیں" فلم کے پوسٹر - شکیلہ بانو کی قوالی کے اشتہار اور تھاکنگریس کے بن ناتھی والے انتخابی بیلوں کی جوڑی نظر آتی ہے - دیواروں استر کاری جابجا سے اس طرح غائب ہے جیسے آجکل کی فیشن ایبل خواتین کی فراکوں کے آستین - عدم نگہداشت اور عدم دراغ دوزی کی وجہ سے عمارت کی رونق ایسی غائب ہوگئی ہے جیسے آجکل کے بیروزگار نوجوانوں کے چہرہ سے آب و رنگ!

ایک زمانہ میں چار مینار پر چڑھنے کیلئے اجازت لینا ضروری تھا - لیکن آج محکمہ آثار قدیمہ کی ترقی پسندی عرف قدامت دشمنی کی وجہ سے ہر بے وقوف کو جوتے پہن کر اوپر چڑھنے، پان کھا کر عمارت پر گلکاری کرنے کوئلے اور پنسل سے عمارت پر جابجا اپنا اور اپنے باپ کا نام نامی اور اسم گرامی لکھنے کی عام اجازت ہے؟
آج چار مینار کا ہر مینار زبانِ حال سے باواز بلند

کہہ رہا ہے کہ میری خبر لیجئے ورنہ میں ایک دن اوپر سے نیچے تشریف لا کر راستہ چلنے والوں اور آس پاس کے دوکانداروں کی خبر لوں گا ــــ

کہتے ہیں کہ ریاستی آثار قدیمہ کا تعلق مرکز سے ہو جانے کی وجہ سے اب یہ عمارت کا مرکزِ نقل بہا تبدیل ہونے کے آثار ہیں ــ

مرکز کے تحت ملک کے ایک کونے سے لیکر دوسرے کونے تک سینکڑوں، ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں ہی قدیمی آثار ہیں ــــ مرکز ایک ہے لیکن دائرہ وسیع ہے ـ یعنے ایک سرا اور ہزار سودے ــ مرکزی آثار قدیمہ کا دفتر دلی میں اور چار مینار حیدرآباد میں ـ ظاہر ہے کہ دلی دور ہے ـ دلی میں بیٹھ کر چار مینار کی نگرانی کرنا آثار قدیمہ والوں کے لئے مشکل ہے ـ میں نے جب اس مسئلہ کو دادا بھجگر سے رجوع کیا تو موصوف میرا سوال سنکر مراقبے میں چلے گئے ــــ پھر تھوڑی دیر کے بعد مراقبے سے گردن اٹھا کر کہنے لگے کہ میری رائے یہ ــــ ہے کہ اس مشکل پر قابو پانے کے لئے چار مینار کو حیدرآباد سے اٹھا کر دلی منتقل کر دیا جائے اور محکمۂ آثار قدیمہ دلی کے سامنے کسی موزوں مقام نصب کر دیا جائے تاکہ محکمۂ آثار قدیمہ والے روزانہ صبح دفتر جاتے ہوئے اور شام میں دفتر سے واپس ہوتے ہوئے چار مینار کی دیکھ بھال کر سکیں ـ دادا لال بھجگر نے اس سلسلہ میں یہ بھی بتایا کہ حال ہی میں روس میں ایک ایسا جرِ ثقیل ایجاد ہوا ہے جس کی مدد سے ہم بڑی سے بڑی عمارت کو ایک مقام سے دوسرے مقام پر ہزار ہا میل اسی طرح منتقل کر سکتے ہیں جس طرح الہ دین چراغ والے جن نے بادشاہ کے محل کو چین سے آفریقہ میں منتقل کر دیا تھا ـ

دادا لال بھجگر نے یہ بھی بتایا کہ اگر کسی سبب سے روس سے جرِ ثقیل نہ مل سکے تو چار مینار کی حفاظت کی ایک یہ بھی صورت ہو سکتی ہے کہ چار مینار کا ایک غلاف سلوا لیا جائے ـ غلاف ریشم یا اطلس کی بجائے ہینڈ لوم کھدر کا ہونا چاہیئے کھدر کے غلاف سے ایک فائدہ تو یہ ہوگا کہ چار مینار کا نگرسی برانڈ بن جائے گا ــ دستی پارچہ بافی کی صنعت کو فروغ ہوگا ـ اور ساتھ ہی چار مینار کی حفاظت بھی ہو جائے گی غلاف سلوانے کا ٹھیکہ محکمۂ صنعت و حرفت سنٹرل پر چیز کے توسط سے کسی گتہ دار کو یا مشہور ٹیلر جان بوٹن کو دیا جا سکتا ہے ــــ

دادا لال بھجگر کے ان قابل عمل تجاویز کی روشنی میں مرکزی وزیر آثار قدیمہ کو میرا پُر خلوص اور بلا فیس مشورہ ہے کہ وہ یا تو روس سے جرِ ثقیل حاصل کر کے چار مینار کی جائداد غیر منقولہ کو منقولہ بنا دیں ـ یا پھر کھدر کا ایک عدد غلاف سلوا لیں ــ

یا مُجَال کن یا جُنبِش

محکمۂ آثار قدیمہ کا جو عملہ حیدرآباد میں متعین ہے اس پر ماہانہ ڈھائی تین ہزار سے کیا کم خرچ عائد ہوتا ہوگا ـ اسطرح سالانہ چھتیس ہزار روپے مرکزی حکومت کے خزانے سے نکل کر عملۂ آثار قدیمہ کی پاکٹ میں پہنچ جایا کرتے ہیں ـ اگر تمام قدیم عمارتوں کو غلاف پوش کر دیا جائے تو اور آثار قدیمہ کے ملازمین کو وظیفہ دیکر گھر بٹھا دیا جائے تو حکومت کے خزانہ پر ان ملازمین کی تنخواہوں کا بار نہ پڑیگا اور غلاف کی وجہ سے قدیم عمارتیں بھی محفوظ رہیں گی ـ

مرحوم سر مرزا اسمٰعیل کے دورِ وزارت میں چار مینار پر ایک پولیس گارڈ متعین رہا کرتا تھا - چار مینار کے اطراف ایک چمن لگانے کی ایک اسکیم بھی بنائی گئی تھی - لیکن آج پولیس گارڈ کے بجائے یہاں بوٹ پالش اور تیل مالش والے نظر آیا کرتے ہیں - چمن کی اسکیم ٹوٹ گئی - اب چمن کی بجائے یہاں موٹر پارک کرنے کا اڈہ بن گیا ہے - پہلے چار مینار کے نیچے عرائض نویس بیٹھ کر درخواستیں لکھا کرتے تھے - لیکن اب یہاں گداگر بیٹھے ہوئے نظر آرہے ہیں -

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ہمارے کانگریسی وزرا کو اپنے نو تعمیر بنگلوں اور نو حاصل کردہ جائداد کی دیکھ بھال ہی سے فرصت نہیں ملتی تو وہ ان حالات میں قدیم عمارتوں کی دیکھ بھال کس طرح کر سکتے ہیں!

ایکسزار نوری میٹر پر ہم روحانی نشرگاہ سے بول رہے ہیں - ابھی آپ مرزا رفیع جنگ بہادر کی تقریر سن رہے تھے - اب ہمارے نشریات کا وقت ختم ہو چکا ہے - ہمیں آئندہ ہفتہ تک کے لئے اجازت دیجئے۔

جے ہند! -

کیا یہ صحیح ہے

کہ نواب سالار جنگ اسٹیٹ کے مملوکہ مکانات کو غیر اشخاص فروخت کر کے ناجائز فائدے اٹھا رہے ہیں؟

اطلاع ملی ہے کہ اسٹیٹ نواب سالار جنگ بہادر کے علاقہ بنڈی خانہ کے مکان نمبری ۲۲-۶-۸۱۷ موقوعہ اندرون منڈی میر عالم کو ایک عرصہ ہوتا ہے کہ حاجی محبوب نامی شخص نے فاطمہ بی گو کرے فروش کو فروخت کر دیا - اس مکان میں ظہور علی اصلاح ساز نواب سالار جنگ بہادر کے حکم سے بلا کرایہ مقیم تھا - اس ناجائز بیع کے تعلق سے محصل بازارات اسٹیٹ نے رپورٹ پیش کی مگر باوجود اس کے اسٹیٹ کا صیغہ بازارات خاموش ہے اور کوئی ضابطہ کی کارروائی نہیں کر رہا ہے - اس خاموشی اور تساہل کی وجہ ورثائے سالار جنگ بہادر میں عام بے چینی اور عہدہ داروں کے تعلق سے بدظنی پیدا ہو گئی ہے -

جسٹس مولوی سید قمر حسن صاحب کی صدارت میں بزم سعدی کا سولھواں اجلاس

حیدرآباد۔ ۲۵ر مارچ ۱۹۶۱ء کو رات کے ۸ بجے بزم سعدی کا سولھواں اجلاس بمکان مولوی سید حامد بن شبیر صاحب چیف جج اسمال کاز کورٹ بصدارت عالم متبحر فاضل جلیل القدر جسٹس مولوی سید قمر حسن صاحب باقابیم منعقد ہوا۔ شعرائے فارسی کے علاوہ سامعین میں جناب ڈاکٹر میر مہدی علی صاحب، جناب مولوی رشید احمد صاحب صدیقی موظف سشن جج۔ مولوی میر باقر علی صاحب ایم۔اے۔ ال ال بی ایڈوکیٹ۔ جناب مولوی سید محمد احسن صاحب بی۔اے۔ ال ال بی۔ جناب مولوی یوسف الدین صاحب۔ مسٹر دادا بھائی کاؤس جی۔ جناب پروفیسر خوندمیری صاحب۔ جناب عاق شاہ صاحب جناب غوث خاں صاحب۔ جناب مولوی محمد خاں صاحب منتظم اور جناب مولوی جمال الدین صاحب صدر منتظم عثمانیہ عدالت العالیہ شریک بزم تھے۔ مشاعرہ سے قبل جناب برق موسوی نبیرۂ حضرت شہید وعلوی نے سرکار حق آگاہ کی فارسی شاعری پر ایک مبسوط اور پرمغز مقالہ پڑھا اور امجد یوسف زئی صاحب نے تاجکستان کے عوامی شاعر مرزا ترسول زادہ پر مقالہ سنایا۔ اول الذکر مقالہ چونکہ سرکار حق آگاہ کی فارسی شاعری پر تھا اور بڑی خصوصیت کا حامل تھا۔ اس لئے سبھوں کی توجہ کا مرکز اور پسندیدگی کا باعث رہا۔

مقالات کی خواندگی کے بعد معتمد بزم جناب قمر ساحری نے سرکار حق آگاہ کا کلام بلاغت نظام و فصاحت التیام ایرانی لب و لہجہ اور پُروقار انداز میں پڑھا۔ سرکار حق آگاہ کے ہر مصرعہ پر صدائے "تحسین" و "آفرین" بلند تھی۔ اس مشاعرہ کے لئے لندن سے اکبر حیدرآبادی۔ دہلی سے پنڈت تلوک چند محروم۔ بمبئی سے جناب رئیس امروہوی۔ علی گڑھ سے جناب ضیاء احمد بدایونی۔ پاکستان سے ڈاکٹر گل محمد بلوچ۔ کراچی سے آقا ناصح رضوی اور پونہ سے آقا یوسف یعقوبی نے غزلیں روانہ کی تھیں۔ جس کو بزم میں پڑھا گیا۔ حیدرآباد کے شعراء میں جناب ڈاکٹر طاہر مسلم۔ جناب سید حامد بن شبیر۔ جناب خسرو قادری۔ جناب قمر ساحری۔ جناب نور محمد نور۔ جناب برق موسوی۔ جناب شفیق سنجر۔ جناب حیدر شمسی۔ جناب ذکائی۔ جناب شرر آستانی۔ جناب عبد الحمید حمید اور آقا سید صمصام شیرازی نے اپنا کلام سنایا جو بیحد پسند کیا گیا۔ جناب سید حامد بن شبیر صاحب کا کلام حاصل مشاعرہ رہا۔ حاضرین کی تواضع فواکہات اور لائٹ رفرشمنٹ سے کی گئی۔ تقریباً ۱۲ بجے یہ پُرشکوہ ادبی تقریب معتمد بزم کے شکریہ پر ختم ہوئی۔

برطانیہ کی خبریں

لندن اسکول آف ایکنامکس!

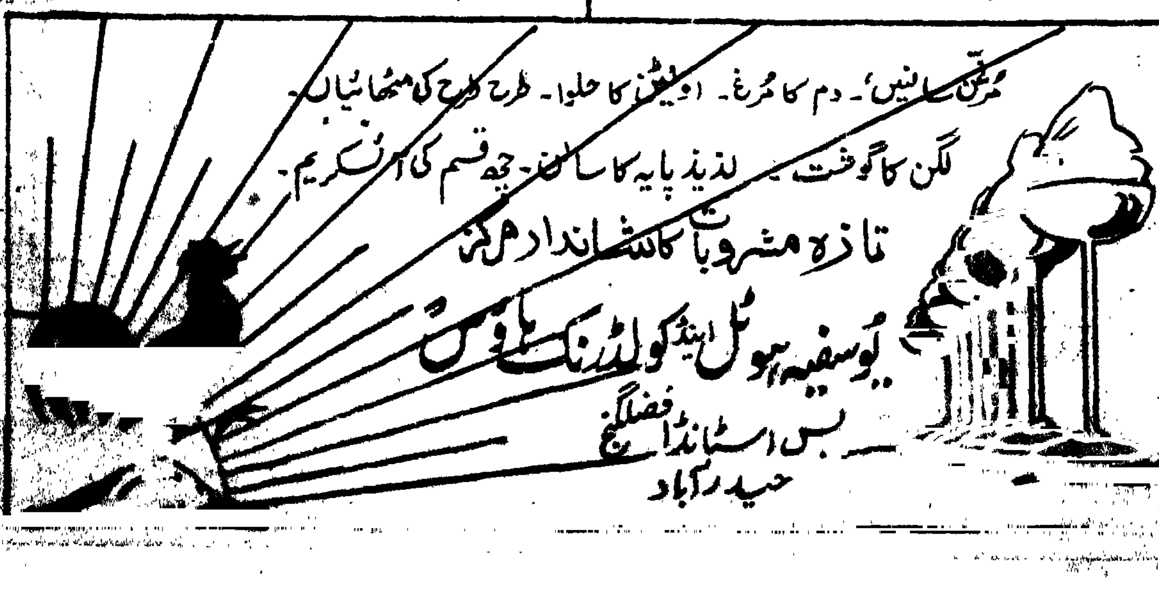
سماجی علوم کا مرکز!

لندن اسکول آف ایکنامکس لندن یونیورسٹی کا حصہ ہے۔ اس کے نام سے غالباً یہ ظاہر ہے کہ یہاں ۳۰۰۰ طلبا اور اسٹاف کے ۲۰۰ سے زائد ممبران بس معاشیات (ایکنامکس) ہی پڑھتے پڑھاتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ نہیں۔ لندن اسکول آف ایکنامکس میں پڑھائے جانے والے مضامین کا دائرہ بہت وسیع ہے دراصل سماجی علوم کا یہ ایک مخصوص ادارہ ہے۔ یہاں معاشیات، سیاسیات، سماجیات، نفسیات، جغرافیہ، تاریخ، قانون، فلسفہ وغیرہ کی تعلیم دی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں یہاں مزدور سبھاؤں، سمندر پار کے سول ملازمین، ڈپلومیٹوں وغیرہ کے لئے مخصوص کورسوں کا انتظام کیا جاتا ہے۔ بچوں کی دیکھ بھال، دفتری انتظام، دماغی صحت کی سروس وغیرہ کی پیشہ ورانہ تربیت بھی دی جاتی ہے۔ اگرچہ طلبا اور ٹیچروں کی مطالعاتی دلچسپیاں ایک دوسرے سے بہت مختلف ہیں۔ لیکن پھر بھی اُن میں اتحاد عمل کافی پایا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ لندن اسکول آف ایکنامکس میں جو ریسرچ ہوتی ہے اور جو مضامین پڑھائے جاتے ہیں ان سب کا تعلق سماج یعنی سوسائٹی سے ہے۔ لہذا مختلف مضامین پڑھنے اور پڑھانے والوں کے درمیان بحث مباحثوں کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ لندن اسکول آف ایکنامکس میں مباحثے عام ہوتے رہتے ہیں۔ یہ ادارہ ۱۸۹۵ء میں قائم ہوا تھا۔ طالبات بھی یہاں تعلیم حاصل کرسکتی ہیں اس وقت ان کی تعداد ۲۵ فیصدی ہے۔ دنیا بھر کے طلباء اعلیٰ تعلیم کے لئے یہاں آتے ہیں۔ غیر ملکی طلباء کی تعداد کافی بڑی ہے۔ سب سے زیادہ تعداد امریکی اور ہندوستانی طلبا کی ہے۔ لندن اسکول آف ایکنامکس میں شام کی کلاسوں کا بھی انتظام ہے۔ اور یہ ان طلباء کے لئے منعقد کی جاتی ہیں جو دن کے وقت کوئی کام دھندا کرتے ہیں۔

کم ترقی یافتہ ملکوں کو امداد

لندن میں بین الاقوامی کانفرنس

۲۷ر مارچ سے لندن میں بلجیم، کنیڈا، مغربی جرمنی، فرانس، اٹلی، جاپان، نیدرلینڈ، برطانیہ اور امریکہ کے نمائندوں کی کانفرنس شروع ہوئی ہے جس میں کم ترقی یافتہ ملکوں کی امداد کے موضوع پر سوچ بچار ہو رہا ہے، یہ سب ممالک ترقیاتی امداد گروپ کے ممبر ہیں۔ جو جنوری ۱۹۶۰ء میں قائم کیا گیا تھا۔ اس کے ذریعہ ممبران کم ترقی یافتہ ملکوں کو دی جانیوالی امداد کے بارے میں آپس میں صلاح مشورہ کرتے ہیں کانفرنس کا افتتاحی اجلاس کی صدارت کے فرائض برطانوی وزیر سماجیات مسٹر پیلون لاہنڈ نے ادا کئے۔ اس اجلاس میں برطانوی وفد نے بتایا کہ تعداد سے متعلق برطانیہ کی پالیسی اور پروگرام کیا ہیں۔ دوسرے ممبروں نے بھی اپنے امدادی پروگراموں پر روشنی ڈالی



کم ترقی یافتہ ملکوں کو برطانوی امداد

وائٹ پیپر کی اشاعت!

ایک تازہ وائٹ پیپر کے مطابق گذشتہ تین برسوں کے دوران میں کم ترقی یافتہ ملکوں کو حکومت برطانیہ کی طرف سے دی جانے والی امداد تقریباً دگنی ہوگئی ہے ۱۹۶۰ء میں برطانیہ نے لگ بھگ ۱۵۰,۰۰۰,۰۰۰ پونڈ کی امداد دی تھی۔ علاوہ ازیں کم ترقی یافتہ ملکوں میں برطانیہ کی پرائیویٹ سرمایہ کاری تقریباً ۲۰۰,۰۰۰,۰۰۰ پونڈ تھی۔ وائٹ پیپر میں مزید یہ بتایا گیا ہے کہ ٹیکنیکل امداد کی مانگ قریب مستقبل میں کم ہونے کی بجائے بڑھ جائے گی۔ برطانیہ اس وقت کولمبو منصوبہ، اقوام متحدہ، سینٹو، کامن ویلتھ افریقی امدادی پلان اور اس قسم کی بعض دیگر اداروں کے ذریعہ ٹیکنیکل امداد دے رہا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ برطانیہ صدیوں سے اس قسم کی امداد دوسرے ملکوں کو دیتا رہا ہے۔ تقریباً ۳۰۰۰ برطانوی ٹیچر ہر سال سمندر پار کے ملکوں میں جاتے ہیں۔ ان میں سے ۲,۵۰۰ ٹیچر کامن ویلتھ اور ماتحت علاقوں میں بھیجے جاتے ہیں۔ برطانیہ نے مختلف میدانوں میں ماہرین کی خدمات سمندر پار کے ملکوں کو مستعار دی ہیں۔ اب ٹیکنیکل تعاون کا ایک نیا محکمہ برطانیہ میں قائم کیا جا رہا ہے۔

{ نشیراں اصل حق کا ترجمان اور صاف ذوق کا اخبار ہے }

برطانیہ کی صنعتِ فولاد ترقی کی شاہراہ پر

سالانہ رپورٹ کی اشاعت

برطانیہ کی آئرن اینڈ سٹیل فیڈریشن کی سالانہ رپورٹ بابتہ ۱۹۶۰ء میں بتایا گیا ہے کہ گذشتہ سال صنعت فولاد نے کئی نئے ریکارڈ قائم کئے۔ زیر نظر سال کے دوران میں فولاد کی پیداوار ۲۴,۳۰۰,۰۰۰ ٹن تک پہنچ گئی تھی جو کہ ایک نیا ریکارڈ تھا۔ خیر پختہ فولاد کی پیداوار ۱۹۵۹ء کی پیداوار سے تقریباً ۲۰ فیصدی اور پچھلے ریکارڈ (۱۹۵۷ء) سے تقریباً ۱۲ فیصدی زیادہ تھی۔ ۱۹۶۰ء کے دوران میں برطانیہ نے ۴,۱۰۰,۰۰۰ ٹن فولاد برآمد کیا۔ یہ بھی ایک نیا ریکارڈ تھا۔ رپورٹ میں اس امید کا اظہار کیا گیا ہے کہ ۱۹۶۱ء میں فولاد کی پیداوار ۱۹۶۰ء کی پیداوار سے بھی زیادہ ہوگی۔

گٹھیا کی بیماری کا سروے

امپائر گٹھیا کونسل کے ڈائرکٹر ڈاکٹر جے ایس۔ لارنس نے اپنے ایک بیان میں بتایا ہے کہ مانچسٹر کے علاقہ میں ہم گٹھیا کے مریضوں کے رشتہ داروں کا سروے کریں گے۔ اس سروے کا مقصد یہ معلوم کرنا ہے کہ یہ کس حد تک جدی بیماری ہے رائل سوسائٹی آف میڈیسن کے سروے سے یہ معلوم ہوا ہے کہ گٹھیا کی بعض قسمیں موروثی ہیں۔

{ نشیراں ۵۵,۵۵ ہزار اشخاص کی نظر سے گذرتا ہے }

برطانیہ میں مہاتما گاندھی کی یادگار!

کچھ دن ہوئے برطانوی پارلیمنٹ کے ممبران اور ہندوستان کے دیگر دوستوں نے ہاؤس آف کامنز میں اپنی ایک میٹنگ منعقد کی اور یہ فیصلہ کیا کہ برطانیہ میں مہاتما گاندھی کی ایک یادگار قائم کی جائے۔ اس مقصد کے لئے چند اشخاص کو ٹرسٹی بنایا گیا ہے۔ ان میں لارڈ اٹلی ہوم سکریٹری و لیڈر ہاؤس آف کامنز مسٹر آر۔ اے بٹلر لبرل پارٹی کے لیڈر مسٹر کلیمنٹ ڈیویز اور ٹاٹا لمیٹڈ لندن کے ڈپٹی چیرمن اور مینیجنگ ڈائرکٹر سر فریڈرک جیمز بھی شامل ہیں۔ ممبر پارلیمنٹ ریو رینڈ ریجنالڈ سورنسن نے اپنی تقریر میں کہا کہ اگر مہاتما گاندھی نہ ہوتے تو بہت ممکن تھا کہ ہندوستان کامن ویلتھ میں شامل نہ ہوتا۔ ایسٹ انڈیا ایسوسی ایشن کے آنریری سکریٹری سر فرانسس لو نے کہا کہ مہاتما گاندھی نے ہمیشہ برطانوی عوام سے اپنی محبت کا اظہار کیا تھا۔ روپیہ جمع کرنے اور اس بات کا فیصلہ کرنے کے لئے کہ یادگار کس قسم کی ہونی چاہئے ایک قومی کمیٹی مقرر کی گئی ہے۔ یادگار قائم کرنے کی تجویز کی حمایت میں لارڈ ماؤنٹ بیٹن، سر آلیور فرینکس اور ایکٹرس ڈیم سبل تھارنڈائک نے اپنے پیغامات بھیجے ہیں۔

برطانوی لائبریریوں کے طور طریقے

ہندوستانی باشندوں کی تربیت

معلوم ہوا ہے کہ ہندوستانی یونیورسٹیوں کے پانچ لائبریرین امریکہ کا پانچ ماہ تک مطالعاتی دورہ کرنے کے بعد اب برطانوی لائبریریوں کے طور طریقوں کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ وہ سب برٹش کونسل کے مہمان ہیں۔ اور تقریباً دو ہفتے اپنا یہ مطالعہ جاری رکھیں گے۔ ایک انٹرویو کے دوران میں پٹنہ یونیورسٹی کے لائبریرین مسٹر جے۔ پی مسرا نے بتایا ہے کہ برطانوی لائبریریاں نہایت عمدہ طریقے سے کام کرتی ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ لائبریری سروس چلانے کے لئے بہت کم اسٹاف رکھا جاتا ہے۔ میرے خیال میں برطانوی طریقے ہندوستان کے لئے بہت موزوں ہیں۔ مسٹر مسرا کے علاوہ مس وی۔ کھانڈوالا (ایس۔ این۔ ڈی ٹی۔ وومنز یونیورسٹی کالج بمبئی)، مسٹر کے آئزک (کیرالا یونیورسٹی)، مسٹر ایم۔ ایل۔ کول (جموں اینڈ کشمیر یونیورسٹی)، اور مسٹر پی دورائی راجن (انملائی یونیورسٹی) یہ کورس کر رہے ہیں۔

بدل گئے

از :- مولوی امام الدین صاحب فداؔ مدیر مضراب

نظریں بدل گئیں کہ نظارے بدل گئے
نغمے، بہار، چاند، ستارے بدل گئے

اے التفاتِ گردشِ دوراں تری قسم
اب تو خیال و فکر کے دھارے بدل گئے

کم ہو سکا نہ جوشِ جنوں، ذوقِ جستجو
مانا کہ زندگی کے سہارے بدل گئے

افلاس و درد و غم کا مداوا نہ کر سکے
درماں ملا تو درد کے مارے بدل گئے

گہنا گئے ہیں کتنے تمنا کے ماہتاب
جس وقت سے وہ ہو کے ہمارے بدل گئے

الفت کی وہ مہک ہے نہ خوشبو خلوص کی
اے چشمِ ناز، تیرے اشارے بدل گئے

کتنے تبسموں کی چتائیں ہیں شعلہ بار
کتنے مسرتوں کے سہارے بدل گئے

اب تک ہے کشمکش میں سفینہ حیات کا
طوفاں ذرا تھما تو کنارے بدل گئے

کتنی ستم ظریفیٔ قسمت ہے یہ فداؔ
غیروں سے کیا گلہ کہ ہمارے بدل گئے

چھوٹے پیمانے پر سرمایہ کاری!

ان دونوں بڑے بڑے سرمایہ کاروں کو اسٹاک مارکیٹ میں پبلک کی بھاری دلچسپی پر بڑی حیرت ہے آمریکی کمپنیوں میں حصص رکھنے والوں کی تعداد ایک کروڑ ۳۰ لاکھ تک پہنچی ہوئی ہے۔ جو کارخانوں میں کام کرنے والوں کی تعداد سے بھی زیادہ ہے۔ لوگ پہلے کی نسبت آج اخباروں کے تجارتی اور مالیاتی صفحات کا زیادہ تعداد میں مطالعہ کرتے ہیں اور تجارت کے متوقع فروغ اور اسٹاک کی منڈیوں پر اس کے اثرات پر بحث مباحثے میں لگے رہتے ہیں۔ پبلک کی دلچسپی میں اس اچانک عظیم تبدیلی سے سرمایہ کاری کے کلب عالم وجود میں آگئے ہیں۔ چنانچہ پچھلے پانچ برسوں میں امریکہ میں ان سرمایہ کاری کلبوں کی تعداد ۲ ہزار سے بڑھکر ۲۵ ہزار تک پہنچ چکی ہے ان کے حصص کی مالیت کی کمینہ ۱۶ کروڑ ڈالر لگایا گیا ہے۔ کئی ملکوں میں سرمایہ کاری کے کلبوں۔ صرف جاپان میں ان کی تعداد چھ ہزار ہے کی تحریک کے تیزی سے بڑھنے کے باعث ایک نئی بین الاقوامی تنظیم ورلڈ فیڈریشن آف انوسیٹمنٹ کلبس کے نام سے قائم کی گئی ہے۔ اس تنظیم کے قیام کا مقصد سرمایہ کاری کلبوں کی تحریک کھیلانے میں مدد دینا اور سرمایہ کاری کے ایک عالمی اطلاعاتی مرکز کے طور پر خدمات بجالانا ہے کیونکہ اس قسم کی بین الاقوامی تنظیم کی ضرورت بڑھتی جارہی ہے۔ چند برس پہلے امریکہ اور جاپان سے باہر کے ملکوں میں صرف مٹھی بھر سرمایہ کاری کلب قائم تھے۔ اب برطانیہ میں ۵ سو۔ آسٹریلیا اور نیدرلینڈس میں پچاس پچاس اور کنیڈا میں ۵ سو ایسے کلب قائم ہیں۔ حکومت اسرائیل نے بھی سرمایہ کاری کلبوں کو فروغ دینے کا محکمہ قائم کیا ہے تاکہ کفالتوں (حصص) کی ملکیت میں اور بھی پھیلاؤ پیدا کیا جائے۔ سرمایہ کاری کلب جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے' دراصل بھر دوستوں یا اکٹھے کام کرنے والے ساتھیوں کی ایک جماعت ہوتی ہے جو غیر رسمی طور پر مہینے میں ایک بار ملتے اور کلب کے فنڈ کے لئے چھوٹی چھوٹی رقمیں دیتے ہیں۔ اس طرح جو رقم جمع ہوتی ہے اسے عموماً مشترکہ اسٹاک میں لگایا جاتا ہے۔ ہر ایک ممبر کو اسٹاک کے انتخاب میں ووٹ دینے کا حق حاصل ہوتا ہے اور وہ کلب کے نفع نقصان میں برابر کا شریک ہوتا ہے۔ کلب کے ذریعہ اس کے ممبر امریکہ کی ۱۵۰۰ کمپنیوں میں سے کسی ایک میں تھوڑا تھوڑا سرمایہ لگا سکتے ہیں۔ جنرل موٹرس جیسے عظیم کارخانوں میں بھی ان کلبوں کے حصص ہیں۔ چنانچہ اس کمپنی میں حصص رکھنے والوں کی تعداد تقریباً ۸ لاکھ ہے اسی طرح بہت سی معیاری تیل کمپنیوں اور ملکی تجارتی اداروں میں بھی لوگ حصص رکھتے ہیں۔ سرمایہ کاری کلب مختلف قسم کے لوگوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ بعض تو ہم پیشہ ہونے کے باعث باہمی وابستگی رکھتے ہیں۔ جیسے رول مسوری میں انجینیروں کا سرمایہ کاری کلب۔ بعض تو ایک ہی کارخانے کے ملازموں پر مشتمل ہوتے ہیں۔

جیسے ڈیر بورن سٹی گن کا سٹاک آف دی منتو کلب اس میں جیسی فورڈ موٹر کمپنیوں کے ملازم شامل ہیں۔ بعض سرمایہ کاری کلب ایک ہی علاقے کی ہمسایہ عورتوں پر مشتمل ہیں جیسے ساؤتھ بینڈ انڈیانا کا یونائیٹڈ انویسٹمنٹ کلب۔ امریکہ میں نیشنل ایسوسی ایشن آف انویسٹمنٹ کلبس (این۔ اے۔ آئی۔ سی) قائم کی گئی ہے تاکہ نئے نئے سرمایہ کاری کلب شروع کرنے میں مدد دی جائے۔ یہ تنظیم نوآموز اشخاص کو سٹاک کی مالیت اور متعلقہ امور کی تربیت دیتی ہے۔ اور انہیں تنظیم کے ممبر کلبوں کے تجربوں پر مبنی سرمایہ کاری کے فلسفے سے آگاہ کرتی ہے۔ تنظیم کی طرف سے ذیل کے تین اصولوں پر کاربند رہنے کی تلقین کی جاتی ہے۔

(۱) ممبروں سے جو رقم اکٹھی ہو اُسے ہر مہینے منڈی میں سٹاک کی سطح یا تجارتی زاویۂ نگاہ کا خیال کئے بغیر کاروبار میں لگایا جائے۔

(۲) منافع وغیرہ دوبارہ کاروبار میں لگایا جائے اس سے سُود مرکب میں اضافہ ہوتا ہے۔

(۳) لمبے عرصے کے لئے اور اچھی ترقی پذیر کمپنیوں کے مشترکہ سٹاک میں رقم لگائی جائے۔ غیر یقینی پُر خطر تجارتی معاملوں میں سرمایہ نہ لگایا جائے۔ اکثر کلب جنہوں نے ایسی بے احتیاطی کی ہے ناکام رہے ہیں۔

سرمایہ لگانے سے پہلے کلب ایک ہی قسم کا مال تیار کرنے والی باہم مقابلے کی صنعتوں کے متعلق تحقیقات کیلئے ایک کمیٹی مقرر کرتا ہے۔ یہ کمیٹی ان کمپنیوں کی مالیاتی اور دوسری رپورٹوں کے لئے لکھتی ہے۔ نتیجہ یہ کہ کمپنیاں معلومات اور کاروباری اطلاعات وکیفیت کی بڑی بڑی کارپوریٹیں بھیجتی ہیں۔ بعض اوقات کمپنیوں کے صدر خود یہ معلومات وغیرہ مہیا کرتے ہیں۔ یہ کلب کمپنیوں کے کاروباری ریکارڈ میں ایسے نکات تلاش کرتے ہیں جن سے ان کی ترقی پذیری اور استحکام وغیرہ کا پتہ چلے۔ مثلاً پچھلے پانچ برسوں میں سال میں کم سے کم دس فیصد بکری اور آمدنی جانچی جاتی ہے۔ اور دیکھا جاتا ہے کہ اس بات کے اچھے امکانات ہیں یا نہیں کہ یہ آمدنی آئندہ بھی بڑھتی رہے گی؟ اور سٹاک موجودہ داموں پر فروخت ہونا چاہیئے اور مستقبل میں بھی قیمتیں نہیں گرنی چاہئیں وغیرہ وغیرہ۔ امریکہ میں سرمایہ کار کلبوں کا تجربہ یہ رہا ہے کہ عام طور پر دو تین برس کے بعد منافع حاصل ہونے لگتا ہے۔ جن کلبوں نے پچھلے پانچ برسوں سے سرمایہ لگایا ہوا ہے۔ انہیں تقریباً ۴ فیصد آمدنی ہو رہی ہے اور اُن کے سرمایہ میں سالانہ تقریباً ۱۰ فیصد اضافہ ہوا ہے۔ اگرچہ سٹاک کی منڈیوں میں سب کلبوں کی حالت یکساں نہیں تاہم امریکہ کی ترقی پذیر اقتصادیات کے باعث بہت سے کلب طویل المعیاد منافع دکھا رہے ہیں۔ اس صدی کے آغاز سے ہر سال امریکی پیداوار میں تین فیصد اضافہ ہو رہا ہے۔ نتیجہ یہ کہ کارکنوں کو زیادہ اجرتیں مل رہی ہیں۔ اور کمپنیوں اور اُن میں حصص رکھنے والوں کی آمدنی میں بھی اضافہ جاری ہے۔ اُن میں سرمایہ کاری کلب بھی شامل ہیں۔

موسمیاتی بیورو جس کے لئے بارہ ہزار شہری مفت کام کرتے ہیں! (۱۲)

ریاستہائے متحدہ امریکہ کی پچاس ریاستوں کے ۱۲ ہزار سے زیادہ پرائیویٹ شہریوں کی ایماندارانہ کوششوں سے۔ جو کسی عوضانے کے بغیر اپنا وقت اور محنت دے رہے ہیں۔ بہت حد تک امریکہ کا موسمیاتی بیورو (شعبہ) ایک جامع خدمت انجام دے رہا ہے۔ ان ہزاروں رضاکاروں میں ایک بہت بڑی تعداد مکانوں کے مالک، خانہ دار عورتیں، مزدور اور محنت کش عورتیں، وکیل، جج، مبلغ، ڈاکٹر، معلم اور کمپنی کے منتظم شامل ہیں۔ بعض ان کنبوں کے افراد ہیں جو تقریباً پچاس برسوں سے موسمی حالات کے متعلق ایمانداری سے اطلاعات مہیا کر رہے ہیں۔ مثال کے طور پر روم (جارجیا) کا ٹاور کنبہ ایک صدی سے بھی زیادہ عرصہ سے موسمی مشاہدات کا اندراج کرتا آرہا ہے۔ موسمیاتی بیورو کے بہت کم ایسے شعبے ہیں جن میں پیشہ ور کارکن پورا وقت کام کرتے ہیں۔ لہذا رضاکاروں کے بغیر جنہیں بیورو کی طرف سے موسمیاتی اطلاعات قلمبند کرنے کے لئے معیاری آلے مہیا کئے جاتے ہیں۔ بیورو ان معلومات کو ترتیب نہیں دے سکتا جن کی آسے موسمی پیشگوئیاں کرنے اور موسمی تحقیق و مطالعہ انجام دینے کے سلسلے میں مختلف آب و ہواؤں کا تجزیہ کرنے کے لئے ضرورت ہے۔ موسمیاتی بیورو کے افسر اعلیٰ ڈاکٹر ایف ڈبلیو ریچلڈرفر نے حال میں ان رضاکار مشاہدوں کے نام ایک مراسلہ لکھا ہے۔ جس میں ان کی بے لوث لگن کی تعریف کی گئی ہے مراسلہ میں لکھا گیا ہے کہ "ہماری زندگی میں تیزی سے فنا ہونے والی بہت سی چیزوں کے برعکس ہر مشاہدہ کے قلمبند ہونے کے ساتھ موسمی معلومات کی اہمیت بڑھ جاتی ہے۔ ان کے ایک طویل سلسلے سے آب و ہوا کے متعلق ہمارے علم کا تعین ہوتا ہے۔ رضاکار مشاہدوں کے تعاون کے بغیر بلاشبہ امریکہ کی مختلف آب و ہواؤں کے متعلق ہمارا علم نہایت غیر مکمل ہوگا۔" ان رضاکاروں نے سیلابوں، اور شدید طوفانوں کے بارے میں وقت پر انتباہ دیکر بے شمار زندگیوں کا تحفظ کیا ہے اور تباہی سے ہونے والے بھاری نقصان کو روکا ہے۔

بہت سے لوگوں نے اپنی موت تک اپنا کام ایمانداری سے انجام دیا ہے۔ جبکہ دوسروں نے اپنے فرائض کی انجام دہی میں بہادری کا ثبوت دیا ہے۔ مینا (ارکانس) کے آرنسٹ ڈبلیو سمیٹ جان اپنے صبح کے مشاہدے کو قلمبند کر کے بیٹھے ہی تھے کہ ۲ ر ستمبر ۱۹۵۷ء کو دل کے حملے سے چل بسے۔ ان کا کنبہ تقریباً ۵۰ برسوں سے موسمی معلومات کا اندراج کر رہا ہے۔ لیوئی (کنساس) میں ۱۸ اگست ۱۹۲۴ء کو شام کے پانچ بجے مسز ایل ای گورج کا مکان طوفان سے گر گیا۔ لیکن اس نے ۶ بجے باقاعدہ طور پر موسمی مشاہدہ قلمبند کرا دیا۔ لیسو رینو میکسیکو) کی مسز ایڈ یالائی کو ایک بار اپنے باران پیما تک پہنچنے کے لئے ایک زہریلے سانپ کو ہلاک کرنا پڑا جبکہ سیدی ری (راچ کا ہوماہ کے وِنک کریک پام کو ایک دریا پیما کا معائنہ کرنے کے لئے کئی بار گھوڑے پر سوار ہوکر دریا پار کرنا

سیلابوں میں سے گزرنا پڑا۔ رائے ڈبلیو میکنیلی نے ۲۶ ستمبر سنہ ۱۹۵۹ء کو گزوورسبرنگ (مسوری) کی جانب ایک طوفان بڑھتا ہوا دیکھا۔ وہ اپنی موٹر میں بیٹھ کر تیزی سے قصبے میں گئے اور لوگوں کو طوفان کی آمد سے خبردار کیا اور کچھ لوگوں کو محفوظ مقامات پر پہنچانے میں مدد دی۔ اور جب طوفان آیا تو سارا گاؤں عملاً مسمار ہو گیا۔ بیورو کی طرف سے اس قسم کی خدمت کے لئے جو انعامات دیئے جاتے ہیں ان میں بیلے سندیں اور خاص اعزاز ہوتے ہیں آج رضاکاروں کی جو بڑی بڑی کوریں کام کر رہی ہیں ان کی روایات اس زمانے سے چلی آرہی ہیں جب امریکی قوم جنم لے رہی تھی۔ چنانچہ ۱۹ ویں صدی کے وسط میں ملکی موسمیاتی سروس کے قیام سے پہلے موسمیات سے متعلق ناتجربہ کار لوگوں نے۔ جنہیں انسان کے اردگرد کے حالات کی جانکاری حاصل کرنے کی لگن تھی ــــ اپنی اپنی بستیوں کے آس پاس موسمیات وغیرہ کے بارے میں اپنے مشاہدات کے اندراج کا کام شروع کیا تھا۔ عام طور پر ان کے پاس کوئی آلات نہیں ہوتے تھے اور وہ بھی یا خود ساختہ یا مقامی طور پر تیار کیے گئے آلات کو استعمال میں لاتے تھے۔ اس کے باوجود شمالی امریکہ کی آب و ہوا کے متعلق اندراجات کرنے میں انہی لوگوں نے رہنمائی کی تھی۔ انہوں نے جو قیمتی اعداد و شمار جمع کئے تھے ریاستہائے متحدہ امریکہ کے موجودہ موسمیاتی بیورو کی ترقی میں ان کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔

صالحہ عابد حسین

چمپا

وہ تین برس بعد وطن واپس آئی تھی۔ شاید اسی لئے ہر چیز اسے کچھ اجنبی سی لگ رہی تھی۔ اس دن صبح سویرے وہ اکیلی ٹہلنے نکل گئی۔ اور یوں ہی میل بھر آگے پڑوس کے گاؤں کی طرف چلی گئی۔ سورج ابھی طلوع نہیں ہوا تھا شفق کا سندر سونا مشرق کی اور بکھرا ہوا تھا۔ ہوا میں خوشگوار خنکی اور نرمی تھی۔ پرندوں کی دلکش چہچہاہٹ کانوں میں رس گھول رہی تھی۔ اور دور سے آتے ہوئے گائے بھینسوں کے ریوڑ کے گلے میں بندھی ہوئی گھنٹیوں کی ٹن ٹن اسی کو بڑی بھلی معلوم ہو رہی تھی۔ پنگھٹ پر کچھ عورتیں پانی بھر رہی تھیں۔ اور ان میں سے دو تین جوان عورتیں ایک رسیلا گیت الاپ رہی تھیں۔ وہ چند لمحے کے لئے وہیں ٹھٹھک کر کھڑی ہو گئی۔ ایک ناٹی سی عورت جس کا سر بڑا، کولھے بھاری اور باقی جسم نٹیلا تھا۔ ایک گھڑا سر پر رکھے دوسرا کولھے پر لٹکائے ذرا مشکل سے کنوئیں کی منڈیر سے اتری۔ شمیم کو اس کی صورت، کچھ دیکھی دیکھی سی لگی — کون ہے یہ؟

وہ پہلی نظر میں عورت، دوسری میں معصوم سی بچی اور پھر غور سے دیکھنے پر بچی اور عورت کا ایک ملا جلا مسخ شدہ نمونہ معلوم ہوتی تھی۔ ایک ایسا پھل جو قبل از وقت پکا دیا گیا ہو۔ ایسی کلی جسے زبردستی پتیاں نوچ کر کھلایا گیا ہو۔ اس کی نظر بھی اٹھی۔ شمیم سے آنکھیں چار ہوئیں۔ آنکھوں میں معصومیت کی جوت جگمگائی تھی۔ ہونٹوں پر مدھ بھری مسکراہٹ کھیلی۔ چہرے پر محبت کا رنگ بکھرا۔ "امی" "میری امی" اس کے منہ سے نکلا۔ دونوں گھڑے گر کر پھوٹ گئے۔ اور پانی کے چھینٹے اڑ کر مجسم حیرت شمیم کو نہلا گئے۔ جو چمپا کو اپنے گلے سے لگائے کھڑی تھی۔

لیکن تھوڑی دیر بعد جب وہ چمپا کے اصرار پر اس کی کوٹھڑی کی طرف جا رہی تھی تو اس نے دیکھا، بھولی معصوم الھڑ چمپا پھر غائب ہو گئی اب اس ننھی سی عورت کے چہرے پر وہی پکا پن اور آنکھوں میں وہی چالاکی تھی جو چند منٹ پہلے اسے نظر آئی تھی۔ شمیم کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہی اس کی چمپا ہے۔ اس کی پیاری سی بھولی بٹیا جس کو سینے سے لگا کر اس کے دل میں ممتا کا چشمہ ابلنے لگتا تھا۔

— "آؤ نا جی — اندر آؤ نا" بزرگانہ انداز اور کرخت آواز میں چمپا نے کہا۔

شمیم کچھ سحر زدہ سی اس کے پیچھے پیچھے کوٹھڑی میں داخل ہو گئی۔ سامنے چارپائی پر ایک چالیس پینتالیس سال کا لمبا تڑنگا مرد بیٹھا حقہ پی رہا تھا۔ حقے کی دھوئیں جیسے مونچھوں کو بل دے رہا تھا۔ چمپا کے اندر گھستے ہی اس نے کڑک کر کچھ کہا۔ مگر شمیم کو دیکھ کر چونکا اور چپ ہو گیا۔ اس کی لال لال آنکھوں میں شمیم کو کائیاں پن ہوس رانی اور خونخواری کے سائے ناچتے محسوس ہوئے۔ مگر قبل اس کے کہ وہ واپس باہر چلی جائے چمپا نے ترچھی نظروں سے مرد کی طرف دیکھا اور ذرا ڈانٹ کر کہا "بیٹھے کیا دیکھ رہے ہو۔ جاؤ باہر — اور امی کے لئے پاندان لے کر آؤ — اور ہاں چائے کا سامان بھی —"

تسنیم اب سمجھی کہ یہ چمپا کا میاں ہے - وہ فوراً ہی سر جھکا کر باہر نکل گیا اور بولا ——" ماں جی کو جانے نہ دیجو میں ابھی لایا سب سامان -

—— شائد وہ چمپا سے اس کا ذکر بارہا سن چکا تھا -

"کیوں چمپا یہ تیرا میاں ہے نا؟" تسنیم نے چارپائی پر بیٹھے ہوئے پوچھا - چمپا نے آنکھیں جھکائیں - گردن کو جھکا دیا - ہونٹوں پر آزادی مسکراہٹ لائی اور پلو سے منھ چھپا لیا - ہاں امی ——" اور تسنیم کو اندازہ ہوا کہ بارہ برس کی یہ چھوکری پوری عورت بن چکی ہے -

کب ہوا تیرا بیاہ ؟

" ہائے امی جی —— پیاری" چمپا نے مچل کر کہا اور تسنیم کو اس کے انداز میں وہی پہلے جیسی بچپن کی معصومیت اور محبت نظر آئی - جب وہ کسی بچے سے لڑ کر کسی بڑے سے روٹھ کر اس کے پاس فریاد لیکر آتی اور ہائے امی جی پیاری کہہ کر لوٹ جایا کرتی تھی -

—— مگر اگلے جملے منہ سے نکلتے ہی اس کی جگہ نفرت اور سختی لے لی -

آمی جب دیدی اور جیجا مجھے تمہارے پاس سے چھین لے گئے تھے نا —— تو انھوں نے اس موٹے بھدے لونڈے سے سگائی کر دی —— خوب اس کو لوٹا —— دو سو سگائی پر لئے —— اور پھر —— بیاہ پر اور پانچسو مارے —— اس موٹے دہاجو کو کون بھلا اپنی لونڈیا دیتا ہ مگر ان کمبختوں کو میں پیاری کہاں تھی روپے کی چاہ تھی انہیں تو —— جھونک دیا مجھے بھاڑ میں ——

پھوڑ دی میری قسمت —— یہ پورا —— اونچا —— مردوا -

امی —— مجھے —— میں —— امی —— ہائے میں کیا کروں یہ

آگے کچھ کہتے کہتے اس کے چہرے پر درد و کرب کی خوفناک کیفیت ابھری" یہ —— امی —— مجھے —— مجھے —— میں

—— امی -

میرا سارا بدن پھوڑا بن گیا ہے امی —— میرا جوڑ جوڑ دکھے ہے - اور پھر روز مارا لگ پڑے ہے - اور وہ اس کے سپنولئے —— انہیں بھی تو مجھے بھگتنا پڑے ہے - امی —— ہائے امی تم نے مجھے کیوں آنے دیا تھا ہچکیوں نے اس کا گلا گھونٹ دیا - اور تسنیم کے گلے کے اندر نمک کا ایک بڑا سا ڈلا اٹک گیا -

اسی وقت سامنے سے وہ بچے آتے نظر آئے - ایک چمپا کا ہم عمر ہوگا - دوسرا کچھ چھوٹا —— ماں —— ماں —— کھانا دے نا -

چھوٹے نے کہا ——

ماں —— ماں —— مرگئی تیری ماں —— گور سے پرے گئی —— تیری ماں —— آیا بڑا ماں والا - باوا سے کہہ ماں کو قبر میں سے لاوے جاکر —— اس کے بعد جیسے چمپا کو جنون سا چڑھ گیا —— اور اس بارہ برس کی بچی نے تیزی روانی اور فصاحت سے فحش گالیوں اور کانٹے کوسنوں کی ان معصوم بچوں پر بوچھار شروع کر دی - اور ایسی ایسی کہہ کر ان کی مری ماں اور زندہ باپ کی شان میں گل افشانی کی کہ تسنیم کا رواں رواں کھڑا ہو گیا —— معلوم ہوتا تھا کہ لوہے کی تپتی ہوئی سلاخ اسکے کانوں میں ڈالی جا رہی ہے - اور برچھی کی انی اس کے سینے میں چبھی ہوئی ہے -

آہ یہ اس کی وہی چمپا ہے - قدرت کا وہ حسین شاہکار جس کو دیکھ کر اس کا دل غرور سے بھر جاتا تھا - یوں گندگی میں لتھڑا ہوا اس کی خوبصورت ذہین ہونہار بچی کی یہ درگت ؟ کہاں یہ



چمپا پر دورے کی سی کیفیت طاری تھی ——
وہ بچوں کو، ان کے ماں باپ کو، اپنے بہن بہنوی کو اپنے مرے ماں باپ کو گالیاں کوسنے دیئے جا رہی تھی۔ اور اپنے سر کے بال نوچ رہی تھی۔ شائد شمیم کو دیکھ کر اسے اپنی زندگی کے وہ سنہرے دن یاد آگئے تھے جب وہ محبت و ممتا آرام و عزت کے جھولے میں جھولتی تھی —— آج اسے اپنی بدنصیبی کا احساس کہیں زیادہ شدت سے ہو رہا تھا شمیم اس کی کوٹھری سے نکلی —— اور اپنی گھر کی طرف تیزی سے روانہ ہو گئی۔ پیچھے سے چمپا کی روتی ہوئی آواز —
امی — امی — واپس آجاؤ —— اس کا تعاقب کر رہی تھی مگر اب یہ سب کچھ سننا اس کے لئے ناقابلِ برداشت تھا ——

اور چند برس پہلے کے واقعات اس کے دماغ کے پردے پر یکے بعد دیگرے ابھر رہے تھے۔
اسے بچپن ہی سے بچوں سے بڑا لگاؤ تھا۔ چھوٹی ہی سی تھی کہ پڑوس اور کنبے کے بچوں کا اسکول لگا کر کھیلا کرتی بچے بھی ہمیشہ اس کے گرد جمع رہتے —— بیاہ کر سسرال آئی تو یہاں ہر عمر اور ہر سائز کے بچوں کی ایک فوج دیکھی —— ساس کے بچے نندوں اور جٹھانیوں کے بچے جو ہر وقت اسکے چاروں طرف جمع رہتے اور طرح طرح سے اسے پریشان کرتے جس گھر میں بچوں کی اتنی کثرت ہو وہاں ظاہر ہے کہ نہ ان کی تربیت کا انتظام اور نہ تہذیب سکھانے کا کوئی سوال ہو سکتا تھا۔ یوں بھی ہمارے گھرانوں میں بچوں کی تربیت وغیرہ کو فضول ہی تو سمجھا جاتا ہے۔
پھر بھی دو چار بچوں سے وہ کافی مانوس تھی۔ مگر مصیبت یہ تھی کہ ایک بچے کی طرف ملتفت ہوتی تو باقی سب بچے ہی اس سے ناراض نہ ہوتے بلکہ ان کی ماؤں کے بھی منھ پھول جاتے اور اسے سنا سنا کر طنز و طعن کی باتیں کی جاتیں۔ مگر اس نوعمر لڑکی کے لئے یہ ناممکن تھا کہ وہ بیک وقت دو درجن بچوں سے یکساں محبت و اپنائیت کا برتاؤ کرے —— دھیرے دھیرے وہ ان بچوں سے دور ہوتی گئی اور دل ہی دل میں اس مبارک دن کا انتظار کرتی رہی جب خود اس کا بچہ اس خلا کو پُر کرے گا۔ برسوں یہ تمنا نہال خانۂ دل میں پروان چڑھتی رہی۔ مگر اس کی گود خالی رہی —— اس کا گلاب کی طرح کھلا ہوا چہرہ مرجھا گیا —— اور یہ خوف اسے راتوں کو بیدار رکھنے لگا کہ کہیں وہ —— خشک نخل بے ثمر تو نہیں۔؟
اس کی نندیں اور جٹھانیاں اپنے چھوٹے بچوں کو لاکر اس کی گود میں ڈال دیتیں — لو بھابی اپنا بچہ —— آخر اس کا شوہر اتنے روپے کماتا تھا —— اگر وہ بے آس رہی تو کسی اور کی مراد تو بر آہی جائے گی۔ لیکن ان کا انداز شمیم کو ایسا معلوم ہوتا جیسے کوئی بھکاری کی جھولی میں مٹھی بھر اناج ڈال کر اپنے کو حاتم سے بڑھ کر سخی سمجھے —— اور اس سے بھی زیادہ دل شکن نظارہ وہ ہوتا۔ جب بچہ اسکی گود سے اتر کر پھر اپنی ماں کے گود میں جاتا اور ماں بے قراری سے اسے چومتی تو شمیم یہ سمجھتی کہ یہ میرے احساسات کو ٹھیس لگانے ہی کے لئے کیا جاتا ہے —— مفلس کا دل اکثر بدگمان ہوتا ہے نا!!
اور پھر —— ایک دن گنگا اپنی چھوٹی بہن چمپا کو اس کے پاس چھوڑ گئی جس کے ماں باپ سال گزشتہ وبائی طوفان کی نذر ہو گئے تھے۔ اور وہ سال بھر تک رشتہ داروں کے در در کی ٹھوکریں کھانے کے بعد اب اپنی بہن کے پاس رہنے لگی ——

گنگا شمیم کی ہم وطن تھی۔ اس لئے کبھی کبھی اس کے پاس آیا جایا کرتی تھی۔ اس کا میاں بیکار، بدکار اور بدمزاج تھا۔ ادھر گنگا اکثر رو رو کر اسے اپنی بپتا سنایا کرتی۔ محنت مزدوری بھی وہی کرے اور مار ڈانٹ بھی وہی کھائے اور اسکی بے ہودگیاں بھی برداشت کرے؟ یہ بات شمیم کی سمجھ میں نہ آتی تھی — حقیقت یہ ہے کہ کوئی بھی خود دار عورت جب تک قسمت اسے ایسے سانچہ میں نہ ڈھالے یہ سمجھ ہی نہیں سکتی کہ کوئی عورت اتنی ذلت اتنی مصیبت کیسے جھیل سکتی ہے؟

بی بی جی اس کو تم ہی رکھ لو کچھ دن — اس کا جیجا اس کے پیچھے پڑا ہے — مارے ہے۔ گالیاں دیئے ہے مجھے ڈر ہے کہ کسی سے سو دو سو لے کر اس کا ہاتھ نہ پکڑا دے — ابھی نامراد بہت چھوٹی ہے — مر جائے گی — اس کی بہن نے شمیم سے کہا۔ تم پانچ سات روپے تنخواہ کے نام سے مجھے دے دیا کرنا۔ میں اس کمبخت کی منہ بھرائی کر دوں گی۔ یہ کہہ کر اس نے آٹھ سال کی گندی میلی، گھبرائی، سہمی بچی کا ہاتھ شمیم کے ہاتھ میں دے دیا۔ اب تم جانو اور تمہارا کام — تم ہی اس کی ماں ہو بی بی جی — وہ جانتی تھی کہ کون سے نازک مقام پر انگلی رکھنا چاہیئے۔

شمیم نے نظر بھر کر جمیا کو دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں جھلکی ہوئی ہرنی کا سا خوف اور چہرے پر یاس و غم کے بادل چھائے ہوئے تھے۔ اس پر بھی اس کے چہرے میں کچھ ایسی کشش، آنکھوں میں ایسی روشنی تھی کہ شمیم کا دل اسی کی طرف کھنچنے لگا۔ اور جمیا خود پالتو بلی کی طرح ایک ہی دن میں شمیم سے ایسی مانوس ہو گئی جیسے برسوں سے اسے جانتی ہو۔

کہنے کو اس نے جمیا کو اوپر کے کام پر نوکر رکھا تھا — مگر بھلا آٹھ برس کی بچی کی بساط ہی کیا کہ وہ شمیم کے گھر کا کام کر سکتی۔ مانا کہ وہ اپنی بہن کے ہاں صبح سے رات گئے تک کولھو کے بیل کی طرح کسی نہ کسی کام میں جتی رہتی تھی۔ مگر شمیم سے تو یہ ممکن نہ تھا کہ وہ اس ننھی سی جان سے ہر وقت خدمت لے اور دس بارہ دن کے اندر ہی اندر نوکر اور مالکہ کا یہ رشتہ "امی اور بیٹا" میں بدل گیا۔ آج تک کسی بچے نے اسے اس لفظ سے خطاب نہ کیا تھا۔ اور نہ اس مٹھاس بھرے لہجہ میں پکارا تھا۔ جانے جمیا کے منہ سے یہ لفظ کس طرح نکلتا کہ اس میں رس، شیرینی دل سوزی اور اپنا پن سبھی تو گھلی ہوئی معلوم ہوتی تھیں۔ مامتا کے سوتے جو نکلنے کا رستہ نہ پا کر خشک ہوتے جا رہے تھے۔ اب ان کے سوتے کھل گئے تھے۔ اور شمیم کی محبت بے دریغ اس یتیم و بیسر بچی پر خرچ ہو رہی تھی۔ مہینہ بھر کے اندر اندر جمیا کی کایا ہی پلٹ گئی۔ بالوں کی جوئیں۔ آنکھوں کا کیچڑ۔ ہاتھ پاؤں کا میل جانے کہاں غائب ہو گیا۔ اور اس کی جگہ گالوں پر سرخی آنکھوں میں چمک بالوں میں لہروں نے لے لی۔ صاف ستھرے نئے نئے ذرا تن کے کپڑے اور خوبصورت جوتے پہن کر جب وہ باہر نکلتی تو لوگ اسے علیم صاحب ہی کی بچی سمجھتے تھے۔ ننھے ننھے کھلونوں اور ننھے ننھے زیوروں نے اس کے دل کی ساری تمنائیں پوری کر دی تھیں۔ اس کا معصوم حسن نکھر اٹھا۔ چہرے پر سے یاس، محرومی اور نحوست کے رنگ چھٹ گئے اور شوخی، چونچال اور اعتماد کی شعاعیں پھوٹنے لگیں اور جس وقت وہ شمیم کو "امی جی پیاری" کہکر پکارتی اس سے تو اس کی سندرتا بس دیکھنے دیکھنے کے قابل ہوتی تھی۔ کم سے کم شمیم کو بھرے گھر میں کوئی بچہ بھی اس سے بہتر نظر نہ آتا تھا۔ وہاں اگر کوئی اسکو ڈانٹتا یا جھڑکتا یا کوئی بزرگ اس کا اپمان کرتا اس وقت وہ پیر دی

کی بات نہ تھی کہ وہ ان ناگوار اور ذلیل مواقع سے اسے بچاسکے۔ وہ خود اُسے سب کچھ دےسکتی تھی - اور دیر ہی تھی - مگر خاندان کے سارے عالی ظرف و عالی خاندان حضرات نے اس ننھی سی جان کے خلاف ایک محاذ کھڑا کر لیا تھا۔ اس لئے کہ گھر بھر کو شمیم کا چمپا کی طرف متوجہ ہونا سخت ناگوار تھا۔ وجوہ کچھ بھی بیان کی جاتیں کہ چمپا کمینی، ذلیل ذات کی ہے - ضدی اور بدزبان" ہے "چٹی اور لتری ہے" اترا ہٹ کے مارے زمین پر پاؤں نہیں رکھتی" لیکن ان سب کی تہہ میں کیا ہے؟ یہ بہت دن تک شمیم سے چھپا نہ رہ سکا۔ وہ خوب جانتی تھی کہ اس کی کم ذات اور ذلیل چمپا کی عادتیں اس عالی خاندان کے بچوں سے کہیں زیادہ بہتر ہیں - اُسے چھ سات برس ان سب کی عادتوں کو دیکھتے اور جھیلتے ہو چکے تھے نا آخر وہ سمجھ رہی تھی کہ حسد کا بے پناہ جذبہ لوگوں کو بے قرار کر رہا تھا کہ ان کے بچوں کی بجائے یہ محبت، یہ پیسہ یہ توجہ ایک نامعلوم و بے سہارا غریب لڑکی کو کیوں دی جائے؟ اس نے لاکھ کوشش کی کہ یہ باتیں کم سے کم چمپا کے سامنے تو نہ کی جائیں - مگر ہوتا یہ تھا کہ اس پر تو صرف اشاروں اور کنایوں سے اپنی بیزاری ظاہر کی جاتی - اور اس بچی کو اکیلا پاکر طرح طرح سے اسے ذہنی اذیت پہونچائی جاتی تھی - اور چمپا کا دل دکھانے کا مقدس فرض سارے خاندان جٹھانی اور بچے سبھی ادا کرتے رہتے تھے -

"افوہ اس چھوکری کا دماغ تو کوئی دیکھے - پاؤں کی جوتی سر کو آئی ہے"

"اے ہے ذرا دیکھنا، حرام کا مال کھا کھا کر موٹی کتنی ہوتی جا رہی ہے"

اوئی دلہن کو گھن بھی نہیں آتی - اس کو پاس بٹھانے - کپڑے کیسے ہی پہناویں، اس گندی بساند کو کیا کریں گی جو اس کے رونگٹے رونگٹے میں بسی ہوئی ہے"

"اے باجی دیکھا آپ نے - آج یہ بھابی کا ہار پہنے پھر رہی تھی ایک دن گھر نہ لٹوا دے - یہ چھوکری، تب سمجھنا"

"اوئی چٹی ہے - اول نمبر کی - دنیا جہاں کی نعمتیں کھاتی ہے مگر پھر بھی چوری سے باز نہیں آتی"

"بھئی میرے بچوں کو کھاتے وقت ڈیوں نہ دیکھا کر — نوبیاری کہیں کی"

چمپا کو سمجھتی کچھ نہ سمجھتی، مگر روتی ہوئی آتی اور شمیم کی گود میں منہ چھپا کر سسکیاں بھرنے لگتی - شمیم کی آنکھیں بھی آنسوؤں سے ہو جاتیں - اس نے کئی بار لوگوں کو سمجھایا - بحث کی - الجھی اور ہار کر چھوڑ دیا -

تنگ دماغوں اور مریض ذہنوں کا علاج ہو ہی کیسے سکتا ہے - اور تو اور شمیم کے میاں کو بھی بیوی کی یہ نئی محبت کچھ زیادہ پسند نہ تھی - اور پھر اوپر سے ماں بہنوں کی سامعہ نوازی - اسے اس لڑکی سے کچھ چڑ سی ہو گئی تھی جس کے لئے بیوی نے خاندان بھر سے بگاڑ مول لے لیا تھا وہ بیوی سے کچھ کہتا نہ تھا - مگر شمیم کو احساس ضرور تھا کہ علیم چمپا کو پسند نہیں کرتا - وہ اچھے اچھے کپڑے پہنا کر اس کو علیم کی نظر دل میں لاتی مگر علیم کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ پرائے بچے کو کوئی اس طرح کیسے چاہ سکتا ہے؟ جو دولت خدا نے ہمیں دی ہی نہیں اس کی ہوس ہی کیوں کرے - تھپڑ مار کر منہ لال کرنا اسے پسند نہ تھا - اور چمپا کا یہ حال کہ ہر وقت موقع بے موقع آپا جی، آپا جی اس کے ہر کام کے لئے دوڑ رہی ہے - آگے پیچھے پھر رہی ہے - کئی بار شمیم نے منع کیا - بیٹا ان کے

پاس مت جایا کر۔ وہ ڈانٹے دیں گے۔" مگر اس پر بھلا کیا اثر ہوتا ۔ ایک دن باہر علیم کے دوست بیٹھے تھے ۔ آپ پہونچ گئیں ۔ پاؤں کی خفالی تکے کر ۔۔۔ " آباجی ۔ امی نے پان بھیجے ہیں " ایک دوست نے ہنس کر کہا "علیم یار یہ بلی بلائی بچی کہاں سے ہاتھ لگ گئی " علیم کو خدا جانے کیوں یہ جملہ نہایت ناگوار گزرا ۔ وہاں تو کچھ نہیں بولا ۔ اندر آکر برس پڑا ۔

"شمیم ۔ مہربانی کر کے اپنی اس لاڈلی کو منع کر دو کہ مجھے آبا و تابا نہ کہا کرے ۔ مجھے تمہاری طرح ایسی تمنا اولاد کی نہیں ہے کہ ایسی چھوکریوں کا باپ بنتا پھروں ۔" گھبرا کر چمپا نے آبا کے غضبناک چہرے پر نظر ڈالی ۔ پھر امی کو دیکھا جو پتھر کے بت کی طرح بے حس و حرکت بیٹھی تھی ۔ ہونٹ سختی سے بند آنکھیں کھلیں اور ان میں سے لڑھکتے ہوئے موتیوں کے قطرے جو گالوں پر سے ہو کر ٹھوڑی کو چوم کر گردن میں گر کر لوٹ رہے تھے ۔ چمپا کے منہ سے ایک دبی سسکی نکلی اور وہ بھاگ کر دروازے سے باہر نکل گئی اور شمیم کا دل جو اب تک سب کی باتیں سنتا اور سہارتا آ رہا تھا ۔ آج اپنی محبوب ترین ہستی کے منہ سے یہ دل دوز جملہ سن کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ۔ علیم اب پچھتا رہا تھا مگر منہ سے نکلی ہوئی بات پلٹائی نہیں جا سکتی ۔ اس کے بعد اس نے دلداری کی ہر ممکن کوشش کی مگر چوٹ ایسی گہری اور نازک جگہ لگی تھی جس کا مندمل ہونا آسان نہ تھا اور چمپا اس وقت سے جو غائب ہوئی تو تیسرے دن گنگا اسے پکڑ کر لائی ۔ اس نے تین دن سے کھانا نہیں کھایا ۔ ہر وقت روتی رہتی ہے اور امی امی کی رٹ لگائے ہوئے ہے ۔ شمیم نے روتی ہوئی چمپا کو بڑی مشکل سے منایا اس لئے کہ علیم کا اصرار تھا کہ اسے چمپا کو اپنے پاس رکھنا ہی پڑے گا ۔ ورنہ وہ سمجھے گا کہ شمیم نے اسے معاف نہیں کیا

مگر اس واقعہ کے بعد سے شمیم کی کبھی یہ ہمت نہیں پڑی کہ کسی کے سامنے چمپا کو گلے سے لگائے یا بیٹا کہہ کر پکارے ۔

اس کے بعد سال بھر تک چمپا اُس کے پاس رہی ۔ سارے خاندان کی مخالفت اور رنگ برنگی دوا بیوں کے باوجود شمیم اسکی اسی طرح تربیت اور تعلیم میں کوشاں رہی جیسے اپنے پیٹ کی اولاد کے لئے ہو سکتی تھی ۔ اگرچہ اس کی بہن اور بہنوئی کے بڑھتے ہوئے مطالبات اسے پریشان کر دیتے تھے مگر چمپا کی حیرت انگیز ذہنی جودت اور سیکھنے جاننے اور سمجھنے کی صلاحیت اس کے لئے دلی مسرت اور طمانیت کا باعث تھی ۔ اگر وہ اسکے پاس رہ گئی تو کیا کچھ بن سکتی ہے ! وہ دکھا دے گی دنیا کو کہ یہ سب نظریات غلط ہیں کہ صدیوں کے جاہلوں کے ذہن کو زنگ لگا ہوتا ہے ۔۔ یہ وراثت کا ڈھونگ ڈھے جائے گا ۔ جب اسکی چمپا علمی دنیا میں امتیاز اور عملی دنیا میں عزت و درجہ حاصل کرے گی آہ اس کا تخیل ۔ اُف اس کی تمنائیں !!

اور پھر ایک دن گنگا اور اس کا میاں آئے اور زبردستی روتی چیختی چمپا کو گھسیٹ کر لے گئے ۔ اب برادری والے انہیں جوان لڑکی کو غیروں میں چھوڑنے پر مطعون کر رہے ہیں ۔ اور برادری باہر کرنے کی دھمکی دے رہے ہیں ۔ اور پھر اب انہیں لونڈیا کی منگنی اور بیاہ بھی تو کرنا ہے ۔

شمیم نے لاکھ سمجھایا ، علیم نے دھمکایا ۔ مگر ان پر کچھ اثر نہ ہوا ۔ ماں سے زیادہ چاہنے والی شمیم غیر ہے ۔ اور یہ ظالم خود غرض اس کے اپنے ہیں ۔ شمیم نے کہا میں اس کا بیاہ خود بہت اچھی جگہ کروں گی ۔ اسے زیور ، روپیہ ، کپڑا دوں گی ۔ مگر بہن بہنوئی کے کان پر جوں نہ رینگی ۔ چمپا نے اپنی دونوں باہیں شمیم کے گھٹنوں کے گرد جکڑ لی تھیں ۔ اور چیخ چیخ کر کہہ رہی تھیں ۔ نہیں جاؤں گی ۔ نہیں جاؤں گی ۔ اپنی امی کے پاس رہوں گی ۔

مگر وہ معصوم بچی کی چیخیں کام آئیں نہ علیم کی ڈانٹ اور شمیم کے آنسو۔ گنگا کے میاں نے بلکتی ہوئی لڑکی کو شمیم کی ہاتھوں سے زبردستی لے جا اور گالیاں بکتا ہوا تیزی سے باہر نکل گیا۔ گنگا نے مجرمانہ نظر شمیم پر ڈالی اور تڑپ کر اس کے پیچھے چلی گئی۔

اور شمیم جانے کتنی دیر تک بے حس و حرکت بیٹھی رہی اور اس کے بعد عمر میں پہلی بار وہ ہسٹیریا کا شکار ہوگئی اور پھر یہ دورے مسلسل پڑنے لگے۔ علیم بہت پریشان ہوا۔ اس نے کوشش کرکے دوسری جگہ اپنی بدلی کرائی اور وہاں جاکر تندہی سے بیوی کا علاج شروع کیا۔ کچھ آب و ہوا اور ماحول کی تبدیلی۔ کچھ ہر وقت کی کوفت سے نجات کچھ دعا اور علاج کا اثر اور سب سے بڑھ کر علیم کی دلداری۔ چند مہینے میں شمیم بالکل تندرست ہوگئی۔ مگر درد کی ہلکی ہلکی ٹیسیں اب بھی اس کے دل میں اٹھتی رہتی تھیں۔ مگر پھر سال بھر کے اندر ہی خدا نے اسے ایک تندرست اور خوبصورت بچی کی ماں بنا دیا۔

اوہ — کتنی رحیم و کریم ہے اس کی ذات بے نیاز بھی! ننھی پروین نے پرانا زخم مندمل کر دیا۔ لیکن۔ اب بھی تنہائی میں وہ پروین کو کبھی کبھی چھپی کہکر سینے سے لگاتی تو اس کی آنکھیں آب گوں ہو جاتی تھیں۔

اور آج دو برس بعد اچانک اپنی محبوب۔ پیاری چھپی کو ایک مسخ شدہ بدنصیب، اجڈ بدزبان عورت کے روپ میں پاکر اس پر کیا بیت گئی۔ اس کا دماغ تپ رہا تھا دل میں رہ رہ کر ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔ اس کی معصوم چھپا کا یہ انجام؟ اس کا دوش آخر کس کے سر ہے؟ اس کے نیتا کے؟ چھپا کی بہن اور بہنوئی کے؟ برادری کے؟ یا اس سماج کے جو معصوم بچوں کو یوں بکتا دیکھتی ہے اور چپ سادھے رہتی ہے؟ یا اس بھوک اور افلاس، اس جہالت، پستی اور ذلیل جانوروں جیسی زندگی کے سر جو ہزاروں لاکھوں کو اس میں بسر کرنے پر مجبور کر لی ہے؟ یا خود اس کا خاندان مجرم ہے جنہوں نے اس بچی کو اس کے زیر سایہ نہ پلنے دیا؟ اور کہیں وہ — وہ خود ہی تو مجرم نہیں جو ایک ننھی معصوم جان کی رکشا نہ کر سکی —؟ آہ چھپا کیا بن سکتی تھی اور کیا بن گئی!

ہزاروں سوال اس کے دماغ میں کیڑوں کی طرح رینگ رہے تھے۔ گھر میں گھستے ہی اس کی نظر پروین پر پڑی۔ اس نے چیخ کر اسے گود میں اٹھالیا — میری چھپی ....

میری چھپی .... اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔



سنا جاتا ہے

کہ وزیر فینانسل منسٹری کے برہما نند ریڈی نے فرمایا کہ تلنگانہ کے قواعد وظیفہ اچھے ہیں ۔ جو آندھرا میں بھی نافذ کئے جائیں گے تو کیا اس سے یہ مطلب لیا جائے کہ، ہمارے عوامی وزراء کو بھی وظیفہ "حسنِ خدمت" یا "منتسق خدمت" دیا جائے گا ۔ جیسا کہ سابق میں سرکاری وزراء کو دیا جاتا تھا ۔

کہ مہاراشٹرا میں ماہ مئی سے ختم ڈسمبر ۱۹۶۰ء تک یعنی صرف (۷) مہینے میں خودکشی کے (۱۲۴۳) واقعات ہوئے ۔ خودکشی کے اسباب میں طویل بیروزگاری نوت اور افلاس شامل ہیں ۔ اگر حکومت خودکشی کرنے والے بیروزگاروں پر خودکشی کا لائسنس لگا دیتی ۔ اور فی کس صرف دس روپے فیس لیتی تو اس مد سے (۱۲۴۳۰) روپے وصول ہوتے ۔

کہ حیدرآباد سٹی کانگریس رکنشاؤں کی تعداد کو گھٹانے کی مخالفت ہے ـــــ نہیں معلوم اس مخالفت میں کونسی انتخابی "مصلحت" کار فرما ہے ! ـــــ ہمیں تو اس دال میں کچھ کالا نظر آتا ہے ۔

کہ ایسے بلدی حلقہ جات کے تعمیری کاموں کے لئے جہاں سے کانگریسی امیدوار منتخب ہوئے ہیں بیس بیس ہزار روپے کی منظوری دی گئی ہے ۔ جب کہ ان حلقہ جات کے لئے جہاں سے مجلس کے یا دوسرے امیدوار منتخب ہوئے ہیں ۔ صرف پانچ ہزار کی منظوری دی گئی ہے ـــــ تاکہ جمہوریت کا نام روشن ہو ۔

کہ فرقہ پرست تنظیموں کو انتخاب میں حصہ لینے سے روکنے کیلئے دستور میں ترمیم کرنے کی ایک تجویز تمسی رکن نے لوک سبھا میں پیش کی ہے ـــــ تاکہ کانگریس کی حکومت کانگریسیوں کی جانب سے عوام پر کا حرف بحرف پر اطلاق ہو سکے ۔

کہ وشائن کو روانہ کئے ہوئے دس ہزار یونٹ مالیتی منوو کا طیارہ میں سرقہ ہو گیا ـــــ اب تک دریائی قزاق اور خشکی کے ڈاکو ہوا کرتے تھے ۔ اب ہوائی چور بھی پیدا ہو گئے ۔

کہ مرکزی وزیر داخلہ مسٹر لال بہادر شاستری نے فرمایا کہ آبادی میں اضافہ کسی تشویش کا باعث نہیں " کیونکہ بھوکے رہیں گے تو یہ آپ ہی آپ مرجائیں گے اسی طرح آبادی کم ہو جائے گی ـــ نہ ہینگ لگے گی نہ پھٹکری اور رنگ بھی چوکھا آئے گا ۔

کہ حالیہ مردم شماری کے بموجب مردوں کے مقابلہ میں عورتوں کی تعداد کم ہے ـــــ ہم سمجھتے ہیں کہ "زنانوں" کا شمار مردوں میں کیا گیا ہے ۔ اگر عورتوں میں کیا جاتا تو مردوں کی تعداد زیادہ نہ ہوتی ۔

کہ لاہور کے ایک اخبار نویس نے صحافت کے پیشے کو ترک کر کے زراعت شروع کی ہے ۔ غالباً موصوف کی نظر سے حالی کا یہ شعر گزرا ہے ؎

گنج زر خاک سے اگلوایا
کیمیا شغلِ کاشتکاری ہے

شیراز اہلِ حق کا ترجمان اور صاحبانِ ذوق کا اخبار ہے

قطعہ

ہمارے قرض کی دیکھو ادائی ہو نہیں سکتی ‖ کسی سے جان کر دیکھو بھلائی ہو نہیں سکتی
پھٹے تھے جو کہ دستِ موسمِ گل سے ذرا دیکھو ‖ گلوں کے جیب و دامن کی سلائی ہو نہیں سکتی

(آمدہ از نذری باغ)

علی کی معنوی پیغمبری سمجھا تو میں سمجھا — وفورِ عشق کی وارفتگی سمجھا تو میں سمجھا
مٹا کر آپ کو عثماں یہی کہتا ہے برملا — کوئی بابِ نجف کی بندگی سمجھا تو میں سمجھا

[redacted]

شیراز

سید صمصام شیرازی ایڈیٹر پرنٹر پبلشر   مقام اشاعت: چادر گھاٹ گیٹ حیدرآباد (۲) انڈیا

جلد ۱۵
روز جمعہ ۱۴ اپریل ۱۹۶۱ء
م ۲۷ شوال المکرم ۱۳۸۰ھ
شمارہ (۲۴)

غزل

(مطلع) جب صدف کو دُرِ غلطاں نہ ملا — نکہتِ گُل کو گُلستاں نہ مِلا

عالمِ علمِ لَدُنّی کے سِوا — جُز علیؑ دیکھ لے فرقاں نہ مِلا

ہر کسی کے لئے ممکن ہی نہیں — جُز علیؑ منصبِ شاہاں نہ مِلا (بمعنی سردار)

عندلیبانِ قفس کہتے ہیں — جُز صبا آج خیاباں نہ مِلا (لا شک فیہ)

خونِ دل کہتا ہے مانندِ حِنا — جُز جگر لعلِ بدخشاں نہ مِلا

قسمتِ مُرغ یہ کہتی ہے سُنو — قید کے واسطے زنداں نہ مِلا

کہتے جاتے ہیں ستارے افسوس — جُز فلک ماہِ درخشاں نہ مِلا

کہتی ہے بادِ بہاری گُل سے — جُز چمن سنبل و ریحاں نہ مِلا

(مقطع) چھان مارا ئیں جہاں کو عثماں
دُوسرا مجھ کو خُراساں نہ مِلا (لاشک فیہ)

(آمدہ از نذری باغ)

مرقومہ ۱۳ ار اپریل ۱۹۶۱ء

تشریح مادہ تاریخ رحلت آیتہ اللہ العظمیٰ مجتہد اعظم قمؒ

(شائع شدہ در شیراز)

فرمایا چندسال قبل کا واقعہ ہے (قبل پولس ایکشن) کہ اتفاق سے مرحوم کی تصویر یا تو عالم جنتری یا شیراز یا اور کسی رسالہ میں دیکھا تھا تو جب اس پر میری نظر پڑی تو وہ خصوصیات آپکی شہید یار جنگ کا زبانی جو سُنا تھا اوسکی تصدیق مقدس چہرہ سے بھی ہوگئی تھی۔ جو علاوہ جید عالم و مجتہد ہونے کے صورت بتاتی تھی کہ یہ ایک درویش منش ہستی کی تھی جو دُنیا اور مافیہا سے بے نیاز ہے۔ بہرحال ایسی برگزیدہ ہستیاں جو دُنیا سے رُوپوش ہیں ان کی جگہ پُر ہونا دشوار ہے بلکہ ناممکن۔ کیونکہ انسان کے جو ذاتی خصوصیات ہوتے ہیں اوسی کی حد تک محدود رہ جاتے ہیں نہ کہ دوسروں تک منتقل۔

بہرحال اوس رُوح مُطہر کے طفیل میں جو ارض قم میں آسُودہ ہے خدا سب پیروانِ مذہب حق کو صراط مستقیم پر قائم رکھے۔ اور ساتھ ہی فیض یاب بھی۔ جس میں ملتمس ہے کہ میری بچی شہیدی بیگم بھی شامل ہو جائے۔ اور اسکو نعم البدل ملجائے۔ (یعنے اولاد نرینہ)۔ تاکہ مرحوم کی یاد میرے دل سے فراموش نہ ہوسکے۔ زیادہ مرضیٔ مولا از ہمہ اولےٰ۔

مرقوم ۱۳ اپریل ۱۹۶۱ء

(آمدہ از نذری باغ)

امام ضامن (مع رقم خیرات) موصولہ از بمبئی

برائے مریضہ لیلےٰ بیگم بہ سلسلہ حالیہ میجر آپریشن کینسر

(در کلینک فرنانڈز)

فرمایا جونیر پرنس نے بتوسط قاصد بھجوائے تھے۔ اس کا جواب بتوسط ٹیلیگرام یں نے بھجوا دیا کہ مریضہ خود کو جونیر پرنس پر سے تصدق کرتی ہوئی کہتی ہے۔

الٰہی تا جہان باشد تو باشی

اور ساتھ ہی ان کی آل و اولاد کے حق یں دست بدعا ہے۔

مرقوم ۱۳ اپریل ۱۹۶۱ء

(آمدہ از نذری باغ)

سبکدوشی ڈاکٹر واگھرے از خدمت فیملی ڈاکٹر نظام

فرمایا بعض وجوہ سے انہوں نے استعفا پیش کیا تھا جسکو میں نے منظور کر لیا ہے۔ مگر انکی جگہ کس کا تقرر ہوگا ابھی تصفیہ نہیں پایا ہے۔ لہذا تا تقرر جدید ڈاکٹر۔ ڈاکٹر وحید الزمان ملازم کام کریں گے۔ اور اگر ان کے سوا کسی مزید ڈاکٹر کی ضرورت ہوگی تو افراد خاندان نظام کو چاہیئے کہ اسکی اطلاع نذری باغ کو دیں تو انتظام ہو جائے گا۔

اسی معاملہ سے متعلق مضمون شیراز میں یوم شنبہ آرہا ہے اسکو دیکھ لیا جائے تو بہتر ہے کہ اس پر مزید روشنی پڑتی ہے۔

مرقوم ۱۳ اپریل ۱۹۶۱ء

(آمدہ از نذری باغ)

ڈاکٹر واگھرے کی سبکدوشی از خدمت فیملی ڈاکٹر نظام

فرمایا بعض وجوہ سے اونہوں نے خدمت سے استعفا پیش کر دیا ہے۔ جسکو میں نے قبول کر لیا ہے۔ البتہ انکی خالی جگہ کا انتظام قریب میں ہو جائیگا۔ جسکو کچھ عرصہ درکار ہے۔

دیگر تاریخ تقرر خدمت ڈاکٹر سے انکو مشاہرہ ماہانہ (سمنٹ ۳) ملتا تھا۔ مگر اس کے قبل جبکہ فیس وزٹ کی انکو دفتر ٹرسٹ سے ادا ہوتی تھی وہ ماہانہ کی کثیر رقم کئی ہزار تھی جس کا حساب وکتاب دفتر (visiting Fees) ٹرسٹ میں موجود ہے۔ دوسرے الفاظ میں اگر یہ کہوں تو کچھ بیجا نہ ہوگا کہ یہ نظام کا گھر تھا۔ جو اس رقم کو ادا کیا۔ وہ بھی اس انقلاب کی دنیا میں۔ ورنہ کوئی دوسرا گھر ہوتا تو اس پر ہرگز قدرت نہ رکھتا۔ اور یہ حقائق تھے جس سے انکار ناممکن تھا۔

مرقوم ۱۳ اپریل ۱۹۶۱ء

(آمدہ از نذری باغ)

امام ضامن فرستادہ ۲ دو بیوہ زوجگان کاظم جاہ مرحوم برائے لیلےٰ بیگم

(مقیم شادی خانہ نمبر ۲)

فرمایا جب سے مریضہ کے آپریشن کا اعلان نظام گزٹ میں ہوا تھا تو میرے افراد خاندان اور بعض دیگر اصحاب کے طرف سے یہ نذری باغ میں وصول ہوئے تھے۔ مگر یہ دو کے طرف سے کب آئی آپریشن کے ۲ دو دن بعد۔ جس کے جواب میں کہلا بھجوادیا کہ یہ ۲ دو شائد گرمبہ بیکرہ بیہوش تھیں کہ اس کا خیال نہیں آیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پیرانہ سالی میں کئی بچوں کی مائیں بنکر ان کے دماغ کی کیا حالت ہے۔ خیر لے لیا۔ ورنہ ممکن تھا کہ واپس کردیتا یہ سمجھ کر کہ یہ بے موقع و محل تھا۔

مرقوم ۱۳ ؍ اپریل ۱۹۶۱ء

(آمدہ از نذری باغ)

قطعہ

یاد جب یہ دلِ ناشاد آیا ‖ سامنے سرو کے شمشاد آیا

کہتا عثمان ہے یہ آہیں بھر کے ‖ کس کا چہرہ یہ مجھے یاد آیا

(آمدہ از نذری باغ)　　(معصوم نواسہ میر عثمان علیخان [illegible])

غلط بیانی واصف علیؑ پدر نظام علیؑ کی وشوہر صاحبزادی عصمت النساء بیگم

فرمایا تھوڑا عرصہ ہوتا ہے جو واقعہ پیش آیا تھا اس لونڈے کے بُرے برتاؤ کا اپنی زوجہ کے ساتھ جبکہ یہہ مجبور ہو کر بیدل اپنے مکان سے (روبرو میدان کنگ کوٹھی) بعوض موٹر راستہ چلتے ہوئے فریاد لیکر میرے ہاں آئی تھی نذری باغ تو منجملہ اور اُمور کے یہ بدقماش چھوکرے نے مجھ سے کہا تھا کہ اوس کی زوجہ سید محی الدین صاحب کی مُریدہ ہوگئی تھی (یعنی رکشا میں بیٹھکر ان کے گھر جاکر) حالانکہ یس۔ین۔ریڈی کی دریافت میں معلوم ہوا کہ مُریدی کرنے کا انتظام خود پدر بزرگوار نے کیا تھا۔ مگر فرزند ارجمند نے اپنے باپ کے نام کو پوشیدہ رکھا۔ خیر بہت سے اُمور دریافت و تحقیقات میں معلوم ہوئے ہیں اور اچھا خاصہ مواد تیار ہے جب کہ بر وقت عدالت میں پیش ہوگا جس کی تیاری شروع ہوگئی ہے۔

خلاصہ یہہ کہ بعد دو ہفتہ مریضہ لیلٰی بیگم کلینک سے جب عدن باغ جائے گی تو اس کے بعد ہی تیسرے ہفتہ اپریل ۱۹۶۱ء سے مقدمہ بازی کا سلسلہ شروع ہوجائے گا کہ اس کام پر میں ہر طرح مستعد ہوں یعنے فسخ نکاح پر۔ اور اپنی بیٹی کو ہمراہ کونسل از بمبئی و دو قابل یہاں کے وکلاء جو کہ سب ملکر پیروی کریں گے عدالت بھجوا کر اس کا بیان قلمبند کرانے پر تیار رہوں جسکی سخت ضرورت ہے کہ مقدمہ کا خاص تعلق زوجہ سے ہے۔

الحاصل خدا کو جو منظور ہوگا وہ ہوکر رہے گا۔ بقول "اِرَادَۃُ اللّٰہ غَالِبٌ عَلٰی اِرَادَۃِ النَّاس"

مگر ساتھ ہی یہ مقدمہ بھی خاص نوعیت کا ہوگا جو قابلِ دید ہوگا کہ نظام کی بیٹی عدالت جاکر جو کچھ بیان کرنا ہوگا اپنے شوہر کے مذموم برتاؤ یا مظالم کی داستان سُنائے گی جو حقائق پر مبنی ہوگی نہ کہ من گھڑت قصے مثلِ الف لیلیٰ وغیرہ

مرقوم ۱۳ اپریل ۱۹۶۱ء

(آمدہ از نذری باغ)

قطعہ

آج زاہد سے مِل گئی ہے حُور | واسطے مَے کے بِک گئے انگور
کہتا جلوہ ہے رات دن یہ سُنو | پیش موسیٰؑ ہے دیکھ لے تو طُور

(آمدہ از نذری باغ)

امام ضامن برائے لیلیٰ بیگم جسکا آپریشن فرنانڈز کلینک میں ہونیوالا تھا ۹ اپریل سنہ ۱۹۶۱ء کو

فرمایا سب سے اول بیت العزیز سے بڑے صاحب نے امام ضامن بھیجے۔ (مع نقد رقم برائے خیرات) اپنے پوزیشن کے موافق۔ اسکا جواب بتوسط ٹیلیفون میں نے بھجوا دیا کہ مریضہ کہتی ہے کہ بڑے صاحب پر خود کو تصدق کرتے ہوئے "الٰہی تا جہان باشد تو باشی"۔ اور یہ بھی کہتی ہے کہ وہ جب تک زندہ رہے گی بڑے صاحب اعدان کی اولاد کے حق میں شب و روز دعائے خیر کرتی رہے گی۔

دیگر صاحبزادگان مکان کاف یا میری متاہل لڑکیوں و علی باشاہ وغیرہ کے طرف سے بھی امام ضامن وصول ہوئے تھے جن کو مریضہ نے دعا دی۔

ف ۲۔ کل یوم یکشنبہ آپریشن مقرر ہے ساڑھے دس بجے۔ امید قوی ہے کہ نتیجہ کامیاب ثابت ہوگا اور اس کی بطنی اولاد انشاء اللہ بے ماں کے نہیں رہے گی۔ بلکہ شفقت مادری سے ہمکنار رہے گی۔ بحق محمدؐ و آلہ الامجاد۔

نوٹ۔ میرا ارادہ ہے کہ سب امام ضامن کی رقم (بشمول رقم خیرات مذکورہ) مریضہ کے غسل صحت کے بعد اس مصارف سے ایک یتیم و بیسیر لڑکی کا نکاح پڑھوا دوں بشکل شکرانۂ باری تعالیٰ کہ اس پر فضل ہوا تھا۔ تاکہ یہ واقعہ بھی بطور یادگار رہے۔ (لڑکی غالباً مذہب امامیہ سے ہوگی)۔

مکرر۔ اس موقع پر بھی مثل سابق دو سنگین آپریشن مریضہ کو خون دینے کے لئے کئی خانہ زادان نذری باغ تیار ہوگئے تھے۔ جن میں سے دو اسم کا ڈاکٹروں نے انتخاب کیا ہے۔ کیونکہ یہ سب لیلیٰ بیگم کو لفظ بی سے مخاطب کرتے ہیں کہ ان کی زوجگان کو وہ بعد عقد ننھے لچھا پہنائی تھی۔ (حویلی قدیم میں)

مرقوم ۸ر اپریل سنہ ۱۹۶۱ء

(منقول از نظام گزٹ)

فضل خدا شامل حال رہا مریضہ کا وقت میجر آپریشن

(بمد کلینک فرنانڈز یوم یکشنبہ ۹ر اپریل ۱۹۶۱ء)

فرمایا یہ بخیر و خوبی انجام پایا۔ جسکو ایک گھنٹہ دس منٹ لگے۔ ڈاکٹر بالیگا نے کیا جو بمبئی سے اسی کام کے لئے آئے ہوئے تھے۔ اور جنکا شمار قابل و تجربہ کار سرجنوں میں تھا ہندوستان کے۔

دوم وقت آپریشن ڈاکٹر بہادر خاں۔ ڈاکٹر واگھرے۔ لیڈی ڈاکٹر مسز نائیڈو و مسز مسکرن ہاس و مسز فرنانڈز۔ یہ سب موجود تھے علاوہ دوسرے فن دان اشخاص مدد کیلئے۔ ان سب کا کہنا تھا کہ ڈاکٹر بالیگا کے ہاتھ کی پھرتی۔ صفائی اور فنی نکات کو پیش نظر رکھکر جو کام کیا وہ قابل قدر تھا۔ چونکہ **Anaesthesia** دینے والا ڈاکٹر وینکٹ اُنے جو اپنا بیہوشی دینے کا کام انجام دیا یہ بھی قابل قدر تھا۔ اور ڈاکٹر واگھرے کا کہنا تھا کہ خاص اس کام میں یہ اس وقت حیدرآباد میں درجہ اول پر ہیں۔

بہرحال چونکہ آپریشن پہلے دن ہوا تھا زخم تازہ ہونے سے مریضہ کو نصف دن اور رات کسیقدر بیچینی سے گذری کہ ایسا ہونا کوئی نئی چیز نہیں تھی۔ کیونکہ اب جیسے جیسے دن گذرتے رہیں گے روزانہ آرام میں مریضہ کے زیادتی ہوگی۔ ایک ہفتہ بعد ڈاکٹر بالیگا ایک دن کے لئے بمبئی سے آکر ٹانکے نکالیں گے۔ اور ان کا کہنا تھا چونکہ مشتبہ کیا نسر سیدھے رُخ کی پستان کے اندر تھا جو تکلیف دہ تھا لہذا مجبوراً اس سالم جزو کو علیحدہ کرنا ضروری تھا تاکہ کسی قسم کا لگاؤ کیانسر کا (Tissues) باقی نہ رہے بلکہ پورا قلع قمع کرنا از حد ضروری تھا۔ جس کو **Radical over haul** کہتے ہیں دوم مریضہ کی جان بچانا سب سے اول ضروری تھا لہذا اس کے بالمقابل جسکا کوئی معاوضہ نہیں۔ جسم کے ایک جزو کو علیحدہ کردینا تاکہ پھر فساد نہ پیدا ہو از حد ضروری تھا۔

ضمیمہ لیلے بیگم سے آپریشن کے ایک دو روز قبل میں نے جونیر پرنس کو بمقام بمبئی ٹیلیگرام سے اطلاع دیا تھا جس کا جواب کل وصول ہوا جس میں چھوٹے صاحب نے افسوس کا اظہار کیا کہ یہ کیا معاملہ ہے کہ حال ہی میں تین ۳۔ چار سال قبل دو میجر آپریشن مریضہ کے ہوئے تھے جس سے جانبری خطرہ میں تھی۔ اس کے باوجود پھر یہ موقع درپیش ہوا۔ اور اپنی امید ظاہر کی تھی کہ نتیجہ آپریشن کامیاب ثابت ہوگا۔ میں نے آج ٹیلیگرام جواب دیا ہے کہ

مریضہ پر فضل ہوا۔ حالت بہتر ہے۔ دو ہفتہ کے بعد وہ عدن باغ موسم گرما گذارنے کلینک سے جائے گی اور یہ بھی اطلاع دی کہ مریضہ کہتی ہے کہ وہ تمام عمر جونیر پرنس اور ان کے معصوم صاحبزادہ (بطنی منکوحہ انور بیگم مقیم فرن ویلا) کے حق میں دست بدعا رہے گی کیونکہ فرن ویلا سے بھی امام ضامن آئی تھی اور دو تین وقت بتوسط ٹیلیفون خیریت دریافت کی گئی تھی۔

زیادہ تمت بالخیر۔

مرقوم ۱۰ اپریل سنہ ۱۹۶۱ء

(منقول از نظام گزٹ)

قسمت کی یاوری قابلِ دید

فرمایا چند خانہ زادوں کو بیلا بیگم کو خون دینے کے لئے منتخب کیا گیا تھا (وقت آپریشن) مگر انکا خون مریضہ کے خون سے ربط نہیں کھایا بہذا ان کو بعد امتحان اس غرض سے خارج کیا گیا جبکہ ایسا کرنا مجبوری تھی۔ مگر عین وقت پر ایک کمسن غیر متاہل خانہ زاد جس کا نام سعید علی نمبر ۱۶ مقیم موتر خانہ نذری باغ) کا خون اچھا سمجھا گیا جس کی عمر (۱۹) یا (۲۰) سال کی ہے اور یہ متاہل خانہ زاد صالح علی نمبر ۵ کا چھوٹا بھائی ہے۔ (مقیم محلہ پرنڈر گھاسٹ)۔ اور دوسرے طرف بعض وجوہ سے یہ اذوقہ یا نیوتاؤں میں شریک نہیں ہو سکتا تھا (اسکے بڑے بھائیوں کے ساتھ کہ اسکا نمبر نہیں آیا تھا اور جو تجویز زیر غور رہی)۔ مگر خون دینے کا صلہ اسکو ملنا ضروری تھا اسلئے وقت پر شریک ہو جائے گا۔ اس کے سوا ایک لڑکی شریف خاندان کی معمرہ (۱۶) سالہ جو نذری باغ کے زیر سرپرستی تھی یہ اس خانہ زاد سے منسوب ہوگئی ہے جو امامیہ مذہب سے ہے جس کا نام انور بیگم ہے جو اس لڑکے کیلئے ہر طرح موزوں ہے۔

بہرحال یہ قسمت کے کھیل ہیں جو بروقت سامنے آتے ہیں۔ حالانکہ خانہ زاد مذکور کا وہم وگمان بھی نہیں تھا کہ اسکی قسمت ایسے چمکیگی۔

دیگر جن غیر متاہل خانہ زادوں کا خون موزوں نہیں سمجھا گیا انکا کچھ نقصان نہ ہوگا کہ یہ از روئے استحقاق اذوقہ پانے والوں میں شریک ہونے والے ہیں جنکا نمبر آچکا ہے۔

مرقوم ۱۱ اپریل سنہ ۱۹۶۱ء

(منقول از نظام گزٹ)

آگاہی برائے نظام علی پسر واصف علی

(مقیم مکان زوجۂ دوم در نذری باغ)

فرمایا یہ چھوکرا گھنٹوں گھر سے غائب رہتا ہے صبح یا سہ پہر میں جاکر آدھی رات کو واپس آتا ہے جسکی وجہ سے مہمان خانہ نذری باغ سے جو کھانا اس کا جاتا ہے وہ ضائع جاتا ہے کہ اس کا کھانے والا موجود نہیں رہتا ہے۔ لہٰذا میں نے مہمان خانہ میں حکم دیدیا ہے کہ خبر رکھکر کہ یہ مکان میں بروقت موجود ہے یا نہیں کھانا دیا جائے ورنہ نہیں!

دوم جس دن میری بچی عصمت النساء بیگم کا مقدمہ بابتہ فسخ نکاح عدالت میں رجوع کیا جائیگا تو اس دن سے تا تصفیہ عدالت نظام علی حدود نذری باغ میں نہیں رہ سکتا۔ لہٰذا اس کو اپنے باپ کے گھر چلے جانا چاہئے۔ بایں وجہ کہ باپ بیٹے کو جوابدہی عدالت کی تیاری کرنا ہوگا۔ اور اپنے وکلاء سے ملنا ہوگا جو کہ یہ کام دیوڑھی میں رہ کر نہیں کیا جاسکتا کہ اغیار یا متعلقہ اشخاص یہاں آمدورفت نہیں رکھ سکتے۔

پس مناسب سمجھا کہ چند سطور لکھ کر اس مسئلہ کو قبل از قبل صاف کردوں تاکہ آئندہ کسی قسم کی غفلت یا پیچیدگی پیدا نہ ہو۔ بقول۔

قبل رنگ گل بیاید در چمن ٭ سیر گلشن را نظارہ می کنم

مرقوم ۱۲ اپریل ۱۹۶۱ء

(منقول از نظام گزٹ)

قطعہ

بادہ نوشی کی یہ عادت ہی سہی ||| اور شکستہ بھی عبارت ہی سہی

تا نہ شرکت ہو علی کی اس میں ||| اور کمزور خلافت ہی سہی

(آمدہ از نذری باغ) (لاشک فیہ)

قطعہ

نہیں معلوم یہ غمی کیا ہے ||| نہیں معلوم یہ خوشی کیا ہے

پوچھ لے تو کبھی یہ شبنم سے ||| رخ غنچہ پہ یہ نمی کیا ہے

(آمدہ از نذری باغ)

ترجمانِ اہلِ حق ہے قوم کی آواز ہے ☆ خیر خواہ شاہ حق آگاہ یہ شیراز ہے

شیراز

ایڈیٹر سید صمصام شیرازی

لافتیٰ الا علی لاسیف الا ذوالفقار

> **خطیب منبر سلونیؑ**
> کا ارشادِ مبارک ہے۔ اپنا فرض ادا کرنا خلاصی اور اسمیں کوتاہی کرنا تکلیف کا باعث ہے۔

محکمۂ اطلاعات اور اشتہارات

شری کیسکر وزیر اطلاعات و نشریات مرکزی حکومت نے لوک سبھا میں ایک بیان دیتے ہوئے کہا کہ اخبارات کو سرکاری اشتہارات کی فراہمی میں حسبِ ذیل اُمور کا لحاظ رکھا جانا چاہئے

۱۔ چھوٹے اخبارات کو زیادہ تر اشتہارات دیئے جائیں تاکہ ایسے اخبارات جاری رہ سکیں۔

۲۔ علاقہ واری زبانوں کے اخبارات کو زیادہ اشتہارات دیئے جائیں۔

۳۔ سرکاری اشتہار دیتے وقت یہ نہ دیکھا جائے کہ جس اخبار کو اشتہار دیا جا رہا ہے اس کا سیاسی رجحان کیا ہے آیا وہ کانگریسی اخبار ہے؟ کمیونسٹ خیالات کا حامی ہے یا سوشلسٹ خیالات کا پرچار کرتا ہے"۔

یہ تو ہیں وزیر مرکزی حکومت کے قابلِ قدر اور جمہوریت پرور خیالات — اب دیکھنا یہ ہے کہ ہمارے محکمۂ اطلاعات آندھرا پردیش کا من ماتا اور آمرانہ طریقۂ عمل کیا ہے:۔

۱۔ ہمارا محکمۂ اطلاعات آندھرا پردیش صرف بڑے اخبارات کے لئے سرکاری اشتہارات فراہم کرتا ہے تاکہ چھوٹے اخبار غیر طبعی موت مر جائیں۔

۲۔ علاقہ واری زبانوں سے زیادہ انگریزی اخبارات کا خیال رکھا جاتا ہے۔ اور اردو زبان کا تو کوئی علاقہ ہی نہیں۔ اس لئے اردو روزناموں اور خاصکر اردو ہفتہ وار اخباروں کو سرکاری اشتہار فراہم کرنا خارج از بحث ہے۔

۳۔ ہمارا محکمۂ اطلاعات کسی اخبار کو سرکاری اشتہارات دینے سے قبل یہ دیکھ لیتا ہے کہ وہ اخبار ہز ماسٹرس وائس اور کانگریسی وزرار کا آرگن ہے یا نہیں یا یہ کہ محکمۂ اطلاعات عامہ کے فراہم کردہ وزرار کے دوروں کا نقل نویس ہے یا نہیں!

اگر کوئی اخبار کانگریس براند نہ ہو یا کسی اخبار کے ایڈیٹر کا کسی سیاسی جماعت سے تعلق ہی نہ ہو اور وہ بالکل غیر جانبدار ہو تو اس کو بھولے سے بھی سرکاری اشتہارات نہیں دیئے جاتے اور اگر کوئی اخبار اصلاح اور تعمیر کی نیت سے کانگریسی وزیروں اور دفاتر کی کوتاہیوں پر تنقید کرتا ہے تو ایسے اخبار کے لئے سرکاری اشتہار گویا "شجرِ ممنوعہ" بن جاتا ہے۔ ایک طرف مرکزی وزیر اطلاعات و نشریات کچھ کہتے ہیں اور دوسری طرف ہمارا محکمہ اطلاعات و تعلقات عامہ کچھ اور ہی عمل کرتا ہے۔ گویا "من چہ می سرایم و طنبورہ من چہ می سراید" والی مثال صادق آتی ہے۔

ہماری حکومت جمہوری اور عوامی حکومت ہے۔ دستور نے ہر شخص کو مساوی حقوق دے رکھے ہیں۔ پھر یہ امتیاز یہ ترجیح کسی کو غیر معمولی مراعات دینا اور کسی کو جائز حقوق سے محروم کر دینا کہاں تک درست ہو سکتا ہے

جن اردو روزناموں اور ہفتہ وار اخبارات کو محکمۂ اطلاعات سے سرکاری اشتہارات عمداً اور ارادتاً نہیں دیئے جاتے۔ ان کی ایک طویل فہرست ہے:—

لیکن ہم اس وقت دوسرے اخبارات کے نام

گنانے کے بجائے "شیراز" ہی کی مثال پیش کرتے ہیں شیراز اُردو ہفتہ وار سالہا سال سے پابندی کے ساتھ شائع ہورہا ہے - یہ پرچہ کبھی مقررہ تاریخ اشاعت کے بعد نہ تو تاخیر سے شائع ہوا اور نہ کبھی ناغہ ہوا - بہت ہی کم ہفتہ وار ایسے ہیں جو اس پابندی کے ساتھ شائع ہوتے ہیں - لیکن آج تک شیراز کو محکمۂ اطلاعات سے کبھی کوئی سرکاری اشتہار نہیں دیا گیا - کیونکہ شیراز اردو زبان کا ہفتہ وار ہے، کیونکہ شیراز کانگریسی وزراء کی مدح سرائی اور پروپگنڈا نہیں کرتا - کیونکہ شیراز ایک غیر جماعتی اور قطعی غیر جانب دار اخبار ہے - کیونکہ شیراز خامیوں اور بے ضابطگیوں کا پردہ چاک کیا کرتا ہے -

کیا (۱۵) سال کی مدت میں شیراز ایک سرکاری اشتہار کا مستحق نہیں تھا ! ؟

کیا ان حقائق کی روشنی میں یہ کہنا بجا ہوگا کہ ہمارا محکمۂ اطلاعات بعض اخبارات کو غیر معمولی مراعات دے کر اور اکثر اخبارات کی حق تلفی کرکے جمہوریت اور انصاف کی نفی کر رہا ہے -

ہم ایک بار پھر محکمۂ اطلاعات آندھرا پردیش کو متوجہ کرتے ہیں کہ وہ کم از کم مرکزی وزیر اطلاعات و نشریات کے بیان کی روشنی میں اردو اخبارات کے ساتھ سوتیلی ماں کا سا سلوک نہ کرے -

روسی قزاخستان میں مذہب کے خلاف مہم تیز کردی گئی

اخبار "قزاخستانسکیا پرودا" نے سوویت قزاخستان میں جو غالب مسلم اکثریتی علاقہ ہے " مومنوں کے خلاف .... نہایت شدت سے ملحدانہ پراپگنڈہ کرنے کی تلقین کی ہے - سرکاری سوویٹ اخبار نے لکھا ہے کہ "کارکنوں کو مذہب کے خطرناک اثر سے بچانے کے لئے پارٹی تنظیموں کو تمام مومنوں کے خلاف انتہائی شدید ملحدانہ پراپگنڈہ کرنا چاہئے - مذہب دشمن پرچار نہ صرف شہروں بلکہ کولخوز اور سووکوز ایسی تمام مزدور بستیوں میں بھی کیا جانا چاہئے - اخبار نے مزید لکھا ہے کہ پارٹی تنظیموں کا یہ فرض ہے کہ وہ ملحدانہ پراپگنڈہ کے لئے جو ایک کلیتاً پیچیدہ کام ہے - روزمرہ کی قیادت مہیا کریں - ملحدانہ پراپگنڈے کے کام میں کوئی خالی نہیں رہنی چاہئے - عیسائیت کو بے نقاب کرنے کے ساتھ ساتھ اسلام کی رجعت پسندی کو بے نقاب کرنے کی طرف خاص توجہ دی جانی چاہئے جو (اسلام) قزاخستان میں وسیع پیمانہ پر پھیلا ہوا ہے - ہمارے لئے اس عقیدے کو ختم کرنا ضروری ہے کہ اسلام بوڑھے لوگوں کا مذہب خیال کیا جاتا ہے اور کہ پرانی نسل کے ساتھ یہ بھی ختم ہو جائے گا - یہ عقیدہ نہ صرف غلط بلکہ نقصان دہ بھی ہے - اسلام کے بہت سے پیرو کار بلاشبہ بڑی عمر کے لوگ ہیں لیکن وہ نوجوانوں کو اپنے پیچھے گھسیٹ رہے ہیں " اخبار نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ تمام مذاہب اور عقائد فنا ہو کر رہیں گے - لیکن اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ ہمیں بے عمل ہو کر اس وقت کی آمد کا انتظار کرنا چاہئے - پرودا کے قزاخستان ایڈیشن کے مطابق ہمارے سامنے یہ کام ہے کہ مذہب کے خلاف زور و شور سے نظریاتی جنگ کی جائے - پارٹی تنظیموں کا تو یہ فرض ہے کہ وہ اس سے بھی زیادہ شدت کے ساتھ ملحدانہ پراپگنڈہ نہ کریں ←

قطعہ

باغ سے بادِ بہاری نہ گئی ||| دل سے بھی یادِ تمہاری نہ گئی
کہتا ہے ماہِ محرم سُن تو ||| آہ یہ سینہ فگاری نہ گئی

(آمدہ از قدری باغ)

ایک نئی آفریقی قوم

سیرالیون کا ماضی و حال

مغربی آفریقہ کا ملک سیرالیون ۲۷ اپریل کو آزاد ہو رہا ہے۔ آزادی کے بعد وہ کامن ویلتھ برادری کا رکن بن جائے گا۔ اس سے پہلے سات ممالک جو کسی وقت برطانیہ کے ماتحت تھے، کامن ویلتھ میں شامل ہو چکے ہیں ان کے نام ہیں — ہندوستان، پاکستان، سیلون گھانا۔ ملایا۔ نائیجریا اور سائبرس۔

سیرالیون کا رقبہ تقریباً ۲۷٫۹۲۵ مربع میل ہے۔ یعنی آئرلینڈ کے برابر تازہ ترین اندازہ کے مطابق اس کی آبادی ۲٫۴۰۰٫۰۰۰ نفوس پر مشتمل ہے جو تقریباً سب کے سب آفریقی ہیں۔ چند سو یوروپی باشندے ہیں جو سول ملازمین، مشنریوں اور بیوپاریوں کے طور پر کام کرتے ہیں۔ فریٹاون سیرالیون کی راجدھانی ہے۔ یہ ملک برطانیہ کا ایک سب سے پرانا ماتحت ملک ہے۔۔ اور ان دونوں ملکوں کے باہمی تعلقات مجموعی طور پر نہایت خوشگوار رہے ہیں۔ ان تعلقات کی ابتدار نہایت عجیب طریقہ سے ہوئی تھی۔ ۱۷۸۸ء کی بات ہے کہ مغربی آفریقہ کے ایک قبیلہ کے سردار نے انگلستان سے آئے ہوئے آبادکاروں کے ہاتھوں زمین کا ایک ٹکڑا فروخت کیا تھا۔ یہ سب آفریقی آبادکار تھے۔ جن کو غلامی سے نجات دلائی گئی تھی۔ حکومت برطانیہ کی ان کو سرپرستی حاصل تھی۔ ان کی بستی یا نوآبادی کی تعمیر کا منصوبہ بعض انسان دوست انگریز باشندوں نے بنایا تھا۔

گرینول شارپ ان انگریز باشندوں کے لیڈر تھے وہ انسداد غلامی کی مہم کے بھی لیڈر تھے تو آبادی کا نام فری ٹاون رکھا گیا —

۱۸۰۷ء میں برطانوی پارلیمنٹ نے غلاموں کی تجارت کو غیر قانونی قرار دے دیا۔ فری ٹاون غلامی کی روک تھام کا ایک بہت بڑا مرکز بن گیا۔ یہاں کی قدرتی بندرگاہ آفریقہ کی بہترین بندرگاہوں میں شمار ہوتی ہے۔ غلاموں سے بھرے ہوئے جہازوں کو پکڑ کر اس بندرگاہ میں لایا جاتا تھا۔ اور غلاموں کو آزاد کر دیا جاتا تھا۔ ان میں بیشتر سیرالیون ہی میں آباد ہو جاتے تھے — ۱۸۶۰ء تک غلاموں کی تجارت کا قلع قمع کر دیا گیا تھا اور نوآبادی میں مغربی آفریقہ کے تقریباً ہر بڑے قبیلہ کے لوگ آباد ہو گئے تھے۔ ان میں ایسے لوگ بھی شامل تھے جو شمالی امریکہ اور ویسٹ انڈیز سے آئے تھے۔ مشنریوں کی مدد سے نوآبادی کے لوگ تعلیم حاصل کرنے لگے۔ اور جب برطانوی اثر و رسوخ اور تہذیب نائیجریا گولڈ کوسٹ (گھانا) وغیرہ میں پھیلی تو بعض نئی ملازمتیں نوآبادی کے باشندوں کو دی گئی تھیں۔

اس وقت تک نوآبادی صرف ساحلی علاقہ تک محدود تھی عقبی علاقہ کے ساتھ صرف اتنا تعلق رکھا گیا تھا کہ وہاں کے باشندے نوآبادی کے باشندوں کو تنگ نہ کریں۔

۱۸۹۶ء میں برطانیہ نے تقریباً ۲۷٫۰۰۰ مربع میل غیر استعمال علاقہ کو اپنی حفاظت میں لینے کا اعلان کر دیا اس علاقہ میں متعدد قدیم قبیلے رہتے تھے جن کا آپس میں

کوئی خاص تعلق نہیں تھا۔

نوآبادی اور زیر حفاظت علاقہ میں بہت فرق تھا۔ نوآبادی کے شہر فری ٹاؤن کی اپنی منتخب ٹاؤن کونسل تھی۔ بعد کی کہانی نوآبادی اور زیر حفاظت علاقہ کے اختلافات کو دور کرنے کی کہانی ہے۔ شروع ہی سے یہ مقصد پیش نظر رکھا گیا تھا کہ نوآبادی اور زیر حفاظت علاقے کے باشندوں کے درمیان اتحاد کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ ابتدائی برسوں میں زیر حفاظت علاقہ کو بالکل مختلف قسم کی حکومت کی ضرورت تھی۔ قبائلی رسوم اور روایات کا پورا احترام کیا جاتا تھا۔ ریلوں اور سڑکوں کے ذریعہ نوآبادی اور زیر حفاظت علاقہ کو ملایا گیا۔ اور باہمی تجارت کو فروغ دیا گیا۔

سیرالیون کے پہلے وزیر اعظم سر ملٹن مارگائی قومی اتحاد کی علامت ہیں۔ وہ گزشتہ دس سال سے ملک کے سب سے بڑے سیاسی لیڈر ہیں۔ اُن کا تعلق سیرالیون کے زیر حفاظت علاقہ سے ہے۔ سیرالیون میں مقامی اور مرکزی حکومت کے جدید طرز کے ادارے قائم کئے گئے ہیں اور اس وقت مقامی باشندوں کو کافی سیاسی اختیارات حاصل ہیں۔ ایک نئی آزاد قوم کا عالم وجود میں آنا اس بات کا نتیجہ ہے کہ برطانیہ اور سیرالیون دونوں اشتراک عمل سے کام کرتے رہے ہیں۔

دُودھ کو محفوظ رکھنے کے جدید طریقے

ہندوستانی باشندہ کی برطانیہ میں تربیت

معلوم ہوا ہے کہ مسٹر کلیان کمار گپتا جو مغربی بنگال کے ملک کمشنر کے دفتر میں ریسرچ سائنس داں کے طور پر کام کرتے ہیں۔ چھ ماہ کی تربیت کے بعد برطانیہ سے واپس آرہے ہیں۔ ان کی تربیت کا انتظام کولمبو منصوبہ کی فنی تعاون کی اسکیم کے تحت کیا گیا تھا۔ برطانیہ میں اپنے قیام کے دوران میں انہوں نے دودھ کو محفوظ رکھنے اور اس کی تقسیم کے جدید طریقوں کا مطالعہ کیا ہے۔ مسٹر گپتا نے برطانیہ کے مختلف حصوں میں جا کر دیکھا کہ دودھ اور دودھ کی بنی ہوئی چیزوں مثلاً مکھن، پنیر وغیرہ کو کس عمل سے محفوظ رکھا جاتا ہے۔ انہوں نے ایسے فارموں کا معائنہ بھی کیا ہے جہاں سے دودھ جمع کیا جاتا ہے۔ ان فارموں کی صفائی سے وہ بہت متاثر ہوئے ہیں۔

بہ سلسلہ روسی ترکستان

اسی اثنا میں مذہب دشمن سرگرمیوں کے سلسلہ میں سیاسی اور سائنسی معلومات کا پرچار کرنیوالی سوویت ترکمان سوسائٹی نے حال میں ملحدانہ لکچروں کا ایک سیمنار منعقد کیا۔ اس سوسائٹی کی تمام روس میں شاخیں ہیں اور یہ یوشویک دہریہ لیگ کی زمانہ مابعد جنگ کی جانشین ہے۔ سوویت اخبار ترکمان سکایا کے مطابق سیمنار میں جن موضوعات پر لکچر ہوئے ان میں اسلام کا ماخذ اور جماعتی جوہر "قرآن پر تنقید" اور "اسلام۔ خواتین کے غلام بنانے کا ایک ذریعہ" کے موضوع شامل تھے۔

بزم سعدی (۱۷)

توانا بود ہر کہ دانا بود

محنۃ ما خاطر عالی را مستحضر می سازد

روز یکشنبہ ۳۰ اوریل ۱۹۶۱ء میلادی ساعت چہار و نیم بعد از ظہر اجلاس بزم سعدی بصدارت دانشمند محترم آقای حبیب الرحمن معتمد انجمن ترقی اردو منعقد است۔ محترمہ بانو طاہرہ سعید مقالہ ای در خصوص شاعری مفتی ضیا یار جنگ ضیاء مرحوم بہ سمع حاضرین خواہند رسانید و جناب آقای تحسین سروری مقالہ ای نسبت بہ کلام فارسی شعرای زبان اردو قرائت خواہند نمود و نیز مشاعرہ ای بمصرع ذیل شروع خواہد شد

تقاضا و انتظار دارد کہ جناب عالی با تشریف آوری خود رونق این بزم را بیفزائید

مصرع نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم - قافیہ خواب

(منتخبہ پروفیسور حسینی شاہد)

بمنزل محترم آقای حبیب الرحمن حمایت نگر

آدرس ادارہ بزم سعدی ۲۰/۱۳۴ نیو بلڈنگس معظم آباد حیدرآباد ہندوستان

قمر ساحری
معتمد بزم سعدی

جان کیری گن!

امریکہ کے چیف جسٹس ارل وارن!

> امریکہ کے چیف جسٹس ارل وارن کا یہ گرانقدر خیال کہ "اگر عدالت کا کام خوش اسلوبی سے سرانجام دیا جائے تو ہر امریکی کا گھر ایک محل ہوگا۔ ہر انسانی زندگی باعظمت ہوگی اور تمام لوگوں کے لئے ہمیشہ صرف ایک قانون ہوگا۔" جسٹس ارل وارن چیف جسٹس امریکہ کے اس ایک جملہ میں تہذیب و تمدن، اخلاق، کردار اور معاشرت کی دنیا بھری ہوئی ہے۔ موصوف کے یہ خیالات ہمارے وطن کیلئے مشعل راہ ہو سکتے ہیں۔
> (صمصام شیرازی)

جب امریکہ کے چیف جسٹس ارل وارن نے ۱۹ ار مارچ کو اپنی ۷۰ ویں سالگرہ منائی تو ماضی کا کچھ ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا "میں چاہتا ہوں کہ اب اور اب کے بعد بھی مجھے ایک ایسے شخص کی حیثیت سے یاد کیا جائے کہ جو جس عہدے پر بھی تعینات رہا اپنی بہترین صلاحیتوں اور قابلیت سے خدمات بجا لاتا رہا۔"

چیف جسٹس ارل وارن جو دراز قد، تندرست اور پرکشش شخصیت کے مالک ہیں بہت برسوں تک سرکاری عہدوں پر فائز رہے ہیں۔ کیلی فورنیا ریاست میں آپ چار برس تک اٹارنی جنرل اور دس برس تک گورنر رہے ۱۹۵۳ء میں سابق صدر آئزن ہوور نے آپ کو امریکی عدالت عالیہ کے چیف جسٹس کے برگزیدہ عہدہ پر تعینات کیا اور سال بھر کے بعد ہی آپ نے عدالت عالیہ کے تمام ججوں کی متفقہ رائے سے نسلی امتیاز کے مقدمہ کے سلسلہ میں ایک نہایت اہم اور تاریخی فیصلہ صادر کیا جس کے ذریعہ پبلک سکولوں میں نسلی امتیاز کو امریکی آئین کے خلاف قرار دیا گیا۔

ناروے نژاد ریلوے انسپکٹر کے اس فرزند نے شدید محنت اور جفاکشی سے ترقی کی منازل طے کی ہیں۔ آپ کے پرانے دوستوں کا کہنا ہے کہ آپ ہمیشہ سخت محنت کرتے آئے ہیں۔ جوانی کے دنوں میں بھی جب آپ ۲۵ سینٹ یومیہ کی اجرت پر برف سپلائی کیا کرتے تھے۔ اور وکالت اور سرکاری ملازمت کے دوران میں بھی۔ آپ لنکن کے اس مقولے کا جو انہوں نے اپنے بارے میں کہا تھا، حوالہ دیتے ہیں کہ "میں سست رفتار ضرور ہوں لیکن میرا قدم کبھی پیچھے کی طرف نہیں ہٹتا۔"

آج آپ اس عظیم اور برگزیدہ عہدے کو اپنے زندگی بھر کے تجربوں، مشاہدات، بدت مدید کی قانونی تربیت اور صلاحیتوں سے مالامال کر رہے ہیں۔ اور عدالت عالیہ کے آٹھ ساتھی ججوں کی معیت میں ملک کے بنیادی قانون کے تعین کا مشکل اور پیچیدہ کام انجام دیتے ہیں۔ ارل وارن کے نزدیک امریکی عدالت عالیہ کے چیف جسٹس کا عہدہ دنیا بھر میں ایک اہم ترین منصب ہے۔

عدالت عالیہ کیپٹل کے قریب ہی سنگ مرمر کی عمارت میں ہے جس پر "قانون کے تحت مساوی انصاف" کے الفاظ

کنندہ ہیں۔ جو لوگ جج اسٹکشن جاتے ہیں وہ عدالت عالیہ میں سیاہ رنگ کے جامے پہنے ہوئے عدالت عالیہ کے ججوں کو مقدموں کی سماعت کرتے ہوئے سن سکتے ہیں۔ دیکھنے والوں کے لئے عدالت میں دو سو نشستوں کا انتظام ہے۔ بہرحال بہت سی عدالتی کارروائی پس پردہ ہوتی ہے۔ جس کا عام علم نہیں ہونے پاتا۔ جو ڈیسٹری غیر ضروری پبلسٹی سے سختی کے ساتھ احتراز کرتی ہے۔ ملکی حکومت کے دوسرے شعبوں ایگزیکٹو اور لیجسلیٹو کے مقابلے میں اس کا بہت کم علم ہونے پاتا ہے۔ عدالت عالیہ سال میں جتنا عرصہ کام کرتی ہے اس کے دوران میں تقریباً ۱۵ سو مقدمات پیش ہوتے ہیں۔ جج مقدموں کی اس فہرست کی چھان بین کرتے ہیں اور اس میں تقریباً دو سو قابل سماعت مقدمات چھانٹتے ہیں۔ ان میں ریاستوں کے باہمی جھگڑے اور آئینی اختلاف کی صورت میں ماتحت عدالتوں کے فیصلوں کے خلاف اپیلوں کی سماعت ہوتی ہے۔

دونوں فریقوں کے بیانات اور مقدمے کی کیفیت ججوں کو مطالعہ کیلئے دی جاتی ہے اگر مقدمہ پیچیدہ نوعیت کا ہو تو جج کھلی سماعت کرتے ہیں جس میں وہ مقدمے کو پوری طرح سمجھنے کے لئے سوال پوچھتے ہیں۔ ہر شکروار کو ججوں کی خفیہ کانفرنس ہوتی ہے اور ہفتے کے دوران میں جن مقدموں کی سماعت ہوئی ہوتی ہے ان کا فیصلہ دیتے ہیں۔ چیف جسٹس کسی ایک جج کو فیصلہ لکھنے کو کہتے ہیں۔ اگر ججوں میں اختلاف رائے پایا جائے تو اختلاف رکھنے والے ججوں میں سے کسی ایک کو اسے قلمبند کرنے کا کام سونپا جاتا ہے۔ کیونکہ عدالت کے تمام خیالات اور رائے بھی کسی جاتی ہے۔ اسی سلسلے میں تحقیق کرنے اور فیصلہ لکھنے میں تقریباً تین ہفتے لگتے ہیں۔ اور سوموار کو کھلی عدالت میں فیصلے سنائے جاتے ہیں۔ مقدمے کے متعلق رائے قائم کرنے میں بہت سے عنصروں کا دخل ہوتا ہے۔ مثلاً کوئی سابق مثال۔ تاریخ، سماجی تبدیلی اور جج کے اپنے خیالات وغیرہ۔ لیکن ہر ایک مقدمہ اور اس سے پیدا ہونے والے مسائل عدالت میں پیش ہوتے ہیں۔ اور ان سب کی دوبارہ جانچ اور تجزیہ کیا جاتا ہے۔ اگر حالات پہلے ہی سے بدل گئے ہوں تو فیصلوں کی تنسیخ کی جاتی ہے یہ عام قانونی روایات کی ایک بنیاد ہے۔

چیف جسٹس ارل وارن نے نسلی امتیاز کو خلاف آئین قرار دینے کا جو فیصلہ صادر کیا اور جس کے لئے آپ کو مدتوں یاد رکھا جائے گا۔ اس کی ایک مثال ہے ۱۸۹۶ء میں اس وقت کی عدالت عالیہ نے نیگرو اور سفید فام نسل کے لئے مساوی لیکن الگ الگ سہولتیں دینے کے اصول کو امریکی آئین کے مطابق قرار دیا تھا۔ عدالت عالیہ نے ۱۸۹۹ء اور ۱۹۲۵ء میں اس فیصلے کی دوبارہ تصدیق کی۔ لیکن اس اصول کے خلاف اندر ہی اندر احساسات میں شدت آنے لگی اور ماتحت عدالتوں میں بھی قانونی فیصلوں میں اس کی مخالفت ہونے لگی۔

جب یہ سوال ۱۹۵۴ء میں آخری بار پھر عدالت عالیہ میں پیش ہوا تو بہت سے قانون دانوں کے خیال اور رائے کے مطابق پہلے ہی یہ بات واضح ہونے لگی تھی کہ پبلک سکولوں میں نسلی امتیاز کو اس دفعہ خلاف قانون قرار دیا جائے گا۔

نسلی امتیاز کا مسئلہ امریکی تاریخ کے ان مسئلوں

ہیں سے صرف ایک مسئلہ ہے جو عدالت عالیہ میں پیش ہوتے رہے ہیں۔ اس سے پہلے نئے برِاعظم کے اندرونی حصوں میں داخل ہونے، تجارت اور کاروبار کو فروغ دینے، غلامی اور خانہ جنگی، صنعت اور نیبر کی تنظیم اور سماجی خلاقی قوانین جیسے مسائل عدالت عالیہ میں پیش ہوچکے تھے۔ اور عدالت عالیہ دیانتدارانہ اور خاموش غور و فکر اور سنجیدگی کے ماحول میں۔ جس پر سیاسی طرفداری یا دباؤ کا اثر نہیں پہنچنے پاتا۔ ان اہم مسائل و مقدمات کے فیصلے صادر کر چکی ہے۔

۱۹۵۳ء میں جب ارل وارن نے چیف جسٹس کا عہدہ سنبھالنے کے لئے کیلی فورنیا میں اپنے احباب کو الوداع کہی تو اس موقعہ پر آپ نے اپنے نئے عہدے کا ذکر کرتے ہوئے واضح کیا تھا کہ "اگر عدالت عالیہ کا کام خوش اسلوبی سے سرانجام دیا جائے تو ہر امریکی کا گھر ایک محل ہوگا۔ ہر انسانی زندگی باعظمت ہوگی اور تمام لوگوں کے لئے ہمیشہ صرف ایک قانون ہوگا"



لندن کے اسٹاک ایکسچینج کی تعمیر نو!

معلوم ہوا ہے کہ لندن کے اسٹاک ایکسچینج کو اسکی موجودہ جگہ پر نئے سرے سے تعمیر کیا جائے گا۔ اندازہ ہے کہ اس کام پر ۰۰۰،۰۰۰،۵ تا ۰۰۰،۰۰۰،۶ پونڈ صرف ہوں گے۔ لندن کا اسٹاک ایکسچینج آج سے ۱۹۰ سال قبل تعمیر ہوا تھا۔ تقریباً ایک سو سال ہوئے اس کا بیشتر حصہ پھر سے بنایا گیا تھا۔ لیکن اس کے بعد اس میں بہت کم تبدیلیاں ہوئی ہیں۔ نئی تعمیر اگلے دو سال میں شروع ہوگی اور دو یا تین سال میں پایۂ تکمیل کو پہنچے گی۔ کام کو مختلف مرحلوں میں بانٹا جائے گا تاکہ جہاں تک ممکن ہوسکے ایکسچینج کے کاروبار میں کوئی رکاوٹ نہ پڑے۔

ماسکو میں برطانیہ کا تجارتی میلہ!

برطانیہ کا تجارتی میلہ ۱۹ رمئی سے ماسکو میں شروع ہوگا۔ لندن چیمبر آف کامرس کے شعبۂ روس کے چیرمین مسٹر جیمز لی سکاٹ نے بتایا ہے کہ کسی غیر ملک میں برطانیہ کا یہ سب سے بڑا تجارتی میلہ ہوگا۔ اور روس میں اتنا بڑا تجارتی میلہ پہلے کسی ملک نے منعقد نہیں کیا۔ خیال ہے کہ تقریباً دس لاکھ روسی باشندے اس میلے کو دیکھیں گے۔ برطانیہ کی چھ سو سے زائد فرمیں اپنا مال اس میلہ میں پیش کریں گی۔ برطانیہ میں سائنسی آلات بنانے والوں کی انجمن کی ۱۹ ممبر کمپنیاں مشترکہ طور پر اپنے ۵۰۰ آلات کی نمائش کریں گی جن کی قیمت تقریباً ۰۰۰،۲۲۰ پونڈ ہے



جس طرح حکیم عمر خیام کے رباعیات آفاق گیر شہرت کے حامل ہیں اسی طرح

کیفے خیام حمایت نگر حیدرآباد

کی لذیذ چائے۔ گرما گرم کافی۔ خوش ذائقہ کوکو۔ حیاتین بخش اوکاسا۔ مقوی دل و دماغ اولیٹن اور مفرح قلب مشروبات کی آج شہر بھر میں دھوم ہے

در کیفے خیام تازہ دم چائے بخور
خوش باش دمی کہ زندگانی اینست

آپ اپنی ضروریات کی ہر شئے بھی یہاں سے طلب فرما سکتے ہیں۔ فون نمبر ۳۲۱۸

عوام میں حادثوں کے اِنسداد کا شعور پیدا کیجئے

گورنر کا پیام

گورنر آندھرا پردیش نے یوم عالمی صحت کے سلسلے میں جو ۷ر اپریل ۱۹۶۱ء کو منایا جا رہا ہے، نیچے دیا ہوا پیام جاری کیا ہے۔

اس سال یوم عالمی صحت کی تقریب کے لئے جو ۷ر اپریل کو منائی جا رہی ہے "حادثے اور ان کے انسداد" کا موضوع چنا گیا ہے۔ ہم میں سے بہت سوں کو یہ جانکر اچنبھا ہوگا کہ ۱ تا ۴ سال کی عمر والے اشخاص میں حادثے ہی موت کا بڑا سبب ہوتے ہیں۔ اور اس طبقے میں واقع ہونے والی اموات کی مجموعی تعداد کی ایک چوتھائی اموات حادثوں کی وجہ سے واقع ہوتی ہیں۔ ۵ تا ۱۴ سال کی عمر والے طبقے میں واقع ہونے والی اتفاقی اموات کی نصف تعداد سڑکوں کے حادثوں کی وجہ سے واقع ہوتی ہے۔ پھر بھی ہم حادثوں کی روک تھام کے لئے اتنی ہی احتیاط نہیں برتتے ہیں جتنی کہ بیماریوں کے انسداد اور روک تھام کیلئے

ایک عام رجحان یہ پایا جاتا ہے کہ حادثوں کو محض ایک بدقسمتی سمجھا جاتا ہے جس پر ہمیں کوئی قابو حاصل نہیں ہو سکتا۔ لیکن پھر بھی اگر ہم اپنے رونما

ہونے والے حادثوں کے وجوہ و اسباب کا تجزیہ کریں تو آسانی سے اس کا پتہ چلے گا کہ اکثر حادثے لاپروائی اور ناواقفیت کی بنا پر پیش آجاتے ہیں۔ ایسے ہر موقع پر جب کہ کوئی بڑا حادثہ پیش آجائے اور قیمتی جانیں ضائع ہوں۔ حادثے کے اسباب معلوم کرنے کی غرض سے کوئی تحقیقاتی کمیٹی بنائی جاتی ہے اور ایسی کمیٹی بلا اختلاف غفلت، لاپروائی اور ناواقفیت کو ہی ایسے حادثے کے اسباب قرار دیتی ہے۔ لیکن ایسے حادثے سے جو سبق لینا چاہیئے وہ نہیں سیکھا جاتا جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پھر تھوڑے ہی عرصے بعد تقریباً ایسا ہی ایک اور حادثہ پیش آجاتا ہے۔ ریل گاڑیوں کی ٹکر یا مسافروں سے بھری ہوئی کشتیوں کی غرقابی ایسے حادثات ہیں جن کی روک تھام آسانی سے ہو سکتی ہے۔ اور عام طور پر غفلت اور لاپروائی ہی ان کے اسباب قرار پاتے ہیں۔ اسی طرح ہم آئے دن اخبارات میں ایسی خبریں پڑھتے رہتے ہیں کہ کوئی عورت یا لڑکی باورچی خانے میں پکوان کرتے ہوئے کپڑوں میں آگ لگ جانے کی وجہ سے جھلس کر موت کا شکار ہو گئی۔ ایک ان پڑھ لوگ بھی یہ آسانی سے سمجھ سکتے ہیں کہ ڈھیلے ڈھالے کپڑے پہن کر کھلی روشنیوں یا آگ کے بہت قریب جانا خطرناک ہے۔ لیکن محض ان کے احتیاط نہ برتنے کے نتیجے میں ایسے دردناک واقعات پیش آتے ہیں۔ اسی طرح ہمارے شہروں میں سڑکوں پر کئی حادثے پیش آتے ہیں۔ لیکن اس کی ذرا سی بھی کوشش نہیں کی جاتی کہ عوام کو سڑکوں سے متعلق قواعد اور نظم و ضبط سکھلایا جائے۔

حادثات کا بڑھتا ہوا خطرہ!

متعدی امراض پر قابو پانے کی کوششوں میں بتدریج جو کامیابی حاصل کی جا رہی ہے اور تیز تر صنعتی ترقی کے نتیجے میں ایک وقت ایسا آئے گا۔ جبکہ حادثات جنوب مشرقی ایشاء کے ملکوں کے لئے ایک زبردست چیلنج پیش کریں گے۔ ان خیالات کا اظہار ڈاکٹر سی۔ مانی ریجنل ڈائرکٹر عالمی ادارہ صحت نئی دہلی نے ایک بیان میں کیا جو ۷؍اپریل کو عالمی یوم صحت کے موقع پر جاری کیا گیا ہے۔ اس سال اس یوم کا عنوان ہے حادثات اور ان کی روک تھام۔ ڈاکٹر مانی نے اپنے بیان میں کہا ہے:۔

ایک زمانہ وہ تھا جب بیماری کو اسلوب زندگی میں ناگزیر تصور کیا جاتا تھا۔ اور وبائی امراض کو ان قوتوں سے منسوب کیا جاتا جو انسانی معلومات یا اختیار سے باہر تھیں۔ لیکن علم طب کی ترقی کے نتیجے میں کئی اسرار کو حل کر لیا گیا۔ اور آج اکثر امراض کے متعلق کافی معلومات حاصل کر لی گئی ہیں۔ جن کی بدولت ان کی روک تھام یا کم سے کم ان پر قابو پانا ممکن ہو سکا۔

اب دنیا کے بیشتر ملکوں میں امراض متعدی موت کے اہم اسباب میں شامل نہیں ہیں۔ لیکن اب ایک نیا سبب پیش ہے اور وہ ہے حادثات۔ کئی ملکوں میں ۵ اور ۱۹ سال کی عمر کے درمیان والے زیادہ بچے اگر موت کے دوسرے اسباب کو ایک جگہ ملا بھی لیا جائے تو زیادہ تر حادثات سے مرتے ہیں۔ ہر روز دنیا کے مختلف ممالک کی شاہراہوں پر (۱۰۰۰) افراد ہلاک ہوتے ہیں۔

امراض پر فتح پانے کے سلسلے میں جو نقطہ نظر اختیار کیا گیا اسی کا اطلاق آج حادثات پر بھی کرنا چاہیے ہر روز حادثات کی نوعیت اور ان کے اسباب کے تعلق سے زیادہ سے زیادہ حقائق سامنے آ رہے ہیں حادثات کا جو مطالعہ کیا گیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حادثہ صرف ایک ایسی خداگانہ آفت یا بلا نہیں ہے جس پر انسان قابو نہ پا سکے بلکہ یہ واقعات کے تسلسل میں ایک ایسا واقعہ ہے جس کی پیش قیاسی اور روک تھام کی جا سکتی ہے۔

یہ ایک فطری امر ہے کہ جنوب مشرقی ایشیاء کے ملکوں میں صحت کی خدمات متعدی امراض کی روک تھام اور گرد و پیش کی صفائی کے پروگراموں کو فوقیت دیتی ہیں۔ لیکن ان شعبوں میں جو بتدریج کامیابی حاصل کی جا رہی ہے اور تیز تر صنعتی و شہری ترقی کے نتیجے میں ایک وقت ایسا آئے گا جب حادثات کا مسئلہ ایک زبردست چیلنج پیش کرے گا۔ دو رکیوں جائیے۔ لنکا کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ اس ملک نے امراض پر قابو پانے کے سلسلے میں جو عظیم ترقی کی ہے۔ اس کا اظہار ۱۹۵۶ء کی اموات کے اعداد و شمار میں ہوتا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ اس ملک میں حادثات اموات کا پانچواں اہم سبب بن گئے ہیں۔

اہم سبب:۔

بہت ممکن ہے کہ ہر سال مزید مہلک اور غیر مہلک حادثے واقع ہوتے ہوں گے۔ جن کا اعداد و شمار کے فقدان یا اموات کے اسباب کی ناقص اور غیر صحیح اطلاع دہی کے باعث علم نہیں۔ یہ بات اہم ہے کہ عالمی ادارہ صحت کے تعاون سے ہندوستان (ناگپور ۱۹۵۱ء اور انڈونیشیا کے سیتا پول (۵۷ - ۱۹۵۶) میں جو اعداد و شمار کے تعلق سے جو مطالعہ کیا گیا ہے اس سے پتہ چلا ہے کہ حادثات موت کے (۵) اہم اسباب میں سے ایک سبب ہے۔

لہذا یہ فعل دانشمندانہ ہوگا کہ حادثات کی روک تھام کے شعبے میں ابتدا کی جائے اور دوسرے ملکوں کے تجربات سے مستفید ہوا جا سکے۔

اکثر حادثات جو آئے دن پیش آتے ہیں جو سڑکوں پر، کارخانوں میں، گرنے، ڈوب جانے یا زہر خوردنی سے یا جو گھروں میں واقع ہوتے ہیں۔ اس لئے جو واقع ہوتے ہیں کہ ہم اس بات سے اچھی طرح واقفیت نہیں رکھتے کہ حادثات کیسے واقع ہوتے ہیں اور ان سے کس طرح بچا جا سکتا ہے۔

یہ ایک شعبہ ایسا ہے جہاں ٹرانسپورٹ کے اداروں۔ الیکٹریسٹی بائل انجمنوں۔ بلدی نظم و نسق مزدوروں کی انجمنوں۔ مدارس خواتین و بچوں کی بہبودی کے اداروں اور دوسرے رضاکارانہ اداروں کے ذریعہ عوام کی خدمات کی جا سکتی ہے۔

مجھے امید ہے کہ عالمی یوم صحت کے موقع پر زندگی کے تمام شعبہ جات میں لوگوں کو اس حقیقت پر غور کرنے کی دعوت دینے کی زیادہ سے زیادہ کوششیں کی جائیں گی کہ دوسرے لوگوں کے مفادات سے تھوڑی سی دلچسپی، خاتون کے ساتھ تعاون اور ذرا سی دور اندیشی سے ہر سال ہزاروں لاکھوں حادثات سے بچا جا سکتا ہے کہ آج کسی اور کا بچہ حادثے کی نذر ہوا ہو کل ہمارا بچہ اس حادثے کا شکار ہو سکتا ہے۔

پچھلے زمانہ کے حالات

(بہ سلسلہ گذشتہ)

میلانیان:۔ پیکر کے دور میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آگ مٹی۔ پانی اور ہوا کے اثرات کی طرف لوگوں کی توجہ زیادہ ہو گئی تھی۔ اسی لئے اس دور کا ہر مذہب ان ہی کا راگ الاپتا ہوا اٹھا اور ان ہی میں خدائی تلاش کرنے لگا چنانچہ پیکر نے اپنا تصور الٰہ آگ کی شکل میں پیش کیا "میلان" بھی اسی دور کا آدمی تھا اس نے اپنا خیال یہ پیش کیا کہ خدا آگ نہیں بلکہ ہوا ہے ہوا ہر چیز کی اصل ہے اس کی خصوصیت کے دو پہلو ہیں ایک طرف تو یہ گرم اور اس کے ساتھ ساتھ تر بھی ہے اس کی گرمی نے جب اپنا اثر دکھایا اور ترقی کی تو اس سے آگ پیدا ہو گئی اور جب اس کی تری نے زور پایا تو پانی بن گیا۔ اور پھر اسی آگ کے اشتعال سے ستارے اور اس کے دھوئیں سے آسمان بنا جبکہ پانی کی سردی سے مٹی پیدا ہوئی اور زمین بنی

آلاریان:۔ ضحاک کی آخری سلطنت میں آلار نے جاہ و ثروت حاصل کی یہ بھی اپنے زمانہ میں بڑا خرد مند اور صاحب عقل آدمی مشہور تھا اس نے بھی ان ہی دونوں مذہبوں کی طرح چار چیزوں میں سے ایک چیز کو چن لیا اور خدائی کا تاج پہنا دیا اُن دونوں نے آگ اور ہوا کے ساتھ خدائی دیکھی اور آلار کو پانی سے محبت پیدا ہوئی اس کو سارا عالم اسی کا کیا دھرا معلوم ہوا۔ پانی سے ویسے تو ساری چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔ لیکن اس کا خیال یہ تھا کہ یہی خالق ہے چنانچہ اس نے اپنے فلسفہ کو اس طرح پیش کیا ہے کہ پانی خالق ہے سب چیزوں کا۔ اس میں جب جوش آیا تو اس جوش سے آگ پیدا ہوئی اور آگ سے پھر ستارے اور آسمان بنے اور پانی کی تری سے ہوا پیدا ہوئی اور پھر پانی ہی کی سردی سے مٹی اور زمین بنی۔ بہر حال اس کا بھی خیال ان سے بہت حد تک ملتا جلتا ہے۔

شیدابیان:۔ "شیداب" نے کوئی خاص بات نہیں کہی بلکہ ان ہی باتوں میں تھوڑی سی تبدیلی کر دی ان کی ترکیب بدل دی اور کہا کہ اصل خالق سب کی خاک ہے اسی کی خشکی سے آگ بنی۔ آگ سے آسمان اور اسی کی سردی سے پانی اور پانی کی تری سے ہوا پیدا ہوئی۔

درحقیقت اس مسلک کا بانی شیداب ایرانیوں میں ایک مشہور آدمی تھا۔ اور ضحاک کی سلطنت میں یہ وزراء اور درباریوں کا منظور نظر تھا۔ چنانچہ اپنی اس مقبولیت کا اس نے یہی مصرف لیا کہ ایک نیا دین جاری کر دیا۔ جو دین شیدابی کے نام سے مشہور ہوا اور وہ اس کا بانی ہوا۔

آخشان:۔ یہ نظریہ بڑا دلچسپ اور آج کل کے مادہ پرستوں سے بہت حد تک ملتا جلتا ہے۔ آخش پارسی نسل کا ایک آدمی تھا اور اس نے "ثر" یعنی مادہ کو ہر چیز کا خالق مانا۔ اس کا خیال تھا کہ مادہ ہی ہر چیز کو پیدا کرتا ہے اس نے دوسرے بدکی اپنے اصول کے مطابق اس طرح تشریح کی کہ یہ کہنا کہ خدا دکھائی نہیں دے سکتا۔ یہی صحیح ہے کیونکہ بذات خود مادہ یا میٹر کو کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ کیوں کہ جب بھی مادہ دکھائی دے گا کسی نہ کسی شکل میں ہوگا۔ جیسے لکڑی مادہ ہے تو یہ جب بھی دکھائی دے گی کسی شکل میں یا تو شاخ ہو گی یا چھڑی ہوگی یا تخت دکرسی ہو

قطعہ

جو بہر ہوئے ظاہر یہ سُنو مردِ جری سے ‖ دامن نہ جُوڑا دیکھ لے تو آج کسی سے
مضبوط ہوئی قوّت دُوصد کے مقابل ‖ زنجیریں بھی دیکھ لے تو آج کڑی سے

(آمدہ از زندہ باغ)

بہر حال کوئی نہ کوئی شکل ضرور ہوگی۔ بغیر کسی شکل کے صرف لکڑی کا دکھائی دینا ممکن نہیں ہے۔ کیوں کہ یہ خدا ہے اور خدا دکھائی نہیں دیتا۔ اسی طرح وہ کہتا ہے کہ لوگوں کا یہ خیال بھی درست ہے کہ خدا ہر جگہ ہے کیونکہ مادہ سے دنیا کا کوئی حصہ خالی نہیں ہے۔ یہ جتنی چیزیں ہیں سب مادہ ہی کی شکلیں ہیں۔ اس لئے مایہ اخشیجان یعنی یہ مادہ جو خدا ہے ہر جگہ پایا جاتا ہے۔ اسی طرح یہ بھی صحیح ہے کہ ہر چیز تو فنا ہے ہر چیز ختم ہو جائے گی۔ لیکن خدا ختم نہیں ہو سکتا۔ اسی کی ذات غیر فانی ہے چنانچہ وہ کہتا ہے کہ دیکھئے مادہ ہر حال میں موجود رہتا ہے چاہے وہ پانی ہو یا کسی چیز سے ملاکر اس کی شکل بدل دی جائے یا اس کو جلا کر بیکار بنا دیا جائے۔ بہر حال شکلیں بدل سکتی ہیں۔ لیکن اصل مادہ کبھی ضائع اور فنا نہیں ہوتا۔ اور ہر چیز اپنی شکل بدلتی رہتی ہے یعنی فنا ہوتی رہتی ہے اس لئے یہ بھی صحیح ہے کہ خدا کے علاوہ ہر چیز فانی ہے مادہ کی خدائی اس معیار پر بھی ثابت اور باقی ہے۔

مزدک بابان:۔ شہنشاہ قباد کے زمانہ میں مزدک ایک مشہور عقلمند اور پرہیزگار شخص گزرا ہے اس کا دین بھی خوب پھیلا اور یہ شخص نوشیروان کے ہاتھوں قتل کیا گیا۔ اس کا خیال تھا کہ ابتدا ہی سے کائنات کے دو خالق ہیں ایک نور ہے دوسرا ظلمت ایک سے اچھائیاں ظاہر ہوتی ہیں اور دوسرے سے صرف برائیاں ایک کا نام یزدان ہے جو فاعل خیر اور حقیقی خدا ہے۔ اور دوسرا اہرمن شیطنت اور برائی کا پیدا کرنے والا ہے۔ لیکن ہماری عقلیں ہماری جان دنیا کے تمام عناصر اور مرکبات آسمان چاند ستارے سب کے سب اس خیال میں یزدان کی مخلوقات اور اس کی پسندیدہ چیزیں ہیں۔ وہ اپنی بات کی وضاحت اس طرح کرتا ہے کہ آگ کا سردی سے کانپتے ہوئے انسان کو گرمی پہنچانا پانی کا پیاسے کو سیراب کرنا۔ لوہے کا انسان کو اسکی ضرورتوں میں فائدہ پہنچانا۔ نباتات کا جانوروں اور انسانوں کے کام آنا۔ یہ سب یزدان کی مہربانی اور اسی کے کام ہیں لیکن یہی آگ کسی کو جلا دیتی ہے۔ یہی پانی کشتی کو ڈبا دیتا ہے انسان کو غرق کر دیتا ہے یہی ہوا باد سموم بنکر مہلک ہو جاتی ہے۔ وبا اور قحط دوسروں کو ہلاک کر دیتے ہیں۔ درندے اور بعض دوسرے اذیت دینے والے جانور سانپ بچھو وغیرہ انسان اور حیوان دونوں کو تکلیف پہنچاتے ہیں۔ اور ان کی جان نکال لیتے ہیں۔ تو یہ سب کام اس یزدان کے بنائے ہوئے نہیں ہو سکتے بلکہ یہ اہرمن کی کوششوں کا نتیجہ ہیں۔ چونکہ اس سرای آخشیجان یعنی اس مادی دنیا میں اہرمن کو تصرف ہے اسلئے یزدان جو کام کرتا ہے اہرمن اسکو بگاڑ دیا کرتا ہے۔ یزدان زندہ کرتا ہے اہرمن مار دیتا ہے یزدان صحت عطا فرماتا ہے اہرمن مرض اور تکلیفیں بڑھاتا ہے۔ یزدان خوشی دیتا ہے اہرمن غم والم کا سامان کرتا ہے۔ یزدان نے جنت پیدا کی اہرمن نے دوزخ پیدا کرلی۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ اہرمن کا اختیار صرف اسی عالم عناصر تک ہے۔ فلک پر نہیں۔ اور یزدان کے اختیارات وسیع ہیں اس لئے اسی کی عبادت کرنی چاہیئے۔ خود کو اہرمن کی شیطنت اور اس کی مکاریوں سے بچانا اور یزدان کی عبادت و بندگی میں مصروف رکھنا چاہیئے۔ کیوں کہ یزدان کا اقتدار بہت زیادہ ہے۔

یہ خیالات بہت مشہور اور خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں آج بھی اس کو لوگ یاد کرتے رہتے ہیں۔ اس کو پڑھنے کے بعد ایک بات ذہن میں ضرور آتی ہے کہ اگر ایک چیز ایک وقت میں کسی کے لئے مفید ہو اور دوسرے کے لئے نقصان دہ تو ان کے خیال میں اس کا خالق کون ہوگا۔ اہرمن یا یزدان اور یہیں سے اس مذہب کے بطلان کا خیال آگے بڑھتا ہے۔

ٹلاسپئرانا اخبار کا مطالعہ دوسرے جرائد کے مطالعہ سے بے نیاز کر دے گا!

قطعہ

جلوہ دکھا رہا ہے گلستاں کہاں کہاں
نزہت بتا رہا ہے خیاباں کہاں کہاں

باب نجف میں کربلا اور مدینہ میں
عظمت بتا رہا ہے خراساں کہاں کہاں

(آمدہ از بذری باغ)

طہارت

از محترمہ سعیدالنساء ہاشمہ بنت مولوی محمد حامد علی صاحب انصاری مرحوم

مذہب اسلام نے طہارت وصفائی کی مکمل تعلیم دی ہے ہر عبادت کا مقدمہ طہارت ہی ہے۔ اگر شرعی طہارت کے احکام کی پابندی نہ کی جائے تو کوئی عبادت مکمل نہیں ہو سکتی۔

طہارت کی دو قسمیں ہیں۔ جسمانی و روحانی یعنی ظاہری و باطنی۔ طہارت جسمانی یہ ہے کہ جسم لباس اور مکان پاک صاف رکھیں وہی چیزیں استعمال کریں جن کے پاک اور حلال ہونے کا یقین ہو۔ جن کی قانون الٰہی نے اجازت دی ہو، ناجائز طریقہ سے حاصل کی ہوئی نہ ہوں۔ انسان کی طبعی اور ظاہری حالات کے اثرات سے اخلاق وکردار متاثر ہوتے ہیں جسمانی صفائی روح کی پاکیزگی میں مدد دیتی ہے روح کا اثر جسم پر پڑتا ہے۔ اسی سبب سے شریعت نے تمام عبادات کی مقبولیت اور روحانی پاکیزگی کے لئے جسمانی طہارت جسمانی آداب، جسمانی تہذیب کو بہ درجہ اتم ملحوظ رکھا ہے۔ طہارت وصفائی سے صحت و تندرستی قائم رہتی ہے اور تندرستی کی بدولت زندگی کی حقیقی مسرتیں حاصل ہوتی ہیں۔ قیام صحت کا اولین اصول صفائی ہے طہارت باطنی سے مراد یہ ہے کہ روح وقلب کو ہر قسم کی نجاست خصوصاً شرک سے پاک رکھے روح کو پاکیزہ اور دل کو زندہ رکھنے والی چیز خدا و رسول اور آل رسول کی محبت و اطاعت ہے۔ نافرمانی کی وجہ سے روح گندہ اور دل مردہ ہو جاتا ہے جس سے بداخلاقی کے امراض مثلاً کبر وغرور، بغض و حسد، غیبت و تہمت، بخل و اسراف، بدخلقی و بدگمانی ریاکاری و چغلخوری مکر و فریب پیدا ہو جاتے ہیں جس طرح جسمانی امراض سے دنیاوی زندگی تلخ ہو جاتی ہے اسیطرح روحانی و قلبی امراض ابدی زندگی کو برباد کر دیتے ہیں۔ ان امراض کا علاج اس طرح ہو سکتا ہے کہ اعمال و افعال قبیحہ کا ارتکاب چھوڑ کر خصائل حمیدہ سے متصف ہونے کی کوشش کریں۔ حیا و عفت، صبر و تحمل سخاوت و فیاضی، سچائی و راستبازی خلوص و ایثار تواضع و فروتنی اختیار کریں۔

خوش اخلاقی ہی تہذیب و انسانیت کا معیار ہے جو لوگ ذمائم اخلاق سے اجتناب نہیں کرتے وہ مادی ترقی کے مدارج طے کرلیں تو ان میں حقیقی انسانیت پائی جاتی ہے اور نہ سچا سکون و اطمینان کسی قوم کو عزت و ذلت سے اس وقت دوچار ہونا پڑا جب کہ اس نے اپنے آپ کو اس کا اہل ثابت کیا ہے۔ منشائے الٰہی تو یہ ہے کہ بندے امن و چین سے زندگی بسر کریں اور ان انعامات سے بہرہ مند ہوں جو راحت و آسائش کی خاطر پیدا کئے گئے ہیں۔ ان نعمتوں کے حصول کی طاقت اور صحیح راستہ چلنے کی توفیق و عقل بھی عطا فرمائی گئی ہے۔ بندوں کی چاہت پر منحصر ہے کہ وہ صراط مستقیم پر چلکر مستفید ہوں یا بے نصیب رہ جائیں

گلشن اطفال



دُعا

از:- سیّدہ طاہرہ بیگم

بچو! دُعا جو محمدؐ و آلِ محمدؐ کے وسیلہ سے مانگی جاتی ہے وہ بارگاہِ قاضی الحاجات میں ضرور مستجاب ہوتی ہے میں دُعا قبول ہونے کیلئے خلوص دل اعتقادِ کامل طلبِ صادق اور تضرع وزاری کا ہونا ضروری ہے۔

واقعہ نگاران اس واقعہ کو نادرشاہ سے منسوب کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نادرشاہ نجفِ اشرف کی زیارت کو بڑی شان سے گئے تھے کہ گلے میں ایک تختی آویزاں تھی جس پر کندہ تھا سگِ آستانہ شیرِ خدا" ایک طلائی زنجیر گلے میں پڑی ہوئی تھی۔ جب نجف اشرف کے مینار نظر آنے لگے تو یہ کتے کی طرح عاجزی وانکساری سے چلتے ہوئے پہنچے زیارت سے مشرف ہونے کے بعد واپسی میں جب بارگاہ حضرت ابوالفضلؑ پر آئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ باب الداخلہ پر فقیروں کا ہجوم ہے سینکڑوں کی تعداد میں فقراء بیٹھے ہوئے ہیں۔ دریافت کیا یہ کون لوگ ہیں اور کیا کر رہے ہیں۔ جواب ملا بینا ہیں۔ آنکھوں کی روشنی کے لئے دعا کر رہے ہیں۔ دریافت کیا کہ یہ کب سے دُعا مانگ رہے ہیں۔ عرض کیا گیا کہ بیس بیس تیس تیس سال سے۔ یہ سُنکر نادرشاہ نے کہا اس بارگاہ باب المراد میں یہ لوگ ایک عرصہ سے دعا کر رہے ہیں اور ان کو بینائی اب تک نہیں ملی۔ یہ لوگ میرے آقا کو بدنام کر رہے ہیں اس بارگاہ میں دعا کے قبول ہونے میں دیر نہیں لگتی۔ زیارت پڑھکر میرے واپس ہونے تک انہیں آنکھیں اگر نہ ملیں تو میں ان سب کو تہِ تیغ کر دوں گا۔ یہ حکم نادری سُنکر نابینا فقیر گڑگڑانے لگے۔ مولا آنکھیں دلا دو ورنہ جان جاتی ہے۔ اِن کی دُعا میں تڑپ، خلوصِ اعتقاد اور طلب صادق تھی۔ اِدھر نادرشاہ زیارت پڑھکر باہر نکلے تھے کہ اُدھر اندھے فقیروں کی آنکھیں روشن ہوگئیں۔

نادرشاہ نے فقراء کو انعام دیتے ہوئے مُسکرا کر کہا یوں دعا مانگو۔ میرے مولا یوں دعا مستجاب کرتے ہیں۔

بچو! ہمارے شہر حیدرآباد میں ایک نادری شہزادہ صاحب تھے ان کا نام "بہبود علی مرزا" تھا انکی شیروانی کے کالر کے دونوں بازو تختیاں لگی ہوئی تھیں جس پر کندہ تھا "سگ آستانہ شیرِ خدا"۔ نادر بہبود علی مرزا یہ غالباً کلکٹر یا ڈپٹی کلکٹر تھے خدا مغفرت کرے بڑے خوبیوں کے انسان تھے۔

بچو! علامہ مجلسیؒ نے قصص الانبیاءؑ کے دیباچہ

زرین اقوال

برگزیدہ ہستیاں جو دنیا سے روپوش ہیں انکی جگہ پُر ہونا دشوار ہے۔ (سرکار حق آگاہ)

میں لکھا ہے کہ۔ ایران کے بعض عالم تاثیرِ دعا کے قائل نہ تھے جب مقدس اردبیلیؒ کو اسکی اطلاع ملی تو انہوں نے منکرانِ دعا علماء کے پاس بیٹھکر انہیں تلخ الفاظ کیساتھ مخاطب کیا۔ اس پر منکرانِ دعا علماء رو پڑے انکو روتا دیکھکر مقدس اردبیلیؒ نے فرمایا کیوں میں نے آپ سے کیا کہا صرف تلخ الفاظ جو مادی جسم نہیں رکھتے بلکہ اعتبارِ محض ہیں۔ ان الفاظ کا اثر آپ کے دل پر اتنا ہوا کہ آپ بچوں کی طرح رو پڑے۔ دعا کیا ہے وہ بھی الفاظ ہیں جو دل کی گہرائیوں سے نکلتے ہیں۔ دعا برگزیدہ ہستیوں کے واسطے سے اُن کے نام لیکر مانگی جاتی ہے۔ جب ایک انسان کے الفاظ کا یہ اثر ہے کہ آدمی کو رُلا دے تو کیا خدا کے کلام میں اور ائمہ اطہارؑ کے ناموں میں اتنا اثر نہیں کہ آپ کی دعا مقبول ہو سکے ــــ اس واقعہ کے بعد منکرانِ دعا قائل ہو گئے۔

بچو! ہمارے سرکارِ اعلیٰ حضرت حضور نظام کی رفیقہ حیات محترمہ لیلیٰ بیگم صاحبہ ان دنوں نصیبِ دشمنان علیل ہیں۔ فرنانڈس کے کلینک میں موصوفہ کا کامیاب آپریشن بمبئی کے مشہور سرجن ڈاکٹر پالیگا نے کیا ہے۔ میں شیراز کے ذریعہ تم سے اپیل کرتی ہوں کہ تم خلوص دل کے ساتھ چہاردہ معصومین کا واسطہ دیکر حضرتہ لیلیٰ بیگم صاحبہ کی صحت کامل کے لئے دعا مانگو۔ کمسن بچوں کی دعا میں اثر ہوتا ہے۔

آؤ ہم سب ملکر دعا مانگیں۔ خداوندا! محترمہ لیلیٰ بیگم صاحبہ کو بواسطہ بیمار خواہر بیمار کربلا یعنی حضرت صغراؑ صحت کامل عطا فرما ان کو زیرِ سایہ ہمایونی سلامت رکھ۔ آمین

منی کی دُعا

ننھی منی سستی ماڈل پرائمری اسکول چادرگھاٹ میں پڑھتی ہے۔ اس سال جماعت دوم کا امتحان دی ہے منی کے رشید ماموں جان کہہ رہے تھے کہ منی کی باجی کہہ رہی تھیں کہ منی کامیاب ہوکر جماعت سوم میں جارہی ہے۔ منی بڑی اچھی بچی ہے۔ اس کی سب سے بڑی اور قابلِ قدر خوبی یہ ہے کہ منی ہمارے سرکار کی دعاگو ہے۔

(ادارہ)

اے کردگارِ عالم!
پروردگارِ عالم!

سرکار کو ہمارے — صاحبقران کردے
یہ شاہِ دادگر ہیں — ذی علم و ذی ہنر ہیں
یہ ہم سے باخبر ہیں — احسان سر بسر ہیں
یہ جانِ آرزو ہیں — ملت کی آبرو ہیں
یہ مالکِ نجف ہیں — ذی عز و ذی شرف ہیں
یہ عاشقِ علیؑ ہیں — وارفتہ نبیؐ ہیں
از بہرِ آلِ اطہرؑ — جلد ان کے دل کو خوش کر
محمود جنگ جیسا — اک چاند سا نواسہ
یارب انہیں عطا کر — مقبول التجا کر

اے سالکوں کے سالک
اے مالکوں کے مالک
میری دعائیں سُن لے
میری صدائیں سُن لے

سیرالیون — ایک نئی قوم

سیرالیون جو مغربی افریقہ میں برطانیہ کی سب سے پرانی نوآبادی ہے، ۲۷ر اپریل کو آزادی سے ہمکنار ہوگا۔ ڈیوک آف کینٹ، ملکہ الزبتھ دوم کے مخصوص نمائندہ کی حیثیت سے جشن آزادی میں شرکت کریں گے۔

سیرالیون کے آزاد ہو جانے کے بعد ان علاقوں کی تعداد دس ہو جائے گی جو برطانیہ کی رہنمائی میں ۱۹۴۷ء سے اب تک آزاد ہوئے ہیں۔ مغربی افریقہ میں ایسے علاقوں کی تعداد تین ہو جائے گی۔ گھانا نے ۱۹۵۷ء میں اور نائیجیریا نے ۱۹۶۰ء میں آزادی حاصل کی تھی۔

سیرالیون کی آزادی برطانیہ کی نوآبادیاتی پالیسی کی تکمیل کی دلیل ہے۔ وہ پالیسی کیا ہے؟ پالیسی یہ ہے کہ مقامی باشندوں کے تعاون سے نئی اقوام عالم وجود میں لائی جائیں اور اُن کی تعمیر اس طریقہ سے ہو کہ وہ دنیا میں اپنے آپ ترقی کر سکیں۔

سیرالیون اور برطانیہ کے باہمی تعلقات ہمیشہ خوشگوار رہے ہیں اور سیرالیون کے وزیر اعظم مسٹر ملٹن مارگائی نے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا ہے کہ دونوں ملکوں کی باہمی دوستی اور تعاون جاری رہنا چاہیئے اور کہ سیرالیون کامن ویلتھ کا ممبر بن جائے۔ لندن میں اپنی حالیہ کانفرنس میں کامن ویلتھ وزرائے اعظم نے کہا تھا کہ "ہم اس دن کے منتظر ہیں جب ہم سیرالیون کا کامن ویلتھ کے ممبر کے طور پر خیر مقدم کر سکیں گے۔"

کانفرنس کے اختتام کے بعد چند روز کے اندر ہی سیرالیون کی آزادی کا بل برطانوی ہاؤس آف کامنز میں پیش کر دیا گیا تھا۔ برطانوی وزیر نوآبادیات مسٹر آئین میکلوڈ نے بل پیش کرتے ہوئے کہا تھا کہ جہاں تک آبادی اور رقبہ کا تعلق ہے سیرالیون کامن ویلتھ برادری کا ایک چھوٹا ممبر ہوگا۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ کوئی چھوٹا ملک جو پُروقار طریقے اور سوجھ بوجھ سے اپنی آزادی کو سنبھالے ہوئے ہو۔ دنیا کی اسٹیج پر اپنا پارٹ ادا نہیں کر سکتا۔ موصوف نے مزید کہا کہ حکومت برطانیہ ابتدائی مراحل میں سیرالیون کو خاصی مالی امداد دیگی۔ پچھلے برسوں میں سیرالیون کی معیشت ترقیاتی منصوبوں کے تحت خاصی ترقی کر چکی ہے۔ ان منصوبوں کے لئے برطانیہ نے ۱۹۴۶ء تا ۱۹۶۰ء سیرالیون کو تقریباً ۸،۵۰۰،۰۰۰ پونڈ (۱۱ء۳۴ کروڑ روپے) عطیات کی شکل میں دیئے ہیں۔ ۱۹۵۰ء کی دہائی کے دوران میں ۳،۵۰۰،۰۰۰ پونڈ (۶۷ء۴ کروڑ روپے) کی رقم لندن میں جمع کی گئی تھی۔ اور قرضے کے طور پر سیرالیون کو دی گئی تھی۔ ۱۹۶۰ء میں حکومت برطانیہ نے اس کو ۱،۵۰۰،۰۰۰ پونڈ (۲ کروڑ روپے) کا قرضہ دیا تھا۔ برطانیہ نے وعدہ کیا ہے کہ آزادی کے بعد بھی ابتدائی برسوں میں ۷،۵۰۰،۰۰۰ پونڈ (۱۰ کروڑ روپے) قرضہ، گرانٹ اور فنی امداد کی شکل میں سیرالیون کو دیئے جائیں گے۔

قطعہ

رات دن میکشوں کا پھیرا ہے
رات کیسی کہ دن اندھیرا ہے
کوئی ساتھی نہیں ہے عثماں کا
ضبطِ غم میں یہ قلب تیرا ہے

(آمدہ از نذرانہ باغ)

برطانیہ کی خبریں

جاپان کے وزیر خارجہ برطانیہ کا دورہ کرینگے

معلوم ہوا ہے کہ جاپان کے وزیر خارجہ مسٹر زنیشیرو کوساکا کو برطانیہ کا دورہ کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ برطانوی دفتر خارجہ کے ایک ترجمان نے بتایا ہے کہ دورہ کی تاریخ کے بارے میں جاپان کی وزارت خارجہ کے ساتھ صلاح مشورہ ہو رہا ہے۔ امید ہے کہ جاپان کے وزیر خارجہ ماہ جون کے آخر میں برطانیہ کا دورہ کر سکیں گے۔

معاشی کمیشن برائے یورپ کا اجلاس

ایک اطلاع کے مطابق جینوا میں ۱۱ تا ۲۸ اپریل معاشی کمیشن برائے یورپ کا ۱۶ واں اجلاس ہوگا۔ اس میں برطانوی وفد کی قیادت کے فرائض پارلیمنٹری انڈر سیکرٹری آف اسٹیٹ برائے امور خارجہ مسٹر جوزف گاڈبر انجام دیں گے۔

برطانیہ میں گیارہ کروڑ ساٹھ لاکھ درخت لگائے گئے

برطانیہ کے جنگلاتی کمیشن نے حال ہی میں ایک رپورٹ شائع کی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ ستمبر میں ختم ہونے والے سال کے دوران ۶۱،۰۰۰ ایکڑ زمین میں ۱۱۶،۰۰۰،۰۰۰ سے زائد درخت لگائے گئے ۳۷،۳۵،۰۰۰ درخت انگلستان میں، ۵۵،۵۷،۰۰۰ اسکاٹ لینڈ میں اور ۲۳،۴۵،۰۰۰ ویلز میں لگائے گئے تھے۔ رپورٹ میں مزید بتایا گیا ہے کہ پرائیویٹ مالکان نے مالی امداد کی مختلف سکیموں کے تحت ۳۴،۰۰۰ ایکڑ زمین میں درخت لگائے تھے۔ اور تقریباً ۲،۵۰۰ ایکڑ زمین میں بغیر کسی مالی امداد کے درخت لگائے گئے۔

نوجوانوں کے ذریعہ معاش سے متعلق ”گائیڈ“

ڈیوک آف ایڈنبرا کا پیغام

برطانیہ کی نیشنل یونین آف ٹیچرز نوجوانوں کے روزگار سے متعلق ہر سال ایک گائیڈ شائع کرتی ہے۔ ۱۹۶۱ء کے گائیڈ کے لئے ڈیوک آف ایڈنبرا نے اپنا ایک پیغام بھیجا ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ کوئی شخص صرف اس حالت میں خوش رہ سکتا ہے اور مفید زندگی بسر کر سکتا ہے جب اُسے ایک ایسا کام مل جائے جس میں اس کی فطری صلاحیت اور قابلیت کو پھلنے پھولنے کا پورا موقع ملے۔ اور یہ چیز قوم کے مفاد میں ہے کہ اس کا ہر فرد اپنی صلاحیتوں کو فروغ دے سکے۔ برطانیہ میں ۲۹ مئی تا ۴ جون کامن ویلتھ ٹیکنیکل ٹریننگ ہفتہ منایا جا رہا ہے۔ (ہندوستان میں یہ ہفتہ اس سال ستمبر اور اکتوبر میں منایا جائے گا۔) اس کے پیش نظر مذکورہ گائیڈ زیادہ تر ٹریننگ اور کارآموزی کے لئے وقف کیا گیا ہے۔ کامن ویلتھ ٹیکنیکل ہفتہ منانے کا تصور ڈیوک آف ایڈنبرا نے پیش کیا تھا۔

قطعہ

ایک جا رہتے نہیں رندِ مے آشام کہیں
دل کہیں رات کہیں صبح کہیں شام کہیں

آمدِ بادِ خزاں نے یہ بتایا نقشہ
خم کہیں شیشہ کہیں اور سبو جام کہیں

(آمدہ از نذری باغ) [redacted]

مادۂ ہائے تاریخ

آیت اللہ العظمیٰ اشرف الحاج حضرت آقای سید حسین بروجردی طاب ثراہ و جعل الجنۃ مثواہ

یوم حضرت سید حسین مرحوم

۱۹۶۰

قطعہ تاریخ وفات در سنہ شمسی مروج در ایران

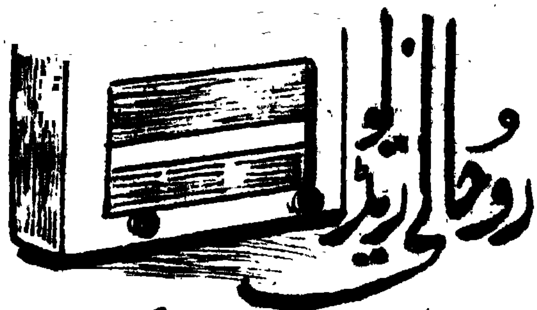
آن قائد معظم سید حسین مرحوم — آقای ما مکرم سید حسین مرحوم

ای فضل سال رحلت ہا بگفت شمسی — ممتاز در دو عالم سید حسین مرحوم

۱۳۳۹ شمسی

زاہد فضیلت مآب ۱۳۸۰ ھ	زیب فضیلت ۱۳۳۹ شمسی
ہادی ذی احترام ۱۳۸۰ ھ	مخزن علوم سید حسین مرحوم ۱۳۳۹ شمسی

گزرانیدہ: میر فضل حسین فضل حیدرآبادی!



ناشر مجذوب حیدرآبادی

> یہ عنوان حضرت مجذوب حیدرآبادی کی ملکیت ہے۔ ان کے روحانی مکاشفات کے متعلق ہم کوئی رائے ظاہر کرنے کی جرأت نہیں کرسکتے۔ ناظرین جانیں یا وہ خود روحانی نشریات میں نام مقامات او واقعات فرضی ہوا کرتے ہیں۔ اگر اتفاقاً مطابقت ہو جائے تو کسی اسم خاص کا قیاس نہ فرمایا جائے۔
> (ایڈیٹر)

ایکزار نوری میٹر پہ ہم روحانی نشرگاہ سے بول رہے ہیں۔ ابھی آپ ہمارے روحانی قوال سے حالی پانی پتی کی غزل کسی قدر ترمیم کے ساتھ سن رہے تھے۔ جس کا ایک شعر تھا ؎

جی بھر کے غوطے مارو اب بہہ رہی ہے گنگا
کچھ کر لو اے وزیرو ڈھلتی جوانیاں ہیں

اب جناب متبصر صاحب ایک عدد تقریر فرمائیں گے۔

آپ کی تقریر کا عنوان ہے:۔

بھوک اور ممتا

روحانی دنیا کے دوستو! آپ نے ۱۵ر اپریل کے اخبارات میں پڑھا ہوگا کہ چند سیر چاول اور پرانے کپڑوں کے عوض ایک ۲۲ سالہ خاتون نے اپنے نومولود بچے کو وکٹوریہ زنانہ ہاسپٹل کی ایک نرس کے حوالہ کر دیا۔ غریب طبقہ سے تعلق رکھنے والی اس خاتون کو خوبصورت بچہ پیدا ہوا تھا۔ لیکن اس نے مفلوک الحالی کے باعث اپنے خوبصورت بچے کو نرس کے حوالے کر دیا۔ یعنے "ممتا" پر "بھوک" غالب آگئی۔

ایک ماں اپنے بچے کو، اپنے لخت دل کو، اپنے جگر کے ٹکڑے کو اپنی آنکھوں کے نور کو، اپنی روح کے سرور کو اپنے سے کب جدا کرتی ہے! —— جب دھرتی سے اسکے لئے اناج اُگنے کی بجائے بھوک اُگنے لگتی ہے۔ جب آکاش سے اس کے لئے پانی برسنے کی بجائے تشنگی برسنے لگتی ہے جب کارخانوں میں اس کے لئے کپڑا بننے جانے کی بجائے عریانی تن بنی جانے لگتی ہے۔

جب بھوک اس کو کھانے لگتی ہے۔ جب پیاس اسکے دل کا لہو پینے لگتی ہے۔ جب خدا کی وسیع زمین اس پر تنگ ہو جاتی ہے۔ جب نیلا آسمان اس پر ٹوٹ پڑتا ہے۔ جب دوزخ شکم کی وجہ سے دنیا اس کے لئے جہنم بن جاتی ہے۔ جب سوائے گوشۂ قبر کے اس کے لئے دنیا میں کوئی جائے پناہ نہیں رہتی۔ اس خاتون کو بچہ پیدا کرنا ہی تھا تو دوسرے پانچسالہ منصوبے کی کامیاب عمل پیرائی اور تیسرے پانچسالہ منصوبے کے تسلی بخش نتائج برآمد ہونے کے بعد بچے کو جنم دیتی۔ بھلا ایسی بھی کیا جلدی تھی کہ منصوبہ پایۂ تکمیل کو پہونچنے سے پہلے

بچے کو جنم دے دیا۔ اور یہ برخوردار بھی کیسے جلد باز ہیں جنہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ اس منصوبہ بندی کی دنیا میں روتے ہوئے تشریف فرما ہوگئے۔

بھلا ایسی بھی کیا جلدی تھی۔ کم از کم تیسرے پانچسالہ منصوبہ کے کامیاب انصرام تک صبر کر لیتے۔ اس کے بعد دنیا میں تشریف لاتے اور سچ پوچھا جائے تو اس برتھ کنٹرول اور فیملی پلاننگ کی دنیا میں بن بلائے مہمان کی طرح تشریف لانے کی ضرورت ہی کیا تھی! بالخصوص ایک ایسے زمانہ میں جب کہ ہمارے وطن کو بچوں کی نہیں بلکہ غلہ زیادہ پیدا کرنے کے منصوبوں کی ضرورت ہے۔ ہماری مہربان حکومت ہر سال برتھ کنٹرول کے پروپگنڈے اور مانع حمل ادویات اور انجکشن پر نہایت ہی فراخدلی اور خندہ پیشانی کے ساتھ کروڑہا روپیہ خرچ کر رہی ہے۔

ہمارے دیالو وزراء اور کرم فرما لیڈر، دن رات قدمے، سخنے (دامے درمے نہیں) اپنی تحریر اور تقریر کے ذریعہ قوم کی عورتوں اور مردوں کو بچے پیدا نہ کرنے کی ترغیب دے رہے ہیں۔ ہمارے فیملی پلاننگ سنٹر میں، ڈاکٹر، لیڈی ڈاکٹر اور وزیر صحت قوم کو بچہ کشی کی بجائے بچہ کشی، یعنے اسقاطِ حمل اور بچے پیدا نہ کرنے کی تعلیم دے رہے ہیں۔

اس "افراطِ رجال" اور "قحط اجناس" کے زمانہ میں اگر کوئی برخوردار صلب پدر سے شکم مادر میں اور شکم مادر سے سینۂ زمین پر تشریف فرما ہو تو ایسے بچے کو ناخواندہ مہمان سمجھا جائے گا۔ اور اس کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے گا جو ایک ناخواندہ مہمان کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ ہمارے وزیرانِ باتزویر معاف کیجئے! باتدبیر کو ایسے بچوں اور اُن کی ماؤں سے ایک نہ دو پوری صد فیصد زبانی ہمدردی ہے اور اس عملی ہمدردی بھی ہے۔ جسکے اظہار کے لئے ہمارے وزیر منصوبہ پر منصوبہ بنائے چلے جا رہے ہیں۔ پہلا منصوبہ، دوسرا پنجسالہ منصوبہ اور تیسرا پنجسالہ منصوبہ۔ اب اس کو کیا کیا جائے کوئی منصوبہ بھی پھولتا اور پھلتا نظر نہیں آرہا ہے۔ بقول شاعر

ہر کام ادھورا رہا پورا نہ ہوا
وہ کونسا دعویٰ تھا جو جھوٹا نہ ہوا
وعدہ تیرا پنجسالہ منصوبہ تھا
دس سال کے بعد بھی جو ایفا نہ ہوا

اس کو قسمت کی خوبی کہئے یا کرموں کا پھل یا اہل غلب و تصرف اور بد دیانت عہدہ داروں کی مہربانی کہ جیسے جیسے منصوبے بنتے جا رہے ہیں ویسے ویسے گرانی، بے روزگاری افلاس، امراض، معاشی بدحالی، بے ایمانی، چور بازاری نفع خوری اور رشوت ستانی بڑھتی ہی جا رہی ہے۔

بچوں کی پرورش، تعلیم و تربیت، آرام آسائش، معیار زندگی کو بلند کرنا، بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلانا۔ یہ تو بعد کی باتیں ہیں۔ یہاں تو بچہ تولد ہونے کے بعد والدین کو فکر ہوتی ہے ــ

چہ خورد بامداد فرزندم

بچہ کی پیدائش ماں کے لئے، باپ کے لئے، معاشرے کے لئے، حکومت کے لئے، بوجھ بن جاتی ہے۔ حکومت چاہتی ہے کہ بچے کم پیدا ہوں۔ یا پیدا ہی نہ ہوں۔ ماں باپ چاہتے ہیں کہ بچے پیدا تو ہوں لیکن ہر پیدا ہونے والا بچہ اپنے ساتھ اپنا ازوقہ، چاول یا گیہوں کے بورے اور کرنسی نوٹوں کی گڈیاں لے کر پیدا ہو۔ تاکہ ماں باپ

کو بچے سکے لئے قوت لایموت کی فراہمی میں موت کا منہ دیکھنا نہ پڑے اور وزیر زراعت، وزیر رسد، وزیر صحت اور دوسرے وزیروں پر بھی بچے کی پیدائش بوجھ نہ بنے۔

بظاہر یہ ممکن نہیں کہ کوئی بچہ ماں کے پیٹ سے چاول کے بورے لے کر پیدا ہو۔ اس لئے یہ مناسب ہے کہ ہمارے عوام رضا کارانہ طور پر صرف پچاس سال کے لئے بچے پیدا کرنا قطعی موقوف کر دیں۔ پچاس سال اس لئے کہ ہمارے خیال میں منصوبے پچاس سال میں ضرور بضرور پایۂ تکمیل کو پہنچ جائیں گے۔ اور اس وقت بچوں کی پیدائش بار نہ ہوگی۔ ایک ہزار فوری میٹر پر ہم روحانی نشرگاہ سے بول رہے ہیں۔ ابھی جناب مبتصر صاحب تقریر فرما رہے تھے۔ اب ہمارے نشریات کا وقت ختم ہو چکا ہے۔ ہمیں آئندہ ہفتہ تک کے لئے اجازت دیجئے۔

جئے ہند

غزل

جناب امام الدین فدا مدیر "مضراب"

دوراں سے پوچھئے غمِ دوراں سے پوچھئے
جینے کی بات آج کے انساں سے پوچھئے

خود ناخدا نے کتنے سفینے ڈبو دیئے
آلامِ روزگار کے طوفاں سے پوچھئے

ہم نے جلائے دل تو ملی ہے یہ روشنی
صحنِ چمن میں جشنِ چراغاں سے پوچھئے

کتنے دراز ہیں ابھی دار و رسن کے ہاتھ
جبرِ حیات سے، شبِ زنداں سے پوچھئے

اشکوں کا حال، درد و الم کی نوازشیں
سوکھے لبوں سے، کانپتے مژگاں سے پوچھئے

کیوں ہے وطن میں رہ کے غریب الوطن فدا
یہ زندگی کے حالِ پریشاں سے پوچھئے

غزل

از جناب قمر ساحری صاحب معتمد بزم سعدی

(یہ غزل بزم سعدی میں پڑھی گئی)

خاکِ دکنم را به صفاهان چه فروشم
این نقدِ گرانم بتو ارزان چه فروشم

در کارگہ آہن و کبریت فروشان
تصنیف رخ و کاکلِ سبزان چه فروشم

ہر کس بجہان دیدم و شادست بحالش
در عہد خزف نیلم و مرجان چه فروشم

صد رنگیٔ اخلاص گل و لاله شناسم
آسودگیٔ خارِ مغیلان چه فروشم

قندِ سخنم روح نبات است ولیکن
در انجمن سرکه جبینان چه فروشم

چیزی که نثارِ تو کنم نیست بجانت
ای دشمنِ آرام دل و جان چه فروشم

ہر ذرّہ صحراست مرا گوش بر آواز
در شہرِ خرد چاک گریبان چه فروشم

میر دوستدار علی صولت

از:- جناب میر تقی علی رضا صاحب تقی عابدی

میر دوستدار علی نام صولت تخلص مولوی میر غلام سید صاحب عرف سید میاں صاحب مرحوم و مغفور ناظم اطراف بلدہ کے صاحبزادے نواب محبوب یار جنگ۔ ناظم الدولہ ناظم الملک بہادر کے حقیقی بھانجے ۱۰ ر رجب سنہ ۱۳۱۸ھ تاریخ ولادت اور ۶ ار ربیع الاول سنہ ۱۳۳۶ھ تاریخ انتقال۔ ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی اور بعد میں مدرسہ عالیہ میں شریک ہوئے۔ مڈل تک تعلیم حاصل کرکے مدرسہ چھوڑ دیا اور دینی تعلیم کی طرف رجوع ہوئے۔ اور اچھی خاصی عربی و فارسی کی استعداد حاصل کرلی۔ اپنے والد کے وظیفہ کے بعد سنہ ۱۳۳۴ھ میں تحصیلدار ہمنا باد مقرر ہوئے۔ سنہ ۱۳۳۵ھ کے طاعون میں اس موذی مرض میں مبتلا ہوئے۔ ڈاکٹر عبدالحسین ارسطو یار جنگ بہادر کے زیر علاج رہے۔ صولت طاعون سے بہت گھبراتے تھے اس لئے انہیں اصل مرض سے بے خبر رکھا گیا تھا۔ ایک روز ڈاکٹر عبدالحسین صاحب نے مرحوم کے سامنے ہی ایک نسخہ بتایا جس میں آیوڈین بھی شریک کی گئی تھی۔ مرحوم سمجھ گئے کہ انہیں طاعون ہے۔ تھوڑی دیر بعد مرحوم نے اپنی والدہ ماجدہ کو بہ اصرار اپنے پاس سے ہٹوایا اور خود رو بقبلہ ہوکر لیٹ گئے اور داعی اجل کو لبیک کہا۔

صولت مرحوم نے بہت ہی کم عرصہ میں دنیائے شاعری میں اپنا ایک مقام پیدا کرلیا تھا۔ سب سے پہلا سلام صولت نے سنہ ۱۳۳۰ھ میں لکھا۔ اس طرح آپ کی جملہ شاعری کی مدت صرف ۵ سال رہی۔ آپکا جو کلام دستیاب ہوا ہے اس میں گیارہ مکمل اور ۶ نامکمل سلام۔ ۶ مکمل اور ۹ نامکمل غزلیں ہیں جنکے ابیات کی تعداد ۳۱۱ ہے جنمیں سے بعض سلام اور غزلیں ۳۰۔ ۳۰۔ ۴۰۔ ۴۰ شعر کی بھی ہیں۔ صولت کا شمار تلامیذ الرحمٰن میں کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ آپ نے ایک غزل کے نیچے تحریر فرمایا ہے کہ "میں نے کسی سے اصلاح نہیں لی ہے۔" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرحوم نے کسی کی شاگردی قبول نہیں کی تھی۔ بندش کی چستی۔ طبیعت کا زور۔ روانی اور تخیل کی بلند پروازیاں۔ بتلاتی ہیں کہ آپ شاعر پیدا ہوئے تھے اگر موت نے مہلت دی ہوتی تو یقیناً آپ آسمان ادب پر آفتاب کی طرح جگمگاتے۔ آپ کی شاعری چونکہ ابھی اپنے "تغیر خوارگی" کے دور سے بھی آگے بڑھنے نہیں پائی تھی۔ اس لئے اپنے زمانہ کے ماحول سے آپ متاثر اور قدیم رنگ کے پیرو تھے۔ مگر اکثر مقامات پر آپ کا فطری رجحان "پرانی ڈگر" سے علحدہ نظر آتا ہے۔

صولت نے مذہبی شاعری سے اپنے فطری ذوق کی تسکین کا آغاز کیا۔ پہلا سلام کا مطلع فرماتے ہیں۔ جسکو آل نبی سے الفت ہے ؛ اسکے حصہ میں سیر جنت ہے۔ صولت کا یہ پہلا سلام ہے۔ پھر بھی انداز بیاں

کی ندرت۔ جستی اور زورِ طبع کے ساتھ تو بدا فی دیکھیے
بس گئی فاطمہؑ کے پھولوں سے! واہ کیا کربلا کی قسمت ہے
دلبند ساقیِ کوثر کا۔ پیاسا، قتل ہو جانا قیامت نہیں تو کیا ہے۔

ہو جو فرزند ساقیِ کوثر! قتل پیاسا ہو وہ قیامت ہے
پیغمبر اور امام چاہے حیاتِ ظاہری رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو پیغمبر اور امام ہے۔ دیکھیے کس عالمانہ انداز اور بے ساختگی سے اس حقیقت کو ظاہر فرمایا ہے اور کتنا تغزل

سبب سروں کے ہے آگے شاہ کا سر! بعد مرنے کے بھی امامت ہے
صولت کا یہ پہلا سلام ہے جو ۱۵ ابیات پر مشتمل ہے۔ اہلِ نظر اندازہ فرما سکتے ہیں صولت کی بے وقت موت نے اردو ادب کو کس قدر ناقابلِ تلافی نقصان پہنچایا۔ رشید لکھنوی کا مشہور غزل "ہر جا دیدۂ ارباب دل مضطر نکلتے ہیں" پر جو سلام صولت نے کہا ہے اس کا ایک شعر ہے۔

ہوئے ہیں کربلا میں شہ کی دعوت سے عجب سامان
کہیں تیغیں نکلتی ہیں کہیں خنجر نکلتے ہیں
فکر کا اچھوتا پن دیکھنے کی چیز ہے۔

دوشِ خاتم المرسلین پر دونوں نواسے جلوہ افروز ہیں۔ اس منظر کو شاعر کی نظر سے دیکھیے۔ اور اس میں لفظ خاتم کی معنویت پر غور فرمائیے۔

تجھے ایسے دوشِ احمد پر نواسے! ہوں اک خاتم میں جیسے دو نگینے
شہیدِ کربلا جب عازمِ میدان ہو رہے تھے تو آپ فرقِ مقدس پر عمامہ "مصطفوی" اور ہاتھ میں ذوالفقارِ حیدری تھی۔ یہ تو نانا اور باپ کی نشانیاں تھیں۔ مگر "مادرِ گرامی" کی بھی کوئی نشانی آپ نے زیبِ تن فرمائی

تھی۔ اگر اس کا جواب اثبات میں ہے تو وہ کیا چیز تھی؟ صولت کی زبان سے سنیے۔

ہوا اہلِ حرم میں غل چلے شبیر مرنے کو
کمر سے جب کسی فاطمہ زہراؑ کی چادر سے

طرح تھی "حیاتِ جاویداں ہے کربلا میں جا کے مر جانا" صولت مرحوم کا مصرع سب سے بہتر تسلیم کیا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ شاعر عوام کا ترجمان ہوتا ہے کیا آپ کو اس حقیقت سے انکار ہے

تمہارے واسطے آبِ بقا بہر لئے اے خضر
حیاتِ جاویداں ہے کربلا میں جا کے مر جانا

حبیب ابن مظاہر جیسے عاشقِ حسینؑ کے جذبات کی کتنی سچی تصویر کھینچی ہے۔

کہہ رہے تھے جوش میں یہ صبحِ عاشورہ حبیب
صفحۂ ہستی پر آج اعدا نہیں یا ہم نہیں

صولت مرحوم کا نام "دوستدارِ علیؑ" تھا۔ امیرالمومنین علیہ السلام بھلا کس طرح اپنے دوست کو مضطرب چھوڑ دیتے۔ فرماتے ہیں۔

قبر کی ظلمت سے گھبراتا تھا دل صولت مگر
آ گئے امداد کو حیدر اجالا ہو گیا

سلام کی طرح تھی "سینے جو بلبلِ سدرہ مرے ترانوں کو" دیکھیے کیسے کیسے شعر نکالے ہیں۔

ولائے حیدرِ صفدر سے ہیں جو مالا مال
وہ آنکھ اٹھا کے نہیں دیکھتے خزانوں کو
غمِ حسینؑ گرا دیتا تاک سر لیکن
سنبھالا صبر نے عابدؑ کے آسمانوں کو
شہید ہو گئے عباسؑ و قاسمؑ و اکبرؑ





قضا نے مارا ہے جن جن کے کہا جوانکو
غلط ہے۔ مدعا نہیں دو دم کیلئے بچے
بہت غم دلاتا ہے اضطراب زبانوں کا

غزلیات۔
شاعری کی ۵۔۶ سالہ عمر بھی کوئی عمر ہوتی ہے مگر جنہیں مبدو فیاض سے عطا ہوتی ہے اس کے لئے مشق و مشقت کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ اصل چیز ہے "دی گفٹ" آئیے اسی اصول پر صولت کی غزلوں پر ایک نظر ڈالیں۔
اپنی پہلی غزل کے مقطع میں فرماتے ہیں۔
چھوڑدو شاعری کو تم صولت ؛؛ ہو گئی یہ ختم تیرے مرزا پر
اس سے دو باتوں کا پتہ چلتا ہے۔ ایک یہ کہ صولت فن شاعری کی مشکلات سے اچھی طرح واقف تھے۔ دوسرے آپ کی افتاد طبع کیا تھی۔ چنانچہ اکثر غزلوں میں یاسیت کی جھلکیاں جگہ جگہ نظر آتی ہیں زمانہ کی شکوہ سنجی ہر شاعر نے کی ہے مگر صولت کی قناعت پسندی ملاحظہ ہو۔
بُرے طور سے یا بھلے طور سے ؛؛ زمانہ ہمارا گزرتا تو ہے
زلف کو سانپ سے سبھی نے تشبیہ دی ہے۔ اور عارض روشن کو مصحف۔ زلف و عارض صولت کی زبان سے سنئے۔
میں نے کہا رخسار پہ گیسو ہیں تو بولے
مدت سے رہا کرتے ہیں اس بن میں یہ کالے
دنیا میں ہزاروں دکھ اور درد ایسے ہیں جن کے علاج سے طب کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ مگر یہ حقیقت نگاری دیکھئے
درد ہو تو دوا کرے کوئی ؛؛ ہجر کے دکھ کو کیا کرے کوئی
۳ شعر کی ایک نامکمل غزل ہے۔ کلام میں جس صداقت کا اظہار ہے اس سے کون انکار کر سکتا ہے
عزت و نام و نشان دنیا میں کیا ملتا نہیں
سب تو ملجاتے ہیں لیکن باوفا ملتا نہیں
شعر کی جدت اور انداز بیان کا نرالا پن ملاحظہ ہو۔
میٹ دوں میں میٹ دوں سو بار اسکو میٹ دوں
کیا کروں مجھکو مقدر کا لکھا ملتا نہیں
ایک کو دوسرے سے ممیز کرنے والی چیز طرز ادا اور ندرت بیان ہی تو ہے۔ صولت کے اس شعر کی جدت و ندرت ملاحظہ کیجئے۔ اور فنا کی اس منزل کا لطف اٹھائیے۔ جہاں نقش قدم تک نہیں ملتے۔
اس قدر محو و فنائے عشق ہستی ہوگئی
پاؤں تو رکھتا ہوں لیکن نقش پا ملتا نہیں
صولت نے ایک غزل بڑی اچھوتی زمین میں شروع کی تھی۔ جسے وہ مکمل نہ کر سکے۔ انتظار کی کتنی سچی تصویر اور کتنا دردانگیز شعر ہے۔
گزاری اسطرح میں نے شب ہجر اپنی اے صولت
کبھی لیٹا بچھونے پر تڑپ کر گاہ اٹھ بیٹھا
دنیا میں ہمیشہ چراغ ہی سے چراغ جلتے ہیں۔ غالب نے درد کے حد سے گزرنے کو دوا قرار دیا ہے۔ صولت نے بھی اسی مضمون سے استفادہ کیا ہے مگر بے ساختہ پن ملاحظہ ہو۔
میرے دل کا درد جب حد سے سوا ہو جائیگا ؛؛ پھر دوا کی کیا ضرورت خود دوا ہو جائیگا
غزل "تعریف" معشوق سے بات چیت "کیلئے ہے۔ اب غزل کا ایک شعر سنئے
ہائے میرا پوچھنا پھر بھی ملینگے آپ ہم ؛؛ انکا کہنا ہاں اگر حکم خدا ہو جائیگا
یہ غزل طرحی ہے۔

طرح تھی۔ ایک دن یہ ساز ہستی بے صدا ہو جائیگا
صولت کا مصرع دیکھئے۔

پی لے تم آب بقا غافل نہ رہنا اے خضر
ایک دن یہ ساز ہستی بے صدا ہوجائیگا

۱۲ شوال ۱۳۳۳ھ کو صولت مرحوم نے پہلا اور آخری مشاعرہ منعقد کیا تھا۔

طرح تھی۔ اب کے بھی دن بہار کے یوں ہی گزر گئے

اس مشاعرہ میں خویش حضرت داغ جناب نادان بھی تشریف فرما تھے۔ جنہیں حضرت داغ کی جانشینی کا شرف بھی حاصل تھا۔

صولت نے جب طرح پر اپنا مصرع پڑھا تو اسکو حاصل مشاعرہ قرار دیا گیا۔

اے سرو تجھکو بار نہ آیا ہزار حیف
اب کے دن بہار کے یوں ہی گزر گئے

اور جب مرحوم نے مقطع پڑھا

خالی زمانہ ہوگیا اہل جنوں سے اب
سنتے ہیں آج حضرت صولت بھی مرگئے

تو حضرت نادان بےچین ہوگئے۔ کہنے لگے صاحبزادے جیتے رہو۔ چشم بد دور۔ مگر بیٹا یہ شعر تمہارے کہنے کا نہ تھا۔

صولت کی یہی آخری غزل تھی۔ پورے ۵ مہینے کے بعد صولت نے عین عالم جوانی میں اس دار فانی سے منہ موڑ لیا۔ اور زمانہ صولت کے ہی لفظوں میں اہل جنون سے خالی ہوگیا۔ رہے نام اللہ کا۔

سیاست اعلیٰ سماج کا ترجمان اور صاحب ذوق کا اخبار ہے

عیدالضحیٰ کی عام تعطیل!

حکومت نے اعلان کیا ہے کہ عیدالضحیٰ (بقرعید) کے موقع پر جمعہ ۲۶ رمئی ۱۹۶۱ء (۵ رجیشٹا ۱۸۸۳ ساکا) کو ساری ریاست آندھرا پردیش میں عام تعطیل ہوگی۔ اس روز ریاست کے تمام سرکاری دفاتر بند رہیں گے۔

(اطلاعات)

افسانہ

پھول کی تنہائی

از جناب کرشن چندر صاحب ایم اے

"تمہیں کس طرح کا مکان چاہئے؟"
کرائے کے مکانوں کے دلال نے مجھ سے پوچھا۔ وہ مجھ سے تم کہہ کر کبھی مخاطب نہ ہوتا۔ لیکن اس نے میری بوسیدہ پتلون پر نظر ڈال لی تھی۔

"مجھے ایسا مکان چاہئے جس میں کمرہ تو چاہے ایک ہو۔ لیکن اس کے ساتھ غسل خانہ ہو۔ سامنے لان ہو۔ لان میں ہری گھاس ہو اور ہری گھاس کے کنارے پھول ہوں۔"

"پھولوں کے درمیان دھوپ کھانے والی چھتری ہو اور چھتری کے نیچے ایک حسینہ بیٹھی ہو!؟" دلال نے تصویر مکمل کی "مسٹر! تمہیں مکان تلاش کرنے کے بجائے اپنی عقل کا بیمہ کرانا چاہیئے۔"

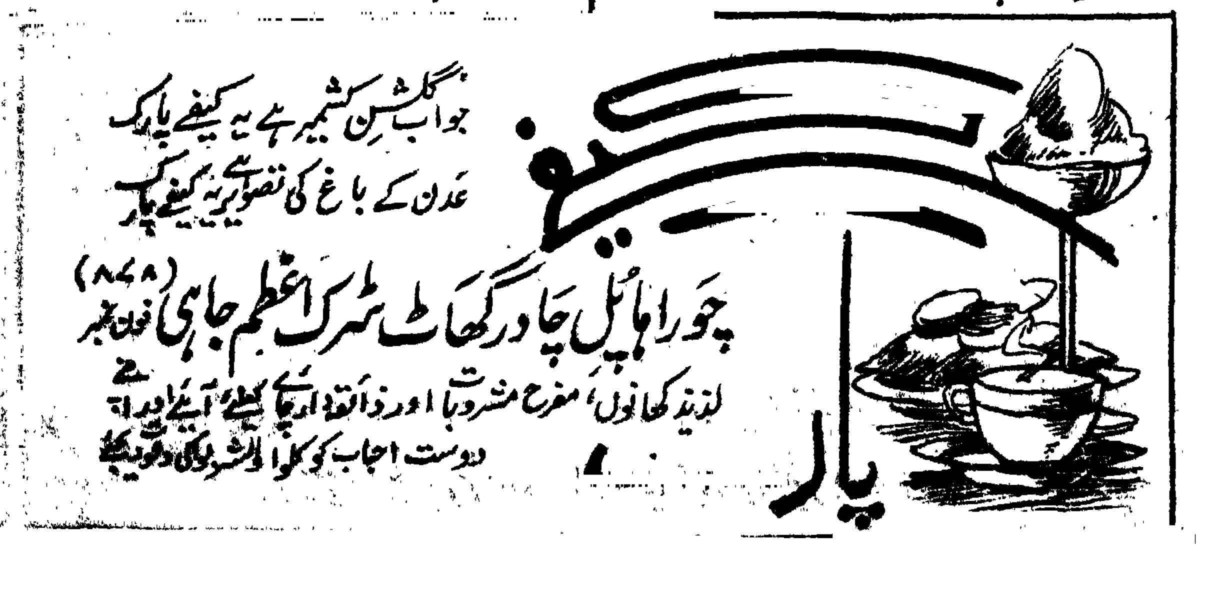
آدمی سمجھدار معلوم ہوتا ہے۔ میں نے مکانوں کے دلال کی طرف تعریفی نگاہوں سے دیکھ کر سوچا۔

دلال نے میرے قریب آکر بہت آہستہ سے پوچھا۔
کرایہ کیا دو گے؟
"پچیس روپے!"
پچیس روپے؟ دلال زور سے چیخا۔ پچیس روپے میں صرف گھاس آ سکتی ہے! مکان نہیں۔۔۔۔۔
میں نے کہا۔

میں نے تمہیں مکان دکھانے کیلئے تین روپیہ ادا کر دیئے ہیں یہ بات تمہیں رقم وصول کرنے سے پہلے کہنی چاہئے تھی۔ اب سیدھے سیدھے مکان دکھاؤ۔"

دلال تین روپوں کی رسی سے بندھا ہوا ایک لول ٹٹو کی طرح چلنے لگا میں نے سوچا۔ ہر شخص کے گلے میں ایک رسی ہوتی ہے۔ تین روپے والی یا تین سو والی یا تین ہزار والی یا تین لاکھ والی۔ لیکن رسی ہر ایک کے گلے میں ہوتی ہے۔ یوں تو مجھے بھی اپنے گلے کے لئے ایک رسی کی تلاش تھی لیکن رسیہ والی نہیں، پھانسی والی! میں نے مرجانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

چلتے چلتے میرے دل نے مجھ سے پوچھا۔
جب تم مرجانے کا فیصلہ ہی کر چکے ہو تو مکان تلاش کرنے کی کیا ضرورت ہے؟"
میں نے اپنے دل سے کہا۔
تم بیچ میں مت بولو۔ تمہاری وجہ سے میں اس حالت کو پہنچ گیا ہوں۔ تمہاری وجہ سے میں نے غلط عورت سے محبت کی اپنے لئے غلط پیشہ اختیار کیا۔ اپنے دوست غلط چنے۔ ساری عمر غلط ڈگرے پر چلا۔ اب تم میرے اور میری موت کے درمیان بولنے والے کون ہوتے ہو ۔۔۔؟"
"میں بولتا کہاں ہوں؟" دل نے کہا انتہائی انکسار سے



یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آخر جب مرنا ٹھہرا تو مکان تلاش کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ کیوں نہ ایک پیڑ تلاش کر لیا جائے۔ ایک دریا۔ ایک جھیل۔ یا ریل گاڑی کا گھومتا ہوا پہیہ یا کوئی تیز سا چمکتا ہوا خنجر ــــ!"

"تم بڑے احمق ہو!" میں نے دل سے کہا۔ آج تک تم یہ نہ سمجھ سکے۔ مجھ جیسا انسان ایک عامیانہ اور سستی قسم کی موت کیسے مر سکتا ہے۔ میں ایک پیارا فروزموت چاہتا ہوں۔ ایک خوبصورت کمرہ۔ لیمپ شیڈ کی مدھم مدھم سنہری روشنی میں میرے ہاتھوں میں چھلکتا ہوا آخری جام۔ چھت کے پنکھے کے ہک سے لٹکتی ہوئی ریشمی ڈوری میں میرا جھولتا ہوا جسم۔ اور کھڑکی کے باہر ایک خوبصورت لان۔ لان میں ہری ہری گھاس۔ گھاس کے کنارے پھول۔ دھوپ کھانے والی چھتری کے نیچے بیٹھی ہوئی حسینہ۔ چاہے وہ ہمسائے کی بیوی ہی کیوں نہ ہو۔"

"مگر رات کو دھوپ کہاں سے آئے گی اور وہ حسینہ رات کے وقت کھلی چھتری میں کیونکر تمہارے لئے ٹھہرے گی؟" دل نے پوچھا۔

"تو میں دن میں خودکشی کر لوں گا۔" میں نے دل سے کہا "مگر تم اب چپ ہو جاؤ۔"

دل چپ ہو گیا۔

سامنے ایک مکان بھی آ گیا۔

عمدہ مکان تھا۔ ایک لہریئے دار سیڑھی پر چڑھ کر پہلی منزل پر ایک خوب صورت سا کمرہ تھا۔ ہر دیوار کا رنگ الگ تھا۔ گہرے گولڈ، نارنجی، قرمزی دیوار گیر عارڈروب نیلے پتھر والا آتشدان۔ ایک ملحقہ کمرہ اور بھی تھا۔ دیواریں زرد گلابی۔ بنفشی اور ماژون رنگ کی اس کمرے کے ایک طرف بار بنی ہوئی تھی۔ اس سے ملحق ایک اور کمرہ تھا اس میں دو وارڈ روب تھے۔ ایک میرے لئے اور ایک میری بیوی کے لئے۔ دو دیوار گیر آئینے تھے۔ پہلے دو سال عشق کرنے کیلئے اور اس کے بعد ساری زندگی منہ چڑانے کے لئے۔ میرا فرش پر ایلنے سلیپر گندے بیٹی کوٹ اور بچے کی... سارا کمرہ اس قدر خوش آئند تھا کہ میں جلدی سے دروازہ کھول کر ملحقہ غسل خانے میں داخل ہو گیا۔

غسل خانہ بہت بڑا، صاف اور ستھرا تھا۔ فرش پر سفید ٹائلیں، دیواروں پر ہلکے نیلے رنگ کی ٹائلیں۔ ہرے رنگ کی واش بیسن اور اسی رنگ کا باتھ ٹب۔ سامنے کھڑکی سے نچلی منزل کا برآمدہ اور برآمدے سے باہر کا لان نظر آتا تھا۔ جس پر ہری ہری گھاس کے کنارے پھول کھلے ہوئے تھے۔ ان کے قریب سات رنگوں والی دھوپ چھتری کے نیچے ایک سترہ اٹھارہ برس کی حسینہ دنیا کا عظیم ترین ادب یعنی ایک جاسوسی ناول پڑھ رہی تھی۔

میں نے خوش ہو کر کہا۔

"واہ!" خودکشی کرنے کے لئے کس قدر عمدہ جگہ ہے۔" پھر میں مڑ کر دلال سے پوچھا۔

"اس کا کرایہ کتنا ہو گا؟"

"چار سو روپے!"

"احمق!" میں نے برافروختہ ہو کر کہا۔ "میں نے تم سے پچیس روپے والا مکان دکھانے کو کہا تھا!"

دلال مجھ سے کچھ کہے بغیر سیڑھیوں سے نیچے اتر گیا۔

دوسرا مکان جو دلال نے مجھے دکھایا وہ بھی اچھا خاصا تھا۔ پہلے مکان کا سازوسامان تو اس میں نہ تھا۔ نہ وہ تاثرات کی کیفیت۔ نہ دیواروں کا وہ رنگ و روپ مگر عمدہ اور صاف

ستھرا ضرور تھا۔ کمرے صرف دو تھے۔ مگر دونوں ایک ہی غسل خانے میں کھلتے تھے۔ ایک طرف کچن تھا۔ کچن سے باہر برآمدہ اور برآمدے کے نیچے ایک خوشنما صحن میں ہری ہری گھاس اُگی ہوئی تھی۔

"اس میں پھول کہاں ہیں؟"

میں نے دلال سے پوچھا۔

"پھول تم خود اُگا سکتے ہو" وہ بولا۔ دھوپ والی چھتری خرید سکتے ہو۔ چھتری کے نیچے تم کسی حسینہ کی بجائے اپنی بیوی کو بٹھا سکتے ہو"

"پھول اُگانے کے لئے میرے پاس وقت نہیں ہے"

میں نے کہا" دھوپ والی چھتری کے لئے میرے پاس پیسے نہیں ہیں۔ اور بیوی؟ میاں! اگر میرے پاس بیوی ہوتی تو میں مکان ڈھونڈتا؟ ایک کمرہ ڈھونڈتا ہوں! اچھا خیر! جس کام کے لئے مجھے یہ مکان چاہئے اس کے لئے یہ بھی ٹھیک رہے گا میں گھاس پر پھولوں کا ایک گملا رکھ دوں گا۔ گملے کے اوپر دھوپ والی چھتری کے بجائے اپنی کالی بوسیدہ سیاہ برساتی چھتری رکھ دوں گا۔ اور اس کے اندر ایک حسینہ کا تصور بھی کر لوں گا۔ مگر اس کا کرایہ کیا ہوگا؟"

"ڈھائی سو روپے!"

"احمق ڈھائی سو والا مکان کیوں دکھاتے ہو۔ مجھے صرف پچیس روپے والا مکان چاہئے"

دلال نے میری بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ چپکے سے مکان کے باہر ہوگیا۔

تیسرا مکان جو میں نے دیکھا اس میں سب سے پہلے غسل خانہ آتا تھا۔ پھر سیڑھیاں چڑھ کر ایک کمرہ آتا تھا۔ کمرے سے ملحق ایک کچن بھی تھا۔ حالانکہ غسل خانہ ہونا چاہئے تھا۔

جب میں نے دلال سے پوچھا تو اس نے کہا۔

"اس علاقہ میں جتنے مکان بنے ہوئے ہیں ان میں رہنے والے کمرے کے ساتھ ہی کچن رکھا گیا ہے! اور غسل خانہ سیڑھیوں میں!"

"یہ کیوں؟"

"یہ اس لئے کہ عورت کچن میں رہ کر ہر وقت اپنے شوہر پر نظر رکھ سکتی ہے۔ دیکھو اس کچن سے ساتھ والا کمرہ نیچے جانے والی سیڑھی اور سیڑھی کے سامنے کا غسل خانہ تک نظر آتا ہے"

"میں نے کہا خیریت گزری میں نے کبھی کوئی بیوی نہیں پالی اس لئے میں کسی کی نگہبانی سے نہیں ڈرتا۔ رہا غسل خانے کے دور ہونے کا سوال۔ تو میرا کیا ہے۔ میں غسل خانے کو کچن اور کچن کو غسل خانے کی طرح استعمال کر لوں گا۔ مجھے تو دونوں ایک ہی طرح کے بنے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔

"دلال نے میری فراست کی داد دیتے ہوئے کہا۔

"وہ آپ جانے یا آپ کا جانے۔ اگر یہ مکان آپ کو پسند ہے تو نکالئے سو روپے!"

"سو روپے!؟" میں نے چیخ کر کہا۔ "کیسے سو روپے!"

"سو روپے اس کا ماہانہ کرایہ ہوگا"

"ارے بھائی! میں نے ہاتھ جوڑ کر دلال سے کہا۔ میں نے تمہیں صرف پچیس روپے والا مکان دکھانے کو کہا ہے اور تم ہو کہ سینکڑوں کی بات کرتے نہیں تھکتے"

دلال نے کہا۔

"میرا کام تو آپ کو مکان دکھانا ہے۔ کیا معلوم آپ کو کونسا مکان پسند آجائے۔ یہاں میں نے اکثر لوگوں کو دیکھا ہے کہ پچیس روپے والا مکان ڈھونڈنے آتے ہیں اور چار سو

والا مکان لے لیتے ہیں - ایسے بھی دیکھے ہیں کہ چار سو والا مکان لینے نکلتے ہیں اور پچیس روپے والے مکان پر قانع ہو جاتے ہیں - گاہک کا کوئی پتہ نہیں چلتا -

اب دلال جس بلڈنگ کے اندر مجھے لے گیا وہ پانچ منزل والی اور جہاز نما تھی اور اس کی چھت کے کنگر بنے کے چھجے پر ایک دخانی جہاز کی تصویر بنی ہوئی تھی - اور اس پر لکھا تھا -

دلال نے کہا -

" اس بلڈنگ کے اندر گوشت کھانا منع ہے - پیاز کھانا منع ہے - شراب پینا منع ہے ! "

" تو یہاں بیوی کے ساتھ رہنا بھی منع ہوگا ؟ " میں نے پوچھا " دلال حیرت سے میری طرف دیکھنے لگا " پھر یہاں سوچنا بھی منع ہوگا - آسمان کی طرف تکنا بھی منع ہوگا - زور سے قہقہہ لگانا بھی منع ہوگا - کندھے پر تولیا ڈال کر اور دروازے پر کھڑے ہو کر سیڑھیوں سے اترتی ہوئی کسی شوخ و شنگ حسینہ کو دیکھنا بھی منع ہوگا - مسٹر میں مکان دیکھنے آیا ہوں - ونوبھا آشرم میں داخلہ لینے نہیں آیا ——— ! "

یہ کہہ کر میں مکان سے باہر ہوگیا -

دلال شرم سے سر جھکائے میرے پیچھے آگیا -

اب دلال مجھے جس مکان میں لے گیا وہ واقعی بیس روپے والا مکان معلوم ہوتا تھا - نہ لان نہ گھاس نہ پھول - چوتھی منزل پر ایک کمرہ تھا - کھڑکیوں پر لوہے کی موٹی موٹی سلاخیں لگی ہوئی تھیں تاکہ مالک مکان کے تقاضوں سے گھبرا کر کرایہ دار کود نہ سکے - دیواروں پر تیس برس کی پرانی سفیدی تھی جو اب سیاہی میں تبدیل ہو رہی تھی - چھت کے سیاہ جالوں کے درمیان ایک بجلی کا پرانا پنکھا لٹک رہا تھا -

میں نے بھی اپنے تصور میں منظور کر لیا تھا کہ چلو لان نہ سہی - گھاس نہ سہی ، پھول نہ سہی ، حسینہ نہ سہی اس کمرے میں پنکھے کا ہک تو ہے جس سے لٹک کر جان تو دی جا سکتی ہے

" مگر غسل خانہ کہاں ہے ؟ "

" وہ ساتھ ہے ! "

دلال نے ایک کونے کے دروازے کی طرف اشارہ کیا -

میں جلدی سے غسل خانے میں گھسا - غسل خانے میں بڑی بڑی آنکھوں والی ایک مجسم تبسم عورت ذبح شدہ مرغی کے پر نوچ رہی تھی - مجھے دیکھتے ہی وہ غنچہ دہن ہنس دی - اور جب اس کا موٹے موٹے ہونٹوں والا اٹھارہ انچ لمبا غنچہ پوری طرح کھلا تو مجھے اس کے اندر پان کی پیک میں رنگے ہوئے دانت بہت خطرناک دکھائی دیئے - میں گھبرا کر پیچھے کو لوٹنے والا ہی تھا کہ اس کا فرلانگ اپنے پہاڑ جیسے کولھے مٹکا کر کہا -

" تم نئے کرایہ دار معلوم ہوتے ہو ؟ "

" معلوم ہوتا ہوں کہ نہیں ، البتہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہا ہوں یہ غسل خانہ کس کا ہے آپ کا یا میرا ؟ "

" یہ ہم دونوں کا ہے - تمہارا بھی اور میرا بھی ! "

" تمہارا بھی اور میرا بھی " اس نے کچھ ایسے انداز سے کہا جیسے زندگی بھر کا میرا اور اس کا رشتہ پکا ہو گیا ہو - میں نے گھبرا کر ایک قدم اور پیچھے ہٹایا - اس نے فوراً ایک قدم آگے بڑھا کر کہا -

" تم آجاؤ - فکر نہ کرو ہل جل کر گزارہ کر لیں گے - "

یہ کہہ کر وہ میری طرف دیکھ کر مسکرائی - میں گھبرا کر دروازے میں پہونچ گیا - اس نے مرغی کا آخری پر زور سے نوچ کر اپنے

اپنے شکنجے میں لے لیا۔ اور اُس سے دانت صاف کرتے ہوئے بولی۔

"اب پچاس رُوپے میں مالک مکان کمرے کے ساتھ الگ غسل خانہ دینے سے تو رہا۔"

میں نے بلڈنگ سے باہر آ کر دلال سے کہا۔

"اگر تم مجھے پچیس رُوپے والا مکان نہیں دکھا سکتے تو میرے تین روپے واپس کردو۔"

دلال نے کہا۔

شریفوں کے علاقہ میں تو پچیس رُوپے والا مکان نہیں ملسکتا۔ وہاں اگر آپ کو گندی بستی میں رہنے پر اعتراض نہ ہو تو میں آپ کو پچیس روپے والا مکان دلاسکتا ہوں۔"

"چلو چلو مکان دکھاؤ باتیں نہ بناؤ۔"

وہ مجھے گندی بستی میں لے گیا جو شہر کا سب سے گندہ علاقہ تھا جہاں شہر کے نہایت غریب لوگ رہتے تھے۔ جہاں تنگ گلیاں تھیں۔ غلاظت کے انبار تھے۔ کھلی موریاں تھیں۔

پھر اُس نے گندی بستی کے دلال کو الگ لیجاکر کچھ باتیں کیں۔ پھر وہ دونوں میرے پاس واپس آئے اور میرے دلال نے مجھ سے کہا۔

"یہ کہتا ہے اس بستی میں پچیس روپے والا مکان نہیں ہے۔"

"تو پھر کس کرائے کا مکان ہے؟"

"سولہ روپے والا مکان ہے۔"

"تو سولہ روپے والا ہی مکان دکھاؤ۔"

"سولہ روپے والے مکان بھی خالی نہیں ہیں۔ البتہ ایک ہے۔ لیکن وہ تمہارے لائق نہیں۔"

"میرے لائق کیوں نہیں؟" میں نے گندی بستی کے دلال کی جانب دیکھ کر پوچھا۔

گندی بستی کے دلال نے اپنی ٹھوڑی کھجا کر کہا۔ "صاحب! اس کھولی کا کرایہ دار سل ہی مرگیا۔"

"تو بہت اچھا ہے۔ کھولی خالی تو ہوگئی۔"

"ہاں خالی تو ہوگئی صاحب۔" گندی بستی کا دلال اپنی کہنی کھجا کر بولا۔ "مگر وہ کرایہ دار اپنی طرح ہی ایک غریب مجدور (مزدور) تھا اور چوڑیوں کے کھار کھانے میں کام کرتا تھا۔"

"مزدور تھا تو کیا ہوا۔ آخر وہ چوڑیاں بناتا تھا چوریاں تو نہیں کرتا تھا؟"

"نہیں صاحب یہ بات نہیں ہے۔" گندی بستی کا دلال اپنی کمر کھجاتے ہوئے بولا۔ "تھا تو وہ چوڑی بنانے والا۔ مگر دھونکنی دھونکتے دھونکتے اور جلتی ہوی ریت پھانکتے پھانکتے وہ بیمار ہوگیا۔"

"تو اس میں کیا ہے۔ ہر ایک آدمی اپنی زندگی میں بیمار ہوتا ہے اور کسی نہ کسی وجہ سے بیمار ہوتا ہے چاہے وہ ریت پھانکنے سے یا زیادہ کھانے سے بیمار ہوا۔"

"تم سمجھتے نہیں ہو صاحب!" گندی بستی کا دلال اپنی ران کھجاتے ہوئے بولا۔ "بات اصل میں یہ ہے کہ اس کو بخار ہو گیا تھا جس کو تم لوگ تپ دق بولتے ہو۔ اور وہ اس کھولی میں پانچ سال بیمار رہا۔ اور کام کرتا رہا اور اپنے جینے کے لئے لڑتا رہا۔ کیونکہ اس کے چار بچے تھے اور ایک بیوی تھی۔ جب وہ مرگیا تو اُس کی بیوی اور بچے یہ کھولی خالی کر گئے۔ کیونکہ وہ سولہ روپے کرایہ نہیں دے سکتے تھے۔ وہ شہر کے باہر جھونپڑوں میں چلے گئے۔ جہاں اینٹ ڈھونے والے رہتے ہیں۔ اس لئے میں تم کو بولتا ہوں کہ یہ

کھولی کھالی تو ہے، پر تمہارے لائق نہیں ہے"
چھوٹی سی کھولی تھی۔ تاریک دیواریں۔ چرچراتا ہوا دروازہ۔ زنگ آلود کنڈی۔ کھڑکی کی زنگ آلود سلاخیں اور اُن آہنی سلاخوں کے باہر گندی اینٹوں والی موری میں نے باہر سے نظر ہٹا کر پھر اندر دیکھا تو ایک کونے میں پانی کا نل نظر آیا جس کے منہ میں میلی دھجیاں ٹھونسی گئی تھیں پھر بھی ان دھجیوں کے آخری سرے سے پانی سبزی مائل فرش پر تڑپ تڑپ کرکے بہہ رہا تھا جیسے خون جسم سے بہتا ہو۔
پھر مجھے کونے میں مٹی کا ایک گملا نظر آیا جس میں گلاب کی شاخ پر صرف ایک پھول تھا۔ گلاب کا ایک بہت بڑا سرخ پھول......
"یہ کیا ہے؟"
گندی بستی کا دلال اپنے پیلے پیلے دانت نکال کر ہنستا ہوا بولا "یہ تمہارے لئے ہے صاحب۔"
"میرے لئے؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔
"ہاں صاحب!" دلال نے کہا "مرتے سمے مرنے والے نے کہا تھا جو کوئی میری جگہ اس کمرے میں آئے اُسے یہ گملا دے دینا اور اُسے بولنا کہ ہر روز اسکی مٹی میں پانی دے جس سے یہ گلاب کا پودا ہرا رہے۔ یہ گلا تھا وہ!
یکایک میرے سارے بدن میں جھرجھری سی دوڑی اور مجھے کانپتا ہوا چھوڑ گئی۔ میں اُن تاریک دیواروں میں گھورے ہوئے اسی گلاب کے پھول کو دیکھنے لگا۔ چاروں طرف گھٹن اور سیلن اور نا اُمیدی۔ اور یہ پھول اکیلا...... اندھیرے میں اور گندگی میں اور بھوک میں اور بدصورتی میں یہ پھول اکیلا... تنگی اینٹوں والے طاقچے میں۔ مکڑی کے لٹکتے ہوئے غلیظ جالوں میں۔ زنگ آلود آہنی سلاخوں کے درمیان یہ پھول اکیلا..... انسان کے دل میں اُگتا ہوا اور انسان کے حوصلے اور بہادری اور عظمت کی طرح سربلند۔ فطرت سے لڑتا ہوا۔ موت پر ہنستا ہوا...
لیکن یہ پھول مرجائے گا۔ ایک دن پھول مرجھا جائیگا میں نے سوچا اس کھولی کی غلیظ گھٹن اس کی ساری تازگی چوس لے گی۔ یہ تاریکی اس کا رنگ روپ چھین لے گی۔ اس اس پر مکڑی کے جالے پھیل جائیں گے۔ اور یہ سیلی ہوئی دیواریں چاروں طرف سے تازہ ہوا روکے رہیں گی۔ اور یہ پھول مرجھا جائے گا۔ بے شک یہ پھول مرجھا جائے گا۔ جیسے وہ چوڑی والا مزدور مرگیا تھا۔
لیکن یہ پھول زندہ رہے گا!
اور ہر روز لاکھوں کروڑوں آدمیوں کے دلوں میں اُگے گا جو چوڑی بناتے ہیں، ڈنڈ جاتے ہیں۔ کرگھا چلاتے ہیں اور اینٹ اس طرح رکھتے ہیں جس طرح محبت کرنے والا انسان بوسے پر بوسہ رکھتا ہے۔ یہ پھول ہر روز ان انسانوں کے دلوں میں اُگے گا۔ اور زندگی اور اُس کی مسلسل جدّ وجہد کا جادو جگائے گا—!
یہ پھول کبھی نہیں مرسکتا!
میں نے وہی کھولی کرائے پر لے لی ہے —— اور اُس دن سے وہیں رہتا ہوں ——!!

صدر کینیڈی کا خارجہ امدادی پروگرام

صدر کینیڈی نے خارجہ امداد سے متعلق امریکی کانگریس کے نام جو پیغام بھیجا ہے اس میں انہوں نے خارجہ امداد کے متعلق ایک نیا دستور کار اختیار کیا ہے۔ امریکی افسروں کا بیان ہے کہ پچھلے خارجہ امدادی پروگراموں کا مقصد خاص تقاضوں کو پورا کرنا تھا۔ سنہ ۱۹۴۱ء کا اُدھار پٹے کا پروگرام ایک ایسی مشکل صورت حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے جاری کیا گیا تھا جو دوسری عالمی جنگ کے ساتھ پیدا ہوگئی تھی۔ اور مارشل پلان کا مقصد ایک ایسی صورت حال کا مقابلہ کرنا تھا جو ان ملکوں میں پیدا ہو گئی تھی جو دوسری عالمی جنگ کے باعث کمزور یا جزوی طور پر تباہ ہوگئے تھے۔

خارجی امداد باہمی سلامتی یا باہمی امداد کی اصطلاح کے استعمال کو غیر اہم تصور کیا جاتا ہے۔ کیونکہ امریکہ کا یقین ہے کہ اس کی سلامتی اور بہبودی آزاد دنیا کے دوسرے ملکوں کی سلامتی اور بہبودی سے وابستہ ہے۔

کینیڈی حکومت امید رکھتی ہے کہ آج کی خارجی امداد میں بہت سے ملک حصہ لیں۔ یعنی وہ چاہتی ہے کہ صنعتی طور پر ترقی یافتہ غیر کمیونسٹ ممالک مل کر ترقی پذیر یا کم ترقی یافتہ ملکوں کو امداد دیں۔

جہاں تک امریکہ کا تعلق ہے اس نے ماضی کے خارجہ امدادی پروگراموں کا جائزہ لیا ہے اور اب وہ اُن بنیادوں پر پروگرام بنانے کا ارادہ رکھتا ہے جو درست ہیں۔ وہ ان تمام باتوں کو نیست و نابود اور ان سے احتراز کرنا چاہتا ہے۔ جو غلط تھیں۔ اور اس طرح ایک زیادہ موثر پروگرام مرتب کرنے کی تجویز کر رہا ہے۔

امریکہ تسلیم کرتا ہے کہ یہ نئے ترقی پذیر یا کم ترقی یافتہ ممالک سماجی، سیاسی اور اقتصادی ترقی چاہتے ہیں مطلق العنانہ نظام والے ملکوں میں حکومت عوام کو سخت نظم و ضبط کے تحت رکھ کر بھاری ٹیکس لگا کر اور انہیں بری طرح سے کچل کر اپنی معیشت کی تعمیر کرتی ہے۔ جیسا کہ سوویت یونین اور کمیونسٹ چین میں کیا گیا ہے لیکن آزاد اور جمہوری ملک یہ ہتھکنڈے استعمال کرنا نہیں چاہتے۔ اسی لئے انہیں غیر ملکی وسائل کی ضرورت پڑتی ہے۔ امریکہ کے نئے خارجی امدادی پروگرام کے متعلق خاص قانون آیندہ دو تین مہینوں کے اندر بن جائے گا اور اس سے پہلے سرکاری افسر کانگریس کے ممبروں کیساتھ اس معاملہ پر بخوبی سوچ بچار کریں گے۔

خارجہ امدادی پروگرام میں وزارت خارجہ کے اندر ایک نئی تنظیم قائم کرنے کے لئے کہا گیا ہے جو وزیر خارجہ کو جوابدہ ہو گی۔ اور تمام خارجہ امدادی پروگراموں کی نگرانی کریگی یہ توقع ہے کہ یہ نئی تنظیم دوہرے قسم کے خارجہ امدادی پروگراموں سے احتراز کرے گی۔ یہ دوسرے ملکوں کی ضروریات اور ان وسائل کا ازسرِ نو جائیزہ لے گی جو ان ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے میسر ہوں گے۔ اس پروگرام میں ایسے اختیارات کے لئے درخواست کی گئی ہے جن کے تحت لمبی میعاد کے لئے کم شرح سود پر ترقیاتی قرضے دیئے جا سکیں۔

پہلے سال ۹۰ کروڑ ڈالر کے طویل المیعاد قرضے دیئے جائینگے اور بعد کے چار برسوں میں حکومت ایسے قرضوں کے لئے ایک ارب ۶۰ کروڑ ڈالر سالانہ سے زیادہ رقم ادھار لینے کے اختیارات طلب کرے گی۔ اس کے ساتھ ہی ہر برس پروگرام کا جائزہ لیا جائے گا۔ اور ہر سال اخراجات کی مزید منظوری لی جائے گی۔

حکومت امداد لینے والے ملک سے یہ بھی کہے گی کہ وہ قرضے یا خارجی امداد پانے سے پہلے اپنی حالت کو ٹھیک ٹھاک بنائے۔ امداد پانے والے ملک کے کیلئے ایسا معیار کا قیام ضروری ہوگا جس سے امریکی امداد حق بجانب ثابت ہوسکے۔ متعلقہ ملک کے لئے یہ ثابت کرنا ضروری ہوگا کہ وہ امداد کو تعمیری مقاصد کے لئے استعمال کرے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بعض حالتوں میں اصلاحات اراضی یا ٹیکسوں میں اصلاح کی ضرورت ہوگی۔ تاکہ محض چند لوگوں کی بجائے ملک کے عوام کی اکثریت اقتصادی ترقی میں حصہ لے سکے۔

آئیزن ہاور حکومت نے سنہ ۱۹۶۲ء کے مالی سال کے خارجہ امدادی پروگرام میں چار ارب ڈالر کی جو سطح تجویز کی تھی اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔ لیکن کینیڈی حکومت فوجی اور اقتصادی امداد کے تناسب میں تبدیلی کردے گی وہ پچھلے بجٹ کی مانند ایک ارب ۸۰ کروڑ ڈالر کی بجائے ایک ارب ۶۰ کروڑ ڈالر خرچ کرے گی۔ اقتصادی امداد کے لئے دو ارب ۲۰ کروڑ ڈالر کا مطالبہ کیا تھا۔ پانچسالہ پلان کل اعداد میسر نہیں ہیں۔ کیونکہ ہر سال پروگراموں کی نظر ثانی ہوا کرے گی۔

پہلے برس کے لئے ترقیاتی قرضوں کے اعداد کم ہیں۔

لیکن جوں جوں پروگرام بڑھتے جائیں گے ان میں بھی اضافہ ہوگا۔ امریکہ یہ امید نہیں رکھتا کہ خارجہ امداد کے متلاشی ملکوں میں تیزی سے اصلاحات عمل میں آئیں گے۔ امریکی خارجی امداد کے ساتھ غیرسیاسی شرائط وابستہ ہوں گی ہاں امریکہ جس بات کی امید رکھتا ہے وہ یہ دیکھتا ہے کہ آیا یہ ملک ان مساعی میں اپنا حصہ دینے کو آمادہ ہیں اور کہ کیا وہ بصورت ضرورت اپنی قربانیاں دینے کو تیار ہیں جو ضروری ہوں۔

ہندوستانی سیول انجنیر کی برطانیہ میں تربیت

میسور اسٹرکٹ اینڈ سٹیل ورکس واقع بھدراوتی میں عمارتی تعمیر کے انچارج مسٹر ایس ملیکا ارجنیاان دنوں برطانیہ میں کولمبو منصوبہ کی فنی تعاون کی اسکیم کے تحت عمارتی تعمیر کے جدید طور طریقوں کی تربیت پارہے ہیں۔

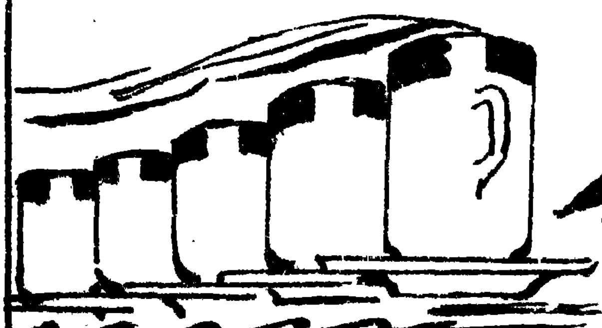
موصوف ماہ فروری میں برطانیہ پہونچے تھے اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے انہوں نے کہا ہے کہ برطانیہ ایک عظیم تجربہ گاہ کے مانند ہے اور سیول انجنیر یہاں بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔



سرطان کے علاج میں پیش رفت!
مزید دوائیاں تیار کر لی گئیں

مارچ کے مہینے کے دوران میں امریکہ میں سائنسی ترقی کی جو خبریں ملیں ان کا تعلق طبی اور حیاتیاتی شعبوں خصوصاً سرطان (کینسر) کی ترقی سے تھا۔ چنانچہ اس اعلان سے طبی دنیا میں کافی دلچسپی پیدا ہوئی کہ سرطان کے علاج کے لئے دو نئی دوائیاں تیار کی گئی ہیں اور کہ ایک نیا طریق علاج دریافت کیا گیا ہے۔ جس میں تابکار آئی سوٹوپ استعمال کئے جاتے ہیں۔ سرطان کو بنیادی طور پر سمجھنے کے سلسلے میں نمایاں شہادت عمل میں آئی اور ایک جاپانی سائنسدان کی طرف سے ایک امریکی یونیورسٹی کی لیبارٹری میں بیماری کا سراغ لگانے کے متعلق ایک شاندار کارنامہ انجام دیا گیا مارچ کے سائنسی کارناموں میں انتہائی کم درجہ حرارت میں انسانی خلیوں کے زندہ رہنے، ۳ ہزار فٹ پانی کے نیچے سمندر کے فرش میں شگاف کرنے اور زہرہ سے راڈار کے ذریعہ رابطہ قائم کرنے کے متعلق بھی اطلاعات موصول ہوئیں۔ اسی مہینے پتہ چلا کہ اگر حیاتی کے سرطان والے مریض کا عمل جراحی کے ساتھ ساتھ تھیو Thio-TEPA دوائی سے علاج کیا جاتا ہے تو اس مرض کے اعادہ کا امکان بہت کم ہو جاتا ہے۔ روزویل پارک میموریل انسٹی ٹیوٹ بفلو (نیو یارک) کے ڈاکٹر جارج ای مور کے بیان کے مطابق جن مریضوں کا تھیوٹیپا سے علاج کیا گیا تھا ان میں سے ۲۴ فیصد دوبارہ سرطان کا شکار ہو گئے جب کہ ان کے مقابلہ میں ۴۲ فیصد لوگوں پر سرطان کا دوبارہ حملہ ہو گیا جنہیں عمل جراحی کے بعد تھیوٹیپا نہیں دی گئی تھی۔ تاہم مور نے خبردار کیا کہ ہسپتال میں یہ دوائی دو برسوں میں ۸۰ عورتوں پر آزمائی گئی۔ اور اس سے پہلے کہ دوائی کی قدر و قیمت کا حقیقت میں اندازہ لگایا جا سکے۔ اس کا جائزہ لینے کے لئے مزید تین برس کا عرصہ درکار ہے۔ تھیوٹیپا دس برس پہلے امریکن سینامڈ کمپنی کی لیڈرلے لیبارٹریوں میں دریافت کی گئی تھی۔ لیڈرلے کے سائنسدانوں کا یقین ہے کہ دوائی مفید ہے لیکن اسکی افادیت محدود ہے۔ اور یہ سرطان کے عام مسئلے کا کوئی یقینی جواب نہیں ہے ان کا خیال ہے کہ اس وقت سرطان کے علاج کے لئے جو تھوڑی سی کیمیاوی دوائیاں استعمال ہوتی ہیں ان میں تھیوٹیپا کو بھی شامل کیا جاتا ہے۔ لی ایلی اینڈ کمپنی نے سرطان کے متعلق ایک اور دوائی کا اعلان کیا ہے۔ جو ظاہراً زیادہ موثر معلوم ہوتی ہے۔ اس کا نام ہے ویلب (Velban) یہ دوائی چند مریضوں پر آزمائی گئی۔ اور اس نے ان کی بیماری کو ایک برس تک قابو میں رکھنے میں مدد دی۔ سرطان کی دوسری دوائیوں کی طرح اس دوائی کو تب تک ایک یقینی علاج تصور نہیں کیا جا سکتا جب تک مریض کم از کم

پانچ برس کے لئے سرطان سے نجات نہ پائیں۔ چھاتی کے سرطان کا ایک قطعی مختلف طریقہ علاج جس میں تابکار یٹریم استعمال کیا گیا تھا کیلی فورنیا یونیورسٹی (لاس اینجلز) کے طبی مرکز میں ۲۴ مریضوں کے گروپ پر آزمایا گیا اور اس سے کچھ امید پیدا ہوئی۔ اس مادے کی چھوٹی چھوٹی گولیاں ناک کے ذریعہ کھوپری میں پہنچائی گئیں جس میں رطوبت خیز غدود شامل ہیں۔ اس طریقہ علاج سے رطوبت کے ختم ہونے سے سرطان کو ابھارنے والے ہارمونوں کی نشو و نما رک جاتی ہے۔ چنانچہ اس سے آج تک ایک تہائی مریضوں کی بیماری بہت حد تک کم ہوگئی ہے۔ ایک جاپانی سائنسداں ڈاکٹر یوکیچی ایٹنے واشنگٹن یونیورسٹی (سیٹیل) میں اس نظریے کے حق میں نیا ثبوت پیش کیا ہے۔ کہ وائرسوں سے بعض انسانی سرطان پیدا ہوتے ہیں۔ بتایا جاتا ہے کہ انہوں نے خرگوشوں پر تجربے کرتے ہوئے اس امر کا مظاہرہ کیا ہے کہ نیو کلیک ایسڈ قسم کے وائرس سے حیوانوں میں سرطان پیدا ہوتا ہے۔ اگرچہ اس کے متعلق بہت دیر سے شبہ کیا جارہا تھا۔ تاہم اسے تجربے سے ثابت کرنا مشکل تھا۔ ڈاکٹر آتو نے یہ بھی انکشاف کیا کہ سرطان پیدا کرنے کے بعد وائرس میں انقلاب انگیز تبدیلی آجاتی ہے۔ اور غالباً یہ اپنی انفرادیت بھی کھو بیٹھتا ہے۔ اس سے بخوبی واضح ہو جائے گا کہ تجربوں سے وائرس اور سرطان کے تعلق کا پتہ کیوں نہیں چلا۔ لوکیمیا یعنی خون کا مہلک سرطان کروموسوم خلیوں کی بناوٹ میں نقائص ہونے سے پیدا ہوتا ہے۔ کروموسوم نیو کلیک ایسڈ کی ایک قسم ہوتی ہے۔ جس کا ورثہ درپشت چلتا ہے۔ روزویل پارک میموریل انسٹی ٹیوٹ کے ڈاکٹر ایوری اے سینڈ برگ نے جو تحقیق و مطالعہ کیا ہے اس سے ان ابتدائی رپورٹوں کی توثیق ہوتی ہے کہ کروموسوم مختلف تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ اگرچہ ایک عام انسان میں ان کی تعداد ۴۶ ہوتی ہے تاہم ڈاکٹر سینڈ برگ نے لوکیمیا کے خلیوں کے مطابق ان کی تعداد کو زیادہ پایا ہے۔ ایک دو سال کے بچے کے اندر لوکیمیا خلیوں میں ۹۷ کروموسوم پائے گئے۔ روزویل پارک کے ڈاکٹروں کا یقین ہے کہ انسانی خلیوں میں اتنے کروموسوم پہلے کبھی نہیں دیکھے گئے۔ امریکی فوج کی میڈیکل ریسرچ لیبارٹری فورٹ ناکس (کنٹکی) کے ڈاکٹر سوین اے زیچ کی اطلاع ہے کہ تیز رفتار ریڈیائی لہروں سے امتحانی نلیوں میں رکھے ہوئے گاما گلوبولن کے نمونوں کا رد عمل تیز ہو گیا۔ یہ مادہ جسم کے قدرتی تحفظ میں اہم رول ادا کرتا ہے ڈاکٹر زیچ کا بیان ہے کہ گاما گلوبولن کا عمل ۱۰۰ گنا بڑھ گیا تھا۔ آج کل ایک اور تجربہ جاری ہے جس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جارہی ہے کہ تیز رفتار ریڈیائی لہروں سے بعض انیزائموں کا عمل بھی رک سکتا ہے۔ اوریگون یونیورسٹی کے میڈیکل سکول میں سائنسدانوں نے انسانی خلیوں کو منفی ۲۷۳ سنٹی گریڈ تک سرد کیا ہے۔ (درجہ حرارت کو جتنا کم از کم کیا جا سکتا ہے۔ یہ اس سے ایک درجہ



زیادہ تھا، یہ خلیئے اس عمل کے ۳۰ منٹ بعد تک زندہ رہے اور دوبارہ حرارت ملنے پر پھر معمول پر آگئے۔

زہرہ کے نام سگنل!

ملکی فضائی و خلائی محکمے کے گولڈ سٹون مشاہداتی اسٹیشن (کیلی فورنیا) نے اُن سگنلوں کو نہایت صاف آواز میں سنا ہے جو راڈر سے زہرہ کو بھیجے گئے تھے۔ یہ سگنل زہرہ سے فوراً واپس آگئے اور ان کی شناخت کرلی گئی۔ زہرہ سے پہلا رابطہ مساچوسٹس انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی نے فروری ۱۹۵۸ء میں کیا تھا۔ لیکن ایک برس تک ریاضیاتی عمل سے تجزیہ کرنے کے بعد سائنسدانوں کو یقین ہوا تھا کہ انہوں نے اپنے ہی بھیجے ہوئے سگنلوں کو سنا ہے۔ امریکی سائنسدانوں نے ۳ ہزار فٹ پانی کے نیچے بحرالکاہل کے فرش میں ۱۰۰ فٹ سے بھی گہرا سوراخ کیا ہے۔ یہ تجرباتی سوراخ پراجیکٹ ماہول کی تیاری کے سلسلے میں کیا گیا تھا۔ اس کا مقصد گہرے سمندر کے نیچے جہاں زمین کی پرت نہایت پتلی ہے اُسے پھاڑنا تھا۔ تاکہ اس کے نیچے کی زمین کے پہلے نمونے فراہم کئے جائیں۔ اگر یہ تجربہ کامیاب ہوگیا تو نیشنل اکاڈمی آف سائنسز اور نیشنل سائنس فاونڈیشن کے اس منصوبے کے نتیجے کے طور پر قدرت اور زمین کے آغاز اور زندگی کے ارتقا کو بہتر طور پر سمجھا جاسکے گا۔



کہ اس سال مدھیا پردیش جرائم میں اول رہا ۔۔۔ افسوس کہ یہ اعزاز آندھرا پردیش کو حاصل نہ ہوسکا !۔

کہ نئی دلی سے لوک سبھا کے ذیلی چناؤ میں کانگریس کو شکست ہوئی ؎
فتح سرکار کی جرمن کا قبضہ ہوتا جاتا ہے

کہ لندن کے مسلمانوں نے دو عیدیں منائیں ۔۔۔ ایک ہفتہ کو دوسرے اتوار کو ۔۔۔ ہفتہ کے دن عید مناتے وقت غالباً یہ شعر پیش نظر ہوگا ؎
انتیسویں (۲۹) کو ترخ کی تیر سے دید ہوگی
اب چاہے چاند ہو کہ نہ ہو عید ہوگی
اور اتوار کو عید مناتے وقت یہ شعر پیش نظر ہوگا
ہے رویت ہلال کمیٹی کا فیصلہ
اب چاہے چاند ہو کہ نہ ہو عید ہوگی

کہ مرکزی وزیر نشریات نے "ملک کی تعمیر میں فلموں کا حصہ" کے عنوان پر تقریر فرمائی ۔۔۔ اس کے جواب میں اس عنوان پر تقریر ہوسکتی ہے !۔۔۔
"ملک کی تخریب میں مقررین کا حصہ"

کہ کیرالا میں کانگریس اور پرجا سوشلسٹ لیڈروں کے مابین حملے اور جوابی حملے چل رہے ہیں ۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ میدان کس کے ہاتھ رہتا ہے ۔

کہ ڈویژنل منیجر ڈولیمنٹ پر پانسو روپے رشوت لینے کے الزام میں مقدمہ چلایا جائے گا ۔ بجائے مقدمہ چلانے کے کیسہ زر اور سپاسنامہ پیش کیا جاتا تو مناسب تھا جیسا کہ شاعر نے کہا ہے ؎
صلۂ جرم و خطا، لطف و عطا می باید

کہ ایک شخص نے اپنی لڑکی بیاہ دینے کا وعدہ کر کے ایک شخص سے (۴۲۵) روپے لئے ۔ لیکن دوسرے شخص کو لڑکی بیاہ دی ۔ یعنی صرف (۵) روپے زیادہ لئے (۴۳۰) لینا چاہئے تھا ۔۔۔

کہ پارلیمنٹ ممبروں نے دریافت کیا ہے کہ کیا سنہ ۱۹۶۶ء کے بعد بھی انگریزی جاری رہے گی ۔ پارلیمنٹ کے ممبر جب ایسا سوال کریں تو عوام اس کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں ؎
کوئی بتلائے کہ ہم بتلائیں کیا !

کہ قانون کے ذریعہ بیہودہ اور غیر مہذب پوسٹروں کی اشاعت پر پابندی عائد کی جائے گی ۔۔۔ اور بیہودہ افسانوں اور فلموں پر کب پابندی عاید کی جائے گی ۔

کہ تیسرے پنجسالہ منصوبے میں سوروں کو ترقی دینے کی ایک اسکیم بنائی گئی ہے ۔۔۔ لیکن انسانوں کو ترقی دینے کی اسکیم کب بنائی جائے گی

قطعہ

جان کر زہر بھی کھاؤں کیسے ‖ اپنی قسمت کو جگاؤں کیسے
بدنصیبی یہی کہتی ہے سنو ‖ ارض بطحا کو بھی پاؤں کیسے

(آمنہ از نذری باغ)

صحیفہ برقی پریس میں چھپ کر دفتر شیرازہ اردو ہفتہ وار جاوید گنج کاچیگوڑہ حیدرآباد دکن (انڈیا) سے شائع ہوا۔

علیؑ کی معنوی پیغمبری سمجھا تو میں سمجھا
شا کر آپ کے عثماں یہی کہتا ہے ہر اک
وفورِ عشق کی وارفتگی سمجھا تو میں سمجھا
کوئی بابِ نجفؑ کی بندگی سمجھا تو میں سمجھا

شیراز

سید محمد قاسم شیرازی ایڈیٹر۔ پرنٹر۔ پبلشر — مقام اشاعت: چادر گھاٹ۔ حیدرآباد (۲) انڈیا

جلد ۱۵ — روز جمعہ ۲۱ اپریل ۱۹۶۱ء — ۲ ۵ ذیقعدہ الحرام ۱۳۸۰ھ — شمارہ (۲۵)

غزل

(مطلع) نظر آتا ہے اک نقشہ چمن کا — یہ مخزن ہے عجب مشکِ ختن کا
ہمیں یاد آگیا کہتا ہے ساقی — یہ کیفِ جانفزا خمرِ کہن کا
یہ کہتا جاتا ہے بازارِ گوہر — بڑھا ہے بھاؤ بھی دُرِّ عدن کا
یہ کہتے جاتے ہیں ماضی کے حالات — بڑھا ہے دبدبہ (رقیمت) مُلکِ دکن کا
تقابل کرکے بھی خونِ جگر سے — بڑھا ہے رنگ بھی لعلِ یمن کا
شرابِ ناب پی کر شیخ کو بھی — مِلا ہے ذائقہ شہد و لبن کا
جلا دیتی ہے پروانوں کو دیکھو — عجب جلوہ ہے یہ شمعِ لگن کا

(مقطع) دُعا مقبول ہونے کو بھی عثماں
دیا ہے واسطہ میں نے حسنؑ کا

(آملہ از نذری کا باغ) — مرقوم ۲۰ اپریل ۱۹۶۱ء

ضمیمہ دو مضمون متعلق علیحدگی ڈاکٹر واگھرے از خدمت فیملی ڈاکٹر نظام

شائع شدہ در شیراز مورخہ ۱۴ر اپریل ۱۹۶۱ء بر صفحہ ۴

فرمایا دفتر ٹرسٹ سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا (بعد تنقیح حسابات) کہ ڈاکٹر واگھرے کو شروع میں قبل تقرر خدمت مذکور روزنٹنگ فیس جو ابتک ان کو ایصال ہوئی ہے (بہ حساب (visiting fees) فی اسم بانی مریض ...) اور اس کے بعد تقرر خدمت کا مشاہرہ فی ماہ (۳۰۰۰ روپے) جملہ ہر دو مدات کی رقم تریب قریب تین لاکھ ان کو از ڈسمبر ۱۹۵۴ء تا اپریل ۱۹۶۱ء ایصال ہوئی ہے جو بجائے خود معتد بہ رقم ہے قابل غور۔ جس سے انکار یا تردید ڈاکٹر واگھرے نہیں کرسکتے کہ ہر چیز باضابطہ ریکارڈ پر موجود ہے دفتر ٹرسٹ میں اور یہ ایسے حقائق ہیں جس سے انکار کرنا ناممکن ہے۔

بقول۔ نوشتہ بماند سیاہ بر سفید۔

خلاصہ یہ چونکہ میں نے چند سطور لکھکر گزشتہ جمعہ کے شیراز میں اس مسئلہ پر روشنی ڈالی تھی۔ اس لئے اس کی مزید صراحت کرنے پر مجبور رہا تاکہ میرا بیان کہاں تک صحیح تھا وہ پبلک پر ظاہر ہو جائے و بس۔

مرقوم ۲۰ر اپریل ۱۹۶۱ء ————————

(آمدہ از نذری باغ)

درخواست بدرالنساء بیگم زوجہ دُوم نظام علیؒ (پسر واصف علیؒ) (مقیم نذری باغ)

فرمایا اُس نے میرے ہاں کہلا بھیجی ہے کہ اسکے شوہر کی توجہ اسکے طرف نہیں ہے۔ اور صبح یا دو پہر میں گھر سے جاتا ہے تو آدھی رات کو واپس آتا ہے۔ اور گھر میں کھانا نہیں کھاتا ہے اور نہ سکون سے یہاں رہ سکتا۔ ایسی حالت میں بعد تصفیہ فسخ نکاح میری لڑکی عصمت النساء بیگم وہ بھی میرے ہاں اسی قسم کی درخواست کرنے والی ہے وغیرہ۔

اُس کا جواب میں نے اوسکو یہ دیا ہے کہ جن خطرات کا مجھے اندیشہ تھا یہاں بھی (یعنے اوس کے معاملہ میں) سامنے آیا۔ لھذا چندے وہ صبر سے کام لے کہ مجھے فرصت ہوتے ہی اوس کے معاملہ کو ہاتھ میں لونگا۔ اور تلخ زندگی سے اسکو بھی نجات دلاؤنگا۔

دوم پہرہ چوکی کو حکم دیا ہے کہ اگر نظام علیؒ آدھی رات کو نذری باغ آئے تو اسکو روک دیا جائے یعنے حدود نذری باغ میں داخل نہ ہونے دیا جائے۔ (انتہائی وقت بعد مغرب (۸) بجے تک مقرر ہے نہ کہ اس کے بعد) کہ یہ دیوڑھی ہے۔ واصف علیؒ کا بوسیدہ و کہنہ مکان گلی کوچہ کا نہیں ہے کہ بیٹا جب چاہے اپنے باپ کے مکان سے غائب ہو یا جب چاہے واپس آئے۔ بلکہ یہ نذری باغ ہے نہ کہ بدنام طبقہ صاحبزادگان علاقہ صرف خاص کا محلہ۔ جس کے حالات زمانہ گذشتہ سے تا این وقت جیسے کچھ ہیں وہ عالم آشکارا ہیں۔

بقول۔ چو از قومی یکی بیدانشی کرد
نہ کہ را منزلت ماند نہ مہ را

مرقوم ۲۰ ر اپریل ۱۹۶۱ء

(آمدہ از نذری باغ)

رول کال جمعداران وارڈلیاں متعینہ مختلف مقامات

(در حدود نذری باغ)

فرمایا اس کا انتظام حال سے قائم ہوا ہے جبکہ دو افسر علاقہ مینترم و گولکنڈہ کی نشست ہفتہ واری نذری باغ میں قائم ہوئی ہے اسی غرض سے کہ ان ملازمین کی حاضری غیر حاضری لیجائے کہ یہہ ڈیوٹی پر نذری باغ میں ہیں یا غائب ہیں۔ جسکی سخت ضرورت تھی۔

ف ۲۔ اسی سلسلہ میں حکم دیا ہے کہ جب جمعداران افسر متعلقہ کے ہاں آئیں حاضری بتانے تو یہہ جس جس مقام پر نوکری کرتے ہیں وہاں کے کیا حالات ہیں یہہ بھی افسر متعلقہ سے بیان کرکے لکہا دیں تاکہ افسر متعلقہ غیر معمولی واقعات کی رپورٹ میری پیشی میں دیں تاکہ مجھے اس کا علم رہے۔

پس ضرورت سمجہا کہ چند سطور لکہکر اس مسئلہ پر روشنی ڈالوں تاکہ سب خانہ زادان واقف ہو جائیں کہ میں نے کیا انتظام کیا ہے۔ اور غفلت میں رہ کر اپنا نقصان نہ کریں کہ حالیہ چند واقعات سے چو طرف بیداری پھیلی ہوئی ہے جسکی ضرورت ہر طرح سے تھی۔

مرقوم ۲۰ ر اپریل سنہ ۱۹۶۱ء

(آمدہ از نذری باغ)

فنّی خدمات دندان ساز مارس
(DENTIST MORRIS)

فرمایا تھوڑے عرصہ سے میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ جو کام نذری باغ کے خانہ زادوں کا کر رہا ہے اس کا نتیجہ اچھا نہیں بر آمد ہو رہا ہے کہ چار چار دن کو پھر خانہ زادوں کے دانتوں میں تکلیف ہوتی ہے اور گھڑی گھڑی اس کے ہاں جانا ہوتا ہے۔

دوسرے طرف غالباً مارس کی توجہ بھی اپنے فن کے طرف جیسا کہ ہونا چاہیئے نہیں رہی ہے۔ معلوم نہیں یہ کیوں؟ اور اگر کام کیا جاتا ہے تو محض حصولِ فیس کے خاطر کہ اسکی بِل بھی ہر ماہ جو پیش ہوتی ہے وہ کچھ کم مقدار میں نہیں رہتی ہے بلکہ معقول۔ لہذا میرا ارادہ ہے کہ اس کام پر دوسرے جدید دندان ساز کا تقرر کروں تاکہ کام عمدگی سے چلے۔

مارس جب رخصت پر ولایت گیا تھا حال میں تو دوسرا دندان ساز سے کام لیا گیا تھا جو قریب میں نذری باغ کے رہتا ہے۔ اور کام اچھا کرتا ہے۔ دیگر متعدد خانہ زاد حالات مذکورہ کے مدنظر اسکے ہاں جانے سے پس و پیش کرتے ہیں۔

مرقوم ۲۰ر اپریل ۱۹۶۶ء

(آمدہ از نذری باغ)

گذشتہ یکم رجب ۱۳۸۰ھ میری سالگرہ کا یوم مسرت آگین نہیں تھا بلکہ اس کے برعکس تھا۔

فرمایا یہ اس وجہ کہ یہ شروع ہونے کے دو ماہ قبل میرا دوسرا معصوم نواسہ فیروز علیخاں (بطنی مشہدی بیگم) بعض اشخاص کی غفلت سے دنیا میں ہفتہ عشرہ رہکر انتقال کرگیا۔ جس کا پیدا ہونا یا نہ ہونا مساوی ہوگیا۔ جس کا صدمہ اسکی ماں۔ باپ محمود پاشاہ۔ نانی بیللے بیگم اور مجھکو ازحد ہوا۔ مگر اسکے بعد چند ہی روز نہ گزرے تھے کہ بیللے بیگم کا مشتبہ کینسر کا میجر آپریشن سامنے آیا۔ جس سے مریضہ کی مثل سابق دو میجر آپریشن سے بارہ جانبری ہوئی۔

الحاصل یہ سب واقعات ملکر حزن و ملال پیدا کرے۔

لہذا مجھے امید ہے کہ سال آئندہ پردۂ غیب سے ایسے واقعات ظہور پذیر ہوں گے کہ نذری باغ اور عدن باغ میں پھر مسرت پیدا ہوگی۔ جس کا بے چینی سے انتظار ہے۔ آئندہ غیب کی خبر بجز علام الغیوب بندہ کو نہیں ہوسکتی کہ کل کیا ہونے والا ہے۔

مرقوم ۲۰ر اپریل ۱۹۶۱ء

(آمدہ از نذری باغ)

آگاہی برائے قرابتداران خانہ زادان نذری باغ

فرمایا بجز مہینہ میں ایک بار جو کہ وقت مقرر ہے بیچ میں کوئی یہاں آکر خانہ زادوں سے نہیں مل سکتے۔ ورنہ اگر یہ لوگ سروس میں ہیں تو پاداشاً ان کو برطرف کردیا جائے گا۔ کیونکہ دیکھا گیا ہے کہ یہ یہاں آکر ہمہ قسم کے فتنے اٹھاتے ہیں۔ یا برے کاموں کی ترغیب خانہ زادوں کو دیتے ہیں جس سے خانہ زادوں کے مفاد کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ جس کا سدِباب مجھے کرنا ضروری ہے۔ ہاں وہ بات اور ہے کہ کسی کے گھر میں بیماری یا موت میٹی ہوئی ہے اور اس کی خبر یہاں دینا ہے تو صرف کمانڈنگ افسر متعلقہ کے ذریعہ میری پیشی میں خبر بھجوائی جائے۔ الحاصل اس قاعدے کے خلاف کوئی کام کرے گا تو اسکی سزا اُن کو بھگتنا ہوگا۔

مکرر۔ فرمایا یہ بھی مجھے معلوم ہوا ہے کہ دکانداران بھی خانہ زادوں کے مقامات پر آمد و رفت رکھتے ہیں لہذا اس کو بھی مسدود کیا ہے اور ایسے لوگ جن کے اخلاق قابلِ اعتراض سمجھے جائیں یہاں آکر بلا اجازت نذری باغ قیام کرتے ہیں لہذا یہاں بھی پہرہ چوکی کی نگرانی قائم کی گئی ہے۔

دیگر جتنے پہرہ جات حدود دیوڑھی نذری باغ میں ہیں چاہے بیسترم کے ہوں یا گولکنڈہ کے یا محلات پولیس کے یا سکھوں کے اگر وہ نگرانی برابر نہیں رکھیں گے یعنے اس معاملہ میں غفلت برتینگے تو پاداشاً ان کو خدمت سے برطرف کردیا جائے گا۔

پس اس کی نقل آج کمیٹی انتظامی پرائیویٹ اسٹیٹ نظام میں بھجوائی گئی ہے یعنے مضمون شائع شدہ کی، تاکہ کمانڈنگ افسران متعلقہ کے ہاں اس کی نقل بھجوائی جائے۔

نوٹ۔ جس طرح سے متاہل خانہ زادان اجناس خوردنی وغیرہ بتوسط مہتمم میز خانہ خرید کرتے ہیں اسیطرح سے دوسری اشیاء ان کو خرید کرنا ہو تو بتوسط زاہد رضوی مہتمم توشک خانہ نذری باغ خرید کرسکتے ہیں جو حبیب محمد کی جگہ کام کررہے ہیں۔

مرقوم ۱۴ر اپریل ۱۹۶۱ء

(منقول از نظام گزٹ)

منتقلی مریضہ لیلیٰ بیگم از کلینک بہ عدن باغ

بتاریخ ۲۴ر یا ۲۵ر اپریل ۱۹۶۱ء (وقت صبح)

فرمایا شکر ہے کہ مریضہ کو روزانہ آہستہ آہستہ تکلیفِ زخم میں کمی محسوس ہو رہی ہے۔ مگر ابھی تک پلنگ پر ہے۔ دوسری طرف ڈاکٹر بالیگا بمبئی سے آیندہ یوم دوشنبہ آکر ٹانکے نکالیں گے اور ان کا خیال ہے کہ اس کے ایک ہفتہ بعد مریضہ کلینک سے اپنے مقام کو واپس جا سکتی ہے۔ (Suitures) روزانہ میں تین یا چار دفعہ صبح شام میں کلینک جاتا ہوں۔ اور روزانہ مریضہ کے بچے عدن باغ سے کلینک آکر ماں کو دیکھتے ہیں (میرا کم سن نواسہ صرف ایک دفعہ صبح میں مگر اس کی ماں میری بچی دو وقت صبح اور شام) کیونکہ نواسہ نانی سے لاگو ہے (مثل ماں کے)

دیگر مریضہ سالم موسم گرما عدن باغ میں بسر کر کے ماہ جون ۱۹۶۱ء کے اوائل میں (ماہ ذیحجہ قبل عید) نذری باغ اپنے قدیم مقام پر آئے گی۔ اور یہاں بعد غسل صحت تقی جاہ کی لڑکی تحفہ بیگم جس کا عقد مقرر ہو کر ۹ر اپریل ۱۹۶۱ء کو مریضہ کے آپریشن کی وجہ سے ملتوی ہو گیا تھا۔ لڑکی کے لئے تحفۂ عقد (Wedding Present) مکان گاف بھوائے گی (اپنی دعا کے ساتھ کہ اس کو سرسبزی نصیب ہو)

نوٹ تقی جاہ کی منکوحہ نمبر ۲ جس کا نام جاموتی بیگم ہے یاور جنگ مرحوم کی نواسی ہے۔ اور جانی بیگم مرحومہ کی بھانجی ہے۔ اس لڑکی کی دوسری چھوٹی بہن بھی ہے جس کا نام صفیہ بیگم ہے۔ مگر چونکہ ماں کی صحت اچھی نہیں رہتی ہے۔ اسلئے چاہتی ہے کہ اپنی زندگی میں دونوں لڑکیوں کا ٹھکانہ دیکھ لے اس حد تک اسکی تمنا واجبی ہے۔

مشورہ۔ تاریخ عقد بڑی لڑکی ۹ر ذیحجہ یوم الحج و تاریخ عقد چھوٹی لڑکی ۱۸ر ذیحجہ عید غدیر۔

مبارک باشد۔

مرقوم ۱۵ر اپریل ۱۹۶۱ء

(منقول از نظام گزٹ)

قطعہ

بڑھنے کا شوق بڑھ گیا متنِ کتاب سے | زاہد کا کیف بڑھ گیا جامِ شراب سے
صہرِ نبیؐ کا رتبہ یہ کہتا ہے بار بار | دینِ حسینؑ بھی چمکا ہے بوترابؑ سے

(آمدہ از نذری باغ)

دُنیا کی مثل۔ جو بچہ کبھی اپنے پیٹھ کے نشان کو بدل نہیں سکتا یہ کہ قدرتی پیدائشی ہیں

فرمایا جب سے قضیہ نامرضیہ مابین شوہر و زوجہ چل رہا ہے یعنی میری لڑکی عصمت النساء بیگم و نظام علی (پسر واصف علی) تو اِس مدت میں کئی تازہ واقعات جو پیش آئے ہیں اس سے مجھے کامل یقین ہو گیا ہے کہ اس لونڈے کے عادات مذمومہ جو کہ اس کی طبیعت ثانیہ ہو گئے ہیں اس کو یہ ترک نہیں کر سکتا کہ اس کی اصلاح کا وقت گزر چکا۔

دوم سب قابل اور زمانہ شناس اصحاب کا کہنا ہے جو اِن اُمور کا علم رکھتے ہیں وہ یہ کہ جب فریقین کی طرزِ زندگی اس نوع کی سرکار کے حینِ حیات ہے تو پھر خدا کو علم ہے کہ زمانہ آئندہ میں سرکار کے جانشین کے زمانہ میں کیا ہو گا یعنی بد سے بدتر ہو گی جبکہ سرکار کے جانشین اور ٹرسٹیز کو یہ سنبھالنا مشکل ہو جائے گا یا نا ممکن ہو گا۔ لہذا ان کا کہنا ہے (جس سے مجھے کامل اتفاق ہے) کہ اس کی یکسوئی سرکار کے زمانہ میں ہو جانا از حد ضروری ہے تاکہ آئندہ کے مزید خطرات کا سدِّباب ہو۔

الحاصل مریضہ لیلےٰ بیگم کلینک سے اسی ماہ اپریل ۱۹۶۱ء کے اواخر میں جب عدن باغ بغرض تبدیل مقام جائے گی تو اس کے بعد سے مقدمہ کو چالو کیا جائے گا جس کی تیاری ہو رہی ہے اور قبلِ رجوع مقدمہ بہ عدالت منجانب کونسل و دیگر وکلاء اس لونڈے کو بغرض اتمام حجت تین یوم کی مہلت دیجائیگی کہ اگر وہ چاہے تو خاموشی سے فسخِ نکاح پر آمادہ ہو جائے۔ ورنہ یہ مدت گزر جائیگی تو پھر مقدمہ عدالت میں پیش ہو جائے گا اور اس وقت حاضریٔ عدالت کا سمن جب اس کے نام جاری ہو جائیگا تو اس کو معلوم ہو جائے گا کہ معاملہ اب نذری باغ سے متعلق نہیں رہا بلکہ عدالت سے جس کا فیصلہ جو کچھ وہاں سے ہو گا وہ فریقین کے حق میں قابل قبول ہو گا۔ لہذا مناسب سمجھا کہ چند سطور لکھ کر اس اہم مسئلہ پر روشنی ڈالوں تاکہ کسی قسم کی غفلت یا غلط فہمی باقی نہ رہے۔ وبس۔

مرقوم ۱۷ اپریل ۱۹۶۱ء

(منقول از نظام گزٹ)

آگاہی برائے معتمد بزم سعدیؒ

فرمایا ہر وقت مشاعرے سے متعلق جو طرح کا مصرعہ پیش کیا جاتا ہے۔ اس کو تا ختم ایام عزا (تا ۹ ربیع الاول) نذری باغ نہ بھیجا جائے کہ آجکل میں مختلف النوع اور اہم کاموں کی تکمیل کے طرف متوجہ ہوں۔ لہٰذا دوسرے بے ضرورت کاموں پر توجہ نہیں کر سکتا۔ اور نہ میرا سن و سال ہے کہ طرحی مصرعوں پر غزلیں لکھ کر نام کی شہرت کماؤں جو کہ میرے خاندانی پوزیشن کے منافی ہے۔ لہٰذا مناسب سمجھا کہ چند سطور لکھکر اصل حالات نذری باغ کی تشریح کر دوں تاکہ آیندہ کسی قسم کی غلط فہمی باقی نہ رہے۔

مرقوم ۱۷ اپریل سنہ ۱۹۶۱ء

(منقول از نظام گزٹ)

تصحیح سہو کتابت در غزل شائع شدہ در شیراز مورخہ ۱۴ اپریل سنہ ۱۹۶۱ء

فرمایا وہ غزل یہ تھی۔

جب صدف کو دُرِ غلطان نہ ملا
نکہتِ گل کو گلستان نہ ملا

اور اسی غزل کے دوسرے شعر میں یہ تھا یعنی

عالمِ علمِ لدنی کے سوا
جز علیؑ دیکھ لے فرقان نہ ملا

بمعنے سزاوار تھا۔ مگر لفظ سزاوار کی جگہ سردار لکھدیا گیا۔ ورنہ سزاوار کا مطلب یہ تھا کہ گو ہر پیروِ اسلام کا فرقان مذہبی کتاب ہونے سے ہر ایک کے ہاتھ میں تھا۔ تاہم اسکی پانے والی دوسری مقدس ہستی تھی علیؑ کی۔ جس کا سینہ آیاتِ بیّنات سے مملو تھا۔

دیگر نہ صرف ایک وقت بلکہ کئی بار ایسے ہی غلطیاں سابق میں شیراز ہفتہ وار میں ہوئی تھیں۔ مثلاً نذری باغ کے قطعوں میں۔ جس کے طرف صمصام شیرازی مدیر شیراز کو متوجہ کیا گیا تھا کہ عدم نگرانی کی وجہ سے یہ ہو رہا ہے۔ ورنہ اس کا سلسلہ اگر آئندہ جاری رہے گا تو نذری باغ کا کلام شیراز میں طبع نہ ہوگا۔ اس کا خیال رہے۔

مرقوم ۱۸ اپریل سنہ ۱۹۶۱ء

(منقول از نظام گزٹ)

عادات و اطوار بدہر سہ پوتے تراب علیؓ صاحب

(مقیم نذری باغ)

فرمایا ان میں کا بڑا بھائی جسکا نام امجد علیؓ ہے چند سال قبل یہ بدرویہ تھا۔ مگر سرزنش سے سنبھل گیا ہے اور اذوقہ پانے والے خانہ زادوں میں شریک ہے۔ اور اسکا عقد بھی ہوچکا ہے۔ مگر بعض وجوہ سے ابھی متاہل زندگی شروع نہیں ہوئی ہے جو آئندہ ماہ ذیحجہ سنہ ۱۳۸۰ھ تک ہوجائے گی۔ مگر اسکے ۲ دو چھوٹے بھائی ہیں یعنے مہدی علیؓ و شبیر علیؓ۔ یہ بدرویہ چھوکرے ہیں۔ لہذا انکو تاکید کی گئی ہے کہ اگر قاعدہ سے نہیں رہیں گے تو نذری باغ سے خارج کردیئے جائیں گے۔ اور اِن پر ایس۔ این۔ ریڈی کی نگرانی بھی قائم ہوگئی ہے۔ اور اس واقعہ کی اطلاع میں نے دادا تراب علیؓ صاحب کو بھی دیدی ہے۔ بشمول پدر ہاشم علیؓ۔ (ملازم محلات پولیس)

آخر میں اتنا اور کہدینا چاہتا ہوں کہ جو چھوکرے ذی کردار نہیں ہیں وہ ہرگز نذری باغ میں رہنے کے قابل نہیں تھے کہ یہہ آنے سے قبل آوارہ تھے اور تعلیم و تربیت سے محروم تھے اب رہا ان کی حیثیت تو وہ عیاں راچہ بیاں تھی کہ کوئے گمنامی کے تھے اور اوسپر یہ عادات و اطوار سونے پر سہاگا تھا خیر آیندہ دیکھا جائے گا زود یا بہ دیر۔ جیسے واقعات پیش آئیں۔

مرقومہ ۱۸ اپریل ۱۹۶۱ء

(منقول از نظام گزٹ)

ضمیمہ تصحیح سہو کتابت در غزل نذری باغ شائع شدہ مورخہ نظام گزٹ

فرمایا اسی سلسلہ میں جو غزل دفتر پیشی میں صاف ہو کر بغرض اشاعت صمصام شیرازی کے ہاں بھیجی گئی تھی تو اس میں لفظ سبزا اور گو سبزدار لکھدیا گیا تھا جس سے معلوم ہوا کہ یہ منجانب ادارہ صمصام شیرازی نہیں ہوئی تھی بلکہ دفتر پیشی سے ہوئی تھی کہ اصل مسودہ غزل کو مدیر شیراز نے میرے دیکھنے کے لئے بھیجا تھا۔ آیندہ سے دفتر پیشی کو تاکید کردی گئی ہے کہ صحت کے ساتھ غزلیں صاف ہوا کریں۔ تاکہ ناحق اس کی ذمہ داری دوسروں پر عائد نہ ہو۔ البتہ سہو کتابت قطعوں کی حد تک صحیح ہے کہ اسکی ذمہ داری ادارہ شیراز پر ہے جس کو صمصام شیرازی نے تسلیم کیا تھا۔ کیونکہ اس کا ثبوت موجود تھا۔ یعنے بہ الفاظ دیگر یہ ذمہ داری دفتر پیشی پر نہیں تھی۔

مرقوم ۱۹ر اپریل ۱۹۶۱ء

(منقول از نظام گزٹ)

عقد ہر دو پسران غلام عباس متولی عاشور خانہ لغسل مبارک

(بنام کاظم علیؑ۔ نجف علیؑ)

فرمایا ان دو لڑکوں سے دو لڑکیاں (بطنی فاطمہ بیگم) منسوب ہو کر ایک طویل عرصہ ہوا ہے اور یہ زیر سرپرستی نذری باغ ہیں اور ان کا نام آمنہ بیگم۔ زہرہ بیگم ہے۔ پس ارادہ ہے کہ بعد ختم ایام عزا محرم۔ ماہ ربیع الاول ۱۳۸۱ھ میں عقد ہو جائے۔ اور اس کے بعد جتنا جلد ممکن ہو انکی متاہل زندگی شروع ہو۔

دوم۔ ایک لڑکا ہے جس کا نام نقی علیؑ ہے۔ یہ ولایت حسین مرحوم کا نواسہ ہے جو یہ بھی ان دو بھائیوں کی بہن نور النساء بیگم سے منسوب ہو چکا ہے (جس کو کچھ عرصہ ہوتا ہے اور لڑکی بھی یہیں نذری باغ میں ہے) اور اس لڑکے کے ساتھ عنایت علیؑ لڑکا شریک ہو جائے گا (یہ بیٹا ہے خورشید علیؑ ملازم محلات پولیس کا) البتہ اس کے لئے لڑکی تجویز ہونا ہے جس کی کوشش ہو رہی ہے۔ اور ان دو جوڑ کا عقد مل کر ہوگا اس کے بعد یہ چار لڑکے ایک ہی محلہ میں مقیم رہیں گے (در حدود نذری باغ) کیونکہ یہ ہم حیثیت اور ہم مذہب ہیں۔ (یعنے مذہب امامیہ ہے) اور سب ذی کردار ہیں۔ شاباش۔

مرقوم ۱۹ر اپریل ۱۹۶۱ء

(منقول از نظام گزٹ)

ترجمانِ اہلِ حق ہے قوم کی آواز ہے ☆ خیر خواہِ شاہِ حق آگاہ یہ شیراز ہے

شیراز

ایڈیٹر: سید صمصام شیرازی

لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

نادار طلباء کیلئے درسی کتابیں فراہم کرنے کی اسکیم

سرکارِ حق آگاہ کا کرم بعد کرم

ازبرائے خدمتِ خلق و پئے فیضِ انام
زندگی ہے وقف ساری شاہِ حق آگاہ کی

شاہِ حق آگاہ نے علوم اور معرفت کی ترقی جامعہ عثمانیہ میں اُردو کو ذریعہ تعلیم قرار دینے اور دارالترجمہ کے ذریعہ دیگر زبانوں کے علوم و فنون کو اُردو میں منتقل کرنے کے سلسلہ میں جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں وہ ہمیشہ تاریخ میں زرین حروف میں لکھے جائیں گے۔ سرکارِ حق آگاہ نے بیواؤں، یتیموں اور نادار طلباء کے لئے پانچ کروڑ جیسی گرانقدر رقم کا دوامی ٹرسٹ قائم فرما کر اپنے فیض کو فیض جاریہ بنا دیا — اس ٹرسٹ سے آج بلا لحاظ مذہب و ملت ہزاروں طلباء استفادہ کر رہے ہیں — اس کرم کے بعد اب سرکارِ حق آگاہ نے ایسے نادار طلباء کیلئے جو قیمتی نصابی کتب نہیں خرید سکتے ایک نئی اسکیم جاری کرنے کا حکم صادر فرمایا ہے — اس اسکیم کے تحت دو لاکھ کے صرفہ سے طلباء کے لئے کتابیں فراہم کی جائیں گی اور یہ کتابیں طلباء کو مستعار دی جایا کریں گے — سرکارِ حق آگاہ کے اس کرم پر کرم بعد کرم کی تعریف صادق آتی ہے —

اس نئی اسکیم سے اب ہزاروں نادار طلباء جو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں لیکن قیمتی کتب خریدنے کی سکت نہیں رکھتے۔ اس اسکیم سے استفادہ کرسکیں گے ——

ہماری صحافت کا یہ طریقہ ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔ جب کوئی شخص سو روپے کے وثائق بیں اندازی خریدتا ہے یا کسی فنڈ میں پانچ روپیہ کا عطیہ دیتا ہے تو اس کے نام کو اخبارات میں بہت ہی نمایاں کر کے شائع کیا جاتا ہے اور ایسی خبروں پر تبصرے کئے جاتے ہیں۔ لیکن جب سرکارِ حق آگاہ لاکھوں روپے طلباء اور عوام کی امداد کے لئے عطا فرماتے ہیں تو ان عطیوں کا ذکر سرسری طریقے سے بھی نہیں کیا جاتا۔ اگرچہ کہ سرکارِ حق آگاہ کی ذات کسی کی تعریف و توصیف اور داد سے کہیں بلند و برتر ہے لیکن ہماری صحافت کا یہ طریقہ ناشکری اور عدم سپاس کے ذیل میں آتا ہے۔ اس ناقدر دانی کو دیکھکر کہنا پڑتا ہے ؎

قدر کیا جانے گی دُنیا شاہِ حق آگاہ کی

> **خطیب منبر سلونی ؑ**
> کا ارشاد مبارک ہے کہ نیکی سے سرداری حاصل ہوتی ہے اور شکر سے نعمت بڑھتی ہے۔

خلائی سفر پر روانہ ہونے والا انسان۔ گگارن

ماسکو ۱۲ر اپریل۔ ۱۲ر اپریل کو سوویٹ
ین سے وہ پہلا کائناتی جہاز زمین کے گرد چکر
نے روانہ ہوا جس میں انسان موجود ہے۔ جہاز
نام ووستوک (مشرق) ہے۔ کائناتی جہاز
ستوک کے خلائی پائلٹ سوویٹ یونین کے
شندے فلائٹ میجر یوری الکسیوچ گگارین ہیں
منزلہ خلائی راکٹ کامیابی کے ساتھ داغا گیا
شش ارضی سے نکلنے کی پہلی رفتار اختیار کرنے
ور بار بردار راکٹ کی آخری منزل الگ ہو جانے
بعد کائناتی جہاز زمین کے گرد آزادانہ پرواز
مدار میں آگیا۔ ابتدائی معلومات کے مطابق
ناتی جہاز کا زمین کے گرد عرصہ گردش
۸۹ منٹ ہے۔ زمین سے اس کا کم سے کم فاصلہ
۱۷۵ کیلومیٹر اور زیادہ سے زیادہ فاصلہ ۳۰۲
ومیٹر ہوتا ہے۔ خط استوا پر اس کے مدار
سطح کا جھکاؤ ۶۵ ڈگری ۴ منٹ ہے پائلٹ
سمیت کائناتی جہاز کا وزن ۴۷۲۵ کیلو گرام
اس میں بار بردار راکٹ کی آخری منزل کا وزن
ل نہیں۔ دونوں طرف سے ریڈیو کے ذریعہ
ت چیت ہو رہی ہے اور خلائی پائلٹ گگارن
ساتھ ربطہ قائم ہے۔ خلائی جہاز پر شارٹ
ٹرانسمیٹر ۹.۰۱۹ میگا ہرز اور ۲۰.۰۰۶ میگا ہرز
ور الٹرا شارٹ ویو پر ۱۴۳.۶۲۵ میگا ہرز پر

کام کر رہے ہیں۔ پرواز کے دوران پائلٹ کی حالت
کا مطالعہ ریڈیو ٹیلی میٹرک اور ٹیلی ویژن طریقوں
سے کیا جا رہا ہے۔ کائناتی جہاز ووستوک کو جس
وقت مدار پر پہنچایا جا رہا تھا تو پائلٹ گگارن
بالکل ٹھیک حالت میں تھے اور اس وقت بالکل اچھے
ہیں کائناتی جہاز کے کیبن میں زندگی برقرار رکھنے
کے لئے جو ضروری طریقہ اختیار رکھے گئے تھے وہ ٹھیک
طریقے سے کام کر رہے ہیں۔ کائناتی جہاز "ووستوک"
پائلٹ گگارن کے ساتھ مدار پر گردش کر رہا ہے

خلائی پائلٹ زمین پر واپس آگیا۔

ماسکو۔ ۱۲ر اپریل سنہ ۶۱ء (تاس) ماسکو وقت
کے مطابق صبح ۱۰ بجکر ۵ منٹ پر خلائی پائلٹ میجر
گگارن نے کائناتی جہاز "ووستوک" سے افریقہ
پر سے گزرتے ہوئے خبر دی پرواز معمول کے مطابق
ہے۔ بے وزنی کی حالت میں میں بالکل ٹھیک ہوں۔
دس بجکر ۲۵ منٹ پر زمین کا چکر پورا کرنے کے بعد
"ووستوک"، کو واپس لانے کا انجن چالو کر دیا گیا
اور میجر گگارن کے ساتھ کائناتی جہاز نے مدار سے
واپس آنا شروع کر دیا۔ یہ سوویٹ یونین میں پہلے
سے مقررہ جگہ پر اترے گا۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں۔ پرواز نارمل ہے" گگارن

ماسکو۔ ۱۲ر اپریل سنہ ۶۱ء (تاس)، ماسکو وقت کے
مطابق صبح ۹ بجکر ۲۲ منٹ پر "ووستوک" سے پائلٹ میجر
گگارن کا پیغام جنوبی امریکہ کے اوپر سے ملا کہ "پرواز
بالکل معمول کے مطابق ہے۔ میں بالکل ٹھیک ہوں"۔

لشیدائیان اہل حق کا ترجمان اور صاحبان ذوق اخبار

علمِ امامت اور شیعہ عقیدہ

جناب مولوی حکیم سید محمد قاسم صاحب الٰہ آبادی

شیعوں کی معتبر حدیثوں کے تحت میں ان کا یہ مستحکم عقیدہ ہے کہ امام جو خدا اور رسول کے بنائے ہوئے نائب کی حیثیت سے ہوتا ہے۔ وہ رسول کی طرح سے زمین پر خدا کی حجت ہے اور وہ بطن مادر ہی سے منجانب خدا اور طور سے تمام علوم کا حامل اور عالم ہو کر دنیا میں آیا کرتا ہے۔ اور حجت خدا چاہے رسول یا نبی کی صورت میں ہو۔ اور چاہے امام کی شکل میں اس کے خدا داد علم میں بچپنے اور جوانی اور بڑھاپے متغیر زمانوں کا کوئی فرق کبھی بھی نہیں ہوا کرتا۔ ہر عمر اور ہر سن و سال میں یکساں طور سے بحیثیت امام اور حجت خدا کے چاہے وہ بالقوی ہو چاہے بالفعل وہ ہر علم کا عالم کامل منجانب اللہ ہوا کرتا ہے۔ حجت خدا اور امام کے پہچاننے کے لئے خدا ہی کی دی ہوئی یہ نعمت زحمت دنیا والوں کو مبہوت بنا دیا کرتی ہے۔ ہماری ایسی صحیح حدیثوں کی تائید میں قرآن مجید کی بھی بعض آیتیں ایسی موجود ہیں جنمیں خداوند عالم نے بچپنے ہی کے زمانے میں بعض انبیاء کو منصب نبوت کے عطا فرما دینے کا ذکر واضح طور پر صاف لفظوں میں فرما دیا ہے۔

مثلاً جناب یحییٰ علیہ السلام کے لئے ارشاد ہوا ہے وآتیناہ الحکم صبیا (پ۱۶ ع ۱ سورہ مریم) اور اس لفظ حکم سے مفسرین نے نبوت ہی کو مقصود بتلایا ہے (تفسیر جلالین و صافی وغیرہما) یعنے خدائے عز و جل نے نبوت انہیں بچپنے ہی میں دے دی تھی۔

اسی طور سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق جب یہود نے جناب مریم علیہا السلام کے بارے میں اپنی بدگمانی کا اظہار کیا تھا تو جناب عیسیٰ علیہ السلام نے گہوارہ ہی کے اندر رہتے ہوئے یہ فرما دیا تھا۔ انی عبد اللہ آتنی الکتاب وجعلنی نبیا (پ۱۶ ع ۵ سورہ مریم) یعنی میں خدا کا بندہ ہوں مجھے اس نے کتاب انجیل عطا فرمائی ہے۔ اور مجھے نبی قرار دیا ہے بلکہ اس کے بعد والے الفاظ جو جناب عیسیٰ علیہ السلام ہی کی زبان سے نکلے ہوئے ہیں۔ وہ تو یہ بھی بتلا رہے ہیں کہ اس منصب کے عطا کئے جانے کے ساتھ ہی ساتھ جناب عیسیٰ علیہ السلام پر وہ تکالیف شرعیہ بھی کہ جن کا تعلق بالعموم بلوغ کے بعد میں ہوا کرتا ہے عائد اور لازم کر دی گئیں یعنی حضرت کی زبانی یہ قرآنی الفاظ کہ واوصانی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ ما دمت حیا یعنے اور مجھے نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کا بھی حکم زندگی بھر کے لئے خداوند عالم نے دیدیا ہے۔ جس سے صاف طور سے واضح ہو جاتا ہے کہ خداوند عالم جسے بھی چاہے ایسے بچپنے ہی میں اپنا منصب بھی عطا فرما دیتا ہے

اور اس کے منصب اور عطیہ میں بالغ اور نابالغ کا کوئی فرق یا کوئی قید نہیں ہوا کرتی۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ یہ بات بھی آخر کے جملوں سے ظاہر اور ثابت ہو جاتی ہے کہ حجت خدا کے اوپر وہ تکالیف شرعیہ بھی جو عوام کے لئے بلوغ کے ساتھ مشروط ہوا کرتی ہیں۔ قبل بلوغ اور عالم صباہی میں حکماً واجب ہو جایا کرتی ہیں جس طرح مذکورہ آیتوں سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہو جاتی ہے کہ عمر اور سن کا لحاظ خدا کے دئیے ہوئے منصب نبوت میں نہیں ہوا کرتا اسی طرح سے نائب رسول ہی اور امام کے لئے بھی جو خدا و رسول ہی کا بنایا ہوا ہو اس کی امامت اور عطائے علم میں بھی کسی زمانہ اور عمر اور سن کا لحاظ ایسی موہبت الٰہیہ کے لئے نہیں ہوا کرتا بلکہ ایسا امام بھی نبیوں ہی کی طرح سے شکم مادر ہی سے حامل علوم الٰہیہ ہو کر دنیا میں آیا کرتا ہے اور اپنی ابتدائے خلقت سے لیکر آخر وقت ممات تک وہ خدا داد علوم کا یکساں طور پر حامل ہوا کرتا ہے۔ اس کا بچپنا اور جوانی اور بڑھاپا سب ایک ہی طرح کا ہے۔ کبھی بھی کوئی فرق اس کے علم میں اس کے سن و سال کے لحاظ سے پیدا ہی نہیں کیا جا سکتا۔ اور نہ کہا جا سکتا ہے کہ معاذ اللہ وہ اپنے بچپنے میں ناواقف جاہل اور محتاج تعلیم و تربیت کا رہتا ہے۔ اور بعد تحصیل علوم و تجربات و مشاہدات وہ عالم علوم ہو جایا کرتا ہے۔ استغفراللہ اس مہمل خیال کا رکھنے والا نہ تو شیعہ ہی ہو سکتا ہے اور نہ پیغمبر اور امام کا تابع بلکہ ایسے خیال کا آدمی تو درحقیقت معصومین علیہ السلام کی حدیثوں بلکہ قرآنی آیات کا بھی منکر ہو جاتا ہے جس کا حشر جو کچھ بھی ہوتا ہے اسے معصومین علیہ السلام کی حدیثوں ہی میں تلاش کیا جا سکتا ہے۔

ہمارے ائمہ معصومین علیہ السلام جو خدا و رسول ہی کے بنائے ہوئے نائب رسول اور حجت اللہ ہیں بچپنے کے علمی واقعات فریقین کی معتبر کتابوں میں بکثرت موجود ہیں جن سے صاف طور پر یہ پتہ چل جاتا ہے کہ جب وہ بالکل بالغ بھی نہ ہوں تب بھی وہ خدا کے عطیہ ہی کی بنا پر اپنے بچپنے ہی کے زمانے سے عالم علوم رہا کئے ہیں اور یہی بالاتفاق شیعوں کا مخصوص عقیدہ ہے۔

ہمارے اس عقیدہ کی تائید بعض علمائے اہل سنت نے بھی اپنی اپنی کتابوں میں واضح الفاظ سے کر دی ہے جس سے ہمارے عقیدے کے صحیح اور مستحکم ہونے پر کافی روشنی پڑ جاتی ہے۔

مثلاً علامہ ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ (چھاپہ مصر ۱۳۲۴ھ) کے صفحہ ۱۲۳ پر امام محمد تقی علیہ السلام کے حالات کے سلسلے میں یہ واقعہ بھی حضرت کے بچپنے ہی کا تحریر کیا ہے اور بحار الانوار جلد یازدہم وغیرہ میں بھی یہ واقعہ مذکور ہے اس بنا پر اسے مسلمہ فریقین بھی کہا جا سکتا ہے۔ اصل عبارت کا ترجمہ پیش ہے۔

جو واقعات پیش آئے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ امام محمد تقی علیہ السلام اپنے پدر بزرگوار امام علی رضا علیہ السلام کے انتقال فرما جانے کے ایک سال کے بعد ایک مقام پر کھڑے ہوئے تھے اور بہت سے لڑکے بغداد کی گلیوں میں کھیل رہے تھے کہ دفعتاً ایک طرف سے گذر مامون بادشاہ کا ہوا۔ جس کو دیکھ کر سب لڑکے تو بھاگ گئے مگر امام محمد تقی علیہ السلام جن کی عمر اس وقت ۹ سال کی تھی اپنی جگہ پر کھڑے ہی رہ گئے۔ اور بھاگے نہیں حضرت کو کھڑا دیکھ کر مامون کے دل میں خداوند عالم

امام کی محبت ڈال دی۔ اس وقت حضرت سے خطاب کرکے مامون نے کہا کہ صاحبزادے! تم کیوں نہیں بھاگے تو حضرت نے فوراً ہی برجستہ جواب دیا کہ اے بادشاہ راستہ تنگ نہ تھا کہ جس کے لحاظ سے میں ہٹ کر آپ کے لئے راستہ کو وسیع بنادیتا اور نہ ہی میں نے کسی قسم کا جرم ہی کیا تھا کہ جس کی وجہ سے میں آپ سے خوف کھاتا۔ مجھے تو آپ کی طرف حسن ظن ہی رہا ہے کہ آپ اس شخص کو کچھ بھی نقصان نہ پہنچا دیں گے جو کسی طرح کا بھی مجرم اور گنہگار نہ ہو۔ حضرت کی باتوں کو سن کر اور آپ کی خوبصورتی کو دیکھ کر مامون کو سخت تعجب ہوا اور پوچھا کہ صاحبزادے تمہارا اور تمہارے پدر بزرگوار کا نام کیا ہے؟ حضرت نے جواب دیا محمد بن علی الرضا۔ باپ کا نام سن کر مامون نے رحمۃ اللہ علیہ کہا (حالانکہ امام رضا علیہ السلام کا یہی قاتل تھا) اور اپنے گھوڑے کی باگ انہوں نے دوسری طرف پھیر دی۔ بادشاہ اپنے ساتھ کچھ شکاری بازوں کو بھی لئے ہوئے تھا۔ جب وہ آبادی سے نکل کر دور چلا گیا تو اس نے ایک پرندے کے اوپر جسے دراج کہتے ہیں اپنے ایک باز کو شکار کر لانے کے لئے چھوڑ دیا۔ وہ باز کچھ دیر تک تو غائب رہا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد واپس آیا کہ اسکی منقار میں ایک چھوٹی سی مچھلی تھی جس میں جان بھی باقی تھی۔ جسے دیکھ کر مامون انتہائی تعجب اور حیرت میں پڑ گئے اور واپس ہوئے تو دیکھا کہ لڑکے پھر اسی طرح کھیل رہے ہیں اور امام محمد تقی علیہ السلام ان کے پاس کھڑے ہوئے ہیں۔ مامون کو دیکھ کر اور سب لڑکے تو اسی طرح سے پھر بھاگ گئے صرف امام محمد تقی علیہ السلام بدستور کھڑے رہ گئے۔ مامون حضرت کے قریب گئے اور مٹھی میں مچھلی چھپا کر کہا کہ بتاؤ

میرے ہاتھ میں کیا چیز ہے! حضرت نے فرمایا اے بادشاہ! خداوند عالم نے اپنے دریائے قدرت میں چھوٹی چھوٹی مچھلیاں پیدا کی ہیں جن کو بادشاہوں کے باز شکار کر لیا کرتے ہیں تو ان کے ذریعہ سے اہل بیت مصطفیٰ کی اولاد کا وہ امتحان لیا کرتے ہیں۔ یہ سن کر مامون نے کہا کہ بیشک تم امام رضا علیہ السلام کے فرزند ہو۔

انہیں علامہ ابن حجر مکی نے اس سے زیادہ صراحت حضرت صاحب العصر عجل اللہ فرجہ کے ذکر میں کی ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو۔ صواعق محرقہ کے صفحہ ۱۲۴ پر یہ عبارت ہے۔

و ابی القاسم محمد الحجۃ و عمرہ عند وفاۃ ابیہ خمس سنین لکن آتاہ اللہ فیھا الحکمۃ و یسمی القائم المنتظر	(حضرت ابوالقاسم محمد الحجۃ) جن کی عمر ان کے والد کے انتقال کے وقت پانچ سال کی تھی۔ لیکن خداوند عالم نے انہیں اسی کم سنی ہی میں حکمت

(یعنی امامت اور اس کے علوم عطا فرمادی تھی۔ انہیں قائم منتظر (عجل اللہ فرجہ) بھی کہا جاتا ہے۔

اس قسم کے مضامین کی تحریرات اور بھی دیگر ائمہ علیہم السلام کے بارے میں خصوصیت سے کتب اہل سنت میں بھی موجود ہیں مگر ہمیں تو اس وقت حضرات حسنین علیہم السلام کے بارے میں خصوصیت کے ساتھ خدا داد علم کا ذکر کرنا اپنی اور غیروں کی کتابوں کے حوالے سے مقصود ہے۔ آل نبی دیگر معصومین علیہم السلام کے بچپنے کے علمی واقعات کو چھوڑتے ہوئے انہیں دونوں شہزادوں ہی کے متعلق کچھ عرض کرنا ہے علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ علامہ بحار کے باب فضائلہما و نجنہ الہی لہا سے زبانی میں تحریر فرماتے ہیں۔

واجتمع اهل القبلة علی ان النبی قال الحسن والحسین امامان قاما او قعدا

تمام اہل قبلہ (یعنے مسلمانوں) کا اس پر اجتماع اور اتفاق کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ حسن اور حسین دونوں امام ہیں چاہے کھڑے ہو جاویں اور چاہے بیٹھے رہیں اور اس عبارت کے دو درز پچھلے قاما او قعدا کی توضیح اس طرح کی ہے۔

اور حسنین علیہما السلام کی امامت پر اس مشہور حدیث سے بھی استدلال کیا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میرے بعد یہ دونوں میرے بیٹے امام ہیں چاہے کھڑے ہو جائیں چاہے بیٹھے رہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول کے بموجب ان دونوں شہزادوں کی امامت کو ہر حال میں واجب ولازم بنا دیا گیا ہے۔ چاہے دونوں جہاد کے لئے اٹھ کھڑے ہوں اور چاہے بیٹھے رہیں۔ اور جہاد نہ کریں۔ اسی طرح چاہے یہ دونوں اپنی امامت کے لئے لوگوں کو دعوت دیں اور چاہے نہ دیں۔

اہل سنت کے علامہ متاخر مولوی صدیق حسن خاں صاحب قنوجی نے اپنی کتاب سراج وہاج میں بھی (کما نقل عنہ فی جملہ حدیث السفینۃ من العبقات) جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول تحریر کیا ہے کہ الحسن والحسین امامان قاما او قعدا۔ حسن اور حسین دونوں کے دونوں امام ہیں چاہے کھڑے ہو جائیں چاہیں بیٹھے رہیں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہی زمانہ میں ان دونوں شہزادوں کا امام ہونا واجب واضح فرما دیا بالخصوص الفاظ او قعدا سے بھی تو اس میں ہر وہ زمانہ داخل ہو جاتا ہے جس میں ان دونوں شہزادوں نے جہاد نہ کیا ہو پھر چاہے وہ زمانہ خود رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا ہو یا امیر المومنین علیہ السلام کا وہ زمانہ جس میں کہ حضرت جہاد میں مصروف نہیں رہے (اور حسنین علیہما السلام کو بھی جہاد میں شرکت کی ضرورت نہیں پڑی) اور اسی طرح امام حسن علیہ السلام کے بھی جنگ کے قبل اور بعد کا زمانہ کہ ان میں سے ہر ایک زمانہ میں شہزادوں کی امامت حدیث مذکور کے بموجب واجب و لازم رہتی ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اپنے بزرگوں کے زمانہ میں ہر ایک ان شاہزادوں کا بالقوی امام رہا ہے مگر امامت سے خالی کوئی بھی زمانہ ان کا نہیں رہا۔

اور جب حدیث شریف کے بموجب ان دونوں کی امامت ان کے ہر زمانہ میں مسلم ہو جاتی ہے تو پھر یہ بھی مسلم اور محقق رہے گا کہ امامت کے لئے جتنے بھی شرائط اور علامتیں اور اوصاف لازم و مقرر ہیں وہ سب کے سب بھی ان دونوں شہزادوں میں ان کے ہر زمانہ میں موجود رہے ہیں چاہے بچپنے کا زمانہ ہو چاہے جوانی کا اور چاہے بڑھاپے کا۔ ورنہ یہ ممکن نہیں ہے کہ شرائط و صفات امامت تو موجود نہ ہوں اور امام ہو جائیں۔ منجملہ اوصاف امامت کے امام کا عالم ماکان و مایکون ہونا۔ عالم علم لدنی ہونا۔ ہر ایک زبان سے واقف ہونا ہر ایک علم میں سب امتیوں سے افضل اور جامع ہونا وغیرہ وغیرہ بھی شیعوں کے عقائد میں یقینی طور سے داخل ہے۔ تو ان دونوں شہزادوں میں سے کسی ایک کیلئے بھی یہ زعم باطل رکھنا کہ ان کی تعلیم و تربیت اور مشاہدات و تجربات وغیرہ کی ضرورت معاذ اللہ تھی قطعی غلط اور آیات و حدیث سے محض بے خبری اور عقائد شیعہ سے کلیتہً ناواقفیت کی دلیل ہے۔

حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ اشرف الحاج حضرت آقای بروجردی طاب ثراہ

۳۰ مارچ کی صبح نمودار ہوتے ہی ریڈیو ایران نے غمناک لہجہ میں حضرت افقہ زمان اعلم دوران حجۃ الاسلام العظمیٰ و آیتہ الکبریٰ سرکار آقای آقا الحاج السید حسین قبلہ طباطبائی البروجردی کی وفات حسرت آیات کا اعلان نشر کیا جس کے سنتے ہی تمام عالم اسلام میں تہلکہ برپا ہو گیا اعلیٰ حضرت شہنشاہ ایران اپنے تمام وزرا کی معیت میں قم پہنچ گئے۔ اور بعد دوپہر مرحوم کی لاش کو مسجد اعظم قم کے احاطہ میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

اعلیٰ حضرت شہنشاہ ایران نے پورے ملک میں تین دن کا خصوصی ماتم منانے کا حکم صادر فرمایا۔ پورے ملک میں تمام سرکاری دفاتر بینک کاروباری ادارے اور بازار بند رہے۔ تہران ریڈیو نے ٹیلی ویژن اور ریڈیو پر موسیقی کے تمام پروگرام منسوخ کر دیئے گئے۔

تقلید اعلم مذہب شیعہ نے عامتہ المومنین کی ہدایت و رہنمائی کے لئے جو طریقہ کار مقرر کیا وہ صحیح معنوں میں لائحہ عمل ہے یہاں انتخاب شوری اجماع کثرت آراء بیعت وغیرہ کو قطعی طور پر دخل نہیں صرف اصطفا کارفرما ہوتا ہے اور علم و اتقا حقیقی معیار قرار دیا جاتا ہے۔

مسئلہ تقلید امور ضروریہ دینیہ میں ہے یعنی جو شخص احکام دین (فروع دین) کو دلیلوں سے سمجھنے کی اہلیت نہ رکھتا ہو۔ اس کے لئے واجب ہے کہ مجتہد جامع الشرائط کی تقلید کرے۔ یعنی مجتہد کے قول اور فتوی پر عمل کرے اور ان مسائل کو یاد کرے جن پر اکثر و بیشتر عمل کی ضرورت رہا کرتی ہے۔ ایسے مجتہد جامع الشرائط کی جو شرعی دلائل حکم اللہ کے دریافت کرنے میں سب سے زیادہ استاد اور ماہر ہو۔ تقلید کرنا واجب ہے۔ اسی کو زبان شرع میں اعلم کہتے ہیں۔ اعلم کے تقرر میں عوام الناس کو دخل ہے اور نہ رائج الوقت جمہوری طریقوں پر عمل ہوتا ہے۔ بلکہ یہ علمائے علوم دینیہ کا فرض ہے کہ وہ اپنی قدرت و تمیز سے تلاش کریں۔ اور بعد اصطفا شہادت دیں۔ کہ فلاں شخص واحد اس وقت اپنے علم و اتقا کے لحاظ سے سب سے افضل ہے وہی اعلم ہے۔

حضرت حجۃ الاسلام آیتہ اللہ سرکار آقای آقا سید ابوالحسن صاحب قبلہ اصفہانی نور اللہ مرقدہ کے انتقال پر ملال کے بعد تقلید کے سلسلہ میں بہت دشواریاں پیش آئیں۔ بالآخر اہل خبرہ کی نقاد نگاہوں نے حضرت افقہ زمان اعلم دوران حجۃ الاسلام العظمیٰ و آیتہ اللہ الکبرے سرکار آقای الحاج السید حسین صاحب قبلہ طباطبائی کو البروجردی کو تقلید کے لئے مرجح پایا۔

اہل ایران و عراق و ہند و پاکستان، افغانستان و دیگر ممالک اسلامیہ کے نزدیک آپ اعلم ثابت ہوئے اور رفتہ رفتہ اطراف عالم میں آپ کی اعلمیت مشہور و معروف و مسلم ہو گئی۔ اور آج دنیا کے کروڑوں مومنین آپ کی

تقلید میں ہیں۔ اور جب تک دوسرے اعلم کی اشاعت نہ ہو اس وقت تک آپ کی تقلید برقرار رہے گی۔

پیدائش و تعلیم

آپ ۱۲۹۲ھ میں ایران کے مشہور شہر بروجرد کے طبا طبائی خاندان میں پیدا ہوئے۔ یہ ایران کا ایک مشہور خاندان ہے جس میں صدیوں سے بڑے بڑے جید علماء و فضلاء پیدا ہوئے۔ جنہوں نے اپنے فیوض و برکات علمی سے مذہب و ملت کی ایسی بیش بہا خدمات انجام دیں۔ جو تا ابد تاریخ میں درخشاں و پائندہ رہیں گی۔ آپ نے بھی اسی خاندان میں پرورش پائی۔ علم و اتقا وراثت میں پایا۔ ابتدائی تعلیم اپنے بزرگوں سے حاصل کی تکمیل تعلیم کے لئے نجف اشرف میں اقامت پذیر ہوئے مستند علماء کے علاوہ آپ کو حضرت آیۃ اللہ ملا محمد کاظم صاحب خراسانی و حضرت آیۃ اللہ شیخ الشریعت صاحب قبلہ اصفہانی سے تلمذ خصوصی حاصل ہوا۔ یوں تو آپ نے جمیع علوم مروجہ دینی کا مطالعہ فرمایا۔ لیکن علم الرجال ادبیات، تاریخ اسلام و علم انساب سادات میں آپ کو مہارت تامہ و شہرت حاصل تھا۔ ان علوم میں آپ نہ صرف منزل کمال پر ہی فائز تھے بلکہ یگانۂ روزگار اور مستند تھے۔ آپ حضرت سرکار اصفہانی صاحب قبلہ مرحوم طاب ثراہ کے ہمعصر تھے۔ ان کے انتقال کے بعد جب آپ اپنے آبائی وطن بروجرد آ گئے۔ تو یکایک علیل ہو گئے تو قم کا سفر اختیار کیا اور یہاں پہنچ کر حضرت معصومہ علیہا السلام کی خدمت میں سلام عرض کیا اور تعظیم کی اور استدعا پیش کی کہ اگر اس مرض سے شفا پا ہو جاؤں تو آپ کے جوار میں حوزہ علمیہ کی سرپرستی کروں گا۔ آخر ہر علماء و فضلاء اور خود اعلیٰ حضرت شاہ ایران کا اصرار قم کے قیام کیلئے بڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ اللہ نے آپ کو شفا عطا فرمائی۔ تو آپ نے قرآن سے تفاؤل فرمایا۔ جس میں سورہ مومن کی ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰ آیت ظاہر ہوئی۔

ترجمہ:۔ اور ہم نے آسمان سے ایک اندازہ سے پانی اتارا پھر اس کو زمین میں ساکن کر دیا۔ اور یقیناً ہم اس کو دور کر دینے پر قادر ہیں۔ پھر ہم نے اس کے ذریعہ سے تمہارے لئے کھجوریں اور انگوروں کے باغات پیدا کئے۔ جن میں تمہارے لئے بہت سے میوے ہیں۔ اور انہیں میں سے تم کھایا پیا کرتے ہو۔

بہ این وجہ آپ نے بجائے نجف اشرف کے قم میں قیام فرمایا وہیں پر درس تدریس کا سلسلہ جاری رہا۔ ہزاروں طالبان علم دین آپ سے علمی استفادہ حاصل کرتے رہے۔

حوزہ علمیہ قم

قم میں تعلیمی ترقی کا دور حجۃ الاسلام آقای شیخ عبدالکریم صاحب یزدی حائری کے زمانہ میں شروع ہوا۔ آپ کی رحلت کے بعد حوزہ علمیہ کی باگ ڈور حضرت علامہ آقای سید صدرالدین صاحب سنبھالی ان کے زمانہ میں طلبا کی خاصی تعداد ہو گئی تھی۔ ان کی وفات کے بعد حضرت علامہ آقای بروجردی مرحوم نے اس ذمہ داری کو سنبھالا۔ اور اپنی ذاتی کد و کاوش سے اس درسگاہ کو یونیورسٹی میں تبدیل کر دیا۔ آپ کی علمی شہرت کی وجہ سے تشنگان علم دین دور دراز مقامات سے قم میں جمع ہو گئے۔ اور اس وقت چھ ہزار طلبا زیر تعلیم ہیں۔ جن کے تمام مصارف کی ذمہ داری یونیورسٹی برداشت کرتی ہے۔ اور کم از کم ساٹھ روپے ماہانہ ہر طالب علم کو وظیفہ دیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ نجف اشرف میں آٹھ ہزار طلباء۔ کربلا معلیٰ کے دو ہزار طلباء

کاظمین الشریفین کے تین سو طلبا۔ سامرہ کے چھ سو طلباء مشہد مقدس کے تین ہزار طلبا۔ اصفہان میں ایک ہزار طلبا۔ تہران میں دو ہزار طلبا کے جملہ اخراجات کی ذمہ داری بھی حوزہ علمیہ قم کے ذمے ہے۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ حضرت علامہ مرحوم کے ذات بابرکات سے کس قدر طالبانِ علم دین مستفید ہو رہے ہیں۔ یہاں پر یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ علامہ مرحوم اپنی پیرانہ سالی میں روزانہ دس بجے صبح مسجد اعظم میں تشریف لایا کرتے تھے اور ایک ہزار فضلا آپ کے درس میں شریک ہوا کرتے تھے اور اس دوران میں آپ سب کے سوالات کا خندہ پیشانی سے جوابات دیا کرتے تھے۔ اور نماز مغربین بھی خود ہی پڑھایا کرتے تھے۔

حوزہ علمیہ کی تنظیم کے سلسلہ میں آپ نے نجف اشرف کاظمین شریفین۔ کربلائے معلیٰ۔ سامرہ کرمانشاہ کے مدارس کو از سر نو تعمیر کرایا۔ اور کتب خانہ قائم کیے۔ دو کتب خانہ قم میں قائم کیے جن میں ہر قسم کی ہزارہا کتابیں جمع کر دیں۔ اور وہ کتابیں جو نایاب ہو چکی تھیں۔ ان کے چھپوانے کا انتظام کیا۔ شاہراہ میں ایک مسجد تعمیر کرائی اور دوسری مسجد اعظم قم میں حرم مبارک کے پہلو میں تعمیر کرائی جو ابھی تک زیر تعمیر ہے۔ اور اس وقت تک ساٹھ لاکھ روپیہ صرف ہو چکا ہے۔ پانچ سال سے زائد عرصہ ہوا کہ اس کی تعمیر شروع ہوئی تھی۔ تعمیر مکمل ہو جانے کے بعد یہ ایشیا میں اپنی طرز تعمیر شان و شوکت کے لحاظ سے دنیا میں ایک ہی مسجد ہوگی۔ تیسری مسجد ہیمبرگ (جرمنی) میں تعمیر کرائی۔

طلباء کی تنظیم اور اخلاقی معیار کو بلند کرنے کے لیے مختلف قسم کے ادارے قائم کیے۔ اور جلسہ ہائے اخلاقی سے اخلاق کو مزین کیا۔ یونیورسٹی کی طرف سے تین رسالوں کا اجرا کیا۔

مکتب الاسلام۔ مکتب الانبیاء۔ مکتب تشیع۔

جن کے علی الترتیب ایڈیٹر آقای مکارم۔ آقای مہدی منیحی اور محمد رضا صالحی ہیں۔

اشاعت و ترویج دین کے لیے امریکہ، برطانیہ، جرمنی، فرانس، افریقہ میں اپنے نمائندے بھیجے۔ تاکہ وہاں کے مومنین دینی استفادہ حاصل کرتے رہیں۔ اس کے علاوہ تمام ممالک اسلامی میں نمائندگان موجود ہیں۔ پاکستان میں آپ کی طرف سے حضرت حجۃ الاسلام آیۃ اللہ آقای شیخ محمد شریعت ہیں جن کا قیام کراچی میں ہے آپ کی ذات بابرکات سے مومنین پاکستان کو جو دینی فیض پہنچا ہے اس کو نہ بیان کیا جا سکتا ہے اور نہ لکھا جا سکتا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بطفیل ائمہ طاہرین حضرت علامہ مرحوم کو درجات عالیہ عطا فرمائے۔ اور مومنین کے لیے جلد کسی ایسی مقدس ہستی کو مقرر فرمائے۔ جو علم و اتقا میں ان کا نعم البدل ہو۔ اور سب مستفید ہو سکیں۔

قومی اطلاعات

مسجد زہرا میں مجالس ایصال ثواب

سید الواعظین آقای سید عباس شاہ منصوری خراسانی کی قیادت میں بعد نماز مغربین مسائل تفسیر کے علاوہ مختصر مجلس عزاء و فاتحہ خوانی برائے مرحومین مدفون دائرہ حضرت میر مومن رح ہر شب جمعہ مسجد زہرا دائرہ حضرت میر مومن رح میں پابندی سے جاری ہے۔ بانیان مجلس آقای حسین ضابط، مولوی سید ناصر حسین صاحب رضوی، مولوی مرزا ابوالحسن صاحب تبریزی تمام مومنین کرام خصوصاً جن کے اعزہ و دوست دائرہ مذکور میں مدفون ہیں قبل مغرب ہر پنجشنبہ تشریف لاکر فاتحہ قبور کرکے بعد نماز مغربین و مجلس ایصال ثواب و فاتحہ خوانی میں شرکت کے متمنی ہیں۔

میر عالم گیسٹ ہاؤز میں مشاعرہ!

میر عالم گیسٹ ہاؤز میں زاہد رضوی صاحب کی صدارت میں ایک طرحی مشاعرہ

"سنا ہے میکدہ میں حضرت زاہد بھی آتے ہیں"

کی طرح پر منعقد ہوا اس مشاعرہ میں شاعر اہلبیت علامہ نجم آفندی، علامہ ناصر زید پوری، مولوی شفیق احمد صاحب کامل شطاری، جناب میر سجاد علی صاحب مجید، جناب صلاح الدین صاحب نیر، جناب فیض الحسن صاحب خیال۔ جناب خاور نوری صاحب، جناب کیپٹن میر عباس علی صاحب عابدی اور جناب ساجد رضوی صاحب نے اپنا طرحی کلام سنایا۔ سامعین کی ایک کثیر تعداد شریک مشاعرہ تھی۔ صدر مشاعرہ کی جانب سے ایک پرتکلف عصرانہ ترتیب دیا گیا تھا۔

ہمیں میر عالم گیسٹ ہاؤز میں مشاعرہ پر کوئی اعتراض نہیں، ہمیں صرف طرح پر اعتراض ہے۔ میر عالم گیسٹ ہاؤز میں جب مشاعرہ ہی منعقد کیا جاتا تھا تو کم از کم طرح یہ ہوتی کہ

"سر برہنہ پھر رہی ہے دولت سالار جنگ"

اور شعراء کرام کو اس طرح پر دعوت فکر دی جاتی تو بہتر تھا۔ میر عالم گیسٹ ہاؤز سالار جنگ کا باغ تھا۔ اب یہ "گیسٹ ہاؤز" ہو گیا ہے یہاں گیسٹ ہاؤز کے معنے مہمان خانہ کے نہیں بلکہ کچھ اور ہیں۔ (تفصیلات آئندہ)

مدینہ بلڈنگ میں ایک شاندار عشائیہ

حیدرآباد:۔ ۱۶ر اپریل رات کے ½ ۸ بجے مدینہ بلڈنگ کے دوسرے مالے پر منجانب آقای حسین ضابط صدر آل انڈیا سیرۃ الزہرا کمیٹی ایک پرتکلف عشائیہ ترتیب دیا گیا تھا جس میں خاص طور پر علماء اہل تشیع کو مدعو کیا گیا تھا۔ مدعوئین میں قابل ذکر مولوی سید عباس حسین صاحب قبلہ رشتی، سید الواعظین آقای سید شاہ عباس منصوری، شاعر اہلبیت علامہ نجم آفندی۔ مولوی سید اصغر حسن صاحب قبلہ نجفی۔ امام الجمعۃ والجماعت مسجد جعفری مولوی سید محمد صادق صاحب قبلہ نجفی عمدۃ الذاکرین مولوی میر اقبال علی صاحب زیدی، مولوی سید ضیاء الحسن صاحب مبلغ کلکتہ، مولوی سید تقی حسن صاحب وفا معتمد دائرہ کمیٹی، مولوی سید یافی الدین حیدر صاحب، مولوی سید علی آقا صاحب، مولوی نذر عباس صاحب، مولوی محبوب علی صاحب پرسنل سکریٹری وزیر اوقاف حکومت آندھرا پردیش۔ مولوی میر چراغ علی صاحب رضوی۔ ڈاکٹر میر مہدی علی صاحب، نواب سید احمد صاحب (داماد نواب سالار جنگ مرحوم) نواب محمد عباس علی خان صاحب نور الامرائی، آقای سید احمد حسین کرمانی، کیپٹن میر محمد علی صاحب زیدی۔ مولوی مرزا ابوالحسن صاحب تبریزی، مولوی سید محمد حامد صاحب زیدی معتمد انجمن مالکان ہوٹل۔ مولوی سید ناصر حسین صاحب بی۔ اے۔ اور سرفراز حسین صاحب ہیں۔

صاحبزادہ میر مسعود علیخاں
بی۔اے۔ال ال۔بی۔
منصف مجسٹریٹ

شورا پور
۲۴ ر مارچ ۱۹۶۱ء

خدمت جناب صمصام شیرازی
ایڈیٹر شیراز
چادرگھاٹ گیٹ حیدرآباد۔ ۲

محب من!
تسلیم و نیاز

تقریباً ۲۵ یا ۲۶ سال سے آپکی ادبی کاوشوں کو اور ساتھ ہی آپکی عقیدت سلطان العلوم سے دیکھتا چلا آرہا ہوں۔ واقعی آپ جیسا ادیب ہی سلطان العلوم سے نسبت و عقیدت کا مستحق ہے۔ حیدرآباد کے قیام کے زمانہ میں ۶ یا ۷ سال تک بہت قریب سے آپکا مطالعہ کرنے کا مجھے موقع ملا ہے۔ اور اس عرصہ میں وقت کا بیشتر حصہ آپکے ساتھ گذرا ہے۔ میں نے آپ میں بہت ہی اعلیٰ ادبی صلاحیتیں اور بے اندازہ شاہ پرستی پائی۔ کاش کہ حیدرآباد و ہندوستان کی دنیا آپکی صحیح قدر جان سکتی اور آپکو ملک و قوم و ادب کی خدمت کرنے کے پورے مواقع حاصل ہوتے۔ آپکی شرافت نفس، بے غرضی، اولوالعزمی۔ وسیع النظری اور بے مثال دوربینی سے میں بہت متاثر ہوا ہوں۔ مجھے بہ سلسلہ ملازمت حیدرآباد چھوڑے ہوئے بارہ سال سے زائد عرصہ ہوا لیکن آپکا رسالہ "شیراز" پابندی سے میں پڑھتا رہا ہوں آتا ہے۔ دوستی نبھانا کوئی آپ سے سیکھے۔ اس سے آپکی شرافت اور وسیع القلبی کا ثبوت ملتا ہے۔ غالباً آپکو اچھی طرح یاد ہوگا کہ میں نے کس طرح آپکے رسالہ کیلئے شاندار پلان بنائے تھے لیکن اسی اثنا میں بہ تعمیل فرمان مبارک اعلیٰحضرت بندگانعالی میرا تقرر بہ خدمت منصفی ہو گیا اور مجھے حیدرآباد چھوڑنا پڑا۔

آپکی بلند پایہ نثر اور بے ساختہ نظم کے شہ پارے رسالہ "شیراز" میں ہر ہفتہ دیکھنے میں آتے ہیں اور دل سے بے اختیار "واہ" نکلتی ہے۔ بہت دنوں سے سوچ رہا تھا کہ میں اپنے خیالات اور اپنے جذبات تشکر آپ تک پہنچادوں لیکن سخت مصروفیت کے باعث اس خیال کو آجتک ٹالتا رہا۔ آج فرصت کے دو لمحے نصیب ہوئے ہیں اور آپ کے "شیراز" کے دو پرچے ایک ساتھ وصول ہو کر مطالعہ سے گذرے ہیں۔ انکے تاثرات تھے یا آپ کی شرافت اور اعلیٰ صلاحیتوں کا تقاضا تھا کہ یہ سطور لکھنے پر مجبور رہا ہوں۔ خدا آپکی صلاحیتوں میں ترقی دے ملک و قوم اور ادب کی خدمت کرنے کے اس سے زیادہ مواقع عطا کرے۔ اب تو یہ حال ہو گیا کہ ہفتہ بھر آپکے رسالہ کا سخت انتظار رہتا ہے اور جب پرچہ ہاتھ میں آتا ہے تو ختم کئے بغیر ہاتھ سے چھوٹتا نہیں۔ اس کے حجم اور سائز میں اضافہ ہو سکتا اور بعض مشہور ادیبوں کے تازہ مضامین ہر ہفتہ اسکی زینت ہوا کرتے تو خوب ہوتا۔ گو اب بھی جو کلام شاہانہ و فرمودات حکیمانہ حضور پرنور اور آپ کے شہ پاروں کی وجہ سے یہ ایک خاصہ کی چیز ہے اور اس کا حقیقی لطف سمجھنے والے ہی اٹھا سکتے ہیں۔

کبھی فرصت کے ایک دو دن نکال کر میرے مستقر تشریف لایئے۔ یہ ایک اچھا خاصہ گرمائی مقام ہے۔ گلبرگہ ضلع کی انوٹی ہے۔ اس وقت میں بنگلہ میں بیٹھا ہوا ہوں جو کافی اونچائی پر واقع ہے۔ اور اطراف چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں سے گھرا ہوا ہے۔ ٹھنڈی ہوا کے جھونکے چو طرف سے آرہے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اس گرما میں آپ بھی ایک دو روز کے لئے اس سے لطف اندوز ہوں۔ اور اس مقام کی یاد میں کچھ نظم اور کچھ نثر کو یہاں سے تحفہ کے طور پر ہمراہ لے جائیں۔ کہیئے کب تشریف آوری کا ارادہ ہے!؟

والسلام
احقر میر مسعود علی



گلشن اطفال

تندرستی

از سیدہ طاہرہ بیگم

بچو! تم نے یہ شعر سنا ہوگا یا کسی درسی کتاب میں ضرور پڑھا ہوگا۔

تندرستی اگرنہ ہو غالب
تندرستی ہزار نعمت ہے

حقیقت یہ ہے کہ تندرستی ہزار نعمتوں کی ایک نعمت ہے۔ صرف ایک تندرست انسان ہی زندگی کا حقیقی لطف اٹھا سکتا ہے۔ اگر انسان بیمار ہو تو وہ زندگی میں کوئی خوشی محسوس نہیں کرسکتا۔

بچو! ابو سعید ابو الخیرؒ جو فارسی زبان کے مشہور رباعی گو شاعر اور بزرگ گزرے ہیں۔ خدائے تعالےٰ سے چند چیزوں کی التجا کرتے ہیں۔ ان چند چیزوں میں تندرستی بھی شامل ہے۔ رباعی یہ ہے۔

اے خالق ہر بلند و پستی
شش چیز عطا بکن ز ہستی
علم و عمل و تو بیرا خدستی
ایمان و امان و تندرستی

بچو! تمہیں چاہیے کہ ہمیشہ تم اصول حفظان صحت کی پابندی اور اپنی تندرستی کی حفاظت کریں۔ بے احتیاطی سے بیمار ہو کر علاج کروانے سے یہی بہتر ہے کہ بیماریوں سے بچتے رہیں۔ اور اپنی صحت کی حفاظت کریں۔ حکیم بوعلی سینا

زرین اقوال

قسمت کے کھیل ہیں جو بروقت سامنے آتے ہیں۔ (سرکار حق آگاہ)

کا قول ہے :-

"حفظ ما تقدم علاج سے بہتر ہے!"

بچو! تمہیں شیراز سے معلوم ہوا ہوگا کہ آجکل محترمہ لیلےٰ بیگم صاحبہ علیل ہیں اور آپ کا آپریشن ہوا ہے۔ بچو! ہمیں یقین ہے کہ تم ضرور محترمہ لیلےٰ بیگم صاحبہ کی تندرستی کے لئے دُعا کر رہے ہو گے۔ ہمارے پاس "شیراز" کا مطالعہ کرنے والے بچوں میں سے جماعت ہفتم کی ایک طالبہ ہے جس کا نام زکیہ فاطمہ ہے۔ یہ امامیہ مذہب کی سید زادی ہے۔ اس سیدزادی کے متعلق سنا گیا ہے کہ وہ محترمہ لیلےٰ بیگم صاحبہ کی صحت یابی کے لئے روزانہ بعد نماز صبح اور رات میں عشا کی نماز کے بعد دُعا کر رہی ہے۔ خدا زکیہ فاطمہ کی دُعا کو مستجاب کرے آؤ، بچو ہم بھی زکیہ فاطمہ کی طرح محترمہ لیلےٰ بیگم صاحبہ کی تندرستی کے لئے دُعا کریں۔

خداوندا! محترمہ لیلےٰ بیگم صاحبہ کو کامل صحت عطا فرما اور اعلیٰ حضرت بندگان عالی کے زیر سایہ انہیں سلامت رکھ آمین۔!

امام ہشتم معصوم دہم حضرت علی موسیٰ رضا علیہ السلام

یک طواف مرقد سلطان علی موسیٰ رضا ● ہشت ہزار و ہشت صد و ہشتاد حج اکبر است

جشنِ ولادت با سعادت

۱۲ر ذیقعدہ الحرام سنہ ۱۳۸۰ھ مطابق ۲۸ر اپریل سنہ ۱۹۶۱ء روز جمعہ بعد نماز مغرب بمقام کوہ امام ضامن و ثامن واقع ترملگری (عمر گوڑہ) مقرر ہے۔

امید کہ آپ مع خویش و اقارب اور دوست احباب کے ساتھ شریک جشن ہو کر ائمہ اثناعشر و جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی خوشنودی حاصل کیجئے اور اپنے دامن کو در مقصود سے بھر لیجئے۔ التماس کمترین متولی کو ماجور فرمائیے۔

چشم براہ: نائب متولی کوہ مشاہدہ طوس ... سماہ
کپتن سید محمد علی ... متولی

پس منظر!

کینیڈی۔۔۔ میکملین بات چیت

باختیار امریکی حلقوں نے صدر کینیڈی' وزیر اعظم میکملین اور ان کے اعلیٰ مشیروں کی بات چیت کو غیر معمولی طور پر اچھی اور ہمت افزا قرار دیا ہے۔ ایک امریکی ترجمان کے بیان کے مطابق یہ بات چیت اس لحاظ سے ہمت افزا ہے کہ حالیہ برسوں میں دونوں ملکوں میں جو بھی غلط فہمیاں پیدا ہوئی ہوں اس سے انہیں دُور کرنے میں مدد ملی۔ یہ واقعی ایک ہمت افزا بات ہے کہ عظیم طاقتوں کے رہنماؤں میں جنکی تاریخیں' ذمہ داریاں خارجہ اور ملکی پالیسیاں مختلف ہیں بے لاگ اور مخلصانہ بات چیت میں قریباً قریباً مکمل اتفاق ہو۔ قدرتاً صلاح مشورے سے دونوں کے نقطہ نظر میں بعض اختلافات کا انکشاف ہوا ہے۔ کیونکہ صلاح مشورہ کامل اور جامع تھا۔ لیکن اس سے فریقین ایک دوسرے کے مسئلوں کو سمجھ سکے ہیں۔ اور انہیں ایک دوسرے میں دلچسپی پیدا ہوئی ہے اور دونوں فریق ایک دوسرے کا احترام کرنے لگے ہیں۔ کمیونسٹ چین کا مسئلہ ایک ایسا معاملہ ہے جس پر امریکہ اور برطانیہ میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس اختلاف کا باعث وہ صورت حال ہے جو ۱۹۵۰ء میں برطانیہ کی طرف سے کمیونسٹ چین کو تسلیم کرنے سے پیدا ہوئی تھی۔ یہ اختلاف رہے نہ رہے۔ اس کا انحصار اس بات پر ہوگا کہ اتحادی سبھا میں چین کی نمائندگی کا سوال کس طریقہ سے اٹھایا جائے گا۔ اگر نمائندگی کا سوال سندوں کے سوال کے طور پر پیدا ہوا تو برطانیہ کو جس نے کمیونسٹ چین کو تسلیم کر رکھا ہے امریکہ کا ساتھ دینے میں مشکل پیش آئے گی۔ لیکن برطانیہ کو یہ مشکل پیش نہیں آئے گی اگر چین کے مسئلہ پر التوائے بحث کے متعلق اتحادی سبھا کا فیصلہ برقرار رہے۔ جس کا امکان کسی بھی حقیقت پسندانہ نقطہ نظر سے بہت کم ہے۔ اگر التواء کا فیصلہ مزید عرصہ کے لئے عمل میں نہ آئے تو مقابلے کے ایسے بھی بہت سے طریقے ہیں۔ جن سے چین کا معاملہ ان لوگوں کے مفاد میں نمٹایا جا سکتا ہے جو کمیونسٹ چین کی نمائندگی کی حمایت نہیں کرتے۔ اور انہی میں سے ایک طریقہ عمل میں آ سکتا ہے اگر برطانیہ اس معاملے کو اٹھانے کے لئے ووٹ دے۔ ایسی صورت میں حکام کے بیان کے مطابق جب بھی ایسا معاملہ اٹھایا جائے امریکہ پہل نہیں کرے گا۔ کم سے کم اس کا پہل کرنے کا کوئی ارادہ نہیں۔ باختیار ذرائع کے مطابق امریکہ اور برطانیہ کے درمیان نوآبادیاتی نظام کے متعلق دستورکار میں کوئی اہم اختلاف نہیں ہے۔ برطانیہ نے محکوم ملکوں کی آزادی کے متعلق۔ جو اپنی سلطنت کو حقیقتاً محدود کرنے کے مترادف تھی۔ اپنے ترقی پسندانہ اور پُرامن دستورکار کے بارے میں واضح اعلان کردیا اور جب امریکہ نے اپنی پوزیشن واضح کی تو اس نے اس کے موقف کو بغور سنا۔ امریکہ نے اتحادی سبھا میں انگولا کے بارے میں جو انداز اختیار کیا برطانیہ کا رُخ اس سے مختلف تھا۔ لیکن یہ یقین کرنے کی کوئی وجہ نہیں کہ برطانیہ امریکہ کے موقف کو غلط خیال کرتا ہے۔ دونوں حکومتوں میں صرف یہ فرق تھا کہ انہوں نے معاملے کے مختلف پہلوؤں پر زور دیا اور واشنگٹن کی بات چیت سے ان باتوں کی وضاحت میں مدد ملی ہے۔

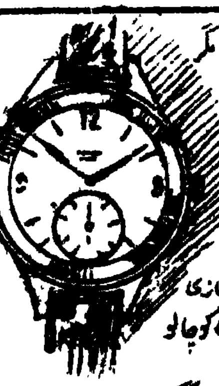
امریکہ کو امید ہے کہ ناٹو میں اس کے ساتھی ملک اس کی مروجہ دفاعی استعداد کو تقویت دیں گے اور برطانیہ کو اس اصول سے اتفاق ہے۔ ناٹو کے بعض دوسرے اتحادیوں کا یہ احساس دُور کرنے

قطعہ

جس جا کد رہا کرتے تھے ویراں تھا جہاں اور ‖ جس طرز کے خُوگر تھے وہ تھا رنگ بیاں اور
ظاہر میں بھی باطن میں بھی دونوں یہ جُدا ہیں ‖ آوازِ طرب اور ہے آوازِ فغاں اور

(آئندہ از نذری باغ)

کیے لئے تجاویز مرتب کی گئی ہیں۔ کہ انہیں ایٹمی ہتھیاروں کی طاقت سے محروم کیا جا رہا ہے۔ اور توقع ہے کہ امریکہ ناٹو کے فورم کے اندر اپنا نظریہ پیش کرے گا۔ اسی اثنا میں معتبر طور پر معلوم ہوا ہے کہ برطانیہ کو اس امر سے اطمینان ہوا ہے کہ واشنگٹن کانفرنس میں یورپ سے امریکی فوجوں کو نکالنے کے متعلق کوئی بات چیت نہیں ہوئی۔ ناٹو کے بعض دوسرے ممبروں کے اس اصرار کے بارے میں کہ ان کے پاس اپنے ایٹمی ہتھیار ہونے چاہئیں۔ امریکی افسروں نے کہا ہے کہ ہتھیاروں کی ساخت اور ان کی ڈلیوری کے سسٹم پر آنے والی لاگت میں بھاری فرق پایا جاتا ہے۔ جو لوگ یہ اصرار کرتے ہیں انہیں اس فرق کو مد نظر رکھنا چاہیئے۔ امریکی افسروں نے یہ امید ظاہر کی ہے کہ جرمن وفاقی جمہوریہ کے چانسلر کے ساتھ آیندہ بات چیت سے سمندر پار ملکوں میں جرمن سرمایہ کاری کو حتی الامکان زیادہ سے زیادہ فروغ ملے گا۔ اور امریکہ اس امر کے متعلق پائے جانے والے کسی بھی شبہ کو دور کرے گا کہ آیا وہ برلن میں سوویٹ دباؤ کے خلاف مضبوطی سے ڈٹے رہنے کو تیار ہے۔ امریکہ کے سرکاری حلقوں کو امید ہے کہ برطانیہ آیندہ برس یا اس کے بعد مناسب وقت میں مشترکہ منڈی میں شامل ہونے کو تیار رہے اور امریکہ کی رائے میں یہ ایک صحت مندانہ واقعہ ہوگا۔ اس بات کو بلاشبہ امریکہ کی براہ راست دلچسپی قرار نہیں دیا جاتا مگر برطانیہ یورپ میں طاقت کے توازن کے لئے روایتی طور پر مستحکم رول ادا کرتا آیا ہے اور براعظم یورپ میں روس کی ابھرتی ہوئی طاقت کے باعث ایسا کرنا نہایت اہم ہو گیا ہے۔ افسروں کا بیان ہے کہ لاؤس کی صورت حال کے متعلق آیندہ تجویز روس کی طرف سے موصول ہونی چاہیئے۔ سیٹو کے تمام ممبروں کا یہ مشترکہ عزم ہے کہ ۲۹ رمارچ کے سیٹو کمیونکے میں جن مقاصد کا ذکر کیا گیا تھا انہیں عملی صورت دی جائے۔ ایک امریکی ترجمان نے بتایا کہ کمیونسٹ چین کے مقابلے میں اس صورت حال سے بھی بڑا خطرہ یہ ہے کہ آزاد دنیا کمیونسٹ چین کے بنیادی مقاصد سے بے بہرہ ہے۔ کمیونسٹ چین لاؤس میں ایسا رول ادا کر رہا ہے جو ابھی تک واضح نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ کمیونسٹ چین روس کو تعاون دے رہا ہے لیکن کیا وہ اس صورت حال میں تعاون جاری رکھ سکے گا؟ ابھی تک یہ پتہ نہیں چلا کہ لاؤس سے متعلق مجوزہ ۱۴ ملکی کانفرنس میں کمیونسٹ چین کے ارادے کیا ہوں گے؟ با خبر حلقوں کا بیان ہے کہ اس امر کا کوئی ثبوت نہیں کہ روس کمیونسٹ چین کے ویٹو کے تحت لاؤس کے مسئلے کو نمٹا رہا ہے۔ باخبر حلقوں کے مطابق کیوبا کے بہت سے لوگ کیسترو کو پسند نہیں کرتے لیکن جہاں تک امریکہ کا تعلق ہے وہ واضح کر چکا ہے کہ اس کا کیسترو کے خلاف سرگرمیوں سے کوئی بھی تعلق نہیں ہے۔



قطعہ

ازکفِ غیب کہ اُمید و تمنا گیرم ‖ مثلِ موسٰیؑ تو نگر ہم یدِ بیضا گیرم
از پئے سینہ و دل بہر جگر نیز شنو ‖ گفت این ذاتِ علیٔ سورۂ طٰہٰ گیرم

(آندہ (؟) باغ)

جائزے

جائزہ تعلیم

دنیا کے ترقی پذیر ممالک اور کولمبو منصوبہ

دنیا کے ترقی پذیر ممالک کے بیشتر مسائل ان کی آبادی میں تیز رفتار اضافہ کی پیداوار ہیں۔ کولمبو منصوبہ میں شامل جنوبی اور جنوب مشرقی ایشیاء کے ملکوں کی آبادی میں تقریباً ۲ فیصدی سالانہ کی رفتار سے اضافہ ہو رہا ہے۔ ایک اندازہ کے مطابق اس علاقہ کی آبادی گذشتہ دس برسوں (۱۹۵۰ء تا [illegible]) میں ۲۰ کروڑ زیادہ ہو گئی ہے۔ اس علاقہ کے کولمبو منصوبہ میں شامل ملکوں کی کل آبادی ۷۰ کروڑ ہے۔ یعنی دنیا کی کل آبادی کی ایک چوتھائی سے بھی زیادہ۔ لیکن یہاں کی زمین کا رقبہ کا صرف سولہواں حصہ ہے۔ اس طرح یہ علاقہ دنیا کے سب سے گنجان آباد علاقوں میں شمار ہوتا ہے۔

یہ حقائق کولمبو منصوبہ کی مشاورتی کمیٹی نے اپنی ۹ ویں رپورٹ میں پیش کئے ہیں۔ کولمبو منصوبہ میں جنوبی و جنوب مشرقی ایشیا کے جو ممالک شامل ہیں ان میں ہندوستان کی آبادی کل آبادی کے نصف سے بھی زیادہ ہے اور اس کا تجربہ کم و بیش تمام ممبر ملکوں کے تجربہ کی نمائندگی کرتا ہے۔ ہندوستان نے اپنا پہلا پانچ سالہ منصوبہ آج سے تقریباً دس سال قبل شروع کیا اور اگلے چند ہفتوں کے اندر اس کے دوسرے پانچ سالہ منصوبے کی میعاد بھی ختم ہو جائے گی۔ اس عرصہ کے دوران حقیقی آمدنی تقریباً ۳۰ فیصدی بڑھی ہے۔ یا یوں کہہ لیجئے کہ ہر سال آمدنی میں اوسطاً ۳ فیصدی کا اضافہ ہوا ہے۔ اندازہ ہے کہ دریں اثناء آبادی میں ۱۷ فیصدی کا اضافہ ہوا ہے۔ ۱۹۵۱ء میں آبادی ۳۶۲،۰۰۰،۰۰۰ تھی اور [illegible] میں یہ بڑھ کر ۴۲۳،۰۰۰،۰۰۰ ہو گئی تھی (اس سال کی مردم شماری کے پہلے اندازہ کے مطابق اضافہ تقریباً ۲۰ فیصدی ہے)۔ چنانچہ فی کس آمدنی میں اضافہ ½ ۱ فیصدی سالانہ سے بھی کم ہوا ہے۔

اس قسم کی صورت حال اس علاقہ کے دوسرے ملکوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ یعنی آمدنی میں جو اضافہ ہوتا ہے اس کی اہمیت بہت حد تک آبادی میں اضافہ کی وجہ سے ختم ہو جاتی ہے۔ مشاورتی کمیٹی کی رپورٹ میں مزید یہ بتایا گیا ہے کہ بعض ملکوں میں بڑھتی ہوئی آبادی کو روکنے کے اقدامات کئے گئے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ان اقدامات کے نتیجہ کے طور پر اس مسئلہ کی شدت کچھ کم ہو جائے۔ لیکن سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی کرنے اور پیداوار میں اضافہ کرنے کی ضرورت پھر بھی باقی رہیگی۔

پیداوار میں اضافہ

کولمبو منصوبہ کے ذریعہ معاشی طور پر زیادہ ترقی یافتہ ممالک ترقی پذیر ملکوں کو امداد دیتے ہیں۔ اور امداد لینے والے ممالک بھی اپنے سے کم ترقی یافتہ ملکوں کی مدد کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر ۱۹۵۰ء تا ۱۹۶۰ء کے دوران میں ہندوستان نے نیپال کو ۱۸،۰۰۰،۰۰۰ روپے کی امداد دی۔ اس میں ایک سو سے زائد ماہرین کے اخراجات بھی شامل ہیں جو ہندوستان نے تعلیم، دیہات کو ترقی اور آبپاشی کے کاموں کے لئے نیپال کو

مہیا کئے تھے۔

بہر حال کولمبو منصوبہ کے تحت سب سے زیادہ امداد مغربی ممالک دے رہے ہیں۔ جو صنعتی طور سے زیادہ ترقی یافتہ ہیں۔ ۱۹۵۱ء سے ۳۰ جون ۱۹۶۱ء تک برطانیہ نے ان ملکوں کو ۰۰۰، ۰۰۰، ۱۷۰ پونڈ (۲۳۰ کروڑ روپئے) امداد دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اور اس عرصہ کے دوران میں ۰۰۰، ۰۰۰، ۱۴۶ پونڈ (۱۹۵ کروڑ روپئے) صرف ہو چکے ہیں۔ علاوہ ازیں برطانوی کمپنیاں اس علاقہ کے ملکوں میں پہلے کی طرح سرگرم ہیں اور وہ اپنے کاروبار میں اضافہ کر رہی ہیں۔

۱۹۵۱ء اور وسط ۱۹۶۰ء کے درمیان برطانیہ نے فنی امداد پر تقریباً ۰۰۰، ۰۰۰، ۶ پونڈ (۸ کروڑ روپیہ) خرچ کئے ہیں۔ اسی عرصہ کے دوران میں برطانیہ نے کولمبو منصوبہ کے تحت ۴۳۷۲ ایشیائی باشندوں کو تربیت دی ہے، اور ۳۸۵ ماہرین کی خدمات مستعار دی ہیں۔ برطانیہ کے علاوہ امریکہ، کنیڈا، آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ نے بھی کولمبو منصوبہ کے تحت ایشیائی ملکوں کو کافی امداد دی ہے۔ منصوبہ کے آغاز سے اب تک ترقی یافتہ ملکوں کی طرف سے کل ۰۰۰، ۰۰۰، ۰۰۰، ۸ ڈالر (۳۸۰۰ کروڑ روپئے) امداد دی جا چکی ہے اور ۲۳۰۰۰ سے زائد ایشیائی باشندوں کو تربیت دی گئی ہے۔ علاوہ ازیں تقریباً ۱۱۶۰۰ ماہرین کی خدمات مستعار دی گئی ہیں۔

کولمبو منصوبہ میں بین الاقوامی تعاون کی ایک روشن مثال ہے لیکن اس منصوبہ کی چاہے جتنی بھی تعریف کی جائے۔ یہ حقیقت برقرار رہے گی کہ ترقی پذیر ممالک زیادہ تر اپنی کوششوں ہی سے اپنی پیداوار میں اضافہ کر سکیں گے۔ اور معیار زیست کو بہتر بنا سکیں گے۔

کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ

گر پیر نود سالہ بمیرد عجبے نیست ✽ این ماتم سخت است کہ گویند جوان مرد

مجلس ایصال ثواب

برائے

جناب سید وزیر علی ظہیر مرحوم فرزند عالیجناب ڈاکٹر سید حسین ظہیر صاحب بالقابہ

بتاریخ ۷ ماہ ذیقعدہ الحرام ۱۳۸۰ھ م ۲۳ اپریل ۱۹۶۱ء روز یکشنبہ بوقت ۸ بجے صبح

بمقام عبادت خانہ دارالشفاء مقرر ہے

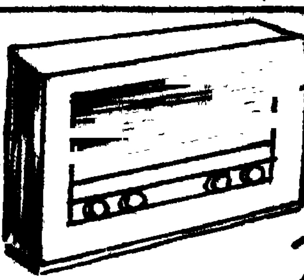
ڈاکٹر سید مہدی علی صاحب (پروفیسر جامعہ عثمانیہ) بے ثباتی دنیا پر تقریر فرمائیں گے

اُمید کہ شرکت مجلس عزا سے خود کو مثاب اور مرحوم کی روح کو شاد فرمائیں گے

چشم براہ

آقا سید مرتضیٰ

روحانی ریڈیو



یہ عنوان حضرت مجذوب حیدرآبادی کی ملکیت ہے ان کے روحانی مکاشفات کے متعلق ہم کوئی رائے ظاہر کرنے کی جراءت نہیں کر سکتے۔ ناظرین جانیں یا وہ خود روحانی نشریات میں نام مقامات یا واقعات فرضی ہوا کرتے ہیں۔ اگر اتفاقاً مطابقت ہو جائے تو کسی اسم خاص کا قیاس نہ فرمایا جائے۔ (ایڈیٹر)

ایکزار نوری میٹر پر ہم روحانی نشرگاہ سے بول رہے ہیں۔ ابھی آپ ہمارے روحانی قوال سے میر کی غزل سن رہے تھے۔ جس کا ایک شعر تھا ؎

اس طرح جی کہ بعد مرنے کے
یاد کوئی تو گاہ گاہ کرے

اب آپ شہر اقربا نگر کے ایک سابق وزیر سے ان کی آپ بیتی سنیں گے

سابق وزیر:-
اے ساکنانِ بزم گیتی! آپ اچھی طرح واقف ہیں کہ میں شہر اقربا نگر کا عوامی وزیر تھا۔ عوام میری بے انتہا عزت کیا کرتے تھے۔ عوام ہی نے مجھے اپنا وزیر منتخب کیا تھا مجھ جیسے ذرۂ ناچیز کو ذرہ سے آفتاب اور خاک سے پاک بنایا تھا۔ وزیر بننے سے پہلے میں عوام کی ہمدردیاں حاصل کرنے کیلئے عوام کی حالت زار پر مگرمچھ کے آنسو بہایا کرتا تھا۔ عوام کو ہتھیلی میں جنت دکھانے کیلئے عوام سے خوشحالی کے لمبے چوڑے وعدے کیا کرتا تھا۔ عوام کو سبز باغ دکھانے کے لئے عوام کی حکومت، عوام کی جانب سے عوام کے لئے، عوام کا نعرہ لگایا کرتا تھا۔ لیکن میرا عمل اور اعتقاد کانگریس کی حکومت، کانگریس کی جانب سے کانگریسیوں کیلئے عوام پر۔ تھا —

میں وزیر بننے سے پہلے جیب کار میں یعنے مراد گی بارہ آنے والی ٹاسٹر کی چپل پہن کر نکلا کرتا تھا۔ لیکن وزیر بننے کے بعد میں نے اپنے لئے، اپنی بیوی کے لئے اور اپنے بیٹے کے لئے پچیس پچیس ہزار کی تین موٹریں خریدیں۔ وزیر بننے سے پہلے میں دس روپے کرایہ والے ایک کمرے میں رہا کرتا تھا جس کے کرایہ کی ادائی کے بارے میں مالک مکان اور میرے درمیان ہمیشہ آپ سے تم اور تم سے تو ہوا کرتی تھی۔ لیکن وزیر بننے کے بعد میں نے اپنی بیوی، بچوں، سالوں اور سسرال کے نام سے کئی بنگلے خرید لئے۔ وزیر بننے سے پہلے برسوں میں مجھے سو روپے کی نوٹ اپنے قبضہ میں رکھنے کا اتفاق نہیں ہوتا تھا۔ لیکن وزیر بننے کے بعد وہ دن منحوس تھا جس دن سو سو کے پانچ سات نوٹ میرے جیب میں نہ آئے ہوں وزیر بننے سے پہلے میری غذا بالکل سادی تھی۔ املی، سانبر، روٹی اور بغیر دودھ کی کافی۔ لیکن وزیر بننے کے بعد میں نے مرغن غذائیں اور شراب شروع کی۔ کثرت شراب نوشی سے میں سخت بیمار ہو گیا۔ اگرچہ کے ملک کے تمام نامور ڈاکٹر میرے علاج میں شب و روز مصروف رہے لیکن ؎

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

جب ملک کے ڈاکٹروں سے میرا علاج بن نہ پڑا تو جرمنی کے ایک ماہر ڈاکٹر کو طلب کیا گیا۔ اس ڈاکٹر نے میرے علاج میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ قیمتی سے قیمتی ادویات اور انجکشن دیئے گئے۔ لیکن مرض گھٹنے کے بجائے بڑھتا ہی گیا۔ بالآخر مجھے فالج کے قسم کی کوئی بیماری ہو گئی۔ میرا دماغ ماؤف اور ہاتھ پاؤں ناکارہ ہو گئے مجھ میں چلنے پھرنے اور کام کرنے کی صلاحیت بالکل باقی نہ رہی۔ تمام ڈاکٹروں نے متفقہ طور پر میرے مرض کو لا علاج قرار دیا۔ اور میری معذوری کا سرٹیفکٹ دے دیا۔ معذور ہوتے ہی مجھے کابینہ سے علٰحدہ اور وزارت سے معزول کر دیا گیا۔ وزارت سے میرا ہٹنا تھا کہ عوام اور اپوزیشن پارٹی والے جو پہلے میرے چھپے دشمن تھے۔ علی الاعلان دشمنی پر آمادہ ہو گئے۔ اخبارات میں میرے خلاف مضامین لکھے جانے لگے۔ عوام نے مطالبہ کیا کہ کھلی عدالت میں میری جائیداد منقولہ و غیر منقولہ اور بنک بیالنس (   ) کے بارے میں چھان بین کی جائے۔ اگرچہ کہ میرے رفقائے کار اور دوسرے وزیروں نے اس مطالبہ کو دبا دینے اور اس چنگاری کو بجھا دینے کی بہت کوشش کی۔ لیکن عوام کا یہ مطالبہ اور میرے خلاف نفرت کی آگ جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ عوام کے اس مطالبہ کے آگے حکومت کو سپر انداختہ ہونا پڑا۔ اور میرے خلاف کھلی عدالت میں مقدمہ چلایا گیا۔ یوں تو میرے دوستوں میں کئی وکیل اور بیرسٹر تھے۔ جن کو میں نے اپنی وزارت کے زمانے میں مالا مال کر دیا تھا۔ لیکن یہ تمام وکیل اور بیرسٹر طوطا چشم ثابت ہوئے۔ کسی نے بھی بھاری فیس کے بغیر میری جانب سے وکالت کرنے پر آمادگی ظاہر نہیں کی۔ میں فیس اس لئے ادا نہیں کر سکتا تھا کہ مقامی اور بیرونی بنکوں میں میرے اور میری بیوی اور بچوں کے نام پر جو رقم تھی وہ تاحکم ثانی منجمد کر دی گئی تھی۔ ملک کے تمام وکیلوں اور بیرسٹروں نے میری جانب سے وکالت کرنے سے انکار کر دیا لیکن ایک خاتون وکیل جس کا نام مس آمین یا مس آمین ایسا ہی کچھ تھا۔ جو مخالف وکلا میں کنواری بیوہ کے نام سے پکاری جاتی تھی، اس نے اس شرط پر میرا مقدمہ اپنے ہاتھ میں لیا کہ مقدمہ جیت جانے کی صورت میں میں وہ تمام رقم اسکے حوالہ کر دوں گا۔ جو میری بیوی کے نام سے بیرونی بنک میں جمع ہے ——————

مرتا کیا نہ کرتا۔ میں نے مس آمین کی شرط قبول کر کے اپنا مقدمہ اس کے سپرد کیا۔ لیکن دو تین پیشیوں کے بعد معلوم ہوا کہ مس آمین تھی تو میری جانب سے وکیل لیکن خفیہ طور پر وہ وکیل سرکار سے مل گئی تھی چنانچہ جوابی بحث کے وقت وہ وکیل سرکار سے آنکھیں ملا کر مسکرایا کرتی تھی۔ اس کی مسکراہٹ معنی خیز تھی۔

بہر حال قول کسے گر وکیل بے شعور گردد تقصیر را ثابت کند اس خاتون وکیل نے مجھے جرم سے بری کرنے کے بجائے مجھ پر جرم ثابت کر دیا۔ جرم ثابت ہوتے ہی عدالت سے یہ تجویز ہوئی کہ میری تمام جائیداد منقولہ و غیر منقولہ ضبط کر لی جائے۔ بنکوں میں منجمد رقم بحق سرکار جمع کر دی جائے اور مجھے گدھے پر بٹھا کر شہر اقربا نگر کی سرحد کے باہر چھوڑ دیا جائے۔

جب میرے منہ پر غازہ لگا کر مجھے گدھے پر بٹھا رہے تھے

اُس وقت گدھے نے ڈھینچوں ڈھینچوں کی آواز لگائی۔ اس آواز سے میری آنکھ کھل گئی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ میں اپنے وزیر بھون میں مسہری پر پڑا ہوا ہوں۔

روحانی دُنیا کے دوستو! یہ ڈراونا خواب میرے لئے چونکا دینے والا ہے۔ اس کی تعبیر تو کوئی پنڈت یا سیانا ہی بتا سکتا ہے۔ لیکن اس خواب کے بعد سے میں نے رشوت لینا کم کر دیا ہے۔ اور اب بھگوان کی دیا شاملِ حال رہی تو آیندہ رشوت بالکل بند کر دوں گا۔

ایک ہزار نوری میٹر پر ہم روحانی نشرگاہ سے بول رہے ہیں۔ ابھی آپ سابق وزیر سے آپ بیتی سن رہے تھے اب ہمارے نشریات کا وقت ختم ہو چکا ہے ہمیں آیندہ ہفتہ تک کے لئے اجازت دیجئے۔

جئے ہند

لیڈی ماؤنٹ بیٹن کی کہانی

تصویروں کی زبانی

۲۴ اپریل کو میکڈانلڈ اینڈ کمپنی (لندن) ایک کتاب شائع کر رہی ہے جس میں تصویروں کے ذریعہ لیڈی ماؤنٹ بیٹن کی زندگی کے حالات پیش کئے گئے ہیں۔ کتاب کاؤنٹس بریکناک نے تالیف کی ہے جو لیڈی ماؤنٹ بیٹن کی قریبی رشتہ دار ہیں اور جو سمندر پار کے دوروں کے دوران عام طور پر اُن کے ساتھ رہتی تھیں۔ اب وہ لیڈی ماؤنٹ بیٹن کی جگہ پر سینٹ جون ایمبولینس بریگیڈ کی سپرنٹنڈنٹ ان چیف بنائی گئی ہیں

ممتاز مورخ سر آرتھر برائنٹ نے اپنے پیش لفظ میں لکھا ہے کہ لیڈی ماؤنٹ بیٹن ہمارے زمانے کی نہایت سمجھدار اور نیک ترین خاتون تھیں۔ کتاب ۱۸۰ تصاویر پر مشتمل ہے اور اس کے شروع میں کاؤنٹس بریکناک نے مختصر طور پر لیڈی ماؤنٹ بیٹن کی زندگی کے حالات درج کئے ہیں۔ کتاب کی ساری آمدنی ایڈوینا ماؤنٹ بیٹن ٹرسٹ کو ملے گی اور بچوں کی فلاح و بہبود، سینٹ جون ایمبولنس بریگیڈ اور نرسنگ کے فروغ پر صرف ہوگی۔

پہلا خلائی ہوا باز خیریت سے زمین پر اتر آیا

ماسکو۔ ۱۲ راپریل سنہ ۱۹۶۱ء (تاس) مطلوبہ مطالعے اور پرواز کے پروگرام کے بعد سوویٹ کا خلائی جہاز "ووسٹوک" آج ماسکو وقت کے مطابق ۱۰ بجکر ۵۵ منٹ پر سوویٹ یونین میں ایک مقررہ مقام پر اتر آیا۔ خلائی ہوا باز میجر گگارن نے کہا براہ مہربانی پارٹی اور حکومت کو اور ذاتی طور پر نکیتا سرگئیوچ خروشچوف کو اطلاع دید یجئے کہ زمین پر واپسی معمول کے مطابق رہی۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔ میرے کوئی زخم یا خراش نہیں ہے۔

یوری گگارن!

دنیا کا پہلا خلائی ہوا باز میجر گگارن ایک مہینہ قبل ۲۷ برس کا ہوا (وہ ۹ رمارچ سنہ ۱۹۳۴ء کو روسی فیڈریشن کے اسمولینسک علاقے میں غزالتسک ضلع کے ایک پنچایتی کاشتکار کے گھر میں پیدا ہوا۔ سنہ ۱۹۴۱ء میں وہ اسکول گیا لیکن نازی حملے کی وجہ سے اسے تعلیم چھوڑنی پڑی۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد گگارن کا خاندان غزالتسک شہر میں بس گیا۔ یوری نے یہاں اپنی ثانوی تعلیم جاری رکھی۔ سنہ ۱۹۵۱ء میں ماسکو کے قریب لوبرتسکی کے ایک پیشہ ورانہ اسکول سے اس نے اعزاز کے ساتھ امتحان پاس کیا۔ یہاں اس نے مولڈر (ڈھلائی کا کام) کی تربیت حاصل کی۔ ساتھ ہی ساتھ اس نے ملازمت پیشہ نوجوانوں کے سینہ اسکول کی تعلیم بھی مکمل کی۔ اس کے بعد یوری گگارن ایک صنعتی اسکول میں بھرتی ہوگیا جو والگا پر سارا لتوف میں واقع ہے۔ سنہ ۱۹۵۵ء میں اس نے یہاں کا امتحان بھی اعزاز کے ساتھ پاس کیا۔ صنعتی اسکول کی تعلیم کے زمانہ میں گگارن نے ہوا بازی کی تعلیم بھی شروع کی اور سارا لتوف کے ہوا بازی کے کلب میں اس کی تعلیم حاصل کی۔ سنہ ۱۹۵۵ء میں اس کلب کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد وہ اورن برگ کے ایک اسکول میں داخل ہوگیا سنہ ۱۹۵۷ء سے جب کہ گگارن نے اسکول کا امتحان اول نمبر سے پاس کیا۔ وہ سوویٹ ہوا باز ہے۔ گذشتہ سال یوری گگارن سوویٹ یونین کی کمیونسٹ پارٹی کا رکن بن گیا۔ اس کی شادی ہو چکی ہے۔ اس کی بیوی ویلنتینا گگارینا (عمر ۲۶ برس) اورن برگ کے میڈیکل اسکول کی گریجویٹ ہے۔ ان کے دو بیٹیاں ہیں۔ یے لینا جو دو برس کی ہے اور گالیا جو صرف ایک مہینے کی ہے۔ گگارن کا باپ جس کی عمر ۵۹ سال کی ہے جوائنر ہے اور ماں انا جو سنہ ۱۹۰۳ء میں پیدا ہوئیں گھر کا کام کاج دیکھتی ہیں۔

امریکہ کے عجائب گھر

پیرس کے مشہور عجائب گھر (لوورے) کے ڈائریکٹر جارج سیلس نے حال میں بتایا کہ امریکہ میں عجائب گھر ایک پسندیدہ لفظ ہے۔ دُنیا کے کسی دوسرے ملک کے عجائب گھروں کو اتنے لوگ نہیں دیکھتے جتنے امریکہ کے عجائب گھروں کو دیکھتے ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ ۵ کروڑ سے زیادہ اشخاص ہر سال امریکی عجائب گھر دیکھنے جاتے ہیں۔ امریکی عجائب گھروں کی بڑھتی کشش کا بڑا سبب بلاشبہ ان کی نئی شکل و صورت ہے۔ ۵ ہزار یا اس سے زیادہ عجائب گھر نہ صرف ماضی کے یادگاری ادارے ہیں بلکہ وہ متعدد ثقافتی واقعات کے زندہ نمائشی مقامات اور مرکز بن گئے ہیں۔ امریکی عجائب گھروں میں پرانے استادوں کی تصویروں اور مجسموں اور عہد جدید کے فنکاروں کے شاہکاروں کی نمائش کے علاوہ مصوری، سنگتراشی، خانہ نگاری اور فوٹوگرافی کے متعلق جماعتیں بھی لگتی ہیں۔ بہت سے عجائب گھروں میں ایسے کتب خانے ہیں۔ جہاں سے کوئی شخص ایک اصلی تصویر کرایہ پر لے سکتا ہے اور بعد میں اسے خرید سکتا ہے۔ یا اسے واپس کر کے آئندہ ماہ دوسری تصویر لے سکتا ہے۔ واشنگٹن (ڈی۔ سی) کی نیشنل گیلری آف آرٹ امریکہ کا ایک بہترین عجائب گھر ہے۔ اس کا آغاز سابق وزیر خزانہ اینڈریو میلن کی طرف سے بطور عطیہ دیئے گئے بعض شاہکاروں سے ہوا تھا۔ بعد میں سیموئل کریس اور [illegible] نے کچھ شاہکار مستعار دیئے تھے۔ نیویارک کے کاؤنٹی میوزیم آف امریکن آرٹ جہاں عصر حاضر کے امریکی شاہکاروں کی نمائش ہوتی ہے، کی بنیاد ایک دولت مند کنبے نے رکھی تھی۔ نیویارک کا گگن ہیم عجائب گھر جسے فرینک لائڈ رائٹ نے جدید طرز پیش میں خیالی تصویروں کی نمائش کے لئے تیار کیا تھا ایک تانبے کی کان کی دولت سے قائم کیا گیا تھا۔ پٹسبرگ (پنسلوینیا) کا کارنیگی عجائب گھر بھی امریکہ کے ایک بڑے صنعتی ادارے کے عطیے سے وجود میں آیا ہے۔ آج زندگی کے تمام طبقوں سے تعلق رکھنے والے بوڑھے اور جوان لوگوں کو ان شاہکاروں تک آزادانہ رسائی حاصل ہے۔

بہت سے تماشائی جو عجائب گھروں میں تصویروں اور فنکاری کی دوسری اشیاء دیکھتے ہیں ان کے متعلق۔ ان کی تاریخ۔ فنکاروں، اور ان اوصاف کے بارے میں زیادہ معلومات حاصل کرنا پسند کرتے ہیں۔ جن کے باعث یہ فنکاری، اشیاء بیش قیمت بنتی ہیں۔ ان کی تشریح کا ایک جدید ترین ذریعہ ایک خودکار کانڈکٹر و میں لپٹے ہوئے "بولنے والے لیبل" کے نام سے موسوم ہے۔ گیلری میں داخل ہونے پر تماشائی معمولی فیس پر ایک ریڈیو ریسیور حاصل کر سکتا ہے۔ اسے وہ اپنی گردن کے گرد لٹکاتا ہے۔ اس کے ساتھ ایک ہلکے وزن کا "ایئر فون" لگا ہوتا ہے۔ جونہی تماشائی عجائب گھر کے ایک خاص کمرے میں جس میں تاریں لگی ہوتی ہیں داخل ہوتا ہے وہ کمرے میں رکھی فنکاری کی اشیاء کے متعلق ٹیپ ریکارڈ کیا ہوا لیکچر سنتا ہے۔ یہ لیکچر عمارت کے دوسرے حصے سے نشر کیا جاتا ہے۔ جب تماشائی اگلے کمرے میں جاتا ہے تو وہ وہاں رکھے ہوئے مصوری اور سنگتراشی کے نمونوں کے متعلق مختلف لیکچر سنتا ہے۔ تماشائی ایسے دوروں میں بھی شامل ہو سکتا ہے جن میں فن کے متعلق لیکچر

قطعہ

دل کی باتیں کھل گئیں تحریر میں — اور مطلب تھا عیاں تقریر میں

جلوہ افگن تھی نظاروں کیلئے — عظمتِ دیں بھی دمِ شبیر میں

(آمدہ اندرزی باغ)

دیئے جاتے ہیں۔ اور وہ حکام کی طرف سے دیئے جانے والے خاص لیکچروں میں شرکت کر سکتا ہے نمائشوں میں نمائشوں کے مفہوم کے متعلق مفت کتابچے تقسیم کئے جاتے ہیں تاکہ وہ گھر جا کر ان کا مطالعہ کر سکیں۔ مصور کتابیں اور کتابچے فروخت کرنے کے لئے ہمیشہ موجود رہتے ہیں۔ دوسری اہم چیزیں جن سے لوگوں کو فن کے عظیم شاہکاروں کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ عجائب گھر کی فنکاری کی اشیاء کی تصویریں ہیں جو چھوٹے سائز میں چند سینٹوں اور پورے سائز میں چند ڈالروں میں ملتی ہیں۔ بہت سے عجائب گھروں میں فلمی سلائڈیں خریدی جا سکتی ہیں۔ اور فلمیں کرایہ پر لی جاتی ہیں۔ بعض عجائب گھروں کی طرف سے جن میں نیو یارک کا میٹرو پالیٹن میوزیم آف آرٹ شامل ہے ٹیلی ویژن پر اپنی نمائشوں کے دورے دکھائے جاتے ہیں۔ جنہیں لاکھوں لوگ اپنے گھروں میں دیکھتے ہیں اور خصوصاً وہ لوگ انہیں نہایت پسند کرتے ہیں جن کے پاس رنگین ٹیلی ویژن کے سیٹ ہیں۔ نیو یارک کے میوزیم آف ماڈرن آرٹ کی طرف سے عصر حاضر کے فنون اور نقشوں کے متعلق ریکارڈ دیئے جاتے ہیں اور فلمیں دکھائی جاتی ہیں۔ سنگیت فن کا ایک اور اسلوب ہے۔ جو بہت سے عجائب گھروں کی طرف سے امریکی عوام کو پیش کیا جاتا ہے۔ یہ عجائب گھر مقامی سنگیت تنظیموں سے گہری وابستگی رکھتے ہیں۔ اور ان کی طرف سے سنگیت سبھاؤں کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر واشنگٹن میں نیشنل گیلری آف آرٹ کی طرف سے موسم کے دوران میں ہر اتوار کو دو پہر کے بعد سنگیت پیش کیا جاتا ہے جسے لوگ مفت سن سکتے ہیں۔ اس عجائب گھر کا اپنا آرکسٹرا جدید اور روایاتی سنگیت پیش کرتا ہے اور اکثر مشہور فنکاروں کو ان سنگیت سبھاؤں میں مدعو کیا جاتا

ہے۔ بہت سے عجائب گھروں نے آرٹ سکول جاری کر رکھے ہیں جو شہر کے پرائیویٹ آرٹ سکولوں سے وابستہ ہوتے ہیں۔ اس کے نتیجے کے طور پر یہ عجائب گھر مقامی فنکاروں کی جدید مصوری یا سنگتراشی کی گیلریاں بھی بن گئے ہیں۔ اُن کے اپنے سٹوڈیو اور ایک تنظیم بھی ہوتی ہے۔ جو مقامی فنکاروں کے شاہکاروں کی فروخت کا انتظام کرتی ہے۔ امریکہ کا ایک مشہور ترین عجائب گھر جو ہر شخص کے لئے کچھ نہ کچھ فراہم کرتا ہے۔ نیو یارک شہر کا بروکلین عجائب گھر ہے اس کا آزمائشی فنون کا شعبہ اس امر کا مظاہرہ کرتا ہے کہ جدید اور پرانے فرنیچر کو گھر میں کیونکر خوبصورتی سے یکجا کیا جا سکتا ہے۔ اس کی طرف سے سکول ٹیچروں کو خاص نصاب پیش کئے جاتے ہیں تاکہ وہ اپنی جماعتوں کے طلباء پر فنون کی بہتر تشریح کر سکیں۔ اس عجائب گھر میں فلموں کے ہفتہ وار پروگرام بھی ہوتے ہیں۔ ایک اور عجائب گھر جو کلیتاً قصبے والوں کی طرف سے قائم کیا گیا ہے رچمنڈ کا ورجینیا کا میوزیم آف فائن آرٹ ہے۔ اس کی طرف سے بہت سے دوسرے عجائب گھروں کی مانند ساری ریاست میں گشتی نمائشیں بھیجی جاتی ہیں۔ اور آرٹ کے نوعمر طلباء کو ایک خاص فنڈ سے وظیفے دیئے جاتے ہیں۔ بچوں کو ابتدائی عمر میں فن کے متعلق تعلیم دینے سے امریکی عجائب گھروں کی ترقی میں مدد ملی ہے۔ نیشنل گیلری آف آرٹ کے ڈائریکٹر جان واکر نے کہا ہے۔ ”میرا خیال ہے کہ مقامی سکولوں اور عجائب گھروں کا اتحاد بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ مقامی عجائب گھروں میں مختلف عمر کے طلباء کی جماعتیں تکتی ہیں۔ اور اسکولی بچوں کے دوروں کی تنظیم بہت سے عجائب گھروں کا ایک یکساں معمول ہے“۔ یونیورسٹیوں اور دوسرے اعلیٰ تعلیمی اداروں نے بھی اپنے عجائب گھر ہیں۔ اپنے نصاب میں فنون لطیفہ پر زور دینے کے ساتھ ساتھ ان کے

(بقیہ ۳۶ پر)

قطعہ

شراب ناب سے پُر دیکھ لے تو جام ہو جائے ‖ ہوس میں صبح کی دیکھے نہ ظاہر شام ہو جائے
خدا جب تک نہ دے توفیق پہلے غیر ممکن ہے ‖ ہر اک مشکل ہے عثماں پیرو اسلام ہو جائے

(ماخوذ از زندگی باغ)

افریقہ آزادی پر ایک نئی قوم

از قلم:۔ کرسٹوفر فائف

(جرنلسٹ و فیچر رائٹر)

مغربی افریقہ میں سیرالیون نام کا ایک ملک ۲۷ اپریل کو آزادی حاصل کر رہا ہے۔ اسکی آزادی اس بات کا ایک اور ثبوت ہے کہ برطانیہ کی نوآبادیاتی پالیسی تعمیری ہے اور اسے خلوص کے ساتھ جامۂ عمل پہنایا جا رہا ہے۔

سیرالیون کی تاریخ میں ایک برطانوی باشندہ گرنیول شارپ کو اہم مقام حاصل ہے۔ یہ وہ شخص تھا جس نے برطانوی بستی پہلی بار سیرالیون میں قائم کی تھی۔ شارپ نہایت پکے اصول رکھتا تھا۔ جب امریکہ کی جنگ آزادی چھڑی تو وہ سرکاری ملازمت سے مستعفی ہو گیا کیونکہ اسے باشندگان امریکہ کی قومی آرزوؤں سے ہمدردی تھی۔ وہ ہر اچھے کار کی وکالت شروع کر دیتا تھا۔ وہ جہاں کہیں بھی کسی کو ظلم کا تختۂ مشق بنتا دیکھتا تھا، فوراً اس کا حمایتی بن جاتا تھا۔ شارپ برسوں تک غلاموں کی تجارت کے خلاف مہم سے وابستہ رہا۔

جیمز سمرسٹ نام کا ایک غلام اپنے مالک کے گھر سے بھاگ آیا تھا۔ اس کا مالک اسے واپس مانگتا تھا۔ شارپ نے جیمز سمرسٹ کو ایک انگریزی عدالت کے روبرو پیش کرنے کے انتظامات کئے۔ طویل غور و فکر اور بحث مباحثہ کے بعد جج نے یہ فیصلہ سنایا کہ انگریزی قانون غلامی کے رواج کو تسلیم نہیں کرتا اور کہ سمرسٹ ایک آزاد شخص ہے یہ واقعہ ۱۷۷۲ء کا ہے۔

۱۸ ویں صدی میں متعدد افریقی باشندے لندن میں رہتے تھے۔ ان میں بیشتر خدمت گاروں کے طور پر کام کرتے تھے۔ امریکہ کی جنگ آزادی کے بعد متعدد سابق غلام بھی جو برطانوی فوج میں شامل ہو جانے کی وجہ سے غلامی سے نجات حاصل کر چکے تھے، لندن آ گئے تھے۔ ان سابق فوجیوں کے پاس کوئی کام نہیں تھا۔ اور نہ اُن کا کوئی محافظ تھا۔ وہ لندن کی سڑکوں پر مارے مارے پھرتے تھے۔ شارپ اُن کی حمایت کرنے لگا۔ اس نے ایک کمیٹی قائم کی جو اُن کو امداد دینے کے لئے روپیہ پیسہ جمع کرتی تھی۔ لیکن شارپ کی اس امدادی کام سے تسلی نہ ہوئی۔ وہ اِن بدقسمت لوگوں کو افریقہ میں آباد کرنے کے خواب دیکھنے لگا جہاں سے اُن کو یا ان کے بزرگوں کو غلام بنا کر لایا گیا تھا۔ اس نے حکومت برطانیہ کو اِس بات پر آمادہ کر لیا کہ ان افریقیوں کو جہاز میں سیرالیون پہنچا دیا جائے۔ اور وہاں ان کو آباد کر دیا جائے۔ حکومت برطانیہ تو چاہتی تھی کہ وہ لندن سے چلے جائیں۔

مئی ۱۷۸۷ء میں ۴۱۱ افریقی باشندوں کا ایک قافلہ سیرالیون پہنچا۔ ایک قبیلہ کے حکمران شاہ ٹام نے اُن کو زمین عطا کی۔ موجودہ گورنمنٹ ہاؤس کی جگہ پر ایک نئی بستی یا نوآبادی قائم کی گئی۔ اور اس کا نام گرنیول شارپ کے نام پر گرنیول ٹاؤن رکھا گیا۔

حکومت برطانیہ نے ان آبادکاروں کو سیرالیون تو بھیجا لیکن وہ اُن پر حکومت نہیں کرتی تھی۔ وہ اپنے آپ حکومت کرتے تھے۔ شارپ نے اُن کے لئے جمہوری طرز کا ایک آئین مرتب کیا تھا "صوبۂ آزادی" (شارپ بستی کو اسی نام سے یاد کرتا تھا) کے لوگ اپنے گورنر، مجسٹریٹ اور کونسل کو منتخب کرتے تھے۔

"صوبۂ آزادی" زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہ سکا۔ آبادکار برسات کے شروع میں آئے تھے۔ اُن میں سے متعدد بیماریوں کا شکار ہوگئے۔ زمین زراعت کے لئے موزوں نہیں تھی۔ تجارت کے لئے اُن کے پاس سرمایہ نہیں تھا۔ ۱۷۸۹ء میں اُن کا شاہ ٹام کے جانشین شاہ جیمی کے ساتھ جھگڑا ہوگیا۔ اُس نے اُن کی بستی جلا دی اور اُن کو اِدھر اُدھر دیہات میں منتشر کر دیا۔

شارپ نے حکومت برطانیہ سے کہا کہ بستی کو پھر سے بسایا جائے لیکن حکومت کو اب سابق غلاموں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ شارپ کے پاس اتنا سرمایہ نہیں تھا کہ وہ یہ کام خود انجام دے سکتا۔ چنانچہ اُس نے اپنے بعض امیر دوستوں کی مدد سے ایک کمپنی قائم کی۔ سیرالیون کمپنی ۱۷۹۱ء میں قائم ہوئی تھی۔ یہ ایک تجارتی کمپنی تھی۔ سب ڈائرکٹر غلاموں کی تجارت کے مخالف تھے اور وہ مغربی تہذیب افریقہ میں پھیلانا چاہتے تھے۔ لیکن تجارت کے ذریعہ وہ روپیہ پیسہ بھی کمانا چاہتے تھے۔ کمپنی کا سرمایہ تقریباً ۲۰۰,۰۰۰ پونڈ تھا۔ اتنی بڑی رقم تھی کہ حصول سیرالیون کے آبادکاروں کے ہاتھ میں نہیں دیا جا سکتا تھا۔ چنانچہ شارپ کا آئین ترک کر دیا گیا۔ آبادی کی خود مختاری ختم ہوگئی اور اس پر کمپنی کے افسران حکومت کرنے لگے۔

اس سے شارپ کو بہت مایوسی ہوئی۔ وہ خود بھی کمپنی کا ڈائرکٹر تھا۔ لیکن وہ اپنے ساتھیوں کو "صوبۂ آزادی" کے بحال کر دینے پر آمادہ نہ کر سکا۔ اس کے بعد اس کی سیرالیون سے دلچسپی ختم ہوگئی۔ اس کا نام نوآبادی سے غائب ہوگیا۔ گرینال ٹاؤن کا نام "فری ٹاؤن" رکھ دیا گیا۔

لیکن سیرالیون میں اس نے جو کام کیا تھا وہ فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ اس کی بدولت ہی وہاں پہلی برطانوی بستی بسی تھی۔ اس کا یہ عقیدہ تھا کہ بستی پر ایسے اشخاص کی حکومت نہیں ہونی چاہیئے جو کسی دوسرے ملک میں رہتے ہوں۔ وہ اُسے ایک جمہوری اور خود مختار ریاست بنانا چاہتا تھا۔

اب سیرالیون آزاد ہو رہا ہے۔ اور اس کا عقیدہ حقیقی شکل اختیار کر رہا ہے۔

بقیہ امریکہ کے عجائب گھر

آرٹ کے مجموعوں میں تبدیلی آئی ہے۔ سینکڑوں کالجوں اور یونیورسٹیوں نے شروع شروع میں اپنے کمروں میں آرٹ کی جو معمولی نمائشیں کی تھیں وہ اب آرٹ کے بڑے بڑے مجموعے بن گئے ہیں جو اب اپنی شاندار گیلریوں میں موجود ہیں۔ ہارورڈ یونیورسٹی کا فاگ میوزم، ییل یونیورسٹی آرٹ گیلری، مشی گن سٹیٹ یونیورسٹی (لانسنگ) کا کریسگ آرٹ سنٹر اعلیٰ ترین پبلک عجائب گھروں کا مقابلہ کرتے ہیں

امریکہ میں دس لاکھ کتابیں روزانہ فروخت ہو رہی ہیں

امریکہ میں اچھی کتابوں کی مقبولیت کا راز کاغذی جلد والی سستی کتابوں میں مضمر ہے۔ کاغذی جلدوں کی شروعات آج سے ۲۱ برس پہلے ہوئی تھی۔ تب سے یہ اتنی مقبول ہوتی آرہی ہیں کہ پچھلے سال امریکہ میں تقریباً دس لاکھ کتابیں روزانہ بکتی رہیں۔

حال ہی میں امریکہ کی سیاحت کرنے والے ایک شخص نے بتایا کہ امریکہ کے بارے میں نہایت حیرت انگیز بات یہ ہے کہ وہاں کتابیں ارزاں ملتی ہیں۔ اور وہ بھی اچھی۔ یہ ایک حیرت انگیز مشاہدہ ہے۔ خاص کر جب آدمی یہ سوچتا ہے کہ باہر سے آنیوالے لوگوں پر عموماً امریکی صنعتی ترقی اور کارناموں کا نہایت گہرا اثر پڑتا ہے تاہم یہ سمجھنا مشکل نہیں کہ ان لوگوں کو جو صرف کتابوں کی دکانوں وغیرہ میں دیکھنے کے عادی ہیں غیر متوقع مقامات پر رکھی گئی کتابوں میں کیوں اتنی دلچسپی ہونے لگتی ہے۔ اس کا کلیدی راز کاغذی جلدوں میں پوشیدہ ہے۔ ان سستی اور کاغذی جلد والی کتابوں نے۔ جن میں کئی معیاری کتابوں کے سستے ایڈیشن بھی شامل ہوتے ہیں۔ ناشرین اور مطالعہ کرنے والوں دونوں کے لئے ایک نئی دنیا کھولدی ہے۔ کاغذی جلدوں کی کتابوں کی اشاعت آج سے تقریباً ۲۱ برس پہلے شروع ہوئی تھی ان کو اتنا فروغ حاصل ہوا ہے کہ پچھلے سال اوسطاً دس لاکھ ایسی کتابیں روزانہ فروخت ہوتی رہی ہیں۔ اس کثیر تعداد سے بذات خود یہ ظاہر ہوتا ہے کہ امریکیوں کی کتنی بھاری اکثریت نے کاغذی جلد کی کتابوں کو اپنی ثقافتی اور ذہنی خوراک کا لازمی جزو سمجھ رکھا ہے۔ دنیا کے نشر و اشاعت کی یہ نئی پیداوار اب ایک مسلمہ چیز بن چکی ہے۔ چنانچہ اس کی اہمیت اور مقبولیت اس امر سے بھی واضح ہوتی ہے کہ امریکہ کے دو ممتاز اخبار نیویارک ٹائمز اور نیویارک ہیرلڈ ٹریبون نے پچھلے دنوں اپنے سالانہ سنڈے ضمیمے کلیتاً کاغذی جلدوں کی کتابوں کے لئے مخصوص کر دیئے تھے۔ یہ جاننا بھی دلچسپی سے خالی نہیں کہ کاغذی جلدوالی کتابوں کی فروخت سے جو آمدنی ہوتی ہے وہ امریکہ میں کتابوں کی صنعت کی کل آمدنی کا پانچواں حصہ ہے۔ اس وقت اندازاً ۲۲ ہزار مختلف عنوانوں کی کتابیں کاغذی جلدوں میں دستیاب ہیں۔ جن میں سے ۲۵ صرف ایک سال یعنی سنہ ۱۹۶۰ء میں شائع ہوئیں۔ یہ کس قسم کی کتابیں ہیں؟ ان میں پراسرار کتابیں۔ مغربی ناول، آسانی سے سمجھے جانے والے ناول، تحریک دینے والی تصانیف، صنعت و حرفت اور کسب و ہنر سکھانے والی کتابیں شامل ہیں۔ لیکن اس سے بھی نمایاں بات یہ ہے کہ سنجیدہ کتابوں کی اشاعت اور خریداری میں بھاری اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ ان کتابوں میں تاریخ، سوانح عمریاں، سائنس، فلسفہ، اقتصادیات، ادبی کلاسکس، تجرباتی اور دو تہتر ناول شامل ہیں۔ سنہ ۱۹۶۰ء کا سال اس لحاظ سے بھی اہم تھا کہ

اس کے دوران میں ڈرامے۔ منظومات۔ فنِ لطیفہ اور دینیات پر بھی اعلیٰ قسم کی کتابیں شائع ہوئیں۔ کتب فروشوں کی دکانوں کا تو ذکر ہی کیا ہے کاغذی جلدوں والی کتابیں دوا فروش دکانوں۔ ڈپارٹمنٹ اسٹوروں، سُپر مارکیٹوں۔ ریلوے سٹیشنوں، ہوائی اڈوں اور دوسری مختلف جگہوں پر بھی بکثرت ملتی ہیں۔ اور ان میں تقریباً ہر موضوع کی کتابیں شامل ہیں۔ آجکل ملکی زبانوں میں بھی بہت کتابیں ملتی ہیں جن کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔ ان میں سے اکثر قدرتی طور پر درآمد کی جاتی ہیں۔ لیکن امریکی پبلشروں نے بھی انہیں چھاپنا شروع کیا ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ اس سے ایک نیا رجحان پیدا ہو۔ چنانچہ پہلے سلسلے کا آغاز بھی ہوا ہے۔ حقیقت میں یہ دو زبانوں کا منصوبہ ہے جس میں بہت سے ملکوں کا کلاسیکی ادب شامل ہے۔ ایسی کتابوں کے ایک صفحے پر بیرونی زبان میں عبارت لکھی ہے اور بالمقابل صفحے پر اس کا انگریزی ترجمہ درج ہے۔ اگرچہ ایسی کتابیں زیادہ تر ثانوی اسکولوں اور کالجوں کی تعلیمی اغراض کے لئے شائع کی جا رہی ہیں تاہم ان سے ایسے دوسرے لوگ بھی استفادہ کر سکتے ہیں جو کوئی بیرونی زبان سیکھنا چاہتے ہوں۔ غیر ملکی زبانوں کا ایک اور منصوبہ آنے والے موسم بہار میں شروع ہو رہا ہے اور سردست فرانسیسی اور ہسپانوی کلاسیکی ادبی کتابوں پر مشتمل ہوگا۔ ان میں انگریزی کا ترجمہ یا تبصرے وغیرہ شامل نہیں ہوں گے۔ جو کتابیں زیادہ مشہور رہیں اور اعلیٰ پوزیشن کے مصنفوں کی لکھی ہوئی ہیں۔ انہیں بعد میں شائع کیا جائے گا۔ ایک اور تجربہ بچوں کی کتابوں پر کیا جائے گا۔ یہ کتابیں بھی کاغذی جلدوں کی صورت میں شائع کی جائیں گی اگرچہ اب تک بچوں کے لئے موٹی اور سخت جلد والی کتابیں بکثرت چھپتی رہی ہیں۔ تاہم کاغذی جلد والی کتابوں کا تجربہ نہیں کیا گیا ہے۔ چنانچہ اب امریکہ کے تقریباً نصف درجن پبلشروں نے نوعمر بچوں کی کتابی ضروریات پوری کرنے کا اعلان کیا ہے۔

اسکولوں اور کالجوں کے کتب فروش شدت سے کاغذی جلد کی کتابیں فروخت کرنے آ رہے ہیں۔ اکثر تعلیمی اداروں میں کاغذی جلد کی کتابیں نصاب کا ضروری حصہ ہیں۔ اور اب ثانوی سکولوں میں بھی کتابوں کی دکانوں پر یہ کتابیں، بافراط رکھی جانے لگی ہیں۔ ان میں سے اکثر دکانیں خود طالب علم چلاتے ہیں۔ سستے داموں پر اچھی کتابوں کی دستیابی کے باعث اکثر نوعمروں کو اپنی اپنی ذاتی لائبریریوں کے لئے کتابیں جمع کرنے کی تحریک ہوئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بعض سکولوں میں تو بچوں میں کتابیں خریدنے کا خبط سا پایا جاتا ہے اور یہ اس صورت حالات کا یقیناً پُر انکشاف اور حوصلہ افزا پہلو ہے جو کاغذی جلد والی کتابوں کے نام سے مشہور ہے۔

طلباء کی تعلیم و تربیت کیلئے امداد باہمی کا پلان

ریاست اوہائیو کے صنعتی و اقتصادی ترقی کے محکمے کی رپورٹ کے مطابق سنسناٹی یونیورسٹی نے سنہ ۱۹۰۶ء میں انڈر گریجویٹ طلباء کے لئے کام و مطالعہ سے متعلق جو امداد باہمی کا پلان شروع کیا تھا وہ اب امریکہ کے ۷۰ سے زیادہ کالجوں اور یونیورسٹیوں کے علاوہ بہت سے دوسرے ملکوں میں بھی عمل میں آ گیا ہے۔

یہ پلان دنیا بھر میں "سنسناٹی پلان" کے نام سے مشہور ہے۔ یہ یونیورسٹی طلباء کو صنعت، تجارت اور حکومتی امور کے لئے تربیت دینے کا ایک عملی پروگرام ہے۔ جس کے سلسلے میں طلباء اپنے وقت کا کچھ حصہ جماعتوں کے علاوہ کارخانوں یا دفتروں میں بھی گزارتے ہیں۔ اس طریقے سے طلباء جماعتوں میں جو تھیوریاں سیکھتے ہیں۔ متعلقہ کاموں میں انہیں عملی جامہ پہناتے ہیں۔

گذشتہ برس سنسناٹی یونیورسٹی نے کام و مطالعہ کا یہ پلان گریجویٹ طلباء پر بھی لاگو کر دیا اور اب انڈر گریجویٹ طلباء کے علاوہ انجینئرنگ اور طبیعیات کے بعض شعبوں میں ماسٹر اور ڈاکٹر کی ڈگریوں کے امیدوار ایک نئے پروگرام کے لئے ۲ لاکھ ڈالر دیئے ہیں۔ کام اور مطالعہ سے متعلق امداد باہمی کا یہ پلان سنسناٹی یونیورسٹی کے مرحوم ڈین ہرمن شنیڈر نے شروع کیا تھا۔ سنہ ۱۹۰۶ء میں اس سلسلے میں جو پہلی جماعت شروع کی گئی تھی اس میں انجینئرنگ کا مطالعہ کرنے والے ۲۷ طلباء تھے۔ سنہ ۱۹۲۰ء تک طالبات کو بھی اس پروگرام میں شامل کر لیا گیا۔ آج اپلائیڈ آرٹس، تجارتی انتظام و نسق اور انجینئرنگ کے متعلق اس پروگرام میں تقریباً ۳۵۰۰ طلباء اور طالبات حصہ لے رہی ہیں۔ پروگرام کے تحت اس طرح کام ہوتا ہے۔ پروگرام میں حصہ لینے والے طلباء جماعت میں سات ہفتے گزارتے ہیں۔ پھر ایک ہفتے کی تعطیلات کے بعد آٹھ ہفتے ۵ سو سے زیادہ آجروں کے ہاں اجر پر کام کرتے ہیں۔ ان میں سے زیادہ تر آجر سنسناٹی کے علاقے میں ہیں۔ جبکہ دوسرے امریکہ بھر میں پھیلے ہوئے ہیں۔ یہ طلباء جوڑوں میں کام کرتے ہیں۔ ایک جماعت میں پڑھتا ہے جبکہ اس کا "ساتھی" کارخانے یا دفتر میں کام کرتا ہے۔ ہر آٹھ ہفتے کے بعد وہ اپنا مقام بدل لیتے ہیں۔ یونیورسٹی کا ایک اتحاد کا محکمہ ہے جو آجروں اور طلباء کے درمیان رابطہ قائم رکھتا ہے تاکہ اس امر کی یقین دہانی ہو جائے کہ طلباء کو جو کام پیش کئے جاتے ہیں، اُن سے انہیں اپنی تعلیم کے متعلق بیش قیمت تجربہ حاصل ہوتا ہے اور اس سے بھی زیادہ اس امر کی یقین دہانی ہو جائے کہ طالب علم ایک محنتی اور اطمینان بخش "ملازم" ہے۔ سکولوں اور کالجوں کے علاوہ بہت سے سکولوں نے کچھ تبدیلیوں کے ساتھ سنسناٹی پلان کو اختیار کیا ہے۔ مثال کے طور پر ڈیٹن شہر (اوہائیو) میں گذشتہ تیس برس سے [illegible]

سٹنبر کے پبلک ہائی اسکولوں میں کام و مطالعہ کے متعلق امداد باہمی کا ایک پروگرام جاری ہے۔ کام و مطالعہ کے متعلق امداد باہمی کا پلان ۱۹۲۱ء میں لبرل آرٹس کے شعبہ میں شروع کیا گیا تھا۔ جب یلو سپرنگز (اوہائیو) کے انیٹی اوک کالج میں سناٹی پلان عمل میں لایا گیا تھا۔ اس کے لئے یہ ضروری قرار دیا گیا تھا کہ اس کالج کے تمام طلباء تعلیم کے ساتھ ساتھ کام کا بھی تجربہ حاصل کریں۔ لبرل آرٹس کالج کے دوسرے بہت سے کالجوں نے بھی کام و مطالعہ کے متعلق امداد باہمی کے پروگرام اختیار کئے ہیں۔

انیٹی اوک کالج میں طلباء اب تین مہینے کے عرصہ میں باری باری سے کالج میں مطالعہ اور کالج سے باہر کام کرتے ہیں۔ انیٹی اوک کالج نے سمندر پار ملکوں کے متعلق جو تعلیمی پروگرام بنایا ہے اس کے تحت طلباء ۱۴ مختلف ملکوں میں کام اور مطالعہ کر سکتے ہیں۔

۱۹۶۱ء کے موسم بہار میں ڈیٹن (اوہائیو) میں امداد باہمی کی تعلیم کے متعلق دوسری تامس ایلوا ایڈیسن کانفرنس کی طرف سے مذکورہ پلان کی پرجوش توثیق کی گئی تھی۔ ۱۲ اشخاص پر مشتمل ایک تحقیقی کمیٹی نے اپنی جو جامع رپورٹ پیش کی ہے اس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ کام و مطالعہ کے متعلق امداد باہمی کی تعلیم کو ملک اور انفرادی طلباء کی بھلائی کے لئے اس کے موجودہ دائرہ سے "دور دور تک" توسیع دینی چاہیئے۔ ڈیٹن کانفرنس میں تحقیقی کمیٹی نے بتایا کہ تجارت اور صنعت کام و مطالعہ کے متعلق امداد باہمی کے پروگرام کو تربیت یافتہ عملے کے مسلسل حصول کا ایک بیش قیمت ذریعہ تصور کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر سنسناٹی گیس اینڈ الیکٹرک کمپنی کے ڈائریکٹروں کے بورڈ کے صدر والٹر سی بیور ڈنے بتایا ہے کہ کمپنی کے ۶۵ فیصد گریجویٹ انجینیر وہ سابق طلباء ہیں جنہوں نے سنسناٹی یونیورسٹی کے کام و مطالعہ کے امداد باہمی کے پلان میں حصہ لیا تھا۔

سائنس کی دنیا

۲/۱ ۱۷ کروڑ برس پہلے کے اڑنے والے سانپ کا پتہ چلا

۲/۱ ۱۷ کروڑ برس پہلے کا اڑنے والا سانپ۔ امریکہ کے تین نوعمر طلبا کی دریافت کی ہوئی ایک نایاب چیز نیو یارک میں نیچرل ہسٹری کے عجائب خانے میں نمائش کے لئے رکھی گئی ہے۔ یہ ۲/۱ ۱۷ کروڑ برس پرانے ایک اڑنے والے سانپ کا پنجر ہے جو پتھر کی شکل میں بدل گیا ہے۔ یہ پنجر جو ۲/۱ ۷ انچ لمبا ہے ایک ایسے سانپ کا بتایا جاتا ہے اب جو نابود ہے جس کا کوئی نام نہیں۔ اور جس کے متعلق ماہرین کا بیان ہے کہ یہ گلہری کی طرح درختوں کے اوپر ہی اوپر اڑتا رہتا ہے۔ یہ تین نو عمر طلباء جو زمانہ ماضی کی دریافت در حیاتیات کے ماہر بننا چاہتے ہیں۔ پتھر کی ایک پرانی کان میں تحقیقی کام کر رہے تھے۔ جہاں انہیں سانپ کا یہ پنجر ملا۔ ان کے نام ہیں ایلفرڈ سیفکر (۱۷) جوزف گیلبر (۱۶) اور مائیکل زینڈرد وسکی (۱۶) یہ طلباء متذکرہ عجائب خانے کے اہتمام میں یہ تحقیقی مطالعہ کر رہے ہیں۔ اس دریافت کا اعلان پچھلے سوموار کو ایڈورڈ ای کلبرٹ نے کیا جو متذکرہ عجائب گھر سے وابستہ ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ سانپ ریڑھ کی ہڈی رکھنے والا پہلا جانور ہو جو اڑ سکتا تھا۔ اس کی پسلیاں باہر کی طرف پروں کی مانند پھیلاؤ پایا جاتا ہے جو پروں کا کام دیتا ہوگا۔ اور اڑنے والی گلہری کی طرح یہ درختوں کی ایک شاخ سے دوسری شاخ پر اڑتا پھرتا ہوگا۔

بارش کے قطرے کیسے بنتے ہیں؟

بارش کے قطرے کس طرح بنتے ہیں؟ شکاگو یونیورسٹی کے موسمیاتی شعبے کی مس باربرا فش کا بیان ہے کہ زمین کی سطح سے نمک کے ذرّے ہوا میں جا ملتے ہیں جس سے بارش کے قطرے بنتے ہیں۔ انہوں نے امریکی موسمیاتی سوسائٹی کی ایک حالیہ بیٹھک میں اپنے تحقیقی مقالے میں یہ انکشاف کرتے ہوئے کہا ہے کہ نمک کے یہ ذرّے بخارات کا پانی اپنے اندر جذب کرتے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ یہ ایک قطرے کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ انہوں نے واقع کیا کہ فضا کی مختلف بلندیوں پر امریکہ بھر میں بارش کے قطروں کے نمونے جمع کئے گئے اور جب ان کا تجزیہ کیا گیا تو متذکرہ صدر نتائج برآمد ہوئے۔

حسب منشا دودھ کی قسمیں تیار کرنا!

پنسلوینیا سٹیٹ یونیورسٹی میں ڈیری سائنس کے

محکمے کے آر۔ ڈی میکارتھی کے بیان کے مطابق مستقبل میں پیچیدہ قسم کی دودھ کی ڈبیاں کسی نہ کسی دن تمام بچوں کی بھوکا گاہوں کی خصوصی ضروریات کے مطابق دودھ مہیا کیا کریں گی۔ ان کا کہنا ہے کہ سائنسدان گائے کے چارے میں تبدیلیاں کرنے کے اس کے معدے میں ہی ایسے بیکٹیریا پیدا کر سکیں گے جن سے بالغوں اور بچوں کے لئے نشو و نما کے الگ الگ جزویات والا دودھ حاصل کیا جا سکے گا اور بہتر پنیر یا آئس کریم تیار کی جا سکے گی۔ ایک امریکن کیمیکل سوسائٹی کی میٹنگ میں انہوں نے بتایا کہ اس کا آلہ سے مستقبل روشن دکھائی دیتا ہے کہ اب جس قسم کے دودھ کی ہمیں ضرورت ہوا کرے گی وہ دستیاب ہو سکے گا۔

انسان بردار ہوائی جہاز کی اڑان

راکٹی انجن سے چلنے والے امریکہ کے تجرباتی ہوائی جہاز ایکس ۱۵ نے جہاں گذشتہ مارچ کے آغاز میں فضائی بلندیوں پر پہنچنے کا نیا عالمی ریکارڈ قائم کیا تھا وہاں اس نے ۳۰ مارچ کو ۱۶۵۰۰۰ فٹ یعنی ۳۰ میل کی بلندی پر اڑان کا ایک اور ریکارڈ قائم کیا اس کے ہوا باز جوزف اے واکر تھے۔ جو امریکی فضائی اور خلائی محکمے سے وابستہ ہیں۔ اس سے پہلے ایکس ۱۵ جہاز ۱۳۶۰۰۰ فٹ کی بلندی پر پہنچا تھا۔ اس وقت اس کے ہوا باز میجر رابرٹ وہائٹ تھے جو امریکی فضائی فوج سے تعلق رکھتے ہیں۔

امریکی فضائی اور خلائی محکمے کا بیان ہے کہ ان تجرباتی اڑانوں کا مقصد انسان بردار ہوائی جہاز کو پچاس میل کی بلندی پر پہنچانا ہے۔ ایکس ۱۵ کو ایک اور جہاز کے ذریعہ ۴۵ ہزار فٹ کی بلندی پر پہنچایا گیا۔ اس کے بعد ہوا باز واکر نے اسے ایک لاکھ فٹ کی بلندی پر پہنچایا اور پھر انجن بند کر دیا اور جہاز فضائی لہروں پر اڑتا ہوا مزید ۶۰ ہزار فٹ کی بلندی پر پہنچا۔ ہوا باز ۹۰ سیکنڈ یعنی ڈیڑھ منٹ تک اپنے آپ کو بے وزن محسوس کرتا رہا۔ اس طرح یہ ہوا باز پہلا شخص ہے جس نے اتنی دیر تک بے وزنی کا تجربہ کیا۔

زندگی کا بنیادی عمل جاننے کا نیا طریقہ

ایک امریکی سائنسدان نے جاپانی محقق سائنسدان کی دریافت کی روشنی میں جدید حیاتیاتی تحقیق کے میدان میں ایک بڑی دریافت کی ہے جس سے ٹیسٹ ٹیوب میں پہلی بار زندگی کے بنیادی نشو و نمائی عمل کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ اس تجربے میں زندہ خلیے استعمال نہیں کئے گئے تھے۔ صرف تابکار آئسوٹوپوں کو عمل جانچنے کے لئے استعمال کیا گیا۔ اس طریقے کے مطابق خلیوں کے چیدہ چیدہ ٹکڑوں پر ایکسرے کی شعاع زنی کی جاتی ہے۔ جس سے پروٹین کی کیمیاوی ساخت اور عمل رک جاتا ہے۔ پھر نکلیک ایسڈ (ڈی۔ این۔ اے) کے اضافے سے پروٹین کا کیمیاوی عمل اور ساخت پھر شروع ہو جاتی ہے۔ گویا سائنسدان نے اسطرح ٹیسٹ ٹیوب میں زندگی کو روک بھی دیا۔ اور اس کا سر تو آغاز بھی کیا۔ یہہ

دریافت مستقبل سائنسی اہمیت رکھنے والی خیال کی جاتی ہے کیونکہ اس سے بالآخر سائنسدانوں کو ایک ایسا طریقہ ہاتھ آیا ہے جس سے وہ پروٹین کے مساوی عمل اور امتزاج کا عمل مشاہدہ کر سکتے ہیں یہ بات پہلے ممکن نہیں تھی کیونکہ مطالعہ اور تحقیق کے لئے زندہ خلیوں کو چیر کر کھولنے سے الٹا عمل شروع ہوتا تھا پروٹین کے امتزاج کا عمل بھی الٹ جاتا اور اس طرح یہ خلئے مرجاتے۔ یہ تحقیق ڈاکٹر جی نوویلی نے کی ہے۔ جو امریکی ایٹمی توانائی کمیشن کی اوک رج لیبارٹری سے وابستہ ہیں۔ انہوں نے اپنی اس دریافت کا ذکر امریکی کانگریس کی ایٹمی توانائی تحقیق سب کمیٹی کے روبرو کیا۔

واضح رہے کہ سال بھر پہلے جاپان کے دو ڈاکٹروں نے یہ تحقیق کی تھی کہ خلیوں پر اگر بنفشی شعاعیں ڈالی جائیں تو وہ پروٹین کی امتزاجی قوت کو گھٹاتی ہے اور اس عمل کو سفید روشنی سے الٹا جا سکتا ہے۔

آیت اللہ العظمیٰ آقای بروجردی کی جگہ

آیت اللہ العظمیٰ آقای السید محسن الحکیم مدظلہ کا انتخاب

ہیئت علماء و طلباء نجف کی اطلاع سے واضح ہے کہ سید الطائفہ آیۃ اللہ العظمیٰ السید حسین بروجردی اعلی اللہ مقامہ کے انتقال کے بعد ایران و عراق کے مذہبی رہنماؤں نے عالم اسلامی کے عظیم ترین پیشوا آیۃ اللہ العظمیٰ السید محسن الحکیم کو متفقہ طور پر سب سے بڑا مرجع دینی اور اعلم تسلیم کر لیا۔

عراق کی ڈاک۔

آیۃ اللہ العظمیٰ آقای بروجردی کا ماتم

۱۳ شوال کی شب نجف اشرف کے لئے صبح محشر سے کم نہ تھی۔ اہالیان شہر نے سید الطائفہ آیۃ اللہ العظمیٰ سید حسین بروجردی کے انتقال کی خبر تہران کی نشرگاہ سے سنی ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے ارادو پر اوس پڑ گئی اور دل بجھ سے گئے۔ لوگ بہتے ہوئے آنسوؤں اور اوجھل قدموں کے ساتھ مدرسہ بروجردی میں جمع ہونے لگے۔ جامع نجف کے علما اور طلبا میں ایک کہرام تھا۔ اس وقت کوئی ایسا عالم دین یا طالب علم نہ تھا جس کی آنکھیں نم نہ ہوں اور دل نہ دھڑک رہا ہو۔ سڑکوں پر چلتے ہوئے لوگ دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے اور ایک دوسرے کو مطلع کر رہے تھے۔ آیۃ اللہ مرحوم کی وفات کے ایک گھنٹہ بعد یعنی ساڑھے آٹھ بجے تک شہر کی تمام کھلی ہوئی دوکانیں بند ہو چکی تھیں اور در و دیوار پر سیاہ کپڑے لگا کر حزن والم کا اعلان کیا جا چکا تھا۔ شہر کے تمام محلوں سے جلوس اور دستے مرحوم آیۃ اللہ کی تصویر مبارک اور سرنگوں علم لیکر ماتم کرتے ہوئے اور نوحہ پڑھتے ہوئے مدرسہ بروجردی میں جمع ہو رہے تھے کچھ دیر بھی نہ گذری تھی کہ مدرسہ کی تمام منزلہ عمارت علما اور طلبا سے چھلکنے لگی اور باہر لوگوں کا ہجوم شدت اختیار کر تا گیا کچھ عرصہ بعد آیۃ اللہ العظمیٰ آقای سید محسن حکیم مدظلہ تشریف لائے۔ آیۃ اللہ موصوف کے حکم سے علماء کا ماتمی دستہ برآمد ہوا اور اسکے عقب میں شہر کے ہزاروں دستے ماتم کرتے ہوئے امیرالمومنین کے صحن مقدس کی طرف روانہ ہوئے حرم کے قریب یہ جلوس صحن مقدس میں داخل ہوا۔ خلقت کے کثرت ہجوم سے تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ صحن کچھا کچھ بھرا ہوا تھا اور ہر طرف سے نالہ و شیون کی صدائیں بلند تھیں۔ خصوصاً جب حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ السید محسن حکیم صحن مبارک میں داخل ہوئے تو لوگ انہیں دیکھ دیکھ کر بے اختیار رو رہے تھے اور مرحوم آیۃ اللہ کا پرسہ دے رہے تھے۔ سوگوار مجمع زمین پر بیٹھ گیا۔ علامہ سید جواد شبر اور علامہ احمد وائلی نے فقیہ مرحوم کے فضائل و خدمات پر پُر درد تقریریں کیں اور آیۃ اللہ حکیم کو پرسہ دیا۔

عصر سے شہر نجف کے تمام امام باڑوں اور مساجد میں فاتحوں کا اعلان کر دیا گیا۔ اور دوسرے شہروں کے وفود اور ماتمی دستے آنے شروع ہوئے جنمیں سے بصرہ، کوفہ، شامیہ اور کربلا کے دستے آ چکے ہیں۔ اور آیۃ اللہ العظمیٰ السید محسن الحکیم کی خدمت میں مرحوم آیۃ اللہ کا پرسہ پیش کر چکے ہیں۔



افسانہ

ناگن

مختار شکیب

شبنم نہا کر اپنے کمرے میں قد آدم آئینے کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔ اس نے آئینہ میں اپنا عکس دیکھا تو ایک پھول کے مانند کھل اٹھی۔ معمول کے مطابق آج بھی وہ اپنے آپ کو حسین نظر آ رہی تھی۔ نمی نمی حسین۔ شربتی آنکھوں میں کنول کی سی پاکیزگی تھی۔ رخساروں پہ پھولوں کی سی دلفریبی تھی اور اس پر یاقوتی ہونٹ! رات کو وہ دیر سے سوئی تھی۔ نہانے کے باوجود اس کی آنکھیں بوجھل تھیں۔ اس نے میک اپ کرنا شروع کیا۔ چہرہ پر اسنو لگائی۔ لبوں پر لپ اسٹک اور آنکھوں میں کاجل۔ وہ کسی بت تراش کا حسین شاہکار معلوم ہو رہی تھی۔ لیکن اپنے بالوں پر جب اس کی نظر پڑی تو وہ اداس ہو گئی۔ وہ شوخی جو اس کے چہرے پر رقصاں تھی ڈوب گئی۔ شبنم کی خوبصورتی میں کسی چیز کی کمی نہ تھی۔ لیکن اس کے مختصر بال اکثر اس کا دل دکھاتے تھے۔ شبنم کی آرزو تھی کہ اس کے بال بھی اس کی سہیلی ناہید کی طرح لمبے ہو جائیں۔ ناہید کو خوبصورت نہیں کہا جا سکتا تھا۔ لیکن وہ بدصورت بھی نہ تھی۔ گندمی رنگ اور کچھ لوں سی ناک نقشہ۔ لیکن اس کے ریشمی بال! اللہ کی پناہ!! [illegible] ہوا سیاہ آبشار [illegible] دو ڈھائی [illegible] بال اسے بخشے نہ جانے [illegible] محفل میں [illegible] ہوتی جس طرف نکل جاتی لڑکیاں دیکھتی رہ جاتیں۔ جب وہ دو چوٹیاں گوندھ کر انہیں شانوں پر ڈال کر گھومتی تو معلوم ہوتا دو ناگ جھول رہے ہیں۔ کالج کی لڑکیاں ناہید کے بالوں کو دیکھ کر رشک کرتیں۔ بال بڑھانے کے نسخوں کی جستجو میں رہتی تھیں۔ لیکن کسی کے بھی ناہید کے سے بال نہ ہو سکے۔

تیار ہونے کے بعد شبنم ناہید کے گھر پہنچی۔

باتوں ہی باتوں میں سہیلی نے کہا۔

”تمہیں بھی بڑی دھن رہتی ہے بالوں کے بڑھانے کی اخبار پڑھا ہے آج کا —؟“

”کیوں کوئی ترکیب چھپی ہے؟“ شبنم نے پوچھا۔

ترکیب کیا ہے ایک محترمہ نے وہی سانپ کی ہڈیوں کا نسخہ آزمانا چاہا تھا۔“

”کونسا نسخہ؟“

”سانپ کی ہڈیوں کا۔ تم نہیں جانتی ہو؟“

”نہیں!“

”ارے!“

”کیا نسخہ ہے؟ بتاؤ گی بھی!“

”سانپ کی ہڈیوں اور [illegible] کا تیل نکلوا کر اس میں

کچھ اور دوائیں ملاکر لگانے سے بال بڑھتے ہیں ۔ اتنے گھنے ہو جاتے ہیں اور اتنے لمبے کہ بس کچھ نہ پوچھو"

"اچھا ـــــ !!"

"مگر سانپ ملے کہاں سے اور آئے مارے کون؟"

"ہاں یہ مشکل بات ہے!"

"ـــــ"

"اچھا وہ خبر تو سناؤ پوری"

"وہ خبر کیا ہے ـــــ ایک خاتون تھیں تمہاری طرح! گھر میں سانپ نکلا تو دوڑیں مارنے۔ اس نے ڈس لیا۔ اگرچہ بچہ تھا لیکن زہر چڑھ گیا۔ بے چاری کا کام تمام ہو گیا"

"گھر میں اور کوئی نہ تھا؟"

شبنم نے دریافت کیا۔

"نہیں اور کوئی نہ تھا۔ گھر والے کہیں گئے ہوں گے!"

"نسخہ کیا بتایا تم نے؟"

"سانپ کی ہڈیاں اور دھنیا دونوں کو ملاکر تیل نکلواؤ اس میں دو دوائیں اور ملائی جاتی ہیں۔ ان کا نام مجھے یاد نہیں ہے۔ نسخہ پورا لکھا ہے۔ میرے پاس! پورا نسخہ جب تیار ہو جائے تو اسے بالوں میں لگانا شروع کر دو!"

"لیکن سانپ کی ہڈیاں کہاں سے آئیں؟"

"ارے بھیرے سے کہو لادے گا"

"ہاں! شبنم نے سوچا یہ تو ہو سکتا ہے!"

"کہیں خود نہ مارنے لگنا ورنہ ماری جاؤ گی!" ناہید نے اندیشہ ظاہر کیا۔

"اچھا ــ" وہ سوچ میں پڑ گئی کہ سانپ کی ہڈیاں کیسے حاصل کی جائیں۔ شبنم والدین کی اکلوتی لڑکی تھی۔ اور اس کی خواہش پوری کی جاتی تھی۔ لیکن ایسی خواہش سانپ کی ہڈیاں!!

ابا جان تیار ہوں نہ ہوں کون جانے!!

امی جان مانیں نہ مانیں کیا خبر! اس نے سوچا۔

شبنم کے والد دولت مند آدمی تھے۔ شکار ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ شبنم نے ان سے اس بات کے لئے کہا تو وہ ہنس پڑے۔ معلوم تو مجھے بھی ہے۔ بال ضرور بڑھتے ہیں۔ لیکن سانپ کی ہڈیاں کہاں سے آئیں؟"

"آپ شکار پر جائیں تو مار لائیے گا!"

"اچھا دیکھا جائے گا۔"

انھوں نے اسے ٹال دیا۔

شبنم کے ابا جان مرغابیوں کے شکار کی تلاش میں جھیل کے کنارے کنارے جا رہے تھے ان کے ساتھ دو دوست اور بھی تھے ۔ دس بارہ فٹ کے فاصلہ پر انھیں ایک کالا سانپ نظر آیا۔ تین شکاری تھے اور ایک سانپ! کیسے بچ سکتا تھا۔ انہوں نے سانپ مار ڈالا۔

شبنم کے والد گھر لوٹے اور آتے ہی انہوں نے مرا ہوا سانپ شبنم کے آگے ڈال دیا۔

وہ ایک دم ڈر گئی۔

اور پھر بعد میں اس کے دل میں خوشیوں کی پھلجھڑیاں چھوٹنے لگیں۔ سانپ کو باغ کے ایک حصے میں دفن کر دیا گیا۔ ایک ماہ بعد کھودا تو اس کی ہڈیاں نکلیں اور دوسری دوائیں ملاکر تیل تیار کیا گیا۔ اور استعمال کرنا شروع کر دیا۔

دن گزرتے گئے۔

اور بال بڑھتے گئے۔

چند مہینوں میں شبنم کے بال کافی لمبے ہو چکے تھے۔ اب وہ

اپنے دل میں ایک عجیب سی خوشی محسوس کرتی۔ گھنٹوں اپنی زلفوں سے کھیلا کرتی ——

محلہ میں بچوں کا شور سن کر شبنم دروازے میں جا پہنچی دریچے سے دیکھا ایک سپیرا بچوں کو سانپ کا تماشا دکھانے کی تیاری کر رہا تھا۔ اُس نے ایک ٹوکری کھولی۔ بین کی آواز پر ایک ناگ نمودار ہوا۔ پھن پھیلائے ہوئے لہرانے لگا لیکن وہ ایک دم ٹوکری میں بیٹھ گیا۔ اور پھر ایک جھٹکے کے ساتھ اچانک ٹوکری سے پھن نکال کر ادھر اُدھر دیکھنے لگا جیسے کچھ تلاش کر رہا ہو۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ شبنم کے دروازے کی طرف دوڑنے لگا۔ دروازہ بند تھا۔ ناگ راستہ تلاش کرتا رہا۔ کسی نے کوئی خاص بات محسوس نہ کی لیکن شبنم تاڑ گئی۔ ڈر کے مارے اس کا برا حال ہوا جا رہا تھا وہ بھاگ کر اپنے کمرے میں بستر پر جا گری۔ باہر سپیرا بین بجا بجا کر سانپ کو بہلانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اب تمام تماشائیوں کے چہرے فق تھے، اور سپیرے کا رنگ زرد! اس کا سانس پھول جانے سے گلے کی رگیں موٹی ڈوریوں کا جال معلوم ہو رہی تھیں۔ بین بجاتے بجاتے وہ شاید تھک چکا تھا۔

جب بہت دیر ہو گئی اور ناگ بھی دھیما پڑا تو سپیرے کے دم میں دم آیا اُس نے ناگ کو ٹوکری میں بند کر دیا۔ سپیرے نے خیال ظاہر کیا کہ ان کے گھر میں کوئی سانپ معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے یہ سانپ ان کے گھر میں جانا چاہتا تھا۔ پھر سپیرا چلا گیا۔

اس واقعہ کے بعد شبنم بہت فکر مند رہنے لگی۔ طرح طرح کے اندیشے اُسے پریشان کرنے لگے۔ لیکن وہ خاموش رہی اور کسی سے کچھ نہ کہا۔ رات گزر گئی!

صبح سپیرا بیدار ہوا۔ کچھ کھا پی کر اپنے سانپ کے لئے دودھ لئے اُس کے پاس پہنچا تو دیکھا ٹوکری خالی پڑی تھی اور سانپ غائب تھا! وہ مایوس ہو گیا۔ روزی کمانے کا اس کے پاس صرف یہی ایک ذریعہ تھا جو ختم ہو گیا۔ اس نے اس سانپ کو جنگل سے بڑی جانفشانی سے پکڑا تھا۔ پورے ایک ہفتہ کی جستجو اور جانفشانی کے بعد وہ اس سانپ کو حاصل کر سکا تھا۔ اور اب وہ اچانک غائب ہو گیا!

اُس کے چہرے پر مایوسی کے نقوش اُبھر آئے اور وہ افسردہ ہو گیا ——

صبح ناشتہ پر شبنم موجود نہ تھی۔ اس کے ابا جان نے اُس کی امی جان سے کہا کہ وہ شبنم کو جگا دیں۔ شبنم کی امی جان کمرے میں داخل ہو ہی رہی تھیں کہ اُن کی نظر شبنم پر پڑی —— ایک چیخ کمرے میں گونجی اور وہ گر پڑیں۔

ایک سیاہ ناگ شبنم کی گردن سے لپٹا ہوا تھا۔ ناگ کا پچھلا حصہ اس کے سینے اور پیٹ پر تھا۔ اور اس نے اپنا منہ شبنم کے ریشمی بالوں میں دے رکھا تھا!

اُس کی آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں اور چہرہ سیاہ ہو چکا تھا! شاید ناگ نے اپنی کھوئی ہوئی ناگن کو پا لیا تھا ——!!



کہ ڈاکٹر رادھا کرشنن نے فرمایا کہ فرقہ واریت کی لعنت کو سیاست سے علیحدہ کرنے کی ضرورت ہے — لیکن اس چولی کو دامن سے کس طرح جدا کیا جا سکے گا؟ —

کہ سوامی راما نند تیرتھ پارلیمانی زندگی سے کنارہ کش ہو جائیں گے — تو کیا کاشی جانے کا خیال ہے! —

کہ ہمارے وزیر فینانس سیاسی تعطل پر کانگریسی ہائی کمان سے بات چیت کرنے دہلی روانہ ہوئے ہیں —

پیامی آ رہے ہیں جا رہے ہیں
پیامِ آرزو پہنچا رہے ہیں

کہ ملازمین عثمانیہ یونیورسٹی نے عید کا قرضہ ادا کرنے پر حکومت کا شکریہ ادا کیا — حالانکہ یہ قرضہ "عید پیچھے ٹر" ثابت ہوا —

کہ شری انجیا نے اعتراف کیا کہ آر۔ ٹی۔ سی کی ۳۰ فیصد آمدنی ناجائز طور پر غائب کر دی جاتی ہے —

اس اعتراف میں بھی کس قدر صفائی ہے

کہ تیسرے پنجسالہ منصوبے کے ختم پر ملک خوشحال ہو جائے گا — لیکن —
کون جیتا ہے تری زلف کے سر ہونے تک

کہ صدر جمعیت العلماء نے فرمایا کہ جمعیت العلماء ایک ادارہ نہیں بلکہ تاریخ ہے — جو فی الوقت خارج از نصاب ہے —

کہ مسجد افضل گنج منڈل کانگریس کمیٹی نے غیر سماجی سرگرمیوں پر تشویش کا اظہار کیا — لیکن سوال یہ ہے کہ اگر غیر سماجی سرگرمیاں نہ ہوتیں تو معتمد صاحب کو اخبار میں بیان دینے کا موقع کس طرح ملتا —

کہ پنڈت نہرو نے فرمایا مدھیا پردیش کے فسادات سے ملک کو جتنا نقصان ہوا پہلے کبھی نہیں ہوا تھا
کچھ علاج اس کا بھی اے چارہ گراں ہے کہ نہیں —

کہ موسلی پراکٹ کے ستونوں میں شگاف پڑ گئے — یعنی تاریخ اپنے آپ کو دہرا رہی ہے — گلام کے بعد موسلی پراکٹ!

کہ خاکروبوں کے دو گروہوں میں تصادم ہوا جس میں چاقو اور لاٹھیوں کا آزادانہ استعمال کیا گیا — حالانکہ جھاڑو کا استعمال کیا جانا چاہئے تھا

کہ حکومت پنجاب نے اعلان کیا ہے کہ رشوت لینے والوں کے وظیفہ میں کمی کر دی جائے گی — کم ہی سہی لیکن وظیفہ تو بہر حال ملے گا —

این ہم غنیمت است

قطعہ

مَے کا پینا بھی جو منظور نہیں
خواہشِ شیخ بھی مستور نہیں
نہیں معلوم کہ غائب کیوں ہے
موسیٰ کے سامنے یہ طور نہیں

(آمدہ از نذیر باغ)

علیؑ معنوی پیغمبری سمجھا تو یہ سمجھا — دفورِ عشق کی وارفتگی سمجھا تو میں سمجھا
مثال آپ کے عثماں یہی کہتا ہے ہر اک — کوئی بابِ نجف کی بندگی سمجھا تو میں سمجھا

شیراز

سید معصام شیرازی ایڈیٹر پرنٹر پبلشر — مقام اشاعت :- چادرگھاٹ گیٹ حیدرآباد (د) انڈیا

جلد ۱۵
روز جمعہ
۲۸ اپریل ۱۹۶۱ء
م
۱۲ ذیقعدہ الحرام ۱۳۸۰ھ
شمارہ (۲۶)

غزل

(مطلع)
طبیعت اپنی دیکھو آج خوگر ہوتی جاتی ہے
ہوائے باغ بھی تو روح پرور ہوتی جاتی ہے

یہ منظر دیکھکر سروِ سہی کو ہوتا ہے غصہ
مثالِ گل بھی اب شکلِ صنوبر ہوتی جاتی ہے

یہ کہتی جاتی ہے عیدِ غدیری اہلِ عالم سے
خموں میں آج صہبائے معطر ہوتی جاتی ہے

ہوئے شاخِ سدرہ کے سبب سے پیشِ بلبل بھی
سرِ گلشن کہ پروازِ کبوتر ہوتی جاتی ہے

ہوئے خلد سے باغِ جناں سے کہتی ہیں حوریں
زمین کربلا بھی اب معطر ہوتی جاتی ہے

عجب یہ دستِ ساقی کا کرشمہ ہے ذرا دیکھو
قیامت میں بھی تو مستی کوثر ہوتی جاتی ہے

(مقطع)
صداقت کہتی ہے منہ سے سنو تم بھی نوائے عثماں
عجب یہ پیشِ دنیا شانِ حیدر ہوتی جاتی ہے

مرقوم ۲۷ راپریل ۱۹۶۱ء

(آمدہ از نذری باغ)

تشریح اقرارنامہ تحریری بہ شکل قانونی میری لڑکی عصمت النساء بیگم

زوجہ نظام علی (پسر واصف علی)

فرمایا کچھ عرصہ سے اسکے فسخ نکاح کا معاملہ زیر غور تھا اور اسی سلسلہ میں چند مضامین نذری باغ کے نظام گزٹ و شیراز میں طبع ہوئے تھے۔ اسی معاملہ سے متعلق میری لڑکی نے جو اقرار نامہ تحریری اپنے دستخط سے گواہوں کے سامنے دی ہے اور یہہ معاملہ اوسکے اور میرے درمیان جو طے ہوا ہے اسکی صراحت خود اقرار نامہ میں موجود ہے۔ نظر برآں اسپر مزید روشنی مجھے ڈالنے کی ضرورت نہیں بجز اینکہ پبلک کی اطلاع کیلئے اقرار نامہ کی بجنسہ نقل شیراز میں طبع کرادوں تاکہ ریکارڈ پر رہے۔

مرقومہ ۲۷ر اپریل سنہ ۱۹۶۱ء

(آمدہ از نذری باغ)

اقرارنامہ

منکہ صاحبزادی عصمت النساء بیگم دختر ہج۔ ای۔ ہج سر میر عثمان علیخان صاحب بہادر نظام حیدرآباد و برار۔ قوم مسلمان عمر (۳۰) سال۔ ساکن حدود نذری باغ۔ حیدرآباد۔ بتعین ہوش و حواس و بتعین رضا و رغبت خود بلا جبر و اکراہ لکھے دیتی ہوں کہ میرے شوہر کے بُرے برتاؤ کی وجہ سے یعنی جبراً میرے عملہ ملازمین کے ماہوارات جو دفتر ٹرسٹ سے مجھے وصول ہوتے تھے ماہ گذشتہ مارچ سنہ [illegible]ء میں جو زیادتی مجھ پر کر کے میرے قبضہ سے رقم لے لیا اور مجھے اس کشمکش میں ڈھکیل دیا جس سے میرے پاؤں میں زخم آیا۔ اور اسی بارہ میں فریاد لیکر میں اپنے والد بزرگوار کے گھر موٹر میں نہیں بلکہ پاپیادہ راستہ چلکر نذری باغ آئی تھی۔ اور میرے والد بزرگوار سے سب حالات بیان کر کے فسخ نکاح کی درخواست کی تھی (بہ معافی زر مہر)۔ اس کے علاوہ اور دوسرے مواقع پر بھی میرے شوہر نے قرضہ کے کاغذ پر جبراً میری دستخط لیا ادائی سے متعلق یہ سب متعلقہ امور رہتے تھے۔ اس کے بُرے برتاؤ کے۔ چنانچہ اسی کے مدنظر میرے والد بزرگوار نے چھ ماہ کی مہلت رکھکر حکم دیئے تھے کہ میرا شوہر میرے ہاں آمد و رفت نہ رکھے۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں میری درخواست ہے کہ فسخ نکاح کی مدت جو چھ ماہ رکھی گئی تھی اوس میں سے دو ماہ ہوتے ہیں۔ اور چار ماہ باقی رہے ہیں۔ لہذا یہ گذرنے تک فسخ نکاح کی کارروائی کو ملتوی رکھا جائے۔ مگر دوسرے طرف میری درخواست ہے والد بزرگوار سے کہ میرا آذوقہ برائے خورد و نوشش و عملہ ملازمین کے ماہوارات میرے ہاتھ میں نہ دیا جائے (بجز یکفنڈ پاکٹ منی) بلکہ سرکار خود انتظام فرمائیں جیسا کہ میرے نکاح کے قبل مثل میرے دوسرے بہنوں کے یہ انتظام دفتر ٹرسٹ کے توسط ہو رہا تھا۔ تاکہ رقم نہ میرے ہاں آئے اور نہ میرے شوہر کو دست اندازی کا موقع ملے۔

دوم آئندہ سے میں کسی قرضہ کے کاغذ پر یا خرید و فروخت کے کاغذ پر بغیر اطلاع دفتر ٹرسٹ دستخط نہیں کروں گی۔ اور اگر کروں گی تو اس کی ادائی دفتر ٹرسٹ پر لازم نہ ہوگی۔ اور اگر قرضخواہ عدالت میں رجوع ہوں گے تو کورٹ کا فیصلہ جو کچھ ہوگا اس کی تعمیل میرے ذات سے متعلق ہوگی۔

سوم میں ہواخوری کے لئے موٹر نہیں طلب کروں گی اور نہ کسی دکانوں میں یا کھیل تماشہ میں جاؤں گی۔ لہذا اگر والد بزرگوار مناسب سمجھیں تو ہفتہ میں ایک بار میری ہواخوری

کیلئے سرکاری موٹر دیجائے اور ساتھ ہی ایک نگرانکار موٹر پر ہمراہ رہنے کا انتظام کریں۔ کیونکہ میں بغیر شوہر تنہا ہوا خوری کو جاؤں گی۔

چہارم سرکار انتظام کریں کہ میرے شوہر کے قرابتدار اور دوست یا قرضخواہ از قسم ذکور و اناث میرے گھر میں آمد و رفت نہ رکھیں۔

پنجم میرا شوہر بعد گذرنے مدت چھ ماہ میرے گھر میں آمد و رفت رکھ سکتا ہے۔ بشرطیکہ اوسوقت کے حالات اسکی اجازت دیں مگر شب کے آٹھ بجے سے قبل باہر سے مکان کو واپس آجانا چاہیئے۔ لہذا سرکار پہرہ چوکی کا انتظام رکھیں۔

ششم میرے شوہر کی منکوحۂ دوم بدرالنساء بیگم موجود ہے اپنے مکان محلہ پنڈر گھاٹ میں۔ پس بحیثیت شوہر نظام علی کو یہاں بھی قیام۔ شب باشی۔ و آمد و رفت کا حق ہے۔ جسمیں میں مداخلت نہیں کر سکتی۔ اور نہ یہ معاملہ میرے ذاتی معاملہ سے تعلق رکھتا ہے کہ اسکی نوعیت جداگانہ ہے۔

آخر میں یہ چند امور مذکورہ کو ضبط تحریر میں لاکر اپنی دستخط سے گواہوں کے سامنے لکھکر میرے پدر بزرگوار کو دی ہوں تاکہ بروقت بکار آمد ہول۔ اور اگر میں ان شرط کی پابندی نہ کروں۔ چونکہ میری صحت سرکار کے نظر میں درست نہیں تھی یا قابل اطمینان نہیں تھی۔ اسلئے یہ اقرار نامہ (چلکہ) لکھکر اپنی دستخط سے دی ہوں چنانچہ اسی معاملہ سے متعلق گذشتہ دو شنبہ فینانشیل اڈوائزر اور یس۔ ین۔ ریڈی میرے والد بزرگوار کی طرف سے آئے تھے تو اون سے بھی یہی کہی تھی جو کہ اس اقرار نامہ میں مندرج ہے۔

آخر میں اتنا اور کہدیتی ہوں کہ اگر میں ان امور کی پابندی نہیں کی اور شوہر کی پھر شکایت لیکر سرکار کے ہاں گئی تو اوس وقت سرکار کو اختیار ہوگا کہ فسخ نکاح کے اختیارات کو بغیر پس و پیش عمل میں لائیں اوس وقت مجھے کچھ کہنے کا حق حاصل نہ ہوگا کہ کسی نہ کسی طرح ایسے امور کا سدباب ہونا ضروری ہے۔ لہذا یہ اقرار نامہ لکھدی کہ سند رہے اور وقت ضرورت کام آئے۔ فقط

مرقوم ۲۶ر اپریل سنہ ۱۹۶۶ء

العبـــد
(دستخط) عصمت النساء بیگم

گواہ نمبر ۱ (دستخط) محمد ولی اللہ
گواہ نمبر ۲ (دستخط) آفتاب حسینؑ
(دستخط) خان بہادر سی۔ بی تاراپور والا
(دستخط) یس۔ ین۔ ریڈی

(نقل آمدہ از نذری باغ)

اقرار نامہ تحریری صاحبزادی عصمت النساء بیگم زوجۂ نظام علی (پسر واصف علی)

فرمایا کل یوم چہار شنبہ ۲۶ - اپریل ۱۹۶۱ء میرے ہاں یہ آیا ہے جو اسٹامپ کے کاغذ پر لکھا ہوا ہے اور جس پر معزز گواہوں کے سامنے میری لڑکی نے دستخط کی ہے۔ چنانچہ یہ بجنسہ کل یوم جمعہ شیراز میں طبع ہو رہا ہے جو مطبع سے آئندہ شنبہ نکلے گا۔ یہ قابلِ دید ہے اور ساتھ ہی معقول وجوہ کے ساتھ۔ جس میں اوس نے اپنے خیالات متعلق فسخ نکاح یا اپنی آیندہ کی طرزِ زندگی کیسی ہوگی اس کی صراحت کی ہے۔ اور چونکہ یہ وجوہ یا خواہشات واجبی تھے اسلئے میں نے اس سے اتفاق کرتے ہوئے آخری موقع دیا ہے بہ شکل اتمامِ حجت۔ البتہ اس کے بعد جیسے کچھ حالات ہوں گے اس کے مطابق میں اقدام کرنے پر بہ حیثیت بزرگ خاندان مجبور ہوں گا۔ کہ ایسے امور کی بکسوئی یا انسداد ضروری ہے تاکہ خاندان نظام کی بدنامی یا رسوائی نہ ہو۔ اور یہ ایسی چیز ہے جس کو میں نظر انداز نہیں کر سکتا۔

مرقوم ۲۷ راپریل ۱۹۶۱ء

(آمدہ از نذری باغ)

ارشاد پدر بزرگوار و آصف علیؒ بہ حق فرزند ارجمند نظام علیؒ

فرمایا کچھ عرصہ ہوتا ہے کہ بیٹے کے حرکات نازیبا سے متعلق نذری باغ میں گفتگو ہو رہی تھی تو انہوں نے کہا کہ بیٹا جب ان حرکات نازیبا سے باز نہیں آتا ہے تو اس کو سرزنش کی جائے (یعنی مارا جائے) یہ سنکر میں نے کہا کیا خوب کہ اس کے لئے عمر موزوں ہونی چاہیئے۔ (یعنے کمسنی کی ہو) نہ کہ (۳۰) سال کی عمر۔ ایسی حالت میں اس کے بڑوں کو چاہیئے تھا کہ اس کے حرکات مذموم کی بر وقت روک تھام کرتے جبکہ یہ کم عمر تھا۔ نہ کہ ایسی عمر میں جو کہ سن رشد کو پہنچکر متاہل زندگی کے قابل ہو۔ لہذا ایسے امور اب معرض بحث سے خارج ہیں وغیرہ۔

الحاصل یہ چند سطور لکھنے کی مجھے ضرورت بہ این وجہ محسوس ہوئی کہ باوا جان کی دماغی حالت کیسی ہے وہ بتاؤں کہ اب دماغ پیرانہ سالی کی وجہ سے اس قابل نہیں رہا ہے کہ صحیح روشنی میں ان امور پر غور ہو کر صحیح نتیجہ نکالے۔

بقول۔ عقل و ادراک بہ احساس نہ دارد قوت

مرقوم ۲۷ راپریل سنہ ۱۹۶۱ء

(آمدہ از نذری باغ)

ترجمان اہل محمد کی قوم کی ملازمت [illegible]

ایڈیٹر:- سید صمصام شیرازی

لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

خطیب منبر سلونی ؑ

کا ارشاد مبارک ہے کہ غور کرنے سے آدمی کو حق اور کامیابی حاصل ہوتی ہے۔

اے۔جی۔ آفس کا طریقہ کار

آندھرا بننے سے پہلے اے۔جی۔ آفس میں ہر ماہ کی ۳ر تاریخ سے لیکر ۱۹ر تاریخ تک سپلیمنٹری بلز SUPPLEMENTARY BILLS صادر اور کرایہ الکشنہ کے ہر برآوردات قبول کئے جاتے تھے۔ اسی طرح ہر ماہ کی ۲۰ر سے لیکر ۳۰ر اور ۳۱ر تک ماہانہ تنخواہی برآوردات لئے جایا کرتے تھے۔ ضمیمہ برآوردات کی مقررہ تاریخوں میں ماہانہ برآوردات یا ماہانہ برآوردات کی تاریخوں میں ضمیمہ برآوردات ہرگز قبول نہ کئے جاتے تھے۔ البتہ غیر مقررہ تاریخوں میں اگر کوئی برآوردہ ذریعہ نیم سرکاری وصول ہو یا برآمدد جنگی (بصورت تبادلہ) وصول ہو تو ایسے برآوردات بھی قبول کرلئے جاتے تھے۔ ہر برآمدد کو ٹنڈر پر پیش ہونے کے بعد اے۔جی آفس کی مہر ثبت کی جاکر ٹوکن TOKEN دیا جاتا تھا۔ کاونٹر سے برآوردمتعلقہ شاخ تنقیح میں روانہ ہوتی ہے۔ تنقیح سے اندرون ایک ہفتہ یا تو برآمد پاس ہوکر چیک سکشن میں چلی جاتی یا مطالبہ غلط ہونے کی صورت میں اعتراض کیساتھ کاونٹر پر آجایا کرتی تھی۔ برآمدد پاس ہوکر چیک سکشن میں جانے کے بعد چند گھنٹے یا اس سے بھی کم وقت میں چیک بن جاتا۔ اور چیک سکشن کے باہر ایک نوٹس بورڈ پر ان تمام برآوردات کے ٹوکن نمبر درج کردیئے جاتے جو پاس ہوچکے ہیں اور جن کے چیک اجرائی کے لئے تیار ہیں۔

دفاتر کے چپراسی، گنتہ دار اور دوسرے خانگی لوگ چیک سکشن کے نوٹس بورڈ پر اپنے اپنے ٹوکن نمبر دیکھ لیتے اور آسانی کے ساتھ اپنے چیک حاصل کرلیا کرتے تھے۔ یہ طریقہ کار دفاتر اور دوسرے اہل معاملہ کے لئے نہایت ہی سہولت بخش تھا۔ کبھی کسی کو شکایت کا کوئی موقع نہیں ملتا تھا۔ لیکن چند دنوں سے اے۔جی۔ آفس کے چیک سکشن (شعبہ تنقیحات) میں ایک نیا طریقہ رائج کیا گیا ہے۔

نوٹس بورڈ پر متعلقہ برآوردات کے ٹوکن نمبر درج کرنے کی بجائے جن اصحاب کے نام پکارے جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ چیک سکشن پر اہل دفاتر اور عوام کا ایک ہجوم رہتا ہے۔ لوگ بلند آواز کے ساتھ گفتگو میں مصروف رہتے ہیں۔ کان پڑے آواز سنائی نہیں دیتی۔ اس لئے نام پکارنے والے کی آواز نقار خانے میں طوطی کی آواز بن کر رہ جاتی ہے۔ مختلف آوازوں کے شور میں یہ نہیں معلوم ہوتا کہ عبدالغفور کا نام پکارا جارہا ہے یا عبدالشکور کا۔ ملینگا کا نام پکارا جارہا ہے یا ملنگا کا۔ کاونٹر تک پہونچ کر یہ دریافت کرنا کہ عبدالغفور کا نام پکارا گیا یا عبدالشکور کا۔ ملینگا کا نام پکارا گیا یا ملنگا کا۔ ہجوم کی وجہ سے مشکل اور تکلیف دہ ہو جاتا ہے۔ تھوڑی دیر توقف کرنے کے بعد بمشکل تمام کاونٹر تک جاکر دریافت بھی کیا جائے تو یہ جواب ملتا ہے کہ دوسری پکار میں آجیئے گا۔ اس طریقہ عمل کی وجہ سے اہل غرض کو گھنٹوں اپنا وقت ضائع کرنا پڑتا ہے۔

اگر سابق کی طرح چیک سکشن کی ہر شاخ میں تیار شدہ چیکوں کے ٹوکن نمبر نوٹس بورڈ پر درج کردیئے جایا کریں تو اہل معاملہ کو اپنا وقت برباد کرنا نہ پڑے گا۔

چیک سکشن کے سامنے جہاں اہل دفاتر اور عوام کا ہجوم رہتا ہے۔ نہ تو عوام کے لئے بیٹھنے کا کوئی انتظام ہے اور نہ سایہ کا بندوبست کیا گیا ہے۔ لوگ چیک کے انتظار میں گھنٹوں دھوپ اور پانی میں کھڑے رہتے ہیں۔ ہمیں توقع ہے کہ اے جی آفس کے ارباب اقتدار پہلے ہی کی طرح نوٹس بورڈ پر متعلقہ شدہ برآوردات کے ٹوکن نمبر درج کرنے کا انتظام فرمائیں گے اور ساتھ ہی چیک سکشن کے سامنے سایہ اور بنچوں کا انتظام کریں گے۔ تاکہ عوام کو شکایت کا موقع نہ رہے۔

کہاں کا انصاف ہے کہ اے۔جی آفس کے عہدہ دار خس کی ٹٹیوں اور برقی پنکھوں کے نیچے اجلاس کریں اور اہل غرض چلچلاتی دھوپ اور پانی میں گھنٹوں اپنا نام پکارے جانے کا انتظار کریں۔

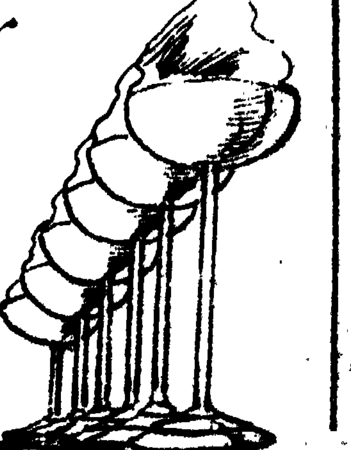
قصیدہ ولادت باسعادت امام رضا علیہ السلام

ازمحترمہ سعید النسا بیگم صاحبہ اثیمہ

ہو مبارک موسیٰ کاظم کا دلبر آگیا — آٹھواں ہادی دیں عالم کا رہبر آگیا
خلق میں ہمنام شاہِ لافتیٰ پیدا ہوا — ہم صفاتِ حضرتِ شبیرؑ و شبرؑ آگیا
نو گلِ ریحانِ گلزارِ محمدؐ مصطفےٰ — نونہالِ گلشنِ خاتونِ محشر آگیا
آج ہیں مسرور سارے انبیاء و اولیا — مومنو دریائے عرفاں کا شناور آگیا
جانشین موسیٰ کاظم امامِ انس و جاں — پیشوائے اہلِ دل جانِ پیمبرؐ آگیا
شاد و خرم کیوں نہ ہوں نجمہ پسر کو دیکھکر — آگیا آغوش میں ماہِ منور آگیا
آٹھویں ساقی کی آمد سے ہیں مومن شادکام — میکدہ میں وارثِ ساقیٔ کوثر آگیا
فاضل و صابر رضا القاب ہیں جس شاہ کے — نام نامی ہے علیؑ جس کا وہ سرور آگیا
عابد و زاہد شجیع و متقی و باخدا — شان ہے جس میں علیؑ کی وہ غضنفر آگیا
رہروِ راہِ رضا و حامیٔ دینِ خدا — واقف سرِ الٰہی حق کا مظہر آگیا
جس کے در پر جا کے ستر حج کا پاتے ہیں ثواب — وہ نبی کا لاڈلا محبوبِ داور آگیا

بعدِ مردن یہ اثیمہ سے فرشتوں نے کہا
واسطے تیری مدد کے شاہِ خیبر آگیا





حضرت امام رضاؑ

از سید العلماء مولوی سید علی نقی صاحب قبلہ مجتہد لکھنو

اسلام ایک عملی مذہب ہے اور وہ اس دنیا میں رہکر دین کے راستہ پر قائم رہنے کی دعوت دیتا ہے - اسلئے اس کا راستہ بال سے زیادہ باریک ہوگیا ہے - کیونکہ دنیا سے الگ تھلگ رہکر دامن کو بچائے رکھنا کوئی دشوار امر نہیں ہے لیکن ابنائے دنیا کے اندر رہتے ہوئے ہر ہر قدم پر اپنے مالک کی مرضی کو پیش نظر رکھنا اور پھر کسی قسم کی کوتاہی کا دھبا نہ آنے دینا بڑا سخت کام ہے - اس شے کے لئے ضرورت ہے ان رہنمایان دین کی سیرت زندگی کو غور سے دیکھنے کی جنہیں ہر طرح کے نرم اور گرم حالات سے مقابلہ کرنا پڑا - کبھی گوشہ تنہائی میں زندگی گزارنی پڑی اور کبھی اپنی طبیعت کے خلاف دنیاوی سلطنت کے ماحول اور دنیاوی سیاست کے اندر قدم رکھنے پر مجبور ہونا پڑا - لیکن ہر حال میں اپنے اس بلند فریضہ کو پورا کرتے رہے جس کے لئے وہ دنیا میں بھیجے گئے تھے -

آل محمدؐ کے سلسلہ کی یہ آٹھویں کڑی حضرت امام رضا علیہ السلام کے مقدس حالات میں اسی لئے پیش کی جا رہی ہے

نام و نسب

علیؑ نام رضا لقب اور ابوالحسن کنیت - حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام والد بزرگوار تھے - اور اس لئے آپ کو پورے نام و لقب کے ساتھ یاد کیا جائے تو امام ابوالحسن علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام کہا جائے گا -

والدہ گرامی کی کنیت ام البنین اور لقب طاہرہ تھا - نہایت عبادت گزار بی بی تھیں -

ولادت

۱۱ ذیقعدہ ۱۴۸ھ میں مدینہ منورہ میں ولادت ہوئی - آپ کے تقریباً ایک ماہ قبل ۱۵ شوال کو آپ کے جد بزرگوار امام جعفر صادق علیہ السلام کی وفات ہو چکی تھی - اتنے عظیم حادثہ مصیبت کے بعد جلد ہی اس مقدس مولود کے دنیا میں آنے سے یقیناً تمام گھرانے میں ایک سکون اور تسلی محسوس کی گئی -

تربیت

آپ کی نشو و نما اور تربیت اپنے والد بزرگوار حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے زیر سایہ ہوئی اور اسی مقدس ماحول میں بچپنا اور جوانی کی متعدد منزلیں طے ہوئیں اور پینتیس برس کی عمر پوری ہوئی - اگرچہ آخری چند سال اس مدت کے وہ تھے جب امام موسیٰ کاظم عراق میں قید و ظلم کی سختیاں برداشت کر رہے تھے - مگر اس سے پہلے ۲۸ یا ۲۹ برس آپ کو برابر اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ رہنے کا موقع ملا -

جانشینی

امام موسیٰ کاظمؑ کو معلوم تھا کہ حکومت وقت آپ کو آزادی سے سانس نہ لینے دے گی - اور ایسے حالات پیش آ جائیں گے کہ آپ کے آخری عمر کے حصہ میں اور دنیا کو چھوڑنے کے موقع پر دوستان اہلبیت کو آپ سے ملنا یا بعد کے لئے رہنما کا دریافت کرنا غیر ممکن ہو جائے گا - اس لئے آپ نے اپنی آزادی کے دنوں اور سکون کے اوقات میں جب کہ آپ مدینہ میں تھے پیروان اہلبیت کو اپنے بعد ہونے والے امام سے روشناس بنانے کی ضرورت محسوس فرمائی - چنانچہ اولاد علیؑ و فاطمہ میں سے سترہ آدمی جو ممتاز حیثیت رکھتے تھے جمع فرما کر اپنے فرزند حضرت علی رضا کی وصایت

اور جانشینی کا اعلان فرما دیا۔ اور ایک وصیت نامہ تحریراً بھی مکمل فرمایا ہے جس پر مدینہ کے معززین میں سے ساٹھ آدمیوں کی گواہی لکھی گئی۔ یہ اہتمام دوسرے آئمہ کے یہاں نظر نہیں آتا۔ صرف ان خصوصی حالات کی بناء پر جن سے دوسرے آئمہ اپنی وفات کے موقع پر دوچار ہونے والے تھے۔

دور امامت

حضرت امام رضا علیہ السلام کی پینتیس ۳۵ برس کی عمر تھی۔ جب آپ کے والد بزرگوار حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کی وفات ہوئی۔ اور امامت کی ذمہ داریاں آپ کی طرف منتقل ہوئیں۔ یہ وہ وقت تھا کہ جب بغداد میں ہارون الرشید تخت خلافت پر تھا اور بنی فاطمہ کے لئے حالات بہت ناسازگار تھے۔ اس ناخوشگوار ماحول میں حضرت نے خاموشی کے ساتھ شریعت حقہ کے خدمات انجام دینا شروع کر دیئے۔

علمی کمال

آل محمدؐ کے اس سلسلہ میں ہر فرد حضرت احدیت کی طرف سے بلند ترین علم کے درجہ پر قرار دی گئی تھی جسے دوست اور دشمن سب کو ماننا پڑتا تھا۔ یہ اور بات ہے کہ کسی کو علمی فیوض پھیلانے کا زمانہ نے کم موقع دیا اور کسی کو زیادہ۔ چنانچہ ان حضرات میں سے امام جعفر صادقؑ کے بعد اگر کسی کو سب سے زیادہ موقع حاصل ہوا ہے تو وہ حضرت امام رضا علیہ السلام ہیں جب آپ امامت کے منصب پر نہیں پہنچے تھے۔ اسوقت حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اپنے تمام فرزندوں اور خاندان کے لوگوں کو نصیحت فرماتے تھے کہ تمہارے بھائی علی رضا عالم آل محمدؐ ہیں۔ اپنے دینی مسائل کو ان سے دریافت کر لیا کرو۔ اور جو کچھ وہ کہیں اسے یاد رکھو اور پھر حضرت موسیٰ کاظم کی وفات کے بعد جب آپ مدینہ میں تھے اور روضۂ رسولؐ پر تشریف فرما رہتے تھے۔

تو علمائے اسلام مشکل مسائل میں آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ محمد ابن موسیٰ یقطینی کا بیان ہے کہ میں نے ان تحریری مسائل کو جو حضرت امام رضا علیہ السلام سے پوچھے گئے تھے اور آپ نے اس کا جواب تحریر فرمایا تھا اکٹھا کیا تو اٹھارہ ہزار کی تعداد میں تھے۔

زندگی کے مختلف دور

حضرت امام موسیٰ کاظم کے بعد دس برس ہارون کا دور رہا۔ یقیناً وہ امام رضاؑ کے وجود کو بھی دنیا میں اسطرح پر برداشت نہیں کر سکتا تھا جس طرح اس کے پہلے آپ کے والد بزرگوار کا رہنا اس نے گوارا نہیں کیا۔ مگر یا تو امام موسیٰ کاظم کے ساتھ جو طویل مدت تک تشدد اور ظلم ہوتا رہا اور جس کے نتیجہ میں قید خانہ ہی کے اندر آپ دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اس سے حکومت وقت کی عام بدنامی ہو گئی تھی۔ اور ۰ اتھی ظالم کو خود اپنی بدسلوکیوں کا احساس اور ضمیر کی طرف ملامت کی کیفیت تھی۔ جس کی وجہ سے کھلم کھلا امام رضا کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی گئی — یہاں تک کہا جاتا ہے کہ ایک دن یحییٰ ابن خالد برمکی نے اپنے اثر اور رسوخ کے بڑھانے کے لئے یہ کہا بھی کہ علی ابن موسیٰ بھی اب اپنے باپ کے بعد امامت کے اسطرح دعویدار ہیں تو ہارون نے جواب دیا کہ جو کچھ ہم نے ان کے باپ کے ساتھ کیا وہی کیا کم ہے۔ جواب تم چاہتے ہو کہ میں نسل ہی کا خاتمہ کر دوں۔

پھر بھی ہارون رشید کا اہلبیت رسولؐ سے شدید اختلاف اور سادات کے ساتھ جو برتاؤ اب تک رہا تھا اس کی بناء پر عام طور سے عمال حکومت یا عام افراد بھی جنہیں حکومت کو راضی رکھنے کی خواہش تھا۔ اہلبیت کے ساتھ کوئی اچھا رویہ رکھنے پر تیار نہیں ہو سکتے تھے۔ اور

نہ امام کے پاس آزادی کے ساتھ لوگ استفادہ کے لئے آسکتے تھے - نہ حضرت کو سچے اسلامی احکام کی اشاعت کے مواقع حاصل تھے - ہارون کا آخری زمانہ اپنے دونوں بیٹوں امین اور مامون کی باہمی رقابتوں سے بہت بے لطفی میں گذرا - امین پہلی بیوی سے تھا جو خاندان شاہی سے منصورہ وانیقی کی پوتی تھی - اور اس لئے عرب سردار سب اس کے طرفدار تھے - اور مامون ایک عجمی کنیز کے پیٹ سے تھا - اس لئے دربار کا عجمی طبقہ اس سے محبت رکھتا تھا - دونوں کی آپس کی رسہ کشی ہارون کے لئے سوہان روح بنی رہتی تھی - اس نے اپنے خیال میں اس کا تصفیہ مملکت کی تقسیم کے ساتھ یوں کر دیا کہ دارالسلطنت بغداد اور اس کے چاروں طرف کے عربی حصے جیسے شام - مصر - حجاز یمن وغیرہ محمد امین کے نام کئے گئے اور مشرقی ممالک جیسے ایران خراسان - ترکستان مامون کے لئے مقرر کئے - مگر یہ تصفیہ تو اس وقت کارگر ہوسکتا تھا جب دونوں فریق "جیو اور جینے دو" کے اصول پر عمل کرتے ہوتے - لیکن جہاں اقتدار کی ہوس کارفرما ہو وہاں اگر بنی عباس کے ہاتھوں بنی فاطمہ کے خلاف ہر طرح کے ظلم و تعدی کی گنجائش پیدا ہوسکتی ہے تو خود بنی عباس میں ایک گھر کے اندر دو بھائی اگر ایک دوسرے کے مدمقابل ہوں تو کیوں نہ ایک دوسرے کے خلاف جارحانہ کارروائیاں کرنے پر تیار نظر آئے اور کیوں نہ ان طاقتوں میں باہم تصادم ہو جبکہ ان میں سے کوئی اس ہمدردی اور ایثار اور خلق خدا کی خیرخواہی کا بھی حامل نہیں ہے - جیسے بنی فاطمہ اپنے پیش نظر رکھ کر اپنے واقعی حقوق سے چشم پوشی کر لیا کرتے تھے - اسی کا نتیجہ تھا کہ ادھر ہارون کی آنکھ بند ہوئی اور ادھر بھائیوں میں خانہ جنگی کے شعلے بھڑک اٹھے - آخر چار برس کی مسلسل کشمکش اور طویل خون ریزی کے بعد مامون کو کامیابی ہوئی اور اس کا بھائی امین محرم ۱۹۸ھ میں تلوار کے گھاٹ اتار دیا گیا - اور مامون کی خلافت تمام بنی عباس کے حدود سلطنت پر قائم ہوگئی -

ولی عہدی

امین کے قتل ہونے کے بعد سلطنت تو مامون کے پائے نام ہوگئی - مگر یہ پہلے کہا جا چکا ہے کہ امین ننھیال کی طرف سے عربی النسل تھا اور مامون عجمی النسل امین کے قتل ہونے سے عراق کی عرب قوم اور ارکان سلطنت کے دل مامون کی طرف سے صاف نہیں ہوسکتے تھے - بلکہ ایک غم و غصہ کی کیفیت محسوس کرتے تھے - دوسری طرف خود بنی عباس میں سے ایک بڑی جماعت جو امین کی طرفدار تھی اس سے بھی مامون کو ہر وقت خطرہ لگا ہوا تھا - اولاد فاطمہ میں سے بہت سے لوگ جو وقتاً فوقتاً بنی عباس کے مقابل میں کھڑے ہوتے رہے تھے وہ خواہ قتل کر دیئے گئے ہوں - ان کے بھی موافق ایک جماعت تھی جو اگر حکومت کا کچھ بگاڑ نہ بھی سکتی - تب بھی دل ہی دل میں حکومت بنی عباس سے بیزار ضرور تھی -

ایران میں ابومسلم خراسانی نے بنی امیہ کے خلاف جو اشتعال پیدا کیا تھا وہ ان مظالم ہی کو یاد دلا کر جو بنی امیہ کے ہاتھوں حضرت امام حسین علیہ السلام اور دوسرے بنی فاطمہ کے ساتھ ہوئے تھے اس سے ایران میں اس خاندان کے ساتھ ہمدردی کا پیدا ہونا فطری تھا - درمیان میں بنی عباس نے

اس سے غلط فائدہ اُٹھایا۔ مگر اتنی مدت میں کچھ نہ کچھ تو ایرانیوں کی آنکھیں بھی کھلی ہی ہوں گی کہ ہم سے کہا گیا تھا اور اقتدار کن لوگوں نے حاصل کر لیا۔ ممکن ہے کہ ایرانی قوم کے ان رجحانات کا چرچا مامون کے کانوں تک بھی پہونچا ہو اب جس وقت کہ امین کے قتل کے بعد وہ عرب قوم پر اور بنی عباس کے خاندان پر بھروسہ نہیں کر سکتا تھا اور اسے ہر وقت اس حلقہ سے بغاوت کا اندیشہ تھا تو اسے سیاسی مصلحت اسی میں معلوم ہوئی کہ عرب کے خلاف عجم اور بنی عباس کے خلاف بنی فاطمہ کو اپنا بنایا جائے۔ اور چونکہ طرز عمل میں خلوص سمجھا نہیں جا سکتا۔ اور وہ عام طبائع پر اثر ڈال نہیں سکتا اگر یہ نمایاں ہو جائے کہ وہ سیاسی مصلحتوں کی بناء پر ہے۔ اس لئے ضرورت ہوئی کہ مامون مذہبی حیثیت سے اپنی تشیعیت اور ولائے اہلبیت کے چرچے عوام کے حلقوں میں پھیلائے۔ اور یہ دکھائے کہ وہ انتہائی نیک نیتی سے اب حق بحقدار رسید کے مقولہ کو سچا بنانا چاہتا ہے۔ اس سلسلے میں جیسا کہ جناب شیخ صدوق اعلی اللہ مقامہ نے تحریر فرمایا ہے۔ اس نے اپنی نذر کی حکایت بھی شائع کی کہ جب امین کا اور میرا مقابلہ تھا اور بہت نازک حالت تھی اور عین اوسی وقت میرے خلاف سیستان اور کرمان میں بھی بغاوت ہو گئی تھی۔ اور خراسان میں بھی بے چینی پھیلی ہوئی تھی اور میری مالی حالت بھی ابتر تھی۔ اور فوج کی طرف سے بھی اطمینان نہ تھا تو اس سخت اور دشوار ماحول میں میں نے خدا سے التجا کی اور منت مانی کہ اگر یہ سب جھگڑے ختم ہو جائیں اور میں خلافت پر پہونچوں تو اس کو اسکے اصلی حقدار یعنے اولاد فاطمہ میں سے جو اس کا اہل ہے اس تک پہنچا دوں گا۔

اسی نذر کے بعد سے میرے سب کام بننے لگے اور آخر تمام دشمنوں پر مجھے فتح حاصل ہوئی۔

یقیناً یہ واقعہ مامون کی طرف سے اس لئے بیان کیا گیا کہ اس کا طرز عمل خلوص قلب اور حسن نیت پر مبنی سمجھا جائے یوں تو اہلبیت کے جو کھلے ہوئے سخت سے سخت دشمن تھے وہ بھی ان کی حقیقت اور فضیلت سے واقف تھے اور انکی عظمت کو جانتے تھے۔ مگر تشیعیت کے معنے صرف یہ جاننا تو نہیں ہے بلکہ محبت کرنا اور اطاعت کرنا ہیں۔ اور مامون کے طرز عمل سے یہ ظاہر ہے کہ وہ اس دعوائے تشیعیت اور محبت اہلبیت کا ڈھنڈورا پیٹنے کے باوجود خود امام کی اطاعت نہیں کرنا چاہتا تھا۔ بلکہ امام کو اپنے منشاء کے مطابق چلانے کی کوشش تھی۔ ولی عہد بننے کے بارے میں آپ کے اختیارات کو بالکل سلب کر دیا گیا اور آپ کو مجبور بنا دیا گیا تھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ ولی عہدی کی تفویض بھی ایک حاکمانہ تشدد تھا جو اس وقت حقیقت کے بھیس میں امام کے ساتھ کیا جا رہا تھا۔ امام علیہ السلام کا اس ولیعہدی کو قبول کرنا، بالکل ویسا ہی تھا جیسا ہارون کے حکم سے امام موسیٰ کاظمؑ کا جیل خانہ چلا جانا۔ اسی لئے جب امام رضاؑ مدینہ منورہ سے خراسان کی طرف روانہ ہو رہے تھے تو آپ کے رنج و صدمہ اور اضطراب کی کوئی حد نہ تھی۔ روضۂ رسولؐ سے رخصت کے وقت آپ کا وہی عالم تھا جو حضرت امام حسینؑ کا مدینہ سے روانگی کے موقع پر تھا۔ دیکھنے والوں نے دیکھا کہ آپ بیتابانہ روضہ کے اندر جاتے ہیں اور نالہ و آہ کے ساتھ امت کی شکایت کرتے ہیں۔ پھر باہر نکل کر گھر جانے کا ارادہ کرتے ہیں اور پھر دل نہیں مانتا۔ پھر روضہ سے جا کر لپٹ جاتے ہیں۔ یہی صورت

کئی مرتبہ ہوئی۔

راوی کا بیان ہے کہ میں حضرت کے قریب گیا تو فرمایا اے محول میں اپنے جد امجد کے روضہ سے بہ جبر جدا کیا جا رہا ہوں۔ اب مجھ کو یہاں واپس آنا نصیب نہ ہوگا سنہ ۲۰۰ھ میں حضرت مدینہ منورہ سے خراسان کی جانب روانہ ہوئے۔ اہل و عیال اور متعلقین سب کو مدینہ ہی میں چھوڑ گئے۔ اس وقت امام محمد تقی علیہ السلام کی عمر پانچ برس کی تھی۔ آپ بھی مدینہ ہی میں رہے (اس سفر کے مختصر حالات اور نیشاپور میں امام کا استقبال اور حضرت کا خطبہ، رسالہ "عہد مامون اور امام رضا" میں جو امامیہ مشن سے شائع ہوا ہے ملاحظہ فرمائیے۔

جب حضرت مرو پہنچے جو اس وقت دارالسلطنت تھا تو مامون نے چند روز ضیافت و تکریم کے مراسم ادا کرنے کے بعد قبول خلافت کا سوال پیش کیا۔ حضرت نے اس سے اسی طرح انکار کیا جس طرح امیر المومنین چوتھے موقع پر خلافت پیش کئے جانے کے وقت انکار فرما رہے تھے۔ مامون کو خلافت سے دست بردار ہونا درحقیقت منظور نہ تھا ورنہ وہ امام کو اسی پر مجبور کرتا۔ چنانچہ جب حضرت نے خلافت کے قبول کرنے سے انکار فرمایا تو اس نے ولی عہدی کا سوال پیش کیا۔ حضرت اس کے بھی انجام سے واقف تھے۔ نیز بخوشی جابر حکومت کی طرف سے کوئی منصب قبول کرنا آپ کے مذہبی اصول کے خلاف تھا۔ حضرت نے اس سے بھی انکار فرمایا۔ مگر اس پر مامون کا اصرار جبر کی حد تک پہنچ گیا مگر اس نے صاف کہدیا کہ اگر آپ اس کو منظور نہیں کرسکتے تو آپ کو اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔

جان کا خطرہ قبول کیا جاسکتا ہے۔ جب مذہبی مفاد کا قیام جان دینے پر موقوف ہو ورنہ حفاظت جان شریعت اسلام کا بنیادی حکم ہے۔ امام نے فرمایا۔ یہ ہے تو میں مجبوراً قبول کرتا ہوں۔ مگر کاروبار سلطنت میں بالکل دخل نہ دوں گا۔ ہاں اگر کسی بات میں مجھ سے مشورہ لیا جائے گا تو نیک مشورہ ضرور دوں گا۔ اس کے بعد یہ ولی عہدی صرف برائے نام سلطنت وقت کے ایک ڈھکوسلے سے زیادہ کوئی وقعت نہ رکھتی تھی۔ جس سے ممکن ہے کچھ عرصے تک کسی سیاسی مقصد میں کامیابی حاصل کرلی گئی ہو۔ مگر امام کی حیثیت اپنے فرائض کے انجام دینے میں بالکل وہ تھی جو ان کے پیش رو حضرت علی مرتضیٰ ؑ اپنے زمانے کے با اقتدار طاقتوں کے ساتھ اختیار کر چکے تھے۔ جس طرح ان کا کبھی کبھی مشورہ دینا ان حکومتوں کو صحیح و جائز نہیں بنا سکتا تھا۔ ویسے ہی امام رضا کا اس نوعیت سے ولی عہدی کا قبول فرمانا اس سلطنت کے جواز کا باعث نہیں ہوسکتا تھا۔ صرف مامون کی ایک راج ہٹ تھی جو اس طرح پوری ہوگئی۔ مگر امام نے اپنے دامن کو سلطنت ظلم کے اقدامات اور نظم و نسق سے بالکل الگ رکھا۔ بنی عباس مامون کے اس فیصلے سے قطعاً متفق نہ تھے۔ انہوں نے بہت کچھ دراندازیاں کیں۔ مگر مامون نے صاف کہدیا کہ علی رضا سے بہتر کوئی دوسرا شخص تم بتا دو۔ اس کا جواب نہ تھا۔ اس سلسلہ میں بڑے بڑے مناظرے بھی ہوئے مگر ظاہر ہے کہ امام کے مقابلے میں کسی کی علمی فوقیت ثابت ہوسکتی تھی۔ مامون کا فیصلہ اٹل تھا اور وہ اس سے ہٹنے کے لئے تیار نہ تھا۔ نہ کوئی دوسرا دلائل سے اسے قائل کرسکتا تھا کہ وہ اپنے فیصلہ کو بدل دیتا۔ یکم ماہ رمضان

۲۸ کو بروز پنجشنبہ جلسۂ ولی عہدی منعقد ہوا۔ بڑی شان و شوکت اور تزک و احتشام کے ساتھ یہ تقریب عمل میں لائی گئی۔ سب سے پہلے ماموں نے اپنے بیٹے عباس کو اشارہ کیا اور اس نے بیعت کی پھر اور لوگ بیعت سے مشرف یاب ہوئے۔ سونے اور چاندی کے سکے سر مبارک پر نثار کئے گئے اور تمام ارکانِ سلطنت و ملازمین کو انعامات تقسیم ہوئے۔ ماموں نے حکم دیا کہ حضرت کے نام کا سکہ تیار کیا جائے۔ چنانچہ درہم و دینار پر حضرت کے نام کا نقش ہوا اور تمام قلمرو میں وہ سکہ چلایا گیا۔ جمعہ کے خطبہ میں حضرت کا نام داخل کیا گیا۔

اخلاق و اوصاف

مجبوری و بے بسی کا نام قناعت یا درویشی ـ بعصمت بی بی از بے چادری کے مقولے کے موافق اکثر ابنائے دنیا کا شعار رہتا ہے مگر ثروت و اقتدار کے ساتھ فقیرانہ زندگی اختیار کرنا بلند مرتبہ خدا کا حصہ ہے۔ اہلبیتِ معصومین میں سے جو بزرگوار ظاہری حیثیت سے اقتدار کے درجہ پر نہ تھے اور اکثر یہ حضرات ایسے ہی تھے۔ وہ عموماً اچھے لباس اور شان کے ساتھ رہتے تھے۔ کیونکہ ان کی فقیری کو دشمن بے بسی پر محمول کر کے طعن و تشنیع پر آمادہ ہوتے اور حقانیت کے وقار کو ٹھیس لگتی۔ مگر جو بزرگ اتفاقاتِ روزگار سے ظاہری اقتدار کے درجہ پر پہنچ گئے انہوں نے اتنا ہی فقر اور سادگی کے مظاہرے میں اضافہ کر دیا تاکہ ان کی زندگی غریب مسلمانوں کی تسلی کا ذریعہ بنے اور اُن کے لئے نمونۂ عمل ہو۔ جیسے امیرالمومنین حضرت علی مرتضیٰ چونکہ شہنشاہِ اسلام مانے جا رہے تھے۔ اس لئے آپ کا لباس اور طعام ویسا زاہدانہ تھا جس کی مثال دوسرے معصومینؑ کے یہاں نہیں ملتی۔ یہی صورت حضرت علی رضاؑ کی تھی۔ آپ مسلمانوں کی اس عظیم الشان سلطنت کے ولی عہد بنائے گئے تھے جس کی وسعتِ مملکت کے سامنے روم و فارس کا ذکر بھی طاقِ نسیاں کی نذر ہو گیا تھا۔ جہاں اگر بادل سامنے سے گزرتا تھا تو خلیفہ کی زبان سے آواز بلند ہوتی تھی کہ "جا جہاں تجھے برسنا ہو برس۔ بہر حال تیری پیداوار کا خراج میرے ہی پاس آئے گا"۔ حضرت امام رضاؑ کا اس سلطنت کی ولی عہدی پر فائز ہونا دنیا کے سامنے ایک نمونہ تھا کہ دین والے اگر دنیا کو پا جائیں تو ان کا رویہ کیا ہوگا۔ یہاں امام رضاؑ کو اپنی دینی ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے ضرورت تھی کہ زہد اور ترکِ دنیا کے مظاہرے اتنے ہی نمایاں تر بنا دیں جتنے تزک و احتشام کے دنیاوی لحاظ سے زیادہ ہیں۔ چنانچہ تاریخ نے اپنے کو دہرایا اور علی رضاؑ کے لباس میں علی مرتضیٰؑ کی سیرت دنیا کی نگاہوں کے سامنے آگئی۔ آپ نے اپنی دولت سرا میں قیمتی قالین بچھونا پسند نہیں کئے بلکہ جاڑے میں بالوں کا کمل اور گرمی میں چٹائی کا فرش ہوا کرتا تھا۔ کھانا سامنے لایا جاتا تو دربان سائیس اور تمام غلاموں کو بلا کر اپنے ساتھ کھانے میں شریک فرماتے تھے۔ داب و آدابِ شاہی کے خوگر ایک بلخی شخص نے ایک دن کہہ دیا کہ حضور اگر ان لوگوں کے کھانے کا انتظام الگ ہو جایا کرے تو کیا ہرج ہے۔ حضرت نے فرمایا "خالق سب کا اللہ ہے۔ ماں سب کی حوا اور باپ سب کے آدم ہیں۔ جزا و سزا ہر ایک کی اس کے عمل کے مطابق ہوگی۔ پھر دنیا میں تفرقہ کس لئے ہو"۔

اسی عباسی سلطنت کے ماحول کا ایک جزو ہیں کہ جہاں صرف پیغمبر کی طرف ایک قرابتداری کی نسبت کے سبب اپنے کو خلقِ خدا پر حکمرانی کا حقدار بنایا جاتا تھا۔

رحمۃ اللہ علیہ

آیۃ اللہ بروجردی

اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاء!

خلاصہ تقریر سید الواعظین آقائی سید شاہ عباس خراسانی شب جمعہ ۱۲ر شوال در مسجد زہرا موقوعہ دائرہ حضرت میر مومن رح

حدیث نبوی سے ثابت ہے کہ علمائے کرام انبیائے عظام کے وارث ہیں۔ یعنی وہی احکامات الٰہی کو جو انبیائے سلف نے مخلوقات کو تبلیغ کئے تھے وہی احکام علمائے ربی یکے بعد دیگرے قیامت تک پہنچا دیتے ہیں۔ دوسری حدیث میں ہے۔ (علماء اُمتی کانبیاء بنی اسرائیل) میری اُمت کے علماء مماثل انبیائے بنی اسرائیل ہیں۔ انبیائے بنی اسرائیل میں ایک تو حضرت عیسیٰ اور دوسرے حضرت موسیٰ تھے۔ جب کہ اس حدیث کے بموجب علمائے باعمل اسلام جو احکام الٰہی کو مخلوقات تک پہنچاتے ہیں مماثل انبیائے بنی اسرائیل ہیں۔ تو ائمہ معصومین جو اوصیائے حضرت ختمی مرتبت ہیں ان کا کیا مرتبہ و درجہ ہوتا ہے۔ قابل غور ہے چنانچہ حضرت صاحب العصر والزمان علیہ السلام نے حضرت شیخ مفید رح کو (یا اخا المفید) مخاطب فرمایا

اور علمائے کرام ائمہ طاہرین کے نائبین قاصر ہیں۔ جو ہر سخت موقع پر حضرت صاحب اُن کو مدد فرماتے ہیں ایک حدیث میں وارد ہے کہ فرمایا (مداد العلماء افضل من دم الشہداء) علماء کے قلمی و بیانی امداد جو نشر و اشاعت دین حقہ کے لئے کرتے ہیں وہ خون شہدا سے افضل ہے۔ حضرت آیۃ اللہ بروجردی نے جو خدمات عالم اسلام میں انجام دیئے ہیں۔ وہ اظہر من الشمس ہے۔ خصوصاً اس دور لا مذہبیت میں جو دہریت کی ہوا ہر طرف چل رہی ہے آیۃ اللہ بروجردی نے جو خدمت نسبت اشاعت احکامات دین حقہ انجام دیئے ہیں کہ طوفان لا مذہبیت کو ایران سے روک دیئے اور ہر طرف حضرت آقا نے اپنے نائبین کو روانہ فرما کر مذہب حقہ کو رواج کامل دیئے۔ خصوصاً اعلیٰ حضرت شاہنشاہ ایران کے ساتھ وہ سلوک سے پیش آئے کہ شاہنشاہ حضرت آقائی ممدوح کی ہر طرح تعظیم و تکریم فرماتے تھے۔ اور جملہ احکامات حضرت ممدوح کے بجان و دل عمل فرماتے تھے۔ اور اشاعت دین حقہ میں حضرت ممدوح سے انتہا مدد فرماتے۔ اور اسی کا نتیجہ تھا کہ کئی کتب اشاعت دین حقہ کی نسبت مختلف زبانوں میں ترجمے کئے گئے۔ اور یورپ اور امریکہ کے مختلف ملکوں کو مبلغین اپنے طرف سے روانہ فرمایا۔ اور دار العلم قم سے کئی ہزار طلباء کو وظیفہ تعلیمی مذہبی دیکر اپنی نگرانی میں دینیات کی تعلیم دلا کر مختلف ملکوں کو روانہ فرماتے ہیں۔ اور (۱۰) مبلغ لبنان (مسادل بجاس لاکھ روپیہ) ایک عالیشان بے نظیر

مسجد شہر قم میں تعمیر فرمایا ہے کہ نہ صرف ایران میں اس کا نظیر نہیں ہے بلکہ دنیا میں ایسی مسجد تعمیر نہیں ہوئی ہے۔ حضرت ممدوح نے ہمیشہ اپنی مختصر تقریروں میں اس آیۃ شریفہ کو بیان فرماتے تھے۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا۔ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا

خداوند عالم نے قسمیں یاد کرکے ارشاد فرمایا۔ (سورج کی قسم اور اسکی روشنی کی۔ چاند کی قسم جب اس کے پیچھے نکلے ــــ اور دن کی قسم جب اسے چمکا دے ــ اور رات کی قسم اسے ڈھانک لے ــ اور آسمان کی قسم اور جس نے اسے بنا دیا۔ اور زمین کی قسم اور جس نے اسے بچھا دیا ــ اور جان کی قسم اور جس نے اسے درست کیا پھر اس کی بدکاری اور پرہیزگاری کو اسے سمجھا دیا ــ قسم ہے جسنے اس نفس کو گناہ سے پاک رکھا وہ تو کامیاب ہوا اور جس نے اسے گناہ کرکے دبا دیا وہ نامراد رہا۔) رسول اللہ کی حدیث ہے کہ فرمایا

(اَلْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ وَلَوْ كَانَ غُلَامًا حَبَشِيًّا۔ وَالنَّارُ لِلْمُذْنِبِيْنَ وَلَوْ كَانَ سَيِّدًا قُرَشِيًّا) بہشت تو پرہیزگاروں کے لئے ہے اگرچہ غلام حبشی ہو ــ اور دوزخ گناہگاروں کے لئے ہے اگرچہ سید قریشی کیوں نہ ہو۔ حضرت نوح نے اپنے بیٹے کے لئے شفاعت فرمایا۔ (رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحَاكِمِيْنَ ۔) ادھر سے جواب آیا۔ (یا نوح اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ) اے نوح وہ تیرا بیٹا تو ہے لیکن اصل نہیں ہے کیونکہ

اس کا عمل صالح نہیں ہے۔ اور جن چیزوں کا تم کو علم نہیں مجھ سے سوال نہ کرنا۔ اور جاہلوں جیسے مت ہو جاؤ۔ حضرت نوح نے کانپ گئے۔ اور استغفار کی۔ اس وقت حضرت نوح کی عمر ایک ہزار سال کی تھی۔ اپنے خاص بیٹے کے لئے شفاعت کی کوئی فائدہ مند نہیں ہوا بلکہ اسی اثناء دعا میں ایک موج آئی حضرت نوح کے سامنے بیٹا غرق ہوگیا۔ ثابت ہوا کہ خداوند کریم کی کسی سے عزیزداری نہیں ہے بلکہ جس کا تقویٰ و پرہیزگاری زیادہ ہے وہی مقرب درگاہ الٰہی ہے۔ (اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ) و ہر عمل متقین سے قبول ہوتا ہے۔ (اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ) اور کلام پاک میں زنِ فرعون اور زنِ نوح کی نسبت یوں ہی مقابلہ کیا گیا ہے "خدا نے کافروں کی عبرت کے واسطے نوح کی بی بی (واعلہ) اور لوط کی بی بی (واہلہ) کی مثل بیان کی ہے کہ یہ دونوں ہماری دو صالح بندوں کے تصرف میں تھیں۔ تو دونوں نے اپنے شوہروں سے دغا کی تو ان کے شوہر خدا کے مقابلہ میں ان کے کچھ کام نہ آئے اور ان کو حکم دیا گیا کہ اور جانے والوں کے ساتھ جہنم میں داخل ہو جاؤ ــ اور خدا نے مومنین کی تسلی کے لئے فرعون کی بی بی کی مثال بیان فرمائی ہے کہ جب اس نے دعا کی پروردگار! میرے لئے اپنے ہاں بہشت میں ایک گھر بنا اور مجھے فرعون اور اس کی کارستانی سے نجات دے)

(سورہ التحریم پارہ ۲۸)

تقویٰ و پرہیزگاری کی وجہ سے فرعون کی بی بی یوں ہی عزت دی ہے کہ جہاں مریم اور فاطمۃ الزہرا

کا نام لیا جاتا ہے وہاں آسیہ فرعون کی بی بی کو بھی یاد کرتے ہیں۔ اور نافرمانی کی وجہ سے حضرت نوحؑ اور لوطؑ کی بیبیاں پر خدا نے لعنت کی ہے تاکہ دنیا سمجھ لے کہ خداوند عالم قرابتداری کو ملاحظ نہیں کرتے ہیں کہ وہ صحابی رسول ہے یا زوج رسول یا فرزند رسول ہے بلکہ تقویٰ و پرہیزگاری کو دیکھتے ہیں اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ) خداوند عالم پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔

تقوی امام المتقین!

مولای متقیان امیر مومنان حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام کا ارشاد ہے۔ (اِنَّمَا شِیْعَتُنَا مَنْ اَطَاعَ اللّٰہَ وَعَمِلَ اَعْمَالَنَا) ہمارے دوست اور شیعہ وہی لوگ ہیں جو خدا کے احکام کی تعمیل کرے اور ہمارے اعمال کے پیرو ہو۔ پھر ارشاد فرماتے ہیں (نہج البلاغہ) اِنَّ وَلِیَّ مُحَمَّدٍ مَنْ اَطَاعَ اللّٰہَ وَاِنْ بَعُدَتْ قَرَابَتُہٗ۔ اِنَّ عَدُوَّ مُحَمَّدٍ مَنْ عَصَا اللّٰہَ وَاِنْ قَرُبَتْ قَرَابَتُہٗ۔ دوست محمدؐ وہ ہے جو خدا کے احکامات پر عمل کرے اگرچہ اسکو رسول سے قرابتداری میں دوری ہو۔ اور محمدؐ کا دشمن وہ ہے کہ اللہ کے احکام کی خلاف ورزی کرے اگرچہ وہ رسول اللہ کے عزیز و اقرباء ہو۔ اب غلط اعتمادی بے سود ہے اور موجب سزا ضرور ہوگی۔ ابو درداء سے روایت ہے کہ ایک رات نصف شب نخلستان بیرون مدینہ میں اپنے باغ میں تھا۔ یکایک جنگل سے ایک آواز دردناک میرے کان میں پہنچی۔ میں اپنے باغ سے باہر آیا اور آواز کے پیچھے گیا۔ جب قریب آیا سنا کہ کسی شخص نے بہ تضرع و زاری خداوند عالم کی درگاہ میں مناجات پڑھ رہا ہے کہ میرا کلیجہ شق ہوگیا جب میں اور قریب آیا تو دیکھا کہ وہ شخص روتے روتے بے ہوش ہوگیا۔ جب قریب آیا دیکھا وہ میرے مولا علی ابن ابیطالب ہیں۔ جب میں نے چہرۂ مقدس کو دیکھا سمجھا (علی) کی روح پرواز کی! فوراً حضرت کے دولتسرا جاکر بیبیوں کو خبر دیا کہ (قدمات علی ابن ابیطالب) علی علیہ السلام دنیا سے وفات پاگئے۔ بیبیوں نے فرمایا اے ابو درداء علی کی وفات واقع نہیں ہوئی بلکہ خوف خدا سے ہر رات ستر دفعہ بے ہوش ہوتے ہیں۔ میں دوبارہ وہی مقام پر جاکر حضرت امیر کا سر مبارک زانو پر رکھا حضرت امیرؑ آنکھیں کھولکر مجھکو دیکھا اور فرمایا کہ اے ابو درداء اب تو میرے سر کو اپنے زانو پر رکھتا ہے بتاؤ کہ قبر میں کون میرے سر کو اپنے زانو پر رکھے گا۔ اے ابو درداء تو اپنے گھر جاؤ اور مجھکو اپنے خدا کیلئے چھوڑ دو۔ ابو درداء بادیدہ گریاں گھر واپس آگئے۔ حضرت امام حسینؑ علیہ السلام کی آخر وقت جب زخموں سے چور چور تھے اور ظالم آپکے سینہ پر سوار ہوکر قصد ذبح کیا تو حضرت آنکھیں کھولکر فرمایا کہ اے ظالم مجھکو اتنی مہلت دیدو کہ میں عصر کی نماز ادا کروں اور خداوند سے اپنی آخری راز و نیاز اور مناجات پیش کروں۔ ظالم نے تو مہلت دی لیکن ظالم نے سجدہ میں سر مطہر کو قفا سے جدا کیا خود ظالم کہتا تھا کہ ہر رگ سے صدای سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی وَبِحَمْدِہٖ بلند تھی۔ اور نماز کے بعد سر حسینؑ ہر جگہ اور ہر شہر میں نیزہ پہ وظیفہ پڑھتے تھے اور تلاوت قرآن فرماتے تھے تاکہ دنیا سمجھ لے کہ میری شہادت کا مقصد

امریکی مسلمانوں کی آیندہ کنونشن قاہرہ میں منعقد ہوگی

امریکہ کینیڈا کی اسلامی انجمنوں کے وفاق کے صدر جیمز خلیل کا بیان!

ڈیربورن (مشی گن) ۲۱ اپریل۔ امریکی مسلمانوں کی سال ۱۹۶۵ء کی کنونشن آیندہ جولائی میں قاہرہ میں ہوگی۔ اُن کی نگاہ میں اس کنونشن سے مشرق قریب کے مسلمانوں کے ساتھ دوستی اور مفاہمت بڑھانے کا ایک موقعہ میسر ہوگا۔ اس مقصد پر امریکہ اور کینیڈا کی اسلامی انجمنوں کی وفاق کے صدر جناب جیمز خلیل نے کل یہاں ایک پریس ملاقات بندوبست دیا۔ جناب خلیل نے کہا کہ قاہرہ میں کنونشن کے بعد ۱۳ روزہ قیام کے دوران میں وفاق کے بہت سے انفرادی اراکین اپنے رشتہ داروں کے ہاں جانے کا ارادہ رکھتے ہیں جو مشرق قریب کے دوسرے حصوں میں آباد ہیں۔ ان قصبوں اور دیہات کے دوروں سے ہمیں وہاں کے لوگوں کو امریکہ میں اسلام کے متعلق بہت کچھ بتانے کا موقع ملے گا۔ جناب خلیل نے جن کے والدین تنین (لبنان) سے نقل وطن کر کے امریکہ آئے تھے زور دے کر کہا کہ "اب امریکہ ہمارا ملک ہے اور ہم امریکی مسلمانوں کے طور پر دوسرے ملکوں کے مسلمانوں کے ساتھ مفاہمت بڑھانے کی جدوجہد کرتے ہوئے وفادار شہریوں کی طرح اپنے ملک کی خدمت انجام دے سکتے ہیں۔

وفاق کے صدر نے مزید بتایا کہ وہ حال ہی میں مشرق قریب کے دورے سے واپس آئے ہیں جہاں انہوں نے پایا کہ عرب حکومت جولائی کنونشن اور بعد کے دوروں کے پروگرام میں امداد دینے کے لئے ہر ممکن اقدام کرنے کو تیار ہیں۔ اپنے دورے کا ذکر کرتے ہوئے جناب خلیل نے بتایا کہ انہیں ان خبروں سے بڑا رنج ہوا جو انہوں نے امریکہ میں نام نہاد "سیاہ مسلم" کی تحریک کے متعلق سنیں۔ آپ نے اعلان کیا کہ یہ تحریک حقیقی اسلام کی غلط نمایندگی کرتی ہے۔ اسلام کسی بھی شخص یا گروہ کے خلاف نفرت نہیں سکھاتا۔ وہ اخوت عالم کی تعلیم دیتا ہے۔ آپ نے واضح کیا کہ یہ نام نہاد تحریک نسل پرستی پر مبنی ہے اور اس کا وفاق سے کوئی تعلق نہیں۔ ہم ان کی تعلیمات کو قبول نہیں کرتے۔ آخر میں آپ نے کہا کہ ان کے گروپ کے مشرق قریب کے دورے سے اراکین کو تمام غلط فہمیاں دور کرنے کا موقع ملے گا۔

شیرازہ ۵۵،۵۵،۵۵ اشخاص کی نظر سے گذرتا ہے

مشاعرہ گسٹ ہاؤز میں نہیں بلکہ گسٹ ہاؤز کے باہر ہوا!

۲۱ اپریل کے "شیراز" میں ہم نے ہمارے نامہ نگار کی فراہم کردہ ایک خبر شائع کی تھی۔ جس میں بتایا گیا تھا کہ میر عالم گسٹ ہاؤز میں جناب زاہد رضوی صاحب کی صدارت میں ایک مشاعرہ منعقد ہوا۔ لیکن اب تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ زیر بحث مشاعرہ گسٹ ہاؤس کے اندرونی حصہ میں نہیں بلکہ گسٹ ہاؤز کے باہر کھلی فضا میں ہوا۔ اس مشاعرہ کے صدر جناب زاہد رضوی صاحب ہی تھے اگرچہ کہ موصوف کو صدر بنانے کا جواز [illegible] نہیں تھا لیکن موصوف نے ازراہِ خوردنوازی صدارت قبول فرمائی۔ موصوف کی جانب سے [illegible] کا انتظام کیا گیا تھا۔ لیکن [illegible] گسٹ ہاؤز میں نہیں پکوائی گئی بلکہ گھر سے پکوا کر لائی گئی تھی۔

طرح مصرعہ کی حد تک یہ تصدیق ہو چکی ہے کہ طرح مصرعہ یہی تھا ۔

سنا ہے میکدے میں حضرت زاہد بھی آتے ہیں

اس سلسلہ میں بیان کیا جاتا ہے کہ مذکورہ مصرعہ پر ایک شاعر صاحب نے یہ گرہ لگائی جو بے حد پسند کی گئی۔

سنا ہے میکدے میں حضرت زاہد بھی آتے ہیں
پکا کر گھر سے بریانی کی دیگیں ساتھ لاتے ہیں

چونکہ گسٹ ہاؤس کے اندرونی حصہ میں مشاعرہ، صدارت اور بریانی کے بارے میں بعض حلقوں میں ہیجرہی پک رہی ہے۔ اس لئے ہم تردید کرتے ہیں کہ مشاعرہ ہوا ضرور لیکن گسٹ ہاؤس کے اندرونی حصہ میں نہیں ہوا۔ زاہد رضوی صاحب مشاعرہ کے صدر ضرور تھے لیکن موصوف نے صدارتی تقریر نہیں فرمائی۔

میر عالم گسٹ ہاؤس سے متعلق سے تفصیلات منتظر ہیں۔

ایک مستحسن تقریب

حیدرآباد:- ۲۶ اپریل شام کے ۷ بجے مولوی سید عاقل حسین صاحب زیدی ایڈوکیٹ کے مکان واقع حسینی محلہ میں مولوی سید تقی حسن صاحب دانا معتمد ادارہ جعفریہ کے فرزند ارجمند سید محمد محمود سلمہ اور دختر نیک اختر سیدہ طیبہ محمود سلمہا کی تقریب ختم قرآن منعقد تھی۔ تقریباً دو ڈھائی سو معززین شریک تقریب تھے۔ پہلے سیدہ طیبہ محمود سلمہا کے بعد سید محمد محمود نے قرآن پاک کی تلاوت کی۔ اس کے بعد حیدرآباد کے مشہور قاری جناب مولوی کلیم اللہ حسینی صاحب نے قراءت کلام پاک سے سامعین کو محظوظ کیا۔ قرآن خوانی، دعائے ختم قرآن کے بعد جشن کا آغاز ہوا۔ سرگروہ گروہ مرثیہ خوانان مولوی سید حسین صاحب نے قصیدہ خوانی کی۔ جناب باقر امانت خوانی صاحب رضوی نے ایک طویل قصیدہ کے چند منتخب بند سنائے۔ سید الشعراء نواب تجمل یار جنگ بہادر شہید نے اپنا تصیدہ سنا کر قلوب مومنین کو شاد کیا۔ ختم جشن پر قرآن مجید ثالث [illegible] سے سامعین کی [illegible] اندازاً ثمرکم اور پھولوں سے کی گئی۔ تقریباً ۱۰ بجے یہ مستحسن تقریب بانی تقریب کے شکریہ پر ختم ہوئی۔ مولوی سید تقی حسن صاحب دانا قابل مبارکباد ہیں کہ انہوں نے اپنے بچوں کو قرآن کی تعلیم دلا کر قوم کے لئے ایک اچھا نمونہ پیش کیا۔ امید توقع ہے کہ برادران قوم بھی اپنے بچوں کو موصوف کی طرح قرآن کی تعلیم دلائیں گے۔

لکھنؤ کے ایک اور جلیل القدر فاضل کی حیدرآباد میں آمد

مولوی سید غلام مرتضیٰ صاحب مولف کردار وعمل و تبلیغی ذاکر و علوی نظام حکومت گزشتہ ہفتہ حیدرآباد تشریف لائے تھے۔ نواب سید [illegible] حسین صاحب دانش کے مکان کی تھیٹر سے تقریباً دو ہفتے حیدرآباد میں مقیم رہے۔ آپ نے عبادت دارالشفاء میں آقائی خلیفہ حافظ احمد خان کے [illegible]

کی بنا کردہ مجلس کو مخاطب فرمایا، عبادت خانہ دارالشفاء اور اس کا وسیع صحن مومنین سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ مولوی صاحب موصوف لکھنؤ کے ایک سربرآوردہ اہل قلم اور صف اول کے ذاکر ہیں آپ دارالاشاعت اسلامی کے ذریعہ مذہب حقّا کی کما حقہٗ خدمت بجا لا رہے ہیں۔ حیدرآباد چونکہ شیعیت کا مرکز رہا ہے اس لئے موصوف نے اپنے تبلیغات کے سلسلہ میں حیدرآباد کا سفر اختیار فرمایا تھا۔ دو ہفتہ تک آپ نواب سید کاظم حسین صاحب ... کے مہمان رہ کر اپنے وطن واپس ہوئے۔ آپ کے تصانیف اور تالیفات مولوی سید تقی حسن صاحب وقف معتمد ادارہ جعفریہ دارالشفاء حیدرآباد۔ ۲ کے ذریعہ طلب فرما کر ملاحظہ فرمائیے۔

ایرانی قونصل متعینہ دہلی کی حیدرآباد میں آمد

حیدرآباد:۔ ۲۶ر اپریل۔ آج آقای اسداللہ کیعفر قونصل ایران متعینہ دہلی وارد حیدرآباد ہو کر رٹز ہوٹل ... میں ٹھہرے ہوئے ہیں آقای حسین ضابطہ نے موصوف کو آتے ہی دربار حسینی کی زیارت اور مکہ مسجد کا طواف کرایا۔ موصوف کا ایک ہفتہ تک حیدرآباد میں قیام ہے۔ انجمن اتحاد ایرانیان دکن کی خواہش ہے کہ ایرانیان حیدرآباد کو معمولی معمولی کام پر بمبئی جانا پڑتا ہے۔ اگر حیدرآباد میں قونصل جنرل کی نمایندگی ہو جائے تو ایرانیان مقیم حیدرآباد کی رفع پریشانی کا موجب ہوگا۔ سفیر کبیر ہندوستان نے انہیں حیدرآباد بھیجا ہے۔ آقای قونصل نہایت خلیق اور ملنسار واقع ہوئے ہیں۔ حیدرآباد سے تعلق سے آپ کے تاثرات یہ ہیں کہ ... حیدرآباد ایرانی تہذیب و تمدن کا نمونہ ہے۔ بجا طور پر اسکو ایران ثانی کہا جا سکتا ہے۔ میں نے آقای قونصل موصوف کو تحفتاً دیا۔ موصوف نے ... سے اشعار پڑھکر حضور کے حسن عقیدت اور خلوص کی داد دی۔

حادثۂ جانکاہ

یہ خبر نہایت حزن و ملال کے ساتھ سُنی جائے گی کہ نواب میر عباس علی خان صاحب خلف نواب میر عسکر علی خان مرحوم جاگیردار ۲۶ر اپریل کی شام کو اپنے مکان کی چھت پر سے گر کر جان بحق تسلیم ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ تجہیز و تکفین دائرہ میر مومن میں اور تدفین خاندانی حظیرہ واقع جام باغ دارالشفاء میں ۲۷ر اپریل کو بوقت ظہر عمل میں آئی۔ مشایعت اور نماز جنازہ میں مومنین کی ایک کثیر تعداد شریک تھی۔ خاندان رشید الملکی کے مرحوم ایک تعلیم یافتہ اور ... مرحوم کا ... نواب ... جنگ مرحوم کے داماد اور آپ انجمن ... کے معتمد تھے۔ خدا مرحوم کو غریق رحمت کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

سیاحوں کے لئے

تورسٹ بیورو ... سیاحوں کی اطلاع کیلئے گشت کرائی جائے گی۔ اس اسکیم سے دلچسپی رکھنے والے اصحاب ... کے لئے جن کی ... میں ... جانی چاہئیے، افسر انچارج ... اطلاعات و تعلقات عامہ حیدرآباد سے درخواست کریں۔

(اطلاعات)

قطعہ

شمیمِ گُل چلی صحنِ چمن سے | نسیمِ صبح بھی مشکِ ختن سے
عجب یہ شان کی توقیر کی بھی | ملی شہرت بھی تو ملکِ دکن سے

(آمدہ از نذری باغ)

شیعہ اہل خیر حضرات کیلئے ایک لمحۂ فکر!

از:- محترمہ جہاں آرا بانو نقوی یم۔ اے!

کبھی حیدر آباد فرخندہ بنیاد رہا ہو گا کبھی۔
یہ ضروری نہیں کہ جس کی بنیاد فرخندہ اور مبارک ہو اس کی بالائی منزل بھی کسی کے قدوم میمنت لزوم سے سرفراز ہوتی رہے۔ ہاں تو عرض خدمت یہ ہے کہ ہمارے آندھرا پردیش کی حالت بھی اونٹ جیسی ہے۔ کوئی کل بھی تو سیدھی نہیں۔ کہیں برقی کا انتظام ناقص، کہیں کچرے کی کنڈیاں اُبل کر آوارہ جانوروں کی ضیافت کا سامان بہم پہنچا رہی ہیں۔ شاہراہوں پر کونے چار چاند لگے ہیں۔ نالیاں کھدی ہیں تو برسوں کھدی پڑی ہیں۔ سڑک مرمت کی خاطر کھودی گئی تو اب اس کی مرمت۔ ہو گی جلدی کیا ہے۔ یہاں کی بے ترتیب بے ہنگم پھیلی ہوئی بے روزگاری اور اس سے افلاس سے گھرتے بعیدی سب ہی واقف ہیں۔ فقیروں، اپاہجوں، بے والی وارث ضعیفوں اور بد بخت جذامیوں کے لئے کسی تعمیر کے بننے کا خواب جانے کب شرمندہ تعبیر ہو گا۔ دنیا دکھاوے کو اسکیمیں بنتی ہیں۔ شاندار کمیٹیاں اور بارونق اجلاس ہوتے ہیں۔ چائے لیمن برف اور پان کا دور چل رہا ہے۔ نقرہ بازی ہو رہی ہے۔ اور بس نشستند و گفتند و برخاستند کی گردان ختم۔ یہ اور ان جیسی ضروری عمارتوں کا بننا کچھ تھیٹر کی اور ناٹک گھر کی تعمیر تو نہیں جس پر شبانہ روز مزدور لگے ہیں۔ قند بلیں اور پٹرومیکس جلا جلا کر مزدور اپنا خون پسینہ کی شکل میں بہا رہے ہوں۔ یہ تو جذام گھر ہے اور بیچارے جذامی آخر گنتی کے ہی تو ہوں گے دھیرے دھیرے جذام پھیل کر جب تک یہاں کی ایک تہائی دو تہائی آبادی کو اس مرض میں مبتلا نہ کردے بیکار ہی ہو گی یہ تعمیر ۔۔۔ بے مصرف سی چیز۔ سوشیل سروس کا بیڑہ اٹھانے والوں کو بھی دیکھا۔ اور انہیں بہت قریب سے دیکھنے کا اتفاق بھی ہوا۔ خود مجھے پوچھنے آئے کہ ہمارا ہاتھ بٹاؤ۔ میں سوشیل ہی نہیں۔ تو سروس کیا ہو گی مجھ سے۔ اور یہ جو بھی مجھے نظر آئے سوشیل زیادہ ہی معلوم ہوئے۔ اب رہی سروس ۔۔۔ بس رہے نام اللہ کا۔ ہمارے شہر کو خوب سے خوب تر بنانے کے لئے سب سر دھڑ کی بازی لگانے بیٹھے ہیں۔ جگہ جگہ، گلی گلی، کوچہ کوچہ کا اندازہ جب تک دور نہ ہو گا ہمارا شہر خوبصورت ہی نہیں بن سکتا۔
خیر ۔۔۔ یہ جگہ جگہ، گلی گلی، اور کوچہ کوچہ کی صفائی جانے، اور بلدیہ محترمہ جانیں ۔۔۔

محفل ان کی، ساقی ان کا
آنکھیں میری، باقی ان کا



اب میں آپ کو لے چلوں۔ ذرا ادھر آیئے آپ میں سے کون ایسا ہوگا جو اس مقام پر نہیں آیا ہوگا۔ امیر، متوسط، مفلس، بوڑھے جوان بچے سب ہی اس کوہ مقدس کی زیارت کر چکے ہیں۔ یہاں کس کس غرض سے عقیدت و خلوص کے ساتھ سب ہی آتے ہیں۔ مرادوں منتوں کی خاطر۔ اپنے پریشان قلب و دماغ کے سکون کے لئے۔ اپنی ترقی، اپنے بال بچوں کی صحت، شادی اور ملازمت کی منتیں مانگنے۔ ماہ رجب کے بعض دن تو خصوصی شان لئے ہوئے ہوتے ہیں۔ اتفاق کی بات، برسوں بعد برسوں میں بھی زیارت کیلئے گئی تھی۔ پہنچے پہنچے تک شام کے ہو گئے۔ اندھیری راتیں۔ اوپر نہ جا سکی۔ نیچے چلّہ کے پاس ہی نذر چڑھا کر آ گئی۔ چلّہ کے اطراف جھونپڑیاں ہیں جو جھونپڑی اور بے سائبان رہتے ہیں ان کا افلاس، ان کی زبوں حالی، ان کی بے سروسامانی نے مجھے بے حد متاثر کیا۔ اس مضمون کے لکھنے کا محرک بھی یہی تاثر ہے۔ انہیں دیکھ کر بڑی عبرت ہوئی۔ ہم واقعی برائے نام کے مسلمان ہیں۔ آپ اگر امام حسینؑ مظلوم کی دو مجالس کرتے ہیں۔ تو آپ کا فرض ہے کہ ایک مجلس کی رقم ان کی جانوں پر خرچ کریں۔ یہاں اس کثرت سے مراد مند آتے ہیں تو کیا آن مفلوک الحالوں پر کسی کی بھی نظر نہیں پڑتی؟ ان سے دانستہ تجاہل اپنے مستقبل کو بھول جانا ہے۔ کون جانے آنے والا دن ہمارے لئے کیا ہو رہا ہے۔

بڑی بڑی دیگوں میں کھانا پکوا کر جو اللہ کے نام پر جو کھلاتے ہیں وہ حقیقت میں انسانیت کا بہت بڑا فرض ادا کرتے ہیں۔ لیکن پھر اس ایک یا دو دن کے بعد — جو پورے ایک سال بعد آتا ہے — ان پر کیا گذرتی ہے جو وہاں کی رات دن جی جان سے نگرانی کرتے ہیں۔ ان کا افلاس زدہ دالان عبرت والم کا ایک مرقع ہے ان جھونپڑیوں میں جہاں وہ مقیم ہیں میں آپ سے کیا عرض کروں کہ کیا ہے اور کیا نہیں ہے؎

اگر دیکھنی ہو تمہیں حالت دل
کبھی ان غریبوں کے گھر جا کے دیکھو

بڑے بڑے ایوانوں۔ محل نما ڈیوڑھیوں میں، کلبوں اور ڈانس ہالوں میں — خدا دور دور بھی نہیں ملتا — خدا تو ان کے پاس ملتا ہے — جو بڑی عقیدت اور خلوص کے ساتھ اس بارگاہ کی دہلیز کی نگرانی کرتے ہیں۔ کپڑے ان کے جسم پر بالکل تار تار اور کثیف و بوسیدہ ہو چکے ہیں بچے تو ننگے دھڑنگے پھر رہے تھے۔ اناج رکھنے کے مٹی کے برتن جانے کتنی صدیوں سے نہیں بدلے گئے۔ پانی کے گھڑے اپنا رنگ کھو چکے ہیں۔ بستر کی حالت دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ ان گرمیوں میں فرش خاک ہی ان کا اوڑھنا بچھونا ہے۔ میں جب گئی تو بالکل اندھیرا تھا — کیا ہے بھئی یہاں چراغ نہیں ملتا؟ اس سوال پر ایک عورت نکل آئی — تیل کہاں سے منگائیں۔ بس آپ جیسے

لوگ آگئے تو ہم چراغ جلا لیتے ہیں۔ اس جواب پر دل کے سارے داغ جل اٹھے۔ اور اس نے ایک قندیل روشن کی۔ اس روشنی نے میری آنکھیں کھولدیں — زیادہ نہیں۔ آپ میں سے جو بھی کوہ شولا کی زیارت کو جائے اپنا فرض سمجھکر دل سے دور سے ان کی مدد کیجئے — ان کی خاطر نہیں وہ کس شمار میں ہیں غریب — بلکہ اس مولائے کائنات کی خاطر جس نے اپنی ساری زندگی نان جو میں بسر کی۔ جنہوں نے خود بھوکے رہ کر دوسروں کو کھلانے میں خدائے عزوجل کی خوشنودی سمجھی جس نے رسولؐ کی امت کی خاطر حسینؑ جیسے پیارے بیٹے کی قربانی دیدی۔ اور اپنے سارے خاندان کو خدا کی راہ میں شہید ہوتا دیکھ کر دامن جھٹک کر اٹھ گئے۔

آپ کے پرانے برتن۔ جو ڈھیروں بے مصرف بھی پڑے ہوں گے آپ کے پاس۔ آپ کے پھٹے پرانے کپڑے۔ جو صندوقوں اور الماریوں میں بند کے بند ہوں گے۔ آپ کی بے مصرف چیزیں بھی ان کے لئے نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوں گی۔ اور پھر کسی کو دے کر جو دل مطمئن و مسرور ہوتا ہے۔ وہ کسی سے لے کر نہیں ہوتا۔ اگر یہ بھی آپ کے لئے ایک بہت بڑی مہم ہے تو پھر جانے دیجئے۔ کوئی بات نہیں۔

ارے اقبال نے کیا صرف شاعری کی تھی جو یہ کہدیا۔

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے

مسلماں نہیں خاک کا ڈھیر ہے

سیاحوں کیلئے "مہمان نوازی" کی اسکیم

بیرونی اور وطنی دونوں زمروں کے سیاحوں کو عوام سے قریبی ربط قائم کرنے اور یہاں کے طرز زندگی کے قریبی مطالعہ کے مواقع بہم پہنچانے کی غرض سے محکمہ اطلاعات و تعلقات عامہ نے "مہمان نوازی" کی ایک اسکیم مرتب کی ہے اس اسکیم کے تحت جہاں بیرونی سیاحوں کو قریبی ربط قائم کرنے کے مواقع ملسکیں گے وہیں اسکے ساتھ ہی ساتھ ہماری ریاست کے عوام کو بھی بیرونی سیاحوں سے ملنے اور انکے ملکوں کے طرز زندگی سے متعلق معلومات حاصل کرنے کے مواقع حاصل رہیں گے۔ اس اسکیم کی بعد سیاحت کے اخراجات گھٹ جائیں گے اور دوسرے ملکوں کے اوسط طبقے کے لوگوں کے لئے بھی سیاحت ممکن ہو جائیگی اور اسطرح سیاحوں کی آمد و رفت میں اضافہ ہونے کے علاوہ ایکدوسرے کو قریب سے جاننے کی بنیاد بھی پڑیگی جو سیاحت کا ایک اہم فائدہ ہے۔ اسکے تحت مختلف پیشے مثلاً طب، قانون، تدریس، آرٹ اور نظم و نسق انجام دینے والے سیاحوں کو اپنے ہم پیشہ افراد سے اور اسطرح مشترکہ موضوعات پر تبادلہ خیال کے ذریعے اپنی معلومات میں قیمتی اضافہ کرنے کا موقع بھی حاصل ہوسکے گا۔ یہ اسکیم تین حصوں میں منقسم ہے۔ ٹورسٹ بیورو شہریوں کو اس کی دعوت دیگا کہ وہ (۱) کسی موقع پر سیاح کی (۲) مفت قیام و طعام اور (۳) سیاح کو مناسب اخراجات سے پینگ گیسٹ کی حیثیت سے اپنے یہاں ٹھہرانے کا پیشکش کریں۔ ایسے میزبانوں کی ایک فہرست تیار

(بقیہ بر صفحہ ۲۰)

گلشن اطفال



حضرت امام رضا غریب علیہ السلام

بچو! آپ ہمارے آٹھویں امام اور دسویں معصوم ہیں۔ آپ کا نام علی، لقب رضا اور کنیت ابوالحسن ہے آپ کے والد بزرگوار کا نام حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ہے۔ آپ کی والدہ ام البنین تھیں جن کا لقب سطرت "طاہرہ" تھا یہ بڑی نیک اور نہایت عبادت گزار بی بی تھیں۔ آپ ۱۱ر ذی قعدہ ۱۴۸ھ کو مدینہ منورہ میں بعہد منصور دوانقی پیدا ہوئے۔ پینتیس سال کی عمر میں امامت کے منصب پر فائز ہوئے۔ روایت ہے کہ جب جناب امام رضا حسب الطلب مامون مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے اور نیشاپور پہنچے تو اسی وقت آپ ایک سبزہ رنگ خچر پر سوار تھے کہ جو پردہ پڑا ہوا تھا ہزاروں علماء و محدثین ساتھ تھے لوگ زیارت دیدار مبارک کے واسطے ہجوم کئے ہوئے تھے۔ کوئی روتا تھا کوئی خاک پر لوٹتا تھا۔ کوئی خچر کے سُم کو بوسہ دیتا تھا۔ غرض اس قدر غل تھا کہ کچھ سنائی نہ دیتا تھا۔ علماء نے سب کو خاموش کیا اور حضرت سے عرض کیا کہ کوئی حدیث اپنے آباء طاہرین سے ارشاد فرمائیے آپ نے حکم دیا کہ پردہ اٹھا دو، پردہ اٹھا دیا گیا۔ لوگوں کی آنکھیں دیدار جمال مبارک سے نورانی ہو گئیں۔ دیکھا کہ دو گیسو مثل جناب رسول خدا کے دوش مبارک پر پڑے ہوئے ہیں۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ رسول خدا سے روایت ہے کہ مجھ سے جبرئیل امین نے کہا کہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے۔ کہ لا الٰہ الا اللہ میرا قلعہ ہے جس نے ایک مرتبہ لا الٰہ الا اللہ کہا وہ قلعہ میں داخل ہوا اور جو میرے قلعہ میں داخل ہوا وہ میرے عذاب سے بے خوف ہو گیا۔ اس کے بعد پردہ کو وہ کا گرا دیا گیا۔ اور حضرت وہاں سے روانہ ہو گئے۔ لکھا ہے کہ بیس ہزار آدمیوں نے اس حدیث کو لکھا۔ جب حضرت وہاں سے آگے بڑھے تو لوگوں سے پکار کر یہ فرمایا اس کے ساتھ کچھ شروط ہیں ان میں سے ایک شرط میں ہوں یعنی مجھے امام مفترض الطاعۃ سمجھو اور ہماری محبت و اطاعت کرو۔ جب تک ہماری محبت نہ ہوگی ہرگز نجات نہیں ہو سکتی۔

بچو! اعلیٰ حضرت حضور نظام کو ائمہ اطہار علیہم السلام سے دلی محبت تھی آپ ہی کو امام ضامن و ثامن حضرت علی موسیٰ رضا کی سیڑ ھیاں بصرف زرِ کثیر تعمیر کرائی ہیں جس سے آپ کی خوش عقیدگی ظاہر ہے۔ اعلیٰحضرت حضور نظام آٹھویں امام کی ضمانت میں ہیں۔

جو لوگ امام ضامن خصوصاً امام رضا علیہ السلام کی ضمانت میں ہوتے ہیں تمام بلیات ارضی و سماوی سے محفوظ رہتے ہیں۔

زرین اقوال

غیب کی خبر بجز علام الغیوب بندہ کو نہیں ہو سکتی۔
(سرکار حق آگاہ)

حاضری مبارک

ڈاکٹر میر مصطفیٰ علی صاحب زیدی کے مکان "آستانہ عسکری" واقع جام باغ دارالشفاء میں منجانب مولوی سید علی محمد صاحب حاضری مبارک منعقد تھی۔

دعوتیوں کے لئے نہایت اہتمام کے ساتھ دسترخوان چُنے گئے تھے۔ ایک سو دس مومنین شریک تقریب تھے۔ مولوی سید عباس حسین صاحب قبلہ رشتی اور سید الواعظین آقائی سید شاہ عباس منصوری بحیثیت مہمان خصوصی شریک تھے۔

دعوتیوں میں زیادہ تر سیدۃ الزہرا کمیٹی اور مسجد زہرا سے دلچسپی رکھنے والے حضرات تھے۔

امریکہ میں ٹیگور کی سووین سالگرہ کی دھوم

ماہ رواں اور آیندہ مہینے میں رابندر ناتھ ٹیگور کی سنواویں سالگرہ کے سلسلے میں امریکہ میں جو ملک گیر اور شاندار تقریبیں منعقد ہو رہی ہیں وہ رسالہ "پوئٹری" (Poetry) کے ایڈیٹر کے لئے ذاتی طور پر فخر و ناز کا باعث ہیں۔ ایڈیٹر جان فریڈرک نمس واضح کرتے ہیں کہ یہ اُن کا میگزین ہی تھا جس نے سب سے پہلے امریکہ میں ہندوستان کے اس نامور شاعر اور مفکر کا کلام شائع کیا تھا۔ یہ میگزین ۱۹۱۲ء میں جاری کیا گیا تھا۔ اسی برس رسالہ کے تیسرے پرچے میں جو ڈسمبر میں شائع ہوا تھا، گیتانجلی میں سے چھ نظموں کا انگریزی ترجمہ دیا گیا تھا۔ اس کے دوسرے سال یعنی ۱۹۱۳ء میں رابندر ناتھ ٹیگور کو گیتانجلی کے لئے نوبل انعام سے سرفراز کیا گیا تھا۔ ڈسمبر ۱۹۱۲ء کی اسی اشاعت میں ٹیگور سے متعلق مشہور امریکی شاعر ایزرا پونڈ کا ایک طویل مضمون شائع ہوا تھا۔ جس میں پونڈ نے ٹیگور اور ان کی تصانیف کی تعریف کی تھی اور پرزور الفاظ میں امریکہ کے دانشوروں اور اہل قلم کی توجہ ہندوستان کے اس شاعر باکمال کی طرف مبذول کرائی تھی۔ اس کے بعد بھی رسالہ "پوئٹری" میں ٹیگور کی دوسری تخلیقات شائع ہوتی رہیں۔

چنانچہ جون ۱۹۱۳ء کی اشاعت میں کچھ نظمیں، ڈسمبر ۱۹۱۳ء کے پرچے میں منظوم حکایتیں اور ستمبر ۱۹۱۶ء کی اشاعت میں منظوم لطیفے شائع ہوئے تھے۔ اس رسالہ نے ٹیگور کی موت کے بعد بھی ان کی تصنیفات میں اپنی دلچسپی برقرار رکھی۔ چنانچہ ۱۹۵۹ء کے جنوری کے شمارے میں بھی جو مکمل طور پر ہندوستانی شعراء کے لئے وقف کیا گیا تھا ٹیگور کی نظم "میں تمہیں جانے نہ دوں گا" شائع ہوئی تھی۔ مسٹر نمس نے ایک ملاقات میں بتایا کہ ہمارے رسالے کو اس بات پر فخر ہے کہ اس نے رابندر ناتھ ٹیگور کو مغربی دنیا سے متعارف کرانے میں مدد دی اور ہمیں خوشی ہے کہ ہم نے ان کی متعدد تصنیفات شائع کی ہیں۔ یہ بات قابل افسوس ہے کہ جب ان کی نظموں کا انگریزی میں ترجمہ کیا جاتا ہے تو ان کی اصل خوبی قائم نہیں رہتی۔ بعض اوقات ترجمے میں اصل معنی ادا نہیں ہوتے، برجستہ الفاظ نہیں ملتے اور روانی اور وزن میں فرق آتا ہے تاہم ترجمے میں جو بھی خامیاں ہوں اُن کے باوجود ٹیگور کی تصانیف میں مشرق کی دانشوری کی تابناکی ظاہر ہے۔ کسی بھی شخص نے ابتک انگریزی میں اتنی خوبی سے اس کا اظہار نہیں کیا ہے۔ انہوں نے انگریزی نظموں میں ہندوستانی فلسفے کی سپرٹ کلاسیکی ڈھنگ سے ہمارے سامنے رکھی ہے۔" آپ نے مزید بتایا کہ "وہ اپنے عظیم مشن میں کامیاب ہوئے۔ وہ مشن یہ تھا کہ اپنے وطن کے فلسفے سے مغرب کو آشنا کرنے میں مدد دی جائے۔ وہ بظاہر محسوس کرتے تھے کہ چونکہ انگریزی عظیم عالمی زبان ہے اس لئے ہندوستان کی

عقل و دانش کو انگریزی بولنے والی دنیا میں متعارف کرلینا بہت ہی ضروری اور اہم ہے۔" نمس نے بتایا کہ انہوں نے ٹیگور کی نظموں میں ۱۹ ویں صدی کے عظیم امریکی شاعر والٹ وٹمین کا اثر دیکھا ہے۔ لمبی بحر کی آزاد بے قافیہ نظمیں لکھنے میں دونوں مشابہ ہیں یہ بھی بہت اغلب ہے کہ ٹیگور نے امریکہ کے بعض جدید شاعروں پر اپنا اثر ڈالا ہو جو ان کی تخلیقات کے مداح ہیں۔ نمس نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا کہ ان کی بالغ زندگی کا بیشتر حصہ دوسری زبانوں کی منظومات کا انگریزی میں ترجمہ کرنے میں گزرا ہے۔ وہ نائٹرے ڈیم یونیورسٹی سے جہاں وہ انگریزی کے پروفیسر ہیں آج کل چھٹی پر ہیں اور ان دنوں رسالہ "پوئٹری" کے وزیٹنگ ایڈیٹر ہیں اس کے باقاعدہ ایڈیٹر ہنری راگو چھٹی پر یورپ گئے ہوئے ہیں۔ مسٹر نمس فل برائٹ سکالر کے طور پر اٹلی اور میڈرڈ یونیورسٹی میں کشتی لیکچرار کے طور پر بھی کام کر چکے ہیں۔ اگلے سال آپ الی نائس کی یونیورسٹی میں کام شروع کریں گے خود اپنی منظومات کی تین جلدوں کے علاوہ نمس نے قدیم یونانی تصنیف اینڈروماچی (Andromache) اور ہسپانوی زبان کی تصنیف "سینٹ جان آف دی کراس" کی نظموں کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے۔ اور "دی پوئم اِٹ سیلف" کے بھی ایڈیٹر ہیں جس میں فرانسیسی جرمن، ہسپانوی، پرتگالی اور اطالوی زبانوں کی نظمیں شائع ہوئی ہیں۔ ایک ایڈیٹر اور منتخب کا حیثیت سے نمس نے مشاہدہ کیا ہے کہ امریکی لوگوں میں ایشیائی کلچر کے متعلق تیزی سے ترقی ہوتی دلچسپی پائی جاتی ہے۔ دو سال پہلے پوئٹری میگزین کا ایک نمبر ہندوستان کے شعراء کے لئے مخصوص کرنے کے علاوہ ایک نمبر جاپان اور ایک اسرائیل کے شعراء کے متعلق شائع کیا جا چکا ہے۔ مسٹر نمس نے بتایا کہ ہمیں ہندوستان سے انگریزی میں لکھی ہوئی بہت سی نظمیں موصول ہوتی رہتی ہیں اس طرح مغرب کی کلچر میں مشرق کی دلچسپی کا اظہار ہوتا ہے مثال کے طور پر آپ نے اپنے چکرورتی کی مرتبہ "ٹیگور ریڈر" کی طرف اشارہ کیا جو انہیں ریویو کے لئے موصول ہے اسے امریکہ کی میکملن کمپنی نے شائع کیا ہے۔ پوئٹری میگزین نے حال ہی میں بنگلور کے اے کے راما نجم کی نظموں کا مجموعہ اشاعت کے لئے منظور کیا ہے۔ جو اس وقت انڈیانا یونیورسٹی میں زیر تعلیم ہیں۔ یہ نظمیں سال رواں کے آخر کے قریب شائع ہوں گی۔ ایڈیٹر نمس نے واضح کیا کہ شکاگو یونیورسٹی کی لائبریری میں ہیریٹ منرو ماڈرن پوئٹری لائبریری میں رابندرناتھ ٹیگور کی وہ خط و کتابت اور مسودے محفوظ ہیں۔ جو انہوں نے رسالے کی پہلی ایڈیٹر اور بانی مس ہیریٹ کو بھیجے تھے۔ یہ لائبریری پوئٹری میگزین کی اسی بانی اور ایڈیٹر مس ہیریٹ منرو کی یادگار میں قائم کی گئی ہے۔ اسی دوران میں ٹیگور کی سوویں سالگرہ کے سلسلے میں سرگرمیاں تیز سے تیز تر ہونے لگی ہیں۔ لاس اینجلز کے میٹرو پولس نے پنجم مئی سے ۱۲ مئی تک ٹیگور ہفتہ

برطانوی اسکول میں ڈرائیوری کی تربیت

حادثات کی روک تھام کا پروگرام

کرالی نیو ٹاؤن (انگلستان) کے ایک سکنڈری اسکول نے طلباء کو موٹر کار چلانے کی تربیت دینے کا پروگرام شروع کیا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ طلباء حادثات سے بچنے کے طور طریقوں سے اچھی طرح واقف ہوسکیں۔ ہر ہفتہ ۱۱ طلباء کو کھیل کے میدان میں لیجایا جاتا ہے۔ جہاں اُن کو موٹر کار چلانے کی تربیت دی جاتی ہے۔ کھیل کے میدان میں ایک "سڑک" تعمیر کی گئی ہے جس پر پیدل چلنے والوں کے لئے سڑک پار کرنے کے راستے بنائے گئے ہیں۔ اور ٹریفک روشنیوں کا انتظام بھی کیا گیا ہے۔ طلباء کو موٹر کاروں کی مرمت وغیرہ کی تربیت بھی دی جاتی ہے۔ مختلف لوگوں نے اسکول کو موٹر کاریں تحفتاً دی ہیں۔ طلباء مرمت کا کام اسکول کی ورک شاپ میں کرتے ہیں۔

منانے کا اعلان کیا ہے۔ اور کیلی فورنیا کے گورنر ایڈ منڈ سٹی براؤن نے انڈیا امریکہ کلچرل ایسوسی ایشن کو متعلقہ تقریبیں منانے کے لئے ہر طرح کی سرکاری سہولتوں اور امداد کی پیش کش کی ہے۔ سوویں سالگرہ کے موقع پر رابندر ناتھ ٹیگور کے متعلق تین تصانیف امریکہ میں شائع ہوں گی۔ ۵ مئی کو ثا بلیجر فرم کی طرف سے "ٹوورڈس یونیورسل مین" کے نام سے ٹیگور سے تیس مضامین کا مجموعہ شائع ہوگا۔ جن کا انتخاب ایک سو سے زیادہ عالموں نے کیا ہے۔ ٹیگور کی سوانح عمری تصنیف کردہ کرشنا کرپلانی بیٹ جمر کے دنوں میں شائع ہو گی۔ ان امور کے علاوہ جس بات نے امریکنوں کی توجہ اپنی طرف کھینچی ہے وہ ٹیگور کا ناٹک "کنگ آف ڈارک چیمبر" ہے جو بمبئی کے کرشن شاہ کی ہدایت اور نگرانی میں براڈ وے کے تھیٹر پیویار میں شروع ہوا تھا۔ اور برابر کھیلا جا رہا ہے۔ اس میں ہندوستانی اداکار رسوریہ کماری اور امریکی اداکار بروک پیٹرس کام کرتے ہیں۔ غرض کہ امریکہ بھر میں ٹیگور کی سوویں سالگرہ بڑی گرم جوشی سے منائی جا رہی ہے۔

بچّوں کی متوازن غذا

(از قلم :۔ ڈاکٹر این۔ ڈیلی)۔!

گاؤں کی ایک عورت نے ایک تربیت یافتہ نرس سے شکایت کی کہ میرا بچہ تین سال کا ہے۔ لیکن وہ تین سال کی عمر کے دوسرے بچوں کے مقابلہ میں بہت چھوٹا نظر آتا ہے۔ اس میں طاقت ہی نہیں۔ اچھی طرح کھیلتا ہی نہیں۔ کھوں کھوں کرتا رہتا ہے۔ بہت کم کھاتا ہے۔ اُسے بھوک ہی نہیں لگتی۔

نرس نے جواب دیا۔ ”فکر کیوں کرتی ہو۔ تم اُسے دن میں تھوڑا تھوڑا کئی بار کھانا کھلاؤ۔ اُسے زیادہ کھانا کھانے پر مجبور نہ کرو۔ گاتا گا کر یا میٹھی میٹھی باتیں کرکے اُسے اتنا کھانا کھلاؤ۔ جتنا کہ وہ آسانی سے کھا سکے۔“

عورت نے مزید کہا۔ ”اُسے صرف کچی ترکاریاں پسند ہیں۔ گھر کے پاس اُگی ہوئی ترکاریوں کو توڑ کر وہ کھانے لگ جاتا ہے۔ کیا میں اُسے ایسا کرنے دوں؟“

”کوئی حرج نہیں“ نرس نے جواب دیا ”ترکاریاں صحت کے لئے بہت اچھی ہوتی ہیں۔ لیکن اس بات کا خیال رکھنا کہ تمہارا بچہ اُن ترکاریوں کے علاوہ کچھ اور بھی کھائے۔ اُسے مختلف قسم کی غذا ملنی چاہیئے۔“

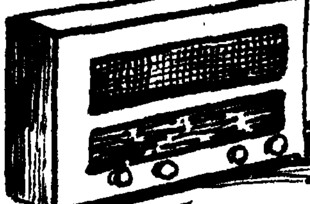
نرس جانتی تھی کہ غذائیت کی کمی کی وجہ صرف یہ نہیں کہ لوگوں کو کافی خوراک نہیں ملتی۔ اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ وہ صحیح قسم کی غذا نہیں کھاتے۔ بعض اوقات وہ کھانا اس طریقے سے پکاتے ہیں کہ اس کی ساری غذائیت ہی ضائع ہو جاتی ہے۔

نرس نے مذکورہ عورت کو مشورہ دیا۔ ”اس بات کی پرواہ نہ کرو کہ بچہ کھانا کتنا کھاتا ہے۔ تم بچے کو متوازن غذا دو۔ متوازن غذا میں چھ چیزیں شامل ہوتی ہیں — (۱) گوشت، مچھلی، انڈے، لوبیا اور گری دار میوے۔ (۲) دودھ اور دودھ کی بنی ہوئی چیزیں۔ (۳) پتے دار سبز اور پیلی ترکاریاں۔ (۴) کسی بھی قسم کا تازہ پھل (۵) آلو اور دیگر ترکاریاں۔ جو زمین کے اندر اُگتی ہیں۔ اور (۶) اناج۔“

اپنی بات جاری رکھتے ہوئے نرس نے کہا۔ ”انسان اپنے ہاتھوں سے چیزیں بناتے ہیں۔ وہ مکانات تعمیر کرتے ہیں۔ اوزار بناتے ہیں اور کپڑا بنتے ہیں۔ اسی طرح انسانی جسم کو بھی اپنی ہڈیاں، گوشت اور کھال بنانا پڑتی ہے۔ جس طرح ہم پتھروں، اینٹوں، لکڑی وغیرہ کے بغیر مکان کھڑا نہیں کر سکتے اسی طرح بعض ضروری اشیاء کے بغیر جسم کی تعمیر بھی نہیں ہو سکتی۔ پہلی ضروری چیز تو یہ ہے کہ انسانی جسم کو پروٹین ملنے چاہئیں۔ پروٹین گوشت، مچھلی، انڈوں وغیرہ سے حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ مگر یہ کافی مہنگی غذا ہے۔ لوبیا، گری دار میوؤں۔ کیلوں۔ اور بعض ترکاریوں میں بھی پروٹین ہوتے ہیں اور یہ چیزیں مہنگی بھی نہیں ہیں۔ پروٹین والی غذا سے جسمانی قوتیں پرورش پاتی ہیں۔ اس کے بغیر انسانی جسم ایک ایسے مکان کی مانند ہے جو گھاس پھوس کا بنا ہوا ہو۔ جن لوگوں کی غذا میں پروٹین غائب یا کم ہوتے ہیں وہ بعض اوقات دیکھنے میں موٹے نظر آتے ہیں لیکن اُن میں طاقت نہیں ہوتی۔ اور وہ جلد بیماریوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ جن لوگوں کی صحت اچھی نہ ہو اُن کو پروٹین کا زیادہ سے زیادہ استعمال کرنا چاہیئے۔ تندرست لوگوں کو بھی پروٹین کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان کے بغیر تندرستی اور طاقت برقرار نہیں رکھی جا سکتی۔“

دیہاتی عورت نے نرس کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ میں اس بات کی پوری کوشش کروں گی کہ میرے خاندان میں ہر کسی کو مختلف قسم کی زیادہ غذا ملے۔

روحانی ریڈیو



ناشر مجذوب حیدر آبادی

یہ عنوان حضرت مجذوب حیدر آبادی کی ملکیت ہے اسکے روحانی مکاشفات کے متعلق ہم کوئی رائے ظاہر کرنے کی جرارت نہیں کرسکتے ناظرین جانے یا وہ خود روحانی نشریات میں نام مقامات اور واقعات فرضی ہوا کرتے ہیں۔ اگر اتفاقاً مطابقت ہو جائے تو کسی اسم خاص کا قیاس نہ کیا جائے۔ (ایڈیٹر)

ایکنہراد نوری میٹر پر ہم روحانی نشرگاہ سے بول رہے ہیں ابھی آپ ہمارے روحانی قوال سے غالب کی غزل سن رہے تھے جس کا ایک شعر تھا ؎

رگ و پے میں جب اترے زہر غم تب دیکھئے کیا ہو
ابھی تو تلخیٔ کام و دہن کی آزمائش ہے

اب مشہور ماہر تعلیم ڈاکٹر ودیا ساگر اے۔ بی سی۔ ڈی۔ ایکس۔ وائی۔ زیڈ "دور امتحانات" کے عنوان پر ایک توسیعی لکچر دیں گے — ڈاکٹر ودیا ساگر:—

لیڈیز اینڈ جنٹلمن!

آجکل ہمارے مدرسوں، کالجوں اور یونیورسٹی میں امتحانات کا جو طریقہ رائج ہے اور جن نوعیت کے سوالات دیئے جاتے ہیں اس سے مجھے بنیادی اختلاف ہے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ سابق میں جب عہدہ داران کروڑ گیری و آبکاری کے امتحانات ہوا کرتے تھے تو ان امتحانات میں زیادہ تر مقررین اور نظمار کے مڈل کامیاب صاحبزادے، نوابوں، جاگیرداروں اور والیان سمستان کے میٹرک فیل بی۔ اے کامیاب لڑکے شریک ہوا کرتے تھے —— امتحان ہال میں امتحانی پرچوں کے ساتھ ساتھ، اگر گرمی کا موسم ہو تو برف کا پانی اور شربت اور سردیاں ہوں تو کافی یا چائے بھی تقسیم ہوا کرتی تھی۔ تاکہ امیدوار تازہ دم ہو کر سوالات حل کرسکیں۔ امتحان ہال میں امتحانات کے نگران مہتممان کروڑ گیری اور مہتممان آبکاری ہوا کرتے تھے۔ جداگانہ مقررہ تنخواہ کے علاوہ امتحانات کی نگرانی کرنے کا الاؤنس اور بھتہ لیا کرتے تھے۔ امتحان ہال میں پرچے تقسیم ہو جانے کے بعد ہال کے دونوں جانب ایک ایک چپراسی کو کھڑا کر دیا جاتا تھا تاکہ کوئی غیر متعلقہ شخص امتحان ہال میں داخل ہونے نہ پائے۔ اس انتظام خصوصی کے بعد نگران امتحانات امیدواروں کو سوالات کے جوابات ڈکٹیٹ کرایا کرتے تھے۔

پہلے سوال کا جواب لکھئے:۔

بموجب قانون کروڑ گیری نشان ۵ ۱۳۲۲ف

سیونگ مشین پر برآمد محصول نہیں لیا جائے گا۔ چونکہ سیونگ مشین ہمارے وطن میں نہیں تیار ہوتی۔ اس لئے یہی سمجھا جائیگا کہ اس پر درآمد محصول لیا جاچکا ہے۔ اس لئے ایک مرتبہ درآمد محصول لینے کے بعد برآمد محصول لینا خلاف قانون ہے۔

نواب صاحب معاف فرمایئے آپ املا غلط لکھ رہے ہیں یا ہو سکتا ہے کہ میرے ڈکٹیٹ کرانے میں کوئی خامی ہے محصول کا لفظ حائے حطی سے لکھئے۔ ہائے ہوز سے غلط ہے دو لیکن منشی صاحب یہ حائے حطی اور ہائے ہوز کیا بلا ہے

بہتر تو یہ ہے کہ جوابات خود آپ لکھ کر مجھ سے دستخط لے لیجئے۔

دوسرے سوال کا جواب لکھئے :۔

" شراب کی کشید تحت قانون آبکاری جرم ہے لیکن جن معززین کو خانگی طور پر بھٹی لگانے کی اجازت دی گئی ہے وہ اگر شراب کشید کریں تو جرم نہیں ہے "

معاف کیجئے راجہ صاحب!

آپ نے طور کو "ت" سے لکھا ہے "ٹوٹے" سے لکھئے! اور آپ ایک ایک سوال کا جواب لکھنے کے لئے اتنی دیر لگائیں گے تو یہ (۲) گھنٹے کا پرچہ دو دن میں ختم ہوگا ذرا تیز لکھئے۔

یہ ہوتا تھا اس زمانہ کا طریقہ امتحان۔ اور جب نتیجہ نکلتا تو تمام امیدوار درجہ اعلیٰ کامیاب ہوجایا کرتے تھے۔ فیل ہونے یا درجہ سوم و دوم کامیاب ہونے کا کوئی سوال ہی نہ تھا۔۔۔

لیکن اس زمانے میں ممتحن صاحبان اور نگران امتحانات سوالات کے جوابات ڈکٹیٹ نہیں کراتے۔ یہ اور بات ہے کہ امیدوار خود نہایت ہوشیاری سے کام لیکر پرچہ تقسیم ہونے سے قبل "آؤٹ" کرلیا کرتے ہیں۔ اور امتحان ہال میں کاپی کرنا تو ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔۔ اس کے علاوہ دروغ برگردن راوی۔ دس روپے فی نمبر کے حساب سے نمبرات بھی بڑھوائے جاسکتے ہیں۔ مثلاً کسی امیدوار نے انگریزی میں ۲۸ نشانات حاصل کئے۔ کامیابی کیلئے ۳۳ نمبرات ہونا ضروری ہے۔ اس لئے وہ پچاس روپیہ کا نذرانہ پیش کرکے مزید (۵) نمبر حاصل کرسکتا ہے۔

اس خصوص میں بحیثیت ماہر تعلیم وزارت تعلیم کو بلا فیس لیکن قیمتی مشورہ ہے کہ جس طرح سابق میں عہدہ داران کے بچوں کو سوالات کے جوابات لکھوائے جاتے تھے۔ اسی طرح ہمارے کالجوں اور یونیورسٹی میں سوالات کے جوابات ڈکٹیٹ کرانے کا طریقہ رائج کیا جائے۔ اور اگر ہمارے "ذہین طلباء" کو ڈکٹیشن لینے میں املا وغیرہ کی کوئی دشواری ہو تو وہ اپنے اپنے صرفہ پر کرایہ کے اسٹونا گرافر اپنے ساتھ لایا کریں۔ تاکہ وہ ڈکٹیشن لینے کی زحمت سے بچ جائیں بھی بچ سکیں اگر یہ انتظام کر دیا گیا تو میرا دعویٰ ہے کہ ہمارے کالجوں اور یونیورسٹی میں کامیابی کا اوسط بڑھ جائے گا۔ اور ساتھ ہی ہمارے ملک میں اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد کی تعداد بڑھ جائیگی مجھے نہ صرف امید بلکہ یقین ہے کہ ہمارے روشن دماغ وزیر تعلیم میرے اس مشورہ کو شکریہ کے ساتھ قبول فرمائینگے

امتحان کے طریقہ کے علاوہ ہمارے ملک میں امتحانی سوالات جو مرتب کئے جاتے ہیں وہ غیر معیاری یا صحیح الفاظ میں "غیر واقعاتی" ہوا کرتے ہیں۔ مثلاً ریاضی کے پرچے میں یہ سوال کیا جاتا ہے :۔

ایک نل ایک حوض کو دو گھنٹہ میں بھرتا ہے اور دوسرا ۴۵ منٹ میں۔ اگر دونوں نل ایک ساتھ کھول دیئے جائیں تو وہ حوض کتنی دیر میں بھر جائے گا ؟

ظاہر ہے کہ ہمارے طلباء کو جو آئندہ منسٹر، ناظم انجینیر اور معتمد وغیرہ بننے والے ہیں نل اور حوض سے کیا دلچسپی ہوسکتی ہے۔ اس لئے یہ سوال واقعاتی انداز میں سطح ہونا چاہئے

ایک انجینیر رشوت کی کمائی سے ایک سال میں ایک بنگلہ بنا سکتا ہے اور ایک موٹر خرید سکتا ہے اور ایک اسسٹنٹ انجینیر دو سال میں ایک بنگلہ اور ایک موٹر لے سکتا ہے۔ اگر ان دونوں کو ایک ساتھ کام کرنے کا موقع

دیا جائے تو تین سال میں یہ دونوں کتنے بنگلے اور کتنی موٹریں خرید سکیں گے؟

یا اس نوع کا سوال دیا جائے:-

ایک ڈولپمنٹ آفیسر ایک لاکھ روپے کے سرکاری کام پر بیس ہزار روپے پیدا کرلیتا ہے - اگر اس آفیسر کے ذریعہ پنجسالہ منصوبہ بندی کے تحت پانچ کروڑ کا کام کرایا جائے تو بتاؤ کہ یہ آفیسر کتنا "منافع" حاصل کرسکے گا؟ -

یا یہ سوال:-

ایک عوامی وزیر نے پانچسالہ دور وزارت میں چار بنگلے، دس کھیت اور تین موٹریں خریدیں - اگر انکو مزید پانچسال تک وزارت کا موقع دیا جائے تو بتاؤ وہ کتنے بنگلوں، کھیتوں اور موٹروں کے مالک بن سکیں گے؟

مجھے امید ہے کہ ہمارے روشن خیال وزیر تعلیم میرے زرین مشورے کے بموجب آئندہ سے اسی نوع کے سوالات کو رائج کرنے کے احکام جاری فرمائیں گے -

ایکنار نوری میٹر پر ہم رو حانی نشر گاہ سے بول رہے ہیں - ابھی آپ ڈاکٹر ودیا ساگر کا لکچر سن رہے تھے - اب ہمارے نشریات کا وقت ختم ہوچکا ہے ہمیں آئندہ ہفتہ تک کیلئے اجازت دیجئے -

جے ہند

ملکہ الزبتھ اسکاوٹ پریڈ کا معائنہ کریں گی ہندوستانی اسکاوٹ ماسٹر بھی شامل ہوگا

ملکہ الزبتھ دوم ۲۳ اپریل کو ونڈسر محل میں اسکاؤٹوں کی ایک پریڈ کا معائنہ کریں گی جس میں کامن ویلتھ ملکوں کے سینئر اسکاؤٹوں کو بھی شامل ہونے کی دعوت دی گئی ہے - پٹیالہ کے مسٹر پریتم سنگھ بھی اس پریڈ میں حصہ لے رہے ہیں - وہ آجکل برطانیہ میں زیر تعلیم ہیں - چیف اسکاؤٹ سر چارلس میکلین اسکاؤٹوں سے خطاب کریں گے - ہندوستانی اسکاؤٹ ماسٹر مسٹر پریتم سنگھ کے علاوہ کینیا، مغربی افریقہ، ٹانگانیکا، روڈیشیا (شمالی وجنوبی) پاکستان اور ملایا کے نمائندے اس پریڈ میں شرکت کر رہے ہیں -

برطانوی ماہر کی ہندوستان میں آمد

معلوم ہوا ہے کہ برطانوی ماہر مسٹر سی - اے - جے پلمر ہندوستانی کارخانہ داروں کو ایندھن کی بچت کے طور طریقوں کے بارے میں صلاح مشورہ دیں گے - موصوف ابھی ابھی دہلی پہونچے ہیں - کچھ دنوں کے بعد وہ کلکتہ تشریف لے جائیں گے - اور وہاں دو ماہ تک کوئلہ کنٹرولر سے متعلقہ حکام کے ساتھ کام کریں گے - ہندوستان میں کوئلہ کی پیداوار کو بڑھانے کی کوششیں ہو رہی ہیں - لیکن صنعتوں کے پھیلاؤ کی وجہ سے کوئلہ کی کھپت میں کفایت سے کام لینے کی سخت ضرورت ہے حکومت ہند نے گذشتہ سال حکومت برطانیہ سے درخواست کی تھی کہ اسے ایک ایسے ماہر کی خدمات مستعار دی جائیں جو اسے ایندھن کی بچت کرنے میں مدد دے سکے - چنانچہ حکومت برطانیہ نے کولمبو منصوبہ کے تحت مسٹر پلمر کو یہ کام سونپا ہے وہ ہندوستان میں

صمصام شیرازی کا ایک شعر

از بوالکمال نیشاپوری

اے وطن کی سرزمیں تیرے در و دیوار پر
نقش ہے نصفت شعاری شاہِ حق آگاہ کی

یہ شعر شیرازؔ کی کسی گزشتہ اشاعت میں میری نظر سے گزرا چونکہ شعر چونکا دینے والا تھا اس لئے حافظے کا نقشِ دوام بن گیا۔ اس شعر کے پڑھتے ہی مجھے ایسا محسوس ہوا کہ یہ تو میرے اپنے دل کی بات ہے۔ اور حقیقت میں ایک اچھے شعر کی خوبی یہی ہے کہ وہ پڑھنے والے کی دل کی بات معلوم ہونے لگے۔ جیسا کہ غالبؔ نے واضح کیا ہے ؎

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

غزل کی ایک خصوصیت ایجاز اور اختصار ہے۔ یہ ایجاز درحقیقت فن شاعری کے فن کا اعجاز ہوا کرتا ہے۔ ایک کامیاب شاعر غزل کے ایک شعر میں وہ کمال دکھاتا ہے جیسے دریا کو کوزہ میں بند کرنا کہتے ہیں۔ غزل کا ہر شعر ایک علاحدہ وحدت رکھتا ہے اور بجائے خود ایک مکمل تصویر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ غزل کا شعر غیر شعوری طور پر حافظے پر نقش ہو جاتا ہے۔ علمائے ادب اس بات پر متفق ہیں کہ اردو اور فارسی غزل کا جواب دنیا کی کسی زبان میں بھی نہیں۔ جو بات دوسرے اصناف سخن میں دس بارہ شعر میں مشکل بیان ہو سکتی ہے۔ وہ غزل کے ایک شعر میں بیان کر دی جاتی ہے۔ آقای صمصام شیرازی کا مذکورہ بالا شعر بھی ایجاز، اختصار، رمزیت اور اشاریت کی وجہ سے سحر حلال اور اعجاز کا درجہ رکھتا ہے ؎

اے وطن کی سرزمیں تیرے در و دیوار پر
نقش ہے نصفت شعاری شاہِ حق آگاہ کی

"آنچہ از دل خیزد بر دل ریزد" چونکہ یہ شعر دل سے نکلا ہے۔ اس لئے فوراً دل پر اثر کرتا ہے۔ شاعر نے دو مصرعوں میں اعلیٰحضرت حضور نظام کی عدل گستری، معارف پروری، رعایا نوازی، خلق، ایثار اور فیض رسانی کی تاریخ بیان کر دی ہے جس بات کو طویل عبارت میں بیان کرنے کے بعد بھی تشنگی رہ جاتی ہے۔ آقای صمصام شیرازی اسی بات کو کمال جامعیت اور اختصار کے ساتھ دو مصرعوں میں ادا کر دیا ہے۔ شاعر ابنائے وطن سے نہیں بلکہ وطن کی سرزمین کے در و دیوار کو مخاطب کرتا ہے۔ کیونکہ بقول عرفی شیرازی، در و دیوار ہی سے صنادید عجم کے آثار ملتے ہیں ؎

از نقش و نگارِ در و دیوارِ شکستہ
آثار پدید است صنادید عجم را

اے وطن کی سرزمیں تیرے در و دیوار پر
شاہ عدل گستر کی نصفت شعاری کا نقش ہے۔ یعنی در و دیوار خود زبان حال سے شاہِ حق آگاہ کے عدل و داد کی گواہی دے رہے ہیں۔

ہر مندر اور ہر مسجد کی دیواریں پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ شاہِ حق آگاہ کو ہندو اور مسلمان دونوں عزیز تھے۔ ہندو والیان سمستان کی بڑی بڑی دیوڑھیاں اور مسلمان جاگیرداروں کی عالیشان حویلیاں پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ شاہِ حق آگاہ کے دور میں ہندو اور مسلمان دونوں خوشحال تھے۔ ہائیکورٹ کی وسیع الشان عمارت کہہ رہی ہے کہ اس دور میں شیر اور بکری ایک ہی گھاٹ پانی پیا کرتے تھے۔ غرض کہاں تک تشریح کی جائے۔ حق یہ ہے کہ آقای صمصام شیرازی نے دو مصرعوں میں معانی و مطالب کی ایک دنیا سمو دی ہے ؎

بند در کوزۂ دل شورشِ دریا کردی

اِسرارِ کائنات

از جناب ڈاکٹر اختر احمد صاحب
ایم - بی - بی - ایس (عثمانیہ)

حالاتِ حاضرہ

عصر حاضر کی سائنٹیفک تحقیقات نے مادی ترقی کے ایسے دور کا آغاز کر دیا ہے کہ انسانی پیش قدمی کے سامنے فضاؤں کی تصوراتی حدیں بھی سرکتی جارہی ہیں - اس میں شک نہیں کہ انسان ہر شعبۂ حیات میں اس تیز رفتاری سے آگے بڑھتا جارہا ہے کہ جس کی مثال تاریخ میں کہیں نہیں ملی - لیکن جب اس کو امن وسکون کے میدان میں تلاش کیا جاتا ہے تو وہ اپنی قدیم منزل پر ہی پڑا ہوا نظر آتا ہے - انسان آج بھی تعمیری وسائل کو تخریب کا آلۂ کار بنانے میں مصروف ہے - بعض اقوام نے ایسے خطرناک جوہری بم تیار کئے ہیں کہ اگر بین الاقوامی کشیدگی زیادہ بڑھ جائے اور کوئی ذمہ دار ہستی ان ہتھیاروں کو آبادیوں کی تباہی کے لئے استعمال کر بیٹھے تو آنِ واحد میں سارا کرۂ ارض آگ کے شعلوں میں لپٹ جائے گا اور ایسی تباہی آئے گی کہ کوئی عبرت حاصل کرنے کے لئے بھی باقی نہ رہیگا ایسے نازک وقت تمام عالم کے متفکرین کا فرض ہے کہ وہ زندگی کی صحیح قدروں کو معلوم کرنے کی کوشش کریں اور جو نتائج برآمد ہوں ان کو دنیا کے سامنے پیش کریں - تاکہ ذہن انسانی میں صحت مند رجحانات پیدا ہوں اور کارکردگی کا معیار اونچا ہوسکے - اگر ہم سوسائٹی کی تعمیر موجودہ بنیادوں پر ہی کرتے جائیں تو اس کی مثال ایک ایسے مینار کی سی ہوگی کہ جس کو الٹی شکل کا بنایا جارہا ہو - یعنے چوٹی نیچے اور کشادہ حصہ اوپر کی جانب ہو - جتنا اس کو بلند کیا جائے گا اتنے ہی زیادہ امکانات اس کے زمین پر آرہنے کے بڑھتے جائینگے

ترقی اور افلاس ایک معمہ

حالات کا جائزہ لینے پر ایک متفکر حیران رہجاتا ہے کہ باوجودیکہ آج نئی نئی ایجادیں ہوتی جارہی ہیں - لاتعداد مشینیں تیار کی جارہی ہیں - عملی قوت کے زبردست ذرائع حاصل ہوتے جارہے ہیں - اور اس ساری ترقی کے نتیجہ میں انسانوں کی محنت ہزاروں گنا زیادہ موثر ہوگئی ہے - لیکن پھر بھی عوام پہلے سے کچھ زیادہ ہی پریشان ہیں - مادی ترقی کے ساتھ افلاس کا وجود ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس سے آج سب ہی واقف ہیں - لیکن کوئی ٹھنڈے دل سے غور کرے تو اس کو ایک معمہ ہی سمجھے گا - اس معمہ کے حل کرنے میں مختلف مکاتب خیال کے حامل گروہ یعنی سیاسی جماعتیں عرصہ سے کوشاں ہیں لیکن بجائے اصلاح کے حالات اور بھی خراب ہوتے جارہے ہیں اور دنیا کو نئی نئی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے -

نظامِ کائنات

ان حقائق کی روشنی میں اس امر کا یقین ہو جاتا ہے کہ ہماری سوسائٹی کے اصولوں میں بنیادی طور سے خرابی ضرور ہے ورنہ نتائج اس طرح مسلسل خراب ہوتے جاتے - ایسی صورت میں عقل سلیم یہی رہبری کرتی ہے کہ قبل اس کے کہ مزید تجربے کئے جائیں - ہمارے لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ یہ معلوم کریں کہ یہ کائنات کیا ہے؟ اس کی تعمیر اور بقا میں کونسی قوت کارفرما ہے؟ انسان کیا ہے؟ اور انسان کی ذمہ داریاں کیا ہیں جب تک ہم ان تمام باتوں کے متعلق صحیح معلومات حاصل نہ کرلیں اس وقت تک سوسائٹی کے لئے صحت مند لائحہ عمل مقرر نہیں کیا جاسکتا - آج ہم اپنے علمی شعور اور مشاہدوں سے یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ موجوداتِ عالم میں ہر شئے اٹل قوانین کے تابع ہے اور تمام قدرتی مظاہروں میں توازن اور تناسب ہمیشہ قائم رہتا ہے اور تمام اشیا میں ہمہ گیر ربط باہم پایا جاتا ہے - انسان نے جس قدر بھی ترقی کی ہے اس کا انحصار قوانین قدرت کا علم حاصل کرتے ہوئے ان سے ہم آہنگی پیدا کرنے ہی پر رہا ہے - یہ صورت حال ہم کو اس بات کا یقین کرنے پر مجبور کر دیتی ہے کہ کائنات کا وجود حادثہ نہیں ہے بلکہ ایک مکمل منصوبہ کا حاصل ہے -

قطعہ

چمن میں کیسے عنادل کا اعتبار کریں || گلوں کو یاد اگر وہ ہزار بار کریں
گلوں پہ رنگ بھی آجائے تو نہیں پروا || ہزار بار اگر وہ بھی یہ سنگار کریں

(آرہ از نذری باغ)

حقیقت کائنات کے تعلق سے اکثر و بیشتر لوگ سخت غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ ایک گروہ تو یہ سمجھتا ہے کہ کائنات حادثہ ہے اور مادوں کے ٹکراؤ سے چیزیں وجود میں آگئی ہیں اور نیچر کے ذریعہ زندگی کے کاروبار چل رہے ہیں۔

حقائق سے گریز

یہ نظریہ اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ لوگ حقائق سے نہ صرف بے خبر ہیں بلکہ صحیح تفہیم سے اس لئے بھی گریز کرتے ہیں کہ ان پر حقیقی ذمہ داریاں عاید نہ ہو جائیں۔ اور آزاد زندگی دشواریوں میں مبتلا نہ ہو جائے۔ حالانکہ یہ سیدھی سی بات ہے کہ علم جہل سے بہتر ہوتا ہے، اور حقیقت شناسی غلط فہمی کے مقابلہ میں مفید ثابت ہوتی ہے۔ کسی آنے والے خطرہ سے آگاہ ہونے کے بعد ہی انسان اپنی حفاظت کے لئے تدابیر کر سکتا ہے ورنہ سیدھی سی بات ہے کہ آنکھیں بند کر لینے سے سامنے کا پہاڑ ٹل نہیں جاتا صرف نظر سے غائب ہو جاتا ہے اور جب بھی ہم آنکھیں کھولیں گے تو وہ اپنی جگہ ہی پر قائم رہے گا۔ اسی طرح اگر ہم زندگی کے حقائق اور اپنی ذمہ داریوں کے متعلق صحیح معلومات حاصل کرنے سے اس لئے گریز کریں کہ ہم پر سخت پابندیاں عائد ہو جائیں گی تو ایسا کرنے سے نہ تو کوئی ذمہ داری کم ہو گی اور نہ ہم نقصان سے بچ سکیں گے آگ ہر حال میں ہمارے ہاتھ کو جلا کر رہے گی۔ چاہے ہم دانستہ اس میں ہاتھ ڈال دیں یا نادانستہ ہمارا ہاتھ آگ میں پڑ جائے۔

حقیقت شناسی

اب اگر ہم حقیقت شناسی کی نیت سے مسائل پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ کسی حادثہ کا اس وقت تک تصور نہیں کیا جا سکتا جب تک مقام حادثہ پر ایک سے زیادہ مادوں کا وجود قبل از قبل تسلیم نہ کیا جائے۔ اور جب ہم مادوں کے وجود کو قبل حادثہ مان لیتے ہیں تو کسی خالقی قوت کے وجود کو قبل تخلیق ماننا ہی پڑے گا۔ اگر مسئلہ کو اور صاف طریقہ سے پیش کیا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ حادثہ کوئی مادی شئے نہیں ہے۔ بلکہ مادوں کو غیر متوقع ٹکراؤ سے جو نتائج برآمد ہوتے ہیں اس کیفیت کا نام ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ کسی واقعہ یا سانحہ کے اسباب و علل سے ناواقفیت کی بنا پر انسان اس کو حادثہ کہہ دیتا ہے۔ ورنہ یہ علم ہو جانے کے بعد کہ ہر شئے قوانین قدرت کی پابند ہے اور جتنے قدرتی مظاہرے ہوتے ہیں ان میں تو ازن تناسب اور ربط باہم کے اصولوں کا موجود ہونا لازمی ہے۔ اس امر کی مضبوط دلیل ہے کہ کائنات میں حادثہ کا وقوع پذیر ہونا قطعی خلافِ عقل اور ناممکن ہے۔

حادثہ کیا ہے؟

مثال کے طور پر کسی مکان کی ایسی چھت یکایک گر جائے کہ جس کو ہم بہت پائیدار سمجھتے ہوں تو اس کو ہم اپنی زبان میں حادثہ سے ضرور تعبیر کریں گے۔ لیکن در اصل اس شئے کے گرنے کے جو قدرتی اسباب و علل مہیا ہوتے رہے ان سے ہم بے خبر تھے۔ اگر اس چھت کی بوسیدگی اور شگاف ہمارے سامنے موجود رہتے اور ہم ان کو واضح طریقہ سے دیکھنے کے موقف میں ہوتے تو اسکے گر جانے کو حادثہ کبھی نہ کہتے بلکہ یہ کہتے کہ چھت کمزور ہو گئی تھی اور اس کو اصولاً گرنا ہی چاہیے تھا۔ یہی وہ مقام ہے کہ جہاں آدمی کو اپنے علم سے زیادہ جہل کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے ہر سمجھدار انسان کو چاہئے کہ جن چیزوں سے کما حقہ واقفیت نہیں ہے۔ ان کے متعلق اس وقت تک تحقیق جاری رکھے کہ جب تک صحیح معلومات حاصل نہ ہو جائیں۔

نیچر کسے کہتے ہیں؟

حادثہ کے مسئلہ پر بحث ختم کرنے کے بعد اب ہم نیچر پر غور کرنے کی کوشش کریں گے۔ پڑھے لکھے نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد بعض غلط نظریات کو بغیر فکر کے اپنا رہی ہے۔ ان لوگوں کا کہنا ہے کہ جبکہ نیچر کی مدد سے ہر چیز انسان کو حاصل ہو جاتی ہے تو پھر کسی خالقی قوت کا تصور کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

اس کو یوں سمجھنا چاہیے کہ جب ہم نیچر کہتے ہیں تو ہم ایسے قدرتی طریقۂ کار کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ جس کو مستقل طور پر ہمیشہ دیکھتے رہتے ہیں۔ (باقی آئندہ)

قطعہ

اظہارِ حق میں زر کو بھی جس نے لٹا دیا ‖ بابِ نجف پہ دیکھ لے تو سر جھکا دیا
پروانہ کی صفت یہی کہتا ہے قولِ صدق ‖ شمعِ حیات کو بھی تو جس نے بجھا دیا

(آمدہ از نذری باغ)

شخصیات!

سر ملٹن مرگائی۔ وزیر اعظم سیرالیون

سر ملٹن مرگائی سیرالیون کے وزیر اعظم اور پیپلز پارٹی کے لیڈر ہیں۔ اُن کی عمر اس وقت ۶۵ سال ہے اور اس لحاظ سے وہ سیرالیون کے دیگر سیاست دانوں سے بڑے ہیں۔ اس ملک میں بزرگی کا ہمیشہ احترام کیا جاتا ہے۔ سیرالیون کے عقبی علاقے میں قبائلی سرداروں کو کافی اثر و رسوخ حاصل ہے اور وہ سر ملٹن کی بہت عزت کرتے ہیں۔ شہروں کے نوجوان بھی جانتے ہیں کہ یہ بزرگ بہت تجربہ کار اور ہوشیار ہیں۔

سر ملٹن نے اپنی ابتدائی تعلیم فری ٹاؤن میں حاصل کی تھی۔ اس کے بعد وہ فورا بے کالج (سیرالیون کا۔ اب یونیورسٹی کالج ہے) میں داخل ہو گئے تھے۔ میڈیکل تعلیم انہوں نے انگلستان میں حاصل کی۔ سرکاری ملازمت کرنے سے قبل وہ پرائیویٹ پریکٹس کرتے تھے۔ سنہ ۱۹۵۰ء میں جب وہ سرکاری ملازمت سے سبکدوش ہوئے تو وہ سینئر میڈیکل افسر تھے۔

سر ملٹن سیرالیون کے زیر حفاظت علاقے کے رہنے والے ہیں۔ اُن کے والد تاجر تھے۔ اور دادا جنگجو سردار۔ چونکہ وہ زیر حفاظت علاقے کے پہلے ڈاکٹر ہیں۔ اس لئے اُن کو وہاں بہت زیادہ قدر و منزلت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔

سیرالیون کا زیر حفاظت علاقہ ۱۸۹۶ء میں نوآبادی کے ساتھ ملایا گیا تھا۔ نوآبادی برطانیہ نے ۱۸۰۸ء میں قائم کی تھی۔ سر ملٹن نوآبادی اور زیر حفاظت علاقے کے سیاسی اتحاد کے بہت متمنی تھے اور انہوں نے پیپلز پارٹی اسی سیاسی مقصد سے قائم کی تھی۔ اب یہ مقصد پورا ہو چکا ہے۔

سر ملٹن ڈاکٹر ہیں۔ اور ڈاکٹر کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ ہر کام بڑی احتیاط سے کرتا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ سر ملٹن سیاسیات میں تدریجی پسند واقع ہوئے ہیں۔ چنانچہ جب انہوں نے برطانیہ کے نوآبادیاتی دفتر کو بتایا کہ آزادی کی گھڑی آ گئی ہے تو وہ انکار نہ کر سکا۔

لندن میں ہندوستانی فلموں کی نمائش

معلوم ہوا ہے کہ آئندہ ہفتوں میں کامن ویلتھ انسٹی ٹیوٹ لندن میں ہندوستانی طرز زندگی سے متعلق فلمیں دکھائی جائیں گی۔ امید ہے کہ طلباء کی ایک بہت بڑی تعداد ان فلموں کو دیکھے گی۔ قریب مستقبل میں دو ہندوستانی فلمیں پیش کی جائیں گی۔ ایک کا نام ہے "کھورا ہیو" اور دوسرا "کیرالا"۔ کامن ویلتھ انسٹی ٹیوٹ کے پروگرام میں ہندوستانی فلموں کے علاوہ آسٹریلیا، روڈیشیا و نیاسا لینڈ، ٹانگانیکا، گھانا، کینیڈا، نیوزی لینڈ، ملایا، پاکستان، ماریشس اور جزائر کک (نیوزی لینڈ) کی فلمیں شامل ہوں گی۔ کامن ویلتھ سے دلچسپی رکھنے والے طلباء ایسی فلموں کو بڑے شوق سے دیکھتے ہیں۔ انسٹی ٹیوٹ کامن ویلتھ طلباء کے کلب کا ہیڈ کوارٹر بھی ہے۔ یہ کلب کھیلوں، فلموں، رقص، بحث مباحثوں، لیکچروں وغیرہ کے پروگرام پیش کرتا رہتا ہے۔

ہندوستانی کیمیکل انجینیر کی برطانیہ میں تربیت

معلوم ہوا ہے کہ نیشنل کیمیکل لیبارٹری پونا کے سائنسی افسر مسٹر ایم۔ ڈی۔ سگھے نے برمنگھم یونیورسٹی میں کیمیکل انجینیرنگ کا ڈپلوما کورس مکمل کر لیا ہے اور اب انہوں نے اسی مضمون میں ایم۔ ایس۔ سی ڈگری حاصل کرنے کی تعلیم و تربیت شروع کر دی ہے۔ مسٹر سگھے برمنگھم یونیورسٹی کے شعبۂ کیمیکل انجینیرنگ کے سربراہ پروفیسر ڈیویز کی نگرانی میں کام کرتے رہے ہیں۔ اُن کی اس تعلیم کا انتظام کولمبو منصوبہ کی فنی تعاون کی اسکیم کے تحت کیا گیا ہے۔

برطانیہ کی خبریں

اسکاوٹ تحریک کی تاریخ

معلوم ہوا ہے کہ اسکاوٹ تحریک کی پہلی مستند تاریخ ۲۴ر اپریل کو برطانیہ میں شائع ہوگی۔ یہ کتاب تین اشخاص کی مشترکہ کوششوں کا نتیجہ ہے جو طویل عرصہ سے اس تحریک سے وابستہ رہے ہیں۔ پچاس سال سے زیادہ عرصہ ہوا ہے اسکاوٹ تحریک برطانیہ میں شروع ہوئی تھی۔ اور اب وہ دنیا کے تقریباً ہر ملک میں پھیل چکی ہے۔ اس کے ممبران کی تعداد تک ہونگ ۸،۵۰۰،۰۰۰ ہے۔

ہندوستانی پروفیسر کا برطانیہ میں مطالعہ

لندن سے آمدہ ایک اطلاع مظہر ہے کہ الہ آباد یونیورسٹی کے اسسٹنٹ پروفیسر ڈاکٹر ایل۔ گوپال اسکول آف اورینٹل اینڈ افریقن اسٹڈیز میں پروفیسر اے۔ ایل بیشم کی رہنمائی میں ہندوستان کی قدیم تاریخ کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ موصوف نے ماہ ستمبر میں اپنا یہ مطالعہ شروع کیا تھا۔ اُن کو برٹش کونسل نے وظیفہ دیا ہے۔ پروفیسر بیشم تاریخ ہندوستان کے ماہر مانے جاتے ہیں۔ ڈاکٹر ایل گوپال کی اہلیہ محترمہ مسز کرشنا کانتی بھی اسی اسکول میں پی۔ ایچ۔ ڈی کر رہی ہیں۔ وہ وسنت کنیا ڈگری کالج کے شعبۂ تاریخ کی سربراہ ہیں۔

نیویارک کی نمائش میں برطانوی موٹرکاروں کی کامیابی

برطانیہ میں کاریں بنانے والوں کی انجمن نے بتایا ہے کہ نیویارک کی بین الاقوامی موٹر نمائش میں برطانوی کاروں کو ہر کسی نے پسند کیا ہے اور کہ برطانوی کاروں کے لئے ۴۸،۰۰۰،۰۰۰ ڈالر (۱۷،۰۰۰،۰۰۰ پونڈ) کی مالیت کے آرڈر مل گئے ہیں۔

سیرالیون کا جشن آزادی

برطانوی وزرا شرکت کریں گے!

سیرالیون ۲۷ر اپریل کو آزادی حاصل کرے گا معلوم ہوا ہے کہ جشن آزادی میں شرکت کرنیوالے برطانوی وفد کی قیادت کے فرائض وزیر تعلقات دولت مشترکہ مسٹر ڈنکن سینڈس انجام دیں گے وزیر مملکت برائے نوآبادیاتی امور لارڈ پرتھ اور نامزد برطانوی ہائی کمشنر برائے سیرالیون مسٹر جے۔ بی۔ جونسٹن بھی وفد میں شامل ہوں گے۔ توقع ہے کہ برطانوی نمائندے ۲۴ر اپریل کو فری ٹاؤن (سیرالیون کی راجدھانی) کے لئے روانہ ہونگے۔

پڑھنے والی مشین

حال ہی میں واشنگٹن میں ایک ایسی مشین کا مظاہرہ کیا گیا ہے جو چھپے ہوئے صفحے پڑھتی اور انہیں زبانی یاد کرلیتی ہے۔ یہ مشین جو پہلی خود بخود پڑھنے والی مشین ہے جلد ہی بڑے بڑے دفتروں اور کاروباری اداروں میں استعمال کی جائے گی۔

حال ہی میں امریکہ میں ایک صندوق جیسی بڑی برقیاتی مشین نے ایک انسانی کارنامہ انجام دیا۔ اس نے ایک چھپا ہوا صفحہ پڑھا اور اسے زبانی یاد کرلیا۔ اس مشین کا مظاہرہ واشنگٹن میں سرکاری افسروں اور صنعت کاروں سے روبرو کیا گیا جو ایک کمرے میں کھچا کھچ جمع ہوتے تھے۔ جس سائنسدان نے یہ مشین تیار کی ہے اس نے اسے دنیا کی پہلی خود بخود پڑھنے والی مشین کا نام دیا ہے جو تجارتی پیمانے پر دستیاب ہوگی۔ مختصر طور پر مشین جو کچھ کرتی ہے وہ یہ ہے :- وہ انسانی زبان کا ۲۴۰ حروف فی سیکنڈ کی رفتار سے مشینی زبان میں ترجمہ کرتی ہے۔ یعنی وہ نہایت تیز رفتار کمپیوٹروں اور دوسری مشینوں میں بھرنے کے لئے معلومات تیار کرتی ہے۔ پڑھنے والی مشین جلد ہی متعدد بیمہ کمپنیوں۔ بینکوں، پبلشنگ اداروں، برقی اور پیٹرول کمپنیوں۔ اور امریکی ہوائی فوج کے مالیاتی مرکز میں کام شروع کردے گی۔ یہ تمام ادارے ہزاروں لاکھوں کاہکوں اور عملے کے لئے بہت بھاری مقدار میں بلوں اور چیکوں کو نمٹاتے ہیں اب تک یہ تمام کام انسانی ہاتھ کرتے آئے ہیں لیکن اب یہ کام مشینیں انجام دیں گی۔ پڑھنے والی مشین زیادہ تیز رفتاری اور صحت کے ساتھ کوائف کو حل کرنے کا کام کرسکتی ہے۔ پہلی ایسی پڑھنے والی مشین دس برس پہلے نیڈم ہائٹس (ورجینیا) کی فارنگٹن مینوفیکچرنگ کمپنی کے نائب صدر ڈیوڈ ایچ شیپرڈ نے ایجاد کی تھی۔ یہ وہی کمپنی ہے جس نے نئی مشین تیار کی ہے۔ پرانی مشینیں جن میں سے کچھ گذشتہ پانچ برسوں سے استعمال میں آرہی ہیں۔ کسی ایک صفحے کی صرف ایک ٹائپ شدہ سطر۔ عموماً اعداد۔ پڑھ سکتی ہیں۔ لیکن نئی مشین پورے صفحوں کو ان کی ایک ایک سطر کو جن میں حروف اور اعداد دونوں شامل ہیں پڑھ سکتی ہے۔ مظاہرے کے وقت مشین کی واحد "چمکدار آنکھ" کام کرتی ہوئی دیکھی گئی۔ اس نے ایک ٹائپ شدہ صفحے پر روشنی کی ایک چمکدار شعاع ڈالی اس شعاع نے تیزی سے ٹائپ کی ہر سطر پر گھومتے ہوئے ہر حرف، عدد اور اعراب کو شناخت کرلیا۔ اور انہیں فوراً برقیاتی لہروں میں منتقل کردیا۔ مشین کے دوسرے کنارے پر

ـسی سی" کے شور کے ساتھ ایک فیتہ ایک ـھوٹے سے سوراخ میں سے نکلا جس پر سوراخ چھیدے ہوئے تھے ۔ یہ چھید دار فیتہ پڑھنے والے کے حافظے کی نمائندگی کرتا تھا۔ اس نے بعد اسے ایک خودکار ٹائپ رائٹر میں ڈال دیا گیا جس نے اصلی صفحے کی ہو بہو نقل تیار کر دی ۔ ایسے کاغذ کے فیتے معلومات تیار کرنے والے برقیاتی کمپیوٹروں میں ڈالے جاتے ہیں۔ جو نہایت تیز رفتاری سے ان کا تجزیہ کرتے ہیں۔ اہم بات یہ ہے کہ پڑھنے والی مشین ان اطلاعات کو ایک کسی زبان میں منتقل کرنے میں انسان کی جگہ لیتی ہے جیسے کمپیوٹر سمجھ سکتی ہے ۔

اس مشین میں ایک خامی یہ ہے کہ یہ سر دست ایک ہی قسم کا ٹائپ پڑھ سکتی ہے اسے تیار کرنے والوں کا یقین ہے کہ اس میں ایسی تبدیلی کی جا سکتی ہے جس سے وہ دوسری قسموں کے ٹائپ بھی پڑھ سکے۔ اور ایسے ٹائپ بھی پڑھ سکے جو کتابوں میں پائے جاتے ہیں ۔ ـتابوں نے ایک خاص مسئلہ پیدا کر دیا ہے۔ وہ یہ کہ وہ دونوں طرف سے چھپی ہوئی ہیں۔ لیکن فرنگش کمپنی کو یقین ہے کہ یہ مسئلہ حل کیا جا سکتا ہے ۔ ان کا یہ بھی خیال ہے کہ اخیر میں ایسی مشین تیار کی جا سکتی ہے جس سے وہ ہاتھ سے کی ہوئی تبدیلیوں کو بھی پڑھ سکے۔ فرنگش کمپنی کا خیال ہے کہ یہ مشین زیادہ ہمہ گیر ہوگی۔ ایسی مشینیں پہلے ہی تیار کی جا رہی ہیں جو مقناطیسی

فیتے استعمال کرنے پر ایک سیکنڈ میں ۴۰۰ حروف کا مطالعہ کریں گی ۔ یعنی موجودہ مشین ایک سیکنڈ میں جتنے حروف پڑھتی ہے اس سے ۱۰۰ حروف زیادہ۔ یہ مشین پڑھ سکیں گی اور ترجمہ کرنے والی مشینوں کے لئے غیر ملکی زبانوں کی کوڈ حل کریں گی۔

کمپنی کے بیان کے مطابق اس مشین کے امکانی استعمالات میں مواصلاتی نظاموں کے لئے کوڈ حل کرنا۔ اخبارات کے تیز رفتار خودکار ٹائپ سیٹر بنانا۔ سائنسی ادب کے خلاصے تیار کرنا۔ اور اطلاعات کے انڈکس بنانا شامل ہے۔ ایک تجرباتی ماڈل جسے امریکہ کا ڈاک خانے کا محکمہ پہلے ہی آزما چکا ہے ۔ پتے پڑھتا ہے اور برقیاتی طور پر ڈاک چھانٹتا ہے۔ فرنگش کمپنی ایک ٹرانسسٹر والا ماڈل تیار کر رہی ہے جو ۴۰ مختلف منزلوں کے لئے ایک گھنٹے میں ۱۰ ہزار لفافے کی شرح سے ڈاک چھانٹیگی۔

ٹسکیگی انسٹی ٹیوٹ۔

اپنی قسم کا واحد ادارہ!

امریکہ کی جنوبی ریاست الباما میں نیگرو اکثریت کے کالج ٹسکیگی انسٹی ٹیوٹ کے احاطے میں غیر فرقہ وارانہ گرجے کا جو نقشہ پال روڈلف نے تیار کیا ہے اس کے متعلق رسالہ "آرکیٹکچرل فورم" نے لکھا ہے کہ "یہ نہ صرف امریکہ بلکہ باہر کے کسی بھی کالج کیمپس کے لئے مجوزہ عمارتوں میں سے ایک نہایت ہی اعلیٰ عمارت ہوگی"۔ یہ اپنی قسم کی پہلی کلیسائی عمارت ہوگی جو مسٹر روڈلف کے اپنے ماسٹر پلان کے مطابق تعمیر کی جائے گی۔ پال روڈلف اس وقت ییل یونیورسٹی میں تعمیراتی شعبے کے سربراہ ہیں۔ اور ملک کے ایک نہایت ممتاز ماہر تعمیرات ہیں۔ فرائی اینڈ ویلچ کی تعمیراتی کمپنی نے بھی اس گرجے کا نقشہ تیار کرنے میں ہر مرحلے پر مدد دی ہے لیکن ان سب شرکائے کار کا کہنا ہے کہ اس نقشے کے تصور کا سہرا مسٹر روڈلف کے سر ہے چنانچہ مسٹر فرائی کہتے ہیں کہ "دیانتداری کی بات یہ ہے کہ ہم یہ نقشہ تیار نہیں کر سکتے تھے" اور وہ غالباً راستی پر ہیں کیونکہ اس کا نقشہ اس قدر غیر معمولی ہے کہ صرف ملک گیر اہمیت رکھنے والا ماہر تعمیرات ہی متعلقہ ادارے سے اس کی منظوری حاصل کر سکتا تھا۔ یہ نیا گرجا کالج کے احاطے کے مرکز میں ڈھلوان دار ریج پر تعمیر ہوگا۔ عمارت کا نقشہ تیار کرنے میں اس بات کو خاص طور پر مد نظر رکھا گیا ہے کہ اس میں آواز صاف سنائی دے اور خوب کھلی روشنی پائی جائے۔ وعظ، تقریریں اور سنگیت وغیرہ زیادہ بہتر طور پر سنائی دینے کے لئے اس کی چھت دندانہ دار ہوگی اور عمارت میں تمام متوازی سطحوں سے احتراز کیا جائے گا۔ روشنی کھلے آسمانی روشندانوں سے آئے گی جو چھت کے کناروں میں لگے ہوں گے اور ایسا معلوم ہوگا کہ جیسے یہ چھت تیر رہی ہے۔ اور گویا یہ عمارت سے الگ تعلّق ہے۔ روشنی کا انتظام بہت ہی عمدہ ہوگا جو آنکھوں سے اوجھل ہوتی ہوئی باہر کی دیواروں پر پڑے گی اور رنگدار شیشوں کی کھڑکیوں سے اندر چھن چھن کر آئے گی۔ ٹسکیگی کالج ۱۸۸۱ء میں ایک سابق غلام لیوس ایڈمز اور سابق غلام رکھنے والے ایک شخص جارج ڈبلیو کیمپ بیل نے قائم کیا تھا ان دونوں نے ریاستی اسمبلی میں ایک بل پیش کیا تھا جس کے ذریعہ نیگرو معلموں کے لئے ایک نارمل اسکول کے قیام کے لئے ایک قلیل سی رقم منظور کرائی گئی تھی۔ اب نیگرو معلم (جو پیدائشی غلام تھا) بوکر ٹی۔ واشنگٹن کو یہ سکول شروع کرنے کے لئے چنا گیا۔ جب وہ وہاں پہنچا تو اس نے دیکھا کہ وہاں کوئی مکان نہیں اور کہ اس علاقے کے نیگرو لوگوں کی زندگی بیماریوں اور ناخواندگی کے باعث بہت کٹھن ہو رہی

ہے۔ اس نے تمام امکانات کا جائزہ لیا اور فیصلہ کیا کہ لبرل آرٹ کی تعلیم تو بعد میں دی جائے گی پہلے اپنے کسب و ہنر کی تربیت کا انتظام ہونا چاہیے جس سے نیگرو لوگ (جنہیں حال ہی میں آزادی ملی تھی) اپنی روزی بھی کما سکیں۔ اس نے کافی چندہ اکٹھا کیا اور پاس ہی ایک فارم، ایک گھوڑا اور ایک ہل خریدا۔ لکڑی چیرنے کی مشین لگائی۔ اینٹوں کا بھٹہ قائم کیا اور جو چند طلبا آئے تھے انہیں زراعت کی تعلیم میں لگا دیا۔ اور اینٹیں بنانا، کنکریٹ ملانا۔ پائپ بچھانا۔ مکان بنانا، اناج پیدا کرنا۔ کھانا پکانا۔ اپنے لئے جوتے اور کپڑے تیار کرنا اور دوسری ایسی باتوں کی تربیت دی۔ تھوڑے ہی عرصے میں سکول میں معلموں کا اضافہ ہوا اور بوکر ٹی واشنگٹن نئے نصاب شروع کرنے زیادہ تعداد میں دکانیں کھولنے اور ڈیری کے لئے مال مویشیوں میں اضافہ کرنے کے قابل ہو گیا۔ چونکہ ٹسکیگی سکول میں تعلیم کے ساتھ ساتھ طلباء روزی بھی کما سکتے تھے (جیسا کہ اب بھی اگر ضرورت ہو تو کما سکتے ہیں) اس لئے سینکڑوں کی تعداد میں اس میں داخل ہونے لگے۔ ۱۸۹۶ء میں امریکہ کے مشہور نیگرو سائنسدان جارج واشنگٹن کارور بھی اس ادارے میں شامل ہو گئے اور وہاں ایک زراعتی تجرباتی سٹیشن قائم کیا۔ ٹسکیگی کالج کے کارناموں کی خبریں ملک بھر میں پھیلنے لگیں۔ لوگ دل کھول کر اس کے لئے چندہ بھیجنے لگے اور اس کی شہرت یہاں تک بڑھی کہ اس زمانے میں امریکہ کے چار صدروں نے اس کا معائنہ کیا۔ آج اس کے قیام کے ۸۰ برس بعد ٹسکیگی کالج کو جنوبی ریاستی کالجوں میں ایک خاص شہرت حاصل ہے اور یہ دنیا کے اکثر مقامات میں مشہور ہے۔ اس کی پیروی میں کئی جگہ ایسے ہی کالج قائم ہو چکے ہیں۔ چنانچہ افریقہ کے گولڈ کوسٹ میں اچی موٹو کالج کے نام سے ایک چھوٹا سا "ٹسکیگی کالج" قائم ہے۔ اسی طرح فلپائن کے طلباء بھی ٹسکیگی طرز کے کالجوں میں تعلیم پاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ہر وہ موجودہ سکول جس میں کوئی پیشہ اور حرفت و صنعت بھی ساتھ ساتھ سکھائی جاتی ہے کسی نہ کسی صورت میں ٹسکیگی کالج کی طرز پر بنایا گیا ہے۔ اس کے ۲۳ سو طلباء میں اوسطاً پچاس طلباء بیرونی ملکوں کے ہوتے ہیں۔ اب اس میں آرٹ۔ سائنس۔ علم تعمیرات۔ انجنیری۔ معلمی۔ نرسنگ، گھریلو اقتصادیات، زراعت، ویٹرنری ڈاکٹری۔ ٹیکنیکل صنعتوں، تجارتی امور اور کئی دوسرے علوم کی ڈگریاں دی جاتی ہیں۔ ٹسکیگی کالج اب ۵ ہزار ایکڑ سے بھی زیادہ رقبہ پر پھیلا ہوا ہے جہاں بکر ٹی۔ واشنگٹن کی طرف سے "نارمل سکول" شروع کرنے پر کوئی بھی عمارت نظر نہیں آتی تھی لیکن اب بڑے بڑے سایہ دار درختوں سے بھری ہوئی ڈھلوان دار زمین پر نئی پرانی ملا کر تقریباً ایک سو عمارتیں کھڑی ہیں۔ اور اب مسٹر روڈولف کے نقشے کے مطابق جو گرجا گھر تعمیر ہوگا وہ اس کیمپس کی تمام عمارتوں میں سب سے زیادہ اہم اور نمایاں

امریکی فارموں میں بجلی کا استعمال

آج امریکہ کے کسان یہ خیال کرنے پر آمادہ ہیں جیسے انہیں بجلی کی رَو ہمیشہ ہی سے میسر تھی جس سے وہ اپنے گھروں اور فارموں میں اب چار سو سے بھی زیادہ مختلف کام لیتے ہیں تاہم اس سال وہ دیہی برقی محکمے (آر-اے-ای) کے قیام کی ۲۵ ویں سالگرہ کی تقریب کے سلسلہ میں بجلی کے معنی و مقصد اور اس کی افادیت کے متعلق تازہ جانکاری حاصل کریں گے — یہ ادارہ جواب امریکی محکمۂ زراعت کا ایک شعبہ ہے امریکہ کے دور دراز دیہی علاقوں میں کھیتی باڑی اور گھروں کے لئے بجلی کی روشنی مہیا کرنے کے لئے بہت حد تک ذمہ دار رہا ہے۔ پچھلی چوتھائی صدی کے عرصہ میں جہاں ۱۹۳۵ء میں دیہی فارموں میں صرف ۱۱ فیصد کی اوسط تک بجلی مہیا تھی۔ وہاں اب ۴۶ لاکھ ۴۱ ہزار فارموں میں سے ۷ء۹۶ فیصد میں بجلی کی قوت اور روشنی دستیاب ہے اس طرح ایک دیہی علاقہ کے بعد دوسرے علاقہ میں بجلی مہیا کرنے کے پروگرام میں پیش قدمی سے ڈرامائی طور پر تبدیلیاں عمل میں آتی رہیں۔

دیہی برقی محکمہ (آر-ای-اے) کی کامیابیوں کے اعزاز میں اس کی ۲۵ ویں سالگرہ منانے کے سلسلے میں واشنگٹن میں پچھلے دنوں جو تقریب منعقد ہوئی اس میں یہ جوش انگیز کہانی پھر دہرائی گئی کہ اس محکمے نے اپنی کوآپریٹو سوسائٹیاں قائم کرنے میں کسانوں کی کس طرح حوصلہ افزائی اور مالی امداد کی تاکہ ان کے فارموں اور دیہات میں بجلی پہنچائی جاسکے۔ جب اس محکمے نے کام کرنا شروع کیا تو ابتداً بہت سے کسانوں کو سمجھانا پڑتا تھا کہ پرانے طریقے اب مفید نہیں رہے۔ بہر حال ان میں سے اکثر کسانوں میں یہ بصیرت پائی گئی کہ بجلی کی دستیابی سے کس طرح ان کے گھریلو فرائض اور برقی مشینوں وغیرہ سے ان کی جسمانی مشقت کس طرح گھٹ جائے گی۔ وہ بجلی کی افادیت کو بخوبی سمجھ گئے۔

اس صدی کے آغاز میں امریکی کسانوں کو بجلی سے چلنے والی مشینیں وغیرہ چلانے کا نہایت قلیل تجربہ تھا۔ ۱۹ ویں صدی کے صنعتی انقلاب نے اگرچہ شہروں کی زندگی بدل دی تھی تاہم امریکی دیہات اور فارموں کو یہ انقلاب ابھی چھو نے بھی نہیں پایا تھا۔ لیکن پہلی عالمی جنگ کے خاتمے تک کسانوں کو قوت کا ایک نیا وسیلہ یعنی پٹرول مہیا ہو چکا تھا اگرچہ یہ مہنگا پڑتا تھا تاہم اس سے کسانوں کو مشینوں کے استعمال کا علم ہوا اور اس طرح پٹرول کے بدلے بجلی کے استعمال کی تحریک ہوئی اور مزید فارموں میں اس کا پھیلاؤ ہونے لگا۔ چنانچہ ۱۹۲۰ء کے دہے میں بھی کسانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد دیہات میں بجلی مہیا کئے جانے کا مطالبہ کرتی رہی۔ بہر حال خاص مسئلہ یہ تھا کہ کسانوں کو معقول لاگت پر بجلی مہیا ہو۔ بہت سی کمپنیاں ایسے کسانوں کو بجلی مہیا کرنے کو تیار تھیں جو اس کی فیس ادا کرنے پر رضامند ہوں۔ لیکن بجلی پہنچانے میں لاگت بہت زیادہ آتی تھی۔ صرف زیادہ خوشحال لوگ ہی بجلی لگوا سکتے تھے۔ چنانچہ اس مشکل کو حل کرنے کے لئے امریکہ کی مرکزی حکومت نے ۱۹۳۵ء میں ایک دیہی برقی محکمہ (آر-ای-اے) قائم کیا تاکہ اس منصوبے میں امداد دی جاسکے۔

یہ محکمہ کسانوں کی کوآپریٹیو سائٹیوں کی مالی امداد کرنے لگا تاکہ ان کے دیہات اور فارموں میں بجلی پہنچائی جا سکے محکمے نے آسان قسطوں پر اور نہایت قلیل شرح سود پر قرضے دیئے اور اس طرح دیہات میں بجلی پہنچانے کا کام ایک تحریک کی حیثیت اختیار کر گیا ــــ شروع کے سال میں محکمہ کی پیش قدمی سست رہی اور ۱۹۳۵ء کے آخر تک یہ بات واضح ہوگئی کہ تجارتی بجلی کمپنیاں قرض کے لیے درخواست دینے کو تیار نہیں۔ اس لئے کسی اور قسم کی تنظیم کی ضرورت تھی۔ چنانچہ دوسرے سال کے آغاز میں کانگریس نے ایک بل منظور کیا جس کے تحت کوآپریٹیو سوسائٹیوں۔ منافع نہ کمانے والی تنظیموں اور محدود منافع والی انجمنوں کو قرضہ دیا جانے میں ترجیح دی گئی۔ کسانوں نے محسوس کیا کہ اپنے علاقوں کے لئے بجلی حاصل کرنے کے لئے انہیں خود ہی پہل کرنی ہوگی۔ جب دیہی باشندے بجلی کا اپنا نظام قائم کرنے کے لئے قرض لینے کے قابل بننا چاہتے تو انہیں اپنی ریاست کے قوانین کے تحت اپنی تنظیم قائم کرنی پڑتی تھی۔ اس کے بعد انہیں بجلی کے محکمے کو یہ دکھانا ہوتا تھا کہ وہ اپنا منصوبہ کامیابی سے عمل میں لا سکتے ہیں اور وہ مقررہ معیاد کے اندر اندر حکومت کا قرضہ سود کے سمیت ادا کر سکتے ہیں۔ چنانچہ ۱۹۴۰ء تک ۲۳ ریاستوں نے بجلی کی کوآپریٹیو سوسائٹیوں کو منظور کر لیا تھا۔ دیہی لوگوں میں بجلی لگانے کا شوق اس حد تک بڑھ گیا کہ جب ایک شخص کو کہا گیا کہ اس کا گھر چونکہ بہت دور ہے اس لئے وہاں بجلی نہیں پہنچائی جا سکتی تو وہ مایوس ہو کر واپس چلا گیا۔ لیکن چند دنوں کے بعد وہ پھر آیا اور کہنے لگا اب میں مکان کو بھی بجلی لائن کے قریب لے آیا ہوں یہ سن کر کمپنی کو حیرت ہوئی۔ اس کسان نے اپنا مکان گرا کر سب ملبہ اینٹیں پتھر لکڑی بجلی لائن کے پاس ہی جمع کر دی اور ایک نئے مکان کی بنیاد تیار کر لی تھی ــ اور محض بجلی کی خاطر مکان دوبارہ تعمیر کیا اب اسے آسانی سے بجلی مہیا ہو سکتی تھی۔ اس طرح دیہی علاقوں میں بجلی ملنے سے دیہاتیوں نے گھروں کو روشن کرنے کے علاوہ اسے استری (توا) بجلی کے چولہوں، ریڈیو۔ کپڑے دھونے اور صفائی کی مشینوں، ٹوسٹ سینکنے کے ٹوسٹروں، موٹر انجنوں ری فریجریٹروں، نل کنوؤں اور دوسری ایسی ہی مشینوں میں استعمال کرنا شروع کیا۔ اس طرح کسان عورتیں بجلی سے بیسیوں کام لینے لگیں ــ فارموں۔ مویشی خانوں وغیرہ میں بھی بجلی کی مشینوں سے کام لیا جانے لگا۔ دودھ دوہنے مویشی خانوں کو گرم رکھنے انڈے سینے چوزے پالنے درانتیاں اور کلہاڑیاں وغیرہ تیز کرنے اور زمین کی کھدائی کے لئے برقی مشینیں روزمرہ کے استعمال میں آنے لگیں۔ اور دیہی زندگی میں ایک نیا اور خوشگوار انقلاب آگیا ــ اکثر کسان لڑکے ہائی اسکولوں میں برقی مشینوں کے استعمال کی تربیت بھی پانے لگے۔ انہوں نے اپنے گھروں اور فارموں میں مختلف برقی مشینیں لگائیں ــ کسانوں نے بڑی تیزی سے زمینوں کو سینچنے کے لئے برقی نل، کنوؤں اور لکڑی چیرنے کی برقی مشینوں کو بھی اپنایا۔ اس طرح جہاں وہ جسمانی محنت شاقہ سے بچ گئے وہاں تھوڑے وقت میں زیادہ کام ہونے اور پیداوار میں اضافہ سے ان کی اقتصادی خوشحالی کا دروازہ بھی کھل گیا ــ آر۔ ای۔ اے کے شعبے نے امریکی دیہات اور فارموں میں بجلی پہنچانے کے منصوبے میں کامیابی حاصل کی تو امریکی کانگریس نے ۱۹۴۹ء میں دیہی ترقی ایکٹ کے قواعد میں ترمیم کی اور اس میں دیہی علاقوں اور فارموں کو ٹیلی فون مہیا کرنے کے لیے عرصے کے مالی امدادی بجوگرام کی منظوری دی۔ ۱۹۶۰ء کے آخر تک آر۔ ای۔ اے نے دس لاکھ سے بھی زیادہ ٹیلی فون مہیا کئے مختلف دیہات اور فارموں میں ۳ لاکھ ۳۰ ہزار سے بھی زیادہ اشخاص کو پہلی بار ٹیلی فون سروس کی سہولت دی گئی۔ پچھلے دہے میں امریکی فارم اور دیہات وغیرہ میں ٹیلی فون سروس میں ۳۰ فی صد سے ۶۰ فیصد کا اضافہ ہوا ہے۔ لیکن ابھی بہت کچھ کام باقی ہے اور آر۔ ای۔ اے کا شعبہ تہیہ کر چکا ہے کہ جس طرح تمام دیہات اور فارموں کو بجلی مہیا کرنے میں اس نے کامیابی حاصل کی ہے اسی طرح تمام دیہی گھروں اور فارموں کو ٹیلی فونوں کے ذریعہ آپس میں ملانے کا باقی کام بھی بعجلد پورا کر دیا جائے گا۔

سیرالیون — چند حقائق

ایک اندازہ کے مطابق سیرالیون (جو ۲۷ر اپریل کو آزاد ہو رہا ہے) نوآبادی اور زیر حفاظت علاقہ کی آبادی ۲،۲۶۰،۰۰۰ نفوس پر مشتمل ہے۔ اور رقبہ ۲۷،۹۲۵ مربع میل ہے۔ گنی اور لیریا کے ساتھ اس کی مشترکہ سرحدیں ہیں۔

نوآبادی کا رقبہ ۲۵۶ مربع میل ہے۔ اور اس میں ۱۳۰،۰۰۰ باشندے آباد ہیں۔ نوآبادی کا بیشتر حصہ جزیرہ نما پر مشتمل ہے جہاں سیرالیون کی راجدھانی فری ٹاؤن واقع ہے۔

زیر حفاظت علاقہ جس کا رقبہ ۲۷،۶۶۹ مربع میل اور آبادی ۲،۱۳۰،۰۰۰ ہے، تین صوبوں پر مشتمل ہے — شمالی صوبہ جنوب مشرقی صوبہ اور جنوب مغربی صوبہ۔

لگ بھگ ۲،۵۰۰ لبنانی اور چند سو یورپی باشندوں کے سوا آبادی تقریباً پوری طرح افریقی باشندوں پر مشتمل ہے۔ جن کا تعلق متعدد قبیلوں سے ہے۔ ان کی مشترکہ یا کاروباری زبان ایک ایسی زبان ہے جسے ہم انگریزی کی بگڑی ہوئی شکل کہہ سکتے ہیں۔ سرکاری زبان انگریزی ہے۔

امید کرنی چاہیئے کہ آزادی سیرالیون کو راس آئے گی۔ اس امید کی بنیاد یہ ہے کہ مغربی افریقہ کا یہ ملک دوسری جنگ عظیم کے بعد سے سماجی اور معاشی طور پر لگاتار ترقی کی جانب بڑھتا رہا ہے۔ اور اس کی پوزیشن بھی دیگر افریقی ملکوں سے بہتر ہے۔ آپ تعلیمی میدان کی مثال لیجئے۔ ۱۹۵۰ء اور ۱۹۵۸ء کے درمیان پرائمری اسکولوں کی تعداد ۲۷۷ سے بڑھکر ۵۲۲ ہو گئی تھی۔ اور ان میں پڑھنے والے بچوں کی تعداد ۳۴،۵۲۰ سے بڑھکر ۶۹،۲۷۶ ہو گئی تھی — ثانوی اسکولوں میں بھی بچوں کی تعداد دگنی سے بھی زیادہ ہو گئی تھی۔ ٹیکنیکل تربیت پر مخصوص توجہ صرف کی گئی ہے۔ ٹیچروں کی تربیت کے کام میں بھی کافی پھیلاؤ دیکھنے میں آیا ہے۔

سیرالیون کے ایک ہزار سے زائد طلبا اس وقت برطانیہ میں زیر تعلیم ہیں۔ ایک ترقی یافتہ ملک کے لئے ان اعداد و شمار کی اہمیت کچھ زیادہ نہیں لیکن ایک افریقی ملک کے لئے وہ بہت زیادہ اہمیت کے حامل ہیں۔

طبی سروسز اور کمیونٹی ڈیولپمنٹ میں بھی کافی ترقی دیکھنے میں آئی ہے۔ سیرالیون نے اپنی آزادی کی بنیادیں بڑی احتیاط سے رکھی ہیں۔ لہذا آزادی کی جو عمارت کھڑی کی جا رہی ہے وہ مضبوط ثابت ہوگی۔

قطعہ

کہتا زاہد ہے مجھے جام ملیگا کہ نہیں || کیفِ بادہ بھی سرِ شام ملیگا کہ نہیں
پردۂ غیب سے ہاتھ آئے حکومت عثماں || حکمرانوں میں مجھے نام ملیگا کہ نہیں

(آمدہ از نذری باغ)

سیرالیون کی تاریخ آزادی پر ایک نظر

۱۸۰۸ء سیرالیون کو شاہی نوآبادی بنا دیا گیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس پر برطانیہ براہ راست حکومت کرنے لگا۔ ایک گورنر مقرر کیا گیا جو مشاورتی کونسل کی مدد سے سیرالیون نوآبادی کا نظم و نسق چلاتا تھا۔

۱۸۶۳ء مشاورتی کونسل کو قانون ساز کونسل کے طور پر نئے سرے سے تشکیل دی گئی اور ایک ایگزیکٹیو کونسل بھی قائم کی گئی۔

۱۸۹۶ء عقبی علاقے کو بھی برطانیہ نے اپنی نگرانی اور حفاظت میں لے لیا۔

۱۹۲۳ء قانون ساز کونسل کے غیر سرکاری ممبران کی تعداد میں اضافہ کیا گیا۔

۱۹۲۴ء ایک نیا آئین نافذ کیا گیا جس کے تحت قانون ساز کونسل اور ایگزیکٹیو کونسل کا دائرہ اختیار زیر حفاظت علاقے تک بڑھا دیا گیا۔ پہلی مرتبہ انتخابات کرائے گئے۔

۱۹۴۳ء دو غیر سرکاری افریقی ممبران کو ایگزیکٹیو کونسل میں شامل کیا گیا

۱۹۵۱ء ایک نیا آئین نافذ کیا گیا جس کے تحت قانون ساز کونسل اور ایگزیکٹیو کونسل میں غیر سرکاری ممبران کی اکثریت کا اہتمام کیا گیا۔

۱۹۵۳ء چھ افریقی وزراء مقرر کئے گئے۔

۱۹۵۶ء قانون ساز کونسل کو ایوان نمائندگان کا نام دیا گیا۔ منتخب اور نامزد ممبران کی تعداد بڑھا دی گئی۔ سرکاری نمائندگی کم کردی گئی اور ووٹ دینے کا حق زیادہ لوگوں کو عطا کیا گیا۔

۱۹۵۸ء مزید آئینی ترقی کی جانب قدم اٹھایا گیا۔ ایک ایسی ایگزیکٹیو کونسل قائم کی گئی جس میں سب کے سب [illegible] باشندے تھے۔ ایگزیکٹیو کونسل اور ایوان نمائندگان میں سرکاری ممبران کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔

۱۹۶۰ء لندن میں ایک کانفرنس منعقد کی گئی جس میں آزادی کی تاریخ کا اعلان کیا گیا۔

۱۹۶۱ء سیرالیون ۲۷ اپریل کو آزادی سے ہمکنار ہوگا۔

قطعہ

شاخِ سدرہ پہ ذرا دیکھ یہ شہباز نہ ہو
رنگ پر اپنے گلستاں کو کہیں ناز نہ ہو
جامِ صہبا ہی کھنکتا ہے بہارِ گل میں
گردشِ دورِ جہاں پھر خلل انداز نہ ہو

(آمدہ از نذر کی باغ)

یہ سائنس کی دنیا

کیڑے مکوڑوں پر قابو پانے کیلئے ہارمونوں کا استعمال

ریجرس یونیورسٹی کے زراعتی تجرباتی سٹیشن میں نقصان پہنچانے والے کیڑے مکوڑوں کے خلاف انسان کی کبھی نہ ختم ہونے والی لڑائی نے نیا رُخ اختیار کیا ہے۔ یونیورسٹی کے سائنسدان یہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ کیڑے مکوڑوں پر کنٹرول کرنے کے لئے نوعمر ہارمونوں کے استعمال کے کیا امکانات ہیں۔ ہارمون ایک ایسا مادہ ہے جس سے تمام جانداروں کی ٹھیک ڈھنگ سے نشوونما ہوتی ہے انہیں علم ہے کہ ہارمون کی کثیر مقدار ایک کیڑے کی نشوونما کو روک سکتی ہے۔ تسلی بخش مصنوعی ہارمونوں کی تیاری اور ان کے استعمال کے موثر طریقوں سے متعلق سوالات ابھی حل طلب ہیں۔ لیکن اس منصوبے پر جو ابتدائی کام ہوا ہے وہ حوصلہ افزا ہے۔ ریجرس کے ماہر حشریات ڈاکٹر اینڈریو جے فورگش نے جنہیں کیڑے مکوڑوں کے متعلق بنیادی تحقیق میں مہارت حاصل ہے ڈاکٹر کیرول ولیمز (ہارورڈ یونیورسٹی) اور ڈاکٹر ہارورڈ اے شنیڈرمین (کارنیل یونیورسٹی) کی اُن حالیہ سرگرمیوں میں گہری دلچسپی لی ہے جو انہوں نے بعض نقصان پہنچانے والے کیڑے مکوڑوں کے خلاف ہارمونوں کے استعمال کے سلسلے میں انجام دی ہیں۔ مثال کے طور پر ان کا بیان ہے کہ بعض ہارمونوں کے عمل سے پتہ چلتا ہے کہ ایک لڑکے کو جب تک وہ اٹھارہ انیس برس کا نہیں ہو جاتا داڑھی بنانے کی ضرورت کیوں نہیں پڑتی۔ ایک بچے کی نشوونما ہوتی ہے لیکن بلوغ کیوں نہیں ہوتی۔ اور تتلی مناسب وقت پر کیوں بن جاتی ہے؟ کیڑوں کے مضامین پر بحث کرتے ہوئے انہوں نے دلیل دی ہے کہ ایک جاپانی بھونرا جو نوعمر ہارمونوں کی کثیر مقدار سے متاثر ہے پرواز کرنے کے مرحلے تک نہیں پہنچا گلاب کے پھولوں کے لئے زیادہ خطرناک ثابت نہیں ہوتا۔ ڈاکٹر فورگش نے ورجینیا (ورجینیا) کے جان سی ہارٹس برگر کو جو پی۔ایچ۔ڈی کے امیدوار تھے۔ ہارمونوں کے مطالعہ کا سمجھا دیا۔ اس منصوبے کو عمل میں آئے اگرچہ زیادہ مہینے نہیں ہوئے تاہم ہارٹس برگر اس امر کے متعلق پہلے ہی کچھ واقفیت رکھتا ہے کہ نوعمر ہارمون کیڑے مکوڑوں کی نشوونما پر کیوں کر اثر انداز ہوتے ہیں۔ وہ پولی فیمس کیڑے کے متعلق تحقیق و مطالعہ کر رہا ہے۔ ہارٹس برگر نے اپنی لیبارٹری کے لئے پولی فیمس کیڑے کا انتخاب کیا کیونکہ یہ تمام کیڑوں میں بڑا ہے اور اس کے پروں کا پھیلاؤ چار انچ تک ہوتا ہے ہارمون ایک غدود میں سے نکالا جاتا ہے جو کیڑے

کے سر میں ہوتا ہے۔ اس نوجوان سائنسدان نے غدود سے تیار کی گئی ایک چیز کو نشو ونما پانے والے کیڑے کی کھال کے نیچے نصب کر کے بعض دلچسپ نتائج حاصل کئے ہیں۔ اس طریقے سے ایسے کیڑے پیدا ہونے جن کے اعضاء کی نشو ونما قطعاً نہیں ہو سکی تھی۔ چنانچہ اسی طرح کیڑے مکوڑوں کے خلاف انسان کی جنگ جاری ہے۔

سمندر کے فرش میں ۵۶ فٹ لمبا سوراخ

امریکی سائنسدانوں نے گہرے سمندر کے فرش کی تہوں سے ابتدائے آفرینش کے ارضیاتی مادے کامیابی سے نکالے ہیں۔ اور انہیں بھروسہ ہے کہ جوں جوں سمندری فرش میں سوراخ کرنے کا کام جاری رہے گا وہ اس سے بھی زیادہ گہرائی تک پہنچ جائیں گے۔ ان کا تازہ ترین کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے سمندر میں اڑھائی میل نیچے ڈرلنگ مشین پہنچائی اور پھر فرش کی تہ میں ۵۶ فٹ لمبا سوراخ کیا۔ اس کارنامے کو سمندر کی کھوج میں ایک سنگ میل بیان کیا گیا ہے۔ سائنسدان یو ایس ایس اوّل جہاز پر سوار تھے جس کا لنگر انہوں نے میکسیکو کے مغربی ساحل اور گواڈلوپے جزیرے کے درمیان ڈالا۔ جب فرش میں سے ایک دس فٹ لمبا ٹکڑا نکالا گیا تو سائنسدانوں نے بتایا کہ وہ لاوا جیسی چٹان کا ٹکڑا تھا جبکہ انہیں امید تھی کہ وہ چونے کے پتھر جیسی کا دکا ٹکڑا ہوگا۔

پراجیکٹ "مے ہول" کے ڈائرکٹر ولارڈ باسکم کا بیان ہے کہ یہ چٹانی ٹکڑا اڑھائی کروڑ برس پرانا معلوم ہوتا ہے تاہم اس کی صحیح عمر کا تعین کرنے کے لئے اس نمونے کا معائنہ کیا جائے گا۔

نمی روکنے کیلئے پلاسٹک کا استعمال

امریکہ میں لمبے لمبے فاصلوں تک ٹرکوں کے ذریعہ باربرداری کا کام کرنے والی کمپنیوں کو بڑے بڑے ٹرکوں اور ٹریلروں کے پچھلے دروازوں کو بارش کے اثرات سے محفوظ رکھنے کا مسئلہ درپیش تھا۔ مناسب تحفظ کے بغیر بارش اور برف کے طوفانوں سے جو نمی اندر سرایت کرتی تھی اس سے بھاری نقصان ہوتا تھا۔ عام طریقہ یہ تھا کہ دروازے کے اندر چکنا کاغذ لگایا جاتا تھا لیکن اس طریق کار سے مایوس ہو کر ایک سرکردہ ٹرک کمپنی نے کوئی دوسرا تسلی بخش طریقہ ڈھونڈنے کا فیصلہ کیا۔ کئی چیزوں کی آزمائش کے بعد دیکھا گیا کہ پولی تھیلین (پلاسٹک کی ایک قسم) کی دو ملی میٹر موٹی فلم کی چادر عمدہ اور تسلی بخش کام دے سکتی ہے۔ چنانچہ اب اس فلم کی چادریں استعمال کی جانے لگی ہیں۔ ان سے نمی روکنے کے علاوہ ایک اور فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ کسٹم اور چنگی وغیرہ وصول کرنے والے ملازم مال کو باہر ہی سے ملاحظہ کر سکتے ہیں کیونکہ یہ چادریں شیشے کی طرح شفاف ہوتی ہیں۔ اس طرح پولی تھیلین کی دریافت اور استعمال سے ٹرک کمپنیاں

کا ایک دیرینہ مسئلہ حل ہوگیا۔ اب نمی سے مال خراب نہیں ہوا کرے گا اور ٹرک کمپنیوں کو آئے دن ہرجانے ادا نہیں کرنے پڑیں گے۔ اور آمدنی میں اضافہ ہوگا۔

سرطان کے ٹیکے!

بیلر یونیورسٹی کے دو سائنسدانوں نے ایک چوہے کے سرطان میں سے پروٹین اور نیوکلیو پروٹین مادّے حاصل کئے ہیں۔ جو ایک صحتمند چوہے کے ٹشوؤں میں نہیں پائے جاتے۔ یہ تحقیقی کام ڈاکٹر ہیرس بوسٹس اور ڈاکٹر پال کے امریکی کینسر سوسائٹی کی امداد سے انجام دیا ہے جس نے ان سے اس کارنامے کو عام اور سرطان زدہ خلیوں کے مابین بنیادی اختلافات کے متعلق سائنس کی کھوج میں ایک اہم اقدام قرار دیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ اس دریافت سے سرطان کی دوائیاں اور ٹیکے کسی روز ایک حقیقت بن سکتے ہیں۔ اب سائنسدان جن سوالوں کا جواب تلاش کرنے کی کوشش کریں گے۔ ان میں ایک یہ ہے کہ کیا بہت سے سرطانوں میں مشترکہ قسم کی پروٹین پائی جاتی ہے۔

شیکسپیئر سالگرہ کونسل کا قیام

دنیا کے عظیم ترین ڈراما نویس شیکسپیئر کی ۴۰۰ ویں سالگرہ ۱۹۶۴ء میں منائی جاتی ہے۔ اس سے متعلق مختلف سرگرمیوں کو منظم کرنے کے لئے شیکسپیئر سالگرہ کونسل کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ کونسل میں ایسے بہت سے لوگوں کو شامل کیا گیا ہے جن کا تعلق شیکسپیئر کی تنظیموں اور اداروں سے ہے مثلاً رائل شیکسپیئر تھیٹر، شیکسپیئر جنم بھومی ٹرسٹ، شیکسپیئر انسٹی ٹیوٹ۔ برمنگھم یونیورسٹی، برٹش کونسل برطانیہ کی آرٹس کونسل وغیرہ۔ شیکسپیئر کی سالگرہ منانے کی تیاریاں بہت بڑے پیمانہ پر ہو رہی ہیں۔

تیتی بچوں کی امداد!

"بچوں کو بچاؤ" فنڈ کی امدادی کمیٹی کی چیرمین لیڈی الیگزینڈرا میٹکاف ہندوستان اور جارڈن کا دورہ کرنے کے بعد واپس برطانیہ پہنچ گئی ہیں۔ یہ فنڈ برطانیہ میں ۱۹۱۹ء میں قائم کیا گیا تھا۔ یہ ایک رضاکارانہ بین الاقوامی تنظیم ہے جو مقصد بچوں کی فلاح و بہبود کو فروغ دینا ہے اسوقت یہ یورپ ایشیاء اور افریقہ کے ۱۲ ملکوں میں کام کر رہی ہے۔ ہندوستان میں لیڈی الیگزینڈرا نے وزیر اعظم نہرو اور دیگر حکام سے اس بات پر تبادلہ خیال کیا کہ انکی تنظیم کسطرح تیتی بچوں کی امداد کر سکتی ہے مسٹر نہرو نے اس تجویز پر اپنے مکمل اتفاق کا اظہار کیا کہ فنڈ کو ہندوستان میں بچوں کا ایک گھر قائم کرنا چاہئے اور کہ اس

تنظیم کو مستحکم بنانے پر زور دیا۔ یہ خیال تو بہت ہی آئیڈیل مندانہ ہے۔ لیکن اس بلی کے گلے میں گھنٹی کون باندھے گا؟

کہ امریکہ میں تلنگی سیکھنے کا شوق بڑھ رہا ہے تاکہ کل کوئی یہ نہ کہہ سکے ؎

زبانِ یار من تلگو و من تلگو نمی دانم —
چہ خوش بودی اگر بودی زبانش در دہانِ من

کہ ریاستی کابینہ میں توسیع کا مسئلہ کھٹائی میں پڑ گیا۔

ای بسا آرزو کہ خاک شدہ

کہ ہمارے ملک میں بیروزگاروں کی تعداد (۵۷) لاکھ ہو گئی۔ ہم کو فخر کرنا چاہئے کہ کم از کم ہم نے بیروزگاری کا ایک عالمی ریکارڈ قائم کیا —

کہ ماسٹر تارا سنگھ نے فرمایا کہ ہز و فتح سنگھ بات چیت ایک سال میں کامیاب ہو گی۔ ٹھیک ہے ؎

دیر آید درست آید

کہ فضا کے کولمبس مسٹر گگارن نے کہا کہ خلائی سفر سے بوڑھوں کو جوان بنائے جانے کا امکان ہے۔ یعنے اب ہمدرد دواخانہ کی معجون شباب۔ اور کی ضرورت نہیں۔

کہ پولیس کمشنر کے حالیہ احکامات کے تحت اب مالکان سینما سینما کے اوقات تبدیل کرنے کے بارے میں غور کر رہے ہیں ہماری رائے میں ایک تھرڈ شو کا اضافہ ہونا چاہئے۔ تاکہ شائقین فلم رات بھر سینما دیکھ کر صبح صبح اپنے گھر لوٹیں اس طرح سینما بھی دیکھ سکیں گے۔ اور پولیس کے احکام کی خلاف ورزی کبھی نہ ہو گی ۔ ؎

رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی



ایک انگریز ڈاکٹر نے بوڑھی عورتوں کو جوان بنانے کہ کا طریقہ معلوم کر لیا ۔ یہ خبر پڑھ کر نہ جانے کیوں ہمیں حضرت سعدیؒ شیرازی کا یہ شعر یاد آیا:

عروسی کہ بلیس سیہ کردہ نیسر
راست نخواہد شدن ایں پشتِ کوز

کہ چوڑی بازار میں کمسن بچوں میں چاقو چل گیا۔ جس میں ایک چار سالہ بچہ زخمی ہوا۔ چوڑی بازار کے یہ بچے ہونہار معلوم ہوتے ہیں —— ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات ۔

کہ معلمہ سے چھیڑ چھاڑ کرنے ایک سڑک چھاپ فرہاد کو سزا دی گئی۔ معلوم ہوتا ہے سڑک چھاپ فرہاد اب ہر جہتی ترقی کر رہے ہیں جس کا ثبوت یہ ہے کہ وہ طالبات کو چھیڑنے چھیڑتے اب معلمات کو چھیڑنے لگے ہیں۔

کہ ایک خاتون نے خودکشی کے ارادے سے زہر کھا لیا —— لیکن تعجب اس پر ہے کہ حیدرآباد میں خالص زہر کیونکر دستیاب ہوا! کیونکہ یہاں بغیر ملاوٹ کے کوئی چیز نہیں ملتی —

کہ شہری سیاسی پارٹیوں نے نظم و نسق کو بیکار اور کانگریس

قطعہ

زینہ بلند ہو گیا دیکھو فراز کا ‖ پایہ بلند ہو گیا دیکھو نماز کا
معراج میں بھی جلوہ عیاں ہو گیا سنو ‖ پردہ بھی اٹھ گیا ہے یہ راز و نیاز کا

(آمدہ از نذری باغ)

[illegible] حیدرآباد (آندھرا) سے شائع کیا۔

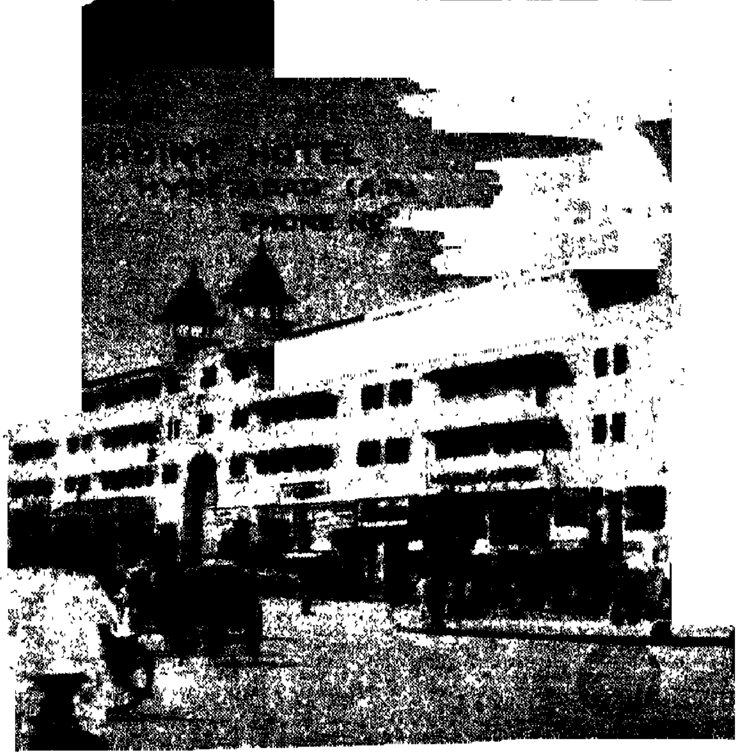


NEW GRAND HOTL
حیدرآباد میں سینکڑوں ہوٹلیں ہیں مگر
گرانڈ ہوٹل اینڈ پروویژن اسٹورس
نمبر ۴۵۷۵ افضل گنج حیدرآباد دکن
نظافت و پاکیزگی ● باسلیقہ ملازمین ● خورد و نوش کے بہترین اشیاء
مفرح مشروبات خوش ذائقہ چائے
اور
معقول انتظام کیلئے — اپنی آپ نظیر ہے
DAWN



ایمباسی کیفے
چوراہا بشیر باغ حیدرآباد اے۔پی
انگریزی اور مغلائی کھانوں اور بہترین انتظام کیلئے اپنی آپ نظیر
ہے خاصکر یہاں کے کری پفس ہندگیر شہرت کے حامل ہیں
اگر آپنے ایمباسی کیفے کے کری پفس نہیں کھائے ہیں تو گویا آپنے کری پفس کھائے ہی نہیں یہاں سے
LACTODEX
پالسنس POLSON'S اور لکٹوڈیکس
کا تازہ ترین اسٹاک بازار سے ارزاں حاصل کیجئے
Embassy
CAFE
PHONE No 237
FAZAL

SHIRAZ



REGD.H.507.

SHIRAZ

URDU WEEKLY.

CHADARGHAT GATE HYDERABAD.A.P.

